مرآۃ المناجیح

شرح

مشکوٰۃ المصابیح

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

مکتبہ اسلامیہ ۴۰ اردو بازار لاہور

مرآۃ المناجیح

شرح

مشکوٰۃ المصابیح

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی

مکتبہ اسلامیہ ۴۰ اردو بازار لاہور

marfat.com

نام کتاب ------------ مراۃ المناجیح ، شرح مشکوۃ المصابیح جلد چہارم

مصنف --------------- حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات --------------- .

پروف ریڈنگ -------- حافظ قاری محمد فیض الرسول سدیدی

کمپوزنگ ------------ دوست ورڈز کمپوزرز

پرنٹر --------------- پیر بھائی پرنٹرز

ناشر --------------- مکتبہ اسلامیہ -40 اردو بازار لاہور

marfat.com

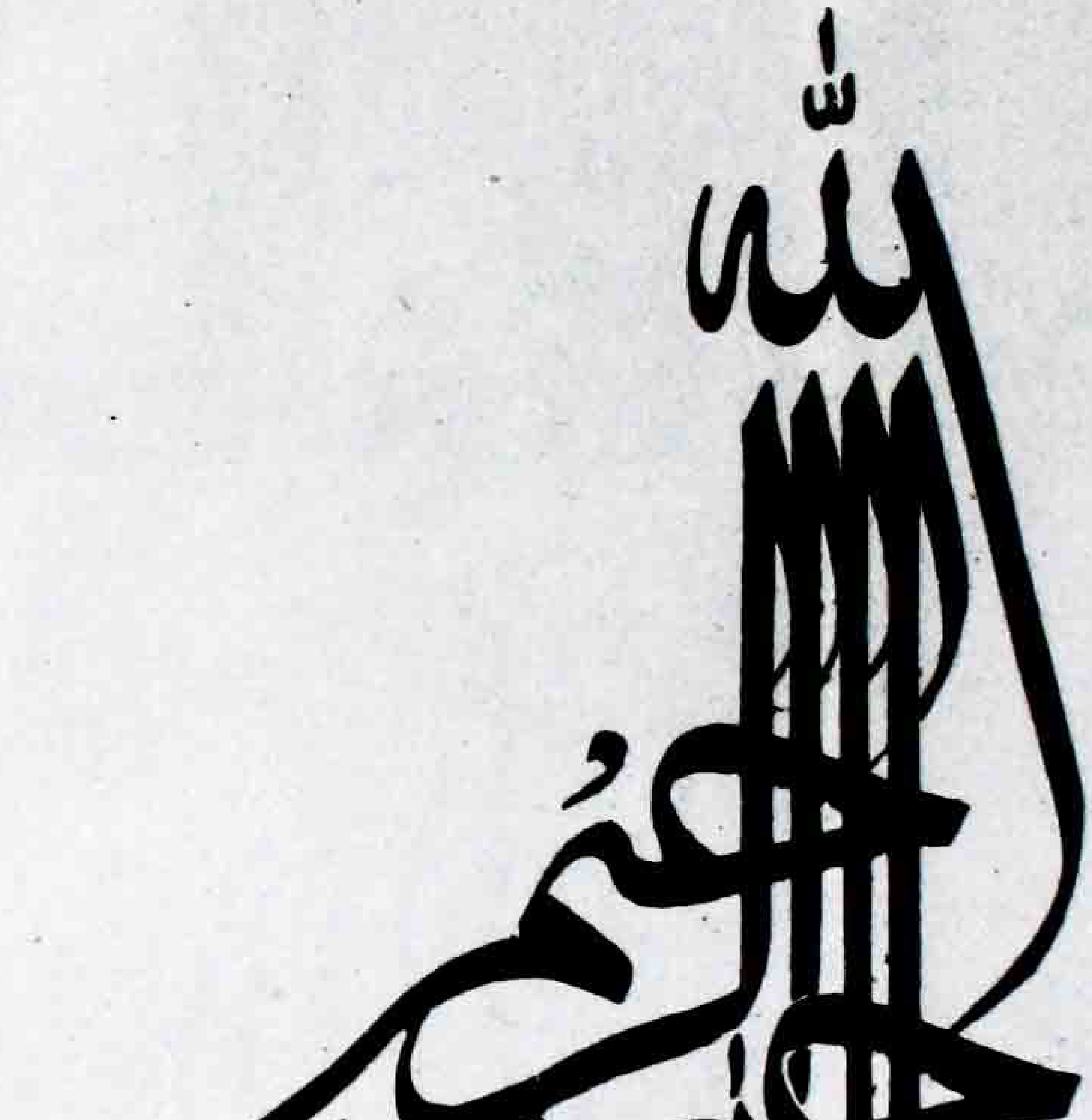

marfat.com

الصلوٰۃ والسلام علیک

یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

خوشنویس: اعجاز احمد ساقی، مکتبہ اسلامیہ لاہور

مکمل لاہور ریٹ پر
مکتبہ سعیدیہ رضویہ
نیو الٰہی مارکیٹ فوارہ چوک گجرات

بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدیؒ

کتبہ گوہر قلم

marfat.com

فہرست مضامین مراۃ المناجیح (جلد چہارم)

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
باب صبح شام کے وظیفے	22	خلدین اور ابدی وازلی کی بہترین		وداع رخصت کرنے کی دعا	63
ہرم شیخو حسد کبر کا فرق	23	توجیہ	44	وصیت کے اصطلاحی ولغوی معنی	63
حضور علیہ السلام کے سونے کا طریقہ	23	افضل واجزال کا فرق	46	حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب شب	
موت وحیات کے معنی	23	خواب اور دعاء	48	کو سفر فرماتے تو یہ دعا پڑھتے	65
داہنی کروٹ پر لیٹنے کا فائدہ	24	اعمال اجازت وبے اجازت پڑھنے		جہاد کے وقت کی دعا	66
تسبیح فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا	28	کا فرق	48	مدد مانگنا سنت ہے	67
دعاء کے الفاظ نہ بدلے جائیں	30	باب خاص وقتوں کی دعائیں	50	گھر سے نکلنے کی دعا	67
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا		بیوی سے صحبت کرتے وقت یہ دعا		گھر میں داخل ہونے کی دعا	69
ایک دعا اور وظیفہ کی اجازت لینا	30	پڑھے	50	دعا بعد نکاح	69
حدیث سچی ہے حضرت ابان کے		مرغ اور گدھے کے بولنے کے وقت		نکاح کرنے اور غلام وجانور خریدنے	
سوال وجواب	31	یہ دعا پڑھے	52	کے بعد یہ دعا پڑھے	69
اوقات مستحب برائے تسبیح وتحمید	32	سفر واپسی اور سواری پر سوار ہوتے		مصائب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم	
دعا برائے خبر نقصان دن رات	32	وقت کی دعا	53	کی پناہ اور وسیلہ سنت صحابہ ہے	71
بزرگوں کی اولاد پر مہربانی کرنے میں		اس دعا کا سفر وحضر میں پڑھنے والا	54	قرض سے بچانے وادائیگی کرنے	
بڑا ہی ثواب ہے	34	زہریلی اشیاء سے محفوظ رہے گا	55	والی دعاء	72
سچا خواب فیضان نبوت ہے	34	احزاب غزوۂ خندق والی دعاء	56	حضرت علی رضی اللہ عنہ	72
وظائف میں تقید	35	دعا کروانا سنت صحابہ ہے	58	چاند دیکھنے کی دعاء	73
اعمال میں مداومت بہتر ہے	36	چاند دیکھنے کی دعا	58	بوقت رنج یہ دعا پڑھیں	74
اپنے ایمان پر ہر چیز کو گواہ بنانا چاہیے	37	گرفتار بلا کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے	58	بازار میں داخل ہونے کی دعا	76
عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام		بازار کو جانے کے وقت کی دعاء	59	باب الاستعاذۃ	76
کامیابیوں کا ذریعہ ہے	38	بجائے صبر کے عافیت مانگنا چاہیے	60	تعویذوں کا باب	76
وجہ اور کلمات کی تشریح	39	سواری پر سوار ہونے کی دعا	61	فتنوں سے بچنے کی دعائیں	77
گناہ مٹانے والے کلمات	42	ہر سنت قول فعلی پر دعا	62	تین نعمتیں پانے والا بادشاہ بہتر ہے	79

marfat.com

فہرست

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
زوال وانقلاب کا فرق	79	دعائے ترقی علم	98	مع تفصیل	113
چار چیزوں سے پناہ مانگنا	81	دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا سنت ہے	98	اگر دو میقاتوں سے گزرے تو آخری	
پانچ چیزوں سے پناہ مانگنا	81	توسل والی دعا	99	میقات سے احرام باندھے	113
فقر کی تعریف واقسام	81	ہر نعمت حضور علیہ السلام کے وسیلہ		نفلی عبادت شروع کر دینے سے	
امراض سے حفاظت کی دعا	83	سے ملتی ہے	100	واجب ہو جاتی ہے	113
لفظ کے معنی اور ماخذ	84	دعائے داؤدی علیہ السلام	101	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار	
طمع کی مذمت ولغوی معنی	85	دعائے لقائے باری تعالیٰ	102	عمرے کئے	115
فاسق دوقب کی تفسیر	85	دعاء بعد نماز فجر	103	حج عمر میں ایک مرتبہ فرض باقی نفل	
دعائیں بہت فائدہ مند ہیں	87	مخصوص پانچ چیزوں کی دعا	103	مع اختلافات	115
بدخوابی سے بچنے کی دعا	87	اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ فضل ودعائے		تارک حج فرض کی موت یہود و	
تعویذ لکھنے کا ثبوت	87	خیر مانگے	104	نصاریٰ کی موت کے مثل ہے	115
جادو سے بچنے کی دعا	88	قبولیت دعاء کا بہترین طریقہ	105	اسلام میں ترک دنیا منع ہے	117
خلق وخو کے معنی اور فرق	88	کتاب المناسک (حج کا بیان)	107	حج ادا کرنے میں جلدی کرے موت	
قرض سے بچنے کی دعا	89	پہلے کن پر حج فرض تھا' امت پر حج		کا پتہ نہیں	117
کون سے موقعہ پر قرض لینا سنت ہے	90	کب فرض ہوا مناسک کی توجیہ		حج و عمرہ ملا کر کرو' فرمان یا تمتع سے	
باب جامع الدعاء جامع دعائیں	90	ومعنی	107	فقیری دور ہو جاتی ہے	118
دعائے مغفرت	90	حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعی		حج مبرور موجب جنت ہے	118
تقویٰ وہدایت کی دعاء	92	کے مالک ہیں	108	حج کب فرض ہوتا ہے اور کونسا	
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی		کثرت سوال ہلاکت کا سبب بنتا ہے	108	حج افضل ہے	119
محبوب ترین دعا	93	جیسے اگلی امتیں ہلاک ہوئیں	108	حج بدل کا حکم کہ کون کر سکتا ہے اور	
دعا ماثورہ غیر ماثورہ سے افضل ہے	93	ماہ رمضان میں عمرہ حج کی مثل ہے	109	کون نہیں کر سکتا' مع اختلاف	120
کم اور جامع الفاظ والی دعا لمبی دعا		بچہ کے حج کرنے کا مسئلہ	110	حاضری مسجد اقصیٰ مع حج ادا کرنے	
سے افضل ہے	93	حج بدل کون کرا سکتا ہے	111	والے کے گناہ معاف	121
دعائے عافیت زیادہ مانگو	93	میت کی طرف سے حج بدل کا حکم	111	اشہر حج دو ماہ دس دن ہیں	121
دعاء رضا بالقضاء	96	عورت کو سفر حج محرم کے ساتھ		توشہ ساتھ لو بہترین توشہ سوال نہ	
سلامتی اعضاء کی دعاء	96	جائز ہے	112	کرنا ہے	122
دعائے میراث 'اقسام میراث'		عورت کا جہاد حج ہے	112	حج کو جانیوالے کی دعاء مستجاب ہے	123
اضطراری اختیاری وغیرہ	97	کون کون سے مقامات میقات ہیں		تین جماعتیں غازی حجاج معتمر'	

marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
اللہ کی جماعتیں ہیں	123	تحیۃ کعبہ طواف و دیگر مساجد نفل	137	راہ اختیار کرنا سنت ہے	147
حج کرنے والے سے مصافحہ کرو اور		طواف میں رمل وغیرہ کے احکام و نماز		طریقہ رمی جمرۃ الکبریٰ	148
دعا کراؤ	1123	مقام ابراہیمؑ پر تبصرہ	138	اپنی قربانی کا گوشت کھانا سنت ہے	148
غازی، حاجی عمرہ کرنے والا اگر راستہ		سعی صفاء مروہ و شعائر پر تبصرہ دعائے		طواف زیارت دسویں ذی الحجہ	
میں مرجائیگا تو وہ ثواب پائے گا	124	صفاء و طریقہ سعی	139	کو کرے	148
باب الاحرام والتلبیہ	124	حج وداع میں صحابہ کو خصوصی		ماء زمزم کو دو شرف حاصل ہیں	149
احرام و تلبیہ کا بیان	125	مراعات	140	ذبح و پس خوردہ، سرکار علیہ السلام حج	
بحالت احرام خوشبو لگانے کے احکام	125	حضرت علی کی حجۃ الوداع کیلئے		چار قسم کا ہوتا ہے	149
الفاظ تلبیہ	125	یمن سے تشریف آوری کا واقعہ	142	طواف زیارت فرض ہے	149
مرد و عورت کے تلبیہ کا فرق	126	حج میں تعلیق نیت جائز ہے	142	ہدی موجود نہ ہونے کی صورت میں	
تلبیہ کب شروع کرے مع اختلاف		حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ		دس روزے	149
روایات	126	الوداع میں قربان فرمائے	143	مکہ واپس آکر طواف، بوسہ اسود	
افراد و تمتع سے قرآن افضل ہے	126	احرام کھولتے وقت سر منڈانا		اور رمل وغیرہ	150
حاجی کے لئے تمام اشیاء کب حلال		افضل ہے	144	عمرہ ایام حج میں سب کیلئے	
ہو جاتی ہیں	127	تروید منیٰ کا وجہ تسمیہ و معنیٰ	145	جائز ہے	150
احرام باندھتے وقت غسل سنت ہے	128	قیام منیٰ عند الاحناف سنت ہے	145	احرام کھولنے کے متعلق صحابہ کرام	
تلبیہ بلند آواز سے کہنا سنت ہے	128	نمرہ کی وجہ تسمیہ	145	کا عرض و معروض	150
تمام اشیاء جہان بزبان حال تلبیہ میں		بحالت احرام سایہ حاصل کرنا جائز ہے	146	**باب دخول مکۃ والطواف**	150
حاجی کی رفاقت کرتے ہیں	128	قانون پر پہلے حاکم عمل کرے پھر رعایا		مکہ میں داخلہ و طواف	150
بوقت احرام نفل سنت ہے	129	سے عمل کرائے	146	مکہ میں داخلہ اور رہنے کے آداب	
تلبیہ کے تفصیلی احکام	130	کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑو	146	اور وجہ تسمیہ کعبہ کی پہلی زیارت کے	
مشرکین کے الفاظ تلبیہ	131	لطیفہ معمہ عرفات میں دو نمازیں		وقت دعاء مستجاب ہے	150
باب قصۃ حجۃ الوداع	131	جمع کرنا	146	آمد و رفت میں ذی طویٰ میں رات	
وداعی حج کا قصہ	131	مزدلفہ میں رات گزارنا، سنت و نماز		گزارنا سنت ہے	150
حجۃ الوداع میں تعداد اصحاب	135	مغرب و عشاء ملانا	146	مکہ کو داخلہ حجوں کی طرف سے	
نفاس و حیض والی عورت کے احکام	134	مزدلفہ میں حاجی کو کچھ سونا سنت ہے		واپسی باب الشرکہ ہے	151
تلبیہ ندائے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ		حج کے ارکان و وجہ تسمیہ	147	بعد طواف دو نفل پڑھنا سنت ہے	152
والسلام کا جواب ہے	137	عرفات کی آمد و رفت کیلئے مختلف		اوقات مکروہ میں طواف سے نفل	

marfat.com

فہرست

مضامین	صفحہ
دوسرے وقت پڑھے	152
طواف حجر اسود سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتا ہے	152
سنگ اسود چومنے کے چار طریقے ہیں	154
طواف و سعی سواری پر کرنے کا حکم	154
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے امر الحج بننے کا واقعہ	155
کافروں کا داخلہ کعبہ میں جائز نہیں	155
کعبہ دیکھ کر ہاتھ اٹھانا اور دعاء کرنا سنت ہے	156
سنگ اسود جنتی پتھر ہے	157
حجر اسود گناہ جذب کرتا ہے اور قیامت میں شفاعت کرے گا مع فوائد	157
حجر اسود کو قوم قرامطہ کے لئے جانے کا واقعہ	157
طواف کے ہر قدم اٹھانے و رکھنے پر گناہ معاف اور بلندی درجات ہے	160
طواف والی دعا	160
بحالت سعی و طواف لوگوں کو ہٹانا بچانا ناجائز ہے	161
بحالت طواف چادر ڈالنے کا طریقہ	161
سرکار کا سنگ اسود کو سجدہ بھی ثابت کیا ہے	162
روحوں کی وحدانیت کا اقرار نامہ سنگ اسود میں محفوظ ہے	163
رکن یمانی اور سنگ اسود کے درمیان کی دعا	164
رکن یمانی اور سنگ اسود کے درمیان کی دعا	164
بوقت طواف دعائے آدم علیہ السلام	165
باب الوقوف بعرفۃ	165
باب عرفہ میں ٹھہرنا	165
عرفہ کی وجہ تسمیہ و معنی	165
منیٰ کا تمام میدان قربانی گاہ ہے	166
عرفہ کا دن آگ سے آزادی اور دعا کا دن ہے	167
عرفہ کے دن کی مخصوص دعا	168
عرفہ کے دن آسمان اول پر نزول رحمت باری تعالیٰ	169
حج مبرور سے حقوق اللہ معاف اور حق العباد تک معاف ہوتے ہیں	173
باب الدفع من عرفۃ والمزدلفۃ عرفہ مزدلفہ سے روانگی	174
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار واپسی عرفات سے کیسی تھی	174
تلبیہ کب ختم ہوتا ہے	175
ظہر و عصر مغرب و عشاء ملا کر پڑھنے کا بیان	176
رمی جمرہ کا کیا وقت ہے	177
تلبیہ کب بند کرنا چاہئے	178
عرفہ میں ظہر و عصر ملا کر پڑھیں	180
باب رمی الجمار	181
باب جمروں کی رمی	181
جمروں کی وجہ تسمیہ اور یہ کب سے شروع ہوا کس نے شروع کیا؟	182
رمی کس طرح افضل ہے اور کتنا بڑا پتھر ہونا چاہئے	182
رمی و سعی بزرگوں کی یادگاریں ہیں	183
کوس جمرے کے پاس ٹھہرے اور کوس کے پاس	185
باب الہدی (ہدی کا باب)	185
ہدی کے لغوی معنی اور اختلاف ائمہ کرام	185
اشعار و قلادہ ڈالنا سنت ہے	186
اشعار کون سے جانور کا جائز ہے	186
ہدی پر سوار ہونے اور سامان لادنے کے احکام	186
ہدی کا گوشت کون کھا سکتا ہے	186
اونٹ اور گائے میں سات آدمی حصہ ڈال سکتے ہیں	187
نحر کا طریقہ	189
قصائی کو اجرت میں کھال وغیرہ دینا ناجائز ہے	190
بقر عید کا دن بہت افضل ہے	192
حضورؐ حلال و حرام کرنے کے مالک ہیں	192
باب الحلق (سر منڈانے کا باب)	192
مرد و عورت کے سر منڈانے اور بال کٹانے کے احکام	195
سر کب منڈائے اور کدھر سے شروع کرے	196
حضورؐ کا اپنے بال شریف بطور تبرک تقسیم فرمانا	196
حاجی تحلل ناقص کے بعد خوشبو استعمال کر سکتا ہے	197

marfat.com

مضامین	صفحہ
باب تفرقات	200
حج میں واجب کے ترک پر قربانی واجب ہے	200
باب خطبۃ یوم النحر وی ایام التشریق والتودیع	201
حج کے بعد حضور علیہ السلام کا خطبہ فرمانا	202
احناف کے ہاں رمی کا سنت طریقہ	204
مائے زمزم پلانے کی خدمت بنی عباس کو ملی ہے	206
طواف زیارت کے بعد زمزم پینا سنت ہے	206
غصب میں قیام سنت ہے	207
بعد فجر مکہ سے منیٰ کی روانہ ہونا سنت ہے	207
امیر حج کی مخالفت میں خطرہ ہے	208
آمد و روانگی پر طواف کا حکم	209
طواف وداع کن کو معاف ہے	210
حج اکبر کی وجہ تسمیہ	210
خطبہ منیٰ	212
ایام حج میں تین خطبے سنت ہیں	212
طواف زیارت کب تک کیا جاسکتا ہے	213
طواف زیارت وداع میں رمل نہیں	213
باب ما یجتنبہ المحرم	214
باب محرم کس کام سے بچے	215
بحالت احرام لباس ممنوع کی فہرست	215
اشیاء ممنوع میں مرد و عورت کا فرق	215
چھوٹے بڑے عمرہ کی وجہ تسمیہ	215
بحالت احرام نکاح کرنے کے مسائل	216
حضرت میمونہ کے نکاح کا واقعہ	217
بحالت احرام پچھنے لگانا جائز ہے	218
بحالت احرام سایہ حاصل کرنے کا طریقہ	219
بحالت احرام سر منڈانے کا فدیہ و کفارہ	219
بحالت احرام امہات المومنین کا پردہ کرنا	221
بحالت احرام تیل لگانے کے احکام	221
بحالت احرام سلا کپڑا پہننا منع ہے	223
باب المحرم یجتنب الصید باب محرم شکار سے بچے	224
بحالت احرام شکار کرنے کے مسائل	225
بحالت احرام موذی جانوروں کا مارنا جائز ہے مع تعداد	225
جو حرام جانور ہے کھانا جائز نہیں	227
محرم کو غیر محرم کا شکار کردہ شکار کھانا جائز ہے	227
باب الاحصار فوت الحج	229
حج سے روک دیا جانا	229
احصار کے معنی مع اختلاف ائمہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ میں روکا جانا	230
احصار بیماری سے بھی ہوتا ہے	231
حج عرفہ کا قیام ہے	233
باب حرم مکۃ (حرم مکہ معظمہ)	234
حدود حرم کس کس نے قائم فرمائے	234
حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ سے حرم میں ستر کفار کا قتل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مواخذہ نہ فرمانا	235
فتح مکہ صلح سے تھی یا غلبہ سے	236
مذہبی احناف و شوافع کا اختلاف	236
حرم سے خورد رو درخت کا کاٹنا بھی جائز نہیں	236
اکثر شوافع کے نزدیک حرمین کی مٹی یا پتھر باہر لے جانا منع ہے	237
آب زمزم اور کھجوریں باہر لے جانا جائز ہے	237
خاک شفا لانا سنت مسلمین ہے	237
مکہ میں کھلے ہتھیار لے کر پھرنا حرام ہے	237
ابن خطل مرتد کو قصاصاً حرم میں حضورؐ نے قتل کا حکم دیا	237
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فتح مکہ پر ایک ساعت کیلئے زمین مکہ حلال کردی گئی تھی پھر حرمت لوٹ آئی	237
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود پہلے حرم میں داخل ہوئے	237
قریب قیامت ایک بڑا لشکر مکہ پر حملہ کرے گا اسے زمین دھنسا دیا جائیگا	237
قریب قیامت انہدام کعبہ کے بعد دنیا برباد ہو جائے گی	238
فصل ثانی حرم میں احتکار بیدینی ہے	239
مسئلہ احتکار یعنی خوراک کو گرانی	

marfat.com

مضامین	صفحہ
کیلئے روکنا	239
جمہور علماء کے نزدیک مکہ معظمہ شہر مدینہ سے افضل ہے	239
طواف وداع کے آداب	240
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور شہر مکہ بلکہ خانہ کعبہ و عرش معلی سے افضل ہے	240
مکہ مکرمہ میں ایک نیکی ایک لاکھ کے برابر اور ایک بدی ایک لاکھ کے برابر' مگر مدینہ پاک میں ایک نیکی پچاس ہزار کے برابر اور بدی ایک ہی ہے	240
فصل ثالث (عظمت کعبہ)	241
اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے کا مطلب ساری ایمانیت معتقد ہو	241
فتح مکہ کے دن مسلمانوں کا حملہ اور خالد کی تلوار سے ستر انسانوں کا خون بہنا ہماری خصوصیات سے ہے	242
جس نے حرم کعبہ کو برباد کرنے کی کوشش کی وہ فوراً" برباد ہو گیا	243
باب حرم مدینہ منورہ	243
مدینہ منورہ کا احترام مکہ معظمہ کی حدود کی طرح ہے	243
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں رفض و خروج کی جڑیں قائم ہوئیں	244
حدود حرم مدینہ منورہ کا بیان	245
مدینہ پاک میں بدعتیں ادا کرنا سخت گناہ ہے	245
اقسام ولا اور اس کی تعریف	245
غیر باپ یا نسب کو اپنا بنانا سخت لعنت و مستحق عذاب ہے	245
حرم مدینہ میں شکار کرنا حرام تو ہے مگر کفارہ لازم نہیں	245
مسلمان کا مدینہ پاک میں رہنا خوش نصیبی ہے	246
مدینہ ہمیشہ آباد رہے گا کبھی بھی ویران نہ ہو گا	246
مدینہ پاک کی بے کسی کی زندگی پر صبر موجب شفاعت اور خاتمہ بالخیر ہے	246
ہجرت سے قبل مکہ معظمہ میں رہنا افضل تھا ہجرت کے بعد مدینہ پاک میں	247
اہل مدینہ باغ کا پہلا پھل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نذر کرتے تھے	247
خلیل و حبیب کا فرق	248
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھل سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھتے	248
امام اعظمؒ کے نزدیک حرم مدینہ میں درخت کاٹنا درست ہے	249
حرم مدینہ کو حرم مکہ سے تشبیہ دینا احترام و تعظیم کیلئے ہے	250
حرم مدینہ میں درخت کاٹنے اور شکار کرنے کے ضمن میں ائمہ کرام کا اختلاف	250
مدینہ منورہ کیلئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دعائیں مقبول ہوئیں	251
مدینہ پاک سے بلاؤں کو پھیر دیا گیا	251
یمن و شام اور عراق تمام ملکوں سے افضل مدینہ ہے	251
تمام ائمہ کے نزدیک مدینہ پاک میں رہنا مکہ معظمہ سے افضل ہے	252
مدینہ منورہ کے نام سو سے زیادہ ہیں	252
لوح محفوظ میں مدینہ پاک کا نام ظاہر و طیبہ ہے	252
مدینہ پاک میں کھوٹے کھرے کی تمیز کرنے کی صلاحیت ہے	252
قریب قیامت مدینہ پاک سے برے لوگ نکال دیئے جائیں گے	253
دجال مدینہ پاک میں داخل نہ ہو سکے گا	254
مدینہ پاک پر فرشتوں کا دائمی پہرہ ہے	254
مدینہ پاک میں کبھی طاعون نہ پھیلے گا	254
قریب قیامت مدینہ منورہ سے بے دینوں کے نکالنے کے لئے تین بار زلزلہ آئے گا	255
فتنہ دجال کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں کھلے یا چھپے کافر ہوں گے جو اسلام کا تو دعویٰ کریں گے مگر ہوں گے کافر مشرک نہ ہوں گے	255
جس نے بھی اہل مدینہ کو ستایا اس نے چین نہ پایا جیسے یزید وغیرہ	255
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے جب مدینہ پاک لوٹتے تو سواری کی	

marfat.com

مضامین	صفحہ
تیز فرماتے تھے	255
احد پہاڑ حضور کو محبوب رکھتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے محبوب رکھتے ہیں	256
احد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک رکھا تو وجد کرنے لگا	256
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا	256
احد کے پتھروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ہونے میں عجیب نکتے	257
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے احترام مدینہ منورہ کی وجہ سے کوفہ دار الخلافہ بنایا اور امام حسین علیہ السلام نے کربلا کوچ فرمایا تاکہ حرم مدینہ میں خون خرابہ نہ ہو	257
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصر والے بلوائیوں کا خود مقابلہ نہ کیا	257
اسلام میں کسی جرم پر مالی جرمانہ کرنا حرام ہے	257
وج کی وادی کی حرمت منسوخ ہے	257
مدینہ منورہ میں مرنے کی تمنا کرنا	257
ساکن مدینہ پاک بلا ضرورت وہاں سے نہ نکلے	257
جو شخص مدینہ پاک میں مرنے کی کوشش کرے وہ ایمان پر مرے گا	257

مضامین	صفحہ
جب مدینہ ویران ہو گا تو قیامت آجائے گی	257
خدا نے ہجرت کے لئے تین شہروں کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو پسند فرمایا	257
دجال کا رعب مدینہ کے کسی دروازے سے نہ داخل ہو سکے گا	258
مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی برکتیں دوگنی ہیں روضہ انور کی زیارت اور وہاں کی حاضری کی نیت کا اجرا	258
مدینہ پاک میں مرنے والا مسلمان قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا	258
مسئلہ حج کرنے سے پہلے زیارت مدینہ منورہ کرے سال بعد کو	260
مدینہ پاک میں دفن ہونا دوسری جگہ شہید ہونے سے افضل ہے	262
اگر مدینہ منورہ میں ہی شہادت کی موت میسر آئے تو بہت ہی افضل ہے	263
وادی عقیق میں نماز پڑھنے کا مسئلہ	263
کتاب البیوع (تجارتوں کا بیان)	264
باب کمائی کرنا اور حلال روزی تلاش کرنا	264
ہاتھوں کی کمائی سے کھانا حضرت داؤد علیہ السلام کا عمل ہے	265
اللہ تعالیٰ مال طیب کو قبول فرماتا ہے جو بے عیب ہو	265
کسب حلال و طلب معاش سنت	

مضامین	صفحہ
مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور سنت انبیاء بھی علیہم السلام	265
دعاء کے دو بازو ہیں پہلا کل حلال اور صدق مقال	266
حالت اضطرار میں مردار کے کھانے کا مسئلہ	266
آخری زمانہ میں لوگ دین سے لاپرواہ ہو جائیں گے	266
تمام چیزیں تین قسم کی ہیں حلال' حرام' مشتبہ	266
مشتبہات میں پھنسنے والا کبھی حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے	266
دل درست ہے تو سارا بدن درست ہے	266
طیب اور خبیث کے معانی و اقسام کون کون سے کسب حرام اور خبیث ہیں	267
مردار کی چربی بھی حرام ہے	268
فصاد کی اجرت جائز ہے اسی طرح طبیبہ و معالج کی اجرت بھی جائز ہے	268
اولاد کی کمائی اپنی کمائی ہے	271
مال حرام کا صدقہ و خیرات نامقبول ہے	271
مال حرام میں برکت نہیں ہے	271
بھلائی سے برائی نہیں مٹتی ہے' پلید پلید کو نہیں مٹاتا	271
مطلب حدیث کہ اسے چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے اور ادھر رجوع	

marfat.com

مضامین	صفحہ
کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے	272
سود و چوری کا مال نہ ملک بنتا نہ میراث جاری ہوتی ہے	272
حضرت وابصہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر انکے قلب کو فیض دیا	273
جس پر اور نفس مطمئنہ جے وہی نیکی ہے	273
مقلد اپنے امام سے فتویٰ لے اور مجتہد اپنے دل سے	273
حرام سے بچنے کے لئے مکروہات سے پرہیز کرے	273
اجمالاً "گنہگار پر لعنت کرنا جائز ہے	273
شراب کے بارے میں دس شخصیتوں پر لعنت	274
گناہ پر مدد بھی گناہ ہے	274
لوگوں کو دنی خسیس پیشے کی کمائی کھانا اچھا نہیں	275
گانے بجانے والے کی کمائی کی ممانعت	275
لونڈیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دینا حرام ہے	276
حرام کمائی کی تلاش حرام ہے	276
بقدر ضرورت معاش کی طلب ضروری ہے	276
قرآن کریم کی کتابت اور تعویذوں کی لکھائی کی اجرت لینا جائز ہے	277
طبابت، وکالت قضاء وغیرہ ہاتھ ہی کی کمائی ہے	277
جس کاروبار سے اللہ و رسول منع نہ فرمائیں وہ حلال ہے	278
علماء کو چاہئے کہ فقیری اور ناداری سے بچیں دنیاوی کاروبار میں بزرگوں سے مشورہ کرنا سنت صحابہ ہے	279
کوئی شخص بلاوجہ اپنے ذریعہ آمدنی کو بلاوجہ بند نہ کرے کہ اس میں خدا کی ناشکری ہے	279
کہانت اور فال کھولنا حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے	280
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا بےخبری میں غلام سے مال حرام کھانا اور قے کر کے نکال دینا	280
حرام کے تھوڑے سے جز کے کپڑے سے بھی نماز قابل قبول نہیں	281
باب معاملہ میں نرمی کرنا	282
خرید نے، فروخت کرنے اور تقاضا کرنے میں نرمی کا حکم	282
اگر مقروض تنگدست ہو تو وسعت تک مہلت دو	282
مرتے وقت اور قبر میں اپنے اعمال یاد ہوں گے	283
جو بندوں پر مہربانی کرتا ہے اس پر خدا مہربانی کرتا ہے	283
تجارت میں قسم کھانے سے بچو، سچی قسم بھی نہ کھاؤ	283
قسم کھانے سے مال تو بک جاتا ہے مگر برکت جاتی رہتی ہے	283
جھوٹی قسم کھانے والا تاجر اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے	283
اللہ تو قیامت کے دن تین شخصوں سے کلام نہیں فرمائے گا	284
دیگر پیشوں سے تجارت اعلیٰ پیشہ ہے	284
امانت دار تاجر نبی، صدیق اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا	284
تجارت میں صدقہ کرتے رہو تاکہ غضب الٰہی سے محفوظ رہو	285
پرہیزگار بھلائی اور سچائی کرنے والے تاجر کے سوا تمام تاجر فاسقوں کے ساتھ اٹھیں گے	285
باب الخیار یعنی اختیار کا باب بیع میں چار اختیار ہیں	285
خیار میں ائمہ کے اختلافات کا بیان اور دیگر مسائل کی تفصیل	286
اگر خریدار غلطی سے چیز مہنگی خریدے تو اسے واپسی کا اختیار نہیں	286
باب الربو' یعنی سود کا بیان	289
سود کھانے والا اللہ کا بھی حق مارتا ہے اور بندوں کا بھی	290
ہم جنس و ہم وزن میں زیادتی سود حرام ہے	290
سود کی حرمت، صرف چھ چیزوں سے خاص نہیں	290
سونا، چاندی خواہ سرکاری سکہ ہو یا پترا زیادتی حرام ہے	291

مضامین	صفحہ
سود کی اقسام	291
طعام وغیرہ میں ہم جنس و ہم وزن میں زیادتی حرام ہے	292
سونا چاندی ملا کر تمام دھاتیں شامل کردیں	293
عمدہ اور ردی میں وزن سے زیادتی نہ ہو بلکہ روپوں سے خریدا جائے	293
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم کا ہر وقت حضور ضروری نہیں باوجودیکہ عالم ہیں	294
بینک کا کوئی کاروبار بغیر سود کے نہیں چلتا	286
ایسا زمانہ آئے گا کوئی سود کھائے بغیر نہیں رہے گا	296
مخلوط مال کے متعلق مسائل	296
مختلف جنسوں میں کمی زیادتی حلال ہے	297
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور سے جانور کے عوض ادھار تجارت سے منع فرمایا	297
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے عوض گوشت بیچنے سے منع فرمایا	298
ادھار کی بیع میں وقت ادا مقرر ہونا چاہیے	298
سود ادھار میں ہے اس میں حصر اضافی ہے نہ کہ حقیقی	299
غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ کی صفت	299

مضامین	صفحہ
سود کھانے سے مراد سود لینا ہے خواہ کھائے، پہنے یا جمع کرے	299
ایک سود چھتیس زنا سے بدتر ہے	299
جس کا گوشت سود حرام سے اگا ہوگا اسے آگ بہت قریب ہوگی	300
سود خوار ایک تیر سے بہت سوں کا شکار کرتا ہے	300
سود کا انجام قلت اور ذلت ہے	301
بعد قیامت سود خوار کے ساتھ جو عذاب ہوتا ہے، شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نے پہلے ہی ملاحظہ فرمالیا	301
سود لینے والے دینے والے لکھنے والے سب پر لعنت ہے	301
نوحہ کرنے والوں پر لعنت ہے	301
احکام میں سب سے آخری آیت سود کی ہے	302
جہاں سود کا شک ہو اس سے بھی بچو	302
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مقروض کی دیوار کے سایہ سے بچے	302
قرض کی وجہ سے ہدیہ بھی نہ لے مگر جب کہ یہ باہم ان میں پہلے سے ہو	302
امام مالک کے نزدیک قرض خواہ اور حاکم ہدیہ ہرگز نہ لے	303
باب جن تجارتوں سے مخالفت کی گئی ممنوع تجارتوں کے اقسام	304
بیع مزابنہ کی ممانعت	304
پھلدار درختوں کی فصل بغیر ناپے تولے بیچنا سود ہے	304

مضامین	صفحہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مخابرہ مزابنہ اور محاقلہ وغیرہ سے منع فرمایا	305
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا	305
برسوں تک کی بیع کی ممنعت	305
آفت کے نقصان سے تلافی دو گزر کا حکم غلبہ لانے والوں سے آگے بڑھ کر سودا کرنے کی ممانعت	310
بیع پر بیع کرنے کی ممانعت	310
مسلمان بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ لگانے کی ممانعت	311
دو لباس اور دو بیع کی ممانعت	312
خریدار سے بے دکھائے مال کے فروخت کی ممانعت	312
بغیر تہبند وغیرہ پہنے اکڑوں بیٹھنے کی ممانعت	312
بیع حصاۃ اور بیع غرر یعنی دھوکہ کی بیع کی ممانعت	313
بیع حمل کی ممانعت	314
نر کو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت کی ممانعت	314
بچے ہوئے پانی کی بیع کی ممانعت	315
جو ملاوٹ کرے ہم میں سے نہیں	316
تجارت میں دھوکہ نہ چاہیے	316
حکام کا بازاروں میں تحقیق کرنے	

marfat.com

مضامین	صفحہ
کا ثبوت	316
مال تجارت میں عیب پیدا کرنا بھی حرام ہے اور قدرتی عیب کو چھپانا بھی جرم ہے	315
ادھار کی ادھار سے بیع کرنے کی ممانعت	317
بیعانہ کی بیع کی ممانعت	317
مجبوری اور دھوکے کی اور پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع کی ممانعت	317
جو مال قبضہ میں نہ ہو اس کی بیع کی ممانعت	317
بیع استصناع یعنی آرڈر کے ذریعے بیع کی اجازت	317
ایک بیع سے دو بیع کی ممانعت	318
صحابہ کرام کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کرنے کا ثبوت	321
خرید و فروخت ولی بلکہ نبی سے ہو تب بھی شرعی احکام ضروری جاری ہوں گے	321
نیلام کے ذریعے بیع کے جواز کا ثبوت	322
باب جس میں مختلف ممنوع تجارتوں کے مسائل و احادیث ہیں	323
ادائے قرض اور ادائے حقوق کیلئے وکیل بنانے کا ثبوت	325
وعظ سے پہلے حمد الٰہی سنت رسول ہے اور حمد و صلوٰۃ سنت صحابہ ہے	326
ایسی شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو باطل	
ہے	326
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ رب کا فیصلہ ہے	326
ولاء کی بیع وہبہ کی ممانعت	327
حاکم کے فیصلہ پر اپیل کرنے کا ثبوت	327
زمین کی بیع کے ساتھ اس کے دفینہ کا مسئلہ	328
باب سلم اور رہن میں	330
بیع سلم کا مسئلہ	331
کفار سے خرید و فروخت اور اولین دین جائز ہے	331
مقروض اپنی گروی چیز کا خرچہ برداشت کرے اور اس سے نفع حاصل کرے	332
دودھ والے جانور کی گروی کا مسئلہ	332
گروی چیز کے منافع مالک کے ہوں گے	333
باب الاحتکار	334
غلہ روکنے کے بارے میں مسائل	334
غلہ روکنے والا لعنتی ہے	334
کنٹرول کرنے کی مذمت	335
جو غلہ روکے اللہ تعالیٰ اسے کوڑھ اور مفلسی میں مارے	335
غلہ روکنے والا بادشاہ کی حفاظت سے باہر ہے	336
مسلمانوں کی تکلیف پر خوش ہونا لعنتی آدمی کا کام ہے	336
باب دیوالیہ ہونا اور مہلت دینا	337
مفلس کی مہلت دینا بڑا اجر ہے	337
دیوالیہ کے بارے میں ائمہ کے مذہب کا بیان	338
قرض خواہ مقروض کے اموال پر بقدر حصہ رسدی قبضہ کریں گے	338
تنگ دست کو مہلت یا معافی کا ثواب	339
نادہند فراخی والا مقروض خبیث النفس ہے اسے مہلت نہ دی جائے گی	240
تنگدست کو مہلت دینے والا زیر سایہ عرش اعظم ہوگا	340
اصلی قرض سے زیادہ دینے کا مسئلہ	341
ادائیگی قرض میں تحمل کی مثال	341
ادائیگی قرض میں مال ہوتے ہوئے ٹالنا جرم ہے	342
اپنا قرض دوسرے کے حوالے کرنے کا مسئلہ	342
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادائیگی قرض میں ایک عجیب فیصلہ	342
مقروض کی نماز جنازہ کا مسئلہ	343
عالم دین یا شیخ وقت گنہگار پر نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر سکتا ہے	343
نیک آدمی کا قرض ادا ہو ہی جاتا ہے	343
قرض لینا گناہ نہیں	344
مقروض کے جنازے کے بارے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوچھنا لوگوں کو بتانے کے لئے تھا	344
مقروض کی نماز جنازہ کے بارے میں	

marfat.com

مضامین	صفحہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو حکم دیتے کہ تم پڑھ لو	344
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے تمام دینی دنیوی امور کے مالک ہیں	344
مومن کی جان اپنے قرض میں معلق رہتی ہے	344
قیامت کے دن مقروض اپنے قرض میں گرفتار رہے گا	345
دیوالیہ کے احکام	348
حاکم دیوالیہ کا سارا مال منقولہ اور غیر منقولہ فروخت کرکے قرض ادا کرے گا	349
جو مسلمان دوسرے مسلمان کا قرض ادا کرے خدا اس کی گردن کو آزاد کردے گا	350
مسلمانوں میں صلح جائز ہے	351
پاجامہ خریدنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے پہننا ثابت نہیں	352
قیمت میں جو زیادتی عقد میں شامل نہ ہو وہ سود نہیں	352
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس ہزار درہم جہاد کیلئے قرض لئے	353
صدقہ دینے سے قرض دینا، پھر مہلت دینا افضل ہے	353
ادائے قرض میراث سے پہلے ہے پھر تہائی مال وصیت ہے	354
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے مطالبہ کی تصدیق وحی سے فرمائی	354
نماز جنازہ داخل مسجد نہ ہو	355
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے غیبی حجابات اٹھے ہوئے تھے	355
باب الشرکۃ والوکالۃ	
شرکت و وکالت کا بیان	355
اولاد کو جیسے عبادات سکھائی جائیں ویسے ہی معاملات بھی	356
بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور دعا کرنا سنت ہے	356
وکیل مطلق کو ہر چیز کے خرید و فروخت کا حق ہے	357
کوئی شریک اگر خیانت کرے تو برکت نکل جاتی ہے	358
تین چیزوں میں برکت ہے	359
باب الغصب والعاریۃ	
غصب و عاریت کا بیان	361
ظلماً بالشت بھر زمین پر سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا	361
بغیر اجازت بکری کا دودھ نہ دوہے	362
گرے ہوئے لقمہ کو جھاڑ پونچھ کر کھا لینا چاہئے	363
کٹی ہوئی پتنگ اور ڈور لوٹنا حرام ہے	364
لوٹائی چیز کا لوٹنا حلال ہے	364
سیدنا ابراہیم ابن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کفن کی تفصیل	365
فزع مدینہ کے روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ سے گھوڑا مانگا	366
بغیر اجازت کسی کا مال دوسرے پر حلال نہیں	366
کسی کی معمولی چیز بھی دانستہ یا نادانستہ نہ لو	366
ناجائز قبضہ سے قابض مالک نہیں بن جاتا	366
دین میں باغ کی رکھوالی مالک پر لازم نہیں	367
جانور کے گھر سے بربادی یا اس سے آگ پہنچنے پر ضمان نہیں	368
مجبور و مضطر جانور کا دودھ بے اجازت دوہ کر پی سکتا ہے	370
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم حنین ایک زرہ عاریت لی	371
عاریۃ شے گم ہونے پر ضمان نہیں	371
مجبور و مضطر گرے ہوئے پھل کھا سکتا ہے	372
زمین کے غاصب پر تین قسم کے عذاب	372
باب الشفعہ یعنی شفعہ کا بیان	373
غیر منقسم زمین پر شفعہ	374
شفعہ صرف غیر منقول چیزوں میں ہے	374
زمین کا حصہ بغیر ساجھی کے خبر کئے	

marfat.com

فہرست

مضامین	صفحہ
فروختگی پر جاری نہیں	377
صرف ہمسایہ' ہمسایہ کے شفعہ کا حقدار ہے	375
راستہ کے تنازع میں راستہ سات گز کا رکھا جائے	376
زمین کا پیسہ زمین پر ہی لگایا جائے ساجھی شفیع ہے	376
بلاوجہ مفید درخت کاٹنا ممنوع	377
باب المساقات والمزارعہ	378
کھیت میں پانی دینے اور زراعت کرنے کا بیان	379
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کھجور کے باغ شرط پر دیے	379
زمین کرایہ پر دینے کا مسئلہ	380
کرایہ پر دی ہوئی زمین کے خاص حصے سے کرایہ کی شرط کی ممانعت	380
عاریتہ زمین دینا کرایہ پر دینے سے افضل ہے	381
بغیر اجازت دوسرے کی زمین بونے کا مسئلہ	382
بکثرت صحابہ زمین پر مزارعت کراتے تھے	383
باب الاجارہ یعنی کرایہ کا بیان	384
آپریشن' پچھنے اور سینگی لگوانے کا جواز	384
بکریاں چرانے سے حلم اور رعایا پروری پیدا ہوتی ہے	385
کام پورا کرنے پر اجرت کا مستحق ہوتا ہے	385
دم' درود' تعویذ وغیرہ کا ثبوت	385
تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے تاکہ دین ختم نہ ہو جائے	386
اپنے خدام سے کچھ مانگنا' نہ ناجائز ہے نہ کوئی ذلت	386
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ برسوں سے فریاد کرنا ان سے دکھ درد بیان کر کے دفعیہ کی عرض کرنا سنت صحابہ ہے	387
قرآن کریم کے پاس کی ہوا شافی ہوتی ہے	387
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چند ساعت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم و عمل سب کچھ لے کر آتے تھے	387
مزدوری دینے میں ٹال مٹول نہ کرو	388
اگر گھوڑے پر سوار ہو کر سائل آئے تب بھی اسے صدقہ دو	388
اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے محنت مزدوری کرنا سنت انبیاء ہے علیہم السلام	389
باب احیاء الموات والشرب یعنی بنجر	390
زمین کو آباد کرنے اور پانی دینے کا بیان	390
غیر مملوکہ بنجر زمین کو کار آمد بنانے والے کا حق ہے	390
پانی دے کر دوسرے کھیت کیلئے پانی چھوڑ دو	391
رفاہ عام کی زمین کی گھاس ہر ایک کا حصہ ہے	392
جھوٹ بولنے سے تقدیر نہیں بدل جاتی	393
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو کھجور کے درخت بطور جاگیر بخشے	394
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو گھوڑے کی حد دوڑ تک زمین بخشی	394
مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں	395
پانی گھاس اور آگ میں	395
پرانی اور غیر مملوکہ زمینیں اللہ اور اس کے رسول کی ہیں	396
جس قوم میں کمزور کا حق زور آوروں سے نہ لیا جائے وہ قوم بربادی کے لائق ہے	396
مدعاعلیہ کا بیان لئے بغیر فیصلہ نہ کرنا چاہئے اور سمن بھیجنے کا ثبوت	397
حاکم کو رعیت کے مال میں تصرف کا حق بغرض قیام	397
وہ کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں پانی نمک اور آگ	399
شے کے دینے میں مقدار نہ دیکھو' بلکہ اس کے اجر و ثواب کو دیکھو	399
باب العطایا یعنی بخشش کا بیان	400
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کے باغ کو صدقہ کر دیا اور فقرا پر وقف	

marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
کردیا	401	انصار کی تعریف اور ان کی مہمان نواز		باب الفرائض یعنی میراث کا بیان	419
صحت وقف کے لئے متولی مقرر کرنا		کی توصیف	410	حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا	419
لازم ہے اور دیگر مسائل وقف	401	ہدیہ دشمنیوں کو مٹاتا ہے	411	میں مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ	
مدت العمر ہبہ کا مسئلہ	401	تین چیزیں واپس نہ کی جائیں	411	مالک ہوں	419
باب متفرق احادیث	401	تکئے' تیل اور دودھ	411	نادار مسلمانوں کا قرض حضور انور صلی	
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو		خوشبو جنت سے آتی ہے اسے رد نہ		اللہ علیہ وسلم ادا فرمائیں گے	420
واپس نہ کرتے تھے	403	کیا جائے	412	تقسیم میراث کے مسائل	420
ہبہ کو واپس لینے والا اس کتے کی		اللہ تعالیٰ کی نعمت کو چومنے کی		مشرک مجوسی' اہل کتاب ایک دوسرے	
طرح ہے جو قے کرکے چاٹے	405	سنت ہونے کی اصل	413	کے وارث ہیں	422
اولاد کو برابر حصے دے	405	ختم شریف کے پھل وغیرہ کی تقسیم		میت کی بیوی حاملہ ہے تو اس حمل کی	
باب اولاد کو دے کر واپس لے سکتا		کی اصل	413	میراث محفوظ رکھی جائے گی	423
ہے دوسرے سے نہیں	406	باب اللقطہ یعنی گری ہوئی چیز		تجہیز و تکفین ادائے قرض' اجرائے	
بیعنامہ کی رجسٹری کرانے کی اصل	406	کا اٹھانا	413	وصیت کے بعد مال اس کے وارثوں	
باپ برتاؤ میں ہر اولاد کے ساتھ		گرا ہوا سامان گم شدہ بکری و اونٹ		کا ہوگا	424
برابری کرے	406	وغیرہ کا مسئلہ	414	لاوارث کی دیت بیت المال سے دی	
اولاد کے عطیوں میں کمی بیشی کرنا		گم شدہ چیز کو اٹھا کر اعلان نہ'		جائے گی	424
حرام ہے	406	کرنے والا خائن ہے	414	میراث کے بکثرت مسائل	424
عطیہ دے کر واپس لینا مناسب نہیں'		حاجیوں کی گم شدہ چیز نہ اٹھاؤ	415	عالم کو چاہئے کہ غلطی معلوم ہونے پر	
ہبہ اور صدقے کے حکم میں فرق	407	غیر محفوظ مال کا لیا چوری نہیں	415	رجوع کرے	425
عطیہ 'نذرانہ' انعام میں فرق	407	عام آبادی اور عام رستہ کی چیز			
زیادہ عوض کیلئے ہدیہ دینا بہتر		لقطہ ہے	416		
نہیں	407	لقطہ وہ بھی کھا سکتا ہے جو صدقہ			
ٹیپ ٹاپ دکھاوے کیلئے کپڑے		نہیں کھا سکتا	416		
پہننے کی مذمت	409	حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے			
ہدیہ دینے والے کا شکریہ ادا کرنے		جب وصال فرمایا تو آپ کی زرہ گروی			
کا حکم	410	تھی	416		
جس نے بندے کا شکریہ ادا نہ کیا'		گری ہوئی چیز بدنیتی سے اٹھانے			
اس نے خدا کا شکر ادا نہ کیا	410	والا دوزخی ہے	419		

marfat.com

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ وَالْمَنَامِ باب صبح شام اور سوتے وقت کیا کہے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

صبح شام سے مراد دن کے دونوں کنارے ہیں' یعنی نماز فجر سے پہلے اور بعد تاطلوع آفتاب اور مغرب کی نماز کے بعد سے تاغروب شفق منام مصدر میمی بھی ہوسکتا ہے اور ظرف بھی' یعنی سونے پر یا سونے کے وقت کیا پڑھے' ظاہر یہ ہے کہ یہاں سونے سے مراد رات کا سونا ہے۔ نہ کہ دوپہر کا قیلولہ و آرام' کیونکہ اس باب میں رات کے سونے ہی کی دعائیں بیان ہوں گی۔ رات میں اصل آرام ہے' دنیاوی کاروبار اس کے تابع' اور دن میں اصل کاروبار ہے' سونا اس کے تابع' رب فرماتا ہے۔ وجعلنا اللیل لباسا وجعلنا النہار معاشا لہٰذا حقیقتاً سونے کا وقت رات ہی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمْسٰى قَالَ اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ رَبِّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۶۹) روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شام پاتے تو فرماتے ہم نے شام پائی اور اللہ کے ملک نے شام پائی سب تعریفیں اللہ کو ہیں ا۔ اس اکیلے کے سواء کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس کا ملک ہے اس کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۲۔ الٰہی میں تجھ سے اس رات کی اور جو اس رات میں ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس رات کی اور جو اس میں ہے اس کی شر سے تیری پناہ لیتا ہوں ۳۔ خدایا میں سستی' بڑھاپے اور زیادتی عمر کی برائیوں سے ۴۔ اور دنیا کے فتنوں سے' اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ لیتا ہوں ۵۔ اور جب سویرا پاتے تو ساتھ یہ بھی کہتے ہم نے سویرا پایا اور اللہ کے ملک نے سویرا پایا ۶۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ یا رب میں آگ میں عذاب اور قبر میں عذاب سے تیری پناہ لیتا ہوں ۷۔ (مسلم)

(۲۳۶۹) ا۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ ہم نے بخیریت دن گزار لیا اور شام پالی' ہمارے ساتھ رب تعالٰی کے ملک نے بھی شام پالی' یہ دونوں چیزیں اللہ کی نعمتیں ہیں' اگر ملک تباہ ہو جاتا' صرف ہم ہی رہ جاتے' تب بھی مصیبت تھی' یہاں ملک سے مراد عالم اجسام سفلی ہے جہاں دن رات ہوتے ہیں' عالم انوار' عالم امر' جنت دوزخ وغیرہ میں نہ دن ہو نہ رات وہاں تو رب کی تجلی ہے نہ کہ سورج کی' جیسے قیامت میں ہوگا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے واشرقت الارض بنور ربها' ۲۔ یعنی ان دن رات کے آنے جانے صبح شام کی تبدیلیوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو گردش دینے والا اکیلا معبود ہے' جس کا کوئی ساتھی نہیں' اور ہر چیز پر قادر ہے سبحان اللہ کیسا پیارا

marfat.com

استدلال ہے کہ گھومنے والی چیزوں سے گھمانے والے کی قدرت کا پتہ لگاؤ۔ ۳؎ ہر وقت اپنے ساتھ خیر یا شر لاتا ہے کسی وقت میں خطرناک حادثے ہو جاتے یا ہم سے برے اعمال سرزد ہو جاتے ہیں اور کسی وقت میں اچھے واقعات رونما ہوتے ہیں یا ہم کو اچھے اعمال کی توفیق ملتی ہے' اس دعا میں عرض کیا گیا ہے کہ خدایا اس وقت کے حادثات' برے اعمال سے تیری پناہ اور اس وقت کے اچھے واقعات اور نیک اعمال کی توفیق کی تجھ سے طلب ہے' معلوم ہوا کہ اوقات کو حادثات و اعمال میں دخل ہے ۴؎ کسل کے معنی ہیں طبیعت کا بوجھ جس سے عبادات بخوبی ادا نہ ہو سکیں اگرچہ جسم میں طاقت ہو' ہرم وہ بڑھاپا جس سے زندگی کا اصل مقصود فوت ہو جائے یعنی علم و عمل جاتے رہیں رب تعالٰی فرماتا ہے لکی لا یعلم بعد علم شیئا اور بڑھاپے کی برائی سے مراد سٹھ جانا ہے کہ مت کٹ جائے اور انسان دوسروں پر بوجھ بن جائے کہ اپنے عزیز اس کی موت کی تمنا کرنے لگیں' معلوم ہوا کہ شیخوختہ' ہرم اور کبر اگرچہ تینوں کے معنی بڑھاپا ہی ہیں مگر ان تینوں کا آپس میں بڑا فرق ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں ہرم وسوء کبر میں تکرار نہیں بلکہ ان کے معنی جدا جدا ہیں۔ ۵؎ دنیا کے فتنے' محبت دنیا اور غفلت عیش ہیں' یہ دونوں چیزیں تمام گناہوں کی خبر ہیں' عذاب قبر سے مراد یا تو خود وہاں کا عذاب ہے یا اس عذاب کے اسباب جیسے چغل خوری یا پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا وغیرہ بہرحال یہ دعا بہت نفیس ہے' ۶؎ باقی تمام وہ الفاظ کہتے جو شام کے وقت کی دعا میں گزر گئے اور ان کی وہ ہی تفسیر ہے جو ابھی عرض کردی گئی' ۷؎ خیال رہے کہ دوزخ کا عذاب آگ میں عذاب ہے کہ بندہ آگ میں داخل ہو کر عذاب پائے گا اور قبر میں عذاب آگ کا عذاب ہے کہ قبر میں دوزخ نہیں آجاتی بلکہ دوزخ کی کھڑکی کھل جاتی ہے جس سے وہاں کی لپٹ' گرمی' دھواں' بدبو وغیرہ آتی رہتی ہیں' رب تعالٰی دونوں سے بچائے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنِ الْبَرَاءِ)

(۲۲۷۰) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں اپنا بستر لیتے تو اپنا ہاتھ رخسارے کے نیچے رکھتے ۱؎ پھر کہتے الٰہی میں تیرے نام پر مروں گا اور جیوں گا ۲؎ اور جب بیدار ہوتے تو کہتے شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں مر جانے کے بعد زندہ کیا' اسی کی طرف اٹھنا ہے ۳؎ (بخاری) اور مسلم نے حضرت براء سے۔

(۲۲۷۰) ۱؎ آپ کا بستر شریف قبر کے رخ بچھایا جاتا کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی کروٹ پر لیٹتے' داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے' قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی ہے' چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے' اسی لئے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تاکہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی قبر میں بھی لیٹنا ہے۔ ۲؎ یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جاگنا ہے' رب تعالٰی کا نام شریف ممیت بھی ہے اور محی بھی یعنی ممیت کے نام پر مروں گا اور محی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو ناموں کا مظہر ہیں (مرقات) ۳؎ یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نشور نشر سے بنا بمعنی متفرق ہونا' پھیل جانا' اسی سے انتشار اور منتشر بنا' جاگنے کو نشور اسی لئے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لئے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند' سکون' بے عقلی' جہالت' بھیک مانگنے' گناہ' بڑھاپے' ناگوار حالت جیسے ذلت' فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو

marfat.com

حیات یعنی زندگی' یہاں موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری' رب تعالٰی فرماتا ہے افمن کان میتا فاحییناہ اور فرماتا ہے انک لا تسمع الموتی ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل و کافر (مرقات و لمعات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اَحَدُكُمْ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلْیَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ مَا خَلَفَهٗ عَلَیْهِ ثُمَّ یَقُوْلُ بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَ بِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِیْنَ وَ فِیْ رِوَایَةٍ ثُمَّ یَضْطَجِعُ عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ یَقُوْلُ بِاسْمِكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَلْیَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِهٖ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لَهَا۔

(۲۲۷۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر جائے تو اپنے تہبند کے داخلی پلو سے بستر جھاڑ دے۱ اسے کیا خبر کہ بستر پر کیا چیز پڑی ہے ۲۔ پھر کہے یا رب میں تیرے نام پر اپنا پہلو رکھ رہا ہوں ۳۔ اور تیرے نام پر ہی اٹھاؤں گا ۴۔ اگر آج میری جان تو قبض کرے تو اس پر رحم فرمانا ۵۔ اور اگر واپس بھیجے تو اس کی اس ہی سے حفاظت فرمانا جس سے اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے ۶۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جائے پھر کہے بِاسمک (مسلم بخاری) ۷۔ اور ایک روایت میں یوں کہے کہ پھر اپنے کپڑے کے پلو سے بستر تین بار جھاڑے ۸۔ اور یوں کہ اگر تو میری جان قبض فرمالے تو اسے بخش دیجیو۔

(۲۲۷۱) ۱۔ عرب شریف میں دن و رات بستر بچھے ہی رہتے تھے' ہمارے ملک کی طرح صبح کو سمیٹے نہ جاتے تھے' اور اس زمانہ میں تہبند ہی پہنے جاتے تھے' اس لئے فرمایا جارہا ہے کہ جب سونے کے لئے بستر پر جاؤ اور کوئی فالتو کپڑا نہ ہو تو تہبند کے پلے سے ہی بستر جھاڑ دو پھر لیٹو ۲۔ گرد و غبار' کانٹا ہڈی یا کوئی موذی جانور' نجاست وغیرہ لہٰذا اس جھاڑ لینے میں جان و ایمان دونوں کی امن ہے' یہ حکم استحبابی ہے' ۳۔ یعنی بستر جھاڑ کر داہنی کروٹ پر لیٹ جائے پھر لیٹ کر یہ کہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے' ۴۔ یعنی تیرا نام لے کر سوتا ہوں اور تیرا نام لے کر اٹھوں گا دکان زندگی بند بھی تیرے نام پر کر رہا ہوں اور تیرے نام پر ہی کھولوں گا' میں کسی وقت نہ تجھ سے لاپرواہ ہوں نہ تجھ سے غافل' اللہ یہ قال بھی نصیب کرے اور یہ حال بھی' ۵۔ اس طرح مجھے بخش دینا اور میری معمولی نیکیاں قبول فرمالینا' چونکہ نیند بھی ایک طرح کی موت ہے جس کے بعد بیداری موہوم ہے یقینی نہیں' اس لئے دعا کر کے سونا بہت مناسب ہے ۶۔ یعنی اگر تو مجھے اپنے فضل و کرم سے دوبارہ زندگی بخشے کہ بیدار کر دے۔ تو جیسے کہ اپنے نیک بندوں کو نفس و شیطان' برے عقیدے و اعمال سے بچائے رکھتا ہے مجھے بھی ان چیزوں سے بچانا' خلاصہ یہ کہ جسم کی حفاظت کے ساتھ روح کی حفاظت بھی فرمانا' ۷۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے داہنی کروٹ پر لیٹے' پھر چت' پھر بائیں پر' پھر دوبارہ داہنی کروٹ لیٹ کر سو جائے' کہ داہنی کروٹ پر سونے سے غفلت زیادہ نہیں ہوتی' وقت پر آنکھ کھلتی ہے' کیونکہ دل بائیں طرف ہے داہنی کروٹ پر لیٹنے سے دل معلق رہتا ہے۔ یہ فرق ہمارے لئے ہے' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کروٹ پر لیٹیں آپ کو غفلت آتی ہی نہیں' یہ عمل بہت مفید ہے (مرقاۃ) ۸۔ یہ جھاڑنا لیٹنے سے پہلے ہے نہ کہ لیٹ جانے کے بعد' کپڑے سے مراد چادر' رومال یا تہبند ہے' اس جھاڑنے کی حکمتیں پہلے بیان ہو چکی ہیں' یہ حکم استحبابی ہے۔

marfat.com

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَهُنَّ ثُمَّ مَاتَ تَحْتَ لَيْلَتِهٖ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ يَا فُلَانُ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ ثُمَّ قُلْ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ اِلٰى قَوْلِهٖ اَرْسَلْتَ وَقَالَ فَاِنْ مُّتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ

(۲۲۷۳) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے پھر یوں کہتے الٰہی میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا۱؎ اور اپنا کام تیرے سپرد کیا تیرے کرم پر ٹیک لگائی تیری طرف رغبت کرتے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے۲؎ تجھ سے نہ کہیں پناہ ہے نہ رہائی سواء تیری طرف کے۳؎ میں تیری اتاری کتاب پر اور تیرے بھیجے ہوئے رسول پر ایمان لایا۴؎ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو یہ کلمات کہہ لے پھر اسی رات مرجائے تو ایمان پر مرے گا۵؎ اور ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ اے فلاں جب تو اپنے بستر پر جائے تو نماز کا سا وضو کرے۶؎ پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے پھر کہے الٰہی میں نے اپنے کو تیرے سپرد کیا آخر کلام ارسلت تک۷؎ اور فرمایا کہ اگر تم اسی رات میں مرگئے تم اسلام پر مروگے اور اگر تم صبح پاؤ گے تو بہت بھلائی حاصل کروگے۸؎ (مسلم بخاری)

(۲۲۷۳) ۱؎ نفس سے مراد ذات یا جان ہے اور وجہ سے مراد چہرہ یا توجہ یا دل کا رخ یا ان دونوں جملوں میں اپنے ظاہر و باطن کی طرف اشارہ ہے یعنی الٰہی میرا باطن بھی تیرے مطیع ہے کہ اس میں ریاء (شرک) سرکشی نہیں، اور میرا ظاہر بھی تیرا فرمانبردار کہ میرا کوئی عضو باغی نہیں، غرضیکہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ تیرا ہے سوتے وقت یہ کلمات اس لئے عرض کئے تاکہ معلوم ہوا کہ میرا سونا بھی تیرے حکم کے ماتحت ہے (لمعات وغیرہ) ۲؎ لہذا مجھے اندرونی و بیرونی آفات سے بچالے، اور میری معاش و معاد اچھی کر دے، رغبت تو تفویض کے لحاظ سے ہے اور ہیبت الجاء کے اعتبار سے ہے، چونکہ بیداری میں، انسان کچھ ذمہ دار ہوتا ہے اور بااختیار مگر سوجانے پر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے، اسی لئے اس موقعہ پر یہ دعا بہت ہی موزوں ہے۔ نیز سوتے وقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب سویرے کو اٹھوں گا یا قیامت میں، اس لئے یہ کہہ کر سونا بہتر ہے کہ خدایا اب سب کچھ تیرے سپرد۔ شعر:

☆ سپردم بتو مایہ خویش را ☆ تو دانی حساب کم و بیش را ☆

۳؎ یعنی تیرے غضب سے پناہ صرف تیری رحمت کے دامن میں ہی مل سکتی ہے اور تیری پکڑ سے رہائی صرف تو ہی دے سکتا ہے۔ تیرے غضب کی آگ کو صرف تیری رحمت ہی کا پانی بجھا سکتا ہے، اگر تو عدل کرے تو اونچے اونچے کانپ جائیں، اگر فضل فرمائے تو گنہگاروں کی بھی امید بندھ جائے۔

marfat.com

شعر:

☆ عدل کریں تے تھر تھر کنبن اچیاں شاناں والے ☆ فضل کریں تو بخشے جاون میرے جے منہ کالے ☆

۴۔ کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور نبی سے مراد حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور یہ الفاظ ہماری تعلیم کے لئے ہیں ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ میں اپنی رسالت پر ایمان لایا' نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات یعنی نبوت و رسالت وغیرہ کا علم حضور کے لئے علم حضوری ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کے لئے عین ایمان ہیں' جیسے اللہ تعالٰی اپنی توحید و صفات کو جانتا تو ہے مگر اسے موحد یا مومن اس معنے سے نہیں کہہ سکتے' یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت و رسالت کو جانتے تو ہیں مگر اس جاننے کو ایمان نہیں کہا جائے گا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے قرآن کے مومن ہیں نہ کہ اپنے' اسی لئے رب تعالٰی نے فرمایا امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ نہ فرمایا امن الرسول برسالتہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارے قران پر ایمان ہے اور قرآنی آیات میں حضور کی رسالت کی بھی آیات ہیں حضور ان کے مصداق ہیں اسی لحاظ سے اپنے بھی مومن (از مرقات مع زیادۃ) ۵۔ یعنی یہ دعائیہ کلمات صبح تک اس کے ایمان کی گارنٹی ہیں' پھر سویرے کو نیا روز نئی روزی ہے۔ ۶۔ یعنی اگر سوتے وقت تمہارا وضو نہ ہو تو اس اہتمام سے وضو کرلو جس اہتمام سے نماز کے لئے کرتے ہو مع مسواک و ادائے سنن و مستحبات' یہ حکم استحبابی ہے' پہلے بحوالہ مرقات عرض کیا جاچکا ہے کہ اگر اس وقت تیمم بھی کرے جب بھی انشاء اللہ یہ ہی فائدہ ہوگا۔ یہ تمام کلام حضرت براء کا ہے جو اختصارًا "بیان فرمایا' ظاہر یہ ہے کہ اس دعا میں کتاب سے قرآن شریف اور نبی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں' اور ممکن ہے کہ کتاب سے تمام آسمانی کتب اور نبی سے تمام نبی مراد ہوں کہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے (اشعہ) نبی یا تو نباء سے بنا بمعنی خبر' نبی خبر دینے والا کس کی اللہ کی ذات و صفات اور معاش و معاد کی' یا نبناۃ سے بنا بمعنی بلندی درجہ' نبی بلند درجے والا (مرقات)' ۸۔ بعض روایات میں انہی براء ابن عازب سے ہے کہ میں نے دوبارہ یہ ہی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو بجائے بنبیک کے برسولک کہہ دیا' تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ ہی کہو بنبیک معلوم ہوا کہ وظیفے کے الفاظ بالکل نہ بدلے ورنہ تاثیر نہ ہوگی' علماء فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے الفاظ یاد ہوں تو روایت بالمعنی نہ کرے' حدیث کی روایت بالمعنی جب درست ہے جبکہ الفاظ یاد نہ رہے ہوں' یونہی قرآن کریم کے الفاظ" شد' مد' مخارج طریقہ ادا میں حتی الامکان تبدیلی نہ ہونے دے' اس حدیث میں وعدہ فرمایا گیا کہ سوتے وقت یہ پڑھنے والا انشاء اللہ ایمان پر مرے گا اسلام و تقویٰ پر جئے گا' بڑی ہی مجرب دعا ہے' فقیر بفضلہ تعالٰی اس پر عامل ہے۔

(۲۲۷۳) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ۔

روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو فرماتے خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا بچایا اور ہمیں پناہ دی ا۔ کیونکہ بہت وہ ہیں جنہیں نہ کوئی بچانے والا ہے نہ پناہ دینے والا ۲۔ (مسلم)

(۲۲۷۳) ا۔ کفایت سے مراد موذی جانوروں' آفتوں' بلاؤں سے محفوظ رکھنا' بچانا' حاجات پوری فرمانا' پناہ دینے سے مراد ہے رہنے کے لئے گھر دینا' سردی گرمی سے بچنے کو بستر وغیرہ عطا فرمانا' ۲۔ چنانچہ کفار کو رب تعالٰی نے نفس' شیطان کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا' اب وہ ہر طرح ان کے بس میں ہیں اسی طرح بعض وہ مساکین ہیں جن کے پاس نہ گھر ہے نہ بستر' ایمان نفس و شیطان سے امان

marfat.com

ہے' مکان و بستر مصیبتوں سے امان ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو دونوں امان عطا فرمائیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ فَاطِمَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْكُوْا اِلَيْهِ مَا تَلْقٰى فِيْ يَدِهَا مِنَ الرَّحٰى وَبَلَغَهَا اَنَّهٗ جَآءَهٗ رَقِيْقٌ فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَلَمَّا جَآءَ اَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ قَالَ فَجَآءَنَا وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُوْمُ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَجَآءَ فَقَعَدَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمِهٖ عَلٰى بَطْنِيْ فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا فَسَبِّحَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَكَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۲۷۴) روایت ہے حضرت علی سے کہ جناب فاطمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس تکلیف کی شکایت کرنے جو ان کے ہاتھ کو چکی سے پہنچتی تھی ا۔ انہیں جب خبر لگی تھی کہ حضور کے پاس غلام آئے ہیں انہوں نے حضور کو نہ پایا تو حضرت عائشہ سے کہہ آئیں ۲۔ جب حضور تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے یہ قصہ عرض کیا ۳۔ فرماتے ہیں کہ حضور ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم بستر پکڑ چکے تھے تو ہم اٹھنے لگے تو فرمایا اپنی جگہ رہو تشریف لائے میرے اور فاطمہ زہراء کے درمیان بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ میں نے حضور کے قدم کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی ۴۔ فرمایا میں تمہیں تمہارے سوال سے بہتر چیز نہ بتا دوں ۵۔ جب تم اپنے بستر لو تو ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھ لو اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے ۶۔ (مسلم بخاری)

(۲۲۷۴) ا۔ حضرت فاطمہ زہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی پیاری چہیتی صاحبزادی تھیں شادی سے پہلے کام کاج نہ کیا تھا۔ حضرت علی کے ہاں آکر تمام کام کرنے پڑے' کام سے کپڑے کالے اور چکی سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے جو پھوٹ کر زخم بن گئے تھے' شعر:۔

☆ آئیں جب خاتون جنت اپنے گھر ☆ پڑ گئے سب کام ان کی ذات پر ☆

☆ کام سے کپڑے بھی کالے پڑ گئے ☆ ہاتھ میں چکی سے چھالے پڑ گئے ☆

۲۔ یعنی اس دن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے گھر تھا' اس لئے خاتون جنت انہیں کے گھر تشریف لائیں' مگر اتفاقاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تھے دولت خانے میں نہ تھے اس لئے والدہ ماجدہ سے عرض کر کے واپس ہو گئیں۔ شعر:۔

☆ پر نہ تھے دولت کدہ میں شاہ دیں ☆ والدہ سے عرض کر کے آ گئیں ☆

خود حضرت علی نے حضرت خاتون جنت کو بتایا تھا کہ آج قیدی غلام حضور کے ہاں آئے ہیں' حضور غلام بانٹ رہے ہیں ایک لونڈی تم بھی حضور سے مانگ لو جو گھر کا کام کاج کرے' اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے بعد بھی اولاد ماں باپ سے مانگ سکتی ہے اس میں نہ گناہ ہے نہ شرم۔ ۳۔

marfat.com

شعر:-

☆ گھر میں جب آئے حبیب خدا ☆ والدہ نے ماجرا سارا کہا ☆
☆ فاطمہ چھالے دکھانے آئی تھیں ☆ گھر کی تکلیفیں سنانے آئی تھیں ☆
☆ ایک لونڈی آپ اگر ان کو بھی دیں ☆ چکی اور چولھے کے دکھ سے وہ بچیں ☆

۴۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت عائشہ کو کچھ جواب دیا' نہ دن میں حضرت فاطمہ کے ہاں تشریف لائے رات کو سوتے وقت تشریف لائے تو بستر فاطمہ پر اس طرح تشریف فرما ہوئے کہ ایک قدم فاطمہ پر تھا دوسرا جناب علی کے سینہ پر انوار پر' اس سینہ کے قربان جو قدم رسول چومے ۵۔ یعنی لونڈی خادم کا فائدہ تم کو صرف دنیا میں پہنچے گا مگر اس دعا کا فائدہ دنیا' قبر' حشر ہر جگہ پاؤ گی' حضور نے انہیں خادم کیوں نہ عطا فرمایا۔ شعر:-

☆ شب کو آئے مصطفیٰ زہرا کے گھر ☆ اور کہا دختر سے اے جان پدر ☆
☆ ہیں یہ خادم ان یتیموں کے لئے ☆ باپ جن کے جنگ میں مارے گئے ☆
☆ تم پہ سایہ ہے رسول اللہ کا ☆ آسرا رکھ فقط اللہ کا ☆

۶۔ اس کا نام تسبیح فاطمہ ہے جو تمام سلسلوں میں خصوصاً سلسلہ قادریہ میں بہت معمول ہے' اس تسبیح کے لئے عام تسبیحوں میں' ہر ۳۳ دانہ پر چھوٹا امام پڑا ہوتا ہے' اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو حضرت ابوبکر پر اس لئے طعن کرتے ہیں کہ انہوں نے فاطمہ زہرا کا مطالبہ پورا نہ کیا' انہیں میراث نہ دی جس سے ان کے دل کو تکلیف پہنچی' وہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فتویٰ دیں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُهٗ خَادِمًا فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكِ عَلٰى مَا هُوَ خَیْرٌ مِّنْ خَادِمٍ تُسَبِّحِیْنَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَتَحْمَدِیْنَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَتُكَبِّرِیْنَ اللّٰهَ اَرْبَعًا وَّثَلٰثِیْنَ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَّعِنْدَ مَنَامِكِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۲۷۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خادم مانگنے آئیں ا۔ تو فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتادوں جو خادم سے بہتر ہے ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھا کرو اور ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر ہر نماز کے وقت اور سوتے وقت پڑھ لیا کرو ۲۔ (مسلم)

(۲۲۷۵) ا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر' کیونکہ اس دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام انہی کے دولت خانہ میں تھا کیونکہ حضرت خاتون جنت کو تو جناب علی نے خبردی تھی کہ آج حضور کے ہاں بہت لونڈی غلام آئے ہیں اور حضور انہیں مسلمانوں میں تقسیم فرمارہے ہیں تم بھی جاؤ ایک لونڈی حاصل کرلو جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزرا' خیال رہے کہ خادم مذکر مونث دونوں کو کہا جاتا ہے' یہاں مونث مراد ہے کیونکہ حضرت خاتون جنت نے لونڈی مانگی تھی جو چکی چولھے کا کام کرسکے (از مرقات) ۲۔ پچھلی حدیث میں صرف صبح شام کا ذکر تھا یہاں ہر نماز کا ذکر ہے' ممکن ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو صرف صبح شام کا حکم دیا ہو بعد میں ہر نماز کے بعد یا اس کے برعکس' بہرحال احادیث میں تعارض نہیں' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقر غنا سے افضل ہے اور

marfat.com

صبر شکر سے بہتر' یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں باپ کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو محنتی' عابد' زاہد' متقی بنائیں۔ انہیں صرف مالدار کرنے کی کوشش نہ کریں لڑکی کے لئے بہترین جہیز اعمال صالحہ ہیں نہ کہ صرف مال' یہ حدیث تربیت و تعلیم کا خزانہ ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکی سسرال کی تکالیف کی شکایت ماں باپ سے کر سکتی ہے ازالہ تکلیف کے لئے' یہ بھی معلوم ہوا کہ سسرال کی تکلیف پر ماں باپ لڑکی کو گھر نہ بٹھالیں بلکہ وہاں ہی رکھیں اور صبرو شکر کی تلقین کریں' اس سے خانگی زندگی کے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَیْنَا وَبِكَ نَحْیٰ وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ وَاِذَا اَمْسٰی قَالَ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَیْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْیٰ وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَیْكَ النُّشُوْرُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤْدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۲۷۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سویرا پاتے تو کہتے الٰہی ہم نے تیری مہربانی سے صبح پائی اور تیری مہربانی سے ہی شام کریں گے اور تیری مہربانی سے جئیں گے اور تیرے فضل سے مریں گے۱؎ اور تیری ہی طرف رجوع ہے اور جب شام پاتے تو کہتے الٰہی تیرے فضل سے ہم نے شام پائی اور تیرے فضل سے ہی صبح کریں گے اور تیری مہربانی سے جئیں مریں گے تیری ہی طرف اٹھنا ہے ۲؎ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۲۷۶) ۱؎ خیال رہے کہ انسان کے مرنے پر تعجب نہیں بلکہ اس کی زندگی حیرت ناک ہے کیونکہ اندرونی اور بیرونی دشمن اتنے ہیں کہ خدا کی پناہ اتنے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اس کا زندہ رہنا اللہ کی قدرت ہی ہے اس دعائے شریف کا یہی مطلب ہے کہ خدایا تیرے ہی کرم اور مہربانی سے ہم شام سے سویرا پالیتے ہیں اور سویرے سے شام' ہماری زندگی اور موت تیرے ہی قبضہ میں ہے' یہ معنے تو بالکل ظاہر ہیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ خدایا ہماری زندگی و موت نفس' دنیا یا شیطان کے لئے نہیں بلکہ الحمد للہ' تیری عبادت کے لئے ہے۔ ۲؎ نشور نشر سے بنا بمعنی پھیلنا' اسی سے ہے منتشر' چونکہ قیامت کی زندگی پھیلے ہوئے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کرکے ہوگی' اس لئے اس زندگی کو نشور کہا جاتا ہے' اسی لئے مرقات وغیرہ نے اس کا ترجمہ کیا بعث بعد الموت یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں کافر' مومن' منافق سب جمع ہیں مگر قیامت میں سب چھٹ جائیں گے کہ حکم ہوگا وامتازوا الیوم ایھا المجرمون اس لئے اس اٹھنے کا نام نشور ہے' اسی وجہ سے مرقات نے اس کے معنے کئے والتفرق بعد الجمع

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِیْ بِشَیْءٍ اَقُوْلُهٗ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَیْتُ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

(۲۲۷۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا حضرت ابوبکر نے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے ایسی چیز بتایئے جو میں صبح شام کے وقت پڑھ لیا کروں ۱؎ فرمایا یوں کہا کرو اے اللہ اے کھلی چھپی چیزوں کے جاننے والے اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے

marfat.com

وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ قُلْهُ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ

والے اے ہر چیز کے رب و مالک ۲؎ میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں اپنے نفس کی شرارت اور شیطان کی شرارت اور اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں ۳؎ جب صبح پاؤ جب شام پاؤ جب اپنے بستر پر لیٹو یہ پڑھ لیا کرو' ترمذی' ابوداؤد' دارمی۔

(۲۲۷۷) ۱؎ بطور وظیفہ جو میرے لئے دین و دنیا میں مفید ہو' اس سوال سے معلوم ہوا کہ وظیفے شیخ کی اجازت سے پڑھنے چاہئیں کہ اس میں الفاظ کی تاثیر کے ساتھ زبان کی تاثیر بھی جمع ہو جاتی ہے' جب صدیق اکبر جیسی ہستی کو اجازت کی ضرورت ہے تو ماو شما کس شمار میں ہیں' ۲؎ خلق بمعنی پیدا کرنا اور فطر کے معنے ہیں بغیر مثال کے پیدا فرمانا یعنی ایجاد کرنا' رب تعالٰی آسمانوں کا خالق بھی ہے اور فاطر بھی' ہمارا خالق ہے فاطر نہیں' کیونکہ ہم سے پہلے بہت سے انسان پیدا فرما چکا ہے' مالک بمعنی ملکیت والا اور ملیک کے معنے ہیں ہر طرح ملکیت والا ظاہر کا بھی باطن کا بھی' ہم لوگ اپنی چیزوں کے مالک تو ہیں مگر ملیک نہیں' ہماری ملکیت صرف ظاہر پر ہے وہ بھی چند روز۔ ۳؎ خیال رہے کہ ہمارے نفس امارہ کی شرارتیں شیطان کے شر سے کہیں زیادہ ہیں' صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کا دل معدن اسرار ہے اور منبع اشرار شیطان تو فقط نفس کو رائے دیتا ہے' اصل سرکش نفس ہی ہے۔ نیز شیطان لاحول وغیرہ سے بھاگ جاتا ہے' مگر یہ نفس نہ کسی وظیفہ سے بھاگے نہ کسی عمل سے' یہ تو صرف رب تعالٰی کے فضل سے ہی دبتا ہے' اسی لئے اس افصح الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کا ذکر پہلے فرمایا اور شیطان کا بعد میں' خیال رہے کہ یہ ذکر ہمارے اپنے نفسوں کا ہے' نفس صدیقی جو اللہ کی مہربانی اور اس کے حبیب کے کرم سے نورانی ہو چکا تھا وہ تو صدق و صفا کی کان ہے' حضور سنا رہے ہیں حضرت صدیق کو اور بتا رہے ہیں ہم کو' شرک میں دو احتمال ہیں ش کا زیر اور' ر کا جزم بمعنی کفر ایمان کا مقابل اور ش و' ر' دونوں کا زبر بمعنی شکاری کا جال (لمعات مرقات)

وَعَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَّمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَيَضُرُّهٗ شَيْءٌ فَكَانَ اَبَانُ قَدْ اَصَابَهٗ طَرَفُ فَالِجٍ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ اَبَانُ مَا تَنْظُرُ اِلَيَّ اَمَا اِنَّ الْحَدِيْثَ كَمَا حَدَّثْتُكَ وَلٰكِنِّيْ لَمْ اَقُلْهُ يَوْمَئِذٍ لِيُمْضِيَ اللّٰهُ عَلَيَّ قَدَرَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ لَمْ تُصِبْهُ فُجَاءَةُ بَلَاءٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَمَنْ

(۲۲۷۸) روایت ہے حضرت ابان ابن عثمان سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی بندہ نہیں جو ہر دن صبح شام اور ہر رات تین بار یہ کہہ لیا کرے میں نے اس کے نام سے صبح و شام کی جس کے نام کی برکت سے نہ زمین کی کوئی چیز نقصان دے نہ آسمان کی اور وہ سنتا جانتا ہے۔ پھر اسے کوئی چیز نقصان بھی دے دے ۲؎ حضرت ابان کو کچھ فالج ہو گیا تو ایک شخص انہیں غور سے دیکھنے لگا ۳؎ آپ نے اس سے فرمایا کہ تو مجھے کیا دیکھتا ہے۔ حدیث ویسی ہے جیسی میں نے تجھے سنائی' لیکن اس دن میں یہ دعا نہ پڑھ سکا کہ اللہ مجھ پر اپنی قضاء قدر نافذ کر دے ۴؎ (ترمذی' ابن ماجہ' ابوداؤد) ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اسے صبح بلاء ناگہانی نہ پہنچے گی اور جو صبح کو یہ پڑھے

marfat.com

قَالَهَا حِيْنَ يُصْبِحُ لَمْ تُصِبْهُ فُجَاءَةُ بَلَاءٍ حَتّٰى يُمْسِيَ۔ تو اسے شام تک آفت ناگہانی نہ پہنچے گی۔ ۵

(۲۲۷۸) ۱؎ آپ قرشی ہیں تابعی ہیں، حضرت عثمان ابن عفان کے فرزند ہیں۔ اپنے والد اور دیگر صحابہ سے بہت سی احادیث لیں اور ان سے امام زہری وغیرہ اکابر ملت نے مدینہ منورہ میں قیام رہا یزید ابن عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں وفات پائی ۲؎ یہ دعا مجرب ہے، فقیر بفضل رب قدیر اس کا عامل ہے الحمد للہ اس کی برکت سے ہر آفت سے امن رہا ہے۔ صبح پڑھ لو شام تک حفاظت ہے اور شام کو پڑھو تو صبح تک امن۔ ۳؎ یعنی جن لوگوں نے آپ سے یہ حدیث سنی تھی ان سے کوئی تعجب کرکے آپ کو دیکھنے لگا کہ آپ تو یہ حدیث روایت کرتے تھے اور یقین ہے کہ آپ اس پر عامل بھی ہوں گے اور یہ دعا پڑھتے بھی ہوں گے پھر آپ پر فالج کا اثر کیوں ہو گیا اور اس آفت سے آپ امن میں کیوں نہ رہے، حضرت ابان ان کا تعجب سمجھ گئے، اس لئے آپ نے وہ جواب دیا جو آگے آ رہا ہے۔ ۴؎ سبحان اللہ کیا پاکیزہ فرمان ہے کہ حدیث بچی حدیث والے محبوب سچے ارادہ الٰہی برحق، جس دن مجھے فالج ہونے والا تھا اس دن میں یہ عمل پڑھنا ہی بھول گیا تھا اس لئے یہ فالج ہوا ۵؎ یہ الفاظ گزشتہ الفاظ کی گویا شرح ہے کہ اس دعا کی برکت سے ناگہانی بیماری اور زہریلے جانور کے کاٹنے اور دوسری اچانک آفتوں سے حفاظت رہتی ہے، دوسری قسم کی مصیبت آ سکتی ہے، خیال رہے کہ کسی دعا سے موت نہیں ٹل سکتی، وہ تو یقینی آتی ہے جسے کوئی تدبیر نہیں ٹال سکتی، نہ دعا نہ دوا، یہاں مرقات نے فرمایا کہ فجاۃ سے مراد کوئی بڑی آفت ہے جو انسان کو گھبرا دے، اچانک ہو یا آہستہ، معمولی تکالیف و بیماریاں تو انسان کو لگی ہی رہتی ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَمْسٰى اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَبِّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَمِنْ سُوْءِ الْكِبَرِ اَوِ الْكُفْرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مِنْ سُوْءِ الْكِبَرِ وَالْكِبْرِ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ لَمْ يَذْكُرْ مِنْ سُوْءِ الْكُفْرِ۔

(۲۲۷۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ۱؎ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ پڑھتے تھے ہم نے اور اللہ کے سارے ملک نے شام پائی ۲؎ اللہ کا شکر ہے، اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے ۳؎ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ الٰہی میں تجھ سے اس رات کی بھلائی اس کے بعد کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس رات کی شر اور اس کے بعد کی شر سے پناہ مانگتا ہوں ۴؎ یارب میں سستی اور بڑھاپے برے ۵؎ یا کفر سے اور ایک روایت ہے کہ برے بڑھاپے اور تکبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۶؎ یارب میں آگ کے عذاب اور قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۷؎ اور جب سویرا پاتے تو بھی کہتے کہ ہم نے اور اللہ کے سارے ملک نے صبح پائی (ابوداؤد، ترمذی) اور ایک روایت میں کفر کی ہر برائی کا ذکر نہ فرمایا۔

(۲۲۷۹) ۱؎ عبداللہ سے مراد حضرت عبداللہ ابن مسعود ہیں جو بڑے فقیہ مشہور صحابی ہیں (اشعۃ اللمعات) ۲؎ اللہ کے سارے ملک سے مراد عالم اجسام ہے، کیونکہ عالم انوار اور عالم امر وغیرہ پر نہ رات آئے نہ دن، اسی طرح جنت و دوزخ میں سورج کا

marfat.com

اثر نہیں وہاں رب کی تجلی ہے۔ امسینا میں یا تو خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے یا سارے مسلمان یا سارے انسان اگرچہ ملک اللہ میں انسان بھی داخل تھا مگر چونکہ یہ اشرف المخلوق ہے اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے ۳۔ یعنی حقیقی ملک اور حقیقی حمد صرف رب تعالیٰ کی ہے' دوسروں کا ملک بھی مجازی و عارضی ہے اور حمد بھی مجازی مصنوع کی تعریف دراصل صانع کی تعریف ہے' ۴۔ یعنی اس رات کی شر سے بھی تیری پناہ اور آئندہ راتوں کی شر سے بھی تیری پناہ' شر سے مراد تشریعی تکوینی دونوں شریں ہیں' راتوں میں نیکیوں کی توفیق نہ ملنا' گناہ سرزد ہو جانا' راتیں غفلت میں گزارنا' ان کی تشریعی شر ہے' اور راتوں میں چوری ڈکیتی کھر' گر جانا اندھیرے میں۔ زہریلے جانوروں کا کاٹ کھانا وغیرہ تکوینی شریں ہیں' یہ ایک لفظ ان تمام کو شامل ہے۔ ۵۔ سستی سے مراد نیکیوں میں سستی ہے جس سے یا تو نیکیاں ہوں ہی نہیں یا ہوں مگر بگڑ کر' اور برے بڑھاپے سے مراد وہ بڑھاپا ہے کہ قوتیں جواب دے جائیں اور دوسروں پر انسان بوجھ بن جائے' اللہ اس عمر سے بچائے۔ شعر:

☆ دانت گرے اور کمر گھسے پیٹھ بوجھ نہ لے ☆ ایسے بوڑھے بیل کو کون باندھ کر بھس دے ☆

۶۔ تکبر اللہ تعالیٰ کی تو صفت' اس کا نام ہے متکبر یعنی بہت ہی بڑائی والا' مگر بندے کے لئے تکبر کبھی عیب ہے' کبھی خوبی' بندے کے لئے اس کے معنے ہیں بڑائی کا اظہار اگر یہ کفار کے مقابلہ میں ہو خصوصاً جنگ کی حالت میں تو بہت ہی اچھا ہے' خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین میں فرمایا انا ابن عبد المطلب اور مسلمان کے مقابلہ میں ہو شیخی کے طور پر تو برا' اور اگر رب تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے لئے ہو تو اس کا نام شکر ہے یہ عبادت ہے' اور اللہ رسول کے مقابلہ میں تکبر سے برا تکبر مراد ہے جو حرام یا کفر ہے ۷۔ دوزخ اور قبر دونوں جگہ آگ ہی کا عذاب ہو گا مگر دوزخ کا عذاب آگ میں عذاب ہے اور قبر کا عذاب آگ سے عذاب ہے کہ آگ دوزخ میں ہے مگر اس کی گرمی قبر میں چونکہ دوزخ کا عذاب سخت ہے اور قبر کا عذاب اس سے نرم و ہلکا' اسی لئے پہلے دوزخ کے عذاب کا ذکر فرمایا بعد میں قبر کے عذاب کا یعنی الٰہی میں دوزخ و قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں' مقصد یہ ہے کہ خدایا مجھے زندگی میں ایسے اعمال سے بچالے جو عذاب دوزخ یا عذاب قبر کا سبب ہیں' اور بعد موت قبر کے عذاب سے بچا اور بعد حشر دوزخ کے عذاب سے۔

وَعَنْ بَعْضِ بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهَا فَيَقُوْلُ قُوْلِيْ حِيْنَ تُصْبِحِيْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا فَاِنَّهٗ مَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ حَتّٰى يُصْبِحَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۲۸۰) روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صاحبزادیوں سے ۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سکھاتے تھے کہ فرماتے تھے صبح کے وقت یہ کہہ لیا کرو اللہ پاک ہے اسی کا شکر ہے اللہ کے بغیر قوت نہیں جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا انہوں نے ۲۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہے جو صبح کے وقت یہ کہہ لے گا تو شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور جو شام کے وقت یہ کہے گا تو صبح تک اس کی حفاظت ہوگی ۳۔ (ابوداؤد)

marfat.com

(۲۲۸۰) ا۔ حضور علیہ السلام کی صاحبزادیاں چار ہیں زینب، رقیہ ام کلثوم، فاطمہ، تمام نے حضور علیہ السلام کو جوانی میں دیکھا ہے سب کی شادی خود کی ہے، یہاں حضرت فاطمہ زہرا یا حضرت زینب وغیرھا مراد ہیں چونکہ تمام صاحبزادیاں متقیہ طیبہ طاہرہ ہیں اس لئے ان کا نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لئے مضر نہیں، ۲۔ سبحان اللہ کیسی پیاری حمد ہے یعنی اللہ نے جس چیز کا ہونا چاہا وہ ہو گئی اور جس کا ہونا نہ چاہا وہ نہ ہوئی، اور چاہنے نہ چاہنے میں اس کی صدہا حکمتیں ہیں، کیونکہ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور برائیوں کو چاہنا اچھائیوں کو نہ چاہنا اس کی شان سے بعید ہے، خیال رہے کہ ارادہ، رضاء مشیت میں فرق ہے، رب تعالٰی ہر اچھی بری چیز کا خالق ہے اور ہر چیز اس کے ارادہ سے ہے مگر برائیوں سے راضی نہیں، کفار کا کفر گنہگار کے گناہ رب تعالٰی کے ارادہ سے ہیں مگر اس کی رضا سے نہیں، یہاں مشیت بمعنی ارادہ ہے یعنی ہر چیز اس کے ارادہ سے ہے مگر برائیوں سے راضی نہیں، کفار کا کفر گنہگار کے گناہ رب تعالٰی کے ارادہ سے ہیں مگر اس کی رضا سے نہیں، یہاں مشیت بمعنی ارادہ ہے یعنی ہر چیز کا وجود اس کی خلق و ارادہ سے ہے۔ ۳۔ حصن حصین شریف میں ہے کہ ابوداؤد، نسائی، ابن سنی نے عمل الیوم اللیلہ میں عبدالحمید مولی بنی ہاشم عن امہ عن بعض بنات النبی ہے، عبدالحمید کی والدہ کا نام معلوم نہ ہو سکا غالباً یہ صحابیہ ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ اَدْرَكَ مَافَاتَهٗ فِيْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ وَمَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُمْسِيْ اَدْرَكَ مَافَاتَهٗ فِيْ لَيْلَتِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۲۲۸۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو صبح کے وقت کہہ دے کہ اللہ کی پاکی ہے شام و سویرا پاتے وقت اس کی حمد ہو رہی ہے، آسمانوں اور زمین میں اور عصر اور ظہر کو بھی تسبیح پڑھو الخ ا۔ **کذلک تخرجون** تک تو اس دن میں جو نیکی چھوٹی گئی ہو اسے پائے گا اور جو شام کے وقت یہ پڑھ لے گا تو اس رات میں چھوٹی نیکیاں پالے گا۲۔ (ابوداؤد)

(۲۲۸۱) ا۔ اس آیت کریمہ میں سبحان اللہ سے مراد یا تو رب تعالٰی کی تسبیح پڑھنا ہے یعنی اے مسلمانوں صبح و شام رب تعالٰی کی بارگاہ میں تسبیح کا ہدیہ پیش کیا کرو، اور یا اس سے مراد نمازیں ہیں کیونکہ نماز شروع سبحنک اللھم سے ہوتی ہے جزو بول کر کل مراد لیا گیا یعنی صبح شام نماز فجر و مغرب پڑھا کرو، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ **ولہ الحمد** جملہ معترضہ ہے یعنی آسمان و زمین والے رب تعالٰی کی حمد و ثناء کرتے ہیں ہر ذرہ قطرہ ہر فرشتہ و تارہ حمد الٰہی کرتا ہے تو مسلمانو تم کیوں خاموش رہتے ہو اس کے بعد پھر نماز کا ذکر ہوا عشیا وحین تظھرون عشیا سے وقت عصر مراد ہے اور تظھرون سے وقت ظہر مراد، غرضیکہ اس آیت میں نماز پنج گانہ کا حکم ہوا کیونکہ تمسون یعنی شام کے وقت میں مغرب و عشاء داخل ہیں، کیونکہ ان اوقات میں انسان کے حالات تبدیل ہوتے ہیں اور رب تعالٰی کی نعمتوں کی تجدید، اس لئے خصوصیت سے ان اوقات میں تسبیح و تہلیل کا بھی حکم ہے اور ان ہی وقتوں میں نمازیں بھی فرض ہیں تاکہ ہر حال رب کی حمد سے شروع ہو، ان اوقات کی اہمیت ہماری کتاب تفسیر نعیمی میں ملاحظہ فرمایئے، ۲۔ نیکی چھوٹ جانے سے مراد نوافل نیکیاں چھوٹ جانا ہیں یا فرائض عبادات میں نقصان رہ جانا ہے یعنی رب تعالٰی اس آیت کریمہ کی برکت سے بہت سی نفلی نیکیوں کا اجر عطا فرمائے گا، اور اگر آج دن رات کے فرائض میں کچھ نقصان واقع ہو گیا ہو گا تو رب تعالٰی نقصان پورا فرما دے گا۔

marfat.com

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام فرائض وواجبات چھوڑ دو صرف یہ ہی آیت صبح شام پڑھ لیا کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ عَیَّاشٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کَانَ لَہٗ عِدْلُ رَقَبَۃٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَکُتِبَ لَہٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْہُ عَشْرُ سَیِّاٰتٍ وَرُفِعَ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَکَانَ فِیْ حِرْزٍ مِّنَ الشَّیْطَانِ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ قَالَھَا اِذَا اَمْسٰی کَانَ لَہٗ مِثْلُ ذٰلِکَ حَتّٰی یُصْبِحَ فَرَاٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَبَا عَیَّاشٍ یُحَدِّثُ عَنْکَ بِکَذَا وَکَذَا قَالَ صَدَقَ اَبُوْ عَیَّاشٍ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۲۲۸۲) روایت ہے حضرت ابو عیاش سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت یہ کہہ لیا کرے کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اسے اولاد اسمٰعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے ۲؎ اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ معاف ہوں گے اور اس کے دس درجے بلند ہوں گے ۳؎ اور اس کے لئے شام تک شیطان سے حفاظت ہوگی ۴؎ اور اگر یہ کلمات شام کے وقت کہہ لے تو صبح تک اسے یہ ہی ملے گا ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ۵؎ عرض کیا یا رسول اللہ ابو عیاش آپ سے ایسی ایسی حدیث روایت کرتے ہیں، فرمایا ابو عیاش سچے ہیں ۶؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) ۷؎

(۲۲۸۲) ۱؎ ابو عیاش دو ہیں ایک کا نام تو زید ابن صامت ہے کنیت ابو عیاش، یہ انصاری ہیں، دوسرے زید ابن عیاش مخزومی ہیں، یہ تابعی ہیں یہاں پہلے ابو عیاش مراد ہیں جو صحابی ہیں (لمعات، اشعہ) مصابیح کے بعض نسخوں میں یہاں ابن عباس ہے وہ غلط ہے صحیح ابو عیاش ہی ہے (مرقات) ۲؎ اسلام میں یوں تو غلام آزاد کرنا بڑا ثواب ہے خصوصاً جبکہ غلام اولاد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہو اس کا آزاد کرنا تو بہت ہی ثواب ہے کہ اس میں ایک نبی کی اولاد پر احسان بھی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد پر مہربانی کرنے میں زیادہ ثواب ہے، بعض حضرات گیارھویں شریف کا تبرک حضرات سادات کرام کو دیتے ہیں ان کی اصل یہ ہی حدیث ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد ہونا اللہ کی نعمت ہے، شرافت خاندان سے بھی ملتی ہے اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب الکلام المقبول فی شرافۃ نسب الرسول میں ملاحظہ فرمایئے، اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اہل عرب کو غلام بنایا جاسکتا ہے، یہاں تو ان عرب غلاموں کی آزادی کا ذکر ہے جو پہلے سے غلام بنائے جاچکے تھے ۳؎ درجوں سے مراد یا تو دنیا میں ایمانی درجے یا آخرت کے جناتی درجے یعنی یہ کلمات پڑھ لینے والے کے ایمان دس درجہ بڑھیں گے یا قیامت میں اس کے دس درجے جنت میں اونچے ہوں گے ان درجوں کی بلندی رب تعالٰی ہی جانتا ہے ۴؎ اس طرح کہ انشاء اللہ شام تک شیطان اسے نہ گمراہ کر سکے گا نہ اس سے گناہ کبیرہ کرا سکے، ہاں نفس کی شرارت سے گناہ ہو جائیں تو ہو جائیں یا شیطان اسے دیوانہ و بیمار نہ کرسکے گا، بعض بیماریاں و جنون شیطانی اثر سے ہوتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے الذی یتخبطہ الشیطن من المس غرضیکہ یہ دعا ایک مضبوط قلعہ ہے ۵؎ یہ خواب یہاں اس لئے نقل فرمایا کہ اس سے حدیث کی صحت معلوم ہوتی ہے، پتہ لگا کہ کبھی سچے خواب سے حدیث کو قوت پہنچ جاتی ہے بشرطیکہ خواب مخالف قانون شرعی نہ ہو، کیوں نہ ہو کہ خواب نبوت کے فیضان کا چھیالیسواں حصہ ہے، جب سچے

marfat.com

خواب سے حدیث کو تقویت پہنچ سکتی ہے تو ولی کے صحیح کشف سے بھی قوت پہنچ سکتی ہے' مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے حضرت جنید کا واقعہ اپنی کتاب تحذیر الناس میں نقل فرمایا کہ بارہ ہزار کلمہ شریف سے عذاب سے نجات ہونے کی حدیث کو ایک جوان صالح کے کشف سے قوت ہوئی' مگر جو خواب یا الہام خلاف شرع ہو وہ الہام نہیں بلکہ وسوسہ شیطان ہے۔ ۷۔ اسے نسائی' ابن ابی شیبہ اور سنی نے بھی روایت کیا' ان کی روایات کے آخر میں کچھ کلمات زیادہ ہیں۔

وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَسَرَّ إِلَيْهِ فَقَالَ إِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْ قَبْلَ أَنْ تُكَلِّمَ أَحَدًا اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ ثُمَّ مُتَّ فِي لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جَوَازٌ مِنْهَا وَإِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذٰلِكَ فَإِنَّكَ إِذَا مُتَّ فِي يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جَوَازٌ مِنْهَا۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ)

(۲۲۸۳) روایت ہے حضرت حارث بن مسلم تمیمی سے وہ اپنے والد سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی کہ حضور انور نے انہیں خفیۃً ۱۔ فرمایا کہ جب تم نماز مغرب سے فارغ ہو تو کسی سے کلام کرنے سے پہلے سات بار یہ پڑھ لو الٰہی مجھے آگ سے بچالے ۲۔ جب تم یہ کہہ لو گے پھر اگر تم اس رات مرجاؤ گے تو تمہیں آگ سے گزر لکھی جائے گی اور جب تم فجر پڑھو تو یہ ہی کہہ لو پھر اگر تم اس دن فوت ہو جاؤ تو تمہارے لئے آگ سے گزر جانا لکھا جائے گا ۳۔ (ابوداؤد)

(۲۲۸۳) ۱۔ اسر اسرا سے بنا جس کے معنی خفیہ بھی ہیں یعنی سر، بھید کی بات بتانا' اور اعلان بھی' اس طرح کہ اسراء کی ہمزہ سلب کے لئے ہو' یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خفیتہ یہ عمل بتایا تاکہ در مکنون کی طرح اس کی قدر کریں اور اس کو سنبھالیں یا علانیہ ارشاد فرمایا تاکہ دوسرے سامعین کو بھی اس کا فائدہ ہو (مرقات) مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں جیساکہ اشعہ اور لمعات وغیرہ میں ہے' ۲۔ یعنی نماز مغرب پڑھ کر بغیر کسی سے دنیاوی کلام کئے ہوئے سات بار یہ دعا پڑھو' دنیاوی کلام کرلینے سے نماز کا دلی خشوع و خضوع کم ہو جاتا ہے اور زبان پر نماز کی تاثیر کم ہو جاتی ہے' اس لئے بعض دعاؤں میں دنیاوی کلام نہ کرنے کی قید ہوتی ہے حتی کہ تلاوت قرآن و دعاؤں کے دوران بھی اور وضو میں بھی دنیاوی کلام نہ کرنا چاہیے' سات بار کی قید اس لئے ہے کہ دوزخ کے دروازے سات ہیں اس عدد کی برکت سے اللہ تعالٰی اس پر وہ ساتوں دروازے بند کردے گا' ہر عدد ایک قفل کا کام دے گا انشاء اللہ' ۳۔ جواز کا ترجمہ آج کل اصطلاح میں پاپاسپورٹ (PASPORT) ہے یعنی نکل جانے کا اجازت نامہ' جیسے ویزا (VEZA) داخلہ کا اجازت نامہ ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کی برکت سے آج تمہیں نیک اعمال کرنے اور برے اعمال سے بچنے کی توفیق ملے اور اگر آج موت آئی تو ایمان پر خاتمہ میسر ہو گا' یہ مطلب نہیں کہ یہ دعا پڑھ لو اور خواہ کتنی ہی بدکاریاں کرو' شرک کرو' جنتی ہو گئے' لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ حِيْنَ يُمْسِي وَحِيْنَ يُصْبِحُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ

(۲۲۸۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام کے وقت یہ کلمات پڑھنا' کبھی نہ چھوڑتے تھے ۱۔ الٰہی میں تجھ سے عافیت مانگتا ہوں دنیا و آخرت کی ۲۔ الٰہی میں تجھ سے اپنے دین و دنیا اور گھربار و مال میں معافی اور

الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَایَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ يَعْنِي الْخَسْفَ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ

عافیت مانگتا ہوں ۳۔ الٰہی میرے عیبوں کو چھپالے اور مجھے خوفوں سے امن دے ۴۔ الٰہی مجھے آگے پیچھے اور دائیں بائیں اور اوپر سے محفوظ رکھ ۵۔ میں تیری عظمت کی پناہ مانگتا ہوں اس لئے کہ نیچے سے ہلاک کیا جاؤں یعنی زمین میں دھنسا کر ۶۔ (ابوداؤد)

(۲۳۸۴) ا۔ اس طرح فرمانا کہ لم یکن یدع مبالغہ کے لئے ہے یعنی میں سفر و حضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا میں نے تو یہ دیکھا کہ حضور یہ پڑھنا کسی حالت میں نہ چھوڑتے تھے' یہ مطلب نہیں کہ آپ پر یہ دعا پڑھنی فرض تھی' معلوم ہوا کہ مستحب کام ہمیشہ کرنا حرام نہیں' لہذا بزرگوں کے بتائے وظیفے اور عملیات' عرس بزرگاں' گیارھویں و میلاد شریف کی مجلسیں ہمیشہ کرنا بہتر ہے حرام نہیں' حضور فرماتے ہیں کہ اچھا عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ ۲۔ عافیت کے معنی ہیں آفات سے سلامتی و حفاظت' آفات میں دنیاوی آفتیں بھی داخل ہیں جیسے ناگہانی مصیبتیں بری بیماریاں وغیرہ اخروی آفتیں بھی شامل جیسے گناہ میں مشغولیت نیکیوں سے دوری بے صبری' ناشکری وغیرہ اسی لئے آگے دین و دنیا کا ذکر ہے' بعض نے فرمایا کہ دنیا کی عافیت گناہوں سے حفاظت ہے اور آخرت کی عافیت عذاب سے بچالینا ہے' بہرحال یہ دعا بہت جامع ہے' ۳۔ سبحان اللہ کیسی پیاری دعا ہے' انسان پر تین قسم کی ہی مصیبتیں آتی ہیں' جانی' مالی اور عیالی پھر یہ تینوں مصیبتیں دو طرح کی ہوتی ہیں دنیاوی اور دینی گویا کل چھ قسم کی آفتیں ہوئیں' ان چھ قسم کی مصیبتوں سے ایک چھوٹے سے جملے میں امن مانگ لی' خیال رہے کہ گناہ سے بچالینا عافیت اور گناہ سرزد ہوچکنے کے بعد معاف کردینا عفو' اس پیارے محبوب نے ہم کو سب کچھ سکھادیا اللہ تعالٰی ہمیں سیکھنے کی توفیق دے ۴۔ چونکہ ہمارے عیوب بیشمار ہیں اور خطرناک چیزیں بے حد اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورات اور روعات جمع فرمائے' روع معنی گھبراہٹ یہاں گھبراہٹ میں ڈالنے والی چیزیں مراد ہیں عوراتی' روعاتی میں نہایت نفیس مقابلہ ہے' خیال رہے کہ یہ دعا ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ شان ہے کہ جس پر ان کی نظر کریمانہ ہو جائے وہ عیبوں سے پاک ہو جائے۔ شعر:

☆ جس طرف بھی اٹھ گئیں عالم منور ہو گئے ☆ میں تری آنکھوں کے صدقے ان میں کتنا نور ہے ☆

۵۔ اس مبارک جملہ میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے لا تینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم' مقصد یہ ہے کہ شیطان کے آنے کے چار راستے ہیں میرے مولٰی مجھے ان چاروں راستوں سے محفوظ فرمادے کہ کسی طرف سے شیطان مجھ تک نہ پہنچ سکے یا مقصد یہ ہے کہ آفات و بلائیں ان طرفوں سے آسکتی ہیں مولٰی ان اطراف کو محفوظ فرما دے' ۶۔ اغتال غیل سے بنا معنی دھوکہ یا اغتیال کے معنی' میں اچانک قتل یا اچانک ہلاکت چونکہ دھنسا کر ہلاک کردینا تمام آفتوں سے سخت تر آفت ہے' اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر چہار طرف سے آفت کا انسان کچھ تدارک' ان سے بچنے کی تدبیر کرسکتا ہے مگر زمین میں دھنسنا وہ آفت ہے جس کی کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی' اس لئے اسے علیحدہ بیان کیا' مگر پہلی بات قوی ہے کیونکہ دوسری آفتوں کا مقابلہ کبھی انسان سے ناممکن ہوجاتا ہے' بارش اوپر سے اور دریاؤں کا سیلاب ہر چہار طرف سے آتا ہے اور انسان کو بے بس کردیتا ہے' انسان تو مکھی مچھر کا مقابلہ نہیں کرسکتا' بس اللہ تعالٰی اپنی امان میں رکھے۔

marfat.com

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ اَللّٰھُمَّ اَصْبَحْنَا نُشْھِدُكَ وَنُشْھِدُ حَمَلَۃَ عَرْشِكَ وَمَلٰٓئِکَتَكَ وَجَمِیْعَ خَلْقِكَ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا اَصَابَہٗ فِیْ یَوْمِہٖ ذٰلِكَ مِنْ ذَنْبٍ وَّاِنْ قَالَھَا حِیْنَ یُمْسِیْ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا اَصَابَہٗ فِیْ تِلْكَ اللَّیْلَۃِ مِنْ ذَنْبٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

(۲۲۸۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صبح کے وقت یہ کہہ لے الٰہی ہم نے سویرا پالیا ا۔ ہم تجھے اور تیرا عرش اٹھانے والوں اور دیگر فرشتوں اور تیری ساری مخلوق کو گواہ بناتے ہیں ۲۔ کہ تو اللہ ہے تجھ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں تیرا کوئی ساجھی نہیں اور یہ کہ محمد تیرے بندہ اور تیرے رسول ہیں۔ مگر اللہ اس کے اس دن کے سارے گناہ معاف کردے گا۔ اور اگر یہ کلمات شام کے وقت کہہ لے گا تو اللہ اس رات کے اس کے سارے گناہ معاف کردے گا ۳۔ (ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۲۸۵) ا۔ یہ عرض معروض شکر کے لئے ہے نہ کہ رب تعالٰی کو خبر دینے کے لئے یعنی تیرا شکر ہے کہ ہم نے بخیریت سویرا پالیا رات میں ہلاک نہ ہو گئے، مر کر دوبارہ زندگی پالی۔ ۲۔ یعنی اللہ تو بھی گواہ رہ، اور تیری مخلوق میں سے اعلیٰ ادنیٰ ہر چیز گواہ رہے کہ نہ ہم کسی وقت تجھ سے غافل ہیں نہ تیری نعمتوں کے منکر اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ تجدید ایمان کرتے رہنا بہت ہی اعلیٰ چیز ہے، دوسرے یہ کہ اپنے ایمان پر خالق و مخلوق کو گواہ بنالینا بہت بہتر ہے یہ گواہیاں قیامت میں بڑے کام آئیں گی، بعض روایات میں ہے کہ ہر جنگل و دریا میں بلند آواز سے کلمہ طیب پڑھا کرو کہ ذرے و قطرے تمہارے ایمان کے گواہ بن جائیں، موذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک کی ہر چیز اس کے ایمان کی گواہ ہے، بعض زائرین مدینہ منورہ میں روضہ اطہر پر حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ایمان کا گواہ بناتے ہیں عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ میں گواہ ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں حضور بھی گواہ رہیں کہ میں آپ کا گنہگار امتی ہوں پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کی اصل یہ ہی حدیث ہے اور اس کے بڑے بڑے فائدے ہیں ۳۔ یا اس طرح کہ اسے دن بھر کے گناہوں سے بچنے کی توفیق دے گا یہ بھی معافی کی ایک صورت ہے، یا اس طرح کہ جو گناہ اس سے آج سرزد ہوں گے انہیں معاف فرمادے گا، سبحان اللہ ساری مخلوق کو اپنے ایمان کا گواہ بنالینا اتنا مفید ہے تو جن لوگوں نے جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا گواہ بنالیا، ان کی قسمت کا کیا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب شہدائے احد کو دفن فرما رہے تھے تو فرماتے تھے کہ میں ان لوگوں کے ایمان کا گواہ ہوں، درہ والے قسمت والے شہید و جو حضور کے ہاتھوں دفن ہو گئے تمہاری تو مٹی ٹھکانے لگ گئی، محنت وصول ہو گئی۔

☆ میں سمجھوں گا مٹی ٹھکانے لگی ☆ مدینہ میں برباد گر ہو گئی ☆

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسٰی وَاِذَا اَصْبَحَ ثَلٰثًا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّرْضِیَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(۲۲۸۶) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی بندہ مسلمان نہیں جو شام اور صبح تین بار یہ کہہ لیا کرے میں اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰی کے نبی ہونے سے راضی ہوا ا۔ مگر اللہ کے ذمہ کرم

marfat.com

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ ہو گا کہ قیامت میں اسے راضی فرمالے ۲۔ (احمد، ترمذی)

(۲۲۸۶) ۱۔ اللہ سے راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی قضاء سے راضی رہے، رضاء بالقضاء خاص بندوں ہی کو نصیب ہوتی ہے، اور اسلام سے راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کے تمام احکام پر خوش ہو سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور کو اپنے جان مال اولاد کا صحیح معنی میں مالک جانے، اور حضور کو تمام چیزوں سے پیارا جانے، اللہ تعالٰی اس قال کو حال کر دے اور حقیقت یہ ہے کہ جب حضور پیارے تو حضور کی ہر چیز پیاری، حضور کا قرآن، حضور کا اسلام، بلکہ حضور کا رب بھی پیارا، عشق مصطفوی تمام محبتوں کا ذریعہ ہے۔ شعر:

☆ محمد از توے خواہم خدا را ☆ خدا یا از تو عشق مصطفےٰ را ☆

اکثر دعائیں تین بار پڑھی جاتی ہیں تاکہ جماعت ہو جائے، اور جماعت پر اللہ کی رحمت ہے، اسی لئے یہ کلمات بھی تین تین بار کہے۔ ۲۔ یعنی قیامت میں رب اسے اتنا دے گا کہ بندہ خوش ہو جائے گا، خیال رہے کہ یہ صفت کہ رب بندے کو راضی کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے رب تعالٰی نے فرمایا ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ پھر حضور کے صدقہ سے حضرت صدیق اکبر کو یہ وصف ملا کہ رب تعالٰی نے ان کے متعلق فرمایا ولسوف یرضیٰ پھر ان سرکار کے صدقہ سے یہ کلمات پڑھنے والے کو بھی عطا ہوا، حضرت صدیق اکبر عملی طور پر اللہ، اسلام اور حضور سے راضی تھے انہوں نے یہ کر کے دکھا دیا رضی اللہ عنہ۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ وَضَعَ يَدَهٗ تَحْتَ رَاْسِهٖ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ اَوْتَبْعَثُ عِبَادَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنِ الْبَرَاءِ۔

(۲۲۸۷) روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونا چاہتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے ۱۔ پھر فرماتے الٰہی مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے یا اپنے بندوں کو اٹھائے ۲۔ (ترمذی) اور احمد نے حضرت براء سے روایت کی۔

(۲۲۸۷) ۱۔ اس طرح کہ ہاتھ شریف کا بعض حصہ سر مبارک کے نیچے رہتا اور بعض حصہ رخسار مبارک کے نیچے یا کبھی سر کے نیچے ہاتھ رکھتے کبھی رخسار کے نیچے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں رخسار کے نیچے ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے ۲۔ یہ کلمات تین بار فرماتے تھے (مرقات) یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لئے ہے ورنہ ہم گنہگاروں کو حضور عذاب الٰہی سے بچائیں گے شفاعت فرمائیں گے۔

وَعَنْ حَفْصَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

(۲۲۸۸) روایت ہے حضرت حفصہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے رخسارہ کے نیچے رکھتے ۱۔ پھر تین بار عرض کرتے خدایا مجھے اپنے عذاب سے بچا۔ جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۲۸۸) ۱۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دن میں سوتے یا رات میں سوتے یا بحالت سفر جنگل میں، ہمیشہ قبر کے رخ پر لیٹتے تھے داہنی کروٹ پر قبلہ رو ہو کر اور داہنا ہاتھ داہنے رخسارے کے نیچے رکھتے، اس طرح کہ ہاتھ کا کچھ حصہ سر کے نیچے بھی ہوتا تھا، اس

marfat.com

طرح سونا سنت ہے' اور یوں ہی دفن بھی کیا جائے تو بہتر ۲۔ یعنی قیامت کے عذاب سے بچا کہ اصل عذاب تو وہی ہے قبر کا عذاب یا نزع کے وقت کا عذاب تو اس عذاب کا پیش خیمہ ہے جو قیامت کے عذاب سے محفوظ ہو گا تو امید ہے کہ ان عذابوں سے بھی بچا رہے گا۔ خیال رہے کہ مومن کو نزع کی شدت یا قبر کی وحشت عذاب نہیں گنہگار کے لئے عتاب ہے اور نیک کار کے لئے رحمت جیسا کہ باب عذاب قبر میں عرض کیا گیا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ مَضْجَعِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَاْثَمَ اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۲۲۸۹) روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیٹتے وقت کہتے تھے الٰہی میں تیری ذات کریم کی اور تیرے کامل کلمات کی پناہ لیتا ہوں ا۔ اس کے شرارت سے تو جس کی پیشانی پکڑے ہے ۲۔ الٰہی تو ہی قرض اور گناہ کو دور کرتا ہے ۳۔ الٰہی تیرا لشکر کبھی شکست نہیں پاتا تیرا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا ۴۔ اور تیرے مقابل بختاور کو بخت نفع نہیں دیتا ۵۔ تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے (ابوداؤد)

(۲۲۸۹) ا۔ وجہ سے مراد ذات باری تعالٰی ہے کل شئی ھالک الا وجهه اور کلمات الٰہیہ سے مراد اسکے اسماء و صفات ہیں یا آیات قرآنیہ' میں یا کن فرمانا یعنی تیری ذات و صفات آیات کی پناہ لیتا ہوں' چونکہ یہ تمام چیزیں کامل ہیں نقصانات سے پاک' اس لئے انہیں تامات فرمایا گیا معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں خصوصاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لینا بھی جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کلمات اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اللہ ہیں جیسا کہ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی کی تفسیر صوفیانہ میں ہے' ۲۔ یعنی ساری موذی چیزیں تیرے قبضہ میں ہیں جسے تو بچانا چاہے اسے یہ موذی تکلیف نہیں دے سکتیں' پیشانی پکڑنے سے مراد قبضہ میں ہونا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے۔ ما من دابة الا هو اخذ بناصیتها ۳۔ ممکن ہے کہ قرض سے مراد اللہ تعالٰی کے فرض ہوں جیسے وہ فرض واجب عبادات جو ادا نہ کی گئیں' اور ماثم سے مراد وہ گناہ ہوں جو نہ کرنے تھے اور کر لئے گئے یا مغرم سے مراد وہ ناجائز قرض ہیں جن سے رب ناراض ہے جیسے حرام کام میں خرچ کرنے کے لئے قرض لینا لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے اتنی پناہ مانگی ہے تو آپ پر قرض کیوں ہوتا تھا حتی کہ وفات کے وقت بھی آپ کی زرہ قرض میں گروی تھی۔ بعض قرض ثواب ہیں اور بعض قرض گناہ' قرض گناہ سے پناہ مانگی (از مرقات مع زیادت) یا قرض سے وہ قرض مراد ہے جو ادا نہ ہو سکے' حضور کے تمام قرض ادا ہو گئے حتی کہ حضور کے بعد صدیق اکبر نے ادا کئے' ۴۔ اللہ کے لشکر سے مراد یا تو فرشتوں کا لشکر ہے یا جانوروں وغیرہ کا وہ لشکر جو عذاب دینے آئے' جیسے فیل والوں پر ابابیل یا احزاب کے کفار پر ہوا لشکر' یا طوفان نوحی میں پانی کا لشکر یا لشکر سے مراد مومن غازیوں کا لشکر ہے' جو محض رضائے الٰہی کے لئے جہاد کرے کہ انجام کار فتح اسی کی ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے والعاقبة للمتقین کبھی ان کی شکست ہوتی ہے تو عارضی وہ بھی اپنی کسی غلطی کی وجہ سے کربلا میں امام حسین کی فتح ہوئی کہ اسلام بچ گیا' حسینی لشکر اللہ کا لشکر تھا' نیز رب کے وعدہ میں خلاف ناممکن ہے اس کا وعدہ ہو چکا الا ان حزب الله هم المفلحون ۵۔ جد کے معنی مال بھی ہیں اور بخت و نصیب بھی'

marfat.com

دوسرے معنی یہاں زیادہ موزوں ہیں۔ نصیب میں مال، سلطنت، فوج، مکان و قلعہ وغیرہ سب ہی داخل ہیں یعنی جب تو کسی کو پکڑے تو اسے نہ سلطنت بچاسکتی ہے نہ فوج و خزانہ اور قلعہ۔ تیری پکڑ سے تیری رحمت ہی بچاسکتی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند لوگ حاضر تھے کوئی جدی الابل، کسی نے کہا جدی الزرع، کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ، تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سنا کر یہ دعا کی۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَاْوِىْ اِلٰى فِرَاشِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوْبَهٗ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ اَوْعَدَدَ رَمْلِ عَالِجٍ اَوْعَدَدَ وَرَقِ الشَّجَرِ اَوْعَدَدَ اَيَّامِ الدُّنْيَا رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۲۹۰) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بستر پر جاتے وقت یہ کہہ لے میں اس اللہ سے معافی مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ا۔ وہ زندہ اور قائم رکھنے والا ہے اور اس بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں ۲۔ (تین بار کہے) تو اللہ اسکے گناہ بخش دے گا اگرچہ سمندر کے جھاگ یا ریگ رواں یا درختوں کے پتوں یا دنیا کے دنوں کے برابر ہوں ۳۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۲۹۰) ا۔ سوتے وقت یہ دعائیں و استغفار اس لئے پڑھائے گئے کہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے، نہ معلوم اب جاگنا ہو یا نہ ہو لہٰذا توبہ کر کے سونا کہ اگر یہ آخری نیند ہو تو اللہ تعالیٰ کے نام پر ہو۔ شعر:

☆ سونے والے اللہ اللہ کر کے سو ☆ کیا خبر اب جاگنا ہو یا نہ ہو ☆

اس استغفار میں بندے کی اپنی بے بسی اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت و قوت کا اظہار ہے، ان دونوں باتوں کا اقرار ہی توبہ کی جان ہے۔ ۲۔ اس طرح کہ جو ہو گیا، ہو گیا، اب کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا، تو کریم و رحیم ہے، معافی دیدے، ۳۔ ظاہر یہ ہے کہ گناہوں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں ممکن ہے کہ گناہ کبیرہ بھی مراد ہوں، اس کی رحمت ہمارے گناہوں سے کہیں زیادہ ہے کہ ہمارے گناہ محدود ہیں رب تعالیٰ کی رحمت غیر محدود، ایام دنیا سے مراد اوقات دنیا ہیں یعنی گھنٹے، منٹ اور سیکنڈ، عالج علج سے بنا بمعنی دخول، اسی لئے خاص خادم کو عالج کہتے ہیں کہ ہمارے کاموں میں دخیل ہوتا ہے، دوا کرنے کو علاج کہتے ہیں کہ وہ دوا مرض میں یا بدن میں داخل ہو کر اثر کرتی ہے، بہت زیادہ ریتہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعض ریتہ بعض میں دھنسا جا رہا ہے اس لئے اسے عالج کہتے ہیں، یہ ریتہ دور سے دریا معلوم ہوتا ہے اسی لئے اس رمل عالج کا ترجمہ ریگ رواں کیا جاتا ہے (مرقات مع اضافہ)

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَاْخُذُ مَضْجَعَهٗ بِقِرَاءَةِ سُوْرَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكًا فَلَا يَقْرَبُهٗ شَىْءٌ يُؤْذِيْهِ حَتّٰى يَهُبَّ مَتٰى هَبَّ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ

(۲۲۹۱) روایت ہے حضرت شداد بن اوس ا۔ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جو بستر پر لیٹے قرآن شریف کی کوئی سورۃ پڑھ لے ۲۔ مگر اللہ تعالیٰ اس پر فرشتہ مقرر فرمادیتا ہے پھر کوئی ایذادہ چیز اس کے پاس نہیں پھٹکتی حتیٰ کہ بیدار ہو جب بھی ۳۔ (ترمذی)

(۲۲۹۱) ا۔ پہلے عرض کیا جاچکا کہ آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھائی ہیں، انصاری، بڑے عالم و عابد تھے ۲۔ اس طرح کہ

marfat.com

لیٹ کر سورت پڑھ کر لیٹے مگر یہ سورۃ کا پڑھنا لیٹنے کے ارادہ سے ہو' ظاہر یہ ہے کہ سورۃ سے مراد پوری سورۃ ہے نہ کہ کسی سورۃ کی کچھ آیات جیسے فلق وناس یا قل یایہا الکافرون وغیرہ بعض لوگ آیت الکرسی بھی پڑھ لیتے ہیں اور سورۃ کافرون بھی' یہ بہت ہی اچھا ہے۔ ۳۔ بزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے مرفوعاً" کہ لیٹتے وقت سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھ کر سوؤ' رات بھر امن میں رہو گے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ سورہ بقر کی آخری تین آیات پڑھ کر سویا کرو' محفوظ رہو گے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَّتَانِ لَا يُحْصِيْهِمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ اَلَا وَهُمَا يَسِيْرٌ وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيْلٌ يُسَبِّحُ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا وَيَحْمَدُهٗ عَشْرًا وَيُكَبِّرُهٗ عَشْرًا قَالَ فَاَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُهَا بِيَدِهٖ قَالَ فَتِلْكَ خَمْسُوْنَ وَمِائَةٌ فِي اللِّسَانِ وَاَلْفٌ وَّخَمْسُ مِائَةٍ فِي الْمِيْزَانِ وَاِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ يُسَبِّحُهٗ وَيُكَبِّرُهٗ وَيَحْمَدُهٗ مِائَةً فَتِلْكَ مِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَاَلْفٌ فِي الْمِيْزَانِ فَاَيُّكُمْ يَعْمَلُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ اَلْفَيْنِ وَخَمْسَ مِائَةِ سَيِّئَةٍ قَالُوْا وَكَيْفَ لَا نُحْصِيْهَا قَالَ يَاْتِيْ اَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ وَهُوَ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَيَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا حَتّٰى يَنْفَتِلَ فَلَعَلَّهٗ اَنْ لَّا يَفْعَلَ وَيَاْتِيْهِ فِيْ مَضْجَعِهٖ فَلَا يَزَالُ يُنَوِّمُهٗ حَتّٰى يَنَامَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ خَصْلَتَانِ اَوْ خَلَّتَانِ لَا يُحَافِظُ عَلَيْهِمَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَكَذَا فِيْ رِوَايَتِهٖ بَعْدَ قَوْلِهٖ وَاَلْفٌ وَّخَمْسُ مِائَةٍ فِي الْمِيْزَانِ قَالَ وَيُكَبِّرُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ وَيَحْمَدُ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَيُسَبِّحُ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَفِيْ اَكْثَرِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔

(۲۲۹۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصلتیں ایسی ہیں کہ کوئی مسلمان آدمی انہیں اختیار نہیں کرتا مگر جنت میں ضرور جائے گا۱۔ وہ ہیں تو آسان مگر ان پر عامل تھوڑے ہیں ۲۔ ہر نماز کے بعد دس بار اللہ کی تسبیح کہے۔ دس بار اس کی حمد کرے۔ دس بار تکبیر کہے ۳۔ راوی فرماتے ہیں پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے عقد انامل فرما کر فرمایا کہ یہ زبان میں تو ڈیڑھ سو ہیں ۴۔ مگر میزان یعنی ترازو میں ڈیڑھ ہزار ہوں گے ۵۔ اور جب اپنا بستر لے تو سو بار تسبیح تکبیر اور حمد کرے ۶۔ تو یہ زبان میں ایک سو ہیں اور میزان میں ایک ہزار ۷۔ بتاؤ تو تم میں سے کون ہے جو ایک دن و رات میں ڈھائی ہزار گناہ کرے ۸۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم ان کلمات کی کیوں نہ پابندی کریں گے ۹۔ فرمایا جب کوئی نماز میں ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس پہنچ کر کہتا ہے فلاں بات یاد کرو فلاں بات یاد کرو حتی کہ نمازی کو باز رکھ دیتا ہے تو شاید وہ یہ عمل نہ کر سکے ۱۰۔ اور شیطان اس کے خوابگاہ پر پہنچ کر اسے سلاتا رہتا ہے حتی کہ وہ سو جاتا ہے ۱۱۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی) ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا دو خصلتیں یا دو عادتیں ایسی ہیں جن کی کوئی بندہ مسلمان حفاظت نہیں کرتا ۱۲۔ الخ اسی طرح ابوداؤد کی روایت میں اس کلام کے بعد کہ میزان میں ڈیڑھ ہزار ہیں یہ ہے کہ فرمایا ۳۴ بار تکبیر کہے۔ جب اپنا بستر لے اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھے اور ۳۳ بار سبحان اللہ کہے ۱۳۔ اور مصابیح کے اکثر نسخوں میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔

marfat.com

(۲۲۹۳) ۱؎ ایسے مقامات میں رجل بمعنی آدمی ہوتا ہے نہ کہ بمعنی مرد لہٰذا یہ مطلب نہیں کہ مرد مسلمان تو یہ عمل کرے عورت مسلمہ نہ کرے بلکہ جو بھی کرے مرد یا عورت سب کو مفید ہے، مسلم کی قید اس لئے لگائی گئی کہ کافر کا کوئی عمل وظیفہ نہ قبول ہے نہ باعث ثواب' خیال رہے کہ بعض اعمال کی دنیاوی تاثیر کفار سے صادر ہو جاتی ہیں 'جیسے گالی کا برا اثر اور اچھے الفاظ کا دل پر اچھا اثر بہرحال ہوتا ہے' خواہ کافر کی طرف سے ہو یا مومن کی طرف سے وانها لکبیرة الا علی الخشعین یہ نماز خاشعین کے سواء دوسروں پر گراں ہے' اس کا ظہور آج بھی ہو رہا ہے کہ روزہ' حج جو مشکل چیزیں ہیں لوگ خوشی و شوق سے کرتے ہیں حتی کہ بچے روزے کے لئے ضد کرتے ہیں مگر نماز کا پابند کوئی کوئی ہے' اسی طرح اس عمل کے پڑھنے والے اب بھی بہت کم دیکھے جاتے ہیں' یہ ہے اس مخبر صادق کی بچی خبر صلی اللہ علیہ وسلم' ۲؎ اس طرح کہ پہلے دس بار سبحان اللہ کہے' پھر دس بار الحمد للہ' پھر دس بار اللہ اکبر' یہ نہ کرے کہ سبحان اللہ والحمد للہ اللہ اکبر ملا کر دس بار کہے کہ یہ مقصد حدیث کے خلاف ہے ۳؎ اس طرح کہ ہر نماز کے بعد تیس ہوئے' اور پانچ نمازیں ہیں تو تیس پنجے ڈیڑھ سو ہوئے' ۵؎ یعنی یہ کلمات روزانہ پڑھنے میں ڈیڑھ سو مگر ثواب میں ڈیڑھ ہزار' کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها' یہ تو ہے قانون' اور فضل رب کا کوئی حساب نہیں' ۶؎ یعنی سوتے وقت بستر پر لیٹنے سے پہلے سبحان اللہ ۳۳ بار' الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرے' واؤ ترتیب کے لئے نہیں لہٰذا اللہ اکبر الحمد للہ کے بعد پڑھے' اور اس کا ذکر حمد سے پہلے ہے یہ ہی بزرگوں کا عمل ہے اور دوسری احادیث بھی اس کی تائید فرماتی ہے۔ ۷؎ یہاں بھی وہ ہی حساب ہے کہ قانوناً" ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے' تو سو کلمات کا ثواب ہزار گنا ہوا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت میں وزن نیکی کے ثواب کا ہوگا نہ کہ محض الفاظ کا' اسی لئے کفار کی نیکیاں بالکل وزنی نہ ہوں گی' اور گناہ بہت بھاری' انشاء اللہ مومن کی نیکیاں بقدر اخلاص وزنی ہوں گی اور گناہ کا یا تو وزن ہوگا ہی نہیں اگر ہوگا تو بہت ہلکا' رب تعالٰی کفار کی نیکیوں کے متعلق فرماتا ہے فلا نقيم لهم يوم القيمة وزنا لہٰذا فی المیزان فرمانا بہت موزوں ہے' ۸؎ یعنی یہ کلمات سارے مل کر پڑھنے میں تو ہوئے ڈھائی سو' اور ثواب میں ہوئے ڈھائی ہزار' اور ہر ایک کلمہ ایک ایک گناہ مٹاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے ان الحسنٰت يذهبن السيئات چنانچہ ان کا مجموعہ ڈھائی ہزار گناہ مٹانے کے لئے کافی ہے' اور بمشکل ہی کوئی مسلمان ایسا ہو گا' جو ڈھائی ہزار گناہ روزانہ کرے۔ تو انشاء اللہ اب یہ کلمات خالص نفع ہی میں بچے' کچھ نے تو گناہ مٹائے' اور جو گناہوں سے بچے انہوں نے درجے بڑھائے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکیاں ثواب کا باعث بھی ہیں اور گناہوں کی معافی کا ذریعہ بھی' دانا کی دین کے بہانے ہیں' ۹؎ یہ سوال تعجب کے لئے ہے کہ یا حبیب اللہ اتنا آسان عمل اور اتنے فائدے والا عمل کون چھوڑے گا اور کیوں چھوڑے گا' کیسے چھوڑے گا ۱۰؎ سبحان اللہ کیسا پیارا جواب ہے' یعنی جب شیطان فرائض عبادات میں یوں خلل ڈال دیتا ہے' تو یہ عمل تو ایک نفلی کام ہے اس سے کیوں نہ روکے گا' نماز کے بعد تمہیں ایسے کام یاد دلائے گا کہ تم مسجد سے جلد جانے کی کوشش کرو گے' اور کہے گا کہ یہ عمل صرف نفلی ہی تو ہے اسے چھوڑ دو' فلاں کام چل کر کرو' ۱۱؎ یعنی نماز والے عمل سے تو اسی طرح روکے گا جو بیان ہوئی' اور سوتے وقت کے عمل سے یوں روکے گا کہ اسے بستر پر پہنچتے ہی سلا دے گا کہے گا کہ یہ عمل صرف نفلی ہے اسے چھوڑ دے اور جلد سو جاؤ تاکہ فجر کے لئے وقت پر آنکھ کھلے' خیال رہے کہ شیطان دینداروں کے پاس پہنچ کر دین دکھا کر بہکاتا ہے۔ ۱۲؎ یعنی ابو داؤد کی روایت میں شک سے ہے کہ خلتان فرمایا یا خصلتان اگرچہ ان دونوں لفظوں کے معنے ایک ہی ہیں مگر محتاط راوی الفاظ رسول اللہ کی پابندی کرتے تھے اور حدیث کو قرآن شریف کی طرح یاد کرتے تھے اگر کہیں ذرا

marfat.com

ساتردد ہو جاتا تو بیان کر دیتے تھے۔ ۱۳؎ یہاں بھی وہ بات یاد رہے جو ابھی پہلے عرض کی گئی کہ واؤ ترتیب نہیں چاہتا لہذا یہاں میں تکبیر پہلے ہے اور تسبیح بعد میں' مگر پڑھنے میں سبحان اللہ پہلے ہوگی اور اللہ اکبر بعد میں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ غَنَّامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ فَقَدْ اَدّٰى شُكْرَ يَوْمِهٖ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حِيْنَ يُمْسِيْ فَقَدْ اَدّٰى شُكْرَ لَيْلَتِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۲۲۹۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن غنام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صبح کے وقت یہ پڑھے الٰہی تیری جو نعمت مجھے یا تیری کسی مخلوق کو ملی وہ صرف تیرے اکیلے کی طرف سے ہے ۱؎ تیرا کوئی شریک نہیں' لہذا تیری ہی حمد ہے اور تیرا ہی شکر ۲؎ تو اس نے آج کے دن کا شکریہ ادا کر دیا ۳؎ اور جو اسی طرح شام کے وقت کہہ لے تو اس نے اس رات کا شکریہ ادا کر دیا ۴؎ (ابوداؤد)

(۲۲۹۳) ۱؎ یعنی جسے جو دینی یا دنیاوی نعمت ملی بلاواسطہ یا بالواسطہ وہ تیری ہی طرف سے ہے' اس دعا میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے فما بکم من نعمة فمن الله خیال رہے کہ نعمت و مصیبت سب اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے' مگر ادب یہ ہے کہ نعمتوں کو رب کی طرف نسبت دو' اور مصیبت کو اپنی طرف' رب تعالٰی فرماتا ہے وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم۔ ۲؎ یعنی حقیقی حمد اور حقیقی شکر تیرے ہی ہیں کہ حقیقی منعم تو ہی ہے' تیرے سواء جس کا بھی شکر و حمد ہوں گے وہ مجازی ہوں گے' لہذا یہ دعا قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں ان اشکرلی ولوالدیک یعنی میرا اور اپنے ماں باپ کا شکریہ ادا کرو' کہ وہاں ماں باپ کا شکریہ مجازی مراد ہے۔ ۳؎ یعنی صبح شام اس دعا کے پڑھنے والوں کو توفیق ملے گی کہ رب تعالٰی کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں اور اگر شکریہ میں کچھ کوتاہی ہو گئی' تو رب تعالٰی اس کی برکت سے وہ کمی پوری فرمادے گا' یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز' زکوٰۃ' روزہ کچھ نہ کرو صرف یہ دعا پڑھ لیا کرو کیونکہ ساری عبادتیں رب کا شکریہ ہیں اور شکریہ تو اس دعا سے پورا ہو گیا اب اور شکر کی کیا ضرورت ہے' غرضیکہ حدیث صاف ہے' بعض علماء فرماتے ہیں کہ شکریہ دلی بھی ہوتا ہے' زبانی بھی' یہاں شکر سے مراد قولی شکر ہے یعنی ان کلمات میں ایسا ثواب ملے گا جیسے کوئی دن بھر زبانی شکریہ ادا کرتا رہے' رہا عملی شکریہ وہ اس کے علاوہ ہے۔ ۴؎ اسے نسائی نے انہی عبداللہ ابن غنام سے روایت کیا' اور ابن حبان و ابن سنی نے حضرت ابن عباس سے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى مُنْزِلَ التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ

(۲۲۹۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ حضور جب اپنے بستر پر جاتے تو عرض کرتے ۱؎ اے اللہ اے آسمانوں کے رب اے زمین کے رب اے ہر چیز کے رب ۲؎ اے دانہ اور گٹھلی کو پھاڑ کر نکالنے والے ۳؎ اے توریت انجیل اور قرآن کو اتارنے والے ۴؎ میں ہر اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی تیری گرفت میں ہے ۵؎ تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہیں اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے پیچھے کچھ

marfat.com

شَیْءٌ اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ مَعَ اخْتِلَافٍ یَسِیْرٍ۔

نہیں ۶۔ تو ہی ظاہر ہے کہ تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی چھپا ہے کہ تیرے پیچھے کچھ نہیں ۷۔ میرا قرض ادا کر دے اور مجھے فقیری سے غنا بخش ۸۔ ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' اسے مسلم نے کچھ تھوڑے فرق کے ساتھ روایت کیا۔

(۲۲۹۴) ا۔ یعنی بستر پر جاتے وقت لیٹنے سے پہلے' اور حصن حصین میں ہے کہ سرکار بستر پر لیٹ کر یہ پڑھتے تھے' ہو سکتا ہے کہ کبھی یہ ہو کبھی وہ' لہذا دونوں روایتوں میں تعارض نہیں' ۲۔ آسمانی و زمینی اصولی نعمتیں ہیں درمیان کی چیزیں فروعی نعمتیں یعنی تمام اصولی و فروعی نعمتوں کے رب مسلم کی روایت میں سلوات کے ساتھ سبع بھی ہے اور حصن حصین میں ورب العرش العظیم بھی ہے' ۳۔ نویٰ کھجور کی گٹھلی کو کہتے ہیں' چونکہ عرب میں کھجور زیادہ ہوتی ہے' نیز تمام درختوں سے کھجور افضل بھی اور زیادہ نافع بھی ہے' اس لئے دانوں کے بعد اس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا یعنی اے تخم اور گٹھلی کو چیر کر اس میں سے درخت نکالنے والے مولیٰ چونکہ دانوں سے غذا اور گٹھلی سے پھل پیدا ہوتے ہیں غذا اور میووں سے جسمانی رزق ہے' اس لئے دونوں کا ذکر فرمایا' ۴۔ یعنی جسمانی روزیوں کے ساتھ ہم کو روحانی روزی دینے والے' کیونکہ آسمانی کتابیں روحانی روزی کا ذریعہ ہیں' چونکہ زبور شریف میں صرف دعائیں تھیں' احکام توریت ہی میں تھے نیز توریت شریف زبور پر حاوی تھی' اس لئے زبور کا ذکر نہ فرمایا' حصن حصین میں بجائے قرآن کے فرقان ہے' ۵۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شر والی چیز تیرے قبضہ میں ہے کہ اس کا خالق و مالک ہے مولیٰ میں اس کی شر سے تیری پناہ لیتا ہوں' ضعیف ہوں تو قوی' اے قوی مجھ ضعیف کو اپنی پناہ میں لے لے' ۶۔ یعنی تو ہی ازلی ہے کہ عدم سابق سے پاک ہے اور تو ہی ابدی ہے کہ عدم لاحق سے پاک' خیال رہے کہ رب کے سوا کوئی چیز ازلی و قدیم نہیں' ہر چیز حادث و نوپید ہے مگر رب کے ارادے سے بعض چیزیں ابدی ہیں جیسے دوزخ اور وہاں کے عذاب اسی طرح جنت اور وہاں کے ثواب ارواح اور جنتی و جہنمی لوگ وہاں پہنچ کر کہ یہ سب کچھ ابدی ہیں جنہیں فنا نہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے۔ اکلھا دائم اور فرماتا ہے خلدین فیھا ابدا اگر ان میں سے کسی چیز کو فنا ہوتی تو خلدین کیسے' خلاصہ یہ ہے کہ قدیم و ازلی رب تعالٰی کے سواء کوئی نہیں' مگر ابدی بہت چیزیں ہیں۔ لیکن رب تعالٰی ذاتی حقیقی ابدی' اور وہ چیزیں مجازی و عرضی ابدی' اور ہو سکتا ہے بعدک معنی غیرک ہو' اور مطلب یہ ہو کہ تیرے سواء کسی کو ذاتی طور پر بقا نہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے کل شئی ھالک الا وجھہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الا کل شئی ما خلا اللہ باطل بے دینوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی کہ جنت و دوزخ کو فنا ہے' مگر یہ بات باطل ہے' اور مطلب حدیث کا وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔ ۷۔ یعنی اے میرے مولیٰ تو صفات و افعال کے لحاظ سے ایسا ظاہر ہے کہ اس کے ظہور پر کسی کا ظہور نہیں اور ذات کے لحاظ سے ایسا چھپا ہوا ہے کہ تجھ سے زیادہ کوئی چھپی چیز نہیں۔ شعر:۔

☆ بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار ☆ اس پہ یہ پردہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے ☆
☆ یار تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے ☆ ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا نادیدہ ہے ☆

یہاں مرقات نے فرمایا کہ دون معنی غیر بھی آتا ہے اور معنی قریب بھی' یہاں دونوں معنے بن سکتے ہیں یعنی تیرے سوا کوئی حقیقی چھپا ہوا نہیں یا کوئی چیز چھپنے میں تجھ سے قریب بھی نہیں' صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالٰی بصارت سے چھپا ہے اور بصیرت سے ظاہر یعنی نظر سے چھپا فکر میں ظاہر۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِی الْاَزْهَرِ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِیْ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاخْسَاْ شَيْطَانِیْ وَفُكَّ رِهَانِیْ وَاجْعَلْنِیْ فِی النَّدِیِّ الْاَعْلٰى۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۲۲۹۵) روایت ہے حضرت ابو ازہر انماری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اپنی خواب گاہ قبول فرماتے ۱؎ تو کہتے اللہ کے نام پر اللہ کے لئے میں نے اپنی کروٹ رکھ دی ۲؎ الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے شیطان کو دور فرمادے میرا رہن چھوڑا دے ۳؎ اور مجھے اعلیٰ مجلس میں داخل فرما ۵؎ (ابوداؤد)

(۲۲۹۵) ۱؎ قرض سے مراد مخلوق کا قرض ہے کیونکہ اس قرض سے بہت گناہ پیدا ہوتے ہیں' حدیث شریف میں ہے کہ قرض رات کا غم اور دن کی ذلت ہے' فقیری سے مراد مخلوق کی محتاجی ہے یا اس سے دلی فقر مراد ہے جس کے متعلق فرمایا گیا کہ فقر کفر تک پہنچادیتا ہے' لہٰذا یہ حدیث نہ اس آیت کے خلاف ہے واللہ الغنی وانتم الفقراء اور نہ اس حدیث کے مخالف الفقر فخری ۲؎ یعنی یہ دعا رات کے آرام کی ہے نہ کہ محض آرام کے لئے' مومن کا جاگنا' سونا' جینا مرنا اللہ کے لئے چاہیے ومحیای و مماتی للہ رب العلمین بعض نسخوں میں للہ نہیں ہے ۳؎ میرے گناہ سے مراد یا تو میری امت کے گناہ ہیں یا خطائیں مراد ہیں یا یہ لفظ ہماری تعلیم کے لئے ورنہ حضور گناہوں سے معصوم ہیں شیطان سے مراد انسانی شیطان ہیں یا قرین شیطان ہے' رب تعالٰی نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی کہ آپ کا قرین شیطان مومن ہوگیا' اخسا خساء سے بنا بمعنی کتے کو دور کارنا' رھان گروی چیز کو کہتے ہیں' یہاں مراد اپنی ذات ہے کیونکہ انسان کی ذات اپنے اعمال میں گروی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے کل امری بما کسبت رھین یعنی مجھے نیک اعمال کی توفیق دے کر میرے نفس کو گروی ہونے سے چھوڑا دے' ۵؎ ندی مجلس کو کہتے ہیں اور مجلس والوں کو بھی یہاں مجلس مراد ہے' اور اعلیٰ مجلس سے مراد قرب الٰہی غیر شناختی ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق سے اعلیٰ ہیں ان سے اعلیٰ مجلس والا کون ہوگا اور حضور کی مجلس والے صحابہ تمام مجلس والوں سے افضل ہیں اس جملہ کے اور بھی معنے کئے گئے ہیں' مگر یہ معنے زیادہ مناسب ہیں' یا یہ دعا ہماری تعلیم کے لئے ہے' تو ندی سے مراد مجلس والے ہیں۔ یعنی خدا وندا مجھے ملائکہ' انبیاء' اولیاء' کا مجلس والا بنا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَانِیْ وَاٰوَانِیْ وَاَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَالَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفْضَلَ وَالَّذِیْ اَعْطَانِیْ فَاَجْزَلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَمَلِيْكَهٗ وَاِلٰهَ كُلِّ شَیْءٍ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۲۲۹۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر اختیار فرماتے تو فرماتے شکر ہے اس اللہ کا جو میرے لئے کافی ہوا جس نے مجھے کھلایا اور پلایا اور جس نے مجھ پر احسان پھر فضل کیا ۱؎ اور جس نے مجھے دیا تو بہت زیادہ دیا ۲؎ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے ۳؎ اے اللہ ہر چیز کے رب اور بادشاہ اے ہر چیز کے معبود میں آگ سے تیری پناہ لیتا ہوں ۴؎ (ابوداؤد)

(۲۲۹۶) ۱؎ اس دعا میں رب تعالٰی کی چھ نعمتوں کا ذکر ہے' کفایت یعنی مخلوق سے بے نیاز کردینا ایواء یعنی رہنے کے مکان عطا فرمانا' کھانا پانی عطا فرمانا دیگر نعمتیں دینا اور سب سے اعلیٰ دینا' واقعی رب تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا دیا کہ جتنا کسی کو نہ

marfat.com

دیا‘ خود فرماتا ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما محبوب آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے‘ اور فرماتا ہے انا اعطینک الکوثر ہم نے آپ کو بہت کچھ دیا‘ یہاں اس عطا کا شکر ہے ۲۔ افضل میں کیفیت کی زیادتی مراد تھی اور اجزل میں مقدار کی زیادتی مقصود ہے‘ یعنی مجھے رب تعالیٰ نے بہت زیادہ و اعلیٰ دیا لہٰذا کلمات میں تکرار نہیں ۳۔ یعنی فقر و غنا‘ رنج و عنا راحت و مصیبت ہر حال میں اللہ کا شکر ہے‘ خیال رہے کہ رب کی بھیجی ہوئی مصیبت و غم بھی نعمت ہے کہ اس کے ذریعے ہزارہا گناہ معاف ہو جاتے ہیں‘ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ شکر تو صرف نعمت پر ہوتا ہے پھر ہر حال میں شکر کیسا‘ ۴۔ مالک و ملیک کا فرق بارہا بیان ہو چکا کہ ظاہری عارضی ملک رکھنے والا بھی مالک کہلاتا ہے مگر حقیقی دائمی ملک والا ملیک مالک ملیک سے عام‘ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کرتے وقت رب تعالیٰ کو اس کے اچھے ناموں سے یاد کرنا چاہیے‘ حمد الٰہی دعا کا رکن ہے‘ آگ سے پناہ مانگنے کے یہ معنے بھی ہیں کہ رب تعالیٰ ہمیں دوزخ والے اعمال سے بچائے اور معنے بھی ہیں کہ گناہوں کی معافی دے کر دوزخ سے نجات دیدے‘ دوزخ سے نجات ملنے پر ان شاء اللہ جنت ملنا لازمی ہے‘ کیونکہ سواء جنت و دوزخ کے انسانوں کے لئے تیسرا کوئی مقام نہیں اعراف ایک عارضی جگہ ہو گی جس کے بعد جنت ملے گی لہٰذا حدیث پر یہ سوال نہیں کہ یہاں جنت کی طلب نہیں کی گئی۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ شَكَى خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَنَامُ اللَّيْلَ مِنَ الْاَرَقِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَقُلِ اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضَلَّتْ كُنْ لِيْ جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا اَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ اَحَدٌ مِنْهُمْ اَوْ اَنْ يَبْغِيَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَالْحَكَمُ بْنُ ظُهَيْرٍ الرَّاوِيُّ قَدْ تَرَكَ حَدِيْثَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ۔

(۲۲۹۷) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ خالد ابن ولید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی عرض کیا یا رسول اللہ میں‘ بے خوابی کے باعث رات کو سوتا نہیں تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو یوں کہو اے اللہ اے سات آسمانوں کے اور جن پر یہ آسمان سایہ فگن ہیں ان کے رب اور زمینوں کے اور جنہیں زمین اٹھائے ہے انکے رب ۲۔ اور اے شیطانوں کے اور جنہیں وہ گمراہ کریں ان کے رب ۳۔ تو اپنی ساری مخلوق کی شر سے میری پناہ ہو جا کہ ان میں سے کوئی مجھ پر زیادتی یا ظلم کرے ۴۔ تیری پناہ غالب ہے۔ تیری ثنا شاندار ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں صرف تو ہی معبود ہے ۵۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں اور حکیم ابن ظہیر راوی کی حدیث کو بعض محدثین نے چھوڑ دیا ہے ۶۔

(۲۲۹۷) شکا الف سے بھی لکھا جاتا ہے‘ یہ شکوت سے بنا اور شکی ی سے بھی جو شکیت سے بنا شکوت و شکیت دونوں لغتیں درست ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کے اس نسخے میں ی سے ہے ارق مطلقاً بے خوابی کو کہتے ہیں خواہ فکر یا رنج سے ہو یا خشکی سے‘ خوشی سے بے خوابی ارق نہیں کہلاتی کہ وہ بیماری نہیں‘ یہاں وسوسہ یا فکر سے نہ سونا مراد ہے‘ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی‘ اگر خشکی سے ہوتی تو دوا بتائی جاتی‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم روحانی بھی ہیں حکیم جسمانی بھی‘ حضرت خالد کو کئی راتوں سے نیند نہ آئی تھی یا وسوسوں سے یا رنج و غم سے آپ پریشان ہو گئے تھے تب یہ عرض کیا۔ ۲۔ اس چھوٹے سے جملے میں

marfat.com

تمام عالم اجسام کی چیزیں داخل ہیں آسمان میں فرشتے وغیرہ آگئے' آسمان کے زیر سایہ ہیں۔ تمام فضا کی چیزیں و زمین اور زمینی چیزوں میں زمین پر اور زمین کے اندر کی تمام چیزیں داخل ہو گئیں۔ ۳؎ شیاطین سے مراد گمراہ کن چیزیں ہیں آدمی ہوں یا جنات' اس سے عام چیزیں مراد ہیں خواہ عقل والی ہوں یا غیر عاقل' اگرچہ یہ چیزیں بھی پہلے جملہ میں داخل تھیں مگر خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ کیا گیا' کیونکہ اس دعا میں انہیں کے شر سے حفاظت مانگی گئی ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں' ۴؎ یہاں جار بمعنی حافظ' ناصر' امان دہ ہے نہ کہ بمعنی پڑوسی بلکہ پڑوسی کو بھی جار اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ امن و امان کا ذریعہ ہوتا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے وھو یجیر ولا یجار علیہ یعنی خدا تو میرا مددگار' حافظ' امان ہو جا' مجھے اس سے امن میں رکھ کہ کوئی موذی چیز ایذا دے۔ ۵؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس جگہ جار بمعنی مستجیر ہے یعنی جو تیری امان میں آجائے وہ سب پر غالب رہے رہتا ہے' دیکھو موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالٰی نے فرمایا انک من الا منین تم کو امن ہے یعنی جو تیری امان میں آجائے وہ سب پر غالب رہے' جسے سلطنت دنیاوی پناہ دیدے وہ غالب ہو جاتا ہے تو جسے رب پناہ دیدے اسے کون مغلوب کر سکتا ہے' رب کی حمد و ثنا تمام حمدوں سے شاندار ہے کہ تمام مخلوق اس کے گن گا رہی ہے' ۶؎ چنانچہ حکم یا حکیم بن ظہیر کے متعلق بخاری' ابو زرعہ' نسائی' ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ یہ متروک الحدیث ہے' ابن معین نے فرمایا کہ اس حدیث میں کچھ نہیں' ابن عدی نے فرمایا کہ اس کی اکثر حدیثیں غیر محفوظ ہیں' اس حدیث کو ابن ابی شیبہ' طبرانی اور حصن حصین نے بھی نقل فرمایا'

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُوْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَهُدَاهُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ ثُمَّ اِذَا اَمْسٰى فَلْيَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۲۹۸) روایت ہے حضرت ابو مالک سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سویرا پائے تو کہہ لے ہم نے صبح کی اور اللہ رب العلمین کے ملک نے صبح پائی ۲؎ اے اللہ میں تجھ سے اس دن کی بھلائی اس کی کشادگی اس کا نور اس کی برکت اور اس کی ہدایت مانگتا ہوں ۳؎ اور جو اس دن میں ہے اس کی اور اس کے بعد کی شر سے پناہ مانگتا ہوں ۴؎ پھر جب شام پائے تو اسی طرح کہہ لے ۵؎ (ابوداؤد)

(۲۲۹۸) ۱؎ آپ کا نام کعب ابن مالک ہے' کنیت ابو مالک اشعری ہے یا اشجعی' آپ کے نام میں بہت اختلاف ہے جو ہم نے عرض کیا وہ ہی قوی ہے' (اشعہ) ۲؎ یعنی خدا کا شکر ہے کہ ہم لوگوں نے بخیر و خوبی سویرا پالیا یہاں ملک الہی سے وہ حصہ دنیا کا مراد ہے' جس پر اس وقت سویرا ہوا آدمی دنیا کیونکہ آدمی زمین پر دن رہتا ہے اور آدمی پر رات' جب یہاں سویرا ہوتا ہے تو دوسرے حصہ میں شام۔ ۳؎ کہ تو مجھے اس دن میں علم' عمل' حلال روزی' عبادات کی توفیق بخش ۴؎ یعنی دن بھر مجھے برے عمل' حرام روزی گناہوں سے محفوظ رکھ' ایسی شر سے بھی بچالے جس کا اثر آج ہی ختم ہو جائے' اور ایسی شر سے بھی بچا جس کا اثر بعد تک رہے' بعض جرموں کی وجہ سے دو تین سال کی جیل یا پھانسی ہو جاتی ہے' یہ ہے شر بعدہ' ۵؎ مگر اس وقت بجائے اصبحنا کے امسینا

marfat.com

کے باقی کلمات وہ ہی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ یَا اَبَتِ اَسْمَعُكَ تَقُوْلُ كُلَّ غَدَاۃٍ ؕ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ تُکَرِّرُھَا ثَلٰثًا حِیْنَ تُصْبِحُ وَثَلٰثًا حِیْنَ تُمْسِیْ فَقَالَ یَا بُنَیَّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْ بِھِنَّ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَسْتَنَّ بِسُنَّتِہٖ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۲۲۹۹) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن ابوبکرہ سے ا فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے عرض کیا اباجان میں آپ کو ہر صبح یہ کہتے سنتا ہوں ۲۔ الٰہی مجھے میرے بدن میں عافیت دے الٰہی مجھے میرے کانوں میں عافیت دے الٰہی مجھے میری آنکھوں میں عافیت دے ۳۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اسے تین بار مکرر کرتے جب سویرا ہوتا اور تین بار جب شام ہوتی ۴۔ فرمایا اے بیٹے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعائیں مانگتے سنا تو میں بھی چاہتا ہوں کہ اس سنت کی پیروی کروں ۵۔ (ابوداؤد)

(۲۲۹۹) ا۔ ابوبکرہ کا نام نفیع ابن حارث ہے' آپ طائف کی فتح کے دن کفار طائف سے بچتے ہوئے ایک کنوئیں کی چرخی سے لٹک کر قلعہ طائف سے باہر آگئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ابوبکرہ ہو یعنی چرخی والے بکرہ عربی میں کنوئیں کی چرخی کو کہتے ہیں۔ آپ مشہور صحابی ہیں' آپ کے بیٹے عبدالرحمن تابعین میں سے ہیں ۲۔ معلوم ہوا کہ نیک بچے اپنے ماں باپ کے ہر عمل کو بغور دیکھتے سنتے ہیں' اور ان کی عبادتوں' دعاؤں کو یاد کرکے ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں' باپ کو چاہیے کہ اچھا نمونہ بنیں کہ اولاد ان کی نقال ہے' بچوں کا پہلا مدرسہ' ان کا گھر ہے۔ اور پہلے معلم ان کے ماں باپ' ۳۔ اگرچہ بدن میں کان و آنکھ بھی آگئے تھے مگر چونکہ زیادہ اچھے برے اعمال ان دو اعضاء سے ہوتے ہیں' نیز آنکھوں سے آیات الٰہیہ دیکھی جاتی ہیں اور کانوں سے آیاۃ قرآنیہ سنی جاتی ہیں اس لئے ان دونوں اعضاء کا ذکر علیحدہ فرمایا' اور بمقابلہ آنکھ کے کان زیادہ کار آمد ہیں کہ آنکھ صرف سامنے کو دیکھتی ہے مگر کان ہر طرف کی آواز سنتا ہے' اس لئے کان کا ذکر پہلے ہوا آنکھ کا بعد میں' کوئی پیغمبر کان سے معذور نہ ہوئے' ۴۔ یعنی نماز فجر و مغرب کے بعد آپ یہ دعا تین بار پڑھتے ہیں' ان دو وقتوں کی خصوصیت اور اکثر دعاؤں' وظیفوں کے تین بار ہونے کی وجہ پہلے عرض کی جاچکی ہے' ۵۔ یعنی میں ثواب کی نیت سے یہ کلمات پڑھتا ہوں کہ ان کا پڑھنا سنت ہے اور ہر سنت پر عمل ثواب' مجھے اس سے بحث نہیں کہ ان کی تاثیر کیا ہے اور ان سے دوسرے فوائد کیا ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ تمام ذکر اور وظیفے پڑھنے کا ثواب اجازت پر موقوف نہیں وہ ضرور ملے گا کہ اللہ کا ذکر ثواب ہے' اور جو وظیفے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان کا دوہرا ثواب ہے ایک ذکر خیر کا ثواب دوسرا اداء سنت کا' رہی ان کی تاثیر' اس کے لئے اجازت بہت ہی مفید ہے بغیر اجازت بھی کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے مگر اجازت سے تاثیر بہت بڑھ جاتی ہے' تلوار چاقو کسی کی سان پر چڑھا ہوا خوب کاٹ کرتے ہیں' یہ دعائیں تلوار ہیں بزرگوں کی اجازت ان کی سان'

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحَ قَالَ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ

(۲۳۰۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سویرا پاتے تو یوں کہتے ہم نے اور اللہ کے ملک نے سویرا پایا اللہ کی ہی حمد اور بڑائی ہے اور

marfat.com

لِلّٰهِ وَالْكِبْرِيَاءُ وَالْعَظَمَةُ لِلّٰهِ وَالْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَمَا سَكَنَ فِيْهِمَا لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ هٰذَا النَّهَارِ صَلَاحًا وَاَوْسَطَهٗ نَجَاحًا وَاٰخِرَهٗ فَلَاحًا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاَذْكَارِ بِرِوَايَةِ ابْنِ السُّنِّيِّ۔

عظمت اللہ کے لئے ہے اور خلق، حکم اور رات دن اور جو ان میں رہیں سب اللہ کے لئے ہیں ۲؎ الٰہی اس دن کا اول درست بنا اور درمیان کو کامیابی اور آخر کو چھٹکارا بنا اے تمام رحم والوں سے بڑے ۳؎ اسے امام نووی نے کتاب الاذکار میں ابن سنی کی روایت سے بیان کیا۔

(۲۳۰۰) ۱؎ کبریائی سے مراد رب تعالٰی کے صفات ذاتیہ ہیں اور عظمت سے مراد صفات فعلیہ ان دونوں کے صفات کا فرق علم کلام میں تفصیل وار مذکور ہے، صفات ذاتیہ کا تعلق ذات سے ہے اور فعلیہ کا تعلق مخلوق سے، سورج کا چمکنا اس کا وصف ذاتی ہے اور دوسروں کو چمکانا صفت فعلیہ ۲؎ آہستگی سے پیدا فرمانا خلق ہے اور ایک دم پیدا فرمادینا امر یا مادیات کو پیدا فرمانا خلق ہے اور مجردات کی پیدائش امر، یا بالواسطہ پیدا فرمانا خلق ہے اور بلاواسطہ پیدائش امر، رب تعالٰی فرماتا ہے قل الروح من امر ربی یعنی روح عالم امر سے ہے یا صرف کلمہ کن سے بنی ہے کسی مادہ وغیرہ سے نہیں بنی، آسمان اور ان کے نیچے کی چیزیں دن رات میں رہتی ہیں مگر جنت دوزخ عالم انوار کی خبریں دن رات میں نہیں رہتیں کہ وہاں تک دن رات کی پہنچ نہیں، چونکہ ہماری نظران ہی چیزوں پر ہے اس لئے ان کا ہی ذکر فرمایا ورنہ ہر مخلوق اللہ کی ہے، سبحان اللہ کیسی جامع دعا ہے، دن کے تین حصے ہیں اول، درمیان، آخری، ان تینوں حصوں میں تین نعمتیں مانگی اول دن میں دین و دنیا کی درستی، اور درمیان میں دین و دنیا کی کامیابی اور آخر میں وہ ظفر جو اچھا خاتمہ نصیب کرے، مرقات نے فرمایا کہ یہاں دن کے تین حصوں سے مراد سارے اوقات ہیں چونکہ دن کام کا وقت ہے جب اس کے ہر حصہ میں ہر نعمت مانگ لی تو رات جو آرام کا وقت ہے اس میں بھی ہر نعمت مانگ لی۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۳۰۱) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن ابزی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سویرا پاتے تو کہتے ہم نے اللہ کے دین پر اور اخلاص کے کلمے پر ۱؎ اور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ۲؎ اور اپنے والد حضرت ابراہیم کی ملت پر سویرا پایا، حضرت ابراہیم ہر برائی سے دور تھے مشرکوں سے نہ تھے ۳؎۔ (دارمی)

(۲۳۰۱) ۱؎ فطرت کے لغوی معنی ہیں پیدائش، رب تعالٰی فرماتا ہے فطر الناس علیھا اور فرماتا ہے فاطر السموت والارض پھر اصطلاح میں پیدائشی حالت کا نام فطرت ہوا، شریعت میں سنت انبیاء کو بھی فطرت کہتے ہیں اور ملت کو بھی چونکہ اسلام ہی انسان کا پیدائشی دین ہے کہ ہر بچہ ایمان پر پیدا ہوتا ہے، پھر مختلف صحبتیں پاکر مختلف دین اختیار کرتا ہے اس لئے اسے فطرت کہا جاتا ہے یہاں آخری معنی ہی مراد ہیں ۲؎ یہ فطرت اسلام کا بیان ہے لغۃ ہر نبی کا دین اسلام ہے، یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے فرمایا تھا ولا تموتن الا وانتم مسلمون اسی لئے فرمایا کہ اسلام سے مراد دین محمدی ہے، خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسلام پر ہیں اور حضور کی امت بھی، مگر حضور اس دین پر ہیں ہم کو چلانے کے لئے، ہم اس راہ پر ہیں چلنے کے

marfat.com

بَابُ الدَّعَوَاتِ فِی الْاَوْقَاتِ باب خاص وقتوں کی دعائیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

یعنی مختلف اوقات کی مختلف دعاؤں کا باب پچھلے باب میں دائمی اوقات کی دعاؤں کا ذکر تھا' جیسے صبح شام سونے جاگنے کے وقت کی دعاؤں مگر اس باب میں عارضی اوقات و عارضی حالات کی دعاؤں کا ذکر ہو گا جیسے نکاح' جہاد وطی وغیرہ کے وقت کی دعائیں' اس باب میں مختلف اوقات اور مختلف حالات دونوں کی دعاؤں کا ذکر ہو گا' مرقات نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعائیں' اتباع سنت کے لئے کم از کم عمر میں ایک بار ضرور پڑھ لی جائیں' اور یہ منقول دعائیں دوسری دعاؤں سے افضل ہیں بلکہ بعض حالات کی دعائیں تلاوت قرآن سے بھی افضل ہیں کہ ان میں اتباع سنت ہے۔ دیکھو رکوع و سجود و التحیات میں منقول دعائیں ہی پڑھی جائیں گی نہ کہ قرآن کریم' اکثر نوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے بھی افضل ہیں کہ ان میں سرکار کی اتباع ہے' افضلیت تو ان کے دم قدم سے وابستہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْتِيَ اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنَّهٗ اِنْ يُّقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطَانٌ اَبَدًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۰۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم میں سے کوئی جب اپنی بیوی کے پاس جانا چاہے تو یہ کہہ لے ا۔ بسم اللہ خدایا ہم کو شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اس بچے سے دور رکھ جو تو ہمیں دے ۲۔ تو اگر اس صحبت میں ان کے نصیب میں بچہ ہوا تو اسے شیطان کبھی نقصان نہ دے سکے گا ۳۔ (مسلم بخاری) ۴۔

(۲۳۰۲) ا۔ یہ دعا' ستر کھولنے سے پہلے پڑھے اور حلال صحبت پر پڑھے' حرام پر پڑھنا سخت جرم ہے بلکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے جیسے شراب نوشی یا خنزیر کھانے یا جوئے پر بسم اللہ پڑھنا' اہل سے مراد بیوی یا لونڈی ہے' ۲۔ یعنی اس صحبت میں شیطان شریک ہو اور نہ بچے کو شیطان کبھی بہکائے' بسم اللہ سے مراد پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے' خیال رہے کہ جیسے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاتا ہے' ایسے ہی صحبت میں بھی' اور جیسے کھانے پینے کی برکت شیطان کی شرکت سے جاتی رہتی ہے' ایسے ہی صحبت میں شیطان کی شرکت سے اولاد نالائق اور جناتی بیماریوں میں گرفتار رہتی ہے' اور جیسے بسم اللہ پڑھ لینے سے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا' ایسے ہی بسم اللہ کی برکت سے صحبت میں شیطان کی شرکت نہیں ہوتی' جس سے بچہ نیک ہوتا ہے اور آسیب وغیرہ سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ بھی رہتا ہے' بہتر یہ ہے خاوند بیوی دونوں پڑھ لیں۔ ۳۔ یعنی بسم اللہ وغیرہ کی برکت سے بچہ کو نہ تو ابلیس کبھی نقصان پہنچا سکے گا نہ اس کی ذریت' بچہ جنون' مرگی وغیرہ جناتی امراض سے بھی محفوظ رہے گا' اور مومن رہے گا انشاء اللہ (مرقات) اس لئے یہاں شیطان نکرہ فرمایا گیا' ایسے بچہ کو انشاء اللہ نیک اعمال کی بھی توفیق ملے گی' ۴۔ اس حدیث کو ترمذی نسائی' ابن ماجہ' ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت فرمایا' یہ عمل نہایت مجرب ہے۔

marfat.com

وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْکَرْبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۳۰۳) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت تکلیف کے وقت یہ کہتے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ عظمت والا حلم والا ہے ا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑے عرش کا رب ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور کرم والے عرش کا رب ہے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۰۳) ا۔ کرب سے مراد وہ سخت تکلیف یا رنج و غم ہے جو دل کو گھیرے، حلیم کے معنے ہیں عذاب میں جلدی نہ فرمانے والا بلکہ اپنے مجرم کو باز آجانے پر بخش دینے والا اور اس کا غم وغیرہ دور کردینے والا یعنی یہ تکلیف ہماری کسی خطا کی وجہ ہے' رب تعالٰی حلیم ہے معافی دے گا اور اسے دور فرمادے گا' ۲۔ کریم یا تو رب کی صفت ہے اور مرفوع ہے یا عرش کی صفت ہے اور مجرور' خیال رہے کہ یہاں صرف رب تعالٰی کی حمد ہے دعا کا لفظ ایک بھی نہیں' مگر چونکہ کریم کی حمد بھی دعا ہے' نیز ذکر اللہ سے بلائیں ٹلتی ہیں اس کے لئے اس کا نام دعائے کرب ہے اور اسی کا نام دفع کرب ہے' (لمعات' نووی) یا یہاں زبان پر حمد ہے دل میں سوال (مرقات)

وَعَنْ سُلَیْمٰنَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ جُلُوْسٌ وَاَحَدُھُمَا یَسُبُّ صَاحِبَہٗ مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْھُہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَوْ قَالَھَا لَذَھَبَ عَنْہُ مَا یَجِدُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ فَقَالُوْا لِلرَّجُلِ اَلَا تَسْمَعُ مَا یَقُوْلُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ بِمَجْنُوْنٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۳۰۴) روایت ہے سلیمان ابن صرد سے فرماتے ہیں کہ دو شخصوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپس میں گالی گلوچ کی ہم حضور انور کے پاس بیٹھے تھے ا۔ ان میں سے ایک شخص دوسرے کو غضب میں برا بھلا کہہ رہا تھا اس کا منہ سرخ ہوگیا ۲۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسی دعا جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کہہ دے تو اس کی یہ حالت جاتی رہے ۳۔ جسے محسوس کررہا ہے میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ۴۔ لوگوں نے اس سے کہا کیا تو سنتا نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں وہ بولا میں دیوانہ نہیں ہوں ۵۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۰۴) ا۔ آپ کے آس پاس بیٹھے تھے کھڑے نہ تھے' کیونکہ اس طرح کھڑے ہونے کو حضور انور منع فرماتے تھے کہ بزرگ بیٹھا ہو اور لوگ ادبا" سامنے کھڑے ہوں' گالی گلوچ کرنے والے غالبا دو بدوی نو مسلم ہوں گے جنہیں ابھی نہ آداب مجلس کی خبر تھی نہ تہذیب سے خبردار تھے' جیسے ایک بدوی نے خاص محراب مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے والے بہت مہذب تھے' ۲۔ زیادتی غصہ کی وجہ سے' کیونکہ دل کا اثر پہلے چہرے پر ہی پڑتا ہے' چہرہ دل کی کتاب ہے ۳۔ یعنی ان کلمات کی برکت سے دل کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے' اعتدال پر آجائے' جوش ختم ہو جائے۔ ۴۔ اس عمل کا ماخذ یہ آیت ہے واما ینزغنک من الشیطٰن نزغ فاستعذ باللہ الخ ہر شیطانی اثر پر شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے یہ غصہ بھی شیطانی تھا کیونکہ مسلمان بھائی پر تھا اور نفس اور دنیاوی وجہ سے تھا اور گالی گلوچ کرنا بھی شیطانی عمل تھا اس لئے اعوذ باللہ کا حکم دیا گیا

marfat.com

کفار پر غصہ یا مسلمان پر کسی دینی وجہ سے غصہ تو عبادت ہے' لہذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر غصہ شیطانی چیز ہے تو خود حضور نے بارہا غصہ فرمایا ہے کہ حضور کا غضب عبادت' کیونکہ دین کے لئے تھا' اللہ تعالٰی بھی مجرموں پر غضب فرماتا ہے'۵۔ صحابہ کرام نے اس کا جوش ٹھنڈا ہو جانے پر اس سے یہ کہا' اس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اعوذ تو دیوانہ پر پڑھی جاتی ہے' میں دیوانہ نہیں ہوں کہ اعوذ پڑھوں' فقیر نے عرض کیا تھا کہ یہ شخص یا منافق تھا یا کوئی بدوی نو مسلم جو تہذیب و تمدن سے یکسر خالی ہوتے ہیں' اس جواب سے اس کی تائید ہوتی ہے مومن اور واقف شریعت تو حضور کے ہر حکم پر مرمٹتا ہے' ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاذ تھے' خدا معلوم کون معاذ مراد ہیں اگر معاذ ابن جبل مراد ہیں تو یہ واقعہ یا ان کے اسلام سے پہلے کا ہے یا بالکل نو مسلم ہونے کے وقت کا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ صِیَاحَ الدِّیْکَةِ فَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَاَتْ مَلَکًا وَاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِیْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فَاِنَّهٗ رَاٰی شَیْطَانًا (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۳۰۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم مرغ کی آذان سنو تو اللہ سے اس کا فضل مانگو۱۔ کیونکہ مرغ فرشتہ کو دیکھتا ہے ۲۔ اور جب تم گدھے کا ہینگنا سنو تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے ۳۔ (مسلم بخاری) ۴۔

(۲۳۰۵) ۱۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں ہر مرغ کی ہر آواز مراد ہے جسے ہم مرغ کا اذان دینا کہتے ہیں' بعض لوگوں نے تہجد کے وقت کی مرغ کی آواز مراد لی' بعض نے صبح صادق کے وقت کی آواز' مگر پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں کہ حدیث میں کوئی قید نہیں' مرغ کی ہر اذان پر دعا مانگنا چاہیے۔ ۲۔ یعنی مرغ رحمت کا فرشتہ دیکھ کر بولتا ہے' اس وقت کی دعا پر فرشتے کے آمین کہنے کی امید ہے' بعض روایات میں ہے کہ عرش اعظم کے نیچے ایک سفید مرغ ہے اس کی آواز پر زمین کے مرغ بولتے ہیں واللہ اعلم (اشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی مجلس میں دعا کرنی چاہیے' کیونکہ جب بزرگوں کے ذکر پر اللہ کی رحمت اترتی ہے تو ان لوگوں کی موجودگی تو بڑی ہی رحمت کا باعث ہے' (مرقات) اولیاء اللہ' فرشتوں سے افضل ہیں' جب فرشتے کی موجودگی سے دعائیں قبول ہوتی ہیں تو اولیاء اللہ کی موجودگی یقیناً باعث قبولیت ہے' معلوم ہوا کہ جانور غیبی فرشتوں کو دیکھ لیتے ہیں' ۳۔ یعنی گدھا کسی خاص شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے اکثر میں اس کا بولنا شہوت میں ہوتا ہے' یہ اعلان کر کے مادہ سے صحبت کرتا ہے' اس وجہ سے بھی یہ آواز خبیث ہے' رب تعالٰی نے اس کے متعلق فرمایا ان انکر الاصوات لصوت الحمیر بدترین آواز گدھے کی ہے' اور فرمایا لہم فیہا زفیر و شہیق دوزخیوں کی آواز گدھوں کی سی ہوگی' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بروں کی آمد پر اور بروں کو دیکھ کر اعوذ باللہ پڑھنی چاہیے۔ دوسرے یہ کہ بری بکواس کی آواز گدھے کی سی آواز ہے' غیبت جھوٹ گانے بجانے' بے دینی کی تقریریں اسی میں داخل ہیں کہ یہ سب شہوت نفسانی کی آوازیں ہیں۔ ۴۔ یہ حدیث ابوداؤد' ترمذی' نسائی حاکم نے بھی روایت کی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اسْتَوٰی عَلٰی بَعِیْرِهٖ خَارِجًا اِلَی السَّفَرِ کَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا

(۲۳۰۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کو نکلتے ہوئے اونٹ پر سوار ہو جاتے تو تین بار تکبیر کہتے ۱۔ پھر یہ فرماتے پاک ہے وہ اللہ جس نے اسے ہمارا تابع کر

marfat.com

وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِىْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ لَنَا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

دیا ہم اسے مطیع نہ کر سکتے تھے اور ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں ۲۔ الٰہی ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی پرہیزگاری اور تیرے پسندیدہ عمل کی توفیق مانگتے ہیں ۳۔ اے اللہ ہم پر اس سفر کو آسان فرمادے اور اس کی درازی سمیٹ لے ۴۔ اے اللہ تو ہی سفر میں ساتھی ہے اور گھر بار میں والی ہے ۵۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی مشقتوں سے اور برے انتظار سے اور بری واپسی سے مال اور گھر بار میں ۶۔ جب واپس ہوتے تو یہی فرماتے ان کلمات میں سے اور بڑھا دیتے ہم لوٹنے والے توبہ کرنے والے رب کے ثناگو ہیں ۷۔ (مسلم)

(۲۳۰۶) ا۔ چونکہ اونٹ وغیرہ بلند چیز پر سوار ہوتے وقت انسان کو اپنی بلندی نظر آتی ہے' اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان موقعوں پر رب تعالٰی کی کبریائی بیان فرماتے تھے چنانچہ ٹیلہ پہاڑی پر چڑھتے وقت بھی تکبیر کہتے تھے یا اس تعجب پر تکبیر کہتے کہ رب تعالٰی نے ایسے جانور کو ہمارے قبضہ میں کیسے کر دیا جبکہ مکھی مچھر' ہمارے قبضہ سے باہر ہیں' ۲۔ یہ قرآن شریف کی آیت ہے' اس میں ہم اپنے عجز' رب تعالٰی کی رحمت کا اقرار کرتے ہیں کہ کہاں ہم جیسے ضعیف النسیان انسان اور کہاں یہ قوی جانور' مگر رب تعالٰی کی مہربانی ہے کہ یہ ہمارے تابع فرمان ہیں' یہ ہماری بہادری نہیں بلکہ رب تعالٰی کی مہربانی ہے' دیکھو ہرن' بیل' گائے بلکہ مکھی وغیرہ کسی طرح ہمارے قابو میں نہیں آتے حالانکہ وہ اونٹ و ہاتھی سے کہیں کمزور ہیں پھر اپنے معاد کا بھی ذکر فرمایا کہ ہمارے یہ قبضے قدرتیں رہنے والے نہیں' ہم ایک دن عاجز ہو کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوں گے ہمیں وہ وقت یاد ہے۔ ہم متکبر نہیں' زندگی کی سواری سے بھی ایک دن اترنا پڑے گا۔ نوٹ:۔ جو کوئی خشکی کی سواری' ریل' موٹر' ہوائی جہاز' تانگہ وغیرہ پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لے تو انشاء اللہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا ۳۔ سفر میں کبھی ساتھیوں سے لڑائی بھی ہو جاتی ہے اور نیک اعمال میں کمی بھی' اس لئے رب تعالٰی سے بر یعنی بھلائی کی بھی توفیق مانگی اور پرہیزگاری کی بھی' تقویٰ سفر کا روحانی توشہ ہے' بر سے مراد یا تو ساتھیوں سے سلوک ہے یا رب تعالٰی کی عطا یا نیک اعمال' اور تقویٰ سے مراد بد خلقی' لڑائی' جھگڑے اور بد عملیوں سے بچنا خیال رہے کہ محبت' رضا ہم معنی ہیں جیسے کہ ارادہ و مشیت ہم معنی ہیں' مگر رضا و ارادہ میں بڑا فرق ہے ما ترضی ارشاد ہوا نہ کہ ترید' ۴۔ یعنی سفر میں ہم کو بدنی و روحانی راحتیں عطا فرما اور دراز سفر کو مختصر کر دے' جب رب چاہے تو طویل راستہ کو چھوٹا کر دیتا ہے' فرشتے' جنات ہمارے دور نظر خیال کے لئے' نیز انبیاء و اولیاء کے لئے دور دراز سفر بہت چھوٹے ہو جاتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج میں کروڑوں میل آنا جانا طے کئے' اس دعا کی برکت سے انشاء اللہ طویل سفر ہلکا بھی ہو جائے گا اور سفر کی تکلیف سے بھی امن رہے گی' ۵۔ کہ میرا بھی تو حافظ ہے اور میرے پیچھے میرے گھر والوں کا والی و ماوی ہے۔ ۶۔ یعنی اس سفر میں نہ تو برائی کے ساتھ لوٹوں کہ گھر والے مجھے دیکھ کر گھبرا جائیں اور نہ ہی گھر والے کسی آفت میں مبتلا ہوں کہ میں واپسی پر انہیں دیکھ کر گھبرا جاؤں' بہت جامع دعا ہے اس میں چوری' یاری' ہلاکت و دیگر ناگہانی آفت سے پناہ لی گئی ۷۔ یعنی جب سفر سے گھر کی طرف روانہ ہوتے

marfat.com

تب تو اللھم انا نسئلک لک الخ فرماتے' اور جب مدینہ منورہ کی بستی دیکھتے تو اٰئبون تائبون الخ فرماتے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ گھر پہنچ کر تو سفر ختم ہوتا ہے پھر سفر کی دعا کیوں پڑھتے تھے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۲۳۰۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سرجس سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے تو ان چیزوں سے پناہ مانگتے تھے۔ سفر کے نقصانات سے ۱۔ اور واپسی کی تکلیف سے ۲۔ اور بھلائی کے بعد برائی سے ۳۔ مظلوم کی بددعا سے ۴۔ اور گھر بار و مال میں برائی دیکھنے سے (مسلم)

(۲۳۰۷) ۱۔ وعثاء وعث سے بنا بمعنی نقصان یا وہ مشقت جو رب کے ذکر اور آخرت کی فکر سے روک دے چونکہ سفر گو سفر یعنی دوزخ کا ٹکڑا ہے اس لئے یہ دعا فرماتے' ۲۔ اس طرح کہ جب گھر لوٹوں تو کوئی نقصان دہ چیز نہ دیکھوں' اسی طرح جب سفر دنیا سے وطن آخرت کی طرف واپس جاؤں تو کوئی مصیبت نہ اٹھاؤں' اس دعا میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۳۔ کور عمامہ کے پیچ کو کہتے ہیں اور حور اس پیچ کا کھل جانا یعنی زیادتی کے بعد نقصان' اصلاح کے بعد فساد' جمع ہونے کے بعد بکھرنا' جماعت میں ہونے کے بعد الگ ہو جانا' آرام کے بعد تکلیف' بھلائی کے بعد برائی' ثابت قدمی کے بعد بدل جانا' ان سب سے تیری پناہ رب تعالٰی فرماتا ہے اذا الشمس کورت اور فرماتا ہے یکور الیل علی النھار صوفیاء فرماتے ہیں کہ ترقی کے بعد تنزل' توبہ کے بعد گناہ' ذکر کے بعد غفلت' حاضری کے بعد غائب ہو جانا' ان سب سے پناہ' (لمعات' مرقات' مع زیادت) ۴۔ چونکہ سفر میں ساتھیوں سے جھگڑے بھی ہو جاتے ہیں خصوصاً عرب میں پانی پر' اور کبھی ان جھگڑوں میں ظلم بھی ہو جاتا ہے' اس لئے سفر کے موقعہ پر مظلوم کی بددعا سے خصوصیت سے پناہ مانگی گئی' مظلوم کی بددعا اور قبولیت کے درمیان حجاب نہیں۔

وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَقَالَ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۲۳۰۸) روایت ہے حضرت خولہ بنت حکیم سے ۱۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جو کسی منزل پر اترے تو یہ کہہ لے میں اللہ کے پورے و کامل کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کی ساری مخلوق کی شر سے ۲۔ تو اس منزل سے کوچ کرتے وقت تک اسے کوئی چیز نقصان نہ دے گی ۳۔ (مسلم)

(۲۳۰۸) ۱۔ آپ حضرت عثمان ابن مظعون کی بیوی ہیں' نہایت نیک اور عالمہ تھیں' مگر آپ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔ ۲۔ ان کلمات سے مراد یا قرآن کریم ہے یا ساری آسمانی کتب یا اسمائے الٰہیہ یا رب کا کلام نفسی یا اس کا علم یا اس کے فیصلے' تام سے مراد ہے نقصان و عیب سے پاک صوفیاء فرماتے ہیں کہ کلمات اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ ان کی ہر بات وحی الٰہی ہے' عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں' موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور ہمارے حضور کلمات اللہ' مخلوق سے وہ مخلوق مراد ہے جس سے شر ہو سکے' اس میں اپنا نفس بھی داخل ہے اور چیزیں بھی' ۳۔ کفار عرب سفر کی منزلوں میں اترتے وقت کہتے تھے کہ

marfat.com

ہم اس جنگل کے سردار کی پناہ لیتے ہیں یعنی جنات کی 'اللہ کے محبوب نے ہم کو اس کے عوض یہ دعا سکھائی' یہ دعا سفر و حضر میں ہمیشہ ہی صبح شام پڑھا کریں' زہریلی چیزوں سے محفوظ رہو گے' بہت مجرب ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَقِیْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِی الْبَارِحَةَ قَالَ اَمَا لَوْ قُلْتَ حِیْنَ اَمْسَیْتَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۲۳۰۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا یا رسول اللہ آج رات مجھے بچھو کے کاٹ لینے سے بہت ہی تکلیف پہنچی ا۔ فرمایا اگر تم شام کے وقت یہ کہہ لیتے کہ میں اللہ کے کامل کلموں کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوق کی شر سے تمہیں بچھو تکلیف نہ پہنچا سکتا ۲۔ (مسلم)

(۲۳۰۹) ا۔ ما موصولہ ہے اور یہ جملہ مبتداء ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے' یعنی مجھے جتنی تکلیف پہنچی بیان نہیں کر سکتا یا ما استفہامیہ ہے اور استفہام تعجب کے لئے یعنی تعجب ہے کہ مجھے کتنی سخت تکلیف پہنچی' ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا ہمیشہ ہی پڑھنی چاہیے' صبح کے وقت پڑھ لینے سے شام تک زہریلی چیزوں سے امن ہے اور شام کو پڑھ لینے سے صبح تک امن۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا کَانَ فِیْ سَفَرٍ وَّاَسْحَرَ یَقُوْلُ سَمَّعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَآئِهٖ عَلَیْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَیْنَا عَآئِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۱۰) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سویرا پاتے تو یہ فرماتے سننے والے سن لیں کہ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اس کی ہم پر اچھی نعمت ہے ا۔ اے ہمارے رب تو ہمارا ساتھی ہو جا اور ہم پر فضل کر ۲۔ آگ سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں ۳۔ (مسلم)

(۲۳۱۰) ا۔ اس جملہ کی قرات اور ترجمے میں شارحین نے بہت موشگافیاں کی ہیں' فقیر صرف ایک مطلب عرض کرتا ہے سمع یا تو تفعیل کا ماضی ہے یا باب علم کا' اور بہرحال ماضی بمعنی خبر ہے یعنی ہر سننے والا ہماری حمد سن لے یا ہر سننے والا ہماری حمد دوسروں کو سنادے تاکہ کل قیامت میں گواہی دے' بلاء سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو بغرض امتحان ہم کو دی گئیں' اور حسن کا عطف حمد پر ہے' اور یہاں اقراری پوشیدہ ہے یعنی ہر سننے والا ہماری حمد بھی سن لے اور رب تعالٰی اچھی آزمائش یعنی اس کی نعمتوں کا اقرار بھی سن لے کہ ہم نعمتوں کے اقرار ہیں ان پر شاکر ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے ونبلوکم بالشر والخیر فتنۃ یہ معنے آسان بھی ہیں اور بہتر بھی' باقی اپنے حبیب کی مراد کو رب جانے اس سے معلوم ہوا کہ اپنے ایمان و اعمال پر لوگوں بلکہ پانی و ذروں کو گواہ بنالینا بہتر ہے کہ کل قیامت میں ان کی گواہی کام دے گی' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سمع خبر ہی ہو اور معنی یہ ہوں کہ ہماری حمد ڈھکی چھپی نہیں' بلکہ سننے والوں نے سنی ہے وہ خوب جانتے ہیں ۲۔ یعنی الٰہی تو ہمارا حافظ و ناصر ہو جا اور ہم پر اپنا فضل و کرم دائم قائم رکھ۔ ۳۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی اس دعا کا جز ہے' اور حضور علیہ السلام کا فرمان' یعنی میں آگ سے اللہ کی پناہ لیتے ہوئے یہ کہہ رہا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ یہ راوی کا کلام ہو یعنی حضور علیہ السلام رب کی پناہ لیتے ہوئے یہ کلمات فرماتے تھے' عائذا مصدر نہیں بلکہ اسم فاعل ہی ہے۔

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْاَرْضِ ثَلٰثَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد یا حج یا عمرہ سے واپس ہوتے ا۔ تو ہر اونچی زمین پر تین بار تکبیر کہتے ۲۔ پھر کہتے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے ۳۔ ہم لوٹ رہے ہیں توبہ کرتے ہیں عبادت کرتے ہیں سجدے کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کرتے ہیں ۴۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اپنے بندے کی مدد سے اور احزاب کو اکیلے ہی بھگا دیا ۵۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۱) ا۔ یعنی اپنے ہر سفر سے واپسی میں یہ فرماتے مگر چونکہ حضور علیہ السلام نے بعد نبوت سفر دنیا کے لئے کئے ہی نہیں بلکہ آپ کے سفر ان تین قسموں کے ہی ہوئے اس لئے راوی نے اس طرح بیان کیا ۲۔ تا کہ اس کی حمد مطابق حال کے ہو کیونکہ اس وقت خود زمین سے بلند ہو رہے ہیں۔ اس لئے اللہ کی بلندی کا ذکر کیا اور اترتے وقت رب کی تسبیح پڑھتے تھے ۳۔ ان کلمات کی شرح بارہا ہو چکی ہے یہ چوتھے کلمے کے الفاظ ہیں اور رب تعالٰی کی بہترین حمد اس موقع پر یہ اس لئے پڑھا گیا تا کہ معلوم ہو کہ ہمارا بخیریت لوٹنا رب تعالٰی ہی کی قدرت سے ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کی موت تعجب نہیں بلکہ اس کی زندگی تعجب ہے کہ اتنی آفتوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود کیسے جیتا ہے اور کیسے چلتا پھرتا ہے ۴۔ یعنی ہم بفضلہ تعالٰی بخیریت اپنے وطن کو لوٹ رہے ہیں اور اس سفر میں جو عبادتوں میں کوتاہی ہو گئی ہو اس سے توبہ کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہمیشہ رب کے عابد اور اس کے حضور ساجد رہیں گے ترمذی کی روایت میں بجائے ساجدون کے سائحون ہے سیح سے مشتق بمعنی پانی کا بہنا یعنی ہم مطلوب کی طرف بآسانی جارہے ہیں ۵۔ اس میں خدا کی تین نعمتوں کا ذکر ہے ایک اسلام کے غلبے کا وعدہ فرمانا اور اسے پورا کر دینا دوسرے اپنے بندہ خاص حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری مدد صحابہ کے ذریعہ اور باطنی مدد ہواؤں اور فرشتوں کے ذریعہ فرمانا اور تیسرے غزوہ احزاب جسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں اس میں کفار کے لشکر جرار کو تیز ہوا سے بھگا دینا ورنہ مسلمان اس وقت بچ نہ سکتے تھے کیونکہ بارہ ہزار کفار کا لشکر مدینہ منورہ پر باہر سے حملہ آور ہوا تھا اور ادھر خود مدینہ کے یہود نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو فنا کرنے کی ٹھان لی تھی اندیشہ تھا کہ اس موقعہ پر مسلمان ان بیرونی اور اندرونی دشمنوں میں پھنس کر ایسے پس جاتے تھے جیسے چکی میں دانہ رب تعالٰی خود فرماتا ہے اذ جاء تکم جنود فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا اور ہو سکتا ہے کہ احزاب سے مراد کفار کی ساری جماعتیں ہوں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ

(۲۳۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن مشرکوں پر بددعا کی عرض کیا اے اللہ اے کتاب اتارنے والے جلد حساب لینے والے اے اللہ احزاب کو بھگا دے اے اللہ انہیں شکست دے اور

marfat.com

وَزَلْزِلْهُمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انہیں ہلا ڈال ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۱۲) ا۔ احزاب یعنی غزوہ خندق کا کچھ ذکر ابھی ہو چکا' چونکہ اس موقعہ پر عرب کی ساری ہی کفار جماعتیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے شہر کے آس پاس خندق کھدوائی تھی' اس لئے اسے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں اور خندق بھی' دعا کا مقصد یہ ہے کہ اے مولی تو تو ایسی قدرت والا ہے کہ آسمان سے کتابیں اتار سکتا ہے' ساری مخلوق کا حساب قیامت میں چار گھنٹہ میں لے لے گا تیرے نزدیک ان سارے کفار کو بھگا دینا ہمیں ان سب کے شر سے بچا لینا کیا مشکل ہے' خدایا اپنی قدرت دکھا دے' انہیں بھگا دے ہمیں بچا لے' حضور علیہ السلام کی دعا لفظ بلفظ قبول ہوئی کہ ایک تیز ہوا چلی جس سے کفار کے خیمے اڑ گئے۔ جانور بھاگ گئے اور ان کی جماعتیں تتر بتر ہو گئیں' اگر حضور علیہ السلام دعا کر دیتے کہ انہیں ہلاک کر دے' تو ایک کافر بھی بچ کر نہ جاتا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِىْ فَقَرَّبْنَا اِلَيْهِ طَعَامًا وَّوَطْبَةً فَاَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ اُتِىَ بِتَمْرٍ فَكَانَ يَاْكُلُهُ وَيُلْقِى النَّوٰى بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ وَيَجْمَعُ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى وَفِىْ رِوَايَةٍ فَجَعَلَ يُلْقِى النَّوٰى عَلٰى ظَهْرِ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى ثُمَّ اُتِىَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهٗ فَقَالَ اَبِىْ وَاَخَذَ بِلِجَامِ دَابَّتِهٖ اُدْعُ اللّٰهَ لَنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۱۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے والد کے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ کی خدمت میں کھانا اور کھجور کا حلوہ پیش کیا ا۔ اس سے حضور نے کچھ کھایا پھر چھوارے حاضر کئے گئے تو انہیں کھانے لگے اور گٹھلیاں دو انگلیوں کے بیچ لیکر پھینکنے لگے ۲۔ کہ کلمہ کی اور بیچ کی انگلی جمع فرماتے اور ایک روایت میں ہے کہ گٹھلیاں اپنی کلمہ کی اور بیچ کی انگلی کی پشت پر ڈالنے لگے پھر پانی لایا گیا حضور نے پیا پھر میرے والد نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر عرض کیا حضور ہمارے حق میں اللہ سے دعا فرمایئے ۳۔ تو فرمایا الٰہی جو تو انہیں روزی دے اس میں برکت دے اور انہیں بخش ان پر رحم کر ۴۔ (مسلم)

(۲۳۱۳) ا۔ مشکوۃ کے بعض نسخوں میں رطبة ہے ر کے ساتھ بعض نسخوں میں وطینة ہے بمعنی ملی ہوئی کھجوریں جس میں مکھن ملا ہو' اور بعض میں وطبة ہے یعنی گٹھلی نکالی ہوئی کھجوریں جنہیں گھی یا پنیر یا مکھن سے کھایا جائے' یہی زیادہ مشہور ہے' بعض لوگوں نے کہا کہ وطبہ کھجور کے شربت کو کہتے ہیں' مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے یعنی ہم نے آپ کی خدمت میں تین چیزیں پیش کیں کھانا' کھجور کا حلوا اور چھوارے معلوم ہوا کہ مہمان کی خدمت کے لئے کھانے میں قدرے تکلف کرنا سنت ہے' ۲۔ یعنی چھوارے کھا کر اس کی گٹھلیاں اس انداز سے پھینکتے تھے کہ کلمہ اور بیچ کی انگلی ملا کر ان کی پشت پر لیتے اور پھینک دیتے' معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی اداؤں کو بھی یاد رکھتے اور ان کی روایت کرتے تھے' ۳۔ یعنی میرے والد حضور علیہ السلام کو پہنچانے کے لئے لگام شریف پکڑ کر آگے آگے چلے اور جب کچھ دور پہنچا کر لوٹنے لگے' تو دعا کے لئے عرض کیا' معلوم ہوا کہ بزرگوں کی لگام یا رکاب پکڑنا اظہار عجز کے لئے سنت صحابہ ہے اور مہمان کو وداع کے وقت کچھ دور پہنچانے جانا بھی سنت ہے' خیال رہے کہ ان صحابی نے کھانا کھلاتے ہی اس دعا کی درخواست نہ کی تا کہ یہ دعا اس خدمت کا معاوضہ نہ بن جائے اور اخلاص میں فرق نہ آ

marfat.com

جائے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مہمان کو کھانا کھلا کر دعا نہ کراؤ' اور فقیر کو صدقہ دے کر دعا نہ کراؤ' وہ خود دعا کریں تو ان کی مہربانی' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں سے دعا کرانا سنت صحابہ ہے' اگرچہ یہ خود بھی بزرگ ہوں' حضرات صحابہ کرام اولیاء کے اولیاء ہیں' مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کراتے ہیں۔ ۴۔ بہت جامع دعا ہے روزی میں جسمانی روحانی تمام روزیاں داخل ہیں' مغفرت سے گناہوں کی بخشش اور رحم سے خیر کی توفیق اور اس کی قبولیت مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاٰى الْهِلَالَ قَالَ اللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۳۱۴) روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبیداللہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے ۱۔ تو کہتے اے اللہ' اسے ہم پر امن و امان' سلامتی اور سلام کا چاند بنا کر چمکا ۲۔ اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے ۳۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۲۳۱۴) ۱۔ عربی میں پہلی دوسری تیسری رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں' پھر قمر یعنی جب سرکار مہینہ کا چاند پہلی بار دیکھتے تو یہ دعا مانگتے' ۲۔ اس طرح کہ یہ چاند ہمارے لئے تیری یہ نعمتیں لایا ہو' اور اس مہینہ میں ہمیں تیری یہ نعمتیں ملیں' خیال رہے کہ اوقات راحات و آفات کا ظرف تو ہیں مگر کبھی سبب بھی ہوتے ہیں جیسے گرمی اور سردی کا سبب وقت ہے' نمازوں کے وجوب کا سبب وقت ہے' ایسے ہی کبھی روحانی حالات کا سبب بھی وقت بن جاتے ہیں' لہٰذا یہ دعا اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں' ۳۔ اس میں مشرکین کی تردید ہے جو چاند سورج کو معبود جان کر ان کی پوجا کرتے تھے' خطاب چاند سے ہے سنانا انسان کو ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ رَاٰى مُبْتَلًى فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا اِلَّا لَمْ يُصِبْهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءُ كَائِنًا مَا كَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ الرَّاوِيْ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔

(۲۳۱۵) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب اور حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی شخص نہیں جو کسی گرفتار بلا کو دیکھے ۱۔ تو یہ کہہ لے شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے اس آفت سے بچایا' جس میں تجھے مبتلا کیا اور اس نے مجھے بہت سی مخلوق پر بزرگی بخشی ۲۔ مگر اسے یہ بلا نہ پہنچے گی۔ جو بلا بھی ہو ۳۔ (ترمذی) اور ابن ماجہ نے اسے حضرت ابن عمر سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور عمرو ابن دینار راوی قوی نہیں ہے۔

(۲۳۱۵) ۱۔ بلا خواہ جسمانی ہو جیسے کوڑھ' اندھا پن یا اور کوئی بیماری' یا مالی جیسے قرض' فقر' تنگی رزق وغیرہ' یا دینی جیسے کفر' فسق' ظلم' بدعت وغیرہ غرضیکہ ہر مصیبت کے لئے یہ دعا اکسیر ہے (لمعات' مرقات) ۲۔ یہ دعا بہت آہستہ کہے کہ وہ مصیبت زدہ نہ سنے'

marfat.com

ورنہ اسے رنج ہو گا (لمعات) مگر فاسق و فاجر کو سنا کر یہ دعا پڑھے تا کہ اسے عبرت ہو اور اپنے فسق سے توبہ کرے (مرقات) خیال رہے کہ یہ شکریہ اپنی عافیت پر ہے نہ کہ اس کی آفت پر کیونکہ دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا سخت جرم ہے' چونکہ یہ دعا آفت زدہ کو دیکھتے ہوئے پڑھی جائے گی اس لئے خطاب کی ضمیر آئی۔ ۳۔ یہ دعا اکسیر اعظم ہے' بہت لوگوں نے اس کی آزمائش کی ہے' فقیر کا اس پر خود عمل ہے' اسے نہایت مجرب پایا' ہر مسلمان اسے یاد کر لے' انشاء اللہ بہت فائدہ اٹھائے گا ۴۔ ترمذی نے یہ حدیث دو اسنادوں سے روایت کی' حضرت ابو ہریرہ اور سیدنا عمر ابن خطاب سے پہلی اسناد کو حسن اور دوسری کو ضعیف کہا مطلقاً" ضعیف نہ کہا' اور اگر ضعیف بھی ہوتی تب بھی عمل امت اور تجربہ امت سے قوی بن جاتی' جیسا کہ بارہ ہزار کلمہ والی حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے لیکن کشف اولیاء اور تجربہ امت سے حدیث صحیح مانی گئی' اس ضعیف کے قوی ہو جانے کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں مطالعہ فرمایئے۔

وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحَا عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ وَبَنٰى لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ مَنْ قَالَ فِيْ سُوْقٍ جَامِعٍ يُبَاعُ فِيْهِ بَدَلَ مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ۔

(۲۳۳۴) روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بازار میں داخل ہونے پر یہ کہہ لے ۱۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ہے وہ جس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے زندگی اور موت دیتا ہے وہ خود زندہ ہے جو کبھی نہ مرے گا اسی کے قبضہ میں خیر ہے ۲۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۳۔ تو اللہ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس لاکھ گناہ مٹاتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجے بلند کرتا ہے اور اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے ۴۔ (ترمذی' ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث غریب ہے اور شرح سنہ میں یوں ہے ۵۔ کہ جو بھرے بازار میں جائے جہاں تجارت ہوتی ہے دمن دخل السوق کے عوض ۶۔

(۲۳۳۴) ۱۔ عربی میں بازار کو سوق کہتے ہیں کیونکہ یہ سوق سے بنا بمعنی جانا اور لے جانا' چونکہ لوگ بازار میں خود بھی جاتے ہیں اور اپنے سامان بھی لے جاتے ہیں اس لئے اسے سوق کہا جاتا ہے بعض نے کہا کہ یہ ساق کی جمع ہے بمعنی پنڈلی' چونکہ لوگ بازار میں اکثر اپنی پنڈلیوں پر کھڑے ہی ہوتے ہیں بیٹھتے کم ہیں اس لئے اسے سوق کہتے ہیں' بازار غفلت' شیطان کے تسلط اور اکثر جھوٹ' دھوکے کی جگہ ہے' اس لئے وہاں جاتے وقت اس دعا کا ثواب بھی زیادہ ہے' بہتر ہے کہ یہ دعا آہستہ پڑھے تاکہ ریاء سے دور رہے' اور اگر اس لئے کچھ آواز سے بھی پڑھ لے کہ دوسرے بھی یہ پڑھ لیں تو مضائقہ نہیں۔ ۲۔ اگرچہ شر بھی اللہ تعالٰی ہی کے قبضہ میں ہے' مگر چونکہ شر کو رب تعالٰی کی طرف نسبت دینے میں بے ادبی سی ہے' اس لئے صرف خیر کا یہاں ذکر کیا' کنایۃً یہ چاہیے کہ خیر رب تعالٰی کی طرف سے ہے شر میری طرف سے' ۳۔ اس دعا کی برکت سے انشاء اللہ یہ شخص اس مبارک جماعت میں داخل ہو جائے گا جس کا ذکر اس آیت میں ہے رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وہ لوگ جنہیں تجارتی کاروبار اللہ کے ذکر سے

marfat.com

نہیں روکتا' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان بازار ہی میں اپنے انڈے بچے دیتا ہے وہاں ہی اس کے جھنڈے گڑھتے ہیں' وہاں ہی نوے فی صد گناہ ہوتے ہیں' اس لئے وہاں یہ دعا پڑھنا بہت بہتر ہے' دکاندار حضرات ضرور پڑھ لیا کریں کہ انہیں اکثر وقت وہاں ہی رہنا ہوتا ہے' آج کل کچہریاں بازاروں سے بدتر ہیں' وہاں بھی یہ دعا ضرور پڑھے (از مرقات مع زیادۃ) ۴۔ اگر دونوں الف کو زبر اور درجہ کو بھی زبر پڑھا جائے تو معنی ہوں گے ہزار ہزار یعنی ہزارہا نیکیاں' یہ ہی ترجمہ اشعۃ اللمعات نے کیا' اور اگر پہلے الف کو زبر اور دوسرے الف کو کسرہ یعنی زیر اور حسنۃ کو زیر ہی پڑھا جائے' تو معنی ہوں گے ہزار جگہ ہزار جگہ یعنی دس لاکھ سو ہزار ایک لاکھ' دس سو ہزار دس لاکھ دوسرے معنی فقیر نے اس لئے اختیار کئے کہ رب تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے اور اس کے خزانوں میں کمی نہیں ۵۔ شرح سنہ صاحب مصابیح کی ہی کتاب ہے جیسا کہ دیباچہ میں عرض کیا گیا ۶۔ بازار کی جتنی رونق زیادہ اور وہاں جتنا کاروبار زیادہ اتنے ہی وہاں گناہ زیادہ' اسی لئے اس قدر دعا کا ثواب زیادہ مرقات نے فرمایا کہ وقتیبہ ابن مسلم بادشاہ خراسان یہ حدیث سن کر یہ دعا' پڑھنے کے لئے روزانہ بازار جاتے تھے اور یہ دعا پڑھ کر لوٹ جاتے۔

وَعَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُوْا يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ تَمَامُ النِّعْمَةِ قَالَ دَعْوَةٌ اَرْجُوْ بِهَا خَيْرًا فَقَالَ اِنَّ مِنْ تَمَامِ النِّعْمَةِ دُخُوْلَ الْجَنَّةِ وَالْفَوْزَ مِنَ النَّارِ وَسَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ فَقَالَ قَدِ اسْتُجِيْبَ لَكَ فَسَلْ وَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الصَّبْرَ فَقَالَ سَاَلْتَ اللّٰهَ الْبَلَاءَ فَاسْئَلْهُ الْعَافِيَةَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۳۱۷) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا مانگتے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا الٰہی میں تجھ سے پوری نعمت مانگتا ہوں تو حضور نے فرمایا پوری نعمت کون چیز ہے ۱۔ وہ بولا کہ یہ ایک دعا ہے جس سے میں بھلائی کی امید کرتا ہوں ۲۔ تو فرمایا کہ پوری نعمت جنت کا داخلہ اور آگ سے نجات ہے ۳۔ اور ایک شخص کو کہتے سنا اے بزرگی و اکرام والے تو فرمایا تیری قبول ہوگئی اب مانگ لے ۴۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا الٰہی میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں تو فرمایا کہ تو آفت مانگ رہا ہے اللہ سے عافیت مانگ ۵۔

(ترمذی)

(۲۳۱۷) ۱۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال امتحان کے طور پر ہے کہ تیری دعا تو بڑی ہی پیاری ہے' بتا تو نے اس کا مطلب کیا سمجھا ہے' اور کس نیت سے یہ دعا مانگتا ہے معلوم ہوا کہ دعا کے الفاظ بھی اچھے چاہئیں اور نیت بھی اعلیٰ' وہاں لفظ کے ساتھ نیت بھی دیکھی جاتی ہے ۲۔ بھلائی سے مراد بہت مال ہے یعنی تمام نعمت سے میری مراد بہت سا مال ہے رب مجھے خوب مالدار کردے' سچ ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ☆ ۳۔ یعنی پہلے ہی جنت میں پہنچ جانا اس طرح کہ دوزخ میں بالکل نہ جائے' یہ تمام نعمت ہے' اور اگر دوزخ میں کچھ سزا پاکر پھر جنت میں جائے' تو یہ بھی اگرچہ نعمت تو ہے مگر پہلی نعمت اس سے اعلیٰ ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من فرما کر یہ بتایا کہ اور چیزیں بھی تمام نعمت ہیں' لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں واتممت علیکم نعمتی اسلام پر جینا ایمان پر مرنا بھی تمام نعمت ہے' مقصد یہ ہے کہ صرف مال کی زیادتی تمام نعمت نہیں' تو اس کی نیت ہی نہ کیا کر بلکہ آگ سے نجات کی نیت کر ۴۔ بعض لوگوں نے ذوالجلال والاکرام کو اسم اعظم مانا ہے' ان کی دلیل یہ حدیث

marfat.com

بھی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حمدِ الٰہی قبولِ دعا کے لئے اکسیرِ اعظم ہے پھر جیسی اعلیٰ حمد ہو گی ویسی ہی اعلیٰ قبولیت بھی ہو گی ان شاء اللہ یہ ہی درود شریف کا حال ہے، کہ جس قدر اخلاص کے ساتھ جیسا اعلیٰ درود شریف ہو گا ویسی ہی دعا کی قبولیت۔ یعنی صبر تو آفت یا مصیبت پر ہوتا ہے، تو صبر مانگنا در پردہ اپنی آفتوں کا مانگنا ہے بلکہ آفت آجانے پر بھی بعض اولیاء اللہ صبر نہیں مانگتے بلکہ آفت کا دفعیہ مانگتے ہیں، ہاں بوقتِ امتحان صبر طلب کرتے ہیں، جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر بھی دی، اور صبر کی دعا بھی، غرضیکہ مختلف موقعے مختلف ہی دعا حسب حال مانگنی چاہیے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا فَكَثُرَ فِيْهِ لَغَطُهٗ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِيْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ)

(۲۴۱۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی جگہ بیٹھے جہاں شور و شغب زیادہ ہوا ۱ تو اٹھنے سے پہلے یہ کہہ لے پاک ہے تو اے اللہ اور تیری حمد ہے ۲ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں ۳ مگر اس کی تمام وہ حرکات معاف کر دی جائیں گی جو اس مجلس میں ہوئیں تھیں (ترمذی، بیہقی، دعوات کبیرہ)

(۲۴۱۸) ۱؎ لفظ سے مراد بے فائدہ گفتگو جس میں وقت ضائع ہو کہ یہ بھی نقصان دہ چیز ہے بعض نے فرمایا کہ بیہودہ گفتگو لغط ہے جس میں حق اللہ ضائع ہو، غرضیکہ فریب، جھوٹ، غیبت اس سے خارج ہیں، کہ یہ چیزیں حقوق العباد میں سے ہیں بغیر معاف کرائے معاف نہ ہوں گی، ۲؎ اس دعا کا ماخذ یہ آیت ہو سکتی ہے وسبح بحمد ربک حین تقوم ۳؎ یعنی اس اضاعتِ وقت کے قصور اور تیری نعمت زبان کو غلط استعمال کرنے کی غلطی سے توبہ کرتا ہوں میں قصور مند بندہ ہوں، تو غفور رحیم رب ہے معافی دیدے، سبحان اللہ کیسی پاکیزہ دعا ہے، ۴؎ بخشش سے وہ ہی مراد ہے جو ابھی اوپر عرض کیا گیا، کہ جیسے مال برباد کرنا گناہ ہے، ایسے ہی وقت برباد کرنا بھی گناہ، وقت مال سے زیادہ لائق قدر ہے، اسی گناہ کی معافی مانگی گئی۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ اُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلٰثًا وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثَلٰثًا سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيْلَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۲۴۱۹) روایت ہے حضرت علی سے کہ آپ کی خدمت میں سواری کے لئے ایک گھوڑا لایا گیا ۱ آپ نے جب رکاب میں پیر رکھا ۲ تو فرمایا، بسم اللہ، جب اس کی پیٹھ پر بیٹھ گئے، تو فرمایا الحمد للہ ۳ پھر فرمایا پاک ہے وہ رب جس نے اسے ہمارا تابعدار بنایا اور ہم اسے مطیع نہ کر سکتے تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ۴ پھر تین بار کہا الحمد للہ اور تین بار اللہ اکبر پاک ہے تو میں نے یقیناً اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا ۵ پھر آپ ہنسے ۶ عرض کیا گیا اے امیر المومنین آپ کس چیز سے ہنس رہے ہیں تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ يَقُوْلُ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرِيْ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وہ ہی کیا جو میں نے کیا پھر آپ ہنسے ۷۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس چیز سے ہنستے ہیں فرمایا کہ تمہارا رب اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے ۸۔ جب وہ کہتا ہے خدایا میرے گناہ بخش دے رب فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہ بخشتا نہیں ۹۔ (احمد' ترمذی' ابوداود)

(۲۳۱۹) ۱ ۔ لغۃً دابۃ ہر جانور کو کہتے ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللّٰہ رزقھا مگر اصطلاح میں دابۃ گھوڑے کو کہا جاتا ہے' وہ ہی یہاں مراد ہے' آپ کی خدمت میں گھوڑا حاضر کیا گیا تھا' ۲۔ رکاب بمعنی آلہ' رکوب جس میں پاؤں رکھ کر سوار ہوتے ہیں ۳۔ یہ حمد سواری ملنے کے شکریہ پر ہے یعنی خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری آسانی کے لئے ہم کو سواری بخشی' بہت لوگ مجبوراً پیدل سفر کرتے ہیں۔ ۴۔ یہ قرآن شریف کی آیت ہے' اس کی شرح ابھی فصل اول میں گزر گئی' خلاصہ یہ ہے کہ مولٰی ان قوی جانوروں کا ہم کمزور انسانوں کے قبضہ میں آجانا تیری مہربانی سے ہے ہم تو مچھر مکھی کو تابع نہیں کر سکتے' پھر ہم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہم کو خود اپنے ہاتھ پاؤں پر بھی اختیار و قبضہ نہ رہے گا یعنی بعد موت ہم کو وہ وقت یاد ہے' ہم اس نعمت پر متکبر نہیں تیرے شکر گزار ہیں' سبحان اللہ کیسی جامع اور برمحل دعا ہے ۵۔ یعنی میری خطاؤں و گناہوں کے باوجود تو نے مجھے یہ سواری وغیرہ کی نعمتیں بخشیں' تو مجھے امید ہے کہ تو اپنے کرم سے مجھے معافی بھی دیدے گا میں نے وہ ہی کیا جو گنہگار کرتے ہیں تو وہ ہی کر جو ستار و غفار کی شان ہے' ۶۔ یعنی مسکرائے' ٹھٹھا نہ لگایا' مسکرانا اظہار خوشی کے لئے ہوتا ہے' ٹھٹھا دل کی غفلت سے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے بہت تھے' ٹھٹھا کبھی نہ لگا' ۷۔ یعنی میں قولی و عملی سنتوں پر عمل کر رہا ہوں' اس موقعہ پر یہ دعا مانگنا سنت قولی ہے' اور اس وقت تبسم کرنا سنت عملی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی نقل کرتے تھے' اسے ثواب سمجھتے تھے' اور یہ بھی پتہ لگا کہ حضور علیہ السلام کی ہر سنت پر عمل کرنا باعث ثواب ہے حتی کہ ہنسنا اور رونا بھی' ۸۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں ہنس رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰی کی موافقت میں تبسم فرمایا تھا' تو یہ عملی سنت رسول بھی ہے اور سنت الٰہیہ بھی' رب تعالٰی تعجب کرنے' ہنسنے سے پاک ہے' اس لئے وہاں ان الفاظ کے معنے ہوتے ہیں خوش ہونا' رب تعالٰی کی رضا خوشی اس کی شان کے لائق ہے' ہماری رضا و خوشی ہماری حیثیت کے موافق ہے' ۹۔ معلوم ہوا کہ رب تعالٰی اس بندے سے بہت راضی و خوش ہوتا ہے جو اپنے کو بے کس و گنہگار جانے' اور رب تعالٰی کو قادر و غفار جانے' یہ ہی حال بارگاہ مصطفوی کا ہے کہ وہاں بھی بے کسی پر رحم بہت ہوتا ہے۔ شعر:

☆ دیکھی جو بے کسی تو انہیں رحم آگیا ☆ گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف ☆

خیال رہے کہ گناہ تو اللہ تعالٰی ہی بخشتا ہے' اس کے محبوب بندے شفاعت تو کرتے ہیں' مگر براہ راست گناہ بخشتے نہیں' مگر حقوق بندے بھی معاف کر سکتے ہیں' میں اپنا قرض یا خون معاف کر سکتا ہوں' لہذا حدیث بالکل واضح ہے' جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے گناہ یا کفارے معاف فرما دیئے وہ باذن الٰہی تھے' ان معافیوں کی بہت مثالیں ہیں جو ہم نے اپنی کتاب سلطنت مصطفیٰ

marfat.com

میں بیان کی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَدَّعَ رَجُلاً أَخَذَ بِيَدِهٖ فَلَا يَدَعُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ يَدَعُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَاٰخِرَ عَمَلِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا لَمْ يَذْكُرْ وَاٰخِرَ عَمَلِكَ

(۲۳۲۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو وداع فرماتے ا؎ تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے خود اسے نہ چھوڑتے حتی کہ وہ شخص ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چھوڑتا ۲؎ اور فرماتے' میں تیرا دین تیری امانت اور تیرا آخری عمل اللہ کے سپرد کرتا ہوں ۳؎ اور ایک روایت میں ہے خاتمہ کا عمل (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ) ان دونوں کی روایات میں آخر عملک کا ذکر نہیں۔

(۲۳۲۰) ا؎ صحابہ کرام سفر کو جاتے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس بارگاہ عالی سے وداع ہوتے تھے اس وقت کا یہاں ذکر ہو رہا ہے' اب بھی زائرین مدینہ منورہ سے چلتے وقت آخری سلام کے لئے روضہ انور پر حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں الوداع الوداع یا رسول اللہ الفراق الفراق یا حبیب اللہ ہم نے ایک وداعیہ قصیدہ عرض کیا تھا' جس کے کچھ شعر یہ ہیں شعر:

☆ دور سے آئے تھے پردیسی غلام ☆ عرض کرنے کو غلامانہ سلام ☆
☆ آستانہ سے وداع ہوتے ہیں اب ☆ یہ فرماؤ کہ بلواؤ گے کب ☆
☆ چشم رحمت سے نہ تم کریو جدا ☆ رکھیو اپنے سایہ میں ہم کو سدا ☆

اس وقت جو دل کا حال ہوتا ہے وہ وداع ہونے والا ہی جانتا ہے۔ شعر:

☆ بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینے سے ☆ ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے ☆
☆ روضہ اچھا زائر اچھے' اچھی راتیں' اچھے دن ☆ سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں ☆

۲؎ یہ حضور کی بندہ نوازی اور شان کریمانہ ہے کہ غلاموں سے خود ہاتھ نہیں چھوڑتے' اب بھی وہ ہم گنہگاروں کو خود نہیں چھوڑتے' اللہ تعالٰی ان کے قدموں سے وابستگی عطا کرے ۳؎ یعنی خدا تیرے دین و ایمان و خاتمہ کی حفاظت کرے' سب کچھ اس کے سپرد ہے' امانت سے مراد یا تو اعمال شرعیہ ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے انا عرضنا الامانة علی السموٰت والارض الخ یا مسافروں کے آپس کے اخلاق و مالی معاملات چونکہ سفر میں کبھی آپس میں تلخی ترشی بھی ہو جاتی ہے' اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا' اس دعا میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ اے مدینہ میں میرے پاس رہنے والے اب تک تو تو میرے سایہ میں تھا کہ ہر مسئلہ مجھ سے پوچھ لیتا تھا' ہر مشکل مجھ سے حل کر لیتا تھا اب تو مجھ سے دور ہو رہا ہے کہ ہر حاجت میں مجھ سے پوچھ نہ سکے گا تو تیرا ہر کام خدا کے سپرد ہے' کیسی پیاری دعا ہے اور کیسی مبارک وداع آخر عمل سے مراد وقت موت ہے یعنی اگر اس سفر میں تجھے موت آئے تو ایمان پر آئے' تیری زندگی و موت رب کے حوالہ۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَطْمِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ

(۲۳۲۱) روایت ہے حضرت عبداللہ خطمی سے ا؎ فرماتے ہیں

marfat.com

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوْدَ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو وداع کرنا چاہتے تو کہتے ہیں تم لوگوں کا دین تم لوگوں کی امانت تم لوگوں کے آخری عمل اللہ کے سپرد و حوالہ کرتا ہوں ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۳۲۱) ۱۔ آپ کا نام ابو موسیٰ عبداللہ ابن یزید ابن زید ابن حصین ابن عمرو ابن حارث ابن خطمہ ابن خشعم ابن مالک ابن اوس ہے سترہ برس کی عمر میں صلح حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے، عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ کے حاکم رہے وہاں ہی وفات پائی۔ ۲۔ اس کی شرح بھی ہو چکی چونکہ یہاں پورے لشکر کو وداع فرماتا ہے' اس لئے ضمیر جمع لائی گئی' معلوم ہوا کہ لشکر اسلام جنگی سامان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی ساتھ لیتا تھا' محمود غزنوی جب سومناتھ مندر حملہ آور ہوا تھا تو حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی دعائیں اور ان کا جبہ ساتھ لایا تھا' ان مجاہدین کی تلواریں آستانہ محبوبین پر دھاردار ہوتی تھیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اُرِيْدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِىْ فَقَالَ زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى قَالَ زِدْنِىْ قَالَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ قَالَ زِدْنِىْ بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ قَالَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۳۲۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا یا رسول اللہ میں سفر کا ارادہ کر رہا ہوں مجھے کچھ توشہ دیجئے ۱۔ فرمایا اللہ تمہیں پرہیزگاری کا توشہ دے ۲۔ عرض کیا کچھ زیادہ دیجئے فرمایا تمہارے گناہ بخش دے عرض کیا میرے ماں باپ فدا کچھ اور عطا کیجئے ۳۔ فرمایا اللہ تمہیں بھلائی میسر کرے تم جہاں بھی ہو ۴۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ۵۔

(۲۳۲۲) ۱۔ ۱۔ یعنی میرے لئے ایسی دعا فرمایئے کہ جو توشہ کی طرح سفر دنیا و سفر آخرت میں ساتھ رہے' اور مجھے توشہ کی طرح ہر وقت کام آئے' زادوہ زائد کھانا ہے جو مسافر کی موجودہ ضرورت سے بچا ہوا آئندہ کام آوے رب تعالیٰ فرماتا ہے وتزودوا فان خیر الزاد التقوی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے توشہ دارین سمجھتے تھے اور ہر موقعہ پر آپ سے دعائیں کراتے تھے اپنی دعاؤں پر کفایت نہ کرتے تھے' ۲۔ یعنی تمہیں دنیا میں لوگوں سے غنا دے کہ تم سوال سے بچو اور آخرت کے لئے نیک اعمال کی توفیق بخشے' بہت جامع دعا ہے ۳۔ یعنی ابھی فقیر کی سیری نہیں ہوئی داتا کچھ اور ملے' دنیا میں صبر بہتر' آخرت کے معاملہ میں بے صبری و حرص افضل شعر:۔

☆ حاجتے نیست مرا سیرازیں آب حیات ☆ ضاعف اللہ علی کل زمان عطشی ☆

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں جیتے مرتے' قبر و حشر میں ایسی بھلائیاں عطا فرماوے جس سے تمہیں پوری کامیابی نصیب ہو' حیث ما کنت میں سفر' حضر' زندگی و قبر ہر جگہ داخل ہے' سبحان اللہ سائل کی جھولی بھردی' نہ معلوم ان الفاظ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا دیدیا ہو اور سائل نے کیا کچھ لے لیا' یہ تو دینے والے اور لینے والے جانیں۔ ۵۔ اسے حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی روایت کیا۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ

(۲۳۲۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک

marfat.com

يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سفر کا ارادہ کر رہا ہوں مجھے کچھ وصیت فرمایئے ۱؎ فرمایا اللہ کا خوف گرہ باندھ لو اور ہر بلندی پر تکبیر کہو ۲؎ جب اس شخص نے پیٹھ پھیری تو فرمایا الٰہی اس کے لئے دوری لپیٹ دے ۳؎ اور اس پر سفر آسان کر ۴؎ (ترمذی)

(۲۳۲۳) ۱؎ جس پر میں سفر میں عمل کرتا رہوں، وصیت اگرچہ مرتے وقت کے کلام کو کہتے ہیں جس کا تعلق بعد موت سے ہو مگر کبھی تاکیدی حکم کو بھی وصیت کہہ دیتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم اور کسی آخری حکم کو بھی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی مجھے تاکیدی نصیحت فرمادیں یا آخری نصیحت فرمادیں کیونکہ اب میں بارگاہ عالی سے رخصت ہو رہا ہوں نہ معلوم اب حاضری میسر ہو یا نہ ہو۔ ۲؎ یعنی ہر جگہ ہر حال میں خوف خدا دل میں رکھو کہ یہ تمام نیکیوں اور گناہوں سے بچنے کی اصل ہے، اور دوران سفر میں جب کسی ٹیلہ یا پہاڑی پر چڑھو تو اللہ اکبر کہہ لو، غرض دل و زبان دونوں کا انتظام فرمادیا چڑھتے وقت تکبیر کہنے کی حکمتیں ابھی کچھ پہلے عرض کی جاچکی ہیں۔ ۳؎ اس طرح کہ دراز سفر اسے مختصر معلوم ہو یا واقعی بڑی مسافت اس کے لئے چھوٹی ہو جائے، کرامات اولیاء معجزات انبیاء سے یہ بھی ہے کہ ان کے لئے زمین لپٹ جاتی ہے، قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت آصف بن برخیا تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے شام میں لے آئے کہ گئے بھی لوٹ بھی آئے، قرآن کریم فرماتا ہے انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک ۴؎ یہ تعمیم بعد تخصیص ہے، یعنی وہ نعمت بھی دے اور ہر طرح اسے آسانی میسر فرما۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ فَاَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللهُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ وَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۳۲۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات سے پہلے سفر کرتے تو فرماتے اے زمین تیرا اور میرا رب اللہ ہے ۱؎ میں تیرے اور تیری اندرونی چیزوں کی اور جو کچھ تجھ میں پیدا کیا گیا ہے اس کی اور جو تجھ پر چلتے ہیں ان کی شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ۲؎ میں شیر سے کالے سانپ سے عام سانپوں سے اور بچھوؤں سے اور شہر میں رہنے والوں کی شر سے اور ہر جننے والے اور جنے ہوئے کی شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں ۳؎ (ابوداؤد)

(۲۳۲۴) ۱؎ حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام شجر و حجر کلام بھی کرتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نداء و کلام کو سنتے بھی ہیں، لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین کو یہ خطاب فرمانا حقیقت پر مبنی ہے، رب تعالٰی نے زمین و آسمان سے یوں خطاب فرمایا تھا یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان اپنا پانی روک لے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نائب خدا ہیں، زمین و آسمان حضور علیہ السلام کا کلام سنتے اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں (از مرقات) رب تعالٰی فرماتا ہے وسخرنا لہ الریح تجری بامرہ ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان کے لئے مسخر و تابع کردیا کہ ہوا آپ

marfat.com

کے حکم سے چلتی تھی'۲۔ زمین کی شر زلزلہ' دھنسنا' گر جانا' راستہ بھول جانا وغیرہ ہیں اور اندرون زمین کی شر سیلاب سخت گرمی سخت ٹھنڈک وغیرہ زمین کی مخلوق کی شر اندرونی کیڑے مکوڑے وغیرہ ہیں کہ سفر میں انہی کی وجہ سے حادثات زیادہ پیش آتے ہیں۔
۳۔ اگرچہ یہ چیزیں بھی زمین پر چلنے والوں میں داخل تھیں' لیکن چونکہ ان کی شر خصوصاً مسافر کو بہت زیادہ پہنچتی ہے' اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا' بعض لوگوں نے والد سے مراد ابلیس اور ولد سے اس کی ذریت لی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو عام رکھا جائے (لمعات) کیونکہ مسافر کو اجنبی شہر میں چور اچکوں سے بھی بہت تکلیف پہنچ جاتی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَالَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِىْ وَنَصِيْرِىْ بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ

(۲۳۲۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کرتے تو کہتے الٰہی تو میری قوت بازو ہے میرا مددگار ہے تیرے بھروسہ ہی سے دفع کرتا ہوں تیری مدد پر حملہ کرتا ہوں تیری امید سے جہاد کرتا ہوں ا۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۲۳۲۵) ا۔ احول حول سے بنا بمعنی دشمن کے مکروفریب کو پھیر دینا یا برائی سے اچھائی کی طرف پھر جانا۔ یعنی الٰہی میں دشمن کے مقابل اپنی قوت' فوج' ہتھیاروں کے بھروسہ پر نہیں آیا ہوں' یہ تو فقط اسباب ہیں۔ بھروسہ تجھ پر ہے تو چاہے تو ابابیل سے فیل مروادے' کمزور مسلمان سے قوی کفار کو ہلاک کرادے' دو بچوں سے ابوجہل کو ٹھکانے لگادے۔ یہ وہ چیز ہے جو کفار کے پاس نہیں اور مسلمان انہی کی برکتوں سے فتح پاتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِىْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۲۳۲۶) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم سے خطرہ محسوس فرماتے ا۔ تو کہتے اے اللہ ہم ان کے مقابل تجھے کرتے ہیں ۲۔ اور ان کی شر سے تیری پناہ لیتے ہیں ۳۔ (احمد ابوداؤد) ۴۔

(۲۳۲۶) ا۔ اس طرح کہ آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں قوم ہمارے خلاف سازش یا جنگی تیاری کر رہی ہے خیال رہے کہ خوف بہت طرح کا ہے خوف اطاعت و بندگی صرف رب تعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے اور خوف نفرت شیطان وغیرہ دشمنوں سے' اور خوف بمعنی خطرہ تکلیف ہر خطرناک چیز سے ہو سکتا ہے' موسیٰ علیہ السلام کو وادی سینا میں سانپ سے خوف ہوا' آپ نے فرعونیوں سے خوف کیا' یہ واقعات اس آیت کے خلاف نہیں لا خوف علیھم کہ وہاں خوف اطاعت مراد اس ہی کی نفی ہے اور یہاں خوف بمعنی خطرہ ۲۔ نحر سینہ کو بھی کہتے ہیں اور جانور ذبح کرنے کو بھی فصل لربک وانحر چونکہ دشمن کے مقابلہ میں سینہ تان کر ہی کھڑے ہوتے ہیں اس مقابلہ کو اس لفظ سے تعبیر فرمایا۔ نیز اس میں نیک فال بھی ہے کہ خدایا دشمن کو ذبح کردے کہ وہ ہمارے مقابلہ کے لائق ہی نہ رہے۔ ۳۔ یعنی ہمارے اور دشمن کی شر کے درمیان تو آڑ ہو جاتا کہ ان کی شر ہم تک نہ پہنچ سکے یہ دعا بہت ہی مجرب ہے ایک دشمن کے مقابل بھی کام آتی ہے اور بہت دشمنوں کے مقابل بھی فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی برکت سے شر اعداء سے محفوظ ہے۔ ۴۔ اسے حبان اور حاکم نے بھی روایت کیا حصن حصین شریف میں ہے دشمن کے خوف کے وقت لایلف قریش پڑھنا بڑی امان ہے امام نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ لایلف کو بہت اولیاء اللہ نے آزمایا ہے بہت مجرب پایا حضرت زید ابن علی عن عتبہ

marfat.com

ابن غزوان عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم روایت نیز حصن حصین شریف میں اسے نقل کیا کہ جب مدد درکار ہو خصوصا سفر میں تو کہے یاعباد اللہ اعینونی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو انشاء اللہ بہت جلد مدد پہنچے گی کہ بعض اللہ کے غیبی بندے اس پر مامور ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ حدیث یاعباد اللہ حدیث حسن ہے مشائخ کی مجرب' مسافروں کو اس کی بہت ضرورت ہے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو مدد کے لئے پکارنا بھی سنت ہے اور ان سے مدد لینا بھی سنت' یہ شرک نہیں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاؤُدَ وَابْنِ مَاجَةَ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِيْ قَطُّ اِلَّا رَفَعَ طَرْفَهٗ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ

(۲۳۲۷) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکلتے تو کہتے شروع اللہ کے نام سے ۱؎ اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ خدایا ہم تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اس سے کہ ہم پھسلیں اور بہکیں ۲؎ یا ستائیں یا ستائے جائیں یا جہالت کریں یا ہم پر جہالت کی جائے ۳؎ (احمد' ترمذی' نسائی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے' ابوداؤد' ابن ماجہ کی روایت یوں ہے کہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میرے گھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ نکلے مگر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائے ہوئے ۴؎ پھر کہتے الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ بہکوں یا بہکایا جاؤں یا ظلم کروں یا ستایا جاؤں یا جہالت کروں یا مجھ پر جہالت کی جائے ۵؎۔

(۲۳۲۷) ۱؎ یعنی اس نکلنے کی ابتداء اللہ کے نام سے کرتا ہوں تاکہ نکلنا برکت والا ہو ۲؎ بلاارادہ گناہ ہو جانا ذلت ہے اور ارادۃً و قصداً گناہ کرنا ضلالت یا گناہ صغیرہ ذلت ہے گناہ کبیرہ ضلالت یا عملی غلطی ذلت ہے اور اعتقادی غلطی ضلالت' چونکہ گھر سے باہر نکل کر ہر قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ اچھوں سے بھی بروں سے بھی اس لئے اس موقعہ پر یہ دعا بہت مناسب ہے یعنی یا اللہ گناہوں' بدعقیدگیوں سے تو ہی مجھے بچانا اب ہر طرح کے لوگوں سے مجھے ملنا ہے خیال رہے کہ دعائیں تعلیم امت کے لئے ہیں ۳؎ حقوق العباد مارنا ظلم ہے اور حقوق اللہ ضائع کرنا جہالت یعنی خدایا نہ تو میں کسی کا حق ماروں نہ کوئی میرا حق مارے اور نہ میں تیرے حقوق میں کوتاہی کروں نہ کوئی مجھ سے کوتاہی کرائے اس جملہ کی اور بہت تفسیریں ہیں سلامتی دین اسی میں ہے کہ انسان نہ ظالم ہو نہ مظلوم نہ جاہل ہو نہ مجہول (اشعہ مع زیادۃ) ۴؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کعبہ قبلہ عبادت ہے اور آسمان قبلہ حاجات کہ سب کی جسمانی و روحانی روزی آسمان سے ہی آتی ہے۔ اس لئے دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا پھیلانا ادھر دیکھنا بہتر ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اس نظر اٹھانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ رب تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے۔ وہ تو ہر جگہ وجہت سے پاک ہے ہر وقت ہمارے ساتھ ہے وھو معکم این ما کنتم ۵؎ دونوں آیتوں میں بڑا فرق نہیں قریباً یکساں ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ ہم لوگوں کے ساتھ مل کر کبھی تو دینی معاملے میں غلطی کر جاتے ہیں کہ خلاف عقیدہ باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں کبھی دنیوی معاملے میں یا اس طرح کہ کسی پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں اور یا اس طرح کہ ساتھی کا حق صحبت ادا نہیں کرتے' اس دعا میں ان تینوں چیزوں سے پناہ مانگی گئی۔

marfat.com

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْتِهٖ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ يُقَالُ لَهٗ حِيْنَئِذٍ هُدِيْتَ وَكُفِيْتَ وَوُقِيْتَ فَيَتَنَحّٰى لَهُ الشَّيْطَانُ وَيَقُوْلُ شَيْطَانٌ اٰخَرُ كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ اِلٰى قَوْلِهٖ لَهُ الشَّيْطَانُ۔

(۲۳۲۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکلے ۱؎ تو کہہ دے اللہ کے نام سے میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اللہ کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت ۲؎ تب اس سے کہا جاتا ہے تجھے ہدایت و کفایت دی گئی اور تو محفوظ کر دیا گیا ۳؎ پھر شیطان دور بھاگ جاتا ہے اور اس سے دوسرا شیطان کہتا ہے تجھے اس شخص سے کیا تعلق ہے جسے ہدایت و کفایت دی گئی اور جو محفوظ کیا گیا ۴؎ (ابوداؤد) (اور ترمذی نے لہ الشیطان تک)

(۲۳۲۸) ۱؎ گھر سے مراد رہنے کی جگہ ہے خواہ یہی گھر ہو جس میں بال بچوں کے ساتھ رہتے ہیں یا مسجد کا حجرہ' خانقاہ وغیرہ جہاں صوفیاء طلباء اور مشائخ رہتے ہیں غرضیکہ ہر شخص اپنے ٹھکانے سے نکلتے وقت پڑھ لیا کرے' ۲؎ یعنی اللہ کے نام سے نکلتا ہوں اور اپنے کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں میں کمزور ہوں وہ قوی ہے اس کے بغیر نہ کسی میں طاقت ہے نہ قوت' حول و قوت کے بہت نفیس فرق پہلے بیان کئے جا چکے ہیں گناہ سے بچنے کی طاقت حول ہے نیکی کرنے کی طاقت قوت ہے دنیا کے جنجال سے بچنے کی طاقت حول ہے۔ ب ذوالجلال تک پہنچنے کی طاقت قوت ہے اچھے کرام کرنے کی طاقت حول ہے۔ اور مقبول کام کرنے کی طاقت قوت' خیال رہے ہر مقبول اچھا ہے۔ ہر اچھا مقبول نہیں مردودیت سے پہلے شیطان کے سجدے اچھے تو تھے مگر مقبول نہ تھے ۳؎ یعنی اس دعا کے پڑھنے پر غیبی فرشتہ اس سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ تو نے بسم اللہ کی برکت سے ہدایت پائی اور توکل علے اللہ کے وسیلہ سے کفات اور لا حول کے واسطہ سے حفاظت' تین چیزوں پر تین نعمتیں ملیں۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہم فرشتہ کا یہ کلام سنتے نہیں مگر جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہم تک یہ کلام پہنچ گیا' تو اس کا کہنا عبث نہ ہوا۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہم اس فرشتہ کا یہ کلام سنتے نہیں تو اس کا کہنا بیکار ہے نیز فرشتہ کے اس کلام کا عملی طور پر ظہور بھی ہو جاتا ہے۔ کہ اس بندے کو یہ تینوں نعمتیں مل جاتی ہیں ۴؎ یعنی فرشتے کے اس کہہ دینے پہ اس کا قرین شیطان جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اس سے بھاگ جاتا ہے پھر جب شام شیاطین کا سردار ابلیس اس سے دن بھر کے کارکردگی کا امتحان لیتا ہے۔ تو یہ قرین اس بندے کی دعا کا ذکر کر کے افسوس کرتا ہے کہ میں آج اسے بہکا نہ سکا۔ تب ابلیس اس کی تسلی کے لئے یہ کہتا ہے۔ کہ تجھ پر کوئی میرا عتاب نہیں تو معذور تھا وہ بندہ فرشتہ کی امن میں آ چکا تھا اس کی اور شرح میں بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر یہ شرح قوی ہے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتہ کی ان امان میں آ جانا امن و امان کا ذریعہ ہے۔ پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی امان میں آ جائے اس کا کیا کہنا دوسرے یہ کہ ابلیس فرشتوں اور ان کی امان و حفاظت کو دیکھتا ہے بدر میں ابلیس نے امدادی فرشتوں کو دیکھا تھا اور کہا تھا انی اری مالا ترون تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ناری اور نوری مخلوق چھپی ہوئی نہیں۔ حضور علیہ السلام فرشتوں' شیاطین کو ملاحظہ بھی فرماتے ہیں اور ان کے کلام بھی سنتے ہیں پھر ہم خاکی مخلوق حضور علیہ السلام سے کیسے چھپ سکتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ

(۲۳۲۹) روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے فرماتے ہیں

marfat.com

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ثُمَّ لِيُسَلِّمْ عَلٰى اَهْلِهٖ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو تو کہہ لے ا۔ الٰہی میں تجھ سے داخلے کی اور نکلنے کی بھلائی مانگتا ہوں اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اپنے رب تعالیٰ پر ہم نے بھروسہ کیا پھر گھر والوں کو سلام کرے ۲۔(ابوداؤد)

(۲۳۲۹) ا۔ اپنے گھر سے مراد اپنے رہنے کا گھر ہے خواہ ملکیت سے ہو یا کرایہ سے اور خواہ عارضی ہو یا دائمی' لہذا جو شخص سرائے کے کسی حجرے میں مع بال بچوں یا دوستوں کے شب بھر کے لئے مقیم ہو وہ بھی داخل ہوتے وقت یہ عمل کرے ۲۔ شیخ عبدالحق نے اشعتہ اللمعات میں یہاں فرمایا کہ اگر گھر میں لوگ ہوں تو انہیں سلام کرے' اگر خالی ہو تو فرشتوں کو سلام کی نیت سے یہ کہے السلام علی عباد اللہ الصالحین بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خالی گھر میں جاتے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرے (از شفا شریف' ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت کہے۔ بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق جلد اول میں ملاحظہ کیجئے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ ـ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۳۳۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کے نکاح پر دعا کرتے تو فرماتے اللہ تجھے برکت دے اور تم دونوں پر برکت کرے تم دونوں کو بھلائی میں جمع رکھے ا۔(احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۳۳۰) ا۔ ہر نکاح کرنے والے کو یہ دعا دینا سنت ہے اگر مجلس نکاح میں موجود ہو تو ایجاب و قبول کے بعد یہ دعا دے اگر وہاں نہ ہو تو دولھا کو مبارکباد دیتے وقت یہ کلمے کہے تجھے برکت دے سے مراد دنیاوی برکت ہے اولاد' مال' وغیرہ میں برکت' رب تعالیٰ فرماتا ہے ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ اور تم پر برکت سے مراد دینی ہے نکاح خیر کی توفیق بخشے بھلائی میں جمع رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ خاوند بیوی ایک دوسرے کی بھلائی میں مدد کریں برائی سے روکیں' یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے' رب تعالیٰ نصیب کرے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَزَوَّجَ اَحَدُكُمْ اِمْرَأَةً اَوِ اشْتَرٰى خَادِمًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَإِذَا اشْتَرٰى بَعِيْرًا فَلْيَاْخُذْ بِذُرْوَةِ سَنَامِهٖ وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الْمَرْأَةِ وَالْخَادِمِ ثُمَّ لْيَاْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ ـ

(۲۳۳۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی کسی عورت سے نکاح کرے یا غلام خریدے تو کہہ لے ا۔ الٰہی میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس پر تو نے اسے پیدا کیا اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس کی شر سے اور اس کی شر سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا ۲۔ اور جب اونٹ خریدے تو اس کا کوہان پکڑ کر اس طرح کہے ۳۔ اور ایک روایت میں عورت و خادم کے متعلق ہے کہ پھر اس کی پیشانی

marfat.com

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ) پکڑے اور دعائے برکت کرے ۴؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ)۵؎

(۲۴۳۱) ۱؎ بیوی یا لونڈی یا غلام کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے' جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھ کر بھی پڑھ سکتا ہے (مرقات) ۲؎ عموماً ہر انسان فطری طور پر برائی کی طرف مائل ہے بھلائی رب تعالٰی کے فضل سے نصیب ہوتی ہے' جبلتہا سے یہ ہی طبعی میلان مراد ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے اور یہاں فرمایا گیا کہ شر پر پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہاں پیدائشی حالت کا ذکر ہے کہ بچہ اس عہد و پیمان پر پیدا ہوتا ہے جو میثاق کے دن رب تعالٰی سے کئے گئے تھے الست بربکم قالوا بلٰی اور یہاں اس کے میلان طبع کا ذکر ہے' خود ہمارا اپنا یہ میلان ہے اسی لئے ہر خطبہ کے اول سرکار پڑھا کرتے تھے نعوذ باللہ من شرور انفسنا رب تعالٰی شر سے بچائے ۳؎ گائے بھینس بکری' وغیرہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر پڑھے' ۴؎ حصن حصین میں ہے کہ بیوی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر گزشتہ مذکورہ دعا بھی پڑھے اور یہ دعائے مسخیر بھی کرے۔ یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔ اور بہت مفید ہے اس دعا کی برکت سے گھر میں اتفاق رہتا ہے۔ بیوی ہر طرح خاوند کی خیر خواہ اور مطیع رہتی ہے' جانبین میں محبت قائم رہتی ہے' نبھاؤ بہت اچھا ہوتا ہے۔ زندگی بہت بہتر گزرتی ہے دونوں کو دین پر استقامت میسر ہوتی ہے۔ ۵؎ اس کا پہلا جزء ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ ابو یعلی موصلی حاکم نے' اور اس کا دوسرا جزء ابوداؤد' نسائی' ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَوَاتُ الْمَکْرُوْبِ اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْا فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۲۴۳۲) روایت ہے حضرت ابو بکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غمگین کی دعائیں یہ ہیں اے الٰہی میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں تو تو مجھے پلک جھپکنے کی بقدر بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر ۲؎ اور میرے سارے کام بنا۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں (ابوداؤد) ۳؎

(۲۴۳۲) ۱؎ مکروب سے مراد وہ شخص ہے' جس کو کسی خاص غم و رنج یا فکر نے گھیر لیا ہو۔ جس سے خلاصی کی صورت نہ بنتی ہو' چونکہ یہ دعا بہت سی دعاؤں پر مشتمل ہے اس لئے اسے دعوات یعنی دعائیں فرمایا گیا۔ یہ دعا دفع رنج و غم کے لئے بہت مجرب ہے ۲؎ یعنی میں صرف تیری رحمت ہی کا امیدوار ہوں اور تیرا نام رجاء السائلین بھی ہے کوئی آس لگا کر آنے والا سائل تیرے در سے مایوس نہیں لوٹتا۔ لہٰذا مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کر کہ میرا سب سے بڑا دشمن یہ ہی ہے اور ساتھ ہی میں کمزور بھی ہوں۔ میں کسی چیز میں تیری مدد کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا ۳؎ اسے ابن حبان' ابن ابی شیبہ' ابن سنی' طبرانی نے بھی روایت کیا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ ھُمُوْمٌ لَزِمَتْنِیْ وَدُیُوْنٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَفَلَا اُعَلِّمُکَ کَلَامًا اِذَا قُلْتَہٗ اَذْھَبَ اللّٰہُ ھَمَّکَ وَقَضٰی عَنْکَ دَیْنَکَ قَالَ قُلْتُ

(۲۴۳۳) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے غم و قرض چمٹ گئے ۱؎ فرمایا تو کیا میں تمہیں وہ دعا نہ سکھا دوں کہ جب تم اسے پڑھ لو تو اللہ تمہارے غم مٹا دے اور تمہارا قرض اتار دے ۲؎ فرماتے ہیں

marfat.com

بَلٰی قَالَ قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَیْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَالِ قَالَ فَفَعَلْتُ ذٰلِکَ فَاَذْھَبَ اللّٰہُ ھَمِّیْ وَقَضٰی عَنِّیْ دَیْنِیْ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

میں نے عرض کیا ہاں ضرور' فرمایا روزانہ صبح اور شام کے وقت یہ پڑھ لیا کرو ۳؎۔ الٰہی میں رنج و غم سے تیری پناہ لیتا ہوں ۴؎ اور عاجزی و سستی سے تیری پناہ لیتا ہوں ۵؎ اور کنجوسی و بزدلی سے تیری پناہ لیتا ہوں ۶؎ اور قرض کے چھا جانے اور لوگوں کے غالب آ جانے سے تیری پناہ لیتا ہوں ۷؎۔ فرماتے ہیں میں نے یہ عمل کیا تو اللہ نے میرا غم مٹا دیا اور میرا قرض ادا کر دیا ۸؎۔ (ابوداؤد)

(۲۳۳۳) ۱؎ مرقات نے فرمایا کہ اس عرض کا مقصود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ یعنی طلب مدد اور فریاد کرنا ہے یعنی مجھے ایسے بڑے غم و قرض نے گھیر لیا جو کسی طرح دفع نہیں ہوتے' آپ سے فریاد ہے کیونکہ آپ خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ عظمیٰ ہیں انہیں آپ کا وسیلہ عظمیٰ ہی دور کر سکتا ہے (مرقات) معلوم ہوا کہ مصیبتوں میں حضور علیہ السلام کی پناہ لینا حضور علیہ السلام سے مدد مانگنا سنت صحابہ ہے شرک نہیں ۲؎۔ یعنی اس دعا کی برکت اور میرے وسیلے اور میری تعلیم کے اثر سے رب تعالٰی تمہارے رنج و قرض سب کچھ دور کر دے گا۔ کام رب ہی کرتا ہے مگر وسیلہ کے ذریعہ سے بزرگوں سے حاصل کی ہوئی دعاؤں میں دو تاثیریں ہوتی ہیں۔ الفاظ کی تاثیر اور ان کی زبان کی تاثیر۔ تلوار کسی کی سان پر رکھ کر تیز کرو پھر اس سے وار کرو ۳؎۔ صبح شام سے مراد یا تو بعد نماز فجر و مغرب کے اوقات ہیں یا ہمیشہ پڑھنا (مرقات) صوفیاء خاص ضرورت پر ہر نماز کے بعد ایک ایک بار یہ دعا پڑھا کرتے ہیں ۴؎۔ ہم وحزن یا تو ہم معنے ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے' کیا فرق ہے۔ اس میں بہت گفتگو ہے صحیح تر یہ ہے کہ آئندہ مصیبت کے خطرہ کو ہم کہتے ہیں اور گزشتہ نازل شدہ مصیبت کی تکلیف کو حزن اسی لئے پختہ ارادے کو ہم کہا جاتا ہے ولقد ھمت بہ یا تکلیف دہ چیز واقع ہو جانے پر جو صدمہ ہے وہ ہم' اور کسی مطلوب کے فوت ہو جانے پر صدمہ حزن' واللہ اعلم بہرحال یہ دعا بہت جامع ہے ۵؎۔ یعنی نیکی پر قادر' نہ ہونے اور قادر ہو کر اس کے کرنے میں بوجھل ہو جانے سے تیری پناہ عجز' وکسل میں یہ ہی فرق ہے۔ نیکی پر قدرت بھی اللہ کی رحمت ہے۔ اور قدرت کے بعد کر لینے کا موقعہ مل جانا یعنی توفیق بھی اس کا کرم ۶؎۔ صدقات واجبہ' صدقات نفلیہ نہ ادا کرنا سائل کو بھیک کبھی نہ دینا مہمان نوازی نہ کرنا' حقوق مالیہ ادا نہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر درود شریف نہ پڑھنا وغیرہ بخل ہے اور تبلیغ کی ہمت نہ ہونا' جہاد میں بزدلی آ جانا۔ رزق کے معاملہ میں اللہ پر توکل نہ ہونا جبن یعنی بزدلی ہے۔ مسلمان بھائی سے لڑنے کی ہمت نہ کرنا بزدلی نہیں فضول خرچی سے بچنا۔ بخل نہیں۔ آج لوگوں نے سخاوت و فضول خرچی یوں ہی بخل و کفایت شعاری' یوں ہی بہادری اور ایذاء رسانی' یوں ہی بزدلی و نرم دلی میں فرق کرنا چھوڑ دیا ۷؎۔ خیال رہے کہ نفس قرض برا نہیں قرض تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لیا ہے غلبہ دین برا ہے جس کے ادا کی صورت نظر نہ آئے یا جو مقروض کو ذلیل کر دے یا جس سے مقروض جھوٹ بولنے وعدہ خلافی کرنے پر مجبور ہو جائے اسی لئے یہاں غلبہ دین کا ذکر فرمایا' قہر رجال میں یا تو قرض خواہوں کا غلبہ یا بادشاہ کا ظلم یا ظالموں کا گھیر لینا مراد ہے اللہ تعالٰی ہر مسلمان کو ان سب مصیبتوں سے محفوظ رکھے ۸؎۔ یعنی یہ دعا میری مجرب بھی ہے تیر بہدف نسخہ ہے ہر مسلمان ہمیشہ ہی یہ دعا ہر نماز کے بعد ضرور ایک بار پڑھ لیا کرے۔ انشاء اللہ قرض و ظلم سے محفوظ رہے گا۔ فقیر بفضل رب قدیر اس کا عامل ہے اس دعا کے زیر سایہ ہر بلا و قرض سے محفوظ ہے۔

marfat.com

وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ جَاءَهُ مُكَاتَبٌ فَقَالَ إِنِّي عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِي فَأَعِنِّي قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيهِنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ كَبِيرٍ دَيْنًا أَدَّاهُ اللهُ عَنْكَ قُلِ اللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيثَ جَابِرٍ إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ فِي بَابِ تَغْطِيَةِ الْأَوَانِي إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى۔

(۲۳۳۴) روایت ہے حضرت علی سے کہ آپ کے پاس ایک مکاتب آیا بولا میں اپنی ادائے کتابت سے عاجز آگیا ہوں۔ میری کچھ مدد فرمایئے ۱۔ فرمایا کیا میں تجھے وہ کلمے نہ سکھادوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے اگر تجھ پر پہاڑ برابر بھی قرض ہو تو اللہ تجھ سے ادا کرادے ۲۔ یہ پڑھا کرو ۳۔ خدایا مجھے اپنے حلال کے ذریعہ اپنے حرام سے تو کافی ہو جا ۴۔ اور مجھے اپنی مہربانی سے اپنے سوا سے بے پرواہ کردے ۵۔ (ترمذی، بیہقی، دعوات کبیر) ۶۔ اور ہم حضرت جابر کی یہ حدیث کہ جب تم کتوں کا رونا سنو الخ برتن ڈھکنے کے باب میں انشاء اللہ ذکر کریں گے ۷۔

(۲۳۳۴) ۱۔ یعنی میرے مولا نے کچھ مال پر میری آزادی موقوف رکھی ہے جسے ادا کرکے میں آزاد ہوں اور میرے پاس وہ مال نہ ہے اور نہ اس کے حاصل کرنے پر قدرت ہے براہ کرم مال یا دعا سے میری مدد فرمائیں معلوم ہوا کہ حضرت علی بفضل اللہ العلی مشکل کشا و دافع بلا ہیں ان سے مصیبت میں مدد لینا شرک نہیں بلکہ سنت بزرگان ہے۔ ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ جناب علی نے دانستہ طور پر اس کی مالی مدد نہ کی کہ اس سے اس کا کام تو چل جاتا مگر اسے غنا میسر نہ ہوتا، آپ نے اسے وہ دعا بتائی جس سے وہ ہمیشہ کے لئے لوگوں سے غنی ہو گیا وقتی حاجت روائی سے سائل کو غنی بنادینا بہتر ہے ۳۔ ہر نماز کے بعد ایک بار، غالب یہ ہے کہ لفظ قل حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور ہو سکتا ہے کہ آپ کا خود اپنا قول ہو (مرقات)، مشائخ کو، ہمیشہ حسب ضرورت اوراد وظیفہ ایجاد کرنے کا حق ہے جیسے اطباء کو معجون دوائیں ایجاد کرنے کا حق ہے اور منقولہ دعاؤں کی اجازت دینے کا بھی اختیار ہے ۴۔ یعنی حلال روزی بھی اتنی دے کہ مجھے حرام کی طرف توجہ نہ ہو اور میرے دل میں حرص بھی نہ پیدا ہونے دے تاکہ میں حرام سے بچا رہوں خلاصہ یہ ہے کہ کفایت و قناعت دونوں نصیب کر ۵۔ کہ دنیا والوں کے پاس حاجت لے کر مجھے نہ جانا پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پرواہی تو سخت محرومی بلکہ کفر ہے، شیطان نبوت سے بے پرواہ ہو کر مارا گیا ۶۔ اسے حاکم نے بھی روایت کیا یہ دعا بہت مجرب ہے فقیر کا اس پر عمل ہے اور اس کا بہت فائدہ فقیر آزما رہا ہے ۷۔ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی مگر میں نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس باب میں ذکر نہ کیا، انشاء اللہ اس کی وجہ مناسبت وہاں ہی بیان کی جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَلَسَ مَجْلِسًا أَوْ صَلَّى تَكَلَّمَ بِكَلِمَاتٍ فَسَأَلَتْهُ عَنِ الْكَلِمَاتِ فَقَالَ إِنْ تُكُلِّمَ بِخَيْرٍ كَانَ طَابَعًا عَلَيْهِنَّ إِلٰى يَوْمِ

(۲۳۳۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ بیٹھتے یا نماز پڑھتے تو کچھ کلمات کہتے ۱۔ میں نے حضور سے، ان کلمات کے متعلق پوچھا تو فرمایا اگر

marfat.com

الْقِيَامَةِ وَإِنْ تَكَلَّمَ بِشَرٍّ كَانَ كَفَّارَةً لَهُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

اچھی بات کی جائے ۲؎ تو ان پر روز قیامت مہر ہو جائے اور اگر بری بات کی گئی ہو تو اس کا کفارہ ہو جائے ۳؎ الٰہی تو پاک ہے تیری حمد ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں ۴؎ (نسائی)

(۲۳۳۵) ۱؎ فارغ ہو کر بلکہ وہاں سے اٹھتے وقت یہ کلمات کہتے تھے (مرقات) ۲؎ یا تو ان الف کے زبر سے ہے اور تکلم ت اور ک کے پیش سے یعنی ان کلمات کا بول لینا' پڑھ لینا یا ان الف کے کسرہ (زیر) سے اور تکلم ت اور ک کے زبر سے ہے یعنی اے عائشہ اگر تم یہ کلمات پڑھ لیا کرو پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔ ۳؎ یعنی جو دعائیہ کلمے میں پڑھا کرتا ہوں ان کی تاثیر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اچھی باتیں کرکے یا کوئی عبات کرکے یہ کلمات پڑھ لے' تو یہ کلمات ان باتوں یا عبادتوں کے لئے مثل مہر کے ہوں گے کہ تاقیامت محفوظ رہیں گے اور حساب کے وقت وہ مقبول ہوں گے خود وہ کلمات بھی اور وہ عبادات یا دعا بھی جن پر یہ کلمات پڑھے گئے اور اگر کوئی بری باتیں بول کر یہ کلمات آخر میں کہہ لے۔ تو یہ کلمات ان بری باتوں کا کفارہ بن جائیں گے کہ ان کی برکت سے رب تعالٰی ان برائیوں پر پکڑ نہ فرمائے گا' اس لئے ہم ہر مجلس کے آخر میں یہ کلمات پڑھ لیتے ہیں ۴؎ یہ ان کلمات کا بیان ہے جن کا فائدہ ابھی بیان ہوا استغفار و توبہ کا فرق بیان ہو چکا ہے کہ گناہ سے معافی مانگنے کا نام استغفار ہے اور عیوب سے معافی مانگنے کا نام توبہ' یا بڑے گناہوں سے معافی مانگنا استغفار ہے چھوٹے گناہوں سے معافی کا نام توبہ' یا کھلے گناہوں سے معافی استغفار اور چھپے گناہوں سے معافی توبہ وغیرہ یہ بہت جامع دعا ہے جس میں رب تعالٰی کی حمد و ثنا بھی ہے اور توبہ و استغفار بھی۔

وَعَنْ قَتَادَةَ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ اٰمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا (رَوَاهُ أَبُو دَاوٗدَ)

(۲۳۳۶) روایت ہے حضرت قتادہ سے انہیں خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو فرماتے بھلائی و ہدایت کا چاند ہو ۱؎ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہو بھلائی اور ہدایت کا چاند ہو' تین بار فرماتے اس پر ایمان لایا جس نے تجھے پیدا کیا ۲؎ پھر فرماتے اس رب کا شکر ہے جو فلاں مہینہ لے گیا اور فلاں مہینہ لایا ۳؎ (ابوداؤد) ۴؎

(۲۳۳۶) ۱؎ یعنی خدایا یہ مہینہ ہمارے لئے نیک اعمال کرنے کی توفیق اور گناہوں سے بچنے کی توفیق لے کر آیا ہو مہینے اور وقت میں بھی تاثیریں ہیں جیسے بعض وقت گرم ہوتے ہیں۔ بعض سرد' بعض زمانہ بیماریوں کے ہوتے ہیں بعض صحت کے ایسے ہی بعض اوقات گناہوں کے ہوتے ہیں بعض نیکیوں کے' اس لئے چاند دیکھنے پر یہ دعا پڑھتے تھے۔ جس چیز کی ابتدا اچھی ہو اس کی بقا و انتہا بھی انشاء اللہ اچھی ہو گی۔ مہینہ کی ابتداء اگر دعا سے ہے تو انشاء اللہ سارا ماہ خیر رہے گی' ہلال مرفوع ہے ھذا کی خبر۔ یعنی انشاء اللہ یہ بھلائی کا چاند ہے۔ یا خدایا یہ بھلائی کا چاند ہو ۲؎ اس میں چاند کے پجاریوں کی تردید ہے یعنی اے چاند میں تجھ پر ایمان نہیں لایا۔ بلکہ اس رب پر ایمان لایا ہوں جو تیرا اور میرا خالق ہے ۳؎ دونوں جگہ فلاں کی جگہ مہینے کا نام لیتے تھے چونکہ قریباً سارے دینی کام چاند و سورج سے وابستہ ہیں اس لئے ان اوقات کے بخیریت جانے آنے پر خدا کا شکر کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ' حج' بیوہ عورتوں کی عدت دودھ

marfat.com

پلانے کی مدت' چاند ہی سے وابستہ ہیں۔ نماز کے اوقات' سحری و افطار وغیرہ سورج کی رفتار سے وابستہ ہے ۴۔ اسے طبرانی نے حضرت نافع ابن خدیج سے کچھ فرق سے مرفوعاً روایت کیا اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے موقوفاً' مگر کچھ فرق سے (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَثُرَ هَمُّهٗ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ وَفِيْ قَبْضَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِاسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ مَكْنُوْنِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَجِلَاءَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ مَا قَالَهَا عَبْدٌ قَطُّ اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ غَمَّهٗ وَاَبْدَلَهٗ بِهٖ فَرَجًا۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۲۳۳۷) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے رنج و غم زیادہ ہو جائیں وہ یہ پڑھے ا۔ الٰہی میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا اور تیری بندی کا بچہ ہوں ۲۔ اور میری پیشانی تیرے قبضہ میں ہے ۳۔ مجھ میں تیرا حکم جاری ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ عین انصاف ہے ۴۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کی برکت سے جو تو نے اپنا رکھا یا جو نام اپنی کتاب میں اتارا یا جو نام اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا جو نام اپنے پاس پردہ غیب میں پوشیدہ ہے یہ مانگتا ہوں ۵۔ کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے رنج و غم کا دفعیہ بنادے ۶۔ یہ کلمات کوئی بندہ نہیں کہتا مگر اللہ اس کا غم دور کر دیتا ہے اور اس کے عوض کشادگی دیتا ہے ۷۔ رزین ۸۔

(۲۳۳۷) ا۔ یعنی رنج و غم میں گھرا ہوا آدمی یہ دعا پڑھا کرے۔ مراد دنیاوی رنج و غم ہیں۔ جن کے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے آخرت کے رنج و غم تو اللہ کی نعمت ہیں ان کے دفع کی کوشش نہ کرے بلکہ ان کے بقا کی دعا مانگے عشق خدا اور رسول کا رنج و غم تو مقصد حیات ہے۔ شعر۔

☆ ترا غم رہے سلامت میرے دل کو کیا کمی ہے ☆ یہ ہی میری بندگی ہے یہ ہی میری زندگی ہے ☆

☆ ترا درد میرا درماں ترا غم مری خوشی ہے ☆ مجھے درد دینے والے تیری بندہ پروری ہے ☆

۲۔ یعنی خدایا میں تین طرح تیری رحمت کا حقدار ہوں ایک یہ کہ میں خود تیرا بندہ ہوں' دوسرے یہ کہ میرا باپ بھی تیرا بندہ ہے تیسرے یہ کہ میری ماں بھی تیری بندی اور بارگاہ عالی کی لونڈی ہے پھر ان نسبتوں کے ہوتے ہوئے تیرے در سے کیسے محروم رہوں گا ۳۔ یعنی میں تیرے ملک و تصرف میں ہوں پیشانی بول کر ذات مراد لیتے ہیں یہ جملہ قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے ما من دابة الا هوا اخذ بنا صيتها ۴۔ یعنی میرے اختیاری اعمال اور غیر اختیاری حالات پر تیری قضا و قدر نافذ ہے اور جو کچھ تو نے مجھ پر حکم نافذ فرمایا ہے وہ عین عدل و انصاف ہے خیال رہے کہ یہاں حکم سے مراد تکوینی حکم ہے نہ کہ تشریعی' حکم و امر میں بڑا فرق ہے دنیا میں سب کچھ رب تعالٰی کے حکم قضا و قدر سے ہو رہا ہے اس کے امر سے نہیں ہو رہا ہے سب کو ایمان لانے' نماز پڑھنے کا امر ہے مگر بہت لوگ نہ ایمان لاتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں نیز یہاں عدل سے مراد ظلم کا مقابل ہے نہ کہ فضل کا یعنی تو ظلم سے پاک ہے ۵۔ اس عبارت سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ رب تعالٰی کے نام بہت ہیں صرف ۹۹ نہیں جن احادیث میں ۹۹ نام مذکور ہیں

marfat.com

وہاں مقصد یہ ہے کہ جو ان ناموں کا وظیفہ پڑھے گا بخشا جائے گا یہ مطلب نہیں کہ رب کے صرف اتنے ہی نام ہیں دوسرے یہ کہ اسمائے الٰہیہ تین قسم کے ہیں بعض وہ جو آسمانی کتابوں میں مذکور ہوئے اور عام مومنین نے جان لیے اور بعض وہ جو صرف انبیائے کرام' فرشتوں' یا بعض اولیاء کو الہاماً" سکھائے گئے اور بعض جو در مکنون کی طرف پردہ غیب میں رکھے گئے کسی کو نہ بتائے گئے تیسرے یہ کہ اسماء الٰہیہ کی برکت' ان کے توسل سے دعا مانگنا چاہیے' خواہ ہم کو ان کا علم ہو یا نہ ہو۔ ایسے اللہ کے مقبول بندوں نبیوں' اولیاؤں کی طفیل دعاء مانگنی چاہیے' ہمیں ان کی تفصیل معلوم ہو یا نہ ہو'۶۔ یعنی جیسے موسم بہار زمین کی تمام خشکی بے رونقی دور کر کے اسے طرح طرح کی زینتوں سے آراستہ کر دیتا ہے ایسے ہی قرآن شریف کے ذریعہ میرے دل کے رنج و غم تاریکی سیاہی' گناہوں کی طرف میلان' حرص و حواس' حسد دور فرما کر اس میں ایمان و عرفان' خوف خدا' عشق جناب مصطفیٰ کے پھل پھول لگا دے' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف مومن کے دل کی بہار ہے ایسے ہی صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم اس بہار کی جان ہیں ۷۔ اس طرح کہ رنج و غم کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور دل میں خوشی و راحت کی بارشیں ہوتی ہیں۔۸۔ اسے احمد' ابن حبان' حاکم ابویعلی موصلی' بزار' طبرانی' ابن ابی شیبہ نے بھی' انہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً" روایت کیا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۳۳۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ جب ہم چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب اترتے تو تسبیح کہتے تھے ا۔ (بخاری)

(۲۳۳۸) ا۔ یعنی ہم سفر میں جب کسی ٹیلے پر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے کہ وہ رب کریم تمام اونچوں سے بڑا ہے اور جب نشیبی زمین پر اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے کہ رب تعالیٰ نزول اور اترنے سے پاک ہے کہ اس میں کمی و نقصان کا شائبہ ہے اسے ابوداؤد' نسائی نے بھی روایت کیا۔

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا كَرَبَهُ أَمْرٌ يَقُولُ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ

(۲۳۳۹) روایت ہے حضرت انس سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز غمگین کرتی تو آپ فرماتے اے دائمی زندہ اے قائم رکھنے والے تیری رحمت سے مدد مانگتا ہوں ا۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور محفوظ نہیں۔

(۲۳۳۹) ا۔ یعنی تو حی و قیوم ہے میری مدد کر۔ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ تیرے سواء میرا کون ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ حی و قیوم اسم اعظم ہے قرآن کریم میں یہ نام صرف تین جگہ مذکور ہوئے ۲۔ اسے حاکم ابن سنی نے حضرت ابن مسعود سے اور نسائی نے حضرت علی سے مرفوعاً روایت کیا اس کی روایت میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا سجدہ کر کے مانگتے تھے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ مِنْ شَيْءٍ نَقُولُهُ فَقَدْ بَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا قَالَ فَضَرَبَ اللهُ وُجُوهَ أَعْدَائِهِ بِالرِّيحِ

(۲۳۴۰) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں ہم نے خندق کے دن عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی وظیفہ ایسا ہے جو ہم پڑھیں دل گلوں میں پہنچ گئے ا۔ فرمایا ہاں اے اللہ ہمارے عیب ڈھک لے ہمارے خوفوں کو امن میں بدل دے ۲۔ فرماتے ہیں کہ اللہ نے ہوا کے ذریعہ اپنے دشمنوں کے منہ پھیر دیئے اللہ نے انہیں

marfat.com

هَزَمَ اللّٰهُ بِالرِّيْحِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ہوا کے ذریعے بھگا دیا۔۳۔(احمد)

(۲۴۴۰) ا۔ یعنی جنگ احزاب کے موقع پر ہم خندق کھودنے میں مشغول تھے بھوک و خوف سے پریشان تھے بیرونی' اندرونی دشمنوں سے بہت تنگ آ چکے تھے تب یہ عرض کیا۔ معلوم ہوا کہ اپنے رنج و غم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا نہ تو شرک و کفر ہے نہ بے صبری۔ اگر مریض حکیم سے شکایت نہ کرے تو شفا کیسے پائے ۲۔ یہاں عیب سے مراد گناہ نہیں بلکہ دشمن کا خوف اور دل کی گھبراہٹ ہے۔ جس کا اظہار نہیں کیا جاتا' تا کہ دشمن دلیر نہ ہو جائے۔ یعنی ہماری موجودہ کمزوری چھپالے' دشمن اس پر مطلع نہ ہونے پائے اور گھبراہٹ کے اسباب دور فرما کر دلوں میں امن پیدا فرمادے۔ خیال رہے کہ امن اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ۳۔ سبحان اللہ یہ ہوا اس دعا کا اثر کہ رب تعالٰی نے ابابیل سے فیل مروادیئے تیز ہوا سے اتنے بڑے لشکر جرار یعنی کفار کو بھگا دیا۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ السُّوْقَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا صَفْقَةً خَاسِرَةً۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ)

(۲۴۴۱) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بازار میں داخل ہوتے تو کہتے اللہ کے نام سے الٰہی میں تجھ سے اس بازار کی خیر اور جو اس میں ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں ا۔ اور اس بازار کی شر اور جو اس میں ہے اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں ۲۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ گھاٹے کا سودا کروں ۳۔(بیہقی دعوات کبیر)

(۲۴۴۱) ا۔ نفع کے سودے حلال روزی اور دل میں غفلت کا نہ پیدا ہونا بازار کی خیر ہے۔ یہ تمام چیزیں رب تعالٰی سے مانگے۔ بازار ہی سے قوم و ملک کا بقا ہے ۲۔ نقصان کی تجارت' حرام روزی' وہاں جھوٹ بول کر سودے بیچنا' غافل ہو جانا بازار کی شر ہے اس لئے بازار کو بدترین جگہ فرمایا گیا ۳۔ دینی گھاٹا یا دنیاوی گھاٹا دونوں ہی مراد ہیں دونوں ہی سے پناہ مانگنی چاہیے صدقہ و خیرات نافع ہے مگر مہنگی چیز بیچنا یا سستی فروخت کر دینا گھاٹا کھا کر' حماقت بھی ہے اور باعث نقصان بھی جس کا نہ دنیا میں نفع ہے نہ آخرت میں اسے حاکم اور ابن سنی نے بھی روایت کیا۔

بَابُ الْاِسْتِعَاذَةِ

تعویذوں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ا۔ یعنی ان دعاؤں کا باب جن میں اعوذ یا استعیذ آتا ہے عوذ کے معنی ہیں پناہ استعاذہ کے معنی پناہ لینا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے واذا قرات القرآن فاستعذ باللہ تلاوت قرآن کے وقت اعوذ پڑھنا سنت ہے ویسے بھی مصیبتوں اور عام حالات میں پناہ لینے کی دعائیں پڑھتے رہنا چاہیے۔ صبح سورہ فلق و ناس پڑھنے سے آفات سے امن رہتی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ

(۲۴۴۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی پناہ مانگو۔ آفت کی مشقتوں

marfat.com

الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) سے ا۔ اور بد بختی کے پہنچنے سے اور برے فیصلے سے ۲۔ اور دشمنوں کے طعنوں سے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۴۲) ا۔ آفتوں کی مشقت سے مراد وہ دنیاوی یا دینی مصیبتیں ہیں جن کے دفع پر انسان قادر نہ ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ کثرت عیال و قلت مال جہد بلا ہے کہ اس سے انسان کبھی کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے حدیث شریف میں ہے کاد الفقران یکون کفرا ۲۔ دوزخ کے کام کر بیٹھنا درک شقاء ہے اصل بد بختی دوزخ کا داخلہ ہے دوزخی عرض کریں گے۔ ربنا غلبت علینا شقوتنا اور دوزخ میں پہنچانے والے عقیدے یا اعمال اختیار کرلینا شقاء' بد بختی کا پانا ہے۔ اس سے اللہ کی پناہ' برے فیصلہ سے مراد ہے کفر پر مرنے کا فیصلہ یعنی میرے مولا میں دوزخیوں کے کاموں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اس سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں کہ تو میری بدکاریوں کی وجہ سے میرے دوزخی ہونے کا فیصلہ کردے۔ اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ فیصلہ الٰہی تو پہلے ہو چکا' اب اس سے پناہ مانگنے کے کیا معنی' کیونکہ یہاں وہ فیصلہ مراد نہیں۔ ۳۔ یعنی مولیٰ مجھے ایسی دینی و دنیاوی مصیبتوں میں نہ پھنسا جن سے میرے دشمن خوش ہوں اور مجھ پر طعنے کریں' آوازے کسیں' اس سے بھی تیری پناہ یہ دعا بہت جامع ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۴۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھا کرتے تھے الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ رنج و غم سے عاجزی و سستی سے اور بزدلی و کنجوسی سے قرض چڑھ جانے اور لوگوں کے غلبہ سے ا۔ (مسلم بخاری) ۲۔

(۲۴۴۳) ا۔ ان الفاظ کی شرح اور رنج و غم کا فرق پہلے باب میں عرض کیا گیا' صوفیاء فرماتے ہیں کہ قرض کی فکر عقل خراب کر دیتی ہے' حدیث شریف میں الدین شین الدین قرض دین کا عیب ہے (مرقات) لوگوں سے مراد ظالم یا قرض خواہ ہیں' یہ دعا بھی بہت جامع ہے کہ اس میں خارجی داخلی مصیبتوں اور جسمانی روحانی اذیتوں سے پناہ مانگ لی گئی ہے ۲۔ اس حدیث کو ابوداؤد' ترمذی' نسائی نے بھی' روایت کیا۔ حصن حصین شریف میں یہ حدیث صرف بخاری کی قرار دی واللہ اعلم۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَاْثَمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِيْ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا

(۲۴۴۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں' سستی سے بڑھاپے سے قرض سے اور گناہ سے ا۔ الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں آگ کے عذاب سے آگ کے فتنہ سے ۲۔ اور قبر کے فتنہ اور قبر کے عذاب سے ۳۔ اور مالداری اور فقیری کے فتنہ سے ۴۔ اور مسیح دجال کے فتنوں سے۔ اللہ میری خطائیں دھو دے برف کے اولے کے پانی سے ۵۔ اور میرا دل ایسا صاف کردے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے ۶۔ اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسا فاصلہ کردے جیسے پورب و پچھم کے درمیان ہے ۷۔

marfat.com

بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (مسلم بخاری)

(۲۳۴۴) ا۔ سستی سے مراد عبادات اور نیک اعمال کا طبیعت پر گراں ہو جانا' اور بڑھاپے سے وہ حالت مراد ہے جب انسان کی عقل کٹ جائے۔ قوتیں جواب دے جائیں دوسروں پر بوجھ بن جائے۔ شعر:۔

☆ دانت گرے اور کمر جھکے اور پیٹھ بوجھ نہ لے ☆ ایسے بوڑھے بیل کو کون باندھ بھس دے ☆

اللہ تعالیٰ اپنا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا محتاج رکھے' ۲۔ کفار آگ میں معذب ہوں گے مومن گنہگار معذب نہ ہوں گے بلکہ مودب و مہذب ہوں گے یعنی انہیں آگ کے ذریعہ پاک و صاف کر کے جنت کے لائق بنایا جائے گا آگ کے فتنہ سے مراد وہ گناہ ہے جو آگ میں جانے کا باعث بنا' لہٰذا کلام میں تکرار نہیں' آگ کا عذاب اور ہے آگ کا فتنہ کچھ اور' ۳۔ یعنی اے مولیٰ اس سے بھی تیری پناہ کہ قبر کے سوالات کے جوابات مجھے بن نہ پڑیں اور اس سے بھی تیری پناہ کہ وہاں فیل ہو جانے پر سزا پاؤں ۴۔ شیخی غفلت اور سرکشی' گناہوں کی طرف میلان' مال و عزت پر پھول جانا غنی کا فتنہ ہے' مالداروں پر حسد' طمع ذلت' فکر' فقیری کے فتنے اللہ تعالیٰ دونوں قسم کے فتنوں سے بچائے۔ خیال رہے کہ نہ امیری بری ہے نہ فقیری' دونوں جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے ہیں' بلکہ ان کے فتنہ برے ہیں مصرع:۔ ☆ فقر و شاہی واردات مصطفیٰ است ☆ اس میں اختلاف ہے کہ فقیری افضل ہے یا امیری' صوفیاء فرماتے ہیں کہ بعض کے لئے فقیری افضل ہے بعض کے لئے امیری جس کے ذریعہ یار ملے وہ ہی بہتر' بعض بیماریوں کو کڑوی دوا مفید ہوتی ہے بعض کو میٹھی' یہ تمام دعائیں امت کی تعلیم کے لئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ہر فتنہ سے محفوظ فرمایا تھا' آپ کا فقر بھی اکسیر تھا اور غنا بھی' صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم۔ ۵۔ خطاؤں کو دوزخ کی آگ قرار دیا اور مغفرت و رحمت کو برف کا پانی' جو آگ بجھا بھی دے اور اس جگہ کو ٹھنڈا بھی کر دے' یعنی مجھے قسم قسم کی رحمتوں و مغفرتوں کے ذریعہ دوزخ کے اسباب سے پاک و صاف کر دے' ۶۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ہمارے دل فطرۃً میلے ہوتے رہتے ہیں تیری رحمت ہو تو صاف ہو جائیں اور جیسے میلے کپڑے والا اچھوں میں بیٹھنے کے لائق نہیں ہوتا' جب کپڑے صاف ہو جائیں تو اچھی جگہ اٹھ بیٹھ سکتا ہے' خدایا ایسے ہی ہم تیری جنت کے لائق بذات خود تو نہیں' ہاں تو کرم کر دے تو ہو جائیں' یہ سب امت کو تعلیم ہے' ۷۔ یعنی جو خطا مجھ سے ہو چکی ہے انہیں معاف فرما کر مجھ سے دور کر دے' اور آئندہ جو خطائیں مجھ سے سرزد ہو سکتی ہیں ان سے بچالے' جیسے مشرق و مغرب آپس میں نہیں مل سکتے' ایسے ہی وہ خطائیں مجھ تک نہ پہنچ سکیں ایسا فصل کر دے۔ لہٰذا خطاؤں سے مراد واقعی و امکانی دونوں خطائیں ہیں۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِىْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا وَاَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلٰهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ

(۲۳۴۵) روایت ہے زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھا کرتے تھے الٰہی میں عاجز رہ جانے' سستی' بزدلی' کنجوسی بڑھاپے ا۔ اور عذاب قبر سے تیری پناہ لیتا ہوں ۲۔ الٰہی تو میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری دے اسے پاک کر دے تو بہترین پاک کرنے والا ہے ۳۔ تو ہی نفس کا والی وارث ہے ۴۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اس علم سے جو نفع نہ دے ۵۔ اور اس دل

marfat.com

لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

سے جو عاجزی نہ کرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جس کی قبولیت نہ ہو ۶۔ (مسلم)

(۲۳۴۵) ا۔ عاجزی سے مراد عبادات نہ کر سکنا ہے جیسے روزہ، نماز، حج، جہاد، وغیرہ اور سستی سے مراد ہے کہ قادر ہونے کے باوجود نہ کرنا، کنجوسی سے حقوق مالیہ ادا نہ کرنا ہیں خواہ حقوق اللہ ہوں جیسے زکوۃ و قربانی اور حج وغیرہ یا حقوق العباد جیسے بیوی بچوں، والدین، عزیزوں کے نان و نفقات نہ دینا، بڑھاپے سے مراد وہ بے عقلی اور مت کٹ جاتا ہے جو زیادتی عمر کے سبب ہو جاتی ہے ۲۔ کہ تو مجھے دنیا میں عذاب قبر والے اعمال سے بچالے اور بعد موت خود اس عذاب سے محفوظ رکھ خیال رہے کہ عذاب قبر کفار کو دائمی ہوتا ہے بعض مومن گنہگاروں کو عارضی مگر ضغط قبر یعنی تنگی وہ کبھی صالحین کو بھی ہو جاتی ہے اس لئے یہاں عذاب فرمایا تنگی کا ذکر نہ کیا ۳۔ عربی میں ظاہری پاکی کو طہارت اور باطنی کو تزکیہ کہتے ہیں، اسی لئے مذبوح جانور کو ذکی کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے قد افلح من تزکی تقویٰ سے مراد فسق و فجور کا مقابل ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فالھمھا فجورھا وتقوٰھا خیال رہے کہ کسب طہارت بندے کا کام ہے اور خلق طہارت رب کا کرم، جیسے بیج بو دینا بندے کا کام ہے پیداوار رب کا فضل یعنی ہمارے کسب سے تیرا کرم افضل و اکمل ہے ۴۔ یعنی میرے نفس کو تقویٰ دے کیونکہ تو اس کا ولی ہے، اور اسے پاک کردے کیونکہ تو اس کا وارث ہے، دو نعمتوں کے لئے دو صفت الٰہیہ کا ذکر ہوا ۵۔ غیر نافع علم سے مراد یا تو دنیاوی علوم ہیں جن سے دین میں کوئی نفع نہ ہو جیسے سائنس ریاضی منطق فلسفہ جن سے دین کی خدمت نہ لی جائے یا وہ علم دین ہیں جو دنیا طلبی کے لئے سیکھے جائیں یا جن پر عالم خود عمل نہ کرے دوسروں کو سکھائے نہیں یا اس سے نقصان دہ علوم مراد ہیں جیسے جادو وغیرہ کے علوم جن سے فساد پھیلایا جائے ۶۔ جس دل میں اللہ کے ذکر سے چین عذاب کے ذکر سے خوف، جنت کے ذکر سے شوق حضور علیہ السلام کے ذکر سے وجدان نہ پیدا ہو وہ سخت ہے اللہ اس سے بچائے، اور جس نفس میں قناعت و سیری نہ ہوں ایسے حریص نفس سے خدا کی پناہ خیال رہے کہ تین نعمتیں کسی کسی کو ملتی ہیں، کفایت، قناعت، ریاضت، جسے یہ تین نعمتیں مل گئیں وہ بادشاہوں سے زیادہ خوش نصیب ہے، اس جملہ میں یہ تینوں نعمتیں مانگ لی گئی ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نَقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۴۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے یہ تھی الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ تیری نعمت کے زائل ہو جانے سے اور تیری عافیت کے منقلب ہو جانے سے ا۔ اور تیرے اچانک عتاب سے اور تیری تمام ناراضگیوں سے ۲۔ (مسلم)

(۲۳۴۶) ا۔ زوال و انقلاب میں فرق یہ ہے کہ نعمت کا چھن جانا زوال ہے اور نعمت کے عوض نقمت و مصیبت آجانا انقلاب، نعمت سے مراد اسلام، ایمان، تندرستی، غنا وغیرہ تمام دینی و دنیاوی نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ دے کر نہ لے، وہ تو نہیں چھینتا ہم اپنی بد عملیوں سے زائل کر دیتے ہیں ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیرو اما بانفسہم ۲۔ یعنی خدایا ہمیں ایسے کاموں سے بچا جو تیری ناراضی کا باعث ہیں۔

marfat.com

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۴۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں کئے کی برائی سے اور نہ کئے کی برائی سے ا۔ (مسلم)

(۲۳۴۷) ا۔ یعنی جو برائیاں میں کرچکا ہوں ان کی شر سے بچالے کہ ان کی معافی دیدے اور جو برائیاں ابھی نہیں کی ہیں آئندہ کرنے والا ہوں ان کی شر سے بچالے کہ ان کے نہ کرنے کی توفیق دے یا جو مصیبتیں خود میرے کئے سے آتی ہیں ان سے بچا اور جو ایک کے کرنے سے ساری قوم پر آتی ہیں نہ کرنے والے بھی رگڑے جاتے ہیں ان سے بچا' رب تعالٰی فرماتا ہے **واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة** یا مجھے ناکردہ گناہوں کی مصیبت سے بچا کہ شبہ میں گرفتار بلا ہو جاؤں' اس جملہ کی اور بھی تفسیریں ہو سکتی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۲۳۴۸) روایت ہے ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے الٰہی میں تیرا مطیع ہوا۔ تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا ا۔ اور تیری طرف رجوع کیا اور تیرے بھروسہ پر کفار سے جھگڑتا ہوں ۲۔ الٰہی میں تیری عزت کی پناہ لیتا ہوں' تیرے سوا کوئی معبود نہیں اس سے کہ تو مجھے گمراہ کرے ۳۔ تو وہ زندہ ہے جسے موت نہیں اور تمام جن و انسان مرجائیں گے ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۴۸) ا۔ ظاہری اطاعت کو اسلام اور باطنی فرمانبرداری کو ایمان فرمایا گیا ہے' یعنی الٰہی میرا ظاہر و باطن' قالب و قلب تیرا مطیع ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو حقیقت بیان فرمارہے ہیں' ہم گنہگار یہ دعا حضور کی نقل کرتے ہوئے پڑھیں ہمیں خود اپنا پتہ ہے کہ کتنے درجے سے مطیع ہیں' خدا کرے اصل کی برکت نقل پر بھی آجائے ۲۔ یعنی خدایا میں اپنی قوت و طاقت یا فوج و ہتھیار کے بھروسہ پر جہاد نہیں کرتا صرف تیرے بھروسہ پر کرتا ہوں یہ توکل وہ قوت ہے جو کفار کے پاس نہیں صرف مسلمانوں کو حاصل ہے۔ ۳۔ سبحان اللہ کیا پیاری عرض ہے۔ یعنی مولٰی عزت والے آقا اپنے غلاموں کو ذلیل نہیں ہونے دیتے' تجھے اپنی عزت و غلبہ کا واسطہ کہ مجھے ذلت کے اسباب یعنی گمراہی وغیرہ سے بچالے ۴۔ اس جملہ میں مسلمان کا رد ہے جو مصیبتوں میں جنات کی پناہ لیتے تے خصوصا بحالت سفر جب کسی منزل پر ٹھہرتے یعنی فانی کی پناہ بھی فانی ہے باقی کی پناہ بھی باقی' تیری پناہ دنیا و آخرت ہر جگہ کام آئے گی' خیال رہے کہ سردی گرمی میں لباس و مکان کی پناہ بیماری میں حکیم کی' مظلومیت میں حاکم کی' معصیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ اس دعا کے خلاف نہیں کہ یہ تمام چیزیں رب تعالٰی ہی کے مقرر کردہ اسباب ہیں۔ ان کی پناہ رب تعالٰی کی پناہ ہے' مولانا جامی فرماتے ہیں شعر:۔

☆ یا رسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ☆ ہچو کا ہے آدم ہے گناہ آوردہ ام ☆

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ

(۲۳۴۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول

marfat.com

مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَالنَّسَائِيُّ عَنْهُمَا۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے الٰہی میں چار چیزوں سے تیری پناہ لیتا ہوں ا۔ اس علم سے جو نفع نہ دے ۲۔ اس دل سے جس میں عجز نہ ہو ۳۔ اس نفس سے جو سیر نہ ہو ۴۔ اس دعاسے جو سنی نہ جائے ۵۔ (احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ) اور ترمذی نے اسے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کیا اور نسائی نے ان دونوں صاحبوں سے۔

(۲۳۴۹) ا۔ ان چار کا ذکر حصر کے لئے نہیں بلکہ اظہار اہمیت کے لئے ہے' یعنی تمام نقصان دہ چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں' خصوصاً ان چاروں سے کہ ان کا نقصان بہت زیادہ ہے ۲۔ اس طرح کہ وہ علم ہی مضر ہو' جیسے جادو وغیرہ کا علم' یا غیر مفید ہو جیسے غیر ضروری علوم یا علم بذات خود تو مفید ہو مگر میں اس سے فائدہ نہ اٹھاؤں' جیسے علم دین جو محض دنیا کمانے کے لئے سیکھا جائے' لیکن اس پر عمل نہ کیا جائے' صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم باعمل کل ہمارا گواہ ہو گا اور علم بے عمل ہمارے خلاف گواہ خیال رہے کہ کوئی علم بذات خود برا نہیں بلکہ نتیجہ اور نیت کے لحاظ سے برا بن جاتا ہے' اگر کوئی علم بذات خود برا ہوتا تو پروردگار کو نہ ہوتا' لہٰذا اس دعا سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضور علیہ السلام کو بعض علوم نہ تھے' سب سے بدتر چیزیں کفر اور جادو ہیں' مگر علماء فرماتے ہیں کہ ان کا سیکھنا کبھی فرض ہے بچنے کے لئے ۳۔ عاجز دل زرخیز زمین کی طرح ہے جس میں پیداوار خوب ہوتی ہو اور سخت دل اس پتھریلے علاقہ کی طرح ہے جس میں بکھیرا ہوا بیج بیکار جاتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فویل للقسیة قلوبهم من ذکر الله ۴۔ یعنی دنیا سے سیر نہ ہو' جیسے استسقاء کی بیماری والا پانی سے سیر نہیں ہوتا' آخرت کی نیکیوں سے سیر نہ ہونا خدا کی رحمت ہے۔ شعر:

☆ حاجتے نیست مرا سیرازیں آب حیات ☆ ضاعف اللّٰه علی کل زمان عطشی ☆

ہمارے حضور ہمیں دینے سے سیر نہیں ہوتے' رب تعالیٰ فرماتا ہے حریص علیکم تو ہم ان سے لینے سے کیوں سیر ہوں ۵۔ یعنی بارگاہ الٰہی میں قبول نہ ہو' کیونکہ مردود دعا کبھی دعا کرنے والے کی مردودیت کی علامت ہوتی ہے' خیال رہے کہ انبیائے کرام کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی' ہاں کبھی انہیں دعا سے روک دیا جاتا ہے' دعا سے روکنا اور ہے اور رد کرنا کچھ اور۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَسُوْءِ الْعُمُرِ وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۲۳۵۰) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے پناہ مانگتے تھے' بزدلی سے' بخل سے' بری عمر سے ا۔ سینوں کے فتنوں اور قبر کے عذاب سے ۲۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۲۳۵۰) ا۔ قتل نہ کر سکنا بزدلی ہے اور مال خرچ نہ کر سکنا بخل اور بری عمر سے مراد بڑھاپے کی وہ حالت ہے جب اعضاء جواب دے جائیں اور انسان اپنے گھر والوں پر بوجھ بن جائے' اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (لمعات) ۲۔ عقیدے' برے اخلاق' حسد' کینہ وغیرہ سب سینوں کے فتنے ہیں' عذاب قبر سے مراد وہ اعمال ہیں جو قبر کے عذاب کا باعث بنیں یا خود قبر کا عذاب اس کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

(۲۳۵۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی

marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں فقیری اور کمی اور ذلت سے ۱؎ اور تیری پناہ مانگتا ہوں‘ اس سے کہ ستاؤں یا ستایا جاؤں ۲؎ (ابوداؤد‘ نسائی)

(۲۳۵۱) ۱؎ فقیری سے مراد یا دل کی فقیری ہے یعنی قناعت نہ ہونا‘ یا مال کی فقیری جو کفر یا گناہوں تک پہنچادے‘ اور کمی سے مراد نیک اعمال اور اچھے اخلاق کی کمی یا مسلمانوں کی تعداد کی کمی ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال واسباب کی زیادتی پسند نہ فرماتے تھے (مرقات) ذلت سے مراد لوگوں کی نگاہ میں حقارت ہے یا مالداروں کے سامنے عاجزی‘ صوفیاء فرماتے ہیں کہ فقر کے معنی ہیں پیٹھ توڑنے والی چیز‘ فقار پیٹھ کے جوڑ‘ یہ چار قسم کا ہے۔ ایک حاجتوں اور ضرورتوں کا پیش رہنا‘ یہ سارے انسانوں کو ہے رب تعالٰی فرماتا ہے انتم الفقراء دوسرا ضروریات کا پورا نہ ہونا جس سے انسان زکوۃ لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے للفقراء الذین احصروا یا فرماتا ہے انما الصدقت للفقراء تیسرے دل کی ہوس‘ چوتھے رب کی طرف محتاجی‘ حضور علیہ السلام نے تیسرے قسم کے فقر سے پناہ مانگی ہے اور چوتھے فقر میں یہ فرق ہے کہ پہلا اضطراری ہے اور چوتھا اختیاری جو انبیاء اور خاص اولیاء کو حاصل ہوتا ہے ۲؎ اس طرح کہ میں اپنے نفس پر ظلم کروں یا نفس مجھ پر‘ یا میں دوسروں پر ظلم کروں دوسرے مجھ پر ظلم بمعنی حق مارنا۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۳۵۲) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں‘ عداوت‘ ومنافقت اور بدخلقی سے ۱؎ (ابوداؤد‘ نسائی)

(۲۳۵۲) ۱؎ شقاق سے مراد ہے حق کی مخالفت یا حق والوں سے نفرت اور نفاق سے مراد نفاق اعتقادی و عملی دونوں ہیں۔ بدخلقی سے مراد بری عادتیں ہیں‘ جیسے زنا‘ چوری حسد اور دوسروں سے ہمیشہ اکڑنا‘ صوفیاء فرماتے ہیں کہ زیادہ کھانا اور زیادہ سونا بھی بدخلقی ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۳۵۳) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کیا کرتے تھے الٰہی میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ یہ بری بستر کی ساتھی ہے ۱؎ اور خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ یہ بدترین مشیر کار ہے ۲؎ (ابوداؤد‘ نسائی‘ ابن ماجہ)

(۲۳۵۳) ۱؎ بھوک سے وہ بھوک مراد ہے جو عبادات سے روک دے۔ خیال پراگندہ کردے کہ اس سے انسان بہت سے گناہ کر بیٹھتا ہے‘ روزہ کی بھوک تو عبادت ہے۔ خیال رہے کہ کبھی زیادتی بھوک میں حرام حلال ہو جاتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے فمن اضطرفی مخمصۃ ۲؎ خیانت امانت کی ضد ہے خفیتہ" کسی کا حق مارنا خیانت کہلاتا ہے خواہ اپنا حق مارے یا اللہ رسول کا یا اسلام کا یا کسی بندہ کا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے لا تخونوا اللہ ورسولہ وتخونوا امنتکم بطانۃ استر ظہارہ‘ ابرہ‘ اب بطانہ وہ خفیہ بات جو پیٹ میں رکھی جائے۔ پھر مشیر خاص کو جو اپنا صاحب اسرار ہو‘ اور خلوت وجلوت میں ساتھ رہے بطانہ کہتے ہیں‘ رب تعالٰی فرماتا

marfat.com

ہے لا تتخذوا بطانة من دونكم یہاں یہ آخری معنی ہی مراد ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَيِّئِ الْاَسْقَامِ۔

(۲۳۵۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے۔ الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں' برص سے کوڑھ سے دیوانگی سے ا۔ اور بری بیماریوں سے ۲۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۲۳۵۴) ا۔ برص یا تو جسم کے سفید داغ ہیں اور جسم میں سودا پھیل کر جو اعضاء کی اصل صورت بدل دے' جس سے کبھی انگلیاں جھڑ جاتی ہیں جسم پر پھوڑے پھیلجاتے ہیں' یہ جذام ہے یعنی کوڑھ۔ اور عقل کا جاتا رہنا یا بگڑ جانا جنون ہے' چونکہ برص و جذام میں تکلیف بھی ہے۔ اور لوگوں کی نفرت بھی' جن کی وجہ سے انسان بہت سی عبادات سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور عقل بگڑ جانے پر آدمی برے بھلے میں تمیز نہیں کرتا' اس لئے ان بیماریوں سے پناہ مانگی' ۲۔ جیسے استسقاء' سل' دق اور وہ لمبی بیماریاں جن میں انسان صبر نہیں کر سکتا' لوگوں پر بوجھ بن جاتا ہے' لوگ اس سے گھبرا کر اس کی موت کی دعائیں کرنے لگتے ہیں' بندہ ان کی وجہ سے حقوق اللہ و حقوق العباد ادا کرنے سے محروم ہو جاتا ہے' اللہ تعالٰی چلتے ہاتھ پاؤں اٹھا لے آمین' خیال رہے کہ یہ دعا ہماری تعلیم کے لئے ہے' ورنہ تمام انبیاء کرام حضور سید الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ان امراض سے محفوظ ہیں۔ بعض لوگ جذام کو متعدی بیماری سمجھتے ہیں یعنی اڑ کر لگنے والی' اس کی تحقیق انشاء اللہ لا عدوٰی کی شرح میں ہو گی۔

وَعَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۳۵۵) روایت ہے حضرت قطبہ ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں بری عادتوں سے برے کاموں سے اور بری خواہشوں سے ا۔ (ترمذی)

(۲۳۵۵) ا۔ برے اخلاق سے مراد باطنی و اندرونی اعمال ہیں جو خلاف شرع ہوں' جیسے بد عقیدگی' حسد' کینہ وغیرہ اور برے اعمال سے وہ ظاہری اعمال ہیں جو خلاف شریعت ہیں' جیسے زنا' چوری' جھوٹ' غیبت وغیرہ' اور بری خواہشوں سے مراد برائیوں کی طرف دل کا میلان ہے ہوئی کے لغوی معنی ہیں محبت' بری چیز سے ہو یا اچھی سے' پہلی ہوئی بری ہے' دوسری اچھی' مگر اس کا اکثر استعمال بری رغبتوں میں ہوتا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے ومن اضل ممن اتبع هوله بغير هدى من الله صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ہوی ھدی سے مل جائے تو ایسی ہے جیسے شہد اور مکھن ملا ہوا کبھی برے عقیدوں کو بھی ہوی کہہ دیتے ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے افرایت من اتخذ الهه هونه

وَعَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ تَعْوِيْذًا اَتَعَوَّذُ بِهٖ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَشَرِّ بَصَرِيْ وَشَرِّ لِسَانِيْ وَشَرِّ قَلْبِيْ وَشَرِّ مَنِيِّيْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۳۵۶) روایت ہے حضرت شتیر ابن شکل ابن حمید سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے کوئی تعویذ سکھایئے۔ جس سے میں تعویذ کیا کروں ا۔ فرمایا کہو الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں اپنے کان اپنی آنکھ زبان دل اور منی کی شر سے ۲۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

marfat.com

(۲۳۵۶) ۱؎ یعنی وہ دعائیہ کلمات سکھایئے جن کے ذریعہ برائیوں سے رب تعالٰی کی پناہ لوں، تعویذ اس کاغذ کے پرزے کو بھی کہتے ہیں جس میں قرآنی آیت یا دعائیں لکھ کر اپنے پاس رکھیں کہ اس سے مقصود بھی پناہ لینا ہے، اس لفظ کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ بری چیزیں گانے بجانے وغیرہ سننا کان کا شر ہیں، جھوٹ اور غیبت اور نقصان دہ یا بیکار باتیں کرنا زبان کا شر اور حسد، کینہ، برے عقیدے دل کا شر ہیں، اور زنا و اسباب زنا میں مبتلا ہونا منی کا شر ہیں، منی سے مراد وہی مشہور چیز ہے جس کے خارج ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ منی منیہ کی جمع ہے بمعنی موت یا امنیۃ یعنی آرزو و تمنا خدایا بری قسم کی موتوں سے تیری پناہ، یا دنیوی لمبی امیدوں سے تیری پناہ، مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں (مرقات و لمعات)

وَعَنْ اَبِی الْیَسَرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى وَالْغَمِّ۔

(۲۳۵۷) روایت ہے حضرت ابوالیسر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں، عمارت گرنے سے اور تیری پناہ لیتا ہوں اوپر سے گر جانے اور ڈوب جانے جل جانے ۱؎ اور بڑھاپے سے اور تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ شیطان مجھے وسوسے دے موت کے وقت ۲؎ اور تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تیری راہ میں پیٹھ پھیر تا مروں اور تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ سانپ سے ڈسا ہوا مروں ۳؎ (ابوداؤد، نسائی) اور دوسری روایت میں یہ زیادتی ہے کہ غم سے ۴؎۔

(۲۳۵۷) ۱؎ اگرچہ یہ چاروں قسم کی موتیں شہادت ہیں، مگر چونکہ ناگہانی آفتیں بھی ہیں، جن میں انسان مبتلا ہو کر کبھی گھبرا کر ایمان کھو بیٹھتا ہے، اور ان سے موت ناگہانی بھی ہے جن میں توبہ اور تیاری موت کی مہلت نہیں ملتی اس لئے ان سے پناہ مانگی، جیسے جہاد عبادت ہے، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و عافیت کی دعائیں مانگی ہیں، اور ہر بیماری میں اجر ہے، مگر سرکار نے ان سے پناہ مانگی (از لمعات) ۲؎ بڑھاپے سے مراد برا بڑھاپا ہے جس میں مت کٹ جاتی ہے، خبط سے مراد ہے دیوانگی یا بے عقلی، شیطان کا زیادہ زور موت کے وقت ہوتا ہے کیونکہ اسی پر اعمال کا مدار ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شیطان دیوانگی اور بیماریاں انسان میں پیدا کر سکتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے، یتخبطه الشیطن من المس لہٰذا حضرات انبیاء کرام و اولیاء اللہ باذن پروردگار شفا بھی دے سکتے ہیں، ۳؎ یہ دعا بھی تعلیم امت کے لئے ہے ورنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جہاد میں پیٹھ پھیرنے اور وفات کے وقت شیطان کی مس سے محفوظ ہیں۔ لدیغ ہر زہریلے جانور کے کاٹے ہوئے کو کہتے ہیں بچھو ہو یا سانپ، خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موت سے پناہ مانگی ہے لہٰذا وہ واقعہ اس دعا کے خلاف نہیں جو طبرانی نے سیدنا علی مرتضٰی سے نقل کیا کہ ایک بار حضور علیہ السلام کو بچھو نے کاٹ لیا تو آپ نے اس پر پانی اور نمک لگایا اور سورہ کافرون، فلق و ناس دم کی (مرقات) ۴؎ غم سے مراد وہ دنیوی سخت تکلیف ہے جو فکر آخرت سے روک دے۔

وَعَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ طَمَعٍ يَّهْدِيْ اِلٰى

(۲۳۵۸) روایت ہے حضرت معاذ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اللہ کی پناہ مانگو اس طمع سے جو مہر لگ جانے

marfat.com

طَبَعٍ - (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ) تک پہنچادے ا۔(احمد' بیہقی' دعوات الکبیر)

(۲۳۵۸) ا۔ طمع کے لفظی معنے ہیں لوگوں سے مال کی امید کرنا' اور طمع لوہے کی وہ زنگ ہے جو اسے مٹی بنادے (اشعہ) مگر یہاں طمع سے مراد نفس کا اپنی خواہشات میں محو ہو جاتا ہے' اور طمع سے مراد وہ عیب ہیں جو زائل نہ ہو سکیں' یعنی خدایا مجھے اس دنیوی حرص سے بچالے جو حریص کو ذلیل کردیتی ہے اور اسے ذلت کا احساس بھی نہیں ہوتا' طبع مہر لگانے کو بھی کہتے ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے طبع اللہ علیہا ظاہری گناہ کبھی دل پر مہر لگ جانے کا باعث بن جاتے ہیں خصوصاً حرص دنیا' مہر لگنے سے انسان برے بھلے میں تمیز نہیں کرتا حرص کا انجام یہ ہی ہے کہ حریص اچھا برا' حلال حرام ہر طرح کا مال رگڑ جاتا ہے' یہ شخص کتے سے بدتر ہے کہ کتا سونگھ کر چیز میں منہ ڈالتا ہے' مگر یہ بغیر سوچے ہی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اسْتَعِيْذِيْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا فَاِنَّ هٰذَا هُوَ الْغَاسِقُ اِذَا وَقَبَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۳۵۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دیکھاا۔ تو فرمایا اے عائشہ اس کی شر سے اللہ کی پناہ مانگو۲۔ یہ ہی وہ غائب ہو جانے والا ہے گرہن لگتے وقت ۳۔ (ترمذی)

(۲۳۵۹) ا۔ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ تیسری تاریخ کے بعد کے چاند کو قمر کہتے ہیں۔ اس سے پہلے ہلال کہلاتا ہے ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ ہذا سے اشارہ چاند ہی کی طرف ہے نہ کہ رات کی طرف' جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے ۳۔ اس فرمان میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے من شر غاسق اذا وقب آیت کریمہ میں غاسق اور وقب کی بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں' غاسق رات تاریک اور وقب شفق غائب ہونا چونکہ بہت سے گناہ' چوریاں' قتل' زنا' اندھیری رات میں ہی ہوتے ہیں' اس لئے اس سے پناہ مانگی گئی۔ غاسق چاند' کیونکہ یہ بھی سب میں چھپ کر اندھیرا پھیلا دیتا ہے' او وقت گرہن لگتا' چونکہ چاند گرہن بہت ہیبت ناک چیز ہے اور اس وقت اکثر جادو ٹونے ہوتے ہیں' اس لئے اس سے پناہ مانگی' یہ حدیث پاک اسی معنی کی طرف اشارہ کر رہی ہے' غاسق اور وقب کی اور بہت تفسیریں ہیں جو طوالت کے خوف سے چھوڑ دی گئیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات منحوس ہوتے ہیں۔ بعض سعید رب تعالیٰ فرماتا ہے فی یوم نحس مستمر حضور انور کی ولادت و معراج کی ساعتیں بڑی سعید و مبارک ہیں۔ منحوس ساعتوں سے پناہ مانگو اور مبارک ساعتوں سے برکت لو۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ يَا حُصَيْنُ كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ اِلٰهًا قَالَ اَبِيْ سَبْعَةً سِتًّا فِي الْاَرْضِ وَوَاحِدًا فِي السَّمَاءِ قَالَ فَاَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ قَالَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ قَالَ يَا حُصَيْنُ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ كَلِمَتَيْنِ تَنْفَعَانِكَ قَالَ فَلَمَّا اَسْلَمَ حُصَيْنٌ قَالَ يَا رَسُوْلَ

(۲۳۶۰) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے اے ابو حصین تم آج کل کتنے معبودوں کو پوجتے ہو میرے والد بولے سات چھ زمین کے ۲۔ اور ایک آسمان کا تو فرمایا کہ ان میں سے خوف و امید کس سے رکھتے ہو بولے اس آسمان والے سے ۳۔ فرمایا اے حصین اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تمہیں دو دعائیں ایسی سکھاؤں جو

marfat.com

اللّٰہِ عَلِّمْنِی الْکَلِمَتَیْنِ اللَّتَیْنِ وَعَدْتَنِیْ فَقَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

تمہیں بہت فائدہ دیں ۴۔ فرماتے ہیں جب حصین مسلمان ہو گئے تو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وہ دعائیں سکھایئے جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا ۵۔ فرمایا یہ پڑھا کرو الٰہی مجھے میری ہدایت کا الہام کر اور مجھے میرے نفس کی شرارت سے پناہ دے ۶۔(ترمذی)

(۲۳۶۰) ا۔ آپ کا نام عمران کنیت ابوالخیر ہے خزاعی کعبی ہیں۔ خیبر کے سال اپنے والد حصین کے ساتھ ایمان لائے عہد فاروقی میں بصرے بھیجے گئے، پھر وہاں رہ گئے بصرے ہی میں ۵۲ھ میں وفات ہوئی، ابن سیرین فرماتے ہیں کہ عمران جیسا پرہیزگار و افضل کوئی بصرہ میں نہ تھا، آپ کو فرشتے سلام کرتے تھے، کتاب الکاشف مولانا عبدالحق، از حاشیہ اکمل ۲۔ یعنی لات، منات، یغوث، یعوق، نسر، عزے، ان تمام کا ذکر قرآن شریف میں ہے، یہ تمام بت عورتوں کے نام پر تھے، مگر چونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کو ساتواں معبود کہا گیا تو مونث نہیں ہے، اس لئے سبعۃ ت سے کہا جو مذکر کے لئے بولا جاتا ہے، ۳۔ یعنی مصیبت میں فریاد، حاجت میں داد اس رب سے چاہتے ہیں جو آسمان والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے باقی یہ چھ تو اعزازی پا ٹمیریری ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے، چونکہ ابھی یہ کافر تھے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کسی بات کی تردید نہ فرمائی، لہٰذا اس خاموشی سے یہ لازم نہیں کہ اسلام کا بھی یہ عقیدہ ہے ۴۔ سبحان اللہ کیسی نفیس تبلیغ ہے کسی کو لالچ دے کر کسی کو ڈرا کر، کسی کو اپنا دیوانہ بنا کر دعوت اسلام دی، حضرت بلال کو کیا دے کر بلایا، اپنا عشق دے کر، اپنا شوق دے کر، یوں کہوں سب کچھ دے کر۔ ان کا سب کچھ دکھ درد دور کر دیا۔ ۵۔ یعنی حضرت حصین اس وقت تو ایمان نہ لائے مگر تیر نظر کے گھائل ہو چکے تھے، اس گھاؤ نے اپنا کام کر دیا، کچھ عرصہ بعد ایمان لائے تو یہ وعدہ یاد دلایا۔ جاگ لگانے کے کچھ دیر بعد دہی جمتا ہے۔ ۶۔ ہر شخص کی خاص ہدایت جداگانہ ہے جو رب تعالیٰ نے اس کے نصیب میں رکھی ہے، کسی کو صرف ایمان کی ہدایت، کسی کو تقویٰ کی کسی کو عرفان کی، کسی کو عشق رحمان کی، مقصد یہ ہے کہ مولیٰ میں ایمان تو لے آیا، اب میرے نصیب میں جو مخصوص ہدایت تو نے رکھی ہے، وہ عطا فرما اور میرا نفس شرارتوں کی جڑ ہے اس کی شر سے مجھے بچا، لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ حضرت حصین ہدایت تو پا چکے تھے پھر ہدایت کیوں مانگی، ہدایت کی تحقیق، اس کے اقسام ہماری تفسیر نعیمی میں اھدنا الصراط المستقیم کی شرح میں ملاحظہ فرمایئے، خیال رہے کہ شیطان کی شرارت سے نفس کی شرارت زیادہ ہے کہ شیطان تو لاحول وغیرہ سے بھاگ جاتا ہے یہ مار آستین کسی عمل سے قبضہ میں نہیں آتا ہے، صرف رب تعالیٰ کے فضل سے آتا ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا فَزِعَ اَحَدُکُمْ فِی النَّوْمِ فَلْیَقُلْ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَ اَنْ

(۲۳۶۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی خواب سے گھبرا جائے ا۔ تو کہہ لے میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں ۲۔ اس کی ناراضی اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کی شر اور شیطانوں کے

marfat.com

يَحْضُرُوْنِ فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهٖ وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَهٰذَا لَفْظُهٗ۔

وسوسوں سے ۳؎ اور ان کی حاضری سے تو تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا ۴؎ عبداللہ ابن عمرو اپنی بالغ اولاد کو یہ سکھا دیتے تھے اور ان میں سے نابالغوں کے گلے میں کسی کاغذ پر لکھ کر ڈال دیتے تھے ۵؎ (ابوداؤد، ترمذی) اور ترمذی کے یہ لفظ ہیں۔

(۲۳۶۱) ۱؎ یا سوتے میں برا خواب دیکھ کر گھبرائے، یا سوتے وقت برے خواب کے خطرے سے گھبرائے، پہلی صورت میں تو اس برے خواب کا ظہور نہ ہوگا، دوسری صورت میں یہ شخص بدخوابی سے بچے گا ۲؎ پورے کلمات کی شرح گزر چکی کہ اس سے مراد اسماء الہیہ میں یا آیات قرآنیہ یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کلمات اللہ ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ۔ ۳؎ عقاب سے مراد عذاب یا حجاب ہے، اور بندوں کی شر سے مراد ظلم، گناہ وغیرہ، اور شیطان کے وسوسوں سے مراد فتنے اور برے عقیدے ہیں، بہت ہی جامع و مکمل دعا ہے ۴؎ اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ اگر سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لی گئی تو بدخوابی سے حفاظت ہوگی، اور اگر برا خواب دیکھ کر پڑھی تو وہ خواب باطل ہو جائے گا انشاء اللہ اس کا ظہور نہ ہوگا یعنی حضرت عمرو ابن شعیب کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر ابن عاص سمجھدار بچوں کو تو یہ دعا یاد کرا دیتے تھے تاکہ وہ خود پڑھ لیا کریں، اور ناسمجھ بچے جو نہ یاد کر سکیں ان کے گلے میں اس دعا کا تعویذ بنا کر ڈال دیتے تھے، یہاں بالغ سے مراد سمجھ دار ہے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ آیات قرآنیہ اسمائے الہیہ اور دعوات ماثورہ کا جو فائدہ پڑھنے سے ہوتا ہے وہ ہی فائدہ ،فضلہ تعالٰی لکھ کر ساتھ رکھنے سے ہوتا ہے، لو کے زمانے میں لوگ اپنے ساتھ پیاز رکھتے ہیں تو لو سے محفوظ رہتے ہیں، جب پیاز لو سے بچا سکتی ہے کہ اسماء الہیہ پاس رکھنے سے آفات سے بچاؤ ہو سکتا ہے، دوسرے یہ کہ تعویذ لکھنا ہاتھ یا گلے میں باندھنا سنت صحابہ ہے، جن تعویذ گنڈوں سے منع کیا ہے وہ کفار کے جنتر منتر کے تعویذ ہیں جن میں شرکیہ الفاظ ہوں، تیسرے یہ کہ دعاؤں کے الفاظ بھی نافع ہیں اور ان کے نقوش بھی، بلکہ وہ کاغذ بھی جن پر یہ نقوش لکھے جائیں، بعض دعائیں لکھ کر دھو کر ان کا پانی پلایا جاتا ہے، ان کی اصل بھی یہ حدیث بن سکتی ہے، اس پانی اور اس کاغذ کو اللہ کے نام سے نسبت ہو گئی تو شفا بن گئے، حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے سونے کے بچھڑے میں جان ڈال دی، ایوب علیہ السلام کے پاؤں کا دھوون شفا تھا (قرآن حکیم)، آب زمزم شفا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑی سے جاری ہوا۔ (حدیث پاک)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اَللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

(۲۳۶۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ سے تین بار جنت مانگے تو جنت کہتی ہے الٰہی اسے جنت میں داخل فرما دے اور جو تین بار آگ سے پناہ مانگے تو آگ کہتی ہے الٰہی اسے آگ سے امان دے دے ۱؎ (ترمذی، نسائی)

(۲۳۶۲) ۱؎ یعنی جو روزانہ صبح شام یا دن میں ایک بار یا عمر میں ایک بار تین دفعہ یہ کہے اللھم ادخلنی الجنۃ اور تین دفعہ یہ کہہ لے

اللھم اجرنی من النار تو خود جنت اس کے لئے داخلہ کی دعا کرے گی اور خود دوزخ اپنے سے پناہ کی بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گی' حق یہ ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں' جنت کے در و دیوار' برگ و بار' وہاں کے حور و غلمان و فرشتے سبھی اس کے لئے دعا کرتے ہیں' قرآن کریم فرماتا ہے وتقول ھل من مزید آگ کہے گی اے خدا مجھے اور زائد کردے اور فرماتا ہے من شی الا یسبح بحمدہ ہر چیز رب تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتی ہے' حضور علیہ السلام سے پتھروں' لکڑیوں نے کلام کیا' لہٰذا نہ تو یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ جنت بزبان حال کہتی ہے اور نہ یہ کہ وہاں کے حور و غلمان و ملائکہ کہتے ہیں (لمعات و مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ الْقَعْقَاعِ اَنَّ کَعْبَ الْاَحْبَارِ قَالَ لَوْلَا کَلِمَاتٌ اَقُوْلُهُنَّ لَجَعَلَتْنِیْ یَهُوْدُ حِمَارًا فَقِیْلَ لَهٗ مَا هُنَّ قَالَ اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ شَیْءٌ اَعْظَمَ مِنْهُ وَبِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَبِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۲۳۶۳) روایت ہے حضرت قعقاع سے کہ جناب کعب احبار فرماتے ہیں ا۔ کہ اگر میں تین کلمات نہ کہہ لیتا ہوتا تو یہود تو مجھے گدھا بنادیتے ۲۔ ان سے عرض کیا گیا وہ کیا ہیں فرمایا پناہ لیتا ہوں میں اللہ کی عظمت والی ذات کی جس سے بڑی کوئی چیز نہیں اور اللہ کے پورے کلموں کی جن سے کوئی نیک کار و بدکار آگے نہیں بڑھ سکتے اور اللہ کے اچھے ناموں کی جو مجھے معلوم ہیں اور معلوم نہیں ان تمام کی شر سے جنہیں رب نے پیدا کیا پھیلایا اور ٹھیک کیا ۴۔ (مالک)

(۲۳۶۳) ا۔ قعقاع تابعی ہیں' کعب احبار یہود کے بڑے عالم تھے' انہوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کرسکے' زمانہ فاروقی میں ایمان لائے' لہٰذا دونوں حضرات تابعی ہیں ۲۔ یعنی میرا اسلام یہود پر اتنا گراں ہے اور وہ میرے ایسے دشمن ہوگئے ہیں کہ اگر میرے پاس یہ عمل نہ ہوتا تو جادوگر یہودی اپنے جادو کے زور سے میری شکل یا میری عقل گدھے کی سی کردیتے' خیال رہے کہ جادو سے عقل بھی خراب کی جاسکتی ہے' اور اگر جادو قوی ہو تو شکل بھی بدل جاتی ہے' فرعون کے جادوگروں نے رسوں اور بلوں کو سانپ بنادیا تھا' مگر حقیقت تبدیل نہیں ہوتی' بعض شعبدہ باز مٹی کو روپیہ بنادیتے ہیں' مگر پھر پیسہ پیسہ لوگوں سے مانگتے ہیں' اور معجزہ میں حقیقت تبدیل ہوجاتی ہے' عصائے موسوی واقع میں سانپ بن جاتا تھا اس کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھو (از مرقات و لمعات) ۳۔ یعنی میں اللہ کی ذات اور اس کے ان کلموں کی پناہ لیتا ہوں کہ جسے ان کی حفاظت نصیب ہو جائے وہ ہر برے بھلے کے شر سے بچ جائے' ان کے حصار کو نہ توڑ سکے' برے سے مراد شیاطین ہیں اور بھلے سے مراد انسان کہ یہ بذات خود تو بھلا ہے مگر اس میں کبھی شر پیدا ہوجاتی ہے' کلمات اللہ کے معنے بارہا بیان کیے جاچکے۔ ۴۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اللہ کے کلمات یعنی آیات قرآنیہ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کی پناہ لی گئی ہے' معلوم ہوا کہ ما سوی اللہ کی پناہ لینا جائز ہے' خلق ذرء اور برء تینوں قریب المعنے ہیں' عدم سے وجود بخشا خلق ہے' موجودات کو عالم میں پھیلانا ذرء

marfat.com

اور ہر چیز کو اس کے حال کے مطابق صورت و سیرت بخشا ہو۔ (اشعہ)

وَعَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ کَانَ اَبِیْ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ فَکُنْتُ اَقُوْلُھُنَّ فَقَالَ اَیْ بُنَیَّ عَمَّنْ اَخَذْتَ ھٰذَا قُلْتُ عَنْکَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُھُنَّ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوۃِ وَرَوٰی اَحْمَدُ لَفْظَ الْحَدِیْثِ وَعِنْدَہٗ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ۔

(۲۳۶۴) روایت ہے حضرت مسلم ابن ابو بکرہ سے فرماتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے۔ الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں، کفر، فقیری، اور قبر کے عذاب سے تو میں بھی پڑھنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے میرے بچے تو نے یہ دعا کس سے لی میں نے کہا آپ سے ۲؎ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے ۳؎ (ترمذی، نسائی) لیکن نسائی نے نماز کے بعد کا ذکر نہ کیا اور احمد نے اس حدیث کے الفاظ روایت کئے اور ان کے نزدیک ہر نماز کے پیچھے ہے۔

(۲۳۶۴) ۱؎ نماز کے بعد سے مراد ہے سلام پھیرنے کے بعد کفر سے ہر قسم کا کفر مراد ہے، اور فقر سے فقیری کے فتنے یا کفران نعمت یعنی دل کا فقر مراد ہے، عذاب قبر سے وہ اعمال مراد ہیں، جو عذاب قبر کا باعث ہوں اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے سامنے تلاوت قرآن اور دعاؤں کا ورد چاہیے، تاکہ وہ اچھی باتیں سیکھیں، اب تو مسلمان بچوں کو گانا بجانا سکھاتے ہیں، ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ دعائے ماثورہ جو بزرگوں سے منقول ہو اس دعا سے بہتر ہے جو ہم خود بنائیں، کیونکہ اس میں الفاظ اور زبان دونوں کی تاثیریں جمع ہوتی ہیں، ۳؎ یعنی میں بھی اس دعا کا موجد نہیں ہوں بلکہ حضور علیہ السلام کا ناقل ہوں، اس حدیث کی بنا پر صوفیاء فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی دعائیں محض سن کر پڑھنا بھی مفید ہیں، اگر کسی عامل کی اجازت بھی مل جائے تو بہت اچھا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَعْدِلُ الْکُفْرَ بِالدَّیْنِ قَالَ نَعَمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ قَالَ رَجُلٌ وَیَعْدِلَانِ قَالَ نَعَمْ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ۔

(۲۳۶۵) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں کفر اور قرض سے ۱؎ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کفر کو قرض کے برابر سمجھتے ہیں فرمایا ہاں ۲؎ اور ایک روایت میں ہے الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر اور فقیری سے ایک شخص بولا۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں فرمایا ہاں ۳؎ (نسائی)

(۲۳۶۵) ۱؎ قرض سے وہ قرض مراد ہے جو مقروض پر غالب آجائے جسے مقروض ادا نہ کر سکے اور اس کی وجہ سے وہ ذلیل اور رسوا ہو، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قرض تو لیا ہے، کیونکہ جس قرض سے پناہ مانگی ہے وہ اور قرض ہے، اور جو لیا وہ اور ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ ضرورۃ" خصوصاً نکاح، دوسری دینی ضرورتوں کے لئے قرض لینا سنت ہے جبکہ ادا کی پوری نیت ہو، نکاح کے قرض سے مراد بھاری جہیز یا حرام رسموں کے لئے قرض نہیں، یہ تو فضول خرچی ہے بلکہ وہ ضروری خرچ مراد ہیں جو حدیث شریف سے ثابت ہیں۔ ۲؎ کیونکہ مجبور مقروض اکثر جھوٹے وعدے کرتے ہیں، جھوٹے وعدے منافق کی علامت ہیں، نیز کافر کا مسلمان مقروض کبھی قرض کے دباؤ میں اسلام چھوڑ دیتا ہے، جیسا کہ ضلع ستھرا اور ضلع آگرہ کے

marfat.com

ملکمانہ راجپوتوں میں دیکھا گیا' شدمی کا فتنہ زیادہ تر قرض سے پھیلا' ۳؎ کیونکہ فقیر بے صبرے عموماً چوری' جھوٹی گواہی دے کر گناہ تو کیا ہی کرتے ہیں مگر کبھی رب تعالٰی کی ایسی شکایتیں کر ڈالتے ہیں جو صریح کفر ہوتی ہیں' یہاں وہ ہی فقر مراد ہے' جس کے ساتھ بے صبری ہو الفقر فخری والا فقر کچھ اور ہے۔

بَابُ جَامِعِ الدُّعَآءِ

باب جامع دعائیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۱؎ گزشتہ بابوں میں خاص اوقات یا خاص مقاصد کی دعائیں مذکور ہوئیں' اس باب میں وہ دعائیں بیان ہوں گی جو کسی وقت اور کسی حالت و مقصد سے خاص ہیں جن کے الفاظ تھوڑے' معنے و مقصد بہت زیادہ ہیں (اشعہ و مرقات)

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَآءِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ وَخَطَائِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۳۶۶) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ الٰہی میری خطائیں' میری جہالت اور میرے ہر کام میں حد سے بڑھ جانے کو بخش دے۱؎ اور جو کچھ تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اسے بخش دے ۲؎ الٰہی میری دانستہ اور نادانستہ اور ساری خطائیں اور برے ارادے جو میرے پاس ہیں ۳؎ بخش دے الٰہی وہ بخش دے جو میں نے آگے کئے اور جو پیچھے کئے جو چھپ کر کئے ۴؎ اور جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے ۵؎ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے تو ہی پیچھے کر دینے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے ۶؎ (مسلم بخاری) ۷؎

(۲۳۶۶) ۱؎ خطا سے مراد مطلقاً گناہ ہیں اور جہل سے مراد ان چیزوں سے ناواقفیت جن سے واقف ہونا فرض تھا یا وہ بد عملیاں ہیں جو دینی احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے سرزد ہو جائیں اسراف سے مراد مطلقاً زیادتی ہے یعنی بندگی کی حدود توڑ دینا' اسراف خطاء سے زیادہ عام ہے ۲؎ یعنی میرے سارے وہ گناہ جو مجھے یاد بھی نہ رہے یا وہ گناہ جنہیں میں نیکی سمجھ کر کر بیٹھا' مگر واقع میں وہ گناہ تھے وہ بھی بخش دے ۳؎ یعنی میرے سارے وہ گناہ جو ابھی تک بخشے نہ گئے بلکہ میرے پاس یعنی میرے نامہ اعمال میں موجود ہیں وہ بخش دے' خیال رہے کہ میرے ارادے بھی گناہ ہیں ہاں میرے خیالات جو غیر اختیاری طور پر دل میں آ جائیں وہ معاف ہیں۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب میرے ارادے گناہ ہی نہیں تو ان سے معافی مانگنے کے کیا معنے ۴؎ یعنی پرانے اور نئے گناہ یوں ہی علانیہ اور خفیہ گناہ بخش دے' علانیہ خفیہ سے زیادہ برے ہیں کیونکہ گناہ کا اظہار بھی تو گناہ ہے ۵؎ میرے وہ گناہ بھی بخش دے جو میرے خیال میں تو معمولی و صغیرہ ہیں' مگر تیرے علم میں بڑے ہیں اور کبیرہ ہیں' خیال رہے کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے ولم یصروا علی ما فعلوا اور کبھی بندے کے منہ سے ایک معمولی سی بات نکل جاتی ہے

marfat.com

جسے بندہ محسوس بھی نہیں کرتا، مگر رب تعالیٰ کے نزدیک بندہ اس سے دوزخی بن جاتا ہے اس قسم کی تمام دعائیں ہماری تعلیم کے لئے ہیں ورنہ حضرات انبیاء بعد نبوت تو ہر گناہ صغیرہ یا کبیرہ سے معصوم ہیں اور قبل نبوت گناہ کبیرہ سے، اور ان صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں جو نفرت کا باعث ہوں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نبوت سے پہلے یا بعد کبھی کسی گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا، چہ جائیکہ گناہ کرنا۔ اس عظمت انبیاء کی نفیس تحقیق ہماری کتاب قهر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء میں ملاحظہ کیجئے اور یہاں مرقات نے بھی اس پر کچھ بحث کی ہے، تفسیرات احمدیہ اور شرح فقہ اکبر میں اس مسئلہ پر مکمل بحث کی۔ ۶۔ یعنی تو جسے چاہے توفیق خیر دے کر اس کے درجے بلند کردے اور جسے چاہے توفیق نہ دے جس سے وہ اپنی بد عملیوں کے باعث دوزخ میں پہنچ جائے، لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب رب تعالیٰ نے ہمیں پیچھے کردیا تو ہمارا کیا قصور ہے، کیونکہ ہمارا پیچھے ہٹ جانا اپنی بد عملی سے ہے ۷۔ یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی مختلف طریقوں سے نقل فرمائی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیٰوةَ زِیَادَةً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۲۳۶۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے الٰہی میرا دین ٹھیک فرما جو میرے کام کی حفاظت ہے ا۔ اور میری دنیا درست کردے جس میں میری زندگی ہے ۲۔ اور میری آخرت درست فرمادے جہاں مجھے لوٹنا ہے ۳۔ اور میری زندگی کو ہر بھلائی میں زیادتی بنا ۴۔ اور میری موت کو ہر تکلیف سے راحت قرار دے ۵۔ (مسلم)

(۲۳۵۷) ا۔ یعنی دینداری ہی وہ صفت ہے جو میرے نفس، مال، عزت و آبرو کی اصلاح کرتی ہے تو میرے دین کو درست رکھ، ہر چیز کی درستی دین سے ہے، اور دین کی درستی تیرے فضل سے، عقائد اخلاق کی درستی، دل کی سیاہی دور ہونا سب دین میں داخل ہے، جسے یہ نعمت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا (لمعات) ۲۔ دنیا سے مراد صحت تندرستی اور روزی ہے، حلال روزی جو اطاعت الٰہی پر مدد دے رب تعالیٰ کی نعمت ہے، اور حرام روزی جس سے انسان میں سرکشی اور غفلت پیدا ہوتی ہے، اللہ کا عذاب یعنی مجھے وہ تندرستی و مال دے جو تیری اطاعت میں صرف ہو ۳۔ آخرت سے مراد قبر و حشر ابد الآباد تک کی زندگی ہے، چونکہ ہم اس عالم سے دنیا میں آئے ہیں اس لئے وہاں جانے کو لوٹنا فرمایا گیا ۴۔ یعنی میری زندگی کی ہر گھڑی نیکیوں کی زیادتی کا ذریعہ ہو کہ ہر ساعت نیکیاں کرتا رہوں، جس سے میرا نیک نامہ اعمال پر ہوتا رہے، سبحان اللہ۔ رب تعالیٰ ایسی زندگی نصیب کرے، سوتے وقت انسان دن بھر کا حساب لگایا کرے، کہ آج میں نے کتنے گناہ کیے اور کتنی نیکیاں گناہوں سے توبہ کرکے نیکیوں پر شکر کرکے سوئے ۵۔ اس طرح کہ میری موت ایمان پر توبہ پر ہو تاکہ بعد موت میں دنیا کی مشقتوں سے تو چھوٹ جاؤں، اور قبر و حشر میں مصیبت نہ دیکھوں بلکہ راحت دیکھوں، خیال رہے کہ پرہیزگار مرکر دنیا کی مصیبتوں سے چھوٹ جاتا ہے، اور لوگ اسے روتے ہیں، وہ رب تعالیٰ کی رحمت دیکھ کر ہنستا ہے اور بدکار مرکر اور زیادہ مصیبتوں میں پھنس جاتا ہے، لوگ اس سے راحت پاجاتے ہیں وہ وہاں روتا ہے، اور لوگ اس کی موت پر خوشیاں مناتے ہیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا

marfat.com

شعر:-

☆ واسطہ محبوب کا دنیا میں جو سنی مرے ☆ یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا ☆
☆ عرش پر دھومیں مچیں وہ بندہ صالح ملا ☆ فرش پر ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا ☆

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۲۳۶۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ کہا کرتے تھے الٰہی میں تجھ سے ہدایت تقویٰ پاکدامنی اور تونگری مانگتا ہوں ا۔ (مسلم)

(۲۳۶۸) ا۔ ہدایت سے مراد اچھے عقائد ہیں' تقویٰ سے مراد اچھے اعمال' پاکدامنی سے مراد برائیوں سے بچنا ہے' اور تونگری سے مراد مخلوق کا محتاج نہ ہونا اللہ رسول کا حاجتمند رہنا ہے' اس میں دین و دنیا کی تمام بھلائیاں مانگ لی گئیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ وَاذْكُرْ بِالْهُدٰى هِدَايَتَكَ الطَّرِيْقَ وَبِالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۶۹) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی کہو الٰہی مجھے ہدایت دے مجھے ٹھیک رکھ ا۔ اور ہدایت سے راستہ کی ہدایت کا خیال کرنا اور درستی سے تیر جیسی درستی مراد لینا ۲۔ (مسلم)

(۲۳۶۹) ا۔ دنیا میں انسان سوار کی طرح ہے' مسافر کی سواری کتنی ہی اچھی ہو لیکن اگر اسے راستہ صحیح نہ ملے یا صحیح راستہ تو ملے' مگر اس پر صحیح چل نہ سکے' تو کبھی منزل تک نہیں پہنچ سکتا' اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ مولیٰ مجھے اپنے تک پہنچنے والا راستہ بھی دکھا' اور دکھا کر اس پر چلنے کی توفیق بھی نصیب کر ۲۔ یعنی جب یہ دعا مانگو تو ہدایت سے راہ الٰہی مراد لو جس پر چلنے سے رب تعالیٰ تک پہنچا جا سکے' اور درستی و سیدھائی سے کامل درستی اور پورا سیدھا پن مراد لو' تیری تشبیہ سے یہ ہی مراد ہے' اس جملہ کی اور شرحیں بھی کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہت قوی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ اَمَرَهٗ اَنْ يَّدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۷۰) روایت ہے حضرت ابو مالک اشجعی سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اسلام لاتا تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سکھاتے ا۔ پھر اسے حکم دیتے کہ ان کلمات سے دعا مانگا کرے' الٰہی مجھے بخش دے مجھ پر رحم کر مجھے ہدایت دے مجھے عافیت دے۔ مجھے روزی دے ۲۔ (مسلم)

(۲۳۷۰) ا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان ہوتے ہی نماز فرض ہو جاتی ہے' جب تک کہ قرآن شریف و دیگر ارکان یاد نہ ہوں وہ جماعت سے ادا کرتا رہے' اور بہت جلد خود یاد کرے' یہاں نماز سے مراد ترتیب وار نماز کے مسائل ہیں' ۲۔ ہدایت سے مراد یا تو ملی ہوئی ہدایت پر قائم رکھنا ہے یا ایمان کی ہدایت کے بعد نیک اعمال کی ہدایت مانگنا ہے' عافیت سے مراد دینی و دنیاوی امان ہے' رزق سے مراد حلال روزی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ

(۲۳۷۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اللہ علیہ وسلم کی زیادہ دعا یہ تھی اے الٰہی ہم کو دنیا میں بھلائی دے ۲؎ اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں آگ سے بچالے (مسلم بخاری)۳؎۔

(۱۷ ۲۳) ۱؎ کہ آپ نماز کے اندر اور دعا بعد نماز میں اور اس کے علاوہ اکثر حالات میں یہ دعا مانگا کرتے تھے ۲؎ یہ دعا بہت ہی جامع ہے جس میں دین و دنیا کی ساری نعمتیں مانگی گئی ہیں' رب تعالٰی نے قرآن کریم میں بھی یہ دعا سکھا کر اس کے مانگنے والوں کے متعلق فرمایا اولئک لہم نصیب مما کسبوا الایہ قرآن شریف میں اس دعا اور استغفار کے بڑے فوائد بیان فرمائے' مطلب یہ ہے کہ اے ہمارے پالنے والے ہم کو موت سے پہلے والی تمام نعمتیں عطا فرما' جیسے صحت' روزی نیکیوں کی توفیق' دین پر استقامت' حسن خاتمہ' علم و عمل وغیرہ' اور آخرت کی تمام نعمتیں بخش' جیسے حساب قبر و حشر میں آسانی و کامیابی' اعمال کی قبولیت' جنت اور وہاں کی تمام نعمتیں' اور ہم کو دوزخ سے بالکل بچالے' کہ وہاں کا عذاب ہم کو بالکل نہ چھوئے' یہ نہ ہو کہ سزا پاکر جنت میں جائیں' حضرت شیخ نے اشعتہ اللمعات میں فرمایا کہ اس کے مانگتے وقت تمام نیکیوں و نعمتوں کا خیال کرلینا چاہیے' بہتر یہ ہے کہ دنیا کی نعمت سے کمال مصطفوی اور آخرت کی بھلائی سے جمال مصطفوی مراد لے' یعنی ہم کو دنیا میں ان کے کمال کا چھینٹا دے' آخرت میں ان کا جمال دکھا کر ان میں سب کچھ آگیا' ۳؎ اسے ابوداؤد' نسائی نے بھی روایت کیا' حصن حصین شریف میں ربنا اتنا ہے' اگر اللہم ربنا اتنا کہے تو بہتر ہے کہ اس میں دونوں روایتوں پر عمل ہے' اور اگر فقط ربنا اتنا کہے تو بھی ٹھیک ہے کہ قرآن کریم میں یوں ہی ہے (از مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا يَقُوْلُ رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْلِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِيْ وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَاكِرًا لَّكَ ذَاكِرًا لَّكَ رَاهِبًا لَّكَ مِطْوَاعًا لَّكَ مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُّنِيْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَسَدِّدْ لِسَانِيْ وَاهْدِ قَلْبِيْ وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِيْ۔

(۲۳۷۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تو یوں عرض کرتے۔ یا رب میری مدد کر مجھ پر مدد اوروں کو نہ دے ۱؎ مجھے نصرت بخش میرے مقابل نصرت نہ دے ۲؎ میرے لئے تدبیر فرما میرے مقابل تدبیر نہ فرما ۳؎ مجھے ہدایت دے اور میرے لئے ہدایت آسان فرما ۴؎ مجھے ان پر فتح دے جو مجھ پر بغاوت کریں ۵؎ یا رب مجھے اپنا شکر گزار اپنا ذاکر اپنے سے خوف کرنے والا اپنا مطیع تیری طرف رجوع کرنے والا آہ و زاری کرنے والا لوٹنے والا بنا ۶؎ یا رب میری توبہ قبول کر میرے گناہ دھو دے میری دعا قبول فرما ۷؎ میری دلیل مضبوط کر' میری زبان درست رکھ۔ میرے دل کو ہدایت دے میرے سینے کی سیاہی

marfat.com

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ) دور کردے ۸۔ (ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ)

(۲۳۷۲) ا۔ یعنی اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما اور جن و شیاطین، نفس امارہ کو میرے مقابل مدد نہ دے کہ وہ مجھے نیک اعمال سے روکیں ۲۔ یعنی کفار پر مجھ کو غلبہ دے، ان کو ہم پر غلبہ نہ دے، کفار خواہ انس ہوں یا جن یا ہمارے نفوس، ان سب کو ہمارا مطیع بنا ہم کو ان کا فرمانبردار نہ کر بلکہ اپنا فرماں بردار رکھ ۳۔ رب تعالٰی کے لئے مکر کے یہ ہی معنی مناسب ہیں نہ کہ فریب و دھوکہ، یہ عیوب ہیں رب تعالٰی عیوب سے پاک ہے یعنی مجھے دشمنوں کے مقابل خفیہ تدبیروں کی تلقین کر، انہیں میرے مقابل تدبیریں نہ القا کر ۴۔ جس سے مجھے نیک اعمال آسان معلوم ہوں گناہ گراں و بھاری، یہ دونوں نعمتیں رب تعالٰی کے کرم سے نصیب ہوتی ہیں ۵۔ بغاوت سرکشی کرنے والے خواہ دشمن جان ہوں یا دشمن ایمان یا دشمن مال یا دشمن آبرو ۶۔ یہ وہ صفات ہیں جو مسلمان میں ہونی چاہئیں، راہب کے معنے ہیں ظاہر و باطن ہر حال میں رب سے ڈرنے والا دنیا میں نہ پھنسنے والا، جس رہبانیت سے حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے وہ بمعنی ترک دنیا ہے کہ اسلام میں تارک الدنیا ہو کر جوگی سادھو بن جانا منع ہے، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، مخبت کے معنے ہیں نیچی زمین میں اتر جانے والا، خبت پست زمین کو کہتے ہیں، اب اسے تواضع و ترقی کرنے والے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے واخبتوا الی ربہم اواہا مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت آہ و زاری کرنے والا، خوف خدا میں کانپنے لرزنے والا، رب تعالٰی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں فرماتا ہے اواہ منیب ۷۔ یعنی اے مولٰی مجھے تمام شرائط کی جامع توبہ نصیب فرما پھر اسے قبول بھی فرما رب تعالٰی فرماتا ہے توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا توبہ نصوح وہ ہے جو تمام شرائط کی جامع ہو بارگاہ عالی میں قبول ہو اور بندہ پھر توبہ کبھی توڑے نہیں، حوب کے لغوی معنی ہیں جھڑک، ڈانٹ، اصطلاح میں گناہ کو حوب کہتے ہیں کہ یہ جھڑک کا ذریعہ ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے انہ کان حوبا کبیرا گناہ دل کا میل ہے، رب تعالٰی کی مہربانی اس کا پانی، قبولیت دعا بھی اللہ کی رحمت ہے، جس قدر تقویٰ زیادہ اسی قدر دعا کی قبولیت زیادہ، صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل کی بے قراری قبول دعا کے لئے اکسیر ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے ام من یجیب المضطر اس لئے مظلوم کی دعا قبول ہے اگرچہ وہ فاسق ہو کہ اس کا دل بے قرار ہے ۸۔ ان جملوں میں چار چیزیں مانگیں، دنیا و آخرت میں اپنی دلیل قوی ہونا کہ ہم کفار کے مقابلہ میں اسلام کی حقانیت ثابت کرسکیں زبان کا سیدھا چلنا کہ زبان اگر سیدھی چلے تو زبان ہے، اور اگر ٹیڑھی چلے تو زبون یعنی فساد، اور اگر زیادہ چلے تو زیان یعنی نقصان، دل کی ہدایت کہ اگر دل ٹھیک ہو گیا تو سب کچھ ٹھیک ہے، اور سینہ کی صفائی، تاکہ یہ مدینہ بن جائے، جس میں رحمت کا خزینہ ہے۔ شعر۔

☆ بنا دو میرے سینہ کو مدینہ ☆ نکالو بحر غم سے یہ سفینہ ☆

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ بَكٰى فَقَالَ سَلُوا اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فَاِنَّ اَحَدًا لَّمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِيْنِ خَيْرًا مِّنَ الْعَافِيَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا

(۲۳۷۳) روایت ہے حضرت ابوبکر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر قیام فرما ہوئے، پھر روئے ا۔ تو فرمایا اللہ سے معافی اور امن مانگو ۲۔ کیونکہ کسی کو ایمان کے بعد امن سے بہتر کوئی نعمت نہ ملی ۳۔ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے حسن ہے غریب ہے۔

marfat.com

(۲۳۷۳) ا۔ حضور علیہ السلام کا یہ رونا اپنی امت کے آئندہ حالات ملاحظہ فرما کر تھا کہ اکثر لوگ فتنوں شہوت مال کی حرص اقتدار کی خواہش میں گرفتار ہو جائیں گے (مرقات) ۲۔ معافی سے مراد محو ذنوب و ستر عیوب ہے' اور عافیت سے یہ مراد ہے کہ لوگ تم سے اور تم لوگوں سے امن میں رہو یا دین کا فتنوں سے اور بدن کا سخت بیماریوں سے محفوظ رہنا یعنی گناہوں سے معافی اور زندگی' موت' قبر حشر کی آفتوں سے سلامتی مانگو' (لمعات) ۳۔ حق یہ ہے کہ ایمان بھی عافیت ہی کے لئے اختیار کیا جاتا ہے' اور ایمان کے معنی ہی ہیں اپنے کو آفتوں سے امن و عافیت دینا۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الدُّعَآءِ اَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ثُمَّ اَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الدُّعَآءِ اَفْضَلُ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ فَاِذَا اُعْطِيْتَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَقَدْ اَفْلَحْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا۔

(۲۳۷۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کیا یا رسول اللہ دعا کون سی افضل ہے' ا۔ فرمایا اپنے رب سے دنیا و آخرت میں امن و چین مانگو ۲۔ پھر وہ دوسرے دن حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ کون سی دعا افضل ہے۔ حضور نے اسی طرح پھر فرمایا ۳۔ پھر وہ تیسرے دن حاضر ہوا پھر اسی طرح عرض کیا حضور نے فرمایا کہ جب تجھے دنیا و آخرت میں امن و معافی دیدی جائے تو تو کامیاب ہو۔ جائے گا ۴۔ (ترمذی' ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے اسناد سے غریب ہے ۵۔

(۲۳۷۴) ا۔ یعنی مجھے کون سی دعا زیادہ فائدہ مند ہے یا سارے لوگوں کے لئے ساری دعاؤں میں سے کون سی افضل' اس سوال سے معلوم ہوا صحابہ کرام کا عقیدہ یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ہم سے زیادہ مہربان ہیں' ہم غلطی سے نقصان دہ دعائیں بھی مانگ لیتے ہیں' حضور کی بتائی ہوئی دعا میں یہ احتمال نہیں' اسی لئے دعائے ماثور جو بزرگوں سے منقول ہو غیر ماثورہ سے افضل ہے ۲۔ یعنی دین و بدن میں امن اور مخلوق کی شر سے چین کہ کوئی جن و انس ہمیں بے چین نہ کر سکے نہ دنیا میں نہ آخرت میں ۳۔ خیال نہ تھا کہ شاید لمبی چوڑی دعائیں جن میں وقت بہت صرف ہو مانگنی چاہئیں اس مختصر دعا کی اہمیت نہ سمجھ سکے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ تھا کہ میرے غلام کام کاج والے ہیں انہیں چھوٹی مگر جامع دعائیں بتائی جائیں تاکہ ان کے دنیوی کام بھی بند نہ ہوں' اس لئے یہ سوال جواب واقع ہوئے' ۴۔ کیونکہ معافات میں جسمانی' روحانی' نفسانی' شیطانی تمام آفتوں سے سلامتی شامل ہے' جسے ان تمام آفات سے امن مل گئی' اس کے لئے باقی کونسی چیز رہ گئی اس لئے لمبی دعا کی خواہش نہ کر' ۵۔ خیال رہے کہ اسناد اغریب کی تمیز ہے نہ کہ حسن کی' کیونکہ غرابت کبھی متن حدیث میں ہوتی ہے کبھی اسناد حدیث میں مگر حسن صرف اسناد ہی کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ کہ متن کے' اس کے لئے اسنادا کہنے کی ضرورت ہی نہیں طبرانی میں حضرت عباس سے روایت اس طرح ہے کہ ایک بار میں نے بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ دعا سکھایئے' سرکار نے فرمایا اللہ سے عافیت مانگو' کچھ روز بعد پھر میں حاضر ہوا اور میں نے یہ ہی عرض کیا تو فرمایا کہ چچا جان عافیت کی دعا زیادہ مانگا کرو کیونکہ یہ دعا مقاصد حاصل کرنے اور بلائیں دفع کرنے کے لئے کافی ہے۔

marfat.com

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِيْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ اَللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۳۷۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن یزید خطمی سے ۱؎ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے الٰہی مجھے اپنی محبت نصیب کر اور اس کی محبت بھی جس کی محبت تیرے ہاں نفع دے ۲؎ الٰہی مجھے جو تو میری پسندیدہ چیز دے تو اس میں مجھے اس کی قوت بخش جسے تو پسند فرماتا ہے ۳؎ الٰہی جو میری محبوب چیز تو مجھ سے دور رکھے تو اسے میرے لئے اپنی محبوب چیز میں فراغت بنادے ۴؎ (ترمذی)

(۲۳۷۵) ۱؎ خطم قبیلہ اوس کی ایک شاخ ہے، یہ عبداللہ انصاری ہیں، سترہ سال کی عمر میں صلح حدیبیہ میں حاضر ہوئے، ۲؎ اس عبارت کی دو تفسیریں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ تو اور تیرے پیارے بندے مجھ سے محبت کریں، دوسرے یہ کہ یہ تجھ سے اور تیرے پیارے بندوں سے محبت کروں، رب تعالٰی فرماتا ہے یحبھم ویحبونہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں یعنی مجھے ان لوگوں ان چیزوں ان اعمال کی محبت دے جن کی محبت آخرت میں فائدہ مند ہو، انبیاء اولیاء، قرآن مجید، کعبہ معظمہ نماز روزہ تمام کی محبتیں اس میں شامل ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزوں کی محبت نقصان دہ ہے، بعض کی بے فائدہ اور بعض کی محبت دنیا میں مفید ہے۔ بعض کی آخرت میں آخری محبت مانگے۔ ۳؎ یعنی جو منہ مانگی مراد تو مجھے دے اسے اپنی رضا میں صرف کرنے کی توفیق بھی دے، جسمانی قوت، اولاد، مال کو ہمیشہ تیری راہ میں خرچ کروں تاکہ میں غنی شاکر بن جاؤں ۴؎ یعنی اگر تو میری کسی آرزو کو پورا نہ کرے، اور میری منہ مانگی مراد نہ دے، تو مجھے اپنی دی ہوئی نعمتوں اور عبادتوں میں اتنا مشغول کردے کہ مجھے اس کی ضرورت ہی نہ رہے تاکہ میں مسکین صابر بنوں، میرا دل اس مانگی مراد میں مشغول نہ رہے تاکہ میری عبادتیں ناقص نہ ہوں، رضاء بالقضاء اللہ کی نعمت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنْ مَّجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ لِاَصْحَابِهٖ اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا

(۲۳۷۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کم کسی مجلس سے اٹھتے حتی کہ اپنے صحابہ کے لئے یہ دعائیں مانگ لیتے ۱؎ الٰہی ہمیں اپنے خوف سے وہ حصہ عطا فرما جس سے تو ہمارے اور اپنی نافرمانیوں کے درمیان آڑ ہو جائے ۲؎ اور اپنی اطاعت سے وہ حصہ دے جس سے ہمیں تو اپنی جنت میں پہنچادے ۳؎ اور یقین کا وہ حصہ دے جس سے تو ہم پر دنیاوی مصیبتیں آسان کردے ۴؎ اور ہمیں ہمارے کانوں اور آنکھوں اور قوت سے نفع دے جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ۵؎ اور اسے ہمارا وارث بنا ۶؎ اور ہمارا غضب اس پر ڈال جو ہم پر ظلم کرے ۷؎ اور ہم کو ان پر فتح دے جو ہم سے دشمنی کریں ۸؎ اور ہمارے دین میں ہم پر مصیبت نہ دے ۹؎ اور دنیا کو ہمارا نہ بڑا مقصود

marfat.com

وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

بنا اور نہ ہمارے علم کا منتہا بنا ۱۰؎ ہم پر اسے مسلط نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کرے ۱۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے ۱۲؎

(۲۳۷۶) ۱؎ یعنی اکثر کسی مجلس سے اٹھتے وقت سرکار یہ دعا مانگ لیتے تھے' اور یہ سب کچھ صحابہ کی اور ان کے ذریعہ ہماری تعلیم کے لئے تھا۔ خیال رہے کہ حضور علیہ السلام کی جن دعاؤں میں مغفرت کی طلب یا گناہوں کا اقرار ہے ان سب میں تعلیم امت مقصود ہے ورنہ سرکار خود معصوم ہیں بلکہ ارادہ گناہ سے محفوظ ہیں ۲؎ یعنی ہم سب کو اپنا دلی خوف دے جس کی برکت سے ہم گناہوں سے محفوظ رہیں' تحول واحد مخاطب ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ خوف خدا اللہ کی نعمت ہے' اور اس خوف کے بعد بھی ہمیں گناہوں سے رب ہی بچاتا ہے ہم خود نہیں بچتے' مطلقاً خوف خدا تو شیطان کو بھی حاصل ہے' رب تعالیٰ نے اس کا قول قرآن پاک میں نقل فرمایا انی اخاف اللہ رب العلمین خوف خدا اور عشق جناب مصطفیٰ اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں ۳؎ یعنی ہمیں اپنی بندگی کی توفیق بھی دے اور اسے قبول بھی فرما' یہاں بھی وہی اشارہ ہے کہ فقط عبادت جنت میں پہنچنے کے لئے کافی نہیں' مومن جنات اور فرشتوں کی عبادتیں انہیں جنتی نہیں بناتیں ۴؎ رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر مصیبت کے بعد دو آسانیوں کی بشارت دی ہے فان مع العسر یسرا خدایا ہمیں اس بشارت پر ایسا یقین ہو جائے کہ ہم ہر مصیبت کو آئندہ راحت کا پیش خیمہ سمجھیں' جس کی وجہ سے یہ زحمت رحمت بن جائے۔ شعر:۔

☆ ناخوش او خوش بود در جان من ☆ جاں فدائے یار دل رنجان من ☆

۵؎ یعنی ہمیں توفیق دے کہ اپنے حواس و قوتوں کے ذریعہ دنیوی و اخروی نفع اٹھائیں کہ انہیں تیری طاعتوں میں صرف کریں ۶؎ اس جملہ کی بہت شرحیں ہیں' بہترین شرح یہ ہے کہ وارث سے مراد میراث ہے یعنی ہمارے تقویٰ اور مذکورہ نفع کو ہماری میراث بھی بنا کہ ہمارے بعد لوگ ہماری ان صفات کو اختیار کرلیں اور فائدے اٹھائیں' ہماری میراث صرف مال نہ ہو بلکہ مال' حال' اعمال' کمال اور خوف ذوالجلال سب کچھ ہماری میراث ہو' خیال رہے کہ میراث اضطراری صرف بعض رشتہ داروں کو ملتی ہے' مگر میراث اختیاری تاقیامت سارے انسانوں کو کنویں' مساجد' سرائیں' قبرستان وغیرہ موقوفہ چیزوں سے سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں' یہ مال کی میراث اختیاری ہے' علمائے کے علم' صوفیائے کے تقویٰ اور حضور علیہ السلام کے کمالات سے تاقیامت دنیا فائدہ اٹھائے گی' سخیوں کی کمائی میں فقیروں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ شعر:۔

☆ ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم ☆ ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم۔ ☆

۷؎ یعنی ہمیں توفیق دے کہ ہم بدلہ لینے میں بھی انصاف کا دامن نہ چھوڑیں صرف ظالم سے ہی بدلہ لیں' جاہلیت والوں کی طرح ایک فرد کا بدلہ ساری قوم سے نہ لیں' ثار کے لغوی معنے ہیں' کینہ' غصہ اور بدلہ' اس جملہ کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہتر ہے ۸؎ اس طرح کہ ہمیں ذاتی دشمنوں کو معاف کرنے کی ہمت دے اور قومی و دینی دشمنوں کو مغلوب کرنے کی طاقت دے' ۹؎ یعنی ہم پر ایسی مصیبت نہ بھیج جو ہمارا دین برباد کردے کہ ہمیں بدعقیدہ بنادے یا ناقص کردے کہ ہم حرام کھانے لگیں یا عبادات میں کوتاہی کرنے لگیں' ۱۰؎ یعنی نہ تو ہمارا یہ حال ہو کہ مال عزت سلطنت وغیرہ ہمارا اصل مقصد بن جائے اور نہ یہ حال ہو کہ ہمارے علم اور فکر دنیا ہی کے لئے وقف ہوں یا فقط ہم دنیاوی علوم ہی پڑھیں دینی علوم کی طرف توجہ ہی نہ دیں اور دینی علم بھی

marfat.com

سیکھیں تو صرف اپنی تعظیم کرانے اور مال کمانے کے لئے' رب تعالٰی فرماتا ہے ولم یرد الا الحیاة الدنیا ذلک مبلغهم من العلم اس دعا میں اشارۃً فرمایا گیا کہ دنیا کا قصد اور علم سے دنیا حاصل کرنا قدرے جائز ہے بلکہ اگر یہ دنیا دین کے لئے ہو تو اس کا طلب کرنا عبادت ہے' دنیا صفر ہے اور دین عدد' صفر اگر اکیلا ہو تو کچھ بھی نہیں اور اگر عدد سے مل جائے تو اسے دس گنا کر دیتی ہے اا۔ یعنی دنیا میں ہم پر نفس امارہ' شیطان' کافر و ظالم سلطان کو مسلط نہ کر اور قبر و حشر میں عذاب کے فرشتوں کو ہم پر مقرر نہ فرما' لہٰذا یہ جملہ نیا ہے پہلے جملوں کا تکرار نہیں ١٢۔ اسے نسائی نے اور حاکم نے علی شرط بخاری نقل فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَّاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَھْلِ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ اِسْنَادًا۔

(٢٣٧٧) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے الٰہی تو مجھے اس سے نفع دے جو تو نے مجھے سکھایا اور مجھے نافع چیزیں سکھا اور میرا علم بڑھا ١۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔ ٢۔ اور دوزخیوں کے حال سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں ٣۔ (ترمذی' ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد سے غریب ہے۔

(٢٣٧٧) ١۔ علم چند قسم کے ہیں نقصان دہ' بیکار' صرف اپنے کو نافع' دوسروں کو بھی نافع' یہاں چوتھی قسم کے علم کی طلب ہے' بعض علم اوروں کو مفید خود اپنے کو مضر یا بیکار ہیں' اس سے بھی اللہ بچائے' جیسے بد عمل یا بے عمل عالم کا علم' صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم بے عمل ایسا ہے جیسے شب تار میں اندھا شمع دار۔ ٢۔ یعنی رنج و خوشی' تنگی و فراخی میں اللہ کا شکر (عمل) جو شخص چھینک پر الحمد للہ علی کل حال کہہ کر سارے دانتوں پر زبان پھیرے تو انشاء اللہ اس کے دانت خراب نہ ہوں گے اور اگر ساتھ ہی ہر وضو میں مسواک بھی کیا کرے تو سبحان اللہ ٣۔ دنیا میں کفر و فسق اور آخرت میں عذاب و عقاب دوزخیوں کے حالات ہیں' ان سب سے اللہ بچائے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ الْوَحْیُ سُمِعَ عِنْدَ وَجْھِهٖ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ فَاُنْزِلَ عَلَیْهِ یَوْمًا فَمَکَثْنَا سَاعَةً فَسُرِّیَ عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَکْرِمْنَا وَلَا تُھِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا وَاَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا ثُمَّ قَالَ اُنْزِلَ عَلَیَّ عَشْرُ اٰیَاتٍ مَنْ اَقَامَھُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَرَاَ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی خَتَمَ عَشْرَ اٰیَاتٍ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

(٢٣٧٨) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی اترتی تو آپ کے چہرہ انور کے پاس شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ سنی جاتی تھی ١۔ ایک دن آپ پر وحی اتری تو ہم کچھ ٹھہرے پھر وہ حالت جاتی رہی ٢۔ حضور نے قبلہ کو منہ کیا دونوں ہاتھ اٹھائے ٣۔ اور عرض کیا الٰہی سب کو بڑھا دے گھٹا مت ہمیں عزت دے ہمیں ذلیل نہ کر ہمیں عطائیں دے محروم نہ کر ہم کو ترجیح دے ہم پر اوروں کو ترجیح نہ دے ہم کو راضی کر ہم سے راضی ہو جا ٤۔ پھر فرمایا ہم پر دس آیتیں اتری ہیں جو انہیں قائم کرے (عمل کرے) تو جنت میں جائے گا پھر تلاوت کی' قد افلح المومنون دس آیات تک ٥۔ (احمد' ترمذی)

marfat.com

(۲۴۷۸) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ آواز حضرت جبریل علیہ السلام کی ہوتی تھی جسے صحابہ سنتے تو تھے مگر سمجھ نہ سکتے تھے کہ کیا کہہ رہے ہیں جب کسی کی ہلکی آواز سنی جائے اور الفاظ سمجھ میں نہ آئیں' تو شہد کی مکھی کی سی بھنبھناہٹ ہی معلوم ہوتی ہے بعض شارحین نے کہا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹہ کی آواز ہوتی تھی جو نزول وحی کے وقت بے اختیار آپ سے صادر ہوتی تھی' اس سے حضور کو سخت سردی میں پسینہ بھی آجاتا تھا اور جسم مبارک بہت بھاری ہو جاتا تھا حتی کہ اگر کسی پر ران شریف رکھی ہوتی' تو وہ شخص ران شریف میں بہت ہی زیادہ وزن محسوس کرتا تھا' مگر پہلی شرح درست ہے کہ وہ حضرت جبریل کی آواز ہوتی تھی (لمعات و مرقات) ۲۔ نزول وحی ختم ہو جانے پر کچھ دیر تک یہ ہی حالت رہتی تھی' پھر جب یہ حالت منقطع ہوتی تھی تب حضور علیہ السلام صحابہ کو وحی سناتے تھے کہ آج یہ آیت یا یہ حکم آیا' ایسے ہی آج ہوا' ۳۔ یعنی دعا مانگنے کے لئے آپ روبقبلہ بھی ہو گئے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بھی اٹھائے کہ یہ دونوں کام سنت دعا ہیں دونوں ہاتھ اٹھانے چاہئیں کہ مولی ہم کو دونوں جہان کی نعمتیں دے (مرقات) ۴۔ اولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں مانگیں' پھر سورہ مومنون کی دس اگلی آیتیں سنائیں' کیونکہ ان آیات میں دس احکام ہیں جن کے عاملین کو رحمت کی بشارت ہے غافلین کو عذاب کی دھمکی ان دعاؤں کا مضمون یہ ہے کہ الٰہی ہماری تعداد یا ہماری نعمتیں بڑھاتا رہ' گھٹا نہیں' ہمیں دنیا و آخرت میں عزت دے' ذلیل نہ کر' دوسروں کے مقابل ہم کو ہر نعمت سے ترجیح دے' ہمارے مقابل دوسروں کو ترجیح نہ دے' ہمیں اپنے سے راضی رکھ اور ہم سے تو راضی رہ۔ ۵۔ ان آیتوں میں نماز میں عجز و نیاز' بے ہودہ باتوں سے علیحدہ رہنا' زکوٰۃ کی ادائیگی' بد خلقی سے بچنا' اپنی پارسائی کی حفاظت' امانتوں کی ادائیگی اور وعدوں کی پابندی' حق گوئی نہ چھپانا وغیرہ مذکور ہیں' اور ان کی پابندی پر جنت کا وعدہ ہے' رب تعالیٰ ان پر عمل نصیب کرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّاَ فَيُحْسِنَ الْوُضُوْءَ وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ لِيَقْضِيَ لِيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

(۲۴۷۹) روایت ہے حضرت عثمان ابن حنیف سے فرماتے ہیں ایک نابینا شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ا۔ عرض کیا حضور اللہ سے دعا کریں کہ مجھے آرام دے ۲۔ فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کردوں اور اگر چاہے تو صبر کر یہ صبر تیرے لئے اچھا ہے ۳۔ وہ بولا حضور رب سے دعا کردیں ۴۔ راوی کہتے ہیں تو حضور نے اسے حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا مانگے ۵۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف رحمت والے نبی حضور محمد مصطفیٰ کے توسل سے متوجہ ہوتا ہوں ۶۔ یارسول اللہ میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تا کہ وہ میری حاجت پوری کردے ۷۔ الٰہی میرے بارے میں ان کی شفاعت قبول کر ۸۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

marfat.com

(۲۴۷۹) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص بالکل نابینا تھا' بعض شارحین نے جو کہا کہ وہ ضعیف البصر تھے یا ان کی ایک آنکھ بیکار تھی خلاف ظاہر ہے' ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بیماریوں کی شکایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے' اور اکثر براہ راست خود رب تعالیٰ سے دعا نہ مانگتے تھے بلکہ عرض کرتے تھے کہ حضور ہمارے لئے دعا مانگیں تا کہ الفاظ کے ساتھ زبان کی برکت و تاثیر بھی حاصل ہو' یہ ہے توسل کا عقیدہ' رب تعالیٰ کی کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں ملتی' ۳۔ کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کی آنکھیں میں بیکار کر دوں پھر اس پر صبر کرے' تو میں اسے جنت ہی دوں گا' آنکھوں سے جنت بہتر ہے' ۴۔ ان نابینا صحابی کا مطلب یہ تھا کہ حضور مجھے آنکھیں بھی مل جائیں اور آخرت کی بھلائی بھی' آپ کے پاس کس چیز کی کمی ہے' شعر:۔

☆ جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے ☆ ہمیں معلوم ہے دولت تری عادت تیری ☆

یا یہ مطلب تھا کہ حضور کے صدقہ مجھے آخرت کی نیکیاں تو مل ہی گئی ہیں کہ مجھے رب تعالیٰ نے ایمان دیا تقویٰ بخشا آپ کی صحابیت نصیب کی میری یہ ضرورت بھی پوری ہو جائے' لہٰذا نہ تو سائل پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح کیوں دی' حق یہ ہے کہ انہوں نے تو اس آیت پر عمل کیا ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایسے شخص کو دعا کیوں سکھائی' سرزنش کیوں نہ کی' نیز اس عرض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم صبر سے سرتابی نہیں ہے انہیں صبر کا حکم دیا ہی کب گیا' بطور مشورہ اختیار دیا گیا تھا بلکہ ناز غلامانہ کے انداز پر داتا سے زیادہ مانگنا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر عرفات میں حاجیوں کی بخشش کی دعا کی' حقوق اللہ معاف کئے گئے' پھر مزدلفہ میں حقوق العباد کی معافی کے لئے بھی دعا فرمائی۔ ۵۔ یعنی مسواک اور تمام سنتوں کے ساتھ وضو کر کے دو رکعت نماز حاجت پڑھے پھر یہ دعا مانگے (مرقات) معلوم ہوا کہ دعا کے لئے وضو اور نفل بہتر ہے' خیال رہے کہ اس موقعہ پر انہیں سرکار نے خود دعا نہ دے دی بلکہ دعا اور اپنے وسیلہ کے الفاظ انہیں سکھائے تاکہ قیامت تک کے مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں' اگر سرکار خود ہی دعا دے دیتے' تو بعد والے لوگ یہ فیض کیسے پاتے' بعض شارحین نے یہاں فرمایا کہ سرکار ان پر ناراض ہو گئے تھے' کیونکہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی بات نہ مانی' اس لئے دعا نہ فرمائی' مگر یہ صحیح نہیں' ورنہ سرکار نہ انہیں دعا سکھاتے نہ انہیں اپنے وسیلہ کی تعلیم دیتے' ۶۔ یعنی تیری بارگاہ میں براہ راست بغیر وسیلہ نہیں حاضر ہوا ان کا وسیلہ لے کر آیا ہوں جو خود رحمة للعلمین ہیں اور ان کی امت امت مرحومہ ہے یعنی تو ارحم الرحمین ہے اور تیرے نبی رحمة للعلمین ہیں اور میں تیرے فضل و کرم سے مرحوم' ۷۔ بک میں حضور سے عرض معروض ہے بعض روایتوں میں یوں ہے یا محمد انی توجهت بک الی ربی لتقضی لخت کے ساتھ (مرقات) اس لتقضی میں دو احتمال ہیں واحد مونث مجهول ہو یعنی تا کہ میری حاجت پوری کر دی جائے' یا واحد مخاطب معروف ہو یعنی یا رسول اللہ آپ میری حاجت پوری کر دیں' اس آخری معنی کی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے ہوتی ہے لئن کشفت عناالرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل اے موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نے ہم سے عذاب دور کر دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ مذکورہ آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوبین بحکم پروردگار دافع بلاء اور صاحب عطا ہیں اور حاجتوں میں انہیں پکارنا جائز ہے کیونکہ یہ دعا قیامت تک کے مسلمان پڑھ سکتے ہیں' اور اس میں حضور علیہ السلام کو پکارا بھی گیا ہے اور حضور علیہ السلام کا وسیلہ بھی لیا گیا ہے' ۸۔ سبحان اللہ اس دعا میں تین خطاب ہیں آگے پیچھے رب سے اور بیچ میں اس کے حبیب سے جیسے انگوٹھی کے وسط میں نگینہ۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ دُعَآءِ دَاوٗدَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَمَالِیْ وَاَهْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَكَرَ دَاوٗدَ يُحَدِّثُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ اَعْبَدَ الْبَشَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۳۸۰) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داؤد علیہ السلام کی دعا یہ تھی کہ آپ عرض کرتے تھے' الٰہی میں تجھ سے تیری محبت اور تیرے محبوبوں کی محبت مانگتا ہوں ا۔ اور وہ عمل مانگتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچادے ۲۔ الٰہی مجھے اپنی محبت کو میری جان ومال گھربار اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنادے ۳۔ راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب داؤد علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو کہتے کہ وہ عابد ترین انسان تھے ۴۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۲۳۸۰) ا۔ اس جملہ کے کئی معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ مجھے توفیق دے کہ تجھ سے بھی محبت کروں اور ان بندوں سے بھی جو تجھ سے محبت کرتے ہیں' علماء اولیاء انبیاء سے محبت بالواسطہ تجھ سے ہی محبت ہے' دوسرے یہ کہ خدایا مجھ سے تو بھی محبت کر اور تیرے محبوب بندے بھی محبت کریں یعنی حب کی اضافت یا مفعول کی طرف ہے یا فاعل کی طرف۔ ۲۔ اس کے بھی وہی دو معنی ہیں کہ ایسے عمل کی توفیق دے جس کی برکت سے تو میرا محبوب بن جائے یا میں تیرا محبوب بن جاؤں' اس سے معلوم ہوا کہ بعض اعمال میں عشق و محبت پیدا کرنے کی تاثیر ہوتی ہے۔ ۳۔ یعنی مجھے توفیق دے کہ تو مجھے میری اپنی ذات گھربار مال و دولت سے زیادہ پیارا ہو جائے بلکہ جیسے سخت گرمی اور پیاس کی شدت میں ٹھنڈا پانی پیارا ہوتا ہے' اس سے زیادہ تیری محبت مجھے پیاری ہو' خیال رہے کہ محبوبیت کے لئے اس کے محبوب بندوں کی محبت لازم ہے۔ شعر:

☆ حاصل نشود رضائے سلطاں ☆ تا خاطر بندگاں بجوئی ☆

۴۔ یعنی داؤد علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عابد تھے' جیسے رب تعالٰی بنی اسرائیل سے فرماتا ہے انی فضلتکم علی العلمین' لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ داؤد علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام یا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عابد ہوں' اور نہ یہ فرمان اس آیت کریمہ کے خلاف ہے جس میں نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں فرمایا گیا انہ کان عبدا شکورا

وَعَنْ عَطَآءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلّٰى بِنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ صَلٰوةً فَاَوْجَزَ فِيْهَا فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ الْقَوْمِ لَقَدْ خَفَّفْتَ وَاَوْجَزْتَ الصَّلٰوةَ فَقَالَ اَمَّا عَلَیَّ ذٰلِكَ لَقَدْ دَعَوْتُ فِيْهَا بِدَعَوَاتٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ تَبِعَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ هُوَ اُبَیٌّ غَيْرَ اَنَّهٗ كَنّٰى عَنْ

(۲۳۸۱) روایت ہے حضرت عطاء بن سائب سے وہ اپنے والد سے راوی ا۔ فرماتے ہیں ہم کو حضرت عمار ابن یاسر نے نماز پڑھائی تو اس میں اختصار فرمایا ۲۔ تو ان سے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے نماز بہت ہلکی اور مختصر پڑھی تو فرمایا مجھے اس کا کوئی نقصان نہیں میں نے اس میں وہ دعائیں مانگ لی ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں۔ ۳۔ جب آپ اٹھے تو قوم میں سے

marfat.com

نَفْسِهٖ فَسَأَلَهٗ عَنِ الدُّعَاءِ ثُمَّ جَاءَ فَاَخْبَرَ بِهِ الْقَوْمَ اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيٰوةَ خَيْرًا لِّيْ وَ تَوَفَّنِيْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّيْ اَللّٰهُمَّ وَاَسْئَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَاَسْئَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَاَسْئَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَاَسْئَلُكَ نَعِيْمًا لَّا يَنْفَدُ وَاَسْئَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَّا تَنْقَطِعُ وَاَسْئَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَاَسْئَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَّلَا فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

ایک شخص آپ کے پیچھے چلا وہ میرے والد تھے۔ ہاں انہوں نے اپنی ذات کو کنایۃً ذکر کیا۵۔ تو ان سے وہ دعا پوچھی پھر آئے وہ دعا قوم کو بتائی۶۔ الٰہی اپنے علم غیب اور مخلوق پر اپنی قدرت کے صدقہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ زندگی کو میرے لئے بہتر جانے اور وفات دیدے جب موت کو میرے لئے بہتر جانے۷۔ الٰہی میں تجھ سے تیرا خوف مانگتا ہوں ظاہر و باطن میں۸۔ اور تجھ سے خوشی و ناخوشی میں سچی بات کی توفیق مانگتا ہوں۹۔ اور تجھ سے امیری غریبی میں میانہ روی مانگتا ہوں۱۰۔ اور تجھ سے نہ مٹنے والی نعمت مانگتا ہوں اور تجھ سے وہ آنکھ کی ٹھنڈک مانگتا ہوں جو بند نہ ہو۱۱۔ اور تجھ سے رضا بقضا مانگتا ہوں اور تجھ سے بعد موت کے ٹھنڈی زندگی مانگتا ہوں۱۲۔ اور تجھ سے تیری ذات کو دیکھنے کی لذت اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں بغیر مضر چیز کے نقصان اور بغیر گمراہ کن فتنہ کے۱۳۔ اے اللہ ہم کو ایمان کی زینت سے آراستہ کر۱۴۔ اور ہم کو ہدایت دینے والا ہدایت پانے والا بنا۱۵۔ (نسائی)۱۶۔

(۲۳۸۱) ۱۔ حضرت عطاء تابعی ہیں اور ان کے والد سائب ابن یزید صحابی ہیں کہ ان کی پیدائش ۳ھ میں ہوئی اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ کی عمر سات سال تھی اپنے والد یزید کے ساتھ اس حج میں شریک ہوئے تھے۔ (مرقات) ۲۔ غالبًا یہ کوئی نفل نماز تھی، بعض نوافل کی جماعت اہتمام سے بھی جائز ہے جیسے نماز کسوف اور بلا اہتمام، تو ہر نفل کی جماعت جائز۔ آپ نے یا تو اس نماز کی قرات قرآن میں اختصار کیا یا دعائیں تھوڑی مانگیں، لمعات نے پہلی بات کو ترجیح دی اور مرقات نے دوسری کو، اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے ارکان نماز بھی صحیح طور پر ادا نہ کئے کہ یہ صحابہ کی شان سے بعید ہے۔ ۳۔ اس اما میں شارحین نے بہت احتمال نکالے ہیں، ظاہر تر یہ ہے کہ ہمزہ نداء قریب کا ہے اور ما نافیہ یعنی اے دوست اس اختصار میں کوئی نقصان نہیں، کیونکہ میں نے وہ دعائیں پڑھ لی ہیں جن سے اس مختصر تلاوت یا چھوٹی دعاؤں کا بدلہ ہو جائے گا کہ ان کے الفاظ تھوڑے ہیں اور ثواب و فائدے زیادہ، ظاہر یہ ہے کہ یہ دعائیں نماز کے اندر ہی مانگی تھیں، سجدے یا سلام سے پہلے قعدہ میں۔ ۵۔ ھو ابی سے یہاں تک کلام عطاء کا ہے یعنی میرے والد کہتے تھے کہ قوم میں سے ایک شخص حضرت عمار کے پیچھے دعا پوچھنے کے لئے گئے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ جانے والے والد سائب ہی تھے انہوں نے اپنا نام نہ لیا بلکہ ایک شخص کہہ دیا تاکہ اپنی بڑائی ظاہر نہ ہو۶۔ بعض صحابہ کی ہیبت زیادہ تھی کہ ان سے ہر شخص بات نہیں پوچھ سکتا تھا، اس لئے صرف حضرت سائب نے پوچھا وہ بھی علیحدہ جاکر، خیال رہے کہ یہ دعا تو ایک ہی ہے مگر اس میں مانگی بہت چیزیں گئیں ہیں۔ اسی لئے یہاں دعا واحد فرمایا اور وہاں دعوات جمع۔ ۷۔ بعلمک میں ب استعطاف کی ہے یعنی اپنے علم غیب اور اپنی قدرت کے صدقہ میں مجھے یہ نعمتیں بخش، معلوم ہوا کہ صفات الٰہی کو وسیلہ بنا سکتے ہیں، خیال

marfat.com

رہے کہ جب تک بندہ کو نیکیوں کی توفیق ملے اور دنیا میں فتنہ نہ پھیلے اور بندہ دوسروں پر بوجھ نہ بنے' تب تک تو زندگی موت سے افضل ہے' اور جب ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات فوت ہو جائے تو موت زندگی سے بہتر ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ شر کی زندگی سے خیر کی موت اچھی۔ شعر:۔

☆ وانکہ خوابش بہتر از بیداری است ☆ زاں چناں بد زندگانی مردہ بہ ☆

۸۔ درمیان دعا میں بار بار ربنا یا اللہم کہنا سنت ہے۔ اس میں دعا کی قبولیت کی قوی امید ہے اسی طرح ہر عرض کے اول ولو بولنا بھی بہتر رب تعالٰی فرماتا نے فرمایا ربنا واتنا ما وعدتنا ظاہر و باطن سے مراد یا تو علانیہ و خفیہ ہے یا قالب و قلب یعنی الٰہی مجھے ہر حال میں اپنا خوف دے خواہ لوگوں کے سامنے ہوں یا تنہائی میں یا میرا دل و جسم دونوں پر تیرا خوف ہو کہ دل میں ڈر ہو' آنکھیں تر ہوں' دل میں درد ہو' منہ میں آہ سرد ہو۔ ۹۔ یعنی خلق مجھ سے راضی ہو یا ناراض میں حق بات کہوں یا میں لوگوں سے راضی ہوں یا ناراض' ہر حال میں حق بولوں نہ میں حق کو چھوڑوں نہ حق مجھے چھوڑے ۹۔ یعنی امیری غریبی میں مجھے روزی' گفتار' رفتار' خرچ وغیرہ میں درمیانی چال چلنے کی توفیق دے۔ کہ نہ تو امیری میں فضول خرچ بن جاؤں' نہ غریبی میں ننگا بھوکا ہو جاؤں۔ درمیانی چال اللہ کی رحمت ہے جسے نصیب ہو جائے۔ ۱۰۔ یعنی جنت کی لازوال نعمتیں اور وہاں کی پاک بیویاں مانگتا ہوں جو آنکھ کی ٹھنڈک کا باعث ہوں یا نہ مٹنے والی مومن نسل یا نماز دائمی کی توفیق مانگتا ہوں اولاد ازواج' نماز سب کچھ آنکھ کی ٹھنڈک ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین خیال رہے کہ دنیا کی ہر چیز کو فنا ہے۔ آخرت کی ہر چیز کو بقا ریا کی عبادات دنیا میں فنا ہو جائیں گی' اللہ کے لئے کھانا پینا بھی آخرت کا توشہ ہے اور لافانی ہے گھڑے کا پانی فانی ہے نلکے کا پانی باقی ہے کہ مرکز سے وابستہ ہے ہم کو حضور علیہ السلام سے وابستگی چاہیے۔ جو عزت و عظمت وغیرہ کا مرکز ہیں ۱۲۔ یعنی برزخ و محشر میں آرام کی زندگی کا طلبگار ہوں۔ ۱۳۔ یعنی مجھے آخرت میں اپنا دیدار دے اور دنیا میں شوق دید نصیب کر' مگر ایسا شوق دے جو مجھے سیر الی اللہ سے منع نہ کر دے' جذب نہیں مانگتا سلوک مانگتا ہوں ۱۴۔ جسم کی ظاہری زینت لباس سے ہے۔ دل کی زینت ایمان سے' اور بدن کی حقیقی زینت نیک اعمال سے ہے خدایا تو مجھے جسمانی و دلی زینت نصیب کر' ۱۵۔ اس طرح کہ ہم خود بھی ہدایت پر رہیں اور دوسروں کو بھی ہدایت پر رکھیں۔ ۱۶۔ اسے حاکم' احمد اور طبرانی نے بھی روایت کیا۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَیِّبًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِیْرِ۔

(۲۳۸۲) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد یہ کہتے تھے الٰہی میں تجھ سے نفع بخش علم مقبول عمل اور حلال طیب روزی مانگتا ہوں ۱۔ (احمد' ابن ماجہ' بیہقی' دعوات کبیر)

(۲۳۸۲) ۱۔ علم دل کا رزق ہے عمل بدن کی معنوی روزی' اور حلال رزق ان دونوں کی اصل' حرام روزی سے نہ دل میں نور معرفت پیدا ہو نہ اعمال میں لذت آئے' صوفیاء فرماتے ہیں کہ بغیر علم نافع کے عمل صالح کی توفیق نہیں ملتی' تم جس کا علم و عمل تو اچھا دیکھو مگر اس کی روزی حرام ہو' تو اس کی مچھر کے پر برابر پرواہ نہ کرو' عبادات خزانہ الٰہی میں محفوظ ہیں' دعا اس خزانہ کی چابی ہے' اور رزق حلال اس چابی کے دانتے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام بھرا ہو' خیال رہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ دعا بعد نماز فجر یا تو گھر میں ہوتی تھی یا مسجد میں مگر بلند آواز سے جو گھر تک پہنچ جاتی

marfat.com

تھی یا حضرت ام سلمہ خود جماعت کی آخری صفوں میں ہوتی تھیں اس لئے آپ کی دعا سنتی تھیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ دُعَاءٌ حَفِظْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا اَدَعُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعْظِمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نُصْحَكَ وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَكَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۳۸۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے ایک دعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یاد کی ہے۔ جسے میں کبھی نہیں چھوڑتا۔ الٰہی مجھے تو ایسا کردے کہ تیرا بہت شکر کروں اور تیرا بہت ذکر کروں ا۔ اور تیری نصیحت کی پیروی کروں اور تیری وصیت کی حفاظت کروں ۲۔ (ترمذی)

(۲۳۸۳) ا۔ اعظم اور اکثر باب تفعیل سے بھی ہوسکتے ہیں اور باب افعال سے بھی، مگر افعال سے ہونا زیادہ بہتر ہے۔ یعنی الٰہی مجھے بہت نعمتیں دے اور ہر نعمت کے ہر شکر کی توفیق دے شکر قولی بھی اور شکر عملی کی بھی، اور مجھے توفیق دے کہ میں لسانی جنانی ارکانی ہر طرح تیرا بہت ذکر کروں، ذکر و شکر کی تفصیل ہماری تفسیر نعیمی جلد دوم میں دیکھئے۔ ۲۔ نصیحت کے معنی ہیں خیر خواہی اور وصیت سے مراد رب کے تاکیدی حکم، چونکہ رب کے ہر حکم میں ہماری خیر خواہی ہے اگرچہ وہ حکم ہم پر گراں ہوں، اور ہماری بہت دعائیں جو رد ہو جاتی ہیں۔ اس میں بھی ہماری خیر خواہی ہوتی ہے کہ ہم ناسمجھی سے بری چیزیں مانگ لیتے ہیں۔ اس لئے رب کی قضاء پر رضا اور اس کے احکام کی اتباع چاہیے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰی بِالْقَدْرِ۔

(۲۳۸۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے تندرستی، پاک دامنی امانت داری اور اچھے اخلاق اور تقدیر پر رضا مانگتا ہوں۔ ا۔

(۲۳۸۴) ا۔ یہ پانچ چیزیں لاکھوں نعمتوں کی جڑ ہیں، تندرستی میں ساری بیماریوں سے حفاظت آگئی۔ اور پاکدامنی میں برے اعمال، اقوال و احوال سے حفاظت اور امانت میں تمام دلی بیماریوں سے امن اور حسن خلق میں ہر قسم کی بد معاملگی سے نجات، اور رضا بالقضا میں دل کی بے چینی اور گھبراہٹ سے امان داخل ہے جسے یہ پانچ نعمتیں مل جائیں اسے سب کچھ مل گیا۔

وَعَنْ اُمِّ مَعْبَدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَآءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ رَوَاهُمَا الْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِیْرِ۔

(۲۳۸۵) روایت ہے حضرت ام معبد سے ا۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ الٰہی میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو دکھلاوے سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو بددیانتی سے پاک رکھ ۲۔ کیونکہ تو جانتا ہے خیانت والی آنکھ کو اور اس کو جسے سینے چھپاتے ہیں ۳۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیں۔

(۲۳۸۵) ا۔ ام معبد دو ہیں۔ ام معبد بنت خالد اور ام معبد بنت کعب ابن مالک انصاریہ دونوں صحابیہ ہیں، پہلی ام معبد کے گھر میں بحالت ہجرت کچھ دن قیام فرمایا تھا جن کا واقعہ مشہور ہے۔ یہاں دوسری ام معبد مراد ہیں (اشعہ و مرقات) ۲۔ چونکہ سرکار ان

marfat.com

تمام عیبوں سے پاک ہیں اس لئے اس دعا کے یہی معنی کئے جائیں گے کہ پاک رکھ یعنی مجھے اس پر استقامت دے' جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے یایھا النبی اتق اللہ یعنی اے نبی کریم یونہی اللہ سے ڈرے جاؤ۔ ۳۔ خیانت والی آنکھ سے مراد چور نظری کرنے والی آنکھیں ہیں کن انکھیوں سے ناجائز چیزوں کو دیکھنا چور نظری ہے اور سینہ کے سارے عیوب حسد' کینہ' بغض' نفاق ما تخفی الصدور میں داخل ہیں اس کی اور بہت شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح مختصر بھی ہے اور قوی بھی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُوا اللّٰهَ بِشَيْءٍ اَوْ تَسْئَلُهٗ اِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِيْ بِهٖ فِي الْاٰخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِيْ فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَا تُطِيْقُهٗ وَلَا تَسْتَطِيْعُهٗ اَفَلَا قُلْتَ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ فَدَعَا اللّٰهَ بِهٖ فَشَفَاهُ اللّٰهُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۸۶) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی بیمار پرسی فرمائی جو بہت کمزور ہو گیا تھا ا۔ کہ چوزہ کی طرح ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اللہ سے کوئی خاص دعا کرتا تھا یا کوئی مانگتا تھا ۲۔ وہ بولا میں یہ کہتا تھا الٰہی تو جو سزا مجھے آخرت میں دینے والا ہو وہ مجھے دنیا میں ہی دیدے ۳۔ تب اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ تو اس کی طاقت اور قدرت نہیں رکھتا ہے۔ تو نے یہ کیوں نہ کہا خدایا ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچالے ۵۔ فرماتے ہیں اس نے اللہ سے یہ ہی دعا مانگی تو اللہ نے اسے شفا بخشی ۶۔ (مسلم)

(۲۳۸۶) ا۔ خفت کے معنی ہیں کمزور آواز جو بمشکل سنائی دے' اہل عرب کہتے ہیں خفت المیت مرنے والا خاموش ہو گیا یعنی وہ بیمار بوجہ کمزوری کے ضعیف آواز والا ہو گیا تھا جس سے بطور لزوم اس کی کمزوری جسم بھی معلوم ہو گئی لہذا اگلا کلام اس سے پورا ربط رکھتا ہے۔ ۲۔ یہاں راوی کو شک ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا یہ فرمایا کہ تو خاص چیز مانگتا تھا۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کا حکیم مطلق بنا کر بھیجا' حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے ظاہری و باطنی امراض اور ان کے اسباب جانتے ہیں۔ ۳۔ ان صحابی کی یہ غرض و معروض خوف آخرت اور خوف عذاب کی بنا پر ہے وہ سمجھے یہ تھے کہ گناہوں پر سزا ضرور ملتی ہے' اگر آخرت میں ملی تو سخت اور دیرپا ہو گی اور اگر دنیا میں ملی تو ہلکی اور عارضی ہو گی کہ موت ہر مصیبت کی انتہا ہے۔ ان کی نظر اللہ کی معافی کی طرف نہ گئی' معلوم ہوا کہ ہمیں تو رب تعالٰی سے مانگنا بھی نہیں آتا جب تک کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نہ سکھائیں ۴۔ یعنی نہ تو تو دنیا کے عذاب کی طاقت رکھتا ہے اور نہ آخرت کے عذاب کی' لہذا یہ کلمہ ممکن نہیں۔ اگرچہ خطاب ان صاحب ہی سے ہے مگر روئے سخن سب کی طرف ہے یعنی ساری مخلوق اس کے عذاب کی طاقت نہیں رکھتی وہ اپنا کرم ہی کرے۔ ۵۔ اس دعا کی شرح پہلے کی جاچکی ہے' ظاہر یہ ہے کہ یہاں بھلائی سے مراد گناہوں کی معافی' نعمتوں کی عطاء اور دونوں جہاں کی عافیت و امان ہے۔ ۶۔ یا تو اس دعا ہی کی برکت سے بغیر دوا شفا دی یا کسی دوا کے ذریعہ صحیح دوا کا میسر آنا اور اس کی تاثیر رب تعالٰی کے کرم سے ہے۔ دوسرے معنے مرقات نے اختیار فرمائے' مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۲۳۸۷) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا

marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَہٗ قَالُوْا وَکَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَہٗ قَالَ یَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا یُطِیْقُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو یہ لائق نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے ۱؎ لوگوں نے پوچھا حضور ذلیل کیسے کرے فرمایا اپنے کو ان آفتوں پر پیش کرے جن کی طاقت نہ رکھتا ہو (ترمذی' ابن ماجہ' بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

(۲۳۸۷) ۱؎ یعنی اپنی خواہش اور مرضی سے اپنے کو ذلت میں نہ ڈالے' لہذا یہ حدیث احکام جہاد کے خلاف نہیں بدر میں ۳۱۳ بے سامان صحابہ ہزار ہتھیار بند کفار کے مقابلہ میں ڈٹ گئے کہ وہاں دینی ضرورت تھی۔

وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِی النَّاسَ مِنَ الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَیْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۳۸۸) روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی فرمایا کہو اللہ میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کردے اور میرے ظاہر کو نیک و صالح بنادے ۱؎ اے اللہ میں تجھ سے وہ اچھا گھربار' مال' اولاد' جو نہ گمراہ ہو اور نہ گمراہ گر مانگتا ہوں جو تو لوگوں کو دیتا ہے ۲؎۔ (ترمذی)

(۲۳۸۸) ۱؎ سبحان اللہ کیسی پیاری دعا ہے یعنی خدایا مجھے جسمانی پرہیزگاری بھی عطا فرما اور دلی تقویٰ ظاہری پرہیزگاری سے اعلیٰ ہو ظاہر کا باطن سے اعلیٰ ہونا غضب الٰہی ہے کہ یہ ریاء ہے' نیز ظاہر خراب ہونا دل کا اچھا ہونا بھی برا کہ یہ فسق ہے' غذا بھی اچھی و اعلیٰ چاہیے اور برتن بھی صاف ستھرا ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ گمراہ اور گمراہ گر ولد کی صفت ہے کیونکہ مال اگرچہ گمراہ گر تو ہوتا ہے مگر گمراہ نہیں ہوتا' اور ہوسکتا ہے کہ ضال سے مراد خبیث اور برا ہو تو یہ تینوں کی صفت ہے' یعنی خدایا ہمیں ایسی بیوی بچے اور مال نہ دے جو خود بھی خبیث ہوں اور ہمیں بھی خبیث کردیں۔

الحمد للہ کہ دعاؤں کا باب بخیر و بخوبی ختم ہوا' دعاؤں کے متعلق آخری گزارش یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ دعائیں۔ بفضلہ تعالٰی تیرے بہدف ہیں مگر دعاؤں کی قبولیت کے لئے چند چیزیں ضروری ہیں سچی زبان' حلال روزی' دل حاضر' آنکھیں تر' قبولیت کی امید تقویٰ و پرہیزگاری' رات کے آخری حصہ کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں' اگر کبھی کسی دعا کے ظہور میں دیر لگے' تو یقین کرنا چاہیے کہ ہم میں کچھ کوتاہی ہے' رب سچا اس کے محبوب سچے ہم جھوٹے ہمارے اعمال کھوٹے ہیں۔

شعر:

☆ مری رات کی دعائیں جو نہیں قبول ہوتیں ☆ میں سمجھ گیا یقیناً ابھی مجھ میں کچھ کمی ہے ☆

marfat.com

كِتَابُ الْمَنَاسِكِ

کتاب ارکان حج

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

مناسک ' منسک کی جمع ہے جو نسیکہ سے بنا نسیکہ کے معنی ہیں عبادت ' اسی لئے قربانی کو نسیکہ اور قربانی کے وقت یا جگہ کو منسک کہا جاتا ہے ' رب تعالٰی فرماتا ہے لکل امۃ جعلنا منسکا اب شریعت میں مناسک ارکان حج کو کہتے ہیں۔ یعنی اس باب میں حج کا ذکر ہو گا ' حج کے معنی ہیں قصد اور ارادہ عبادت کی نیت سے کعبہ شریف کا ارادہ کرنا حج ہے ' حج کا سبب کعبہ معظمہ ہے ' کعبہ شریف سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا بیت المعمور کے مقابل ' اسی کا نام فرشتوں کے ہاں ضراح تھا ' آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے سے فرشتے اس کا حج کرتے تھے پھر آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف انبیائے کرام نے حج کعبہ کیا ' کسی امت پر حج فرض نہ تھا ' ۵ھ یا ۶ھ یا ۹ھ میں مسلمانوں پر حج فرض فرمایا گیا ' حضور صلی اللہ علیہ سلم نے فرضیت حج سے پہلے ' قبل ہجرت جو حج کئے وہ بطور عادت کریمہ تھے ' آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چل کر چالیس حج کئے ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و یونس علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے بھی شرکت کی اور حضور علیہ السلام کے ساتھ حج کیا ' معلوم ہوا کہ انبیائے کرام زندہ ہیں عبادتیں کرتے ہیں ' مگر ان کی یہ عبادتیں شرعی تکلیف سے نہیں ان کی خود اپنی خوشی سے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام نے ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا (مرقات ولمعات واشعہ)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ اَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلٰثًا فَقَالَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰی اَنْبِيَائِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۸۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا ۱ تو فرمایا اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا لہذا حج کرو ۲ ایک شخص نے عرض کیا ۳ یا رسول اللہ کیا ہر سال حضور خاموش رہے حتی کہ اس شخص نے تین بار کہا ۴ تو فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے ۵ پھر فرمایا مجھے چھوڑے رہو جس میں میں تم کو آزادی دوں ۶ کیونکہ تم سے اگلے لوگ اپنے نبیوں سے زیادہ پوچھ گچھ اور زیادہ جھگڑنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے ۷ لہذا جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے کر گزرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو ۸ مسلم

(۲۳۸۹) ۱؎ یہ خطبہ حج فرض ہونے کے سال مدینہ منورہ میں تھا ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی تو بعض لوگوں نے حج کیا ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا ' ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت ۵ھ یا ۶ھ

یا ۱۰ھ میں ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنے عرصہ تک حج نہ کرنا اس لئے تھا کہ آپ کو اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا علم تھا' حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بھی دو یا تین حج کئے ہیں جیسا کہ ترمذی' ابن ماجہ و حاکم نے حضرت جابر وغیرہم سے روایت کی (مرقات) ۲۔ اگر حج کی فرضیت فتح مکہ سے پہلے ۵ھ یا ۶ھ میں ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تمہیں مکہ معظمہ پہنچنا میسر ہو جائے تو حج کرنا۔ فرض تو ابھی ہو گیا ہے مگر اس کی ادا جب لازم ہو گی اور اگر فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں فرض ہوا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال ہی حج کرو ۳۔ یہ عرض کرنے والے حضرت اقرع ابن حابس تھے۔ وہ سمجھے یہ کہ ہر رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں' تو چاہیے کہ بقر عید میں حج فرض ہو۔ پھر یہ سوچا کہ اس میں لوگوں کو بہت دشواری ہو گی' اس لئے آپ نے یہ سوال کیا اور بار بار کیا تا کہ مسئلہ واضح ہو جائے۔ ۴۔ اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اس لئے تھی کہ سائل سوال سے باز آجائے تاکہ ہم کو جواب کی ضرورت نہ ہو مگر سائل شوق کی زیادتی سے یہ اشارہ نہ کر سمجھ سکا۔ ۵۔ یعنی پورا جواب تو کیا معنی' اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے۔ جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وما ینطق عن الھوی ن ھو الا وحی یوحی اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں ملاحظہ فرمائیے' دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلاقید عمل کرنا چاہیے ۶۔ یعنی ہمارے احکام میں کیوں' کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لئے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرما دیں گے (لمعات) ۷۔ اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں' پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کر سکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔ ۸۔ یعنی میرے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور ممنوعات سے بچنا لازم' یہ دونوں کام بقدر طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو' تو بیٹھ کر پڑھ لو' اگر جان پر بن جائے تو مردار کھا لو' اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب و فرضیت کے لئے امر ضروری ہے ایسے ہی حرمت و ممانعت کے لئے نہی لازم جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور ممانت بھی نہ ہو وہ جائز ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے ما اتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا بعض جو کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ کیا ہو وہ حرام ہے غلط ہے قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔

وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۹۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل بہتر ہے فرمایا اللہ رسول پر ایمان لانا ۲۔ عرض کیا گیا پھر کون سا' فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا عرض کیا گیا پھر کونسا فرمایا مقبول حج ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۹۰) ۱۔ افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ' چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لئے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا' نحوی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعال قلوب کہتے ہیں' چونکہ سارے اعمال کی صحت و قبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لئے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا ۲۔ اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو' مال ملک عزت حاصل کرنے کے لئے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں شعر:۔

marfat.com

☆ جنگ شاہاں فتنہ و غارت گری است ☆ جنگ مومن سنت پیغمبری است ☆

چونکہ حج بدنی و مالی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس کا بھی بڑا درجہ ہے' حج مقبول و مبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ و ریاء سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا' اس لئے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہو جاتا ہے' دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں' لہذا احادیث میں تعارض نہیں ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں' معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۹۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کے لئے حج کرے تو نہ فحش کلامی کرے نہ فسق کی باتیں تو ایسا لوٹے گا جیسے اسے ماں نے آج جنا۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۹۱) ا۔ حج کے بیان میں رفث سے مراد ہوتا ہے' بیوی سے صحبت یا صحبت کے اسباب پر عمل یا صحبت کی گفتگو' اور فسق سے مراد ہوتا ہے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا یعنی جو رضائے الٰہی کے لئے حج کرے اور حج کو فحش باتوں' لڑائی جھگڑوں سے پاک و صاف رکھے تو گناہ صغیرہ سے تو یقیناً اور کبیرہ سے احتمالاً" بالکل پاک و صاف ہو جائے گا۔ حقوق العباد تو ادا ہی کرنا پڑیں گے حق یہ ہے کہ تاجر حاجی کو بھی ثواب ملے گا مگر مخلص حاجی سے کم (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۹۲) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ سے دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے ا۔ اور مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۹۲) ا۔ علماء فرماتے ہیں کہ دو عمروں کے درمیان کے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں' اور حج مقبول میں گناہ کبیرہ کی معافی کی بھی قوی امید ہے۔ ۲۔ یعنی حج مقبول کی جزاء تو یقیناً ہے اس کے علاوہ دنیا میں غنا' دعا کی قبولیت بھی عطا ہو جائے تو رب کا کرم ہے حصر ایک جانب میں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۹۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ماہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۹۳) ا۔ یعنی ماہ رمضان میں کسی وقت عمرہ دن یا رات میں اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔ معلوم ہوا کہ جگہ اور وقت کا اثر عبادات پر پڑتا ہے۔ اعلیٰ جگہ اور اعلیٰ وقت میں عبادت بھی اعلیٰ ہوتی ہے (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے عمرے ذیقعدہ میں ہوئے۔

marfat.com

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالُوْا مَنْ اَنْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَفَعَتْ اِلَيْهِ امْرَاَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ اَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۳۹۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام روحاء میں ایک قافلہ سے ملے ا۔ تو فرمایا یہ کون قوم ہے وہ بولے ہم مسلمان ہیں۔ پھر بولے آپ کون ہیں فرمایا اللہ کا رسول ۲۔ تب آپ کی خدمت میں کسی عورت نے ایک بچہ آپ کی طرف اٹھایا بولی کیا اس کا بھی حج ہو سکتا ہے ۳۔ فرمایا ہاں تجھے ثواب ہے ۴۔ (مسلم)

(۲۳۹۴) ا۔ روحاء مدینہ منورہ سے چھتیس یا چالیس میل دور مکہ معظمہ کے رستہ پر ایک منزل ہے، یہاں ہی حضرت آمنہ خاتون کا انتقال ہوا۔ ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کیلئے تشریف لے جا رہے تھے، ادھر سے کوئی اور قافلہ بھی حج کے لئے آ رہا تھا کہ ملاقات ہو گئی اور یہ سوال و جواب واقع ہوئے۔ ۳۔ غالبًا یہ بچہ شیر خوار تھا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر میں اس کا احرام بند ھوا دوں اور اسے گود میں لیکر سارے ارکان حج ادا کروں، تو کیا میرے حج کے ساتھ اس کا حج بھی ہو جائے گا ۴۔ یعنی بچہ کو بھی کا ثواب ملے گا حج کرنے کا اور تجھے بھی اس کے حج کا ثواب ملے گا حج کرانے کا، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ نابالغ بچہ کا حج ثواب کے لحاظ سے تو ہو جائے گا، مگر اس سے حجۃ الاسلام ادا نہ ہو گا۔ بالغ ہونے پر پھر حج کرنا پڑے گا، لیکن اگر فقیر یا غلام حج کرے تو ان کا حجۃ الاسلام ادا ہو جائے گا کہ امیری یا آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں کہ ہر شخص مکہ معظمہ پہنچ کر وہاں کا ہی مانا جاتا ہے مکہ کا فقیر یا غلام حج اسلام کر سکتا ہے مگر مکہ معظمہ کے چھوٹے بچوں کے حج سے حجۃ الاسلام ادا نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کی نیکیوں کا ثواب ماں باپ کو بھی ملتا ہے لہٰذا انہیں نماز روزہ کا پابند بناؤ۔

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ امْرَاَةً مِّنْ خَثْعَمَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَّا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۹۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا ا۔ یا رسول اللہ، اللہ کے فریضہ نے جو حج کے متعلق بندوں پر ہے میرے باپ کو بہت بڑھاپے میں پایا ہے جو سواری پر بیٹھ نہیں سکتا تھا ۲۔ تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر دوں فرمایا ہاں یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۹۵) ا۔ یہ وہ عورت ہے جس کے متعلق بیہقی شریف میں ہے کہ ایک حسینہ عورت نے حضور انور سے یہ ہی مسئلہ پوچھا۔ حضرت فضل ابن عباس جو اس وقت حضور کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار تھے اسے دیکھنے لگے اور وہ انہیں دیکھنے لگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ اور فرمایا کہ زمانہ حج میں جو شخص اپنے آنکھ کان زبان کی حفاظت کرے، ان کا مالک رہے تو اس کی ضرور بخشش کی جاتی ہے (مرقات وغیرہ) حضرت فضل ابن عباس بھی بہت خوبصورت جوان تھے اس لئے وہ عورت بھی اس طرف دیکھتی تھی (اشعہ) ۲۔ یعنی میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے یا اس طرح کہ اسلام میں فرضیت حج کا حکم جب آیا تو بڈھے تھے یا اس طرح کہ ان کے پاس مال بڑھاپے میں ہی آیا ہے، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے حج نہ کیا، حتی کہ بڈھا ہو گیا، پہلے معنی پر یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے، خیال رہے کہ اگر بہت بڑھاپے

marfat.com

ومعذوری کی حالت میں مسلمان صاحب نصاب ہو جبکہ سواری پر بھی سفر نہ کر سکے تو امام ابو حنیفہ کے ہاں اس پر حج فرض نہ ہو گا کہ وہ من استطاع الیہ سبیلا میں داخل نہیں۔ امام شافعی کے ہاں فرض ہو جائے گا' ہاں صاحبین کے ہاں اگر یہ بڈھا دوسرے ساتھی مددگار کے خرچہ پر بھی قادر ہو تو حج فرض ہو جائے گا ۳۔ اس جواب سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ایسا معذور شخص جس میں طاقت آنے کی امید نہ ہو حج بدل کرا سکتا ہے' حج نفل میں طاقتور آدمی بھی کرا سکتا ہے' دوسرے یہ کہ عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے اگرچہ مرد و عورت کے طریقہ حج میں قدرے فرق ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ اَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُخْتِيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ وَاِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضِ دَيْنَ اللّٰهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَآءِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۲۳۹۶) روایت ہے' ان ہی سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میری بہن نے حج کی منت مانی تھی اور وہ مرگئی ۱۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو تو ادا کرتا بولا ہاں ضرور فرمایا تو اللہ کا قرض بھی ادا کرو ۲۔ وہ تو زیادہ ادا کے لائق ہے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۹۶) ۱۔ یعنی وہ بہن حج نذر ادا کئے بغیر مرگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں یا کسی سے کرادوں' غالباً یہ شخص اس بہن کے مال کا وارث ہوا تھا ۲۔ امام شافعی کے ہاں میت کا حج فرض اصل مال سے کرلیا جائے گا کہ حج ایک قسم کا قرض ہے۔ اور قرض میراث پر مقدم ہوتا ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں اگر میت حج بدل کرانے کی وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے حج کرلیا جائے گا غرضیکہ امام شافعی کے ہاں میت کے ذمہ کا حج قرض کی طرح ہے اور ہمارے ہاں وصیت' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقہی قیاس برحق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق العبد پر قیاس فرمایا' یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی بھی قیاس کرسکتے ہیں۔ ۳۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا حق بندوں کے حق سے زیادہ ہے کہ وہ ہمارا مالک و مولیٰ ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان استحباب پر مبنی ہے یعنی بہتر ہے کہ تو اس کی طرف سے حج کردے' ورنہ اگر میت کے ذمہ زکوۃ یا کفارہ قسم وغیرہ رہ گئے ہوں تو وہ کسی کے ہاں میراث پر مقدم ہیں بلکہ وصیت کی صورت میں تہائی مال سے ادا کئے جائیں گے' لہذا مذہب حنفی نہایت قوی ہے۔ بندوں کے قرض میراث پر مقدم نہیں کہ بندہ محتاج ہے رب غنی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَاَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتْ امْرَاَتِيْ حَاجَّةً قَالَ اذْهَبْ فَاحْجُجْ مَعَ امْرَاَتِكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۹۷) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص کسی عورت سے خلوت نہ کرے ۱۔ اور کوئی عورت اس کے بغیر سفر نہ کرے کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو ۲۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں فلاں جہاد میں لکھ لیا گیا ہوں اور میری بیوی حج کو جارہی ہے فرمایا جا اپنی بیوی کے ساتھ حج کر ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۹۷) ۱۔ یعنی جس عورت سے نکاح جائز ہو اس کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے کہ فتنہ کا اندیشہ ہے' ماں' بہن' بیٹی کا یہ حکم نہیں۔ ۲۔ محرم عورت کا وہ عزیز ہے جس سے نسب یا رضاعت یا صہریت کی وجہ سے ہمیشہ نکاح حرام ہو۔ لہذا رضاعی' بھائی' سسر

marfat.com

دلاد وغیرہ کے ساتھ سفر جائز ہے' لہٰذا اگر عورت مکہ معظمہ سے تاحد سفر دور ہو اس پر بغیر محرم حج فرض نہ ہوگا۔ یہ ہی مذہب احناف ہے۔ ۳۔ اس وقت جہاد فرض عین نہ تھا فرض کفایہ تھا کہ تھوڑے مسلمان کفار کا مقابلہ کر سکتے تھے اس لئے اس کا نام مجاہدین کی فہرست سے خارج کر دیا گیا' خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں چند عورتیں ثقہ مل کر حج کر سکتی ہیں۔ امام مالک کے ہاں ثقہ مرد کے ساتھ بھی حج جائز ہے جیسے ہجرت' بعض اماموں کے ہاں اگرچہ چند عورتیں مل کر حج کریں اور ان میں سے ایک عورت کا محرم ساتھ ہو تو سب کا حج درست ہے مگر مذہب احناف قوی ہے چونکہ اس شخص کی جگہ دوسرا آدمی جہاد کر سکتا تھا مگر دوسرا آدمی اس کی بیوی کو حج نہیں کرا سکتا تھا' اس لئے مجاہدین سے نکال کر حج کرانے کا حکم دیا گیا۔ کہ ابھی ان کی بیوی حج کو روانہ نہ ہوئی تھی بلکہ تیاری کر رہی تھی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْجِهَادِ فَقَالَ جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۹۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے متعلق اجازت مانگی ا۔ تو فرمایا عورتوں کو جہاد حج ہے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۹۸) ا۔ کہ مجھے بھی میدان جہاد میں اپنے ساتھ لے چلیں' مجاہدین کی مرہم پٹی و دیگر خدمات کروں گی' اور اگر ضرورت پڑی تو کفار سے لڑوں گی بھی۔ ۲۔ یعنی عورتوں پر جہاد فرض نہیں حج فرض ہے۔ اگر ان میں اس کی طاقت ہو' خیال رہے کہ کبھی ہنگامی حالات ایسے نازک ہو جاتے ہیں کہ عورتوں کا بھی جہاد کرنا پڑتا ہے جبکہ مرد جہاد کے لئے ناکافی ہوں' کفار کا دباؤ بڑھ جائے' یہ حدیث نارمل (NORMAL) حالات کی ہے۔ اور جن احادیث میں عورتوں کا جہاد میں جانا ثابت ہے وہ ہنگامی حالات میں ہے' لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں' جو جوان لڑکیوں کو تعلیم کے بہانہ اکیلی پردیس میں بھیج دیتے ہیں۔ جہاں اسکولوں میں مخلوط تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ بھی عبرت پکڑیں جو جہاد پریڈ (PRADE) کے بہانہ عورتوں کو بے پردہ پھراتے ہیں۔ شعر

☆ کر اب یہ فکر کہ بیٹا ترا خفیفہ ہو ☆ یہ فکر چھوڑ کہ بیٹی تری عفیفہ ہو ☆

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُ امْرَاَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۹۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی عورت ایک دن و رات کا سفر اس کے بغیر نہ کرے ا۔ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۳۹۹) ا۔ اس ممانعت کے حکم سے مہاجرہ اور کفار کی قید سے چھوٹنے والی عورت خارج ہے کہ یہ دونوں عورتیں بغیر محرم اکیلی ہی دار السلام کی طرف سفر کر سکتی ہیں بلکہ یہ سفر ان پر واجب ہے' اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ عورت اکیلی بصرہ سے بیت اللہ آئے گی اور بغیر رب کے کسی سے خوف نہ کرے گی (بخاری) لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے مخالف ہے نہ حکم فقہاء اس حدیث کے خلاف (مرقاۃ وغیرہ) ۲۔ محرم کے معنی پہلے بیان کئے گئے کہ جس عورت سے نسبی و رضاعی رشتہ کی بنا پر نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو' لہٰذا بہنوئی کے ساتھ سالی دیور کے ساتھ بھاوج' یوں ہی بالشبہ ہو موطوہ

کی ماں اس داماد کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی کہ دیور اور بہنوئی سے نکاح دائم حرام نہیں اور باشبہ موطوءہ کی ماں سے اگرچہ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے مگروہ محرم نہیں ان سے پردہ فرض ہے' خیال رہے کہ یہاں تو ایک دن رات کا ذکر ہوا اور بعض روایات میں دو دن دو رات کا ذکر ہے۔ بعض میں تین دن تین رات کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ ان احادیث میں حد بندی مقصود نہیں مطلب یہ ہے کہ چھوٹا بڑا کوئی سفر اکیلے نہ کرے یا یہ احکام مختلف حالات میں ہیں' نازک حالات میں ایک دن رات کا سفر بھی اکیلے نہ کرے' بعض نارمل (NORMAL) حالات میں تین دن سے کم کا سفر اکیلے کر سکتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ وَكَذَاكَ وَكَذَاكَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۰۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے جو ذوالحلیفہ کو (میقات) احرامگاہ بنایا اور شام والوں کے لئے جحفہ کو ا۔ اور نجدیوں کے لئے قرن منازل کو ۲۔ اور یمن والوں کے لئے یلملم ۳۔ یہ میقات ان کے باشندوں کے لئے بھی ہیں اور ان کے لئے بھی جو ان کا باشندہ ہو مگر ان پر سے گزرے ۴۔ جو حج یا عمرہ کا ارادہ کرتا ہو ۵۔ پھر جو ان میقاتوں کے اندر کا باشندہ ہو تو اس کا احرام اپنے گھر سے ہے اور اسی طرح حتی کہ مکہ والے مکہ سے ہی احرام باندھیں ۶۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۰۰) ا۔ میقات وہ جگہ کہلاتی ہے جہاں سے حاجی یا عمرہ کرنے والے کو بغیر احرام آگے بڑھنا حرام ہے' مکہ مکرمہ کے چار راستے ہیں' ان چاروں راستوں کے لئے یہ چار حدود ہیں' چنانچہ مدینہ والوں کے لئے مقام ذوالحلیفہ میقات ہے جو مدینہ طیبہ سے قریبًا تین میل ہے جسے اب بیر علی کہتے ہیں فقیر نے زیارت کی ہے بعض روافض کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی نے کنوئیں میں جنات سے جنگ کی تھی اس لئے اسے بیر علی کہا جاتا ہے مگر یہ محض جھوٹ ہے (مرقات) اب شام کے لوگ مدینہ منورہ کے راستے جاتے ہیں' لہذا ان کا میقات بھی یہ ہی ہے ان کے پرانے راستے پر جحفہ میقات تھا جحفہ مکہ معظمہ سے پچاس کوس جانب شام ہے' جحفہ کے معنی ہیں سیلاب کا بہاؤ' یہاں ایک دفعہ زبردست سیلاب آیا تھا اس لئے جحفہ نام ہوا' اصلی نام مہیعہ ہے اسے ایک شخص مہیعہ نامی نے آباد کیا تھا (مرقات) ۲۔ نجد کے معنی ہیں اونچی زمین غور کا مقابل' اب یہ عرب کا ایک صوبہ ہے جو یمامہ سے عراق تک پھیلا ہوا ہے قرن منازل کے معنی ہیں منزلوں کے ملنے کی جگہ' یہ ایک گول پہاڑ ہے چکنا ۳۔ یلملم یا الملم بھی ایک پہاڑ ہے' ہندی اور پاکستانیوں کا میقات بھی یہ ہی ہے جو کامران سے نکل کر سمندر میں آتا ہے' وہاں ہی ہم لوگ احرام باندھتے ہیں کیونکہ ہم لوگ براستہ عدن مکہ معظمہ جاتے ہیں عدن یمن کا مشہور شہر ہے ۴۔ یعنی جو حاجی ان مقامات سے گزرے وہ ان ہی جگہوں سے احرام باندھے خواہ یمن کا باشندہ ہو ۵۔ یعنی احرام باندھنا ان مقامات پر اسے لازم ہے جو بارادہ حج یا عمرہ یہاں سے گزرے' مگر جو مکہ معظمہ جا ہی نہ رہا ہو تو ان میقاتوں پر اسے احرام باندھنا لازم نہیں' جیسے اب جو حجاج پہلے مدینہ منورہ جانا چاہیں وہ میقات سے بغیر احرام گزر جائیں' پھر زیارت مدینہ منورہ کے بعد جب مکہ معظمہ چلیں' تو ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں' امام شافعی اس جملہ کے معنی یہ کہتے ہیں کہ جو

marfat.com

شخص مکہ معظمہ تو جارہا ہو مگر حج یا عمرہ کے لئے نہیں بلکہ کسی اور کام کے لئے وہ بغیر احرام میقات سے گزر سکتا ہے ہمارے مذہب میں بیرون میقات رہنے والا کسی نیت سے مکہ معظمہ جائے میقات پر اسے احرام لازم ہے۔ ہاں خود مکہ والا اگر کسی وجہ سے میقات سے باہر گیا۔ پھر مکہ معظمہ لوٹا اسے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے دن رات مکہ معظمہ سے لوگ طائف آتے جاتے ہیں ہماری دلیل وہ حدیث ہے لا یجاوز احد المیقات الا محرما کوئی شخص میقات سے بغیر احرام آگے نہ بڑھے اور اس جملہ کے دو معنی ہیں جو عرض کئے گئے کہ مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کرے تو احرام باندھے۔ ۶۔ یعنی میقات کے اندر رہنے والے حج کا احرام اپنے گھر سے باندھیں حتی کہ مکہ والے بھی اپنے گھر سے باندھیں' لہذا جدہ والے حج یا عمرہ کا احرام گھر باندھ کر ہی چلیں' خیال رہے کہ مکہ والے عمرہ کا احرام حرم شریف کی حدود سے باہر آکر باندھیں گے' اور حج کا احرام گھر سے کیونکہ عمرہ مکہ معظمہ میں ادا ہوتا ہے اور حج بیرون حرم عرفات میں ادا ہوتا ہے' تو کچھ سفر کرانے کے لئے شریعت نے مکہ کے عمرہ کے لئے یہ پابندی لگائی' اب مقام تنعیم مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُهَلُّ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالطَّرِيْقُ الْاٰخَرُ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ وَمُهَلُّ اَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۰۱) روایت ہے حضرت جابر سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مدینہ والوں کا احرام گاہ ذوالحلیفہ سے ہے اور ان کا دوسرا راستہ جحفہ ہے ۲۔ اور عرق والوں کا احرام گاہ ذات عراق سے ہے ا۔ اور نجد والوں کا احرام گاہ قرن ہے اور یمن والوں کا احرام گاہ یلملم ہے (مسلم)

(۲۴۰۱) ا۔ یعنی مدینہ والے اگر براستہ شام مکہ معظمہ جائیں کہ ان کی راہ میں ذوالحلیفہ بھی آئے اور جحفہ بھی تو ان پر جحفہ سے احرام باندھنا واجب ہے' لیکن اگر ذوالحلیفہ سے ہی احرام باندھ لیں تو بہتر ہے' یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے کہ جو شخص دو میقاتوں سے گزرے اس پر آخری میقات سے احرام باندھنا فرض ہے نہ کہ پہلے میقات پر' امام شافعی کے ہاں پہلے میقات پر احرام باندھنا فرض ہے' یہ حدیث ہماری تائید فرما رہی ہے ۲۔ عرق کے لغوی معانی ہیں کنارہ دریا' چونکہ عراق کا علاقہ دجلہ و فرات کے کناروں پر ہے اس لئے اسے عراق کہتے ہیں عراق کی لمبائی عبادان سے موصل تک ہے' اور چوڑائی قادسیہ سے حلوان تک' ذات عرق' قرن منازل کے مقابل واقع ہے۔ عراق کے مشہور مقامات بصرہ' بغداد' کربلا' نجف' موصل ہیں۔ اگرچہ عراق و شام عہد فاروقی میں فتح ہوئے' مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ علاقے فتح ہوں گے اور یہاں سے حجاج آیا کریں گے اسی لئے ان کے میقات مقرر فرمادیئے' ان پر عمل عہد فاروقی سے ہوا' جن روایات میں ہے کہ ان دونوں میقاتوں کو حضرت عمر نے مقرر فرمایا وہاں عملی تقرر مراد ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ اِلَّا الَّتِيْ كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهٖ عُمْرَةً مِّنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِّنَ

(۲۴۰۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے ا۔ جو سب ذیقعد میں تھے سوائے اس عمرہ کے جو آپ کے حج کے ساتھ تھا ۲۔ حدیبیہ کا عمرہ ذیقعدہ میں سال آئندہ کا عمرہ ذیقعدہ میں ہی ۳۔ اور جعرانہ کا عمرہ

marfat.com

الْجِعِرَّانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جہاں حنین کی غنیمتیں تقسیم فرمائیں وہ بھی ذیقعدہ میں ہے۔ اور ایک عمرہ آپ کے حج کے ساتھ والا۵۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۰۲) ۱۔ یعنی ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل چار عمرے کئے بیرون مکہ سے آکر (مرقات) ۲۔ یعنی حج کے ساتھ والا عمرہ تو ذی الحجہ کے مہینہ میں ہوا باقی تین ذیقعدہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں قران کیا تھا یہ ہی قوی ہے۔ ۳۔ مکہ معظمہ سے نو میل دور جانب مدینہ منورہ ایک میدان اور وہاں کے ایک درخت کا نام حدیبیہ ہے' اس کا اکثر حصہ حرم شریف میں داخل ہے' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شروع ذی قعدہ ۶ھ پیر کے دن مدینہ منورہ سے چودہ سو صحابہ کے ہمراہ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے' جب حدیبیہ میں پہنچے' تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو عمرہ سے روک دیا۔ آخر کار اس پر صلح ہوئی کہ سال آئندہ عمرہ کریں' اس سال ویسے ہی بغیر عمرہ کئے واپس جائیں' پھر ۷ھ ذیقعدہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ قضاء کیا' اگرچہ ۶ھ میں عمرہ نہ ہو سکا مگر اسے عمرہ ہی شمار کیا گیا کہ ثواب تو عمرہ کا مل ہی گیا' غرضیکہ بعد ہجرت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے حقیقی کئے اور ایک عمرہ حکمی کیا۔ اس سے مذہب حنفی ثابت ہوا کہ نفلی عبادت شروع کر دینے سے واجب ہو جاتی ہے کہ اگر پوری نہ ہو سکے تو قضاء کرنی پڑتی ہے کیونکہ یہ عمرہ نفل تھا جس کے رہ جانے پر قضاء کرنی پڑی ۴۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا عمرہ وہ ہے جو جنگ حنین میں فتح فرمانے کے بعد تقسیم غنیمت فرما کر حضور نے کیا کہ بارہ ذیقعدہ ۸ھ میں بعد نماز عشاء مقام جعرانہ سے احرام باندھ کر روانہ ہوئے اور راتوں رات عمرہ کر کے واپس آئے' نماز فجر جعرانہ میں ہی ادا کی' جعرانہ مکہ معظمہ سے قریبا تین میل طائف کے راستہ پر واقع ہے' اب اسے سل کہتے ہیں' فقیر نے اس میدان کی زیارت کی ہے ۵۔ یعنی چوتھا عمرہ ۱۰ھ میں حج کے ساتھ کیا یہ عمرہ شروع ذی الحجہ میں ہوا مگر حجۃ الاسلام حضور نے ایک ہی کیا' ہجرت سے پہلے قریش کے ساتھ بہت حج کئے جن کی تعداد معلوم نہیں (اشعہ)

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَحُجَّ مَرَّتَيْنِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۴۰۳) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے ذیقعدہ میں دو بار عمرے کئے ۱۔ (بخاری)

(۲۴۰۳) ۱۔ یہاں حقیقی عمرے مراد ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقتاً کل تین عمرے کئے' دو تو حج سے پہلے' ایک حدیبیہ کی قضاء کا دوسرا فتح حنین کے بعد جعرانہ سے احرام باندھ کر' تیسرا حج کے ساتھ' جس کا احرام ذیقعدہ کی آخری تاریخوں میں باندھا اور افعال عمرہ چار ذی الحجہ کو ادا کئے جن راویوں نے چار عمروں کی روایت کی وہ حکمی عمرے کو بھی شامل کر کے ہے' یعنی خود صلح حدیبیہ کے سال کا عمرہ' لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِي

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَقَامَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ اَفِي كُلِّ

(۲۴۰۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو اللہ نے تم پر حج فرض کیا

عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَوْ قُلْتُهَا نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهَا وَلَمْ تَسْتَطِيْعُوْا وَالْحَجُّ مَرَّةٌ فَمَنْ زَادَ فَتَطَوُّعٌ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

تو اقرع بن حابس کھڑے ہو گئے۱؎ عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال فرمایا اگر ہم ہاں کہہ دیتے تو اسی طرح فرض ہو جاتا۲؎ اور اگر یہ فرض ہوتا تو تم نہ عمل کرتے اور نہ کر سکتے پس حج تو ایک بار ہی ہے جو زیادہ کیا تو نفل کیا۳؎ (احمد، نسائی، دارمی)۴؎

(۲۴۰۴) ۱؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ اقرع ابن حابس نے حج کو روزہ اور زکوٰۃ پر قیاس کیا کہ جب وہ ہر سال ہوتے ہیں تو یہ بھی ہر سال چاہیے، مگر چونکہ حج ہر سال واجب ہونے میں انہیں دشواری ہوگی، اس لئے یہ سوال کیا، خیال رہے کہ حضرت اقرع بن حابس فتح مکہ کے موقعہ پر بنی تمیم کے وفد میں حاضر ہو کر اسلام لائے، اسلام سے پہلے بھی اور بعد اسلام بھی بہت شاندار بتائے گئے۔ ۲؎ قلتھا میں ھا کلمہ اقرع کی طرف لوٹ رہی ہے، اور یہاں مضاف پوشیدہ ہے یعنی اگر ہم کلمہ اقرع کے جواب میں ہاں کہہ دیتے تو ایسا ہی ہو جاتا، معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ ۳؎ یعنی مکہ والوں اور غیر مکی پر عمر میں ایک بار ہی حج فرض ہے، اس کے علاوہ نفل، بعض شافعی لوگ کہتے ہیں کہ ایک بار حج فرض عین ہے، اس کے سواء فرض کفایہ، یہ حدیث ان کے صراحتاً خلاف ہے اور اس کی احکام شرعیہ میں نظیر بھی نہیں ملتی ہاں جسے خدا قدرت دے اسے ہر پانچ سال میں ایک بار حج کرنا مستحب ہے، ابن حبان نے مرفوعاً روایت کی کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے خدا تندرستی، مال اور قدرت دے، پھر وہ پانچ سال تک حج نہ کرے وہ محروم ہے بعض لوگوں نے اس حدیث کی بناء پر پانچ سال میں ایک بار حج واجب مانا ہے، مگر یہ خلاف اجماع ہے (مرقات) ۴؎ اسے دار قطنی، حاکم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا، علی شرط شیخین فرمایا (مرقاۃ)

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ اِلٰى بَيْتِ اللهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ اَنْ يَّمُوْتَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا وَذٰلِكَ اَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ وَهِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَجْهُوْلٌ وَالْحَارِثُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ۔

(۲۴۰۵) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص توشہ اور سواری کا مالک ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکے۱؎ پھر حج نہ کرے تو اس میں فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۲؎ اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں پر اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک کا راستہ طے کر سکے۳؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جس کی اسناد میں کچھ گفتگو ہے۔ ہلال ابن عبد اللہ مجہول آدمی ہے اور حارث حدیث میں ضعیف مانا جاتا ہے۔۴؎

(۲۴۰۵) ۱؎ زاد سے مراد بقدر ضرورت اپنا اور اپنے بچوں کا خرچ ہے، یعنی اپنا تو سفر کا خرچ اور اپنے لوٹنے تک بچوں کا گھر کا خرچ، یہ مصارف مکہ معظمہ سے قرب بعد اور زمانہ کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، اس لئے اس کا تقرر نہیں ہو سکتا، اور سواری سے مراد ہر قسم کی ضروری سواری ہے جیسے آج کل ریل، جہاز، موٹر کار کا خرچ ملکیت سے مراد سواری کے نفعے کی ملکیت کی ہے لہٰذا

marfat.com

جو سواری کے کرایہ پر قادر ہو اس پر حج فرض ہے' اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔ سواری میں جانے آنے کا خرچ مراد ہے نہ کہ صرف جانے کا۔ ۲۔ یعنی اس تارک حج کی موت اور یہودی و عیسائی کی موت میں فرق نہیں کہ اللہ تعالٰی نہ اس سے راضی ہو گا نہ ان سے اگرچہ دونوں پر ناراضگیوں میں فرق ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر یہ شخص حج کا منکر ہو کر مرا تو اس میں اور اہل کتاب میں کفر میں فرق نہیں اور اگر حج کا تارک ہو کر مرا تو کفران یعنی ناشکری میں فرق نہیں۔ بہرحال اس کلام میں انتہائی غضب کا اظہار ہے۔ اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حج نہ کرنا کفر ہے۔ ۳۔ اس آیت کے آخر میں ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری آیت کریمہ تلاوت فرمائی ہو گی کہ محل استدلال آخر میں ہے' مگر راوی نے صرف اس قدر تلاوت کی۔ ۴۔ یعنی اس حدیث کا ایک راوی تو مجہول ہے جس کے حالات کا پتہ نہیں اور دوسرا ضعیف ہے' مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث مرفوع بہت اسنادوں سے مروی ہے' اس کی روایت ابوامامہ سے بھی ہے اور اسے ابن عدی نے ابوہریرہ سے بھی روایت کیا' اور جب ضعیف حدیث مختلف اسنادوں سے مروی ہو جائے تو اس میں قوت آجاتی ہے اور حضرت عمر پر موقوف صحیح ہے۔

(۲۴۰۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَرُوْرَةَ فِي الْإِسْلَامِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام میں ترک دنیا نہیں ا۔ (ابوداؤد)

(۲۴۰۶) ا۔ صرورۃ بروزن ضرورت' صر سے مشتق ہے بمعنی روکنا یا منع کرنا یا باز رہنا' ترک دینا یعنی تبتل کو بھی صرورۃ کہتے ہیں اور ترک حج کو بھی' یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی اسلام میں تارک الدنیا ہو جانا منع ہے کہ کوئی نکاح کرنے یا اچھا کھانا پینا ترک کرنے کا عہد کرے یا اسلام میں قادر و مالدار کو حج نہ کرنا منع ہے' غالباً صاحب مشکوۃ کے نزدیک صرورت کے یہ ہی معنی ہیں' اسی لئے وہ یہ حدیث حج کے بیان میں لائے۔

(۲۴۰۷) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کا ارادہ رکھتا ہو تو جلدی کرے ا۔ (ابوداؤد' دارمی) ۲۔

(۲۴۰۷) ا۔ کیونکہ موت آجانے اور مال یا قوت چلے جانے کا ہر وقت اندیشہ و خطرہ ہے' اور ایک حج رہ جانے پر سال بھر تک انتظار کرنا ہے' سال کس نے دیکھا ہے' فقہاء فرماتے ہیں کہ حج علی الفور واجب ہے کہ بلاوجہ دیر لگانا منع ہے' بلکہ امام ابویوسف و امام مالک کے ہاں یہ شخص فاسق ناقابل گواہی ہے' دیگر اماموں کے ہاں فاسق نہیں' خیال رہے کہ تمام ائمہ کے ہاں حج علی الزمان واجب ہے یعنی جب بھی کرے گا ادا ہی ہو گا قضاء نہ ہو گا کہ اس کا وقت عمر بھر ہے' اس میں اختلاف ہے کہ بلاوجہ دیر لگانا فسق ہے یا نہیں' اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو مالدار ہوتے ہیں بچوں کی شادیاں وغیرہ کے لئے حج نہیں کرتے بعض جہلاء میں مشہور ہے کہ حج بڑھاپے میں کرنا چاہیے حالانکہ حج تو جوانی کا ہے جبکہ طواف و سعی و سفر بہ آسانی کر سکے' اکثر لوگ بڑھاپے کے انتظار میں بغیر حج مر جاتے ہیں۔ ۲۔ اسے حاکم نے بھی روایت کیا' بعض روایات میں ہے کہ اس سے پہلے حج کر لو جبکہ حج نہ کر سکو۔

(۲۴۰۸) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَابِعُوْا بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ فَاِنَّھُمَا یَنْفِیَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ وَالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَلَیْسَ لِلْحَجَّۃِ الْمَبْرُوْرَۃِ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ عَنْ عُمَرَ اِلٰی قَوْلِہٖ خَبَثَ الْحَدِیْدِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج و عمرہ ملا کر کرو ا۔ کہ یہ دونوں غریبی اور گناہوں کو ایسے مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو ۲۔ اور مقبول حج کا ثواب جنت کے سواء اور کچھ نہیں ۳۔ (ترمذی' نسائی) اور احمد' ابن ماجہ نے حضرت عمر سے لوہے کے میل تک روایت کی ۴۔

(۲۴۰۸) ا۔ یعنی ایک سفر میں حج و عمرہ دونوں ادا کرلو' خواہ قران کرو یا تمتع' یہ تو باہر والوں کے لئے ہوا یا اے مکہ والو حج کے بعد عمرہ بھی کرلو' کیونکہ مکہ والوں کو زمانہ حج میں عمرہ منع ہے۔ بہرحال یہ حدیث سارے ہی مسلمانوں کے لئے ہے ملکی ہوں یا غیر ملکی' اور اس پر یہ اعتراض نہیں کہ مکہ والے اس پر کیسے عمل کریں۔ ۲۔ خبث' خ' ب کے زبر سے بھی پڑھا گیا ہے' اور خ کے پیش' ب کے زبر سے بھی' مگر دوسری قرات زیادہ موزون ہے یعنی قران یا تمتع یا حج و عمرہ ملا کر کرنے سے دل کی اور ظاہری فقیری بھی بفضلہ تعالٰی دور ہوتی ہے۔ اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اس کا تجربہ بھی ہے۔ خیال رہے کہ گناہ و فقر دور کرنا رب کا کام ہے مگر یہاں اسے حج و عمرہ کی طرف نسبت کیا گیا کہ یہ اس کا سبب ہے' لہذا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول غنی کردیتے ہیں' رب فرماتا ہے اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ ۳۔ حج مبرور کی تعریف پہلے ہو چکی کہ یہ وہ ہے جو حلال کمائی اور صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے اخلاص کے ساتھ اور مرتے دم تک کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس سے حج باطل ہو جائے۔ یعنی مقبول حج کا بدلہ صرف دنیاوی اور گناہوں کی معافی یا دوزخ سے نجات یا تخفیف عذاب نہ ہو گا بلکہ جنت ضرور ملے گی۔ ۴۔ منذری کی روایت میں ہے کہ جو حج کے لئے اخلاص سے جائے تو اس کی بخشش بھی ہو گی اور اس کی شفاعت بھی قبول ہو گی اور حاجی گھر واپس آنے تک اللہ کی امان میں رہتا ہے حج میں ایک درہم خرچ کرنا دوسرے مقامات پر دس لاکھ درہم خرچ کرنے سے افضل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا یُوْجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَۃُ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۲۴۰۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ کون چیز حج فرض کرتی ہے فرمایا توشہ اور سواری ا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۲۴۰۹) ا۔ توشہ سے مراد اپنا سفر کا سامان نان و نفقہ و دیگر خرچ ہے اور اپنے بال بچوں کے گھر کا خرچ اس کی واپسی تک اور سواری میں وہ ساری سواریاں داخل ہیں جن سے مکہ معظمہ کا راستہ طے ہو' جیسے ہم پاکستانیوں کے لئے کراچی تک ریل' پھر کراچی سے جدہ تک جہاز اور جدہ سے مکہ معظمہ تک لاری بس' یہ سواریاں مختلف فاصلوں کے لئے مختلف ہیں یہ حدیث امام مالک کے خلاف ہے کہ ان کے ہاں پیدل چلنے کی طاقت رکھنے پر پیدل حج فرض ہے۔

وَعَنْہُ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الْحَاجُّ قَالَ الشَّعِثُ التَّفِلُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ قَالَ

(۲۴۱۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ عرض کیا حاجی کون ہے فرمایا میلا' بو والا ا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ کون سا حج

marfat.com

الْعَجُّ وَالثَّجُّ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا السَّبِيْلُ قَالَ زَادٌ وَّرَاحِلَةٌ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ فِیْ سُنَنِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرِ الْفَصْلَ الْاٰخِيْرَ۔

افضل ہے ۲؎ فرمایا خون بہانا شور مچانا ۳؎ پھر دوسرا اٹھا عرض کیا یا رسول اللہ سبیل کیا چیز ہے ۴؎ فرمایا توشہ اور سواری ۵؎ اسے شرح سنہ میں روایت کیا اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں مگر انہوں نے آخری چیز بیان نہ کی۔

(۲۴۱۰) ۱؎ سوال یہ تھا کہ کامل حاجی کون ہے۔ فرمایا جس پر دو علامتیں ہوں۔ پراگندگی بال سر میلا کیونکہ بحالت احرام بال ٹوٹنے کے اندیشہ سے سر کم دھوتے ہیں اور بو والا کیونکہ بحالت احرام خوشبو لگانا منع ہے' اور بسا اوقات پسینہ اور لوگوں کے اژدہام سے کچھ بو سی محسوس ہونے لگی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ حاجی بحالت حج دنیاوی تکلفات سے ایک دم کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ ۲؎ یعنی ارکان حج کے بعد کونسا عمل حج میں بہتر ہے' زیادہ کونسی صفات ہیں جن سے حج افضل ہو جاتا ہے۔ ارکان تو سب ہی ادا کرتے ہیں۔ شعر:

☆ حاجی تو سارے کہلاویں حج کرے کوئی ایک ☆ ہزاروں میں تو ہے نہیں لاکھوں میں جا دیکھ ☆

۳؎ یعنی احرام باندھتے ہی بلند آواز سے تلبیہ کہتے رہنا اور دسویں ذوالحجہ کو قربانی دینا' بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے سارے اعمال حج مراد ہیں کیونکہ شور مچانا تلبیہ کہنا اول عمل ہے اور قربانی آخر عمل' درمیان کے اعمال ان میں خود ہی آگئے یعنی تلبیہ سے قربانی تک سارے عمل افضل ہیں۔ ۴؎ یعنی رب تعالٰی نے جو فرمایا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا کہ بیت اللہ کا حج اس پر فرض ہے جو وہاں تک راستہ کی طاقت رکھتا ہو' راستہ سے کیا مراد ہے۔ ۵؎ بعض اماموں نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ فرضیت حج کے لئے صحت و تندرستی ضروری نہیں' اگر مدقوق مریض یا بہت بوڑھے کے پاس مال آیا' جو سواری پر بیٹھتا تو کیا حرکت بھی نہیں کر سکتا اس پر بھی حج فرض ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تندرستی کا ذکر نہ فرمایا' مگر یہ استدلال کچھ ضعیف سا ہے' اس لئے کہ یہاں تو راستہ کے امن کا بھی ذکر نہیں' حالانکہ اگر امن نہ ہو تو بالاتفاق حج فرض نہیں' اگر کہا جائے کہ سواری میں راستہ کا امن بھی داخل ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ سواری میں اس پر بیٹھ سکنے کی طاقت بھی داخل ہے' لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں' ہاں جو پہلے سے مالدار تھا مگر حج نہ کیا۔ پھر بیمار یا بہت بوڑھا ہو گیا تو اس پر حج فرض ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ رَزِيْنِ الْعُقَيْلِیِّ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِیْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

(۲۴۱۱) روایت ہے حضرت ابو رزین عقیلی سے کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' عرض کیا یا رسول اللہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں جو نہ حج و عمرہ کی طاقت رکھتے ہیں نہ سوار ہونے کی ۱؎ فرمایا اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کرو ۲؎ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲۴۱۱) ۱؎ یعنی میرے والد زیادہ بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہ تو حج و عمرہ کے ارکان ادا کر سکتے ہیں طواف سعی وغیرہ اور نہ سواری پر بیٹھ سکتے ہیں۔ جو مکہ معظمہ تک پہنچائے' لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں غالباً ان کے والد پر پہلے سے حج فرض تھا کسی مجبوری کی وجہ سے حج نہ کیا تھا' ورنہ ایسے بوڑھے پر اگر اس کمزوری میں مال آئے تو حج فرض نہیں ۲؎ یا تو ان کی طرف سے حج و عمرہ خود کر دو یا

marfat.com

کسی سے کرادو' خیال رہے کہ حج بدنی و مالی عبادت کا مجموعہ ہے۔ لہذا بوقت مجبوری دوسرا اس کی طرف سے کر سکتا ہے' یعنی حج بدل' مگر قدرت ہوتے ہوئے خود ہی کرنا ہو گا' محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے اور محض مالی عبادات میں مطلقاً جائز' لہذا کوئی کسی کی طرف سے نماز روزہ کبھی ادا نہیں کر سکتا۔ اور زکوۃ قربانی بہرحال ادا کر سکتا ہے' اس کی اجازت سے' خیال رہے کہ عمرہ فرض یا واجب نہیں' سنت ہے لہذا حدیث میں دونوں کا حکم دینا استحباباً ہے' یعنی بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی باپ کی طرف سے ادا کرو' آیت کریمہ واتموا الحج والعمرۃ للہ میں عمرہ شروع کردینے کے بعد اس کے پورا کردینے کا حکم ہے' یعنی جب حج و عمرہ شروع کر دیا' تو انہیں ضرور پورا کرو' کیونکہ ہر نفل شروع کردینے سے فرض ہو جاتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَّقُوْلُ لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ قَالَ مَنْ شُبْرُمَةُ قَالَ اَخٌ لِّيْ اَوْ قَرِيْبٌ لِّيْ قَالَ اَحَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ قَالَ لَا قَالَ حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

(۲۴۴۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یوں کہتے سنا۔ لبیک (حاضر ہوں) شبرمہ کی طرف سے ۱؎۔ (فرمایا شبرمہ کون' عرض کیا میرا بھائی ہے یا عزیز ہے فرمایا کیا تم اپنا حج کر چکے ہو عرض کیا نہیں فرمایا اپنا حج کرو۔ پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو ۲؎۔ (شافعی' ابوداؤد' ابن ماجہ) ۳؎۔

(۲۴۴۲) ۱؎ وہ صاحب شبرمہ کی طرف سے حج بدل کر رہے تھے' اس لئے ان ہی کے نام سے تلبیہ کہہ رہے تھے ۲؎۔ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی' امام احمد' امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو وہ حج بدل ہرگز نہیں کر سکتا' اگر کرے گا تو وہ خود اس کا اپنا حج ادا ہو گا نہ کہ بدل والے کا' مگر امام اوزاعی' امام مالک' امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ حج بدل ادا تو ہو جائے گا' مگر ایسا کرنا بہتر نہیں چاہیے یہ کہ پہلے اپنا حج کرے' پھر حج بدل' اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت دی' اور یہ نہ پوچھا کہ تو اپنا حج کر چکی ہے یا نہیں' لہذا وہ حدیث بیان جواز کے لئے تھی اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے ہے۔ ۳؎۔ امام ابن ہمام نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں مضطرب ہے کیونکہ اس کے راوی سعید ابن عروبہ اولاً" بصرہ میں تو اسے حضرت ابن عباس پر موقوفاً روایت کرتے تھے پھر بعد میں کوفہ آکر مرفوعاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے لگے' معلوم ہوا کہ ان پر یہ حدیث مشتبہ ہے' نیز اس میں تدلیس ہے (مرقات) لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيْقَ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

(۲۴۴۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورب والوں کے لئے عقیق کو میقات بنایا ۱؎۔
(ترمذی) ابوداؤد)

(۲۴۴۳) ۱؎ اہل مشرق سے مراد عراق والے ہیں' عقیق عق سے بنا بمعنی قطع ہو جانا' چونکہ اس جگہ پانی کا سیلاب آتا رہتا ہے جس سے یہ علاقہ دوسری زمین سے کٹ جاتا ہے۔ اس لئے اسے عقیق کہتے ہیں' یہ عقیق وہ عقیق نہیں ہے جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ بلکہ یہ عقیق مکہ معظمہ سے شرقی جانب ہے' ذات عرق کے مقابل' امام طیبی نے فرمایا کہ صحیح تر یہ ہے کہ یہ میقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق فتح فرماکر مقرر کیا یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں (اشعہ و مرقات) بلکہ عراق والوں کے لئے

marfat.com

میقات ذات عرق ہے جیسے اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۴۱۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق والوں کے لئے ذات عرق کو میقات بنایا ۱۔ (ابوداؤد' نسائی) ۲۔

(۲۴۱۴) ۱۔ اس حدیث سے بعض لوگوں نے فرمایا کہ عراق والوں کے لئے دو میقات ہیں عقیق اور ذات عرق' جس سے عقیق پہلے ہے۔ اور ذات عرق بعد میں۔ لہذا اگر عراق والے حجاج عقیق سے ہی احرام باندھ لیں تو بہت بہتر ہے اور اگر ذات عرق سے احرام باندھیں تو گنہگار نہیں۔ ۲۔ یہ حدیث دار قطنی نے بھی روایت کی' جس کی سند علیٰ شرط بخاری ہے۔ اور یہ حدیث مسلم شریف کے موافق ہے جو پہلی فصل میں گزر چکی' بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ جب عہد فاروقی میں عراق فتح ہوا تو عراقیوں نے فاروق اعظم کی خدمت میں عرض کیا کہ امیر المومنین ہمارا میقات کیا ہے' کیونکہ نجد کا میقات قرن ہم سے بہت دور ہے تو آپ نے قرن کے مقابل ذات عرق مقرر کیا کہ انہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقرر فرمادینے کی خبر نہ تھی (مرقات)

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ اَوْ عُمْرَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى اِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۴۱۵) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھے ۱۔ تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں یا اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے ۲۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ) ۳۔

(۲۴۱۵) ۱۔ اس طرح کہ پہلے بیت المقدس کی زیارت کرے' پھر وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ حاضر ہو کر حج یا عمرہ کرے۔ ۲۔ یہ شک راوی کا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کا وعدہ فرمایا یا جنت کی عطاء کا' اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر دور سے احرام باندھے گا اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا' خیال رہے کہ اشہر حرم سے پہلے حج کا احرام باندھنا ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ امام شافعی کے ہاں وہ احرام عمرہ کا ہو جائے گا یا بندھے گا ہی نہیں' مگر میقات سے پہلے احرام باندھ لینا حتی کہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر نکلنا افضل ہے' بشرطیکہ احرام کی پابندیاں پوری کر سکے الشھر حج یعنی حج کے مہینہ شوال' ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں کل دو ماہ دس دن ۳۔ حاکم نے مستدرک میں عبداللہ ابن سلمہ مری سے روایت کیا۔ حضرت علی سے کسی نے اس آیت کے متعلق پوچھا واتموا الحج والعمرۃ للہ کہ حج و عمرہ کا پورا کرنا کیا ہے فرمایا یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھ کر نکلو' مشکوۃ کی اس حدیث کو بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا' امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث قوی نہیں' دیگر محدثین نے فرمایا حسن ہے' غرضیکہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور دونوں کلاموں میں تعارض نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْيَمَنِ

(۲۴۱۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ یمن

يَحُجُّونَ فَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَيَقُولُونَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ فَإِذَا قَدِمُوا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کے لوگ حج کرنے آتے تو توشہ ساتھ نہ لاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم متوکل لوگ ہیں ا۔ پھر جب مکہ معظمہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے تھے ۲۔ اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری کہ توشہ ساتھ لو کیونکہ بہترین توشہ سوال سے بچنا ہے ۳۔(بخاری)

(۲۴۱۶) ا۔ یا تو یہ لوگ بالکل ہی توشہ ساتھ نہ لاتے تھے مانگتے کھاتے آتے تھے یا اس قدر تھوڑا توشہ لاتے تھے جو راستہ میں ہی خرچ ہو جاتا اور مکہ معظمہ پہنچ کر بے خرچ رہ جاتے' وہ اپنے کو متوکل کہتے تھے مگر درحقیقت متاکل تھے یعنی مانگنے والے وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے گھر جارہے ہیں' اس کے مہمان ہیں' مہمان ساتھ کھانا کیوں لائے۔ ۲۔ بلکہ جب بھیک مانگنے سے کام نہ چلتا تو چوری ڈکیتی کرتے تھے (مرقات) یہ غلط توکل آج بھی بعض نکموں کے دل میں سمایا ہوا ہے کہ بیکار رہنے بھیک مانگنے کو توکل کہتے ہیں حالانکہ توکل کے معنی یہ ہیں شعر:۔

☆ گر توکل مے کنی در کار کن ☆ کسب کن پس تکیہ برجبار کن ☆

۳۔ یعنی دنیا میں حج وغیرہ کے موقعہ پر بقدر ضرورت توشہ تو ساتھ لو' یہ توشہ توکل کے خلاف نہیں' پرہیزگاری اسی میں ہے کہ بھیک' چوری' ڈکیتی' قرض اور غصب سے بچا جائے' صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا کے سفر کا توشہ مال ہے' اور آخرت کے سفر کا توشہ نیک اعمال' رب تعالٰی تک پہنچنے کا توشہ کمال۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ قَالَ نَعَمْ لَا قِتَالَ فِيهِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۴۱۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا عورتوں پر جہاد ہے فرمایا ہاں ان پر وہ جہاد ہے جس میں جنگ نہیں ا۔ یعنی حج و عمرہ (ابن ماجہ)

(۲۴۱۷) ا۔ بلکہ انکے جہاد میں سفر تھکن اور مشقت ہے جنگ نہیں' اسی مناسبت سے حج کو جہاد فرمایا' اس حدیث کی بنا پر بعض شوافع نے عمرہ کو واجب فرمایا کہ علٰی وجوب کے لئے آتا ہے اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۴۱۸) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو حج سے کوئی ظاہری ضرورت یا ا۔ ظالم بادشاہ ۲۔ یا روکنے والی بیماری نہ روکے ۳۔ پھر وہ حج کیے بغیر مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے اور چاہے عیسائی ہو کر مرے ۴۔ (دارمی)

(۲۴۱۸) ا۔ جیسے فقیری یعنی توشہ و سواری پر قدرت نہ ہونا کہ ہر دونوں چیزیں وجوب حج کی شرطیں ہیں ۲۔ یا تو خود اپنے ملک کا بادشاہ ظالم ہو کہ ظلماً حج کو جانے کی اجازت نہ دیتا ہو یا راستہ میں کسی سلطان کی حکومت ہو وہ حجاج کو گزرنے نہ دیتا ہو یا مکہ معظمہ کا بادشاہ ظالم ہو کہ حجاج کو داخل نہ ہونے دے۔ ان تینوں صورت میں راستہ کا امن مفقود ہے' اور راستہ کا امن وجوب ادائے حج کی شرط ہے' ظلم کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بادشاہ حجاج کو مہربانی و محبت سے روکے' تو اس کا اعتبار نہیں' حج فرض ہو گا (مرقات) ۳۔

marfat.com

بیماری سے وہ بیماری مراد ہے جو سفر سے مانع ہو' تندرستی بعض کے نزدیک شرط وجوب ہے اور بعض کے ہاں شرط ادا پہلی صورت میں بیماری کی طرف سے حج بدل کرانا لازم ہو گا' دوسری صورت میں نہیں' ہمارے امام صاحب کے ہاں شرط ادا ہے کہ اگر کسی کے پاس مال سخت بیماری یا معذوری کی حالت میں آیا' اس پر حج فرض نہیں (مرقات) ۲؎۔ یعنی اس کی موت یہود و نصاریٰ کی سی ہے کہ وہ لوگ کتاب اللہ پڑھتے تھے مگر عمل نہ کرتے تھے۔ ایسے ہی یہ قرآن شریف پڑھتا رہا اور حج کی آیت پر بلاعذر عمل نہ کیا' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بد عملی فسق ہے کفر نہیں' پھر اس کی موت کو یہودیوں عیسائیوں کی موت کیوں فرمایا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ الْحَاجُّ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ اِنْ دَعَوْهُ اَجَابَهُمْ وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۴۱۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا حج و عمرہ کرنے والے اللہ کی جماعت ہیں ۱؎ اگر یہ خدا سے دعا کریں تو رب ان کی قبول کرلے اور اگر اس سے مغفرت مانگیں تو انہیں بخش دے ۲؎۔ (ابن ماجہ)

(۲۴۱۹) ۱؎ جو اللہ تعالیٰ کے گھر جا رہے ہیں' رب سے ملنے جا رہے ہیں' اور سلطان اپنے ملاقاتیوں کی بات مانتا ہے' ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ بھی مقبول الدعا ہیں انشاء اللہ ۲؎۔ مسلمانوں کا طریقہ ہے کہ حجاج کو پہنچانے' وداع کرنے اور واپسی پر ان کا استقبال کرنے کے لئے اسٹیشن تک جاتے ہیں۔ ان سے دعا کراتے ہیں۔ یہ اس حدیث پر ہی عمل ہے کہ حاجی گھر سے نکلتے ہی مقبول الدعا ہے اور واپس گھر میں داخل ہونے تک مستجاب الدعوات رہتا ہے۔ خیال رہے کہ حاجی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واحد فرمایا اور عمرہ کرنے والوں کو جمع' تاکہ پتہ لگے کہ عمرہ والے سے حج والے کا درجہ زیادہ ہے کہ ایک حاجی عمرہ والوں کی جماعت کے برابر ہے' کیوں نہ ہو کہ حج فرض ہے اور عمرہ سنت' یہ ہی مذہب احناف ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَفْدُ اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ اَلْغَازِيْ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

(۲۴۲۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کی جماعتیں تین ہیں ۱؎ غازی حاجی اور عمرہ کرنے والا ۲؎۔ (نسائی' بیہقی' شعب الایمان)

(۲۴۲۰) ۱؎ یعنی تین شخص یا تین قسم کے لوگ ہیں' وفد وہ جماعت کہلاتی ہے جو اپنی قوم کی نمائندہ بن کر سلطان کی خدمت میں عرض معروض کرنے پر حاضر ہو' ۲؎ چونکہ یہ حضرات راہ الٰہی میں بہت محنت و مشقت اٹھاتے ہیں اور ان کی دعائیں تمام مسلمانوں کو کام آتی ہیں' اس لئے انہیں وفد اللہ فرمایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسلمانوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آنے والے لوگ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَقِيْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَصَافِحْهُ وَمُرْهُ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْتَهٗ فَاِنَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ.

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۴۲۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم حاجی سے ملو ۱؎ تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو ۲؎ اور اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنی دعائے مغفرت کے لئے کہو کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے ۳؎۔

(احمد)

(۲۴۲۱) ۱؎ ایک حاجی یا حاجیوں کی جماعت سے کہ حاج دونوں پر بولا جاتا ہے' (اشعہ) مراد وہ ہے جو حج کرکے واپس وطن آیا' عمرہ

marfat.com

یا زیارت مدینہ منورہ کرنے والا، غازی طالب علم بھی اسی حکم میں ہیں (مرقات) ان سب سے دعا کرانا چاہیے ۲۔ یعنی کوشش کرو کہ تم ہی سلام و مصافحہ کی ابتداء کرو، اگر حاجی غریب ہے اور تم امیر تو اسے سلام و مصافحہ کرنے میں اپنی توہین محسوس نہ کرو ۳۔ اور ابھی اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے کہ گھر میں نہیں پہنچا ہے، سفر ختم نہیں کیا ہے، معلوم ہوا کہ حاجی کے آتے جاتے ہوئے راستہ کے گناہ بھی معاف ہیں، گھر میں آ کر گناہ شروع ہوں گے، یہ بھی معلوم ہوا کہ مغفور لوگوں سے دعا کرانی چاہیے، لہٰذا اولیاء اللہ اور چھوٹے بچوں سے دعا کرانی چاہیے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِیْ طَرِيْقِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ الْغَازِیْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۴۲۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حاجی یا غازی یا عمرہ کرنے والا ہو کر نکلا۔ پھر راستہ میں مرگیا ۱۔ تو اس کے لئے غازی، حاجی، اور عمرہ والے کا ثواب لکھ دیا گیا ۲۔ بیہقی شعب الایمان۔

(۲۴۲۲) ۱۔ یعنی جاتے ہوئے مرگیا، حج یا عمرہ یا غزوہ نہ کرسکا، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۲۔ اس کی تائید اس آیت سے ہے ومن یخرج من بیته مهاجرا الی اللّٰه ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی اللّٰه جو اپنے گھر سے مہاجر ہو کر نکلا پھر اسے موت آگئی، تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہوگیا مگر جو حج فرض ہونے کے بعد برسوں حج کو نہ گیا، پھر بڑھاپے میں گیا اور راہ میں مرگیا تو وہ ضرور اس دیر لگانے کا گنہگار ہے، یہ حدیث اس کے لئے ہے جو بلاعذر حج میں دیر نہ لگائے، کیونکہ حج فوراً ادا کرنا چاہیے، اور ہوسکتا ہے کہ یہ شخص بھی دیر لگانے کا گنہگار ہو، مگر اس کا یہ حج ہو جائے اللہ تعالٰی کریم ہے (مرقات)

بَابُ الْاِحْرَامِ وَالتَّلْبِيَةِ

احرام باندھنے، تلبیہ کہنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

احرام و تحریم دونوں کے معنی ہیں، حرمت میں یا حرمت والی چیز میں داخل ہو جانا، نماز کی پہلی تکبیر کو تحریمہ اور حج یا عمرہ کی نیت و تلبیہ کو احرام اس لئے کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کہتے ہی مسلمان پر کھانا پینا، بولنا وغیرہ حرام ہو گیا، اور وہ حرمت والی چیز یعنی نماز میں داخل ہو گیا اور حج و عمرہ کا احرام باندھتے ہی اس پر شکار، سلا کپڑا، سر ڈھکنا وغیرہ حرام ہو گیا اور وہ زمین حرم میں داخل ہونے کے لائق ہو گیا، احرام ہمارے امام صاحب کے ہاں شرط حج و عمرہ ہے۔ بعض اماموں کے ہاں رکن، تلبیہ کے معنی ہیں لبیک کہنا، جیسے تکبیر کے معنی ہیں اللہ اکبر کہنا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْكٌ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ

(۲۴۲۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خوشبو تیار کر رہی تھی۔ آپ کے احرام کے لئے احرام باندھنے سے پہلے ۱۔ اور آپ کے کھلنے کے لئے طواف بیت اللہ سے پہلے ایسی خوشبو جس میں مشک ہوتا تھا ۲۔ گویا

marfat.com

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک بحالت احرام دیکھ رہی ہوں ۳؎ (مسلم بخاری)۴؎

(۲۴۲۳) ۱؎ یعنی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ کے احرام کا ارادہ فرماتے تو میں خوشبو تیار رکھتی، آپ غسل فرما کر بغیر سلے کپڑے پہن کر خوشبو ملتے، پھر نفل پڑھ کر تلبیہ کہتے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ حجۃ الوداع میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور اس سے پہلے عمروں میں بھی، تب ہی ماضی استمراری فرمارہی ہیں ۲؎ بقرعید کے دن حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کرکے کچھ حلال ہو جاتا ہے، پھر طواف زیارت کرکے پورا حلال ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی عورت سے صحبت بھی جائز ہو جاتی ہے، فرماتی ہیں کہ میں ناقص حل پر ہی خوشبو حضور کو لگادیتی تھی، اس کے بعد آپ زیارت کرتے تھے ۳؎ یعنی احرام باندھتے وقت جو خوشبو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کرتے تھے، وہ بعینہ آپ کی مانگ شریف میں بعد احرام بھی باقی رہتی تھی گویا میں تصور میں اب بھی اسے دیکھ رہی ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ بحالت احرام خوشبو لگانا حرام ہے۔ مگر احرام سے پہلے کی خوشبو کا بقا جائز ہے خواہ خوشبو کا جرم باقی رہے یا اثر یہ ہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے، اور یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ امام مالک و شافعی کے ہاں پہلی خوشبو کا بقا بھی حرام ہے بلکہ اس میں بھی فدیہ واجب ہے یہ حدیث ان کے صراحتہً خلاف ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر نے جو اس کے خلاف فرمایا تھا انہیں حضرت عائشہ کی یہ حدیث نہ پہنچی تھی، یہ حدیث سن کر انہوں نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا تھا (مرقات) لہذا امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اس حدیث سے استدلال درست نہیں، مذہب حنفی بہت قوی ہے، ۴؎ امام مالک کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص خوشبو میں لتھڑا ہوا احرام باندھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور انور نے اس سے فرمایا کہ خوشبو دھوڈال۔ اپنا جبہ اتار دے، پھر عمرہ کے ارکان ادا کر، وہ فرماتے ہیں کہ احرام میں خوشبو لگی رہنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، ورنہ اس شخص کو خوشبو دھونے کا حکم کیوں دیتے" مگر یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ اس شخص نے بعد احرام خوشبو لگائی تھی (ابن ہمام و مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُھِلُّ مُلَبِّدًا یَقُوْلُ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَا یَزِیْدُ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ الْکَلِمَاتِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۴۲۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال چمٹائے تلبیہ کہتے سنا ۱؎ کہ فرماتے تھے حاضر ہوں یا اللہ حاضر ہوں حاضر ہوں ۲؎ تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں، یقیناً حمد و نعمت تیری ہے اور ملک تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ان کلمات پر زیادتی نہ فرماتے تھے ۳؎ (مسلم بخاری)

(۲۴۲۴) ۱؎ یہل اہلال سے بنا بمعنی چیخنا، شور مچانا لغوی معنی ہیں، چاند دکھانا مگر چونکہ چاند دکھاتے وقت شور مچاتے ہیں کہ وہ ہے چاند، اس لئے اب اس کے معنی ہیں چلانا، ملبد تلبید سے بنا بمعنی بال چپکانا کسی گوند وغیرہ سے تاکہ بال نہ اڑیں اور ان میں گرد و غبار نہ بھرے، امام شافعی کے ہاں بحالت احرام تلبید جائز ہے، امام اعظم کے ہاں ممنوع کہ یہ سر ڈھکنے کے حکم میں ہے، یہ

marfat.com

حدیث امام شافعی کی دلیل ہے 'امام اعظم کے ہاں یہاں تلبید لغوی معنی میں ہے 'یعنی بالکل مطلقاً جمع کر لینا' انہیں پریشان نہ رکھنا۔
۲۔لبیک کا ترجمہ ہے حاضر جناب' یہ لفظ کسی پکارنے والے کے جواب میں بولا جاتا ہے' پکارنے والے حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے کہ انہوں نے تعمیر کعبہ کے بعد چار آوازیں رب تعالٰی کے حکم سے دی تھیں عباد اللّٰہ تعالوا الی بیت اللّٰہ اے اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف آؤ' حاجی احرام باندھ کر اس پکار کا جواب دیتا ہوا جاتا ہے کہ حاضر جناب حاضر جناب' بعض نے فرمایا کہ پکارنے والے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں' بعض نے فرمایا کہ خود رب تعالٰی ہے' مگر پہلی بات قوی ہے (مرقات) ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات تلبیہ میں ان الفاظ پر زیادتی نہ فرماتے تھے' کبھی زیادتی بھی فرماتے تھے' امام طحاوی کے ہاں زیادتی کرنا مکروہ ہے' اسی بنا پر مگر دوسرے اماموں کے ہاں زیادتی جائز بلکہ مستحب ہے' چنانچہ صحابہ و تابعین تلبیہ یوں کہتے تھے لبیک وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک والرغباء الیک والعمل لک لبیک اور بہت زیادتیاں فرماتے تھے جیسا کہ کتب احادیث میں موجود ہے' ہاں منقولہ الفاظ سے کمی کرنا مکروہ ہے' مرد کو تلبیہ بلند آواز سے کہنا چاہیے اور عورت کو آہستہ آواز سے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهٗ فِي الْغَرْزِ وَاسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ قَائِمَةً أَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۲۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا پاؤں شریف رکاب میں داخل فرمایا اور آپ کو لے کر آپ کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہوئی ا۔ تو آپ نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس باواز تلبیہ کہا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۲۵) ا۔یعنی حضور علیہ السلام نے ذوالحلیفہ (بیرعلی) پہنچ کر احرام کے نفل ادا کئے پھر مکہ کی طرف روانگی کے لئے اونٹنی' قصواء' پر سوار ہوئے' جب اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہو گئی۔ ۲۔یہ دوسری بار تلبیہ کہا پہلی بار نفل پڑھتے ہی کہا تھا کیونکہ احرام کے نفل پڑھتے ہی تلبیہ کہنا چاہیے' پھر بار بار کہتا رہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں' نہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف ہے جن میں فرمایا گیا کہ آپ نے بعد نفل بیٹھے ہوئے تلبیہ کہا۔ ۳۔ بیہقی و ترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے نفل پڑھتے ہی تلبیہ ہی کہا اسے بیہقی نے تو ضعیف کہا' مگر ترمذی نے حسن فرمایا' ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے ان دونوں حدیثوں کی تطبیق یوں روایت کی' بعض لوگوں نے حضور کا نفل کے بعد والا تلبیہ سنا انہوں نے وہ روایت کر دیا اور دوسروں نے ناقہ پر سوار ہوتے وقت کا تلبیہ سنا انہوں نے وہ روایت کر دیا' دونوں وقت تلبیہ کہنا سنت ہے (از مرقات) امام شافعی کے ہاں پہلے تلبیہ اونٹ پر سوار ہو کر کہے' امام اعظم کے ہاں نفل سے فارغ ہوتے ہی کہے' امام مالک و احمد' امام ابو حنیفہ" کے ساتھ ہیں' یہ ہی عمل بہتر ہے (لمعات)

وَعَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۲۶) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے کہ حج کا خوب شور مچاتے تھے ا۔ (مسلم)

(۲۴۲۶) ا۔کیونکہ صحابہ نے اولا" صرف حج کا احرام باندھا تھا' پھر انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اس احرام میں عمرہ بھی داخل کر لیں اور بجائے افراد کے قران کریں' یہ اول حالت کا ذکر ہے' لہذا یہ حدیث آئندہ احادیث کے خلاف نہیں' اولا" ان حضرات نے تلبیہ میں

marfat.com

صرف حج کا ذکر کیا، پھر حج و عمرہ دونوں کا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ رَدِيفَ اَبِي طَلْحَةَ وَاِنَّهُمْ لَيَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۴۲۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں حضرت ابو طلحہ کا ردیف تھا۱، تمام صحابہ حج و عمرہ دونوں کا شور مچاتے تھے۲۔ (بخاری)

(۲۴۲۷) ۱۔ حضرت ابو طلحہ جناب انس کے سوتیلے والد ہیں، ایک گھوڑے یا اونٹ پر دو شخص سوار ہوں تو پیچھے والے کو ردیف کہا جاتا ہے یعنی میں اپنے والد کے پیچھے ایک ہی اونٹ پر سوار تھا۔ ۲۔ یعنی خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ تلبیہ میں حج و عمرہ میں تلبیہ کا نام پکارتے تھے۔ لبیک اللھم لبیک بالحج والعمرۃ: اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عام صحابہ کرام نے حجۃ الوداع میں قران کیا، اور قران، افراد و تمتع دونوں سے افضل ہے دوسرے یہ کہ قارن تلبیہ میں بار بار حج و عمرہ کا نام لے، یہ ہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے، امام شافعی کے ہاں افراد قرآن سے افضل ہے اور صرف پہلے تلبیہ میں حج و عمرہ کا ذکر کرے پھر نہیں، یہ حدیث ان کے مخالف ہے امام اعظم کی مؤید ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَاَهَلَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ وَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۲۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے تو ہم میں بعض وہ تھے جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا۱، اور ہم میں بعض وہ تھے جنہوں نے حج و عمرہ کا احرام باندھا اور بعض وہ تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا۲۔ تو جس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ تو کھل گئے۳۔ لیکن جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج و عمرہ جمع کیا تھا وہ دسویں تاریخ تک نہ کھلے۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۲۸) ۱۔ مرقات نے اھل کے معنی کئے لبٰی یعنی بعض لوگ تلبیہ میں حج کا نام لے رہے تھے۔ اور بعض صرف عمرہ کا اور بعض حج و عمرہ دونوں کا، مگر احرام عموماً سب کا حج و عمرہ دونوں کا تھا یعنی قران کا، اور ہو سکتا ہے کہ اھل کے معنی احرام باندھنا ہوں، یعنی بعض صحابہ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا، کیونکہ وہ حج اس سے پہلے سال کر چکے تھے یا انہوں نے تمتع کیا ہو۔ ۲۔ خیال رہے کہ بعض راویوں نے حضور سے صرف عمرہ کی روایت کی ہے بعض نے صرف حج کی، بعض نے حج و عمرہ دونوں کی، حضرت ام المومنین نے یہاں صرف حج کی روایت کی، وجہ یہ ہے کہ حضور انور نے قران کیا تھا، لہذا آپ تلبیہ میں کبھی صرف حج کا نام لیتے تھے کبھی صرف عمرہ کا اور کبھی حج و عمرہ دونوں کا جیسا کہ قارن کو اختیار ہے، ہر راوی نے جو سنا اسی کی روایت کی۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور نے افراد کیا تھا جیسا کہ شوافع نے سمجھا اور نہ یہ امام اعظم کے خلاف ہے۔ ۳۔ طواف و سعی کر کے عمرہ سے کھل گئے، پھر بعد کو حج کا احرام باندھا اس درمیان میں حلال رہے۔ ۴۔ یعنی جن حضرات نے اول ہی سے حج و عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ اور جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا بعد میں عمرہ بھی شامل فی الاحرام کر لیا تھا وہ یہ

marfat.com

دونوں قسم کے حضرات دسویں ذی الحجہ کو احرام سے فارغ ہوئے۔جمرہ عقبہ کی رمی کر کے سوائے عورتوں کے تمام چیزیں انہیں حلال ہو گئیں اور طواف زیارت کر کے بیوی سے صحبت بھی حلال ہو گئی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ بَدَاَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۲۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا ا۔ ابتداء عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھ لیا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۲۹) ا۔ یہاں تمتع لغوی معنی میں ہے یعنی ایک سفر میں حج و عمرہ سے فائدہ اٹھانا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر عمرہ کرنے سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا اور قران فرمالیا' لہٰذا یہ حدیث عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ انہوں نے فرمایا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں تلبیہ فرماتے سنا لبیک عمرۃ وحجا امام ابن حزم نے ایک مستقل کتاب اس بارے میں لکھی ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے قران فرمایا' خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں قران افضل ہے' امام شافعی کے ہاں افراد بہتر' امام احمد کے ہاں تمتع افضل' یہ اختلاف اس بناء پر ہے۔ کہ حضور نے کونسا حج کیا۔ جن امام کے ہاں جس حج کا ثبوت ہوا' انہوں نے اسی کو افضل کہا' ہمارے ہاں حضور کے قران کا ثبوت ہے لہٰذا وہ ہی افضل ہے' مذہب حنفی قوی ہے (از مرقات ولمعات) ۲۔ عمرہ کرنے سے پہلے ہی' لہٰذا قران کیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجَرَّدَ لِاِهْلَالِهٖ وَاغْتَسَلَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۴۳۰) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے احرام کے لئے کپڑے اتارے اور غسل کیا ا۔ (دارمی' ترمذی)

(۲۴۳۰) ا۔ یعنی آپ نے سلے کپڑے اتار دیئے اور غسل کر کے بغیر سلے کپڑے پہنے' پھر نفل پڑھ کر تلبیہ کہا' معلوم ہوا کہ احرام کے وقت غسل سنت ہے اگرچہ وضو بھی جائز ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّدَ رَاْسَهٗ بِالْغِسْلِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۲۴۳۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لئے اپنے سر کے بال شریف خطمی سے چپکائے ا۔ (ابوداؤد)

(۲۴۳۱) ا۔ یہاں غسل غین کے کسرہ سے ہے۔ ما یغسل بہ جس سے غسل کیا جائے چونکہ خطمی سے نہاتے ہیں۔ اس لئے غسل کہہ دیتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ غسل اور بال شریف چپکانا احرام کے وقت نہ تھا بلکہ احرام سے پہلے تھا کیونکہ بحالت احرام بال چپکانا منع ہے' بعض لوگوں نے اسے عسل پڑھا بمعنی شہد مگر یہ غلط ہے۔

وَعَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ

(۲۴۳۲) روایت ہے حضرت خلاد ابن سائب سے وہ اپنے والد

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰمُرَ اَصْحَابِيْ اَنْ يَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالْاِهْلَالِ اَوِالتَّلْبِيَةِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس جبریل آئے مجھے حکم پہنچایا کہ میں اپنے صحابہ کو حکم دوں اے کہ احرام یا تلبیہ اونچی آواز سے کریں ۲۔(مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، داری)

(۲۴۳۲) اے یہ ترجمہ نہایت موزوں ہے کہ جبریل نے مجھے حکم پہنچایا خود حکم دیا نہیں، بلکہ حکم الٰہی بطور قاصد پہنچایا، کیونکہ حضرت جبرئیل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص اور پیغام رساں ہیں، خدام حکم دے نہیں سکتے، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے نبی مطاع ہیں۔ حضور انہیں حکم دیں گے۔ اسی لئے جبرئیل امین خود صحابہ سے نہیں کہتے تھے کہ میں جبرئیل تمہیں یہ حکم دیتا ہوں، بلکہ حضور سے کہلواتے تھے ۲۔ شک راوی کو ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اہلال فرمایا یا تلبیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شک نہیں ہے، اصحاب سے مراد ساری امت کے مرد ہیں، عورتوں کو اونچی آواز سے تلبیہ کہنا منع ہے، وہ اتنی پست آواز سے کہیں کہ خود اپنی آواز سن سکیں، مرد بھی اتنی اونچی آواز نہ کریں کہ مشقت میں پڑ جائیں، بلکہ درمیانی اونچی آواز سے کہیں (مرقات) یہ بلند آواز سنت ہے۔ جس کا ثواب زیادہ ہے۔ اگر پست آواز سے کہیں تو گنہگار نہیں۔ ہاں ثواب کم ہو جائے گا۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُّلَبِّيْ اِلَّا لَبّٰى مَنْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ مِنْ حَجَرٍ اَوْ شَجَرٍ اَوْ مَدَرٍ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الْاَرْضُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۲۴۳۳) روایت ہے سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جو تلبیہ کہے مگر انتہا زمین تک ادھر ادھر یعنی دائیں بائیں کے تمام پتھر درخت ڈھیلے تلبیہ کہتے ہیں اے۔(ترمذی، ابن ماجہ)

(۲۴۳۳) اے اس طرح کہ حاجی کے قریب کے درخت و پتھر اور کنکر تلبیہ کہتے ہیں۔ ان سے سن کر ان کے قریب کے کنکر پتھر وغیرہ ان سے سن کر ان کے قریب کے یہاں تک کہ ساری دنیا کے کنکر پتھر ڈھیلے تلبیہ کا شور مچاتے ہیں۔ یہ تلبیہ بزبان قال کہتے ہیں صرف زبان حال سے نہیں، اللہ نے پتھر لکڑیوں میں احساس بھی دیا ہے گویائی بھی بخشی ہے۔ جس سے وہ رب تعالٰی کی تسبیح کرتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وان من شئی الا یسبح بحمدہ بلکہ بزرگان دین نے ان کی تسبیح وغیرہ سنی بھی ہیں (مرقات) مولانا فرماتے ہیں شعر:۔

☆ نطق آب و نطق خاک و نطق گل ☆ ہست محسوس حواس اہل دل ☆
☆ فلسفی کو منکر حنانہ است ☆ از حواس اولیاء بیگانہ است ☆

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کا تلبیہ سنتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَعُ بِذِى الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِى الْحُلَيْفَةِ اَهَلَّ

(۲۴۳۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں دو رکعت نفل پڑھتے تھے اے پھر جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی

marfat.com

بِهٰؤُلَاۗءِ الْكَلِمَاتِ وَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِمُسْلِمٍ)

کھڑی ہو جاتی تو ان کلمات سے تلبیہ کہتے کہ فرماتے ۲؎ حاضر ہوں میں یا اللہ حاضر ہوں حاضر ہوں خدمت میں حاضر ہوں اور ساری بھلائی تیرے قبضہ میں ہے ۳؎ حاضر ہوں رغبت و اعمال تیرے لئے ہیں ۴؎ (مسلم بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں ۵؎۔

(۲۴۳۴) ۱؎ احرام کے لئے دو نفل‘ جس کے اول رکعت میں سورہ الکافرون دوسری میں قل ھو اللہ غالبًا غسل و تبدیلی لباس گھر پر ہی کر لیتے تھے‘ ظاہر یہ ہی ہے ۲؎ پہلی بار تو نفل پڑھتے ہی کہتے تھے‘ پھر اونٹنی پر سوار ہو کر جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ غالبًا حضرت ابن عمر نے یہ ہی تلبیہ سنا اس لئے اس طرح روایت کی‘ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نفل کے بعد ہی تلبیہ کہتے تھے ۳؎ اگرچہ تمام خیر و شر اللہ تعالٰی ہی کے قبضہ میں ہے‘ اس کے ارادہ سے ہے مگر ادب یہ ہے کہ بندہ خیر کو رب کی طرف اور شر کو اپنی طرف نسبت کرے۔ ۴؎ یعنی ہر حال میں تیری طرف راغب اور تجھ سے راضی ہوں اور میری نیکیاں تیرے قبضہ میں ہیں قبول فرمائے یا نہ فرمائے تو مالک ہے ۵؎ نسائی شریف میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر یعنی قصر پڑھی پھر ناقہ پر سوار ہوئے اور تلبیہ کہا‘ اس بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ فرض نماز کے بعد احرام باندھے‘ مگر جمہور علماء کا فرمان ہے کہ احرام کے لئے مستقل نفل پڑھے یہ ہی بہتر ہے‘ بعض علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رکعتیں نماز فجر تھی‘ مگر حق یہ ہی ہے کہ نفل نماز تھی (مرقات)

وَعَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ تَلْبِيَتِهٖ سَاَلَ اللّٰهَ رِضْوَانَهٗ وَالْجَنَّةَ وَاسْتَعْفَاهُ بِرَحْمَتِهٖ مِنَ النَّارِ۔

(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

(۲۴۳۵) روایت ہے حضرت عمارہ ابن خزیمہ ابن ثابت سے وہ اپنے والد سے ۱؎ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ جب تلبیہ سے فارغ ہوتے تو اللہ سے اس کی رضا اور جنت مانگتے اور اس کی رحمت کے وسیلہ سے آگ سے پناہ مانگتے تھے ۲؎۔ (شافعی)

(۲۴۳۵) ۱؎ عمارہ تابعی ہیں ان کے والد خزیمہ ابن ثابت مشہور صحابی ہیں۔ انہی کی گواہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہیوں کے برابر قرار دی تھی‘ آپ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے‘ اسی جنگ میں شہید ہوئے (مرقات) ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کے الفاظ ادا فرما کر پھر یہ دعائیں آہستہ مانگتے تھے۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ حاجی تلبیہ کہہ کر آہستہ آواز سے درود شریف پڑھے‘ پھر یہ دعائیں مانگے اور ہر بار تین دفعہ تلبیہ کہے مسلسل کہے جن میں دنیاوی بات کا فاصلہ نہ ہو‘ تلبیہ کہنے والے کو کوئی سلام بھی نہ کرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ الْحَجَّ اَذَّنَ فِي النَّاسِ فَاجْتَمَعُوْا فَلَمَّا

(۲۴۳۶) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کا ارادہ فرمایا تو لوگوں میں اعلان فرما دیا ۱؎ پھر

marfat.com

اَتَی الْبَیْدَاءَ اَحْرَمَ۔ لوگ جمع ہو گئے پھر جب میدان میں پہنچے تو احرام باندھا۔۲(بخاری)

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۴۳۶) ۱؎ سارے عرب میں اپنے حج کا اعلان فرمایا کہ ہم فلاں تاریخ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہو رہے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حج وہ عبادت ہے جس کا اعلان کرنا افضل ہے تاکہ دوسروں کو بھی شوق ہو اور لوگ آکر اس سے دعاوغیرہ کرالیں' حرمین شریفین کو تحفے صدقے' دانہ اس کی معرفت بھیج دیں' آج کل جو رواج ہے کہ حاجی کو جلوس کی شکل میں اسٹیشن پہنچانے جاتے ہیں' گلے میں ہار پھول ڈالتے ہیں' ان تمام کاموں کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ یہ سب اعلان کی صورتیں ہیں۔۲؎ یوں تو بیداء ہر میدان کو کہتے ہیں مگر یہاں ذوالحلیفہ کا خاص میدان ہے' احرام کے معنی ہیں حضور علیہ السلام نے یہاں اپنے احرام کا اظہار فرمایا' ورنہ اصل حرام تو مسجد ذوالحلیفہ میں بندھ چکا تھا جیسا کہ پچھلی روایتوں میں گزر چکا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یَقُوْلُوْنَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ فَیَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیْلَکُمْ قَدْ قَدْ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا وَھُمْ یَطُوْفُوْنَ بِالْبَیْتِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۳۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ مشرکین کہتے تھے' حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ تمہیں خرابی ہو بس کرو بس کرو۱؎ وہ کہتے مگر تیرا ایک شریک ہے کہ تو اس کا اور اس کی ملک کا مالک ہے ۲؎ یہ کہتے جاتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرتے تھے (مسلم)

(۲۴۳۷) ۱؎ یعنی جب مشرکین لا شریک لک پر پہنچتے تو سرکار فرماتے' بس اسی پر رہو آگے شرکیہ لفظ نہ بولو یعنی الا شریکا الخ نہ کہو' مگر وہ کب باز آتے تھے' ۲؎ ایک شریک سے مراد ایک قسم کا شریک ہے' اس سے وہ اپنے سارے بت مراد لیتے تھے' ان بتوں کو وہ خدا کا بندہ بھی مانتے تھے اور اس کا مملوک بھی' پھر خدا کی برابر و مثل بھی۔ رب تعالٰی فرماتا ہے اذ نسویکم برب العلمین گویا یہ بت ان کے عقیدے میں پارلیمنٹ کے ممبر تھے کہ رب تعالٰی ان کی مدد کے بغیر اکیلا دنیا کا انتظام فرما سکتا ہی نہ تھا' اور بعض مشرکین فرشتوں کو رب کی بیٹیاں مانتے تھے' لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب وہ بتوں کو رب کا بندہ اور مملوک مانتے تھے تو مشرک کیوں تھے' کوئی مسلمان کسی نبی ولی کو نہ الٰہی پارلیمنٹ کا ممبر مانتا ہے نہ رب کی اولاد بلکہ کہتا ہے عبدہ ورسولہ اس کی تحقیق ہماری کتاب علم القرآن میں ملاحظہ فرمایئے۔

بَابُ قِصَّۃِ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ

باب وداعی حج کا قصہ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

وداع واؤ کے فتح یا کسرہ سے بمعنی رخصت ہے' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اسلام صرف ایک یہ ہی کیا ہے جو ۱۰ھ میں ہوا' چونکہ حضور نے اس حج میں لوگوں کو وداعیہ کلمات فرمائے اور اپنی وفات شریف کی خبر دی اس لئے اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں حجۃ الوداع کا تفصیلی واقعہ حضرت جابر ہی سے مروی ہے' امام محمد باقر نے بھی حضرت جابر سے احادیث اور حجۃ الوداع کا واقعہ روایت

marfat.com

کیا حضور انور نے فرمایا تھا کہ اے جابر میرے اہل بیت میں سے ایک شخص تم سے علم لے گا (اشعہ)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِيْنَةِ تِسْعَ سِنِيْنَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ اُذِّنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ فِي الْعَاشِرَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ بَشَرٌ كَثِيْرٌ فَخَرَجْنَا مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا اَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَصْنَعُ قَالَ اغْتَسِلِيْ وَاسْتَثْفِرِيْ بِثَوْبٍ وَاَحْرِمِيْ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰى اِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ عَلَى الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ بِالتَّوْحِيْدِ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ قَالَ جَابِرٌ لَسْنَا نَنْوِيْ اِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتّٰى اِذَا اَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهٗ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَطَافَ سَبْعًا فَرَمَلَ ثَلٰثًا وَمَشٰى اَرْبَعًا ثُمَّ تَقَدَّمَ اِلٰى مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَرَاَ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْبَيْتِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَرَاَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَاَ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ فَبَدَاَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَاَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهٗ وَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا

(۲۴۳۸) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو برس مدینہ پاک میں مقیم رہے کہ حج نہ کیا ۱۔ پھر دسویں سال لوگوں میں حج کا اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے جانے والے ہیں چنانچہ بہت ہی لوگ مدینہ پاک میں آگئے ۲۔ ہم آپ کے ہمراہ نکلے ۳۔ حتی کہ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد ابن ابوبکر صدیق پیدا ہوئے ۴۔ ان بی بی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اب میں کیا کروں ۵۔ فرمایا نہالو اور کوئی کپڑا باندھ لو اور احرام باندھ لو ۶۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے ۷۔ حتی کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر میدان میں سیدھی کھڑی ہوئی تو حضور نے کلمہ توحید بلند آواز سے پکارا ۸۔ حاضر ہوں الٰہی میں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں ۹۔ بیشک تعریف نعمت ملک تیرے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم صرف حج ہی کی نیت سے تھے عمرہ کو جانتے بھی نہ تھے ۱۰۔ حتی کہ ہم جب کعبہ شریف میں حضور انور کے ساتھ پہنچے ۱۱۔ تو حضور نے رکن کو بوسہ دیا پھر سات پھیرے طواف کیا جس میں تین چکروں میں رمل فرمایا اور چار میں معمولی چال چلے ۱۲۔ پھر مقام ابراہیم پر تشریف لائے تو یہ آیت تلاوت کی کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ مقام کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کرلیا ۱۳۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں رکعتوں میں قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون پڑھیں ۱۴۔ پھر رکن اسود کی طرف لوٹے اسے چوما پھر دروازے سے صفا پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ آیت تلاوت کی کہ صفا و مروہ اللہ کی دینی نشانیوں میں سے ہیں ہم اس سے

marfat.com

شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ مِثْلَ هٰذَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ وَمَشٰى اِلَى الْمَرْوَةِ حَتَّى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ ثُمَّ سَعٰى حَتّٰى اِذَا صَعِدَتَا مَشٰى حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتّٰى اِذَا كَانَ اٰخِرُ طَوَافٍ عَلَى الْمَرْوَةِ نَادٰى وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ وَالنَّاسُ تَحْتَهٗ فَقَالَ لَوْ اَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِاَبَدٍ فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ وَاحِدَةً فِي الْاُخْرٰى وَقَالَ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ مَرَّتَيْنِ لَا بَلْ لِاَبَدِ اَبَدٍ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاذَا قُلْتَ حِيْنَ فَرَضْتَ الْحَجَّ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُهِلُّ بِمَا اَهَلَّ بِهٖ رَسُوْلُكَ قَالَ فَاِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلَّ قَالَ فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِيْ قَدِمَ بِهٖ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ وَالَّذِيْ اَتٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً قَالَ فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوْا اِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ

ابتدا کریں گے جس سے رب نے ابتدا کی چنانچہ آپ نے صفا سے سعی شروع کی ۱۵ـ اس پر چڑھے حتی کہ کعبہ معظمہ کو دیکھ لیا تو کعبہ کو منہ کیا اللہ کی توحید و تکبیر بیان کی ۱۶ـ اور فرمایا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۷ـ اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اپنے بندے کی مدد کی اس اکیلے نے احزاب کو بھگایا ۱۸ـ پھر ان ذکروں کے درمیان دعا مانگی ۱۹ـ تین بار یہ فرمایا ۲۰ـ پھر اترے پھر مروہ کی طرف چلے حتی کہ بطن وادی میں آپ کے قدم شریف برابر سیدھے ہو گئے ۲۱ـ پھر دوڑے حتی کہ جب آپ کے قدم چڑھنے لگے تو معمولی چال چلے ۲۲ـ حتی کہ مروہ پہنچے پھر مروہ پر وہ ہی کیا جیسا صفا پر کیا تھا ۲۳ـ حتی کہ جب مروہ پر آخری چکر ہوا تو آپ نے آواز دی حالانکہ آپ مروہ پر تھے اور لوگ آپ سے نیچے تو فرمایا اگر ہم اس کام کا پہلے سے خیال کرتے جس کا بعد میں خیال آیا تو ہم ہدی نہ لاتے اور اسے عمرہ قرار دیتے ۲۴ـ لہذا تم میں سے جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ احرام کھول دے اور اسے عمرہ بنا لے ۲۵ـ تب حضرت سراقہ ابن مالک بن جعشم کھڑے ہو کر بولے یا رسول اللہ کیا یہ حکم ہمارے اس ہی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے ۲۶ـ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائیں اور دوبارہ فرمایا کہ عمرہ حج میں داخل ہو گیا یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے ۲۷ـ جناب علی یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کے اونٹ لے کر آئے ۲۸ـ تو ان سے حضور نے پوچھا کہ جب تم نے حج کی نیت کی تو کیا کہا تھا عرض کیا میں نے کہا تھا الٰہی میں اس کا احرام باندھتا ہوں جس کا احرام تیرے رسول نے باندھا ۲۹ـ فرمایا میرے ساتھ تو ہدی ہے لہذا تم حلال نہ ہونا ۳۰ـ راوی فرماتے ہیں کہ مجموعہ ان ہدیوں کا جو جناب علی یمن سے لائے اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے

marfat.com

تَوَجَّهُوا إِلَى مِنًى فَأَهَلُّوا بِالْحَجِّ وَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعَرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ فَسَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَجَازَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهُ فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَكَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ

کل سوتھا ۳۱۔ فرماتے ہیں پھر تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کٹوا لئے ۳۲۔ سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان حضرات کے جن کے ساتھ ہدی جانور تھا ۳۳۔ پھر جب آٹھویں بقرعید ہوئی تو لوگوں نے منی کا رخ کیا تب حج کا احرام باندھا ۳۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے تو منی میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پڑھی ۳۵۔ پھر تھوڑا ٹھہرے حتی کہ سورج نکل آئے اور حضور نے حکم دیا تھا تو نمرہ میں حضور کے لئے اونی خیمہ لگا دیا گیا تھا ۳۶۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے قریش کو اس میں شک و تردد ہی نہ تھا کہ آپ مشعر حرام کے پاس قیام کریں گے ٹھہر جائیں گے ۳۷۔ جیسے اسلام سے پہلے قریش کرتے تھے ۳۸۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے آگے بڑھ گئے حتی کہ عرفہ پہنچ گئے تو آپ نے مقام نمرہ میں خیمہ لگا ہوا پایا وہاں ہی اتر پڑے ۳۹۔ حتی کہ سورج ڈھل گیا تو اونٹنی قصواء کا حکم دیا اسے کجاوا کس دیا گیا آپ بطن وادی میں تشریف لائے ۴۰۔ لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ تمہارے خون تمہارے آپس کے مال تم پر یوں ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی اس مہینہ اور اس شہر میں حرمت ۴۱۔ خبردار رہو زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدم کے نیچے روند دی گئیں ۴۲۔ اور جاہلیت کے زمانہ کے خون ختم کر دیئے گئے ۴۳۔ میں اپنے خونوں میں سے پہلا خون ختم کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ ابن حارث کا خون ہے۔ ۴۴۔ یہ بنی سعد میں شیر خوار تھے تو انہیں قوم ہذیل نے قتل کر دیا تھا ۴۵۔ اور جاہلیت کے زمانہ کے سود ختم ہیں میں اپنے سودوں میں سے پہلا سود ختم کرتا ہوں وہ عباس ابن عبدالمطلب کا سود ہے وہ سارا ہی ختم ۴۶۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کہ تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امان میں لے لیا ہے اور کلمۃ الٰہیہ سے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے ۴۷۔ تمہارے ان پر یہ حقوق ہیں کہ وہ تمہارے بستروں کو ان سے پامال نہ کرائیں

marfat.com

قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَآءِ وَيَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَآءِ اِلَى الصَّخَرَاتِ وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيْلًا حَتّٰى غَابَ الْقُرْصُ وَاَرْدَفَ اُسَامَةَ وَدَفَعَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِاَذَانٍ وَّاحِدٍ وَّاِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَصَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَآءَ حَتّٰى اَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهٗ وَهَلَّلَهٗ وَوَحَّدَهٗ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى اَسْفَرَ جِدًّا فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ ابْنَ عَبَّاسٍ حَتّٰى اَتٰى بَطْنَ مُحَسِّرٍ فَحَرَّكَ قَلِيْلًا ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيْقَ الْوُسْطٰى الَّتِيْ تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى حَتّٰى اَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِيْ عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِّنْهَا مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ رَمٰى مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلٰثًا وَّسِتِّيْنَ بَدَنَةً بِيَدِهٖ ثُمَّ اَعْطٰى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَاَشْرَكَهٗ فِيْ هَدْيِهٖ ثُمَّ اَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ

جنہیں تم ناپسند کرتے ہو ۴۸۔ پھر اگر وہ عورتیں ایسا کریں تو تم انہیں غیر مہلک مار مارو ۴۹۔ اور عورتوں کی تم پر بھلائی سے ان کی روزی اور بھلائی سے ان کا کپڑا ہے ۵۰۔ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اس کے ہوتے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے جب تک تم اسے تھامے رہے 'یعنی قرآن کریم ۵۱۔ اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے' سب بولے ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے تبلیغ فرمادی اور امانت ادا کردی اور خیر خواہی فرمائی ۵۲۔ پھر حضرت بلال نے اذان دی پھر تکبیر کہی حضور انور نے نماز ظہر پڑھی پھر تکبیر کہی تو عصر پڑھ لی۔ ان دو نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا ۵۳۔ پھر سوار ہوئے حتی کہ عرفات کے جائے قیام پر تشریف لائے تو اپنی قصواء کا پیٹ بڑے پتھروں کی طرف کر دیا اور حبل مشاۃ کو اپنے سامنے لیا اور قبلہ کو منہ کیا ۵۴۔ پھر وہاں اتنا ٹھہرے رہے کہ سورج ڈوب گیا اور کچھ زردی غائب ہو گئی تا آنکہ سورج کی ٹکیہ پوری چھپ گئی ۵۵۔ اور حضرت اسامہ کو ردیف بنالیا اور روانہ ہو گئے حتیٰ کہ مزدلفہ پہنچ گئے ۵۶۔ پھر وہاں ایک اذان اور دو تکبیروں سے نماز مغرب و عشاء پڑھی درمیان میں نوافل کچھ نہ پڑھے ۵۷۔ پھر کچھ لیٹ گئے۔ ۵۸۔ حتی کہ فجر طلوع ہو گئی تو سویرا چمکتے ہی اذان و تکبیر کے ساتھ فجر پڑھی ۵۹۔ پھر قصواء پر سوار ہو لئے۔ حتی کہ مشعر پہاڑ کے پاس تشریف لائے پھر قبلہ کو منہ کیا اور رب سے دعا مانگی۔ تکبیر و تہلیل و توحید کہتے رہے وہاں ٹھہرے رہے حتی کہ خوب اجیالا ہو گیا ۶۰۔ تو سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہو گئے اور حضرت فضل ابن عباس کو اپنے پیچھے سوار کر لیا ۶۱۔ حتی کہ بطن وادی میں آئے تو اپنی اونٹنی کو کچھ حرکت دی ۶۲۔ پھر درمیانی راستے پر پڑ گئے جو بڑے جمرے پر نکلتا ہے ۶۳۔ حتی کہ اس جمرہ پر پہنچے جو درخت کے پاس ہے ۶۴۔ تو اسے سات کنکر مارے جن میں سے ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہتے تھے جو کنکر ٹھیکری جیسے تھے ۶۵۔ بطن وادی سے رمی کی

marfat.com

فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ فَأَتَى عَلَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ فَقَالَ انْزِعُوا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلَى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ فَنَاوَلُوهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۶۶۔ پھر قربانی گاہ کی طرف لوٹے تو تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے قربانی کئے پھر حضرت علی کو مرحمت فرمائے تو بقیہ انہوں نے قربانی کئے ۶۷۔ اور حضور نے انہیں اپنی ہدی میں شریک کرلیا ۶۸۔ پھر حکم دیا تو ہر اونٹ کی ایک بوٹی لے کر ہانڈی میں ڈالی اور پکائی گئی تو ان دونوں صاحبوں نے وہ گوشت کھایا اس کا شوربا پیا ۶۹۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور بیت اللہ شریف چلے تو نماز ظہر مکہ میں پڑھی ۷۰۔ پھر بنی عبدالمطلب کے پانی تشریف لائے جو زمزم پر پانی کھینچ رہے تھے فرمایا اے بنی عبدالمطلب کھینچے جاؤ ۷۱۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ سب لوگ تمہارے پاس کھینچنے میں تم پر غلبہ کرلیں گے تو میں تمہارے ساتھ پانی کھینچتا ۷۲۔ لوگوں نے حضور کو ڈول پیش کیا آپ نے اس سے پیا ۷۳۔ (مسلم) ۷۴۔

(۲۴۳۸) ۱۔ حج ۶ھ یا ۷ھ یا ۹ھ میں فرض ہوا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض ہوتے ہی نہ کیا کہ آپ کو اپنی زندگی شریف کی خبر تھی کہ ابھی وفات نہیں ہے، ہم پر فوراً اس لئے فرض ہوتا ہے کہ ہمیں زندگی کی خبر نہیں ۱۰ھ میں حج کیا، اسی کا نام حجۃ الوداع ہے، لہٰذا حضور انور نے بعد فرضیت حج صرف ایک حج کیا، حضور نے عمرے کل چار کئے ہیں ۲۔ مرقات نے فرمایا کہ کل ایک لاکھ تیس ہزار حجاج جمع ہوگئے، اشعہ میں ہے کہ وہ حضرات ایک لاکھ تھے یا ایک لاکھ چودہ ہزار یا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو سکتا ہے کہ لولا "تھوڑے ہوں" آگے جاتے ہوئے ملتے ہوں گے، خیال رہے کہ کل صحابہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں سے اصحاب بدر تین سو تیرہ، پھر ان میں خلفائے راشدین چار، ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق افضل الخلق بعد الانبیاء ہیں جیسے نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں، رسول تین سو تیرہ، مرسلین چار ان میں سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہیں۔ دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ، یہ حضرات اپنے گھروں سے سیدھے مکہ معظمہ نہ پہنچ گئے۔ بلکہ پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تاکہ کعبہ ایمان کے ساتھ کعبہ اجسام کی طرف سفر کریں، اب بعض عشاق پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں پھر مکہ معظمہ اسی سنت پر عمل کرنے کے لئے، بعض اس کے برعکس کرتے ہیں وللناس فیما یعشقون مذاھب ۳۔ یہ روانگی ۲۵ ذیقعدہ ۱۰ھ بعد ظہر ہوئی جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت انس سے، اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی جس کجاوے پر حضور انور سوار تھے اس کی قیمت چار درہم یعنی ایک روپیہ دو آنے تھی۔ (مرقات) ۴۔ اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کی زوجہ تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے نکاح میں آئیں۔ آپ کے بعد حضرت علی مرتضٰی نے نکاح کیا، محمد ابن ابی بکر ان سے پیدا ہوئے، پھر حضرت علی سے یحیٰی ابن علی انہیں کے بطن سے پیدا ہوئے (مرقات) محمد ابن ابوبکر صدیق صغر سن صحابی ہیں، ۲۸ھ میں اصحاب امیر معاویہ کے ہاتھوں شہید ہوئے (مرقات) ۵۔ یعنی میں اس حالت میں احرام یا حج کیسے ادا کروں خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں عصر، مغرب، عشاء اور اگلی فجرو ظہر پڑھیں۔ حضور کی تمام ازواج پاک آپ کے ساتھ تھیں (مرقات) حضرت اسماء کا

marfat.com

جوش ایمانی اور شوق حج قابل داد ہے کہ اس حالت میں بھی حضور کے ساتھ روانہ ہو گئیں ۶۔ یعنی نفاس نہ تو احرام سے مانع ہے نہ ادائے حج و عمرہ سے' صرف طواف منع ہے کہ وہ مسجد میں ہوتا ہے اور نفساء کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں اور احرام کے وقت یہ عورت نفل نہ پڑھے' کہ نفاس میں نماز پڑھنا حرام ہے۔ ۷۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے احرام کے نفل علاوہ فرض ظہر کے ادا کئے' پھر قصواء پر سوار ہوئے' قصواء قصیٰ بمعنی دوری سے بنا' یا قصو بمعنی کان کٹنے سے بنا' چونکہ یہ اونٹنی بہت تیز رفتار اور دور تک جانے والی تھی یا چونکہ اس کے ایک کان کا کچھ حصہ کٹا ہوا تھا اس لئے اسے قصواء کہتے تھے' یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی خاص اونٹنی تھی' ۸۔ یہاں اہل کے معنی ہیں بلند آواز سے پکارا' توحید سے مراد ہے رب تعالیٰ کی واحد نیت یعنی رب کی توحید پکاری' چونکہ تلبیہ میں لا شریک لک بھی ہوتا ہے اس لئے بالتوحید فرمایا' بعض شوافع نے توحید کے معنی ازلوج کئے یعنی صرف حج کا تلبیہ فرمایا' اور اس سے ثابت کیا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے افراد کیا مگر یہ معنی بہت ہی بعید ہیں' قوی وہ ہی ہے جو عرض کیا گیا۔ لہٰذا یہ جملہ شوافع کی تائید نہیں اور احناف کے خلاف نہیں۔ ۹۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حاجی کا لبیک کہنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار اور بلاوے کا جواب ہے' چنانچہ حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا کہ جب جناب خلیل بناء کعبہ سے فارغ ہوئے تو رب نے فرمایا لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ' عرض کیا مولیٰ میری آواز سب تک کیسے پہنچے گی' فرمایا پکارنا بلانا تمہارا کام ہے' تمہاری آواز سب تک پہنچانا ہمارا کام چنانچہ آپ نے پکارا' زمین و آسمان میں آپ کی آواز پہنچی' اور لبیک اسی پکار کا جواب ہے (مرقات) معلوم ہوا کہ بحکم پروردگار نبی کی آواز زمین و آسمان میں پہنچ سکتی ہے آج بذریعہ ریڈیو (RADIO) تار (TELEGRAPH) کی طاقت سے لاکھوں میل دور آواز پہنچادی جاتی ہے تو نور کی طاقت تار سے کہیں زیادہ ہے۔ ۱۰۔ کفار عرب اسلام سے پہلے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا سخت گناہ اور بد ترین جرم سمجھتے تھے ماہ صفری عمرہ جائز مانتے تھے' چنانچہ حضرات صحابہ کا اس موقعہ پر عمرہ کی طرف دھیان بھی نہ گیا' بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ حضور انور نے احرام کے وقت ہی لوگوں کو احرام کے اقسام بتا کر فرما دیا تھا کہ جو حج کا احرام باندھنا چاہے وہ یہ احرام باندھے' جو عمرہ کرنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھے (مرقات) ۱۱۔ اس طرح کہ تین ذی الحجہ ہفتہ کے دن ذی طوی پہنچ گئے وہاں رات گزاری اور ۴ ذی الحجہ اتوار کے دن صبح کے وقت باب السلام کی طرف سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے طواف قدوم کیا' بیت اللہ شریف کی تحیۃ طواف ہے دوسری مسجدوں کی تحیۃ دو رکعت نفل۔ ۱۲۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ سلام سے سیدھے رکن اسود پر پہنچے' اس کو بوسہ دے کر طواف قدوم کیا' طواف میں اکڑ کر چلنے کو رمل کہتے ہیں' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چکروں میں رمل کیا یعنی پہلوان کی طرح اظہار قوت دکھاتے چلے' رمل کی وجہ اور جگہ بیان ہو گی انشاء اللہ اور چار چکر آہستہ معمولی رفتار پر ۱۳۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر جناب خلیل اللہ نے کعبہ کی دیواریں اونچی فرمائیں ہر طواف کے بعد دو نفل پڑھے جاتے ہیں' یہ نفل اسی جگہ پڑھنا سنت ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر پر نبی کے قدم پڑ جائیں وہ پتھر بھی قابل احترام ہو جاتا ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ عین نماز میں بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم کرنا ثواب ہے' شرک نہیں' تو جو کہے نماز میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال کرنا شرک ہے وہ دراصل حضور کی اہانت کرتا ہے' جب جناب خلیل اللہ کے نشان قدم والے پتھر کو آگے رکھ کر نماز پڑھنا درست ہوا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ تو بہت اعلیٰ ہے ۱۴۔ واؤ ترتیب کے لئے نہیں صرف جمع کے لئے ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نفل طواف کی پہلی رکعت میں قل یاایھا الکفرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھی کہ یہ

marfat.com

جگہ پہلے بت خانہ بنی ہوئی تھی۔ اب رب تعالٰی کے کرم سے پاک و صاف ہوئی تو پہلی رکعت میں شرک سے بیزاری کا اظہار اور دوسری رکعت میں توحید الٰہی کا اعلان فرمایا' چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ قرات میں بھی بعض لفظ اونچی آواز سے پڑھ دیتے تھے۔ اس لئے لوگوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں رکعت میں فلاں سورت پڑھی ۱۴۔ باب الصفا سے صفا پہاڑ کی طرف گئے' اور یہ آیت پڑھ کر صفا پر کچھ چڑھے وہاں دعائیں مانگیں' خیال رہے کہ صفا مروہ وہ پہاڑ ہیں' جن پر بی بی حاجرہ رضی اللہ عنہا تلاش پانی میں سات بار چڑھیں' چونکہ ان پہاڑوں کو اس بی بی پاک کی قدم بوسی میسر ہوئی' اس لئے انہیں رب تعالٰی نے شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیاں قرار دیا' معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات' ان کے تبرکات شعائر اللہ بن جاتے ہیں' ان کی تعظیم ثواب ہے شرک نہیں سعی میں صفا سے شروع کرنا سنت ہے اور حج میں صفا مروہ کے درمیان سعی واجب ہے رکن نہیں' یہ ہی مذہب احناف ہے۔ ۱۵۔ اس زمانہ میں صفا اور کعبہ معظمہ کے درمیان کوئی آڑ نہ تھی' اس لئے صفا پر کچھ چڑھنے میں کعبہ معظمہ نظر آتا تھا' اب آڑ واقع ہو چکی ہے' اب کعبہ معظمہ نظر نہیں آتا' لیکن نظر آنا ضروری نہیں صرف کعبہ کو منہ کرنا ضروری ہے۔ اب تو صفا پہاڑ پر حرم مسجد وسیع کردی گئی ہے کہ سعی مسجد ہی میں ہوتی ہے ۱۶۔ اب بھی سنت یہ ہے کہ صفا شریف پر یہ ہی دعا پڑھی جائے ۱۷۔ اس کلمہ میں غزوہ خندق کی طرف اشارہ ہے جبکہ ہر قسم کے کفار نے متفقہ طور پر مدینہ طیبہ پر یلغار کی تھی' رب تعالٰی نے تیز سرد ہوا کے ذریعہ انہیں بھگا دیا' اس سے معلوم ہوا کہ سخت مصیبت کا وقت یاد رکھنا اور اس کے دفعیہ پر رب تعالٰی کا شکر کرتے رہنا سنت ہے' یہ واقعہ بہت پہلے ہو چکا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک وقتاً" فوقتاً" اس کا ذکر فرماتے رہے رب تعالٰی کی حمد و شکر کے لئے ۱۸۔ اس طرح کہ پہلے بھی اللہ کا ذکر کیا بعد میں بھی' اور درمیان میں دعائیں مانگیں' سنت یہ ہی ہے کہ دعا اللہ کے ذکر سے گھری ہو کہ ایسی دعا انشاء اللہ رد نہیں ہوتی ۱۹۔ اولا" ذکر الٰہی پھر دعا پھر ذکر الٰہی' یہ ایک بار ہوا' اس طرح تین دفعہ عمل کیا' حاجی اسی پر عمل کرے ۲۰۔ یعنی صفا کی ڈھلائی اور مروہ کی چڑھائی کے درمیان جو ہموار زمین ہے جسے بطن وادی کہتے ہیں وہاں سعی کی' سعی کے معنی ہیں دوڑ لگانا' چونکہ اسی جگہ حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں' اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ سعی فرمائی' اس مقبول بی بی کی پوری نقل اتارنا سنت ہے' مقبولوں کی نقل بھی اچھی' کہ اللہ تعالٰی اصل کے طفیل نقل پر کرم فرمادے' بطن وادی لغۃ" پہاڑ یا ٹیلے کے درمیان شگاف کو کہتے ہیں۔ ۲۱۔ یعنی جب مروہ شریف کی چڑھائی شروع ہوئی تو پھر معمولی رفتار سے چلنا شروع فرمادیا' دوڑ ختم کردی۔ ۲۲۔ یعنی اس قدر چڑھنا کہ کعبہ معظمہ سامنے آجائے' کعبہ معظمہ کو منہ کرنا اللہ کا ذکر و دعائیں کرنا غرضیکہ جو کچھ صفا پر کیا' وہ ہی مروہ پر بھی کیا' وہ ہی دعائیں و ذکر جو صفا پر کیا تھا وہ ہی مروہ پر کیا' اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل سعی فرمائی' سواری پر نہ کی' یہ ہی سنت ہے' بلاعذر سواری پر سعی کرنا خلاف سنت ہے' مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت کی کہ حضور نے سواری پر سعی فرمائی وہ عمرہ قضاء کا واقعہ ہے۔ اور وہ سوار ہونا بھی دشواری و معذوری کی وجہ سے تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لئے مکہ والے ہجوم بن کر آئے اور حضور کے پاس سے ہٹتے نہ تھے' پیدل سعی ناممکن ہو گئی تھی لہذا احادیث میں تعارض نہیں (مرقات) ۲۳۔ یعنی ہم نے قران کا احرام باندھ لیا' اور ہدی ہمارے ساتھ ہے' اب ہم کو عمرہ کرکے احرام کھول دینا جائز نہ رہا۔ اور ہم نے تم کو حکم دیا کہ عمرہ کرکے احرام کھول دو۔ شاید تم کو احرام کھولنا گراں گزرے کہ تم ہماری سنت پر عمل کرنے کے دلدادہ ہو تم ہمارے سے اعمال کرنا چاہتے ہو' اگر ہمیں احرام سے پہلے یہ خیال آجاتا تو ہم ہدی ساتھ نہ لاتے اور نہ۔ قران کا احرام باندھتے اور ہم بھی عمرہ کرکے کھل جاتے' تاکہ تم کو عمرہ پر کھل جانا گراں نہ ہوتا

marfat.com

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قران کیا اور قران ہی افضل ہے' دوسروں کو عمرہ کرکے کھل جانے کا حکم ایک مصلحت کی بناء پر دیا جیساکہ پہلے عرض کیا گیا کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے زمانہ میں عمرہ کرنا اور حج کے قریب تک حلال رہنا سخت گناہ سمجھا جاتا تھا' وہ رسم توڑنا تھی' دوسرے یہ کہ صحابہ کرام حضور کی ہر ادا کی نقل کرنا سعادت سمجھتے تھے۔ ۲۴۔ یعنی صرف حج یا عمرے کا احرام بندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی ہو تو ہدی کی قربانی کے بعد احرام کھولے' دسویں ذی الحجہ کو' مگر جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی نہ ہو' تو وہ عمرے کے افعال ادا کرکے احرام کھول دے' اس طرح کہ حج کے احرام کو عمرہ بنادے' اسے فسخ حج الی العمرۃ کہتے ہیں' یہ فسخ صرف اس سال ہی صحابہ کے لئے جائز ہوا' اب تاقیامت کسی کو جائز نہیں' اب حج کا احرام بعد حج ہی کھل سکتا ہے' چنانچہ روایات میں ہے کہ بلال ابن حارث نے عرض کیا یا رسول اللہ فسخ ہمارے لئے خاص ہے یا آئندہ بھی ہو گا' فرمایا صرف تمہارے لئے خاص طور پر ہے (مرقات) ۲۵۔ چار وجہ سے یہ حکم حاضرین پر گراں ہوا' ایک تو زمانہ حج میں عمرہ کرنا' کیونکہ اسلام سے پہلے زمانہ حج میں عمرہ گناہ کبیرہ سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے حج کا احرام عمرہ کرکے کھول دینا' اور تیسرے یوم عرفات کے قریب احرام کھولنا' چوتھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میسر نہ ہونا کہ حضور تو احرام میں ہیں اور ان حضرات کے احرام کھل گئے' سرکار کا یہ حکم صرف اس لئے تھا کہ لوگ اس زمانہ میں عمرہ کو گناہ نہ سمجھیں' حضرت سراقہ ابن مالک نے بھی پہلے مسئلہ کے متعلق سوال کیا کہ یا رسول اللہ زمانہ حج میں عمرہ کا جواز صرف اس سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے' بقیہ تین مسائل کے متعلق نہیں ہے' جیساکہ جواب عالی سے معلوم ہو رہا ہے' لہٰذا اب فسخ حج ہرگز جائز نہیں۔ ۲۶۔ یعنی عمرہ کا جواز زمانہ حج میں قیامت کے لئے ہے' امام احمد اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ فسخ حج الی العمرۃ تاقیامت رہے گا۔ ان کے ہاں اب حج کا احرام عمرہ کرکے کھول سکتے ہیں' مگر امام ابوحنیفہ' شافعی' مالک و جمہور علماء رضی اللہ عنہم کے ہاں نہیں کرسکتے' ان کی دلیل مسلم کی یہ حدیث ہے کہ متعہ یعنی فسخ حج صرف صحابہ کے لئے تھا' اور نسائی کی وہ روایت ہے کہ یا رسول اللہ فسخ حج صرف ہم لوگوں کے لئے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے فرمایا صرف ہم لوگوں کے لئے (مرقات و لمعات) ہاں یہ جائز ہے کہ عمرہ کا احرام والا جب عمرہ نہ کر سکے کہ تنگ وقت میں مکہ معظمہ پہنچے یا عورت کو حیض آجائے۔ جس سے وہ طواف نہ کرسکے' تو اس پر حج کا احرام باندھ لے' پہلے حج کرے بعد میں عمرہ جیساکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس موقعہ پر کیا تھا۔ ۲۷۔ اس زمانہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ یمن کے قاضی بناکر بھیجے گئے تھے انہیں وہاں ہی اطلاع دے دی گئی تھی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم حج کو جارہے ہیں تم مکہ معظمہ پہنچو' اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ ہدی ساتھ لیتے آؤ' کچھ اونٹ تو حضور خود لے گئے تھے اور بہت سے اونٹ حضور کے لئے جناب علی لے کر آئے تھے کل سو اونٹ ہوگئے تھے ۲۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج میں تعلیقاً نیت کرسکتے ہیں کہ خدایا جو فلاں بزرگ کی نیت وہ میری نیت' نماز میں تعلیق نیت درست نہیں' جیساکہ فقہ میں مصرح ہے۔ ۲۹۔ یعنی ہماری طرح تمہارا احرام بھی قران کا ہوگیا اور ہمارے ساتھ بھی ہدی ہے۔ تمہارے ساتھ بھی' لہٰذا ہماری طرح تم بھی عمرہ کرکے احرام پر قائم رہنا۔ خیال رہے کہ جناب علی اپنے لئے بھی ہدی لائے تھے ۳۰۔ یہ نہیں پتہ لگاکہ حضور انور مدینہ منورہ سے اپنے ہمراہ کتنے اونٹ قربانی کے لئے لائے تھے اور حضرت علی کتنے لائے' بعض نے فرمایا کہ چالیس اونٹ سرکار لائے تھے اور ساٹھ اونٹ حضرت علی واللہ اعلم۔ ۳۱۔ اس سے حضرت عائشہ صدیقہ علیحدہ ہیں کہ آپ کے ساتھ ہدی نہ تھی' پھر بھی آپ کو حلال ہو جانے کا حکم نہ دیا گیا بلکہ عمرہ کے احرام پر حج کا احرام بندھوا دیا گیا (مرقات) خیال رہے کہ احرام کھولتے وقت سر منڈانا افضل ہے' مگر صحابہ نے اس

marfat.com

موقع پر بال کٹوائے تھے منڈائے نہیں' کیونکہ عنقریب ہی انہیں حج کا احرام باندھ کر کھولنا تھا' اسوقت تک منڈے ہوئے بال بڑھ نہ سکتے تھے۔ نیز انہوں نے چاہا کہ ہم محلقین روسکم و مقصرین دونوں پر عمل کریں' اس وقت بال کٹوالئے اور حج کا احرام کھولتے وقت منڈوادیئے (اشعہ) ۳۲۔ کہ وہ حضرات حلال نہ ہوئے مگروہ تھوڑے تھے' زیادہ تر بغیرہدی والے تھے ۳۳۔ آٹھویں ذی الحجہ کو ترویہ کہتے ہیں بمعنی سیراب کرنا' یا بمعنی غور کرنا' چونکہ اہل عرب حج کے لئے آٹھویں ذی الحجہ کو اونٹ کو پانی پلا لیتے تھے' یا حضرت خلیل اللہ نے آٹھویں ذی الحجہ کو اپنی خواب کے متعلق غور کیا تھا کہ قربانی کس چیز کی دوں اس لئے اسے ترویہ کہتے ہیں' غرضیکہ ترویہ یا روی سے ہے یا رای سے' منی کے معنی ہیں بہانا' چونکہ اس میدان میں قربانیوں کا خون بہالیا جاتا ہے۔ لہٰذا منے کہا جاتا ہے۔
۳۴۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ آٹھویں ذی الحجہ کی نماز فجر پڑھ کر سورج نکلتے مکہ معظمہ سے منی روانہ ہو گئے' منی کا یہ قیام احناف کے ہاں واجب نہیں سنت ہے ۳۵۔ نمرہ عربی میں چیتے کو کہتے ہیں' عرفات کے قریب کنارہ حرم پر ایک پہاڑی کا نام نمرہ ہے۔ جس پر حضرت عمر نے مینار بنایا تھا تاکہ حد حرم کی علامت رہے۔ چونکہ اس پر سیاہ و سفید پتھر ہیں جو چیتے کے داغ کے مشابہ ہیں۔ اس لئے اسے نمرہ کہتے ہیں۔ (لمعات و اشعہ) اس جگہ حضور کے قیام کے لئے خیمہ لگا دیا گیا تھا' معلوم ہوا کہ عرفات وغیرہ میں پہلے سے اپنے واسطے خیمہ لگالینا جگہ پر قبضہ کرلینا جائز ہے جیسا کہ عموماً معلم حضرات آج کل کرتے ہیں' اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے ۳۶۔ اسلام سے پہلے کفار عرب کے دستور تھا کہ قریش مکہ تو مزدلفہ میں ہی ٹھہر جاتے تھے عرفات نہ پہنچتے تھے اور عوام حجاج عرفات شریف جاتے تھے' تمام مسلمانوں کو یقین تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بھی مزدلفہ میں ہی قیام کریں گے عرفات تشریف نہ لے جائیں گے' کہ آپ تو قریش کے سردار ہیں' قرشی ہیں' ہاشمی ہیں۔ مطلبی ہیں صلے اللہ علیہ وسلم' مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہور نبوت سے پہلے جو حج کئے' ان میں عوام کے ساتھ عرفات شریف میں ہی قیام فرماتے رہے۔
۳۷۔ قریش کہتے تھے کہ ہم حرم شریف کے کبوتر ہیں حرم سے باہر نہ جائیں گے' عرفات حرم سے باہر ہے' نیز اس میں اپنا شرف بھی ظاہر کرتے تھے کہ ہم سردار معلوم ہوں۔ ۳۸۔ یعنی اس قبہ میں قیام پذیر ہوئے' معلوم ہوا کہ بحالت احرام چھت' چھتری' خیمہ وغیرہ کا سایہ لینا جائز ہے' امام مالک و احمد کے ہاں ممنوع ہے' یہ حدیث ان کے خلاف نہیں' ۳۹۔ بطن وادی عرفات میں ایک میدان کا نام ہے جسے بطن عرفہ بھی کہتے ہیں' یہ جگہ عرفات میں داخل نہیں ہے' یہاں مسجد ابراہیم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ابراہیم قبیس عباسی کی طرف منسوب ہے' اب بھی نماز ظہر و عصر وہاں ہی ہوتی ہے' اسی میدان میں ہی مسجد شریف واقع ہے جسے مسجد نمرہ کہتے ہیں۔
۴۰۔ یعنی جیسے ماہ ذی الحجہ خصوصاً عرفہ کے دن حرم شریف کی زمین میں گناہ کرنا بدترین جرم ہے' کہ اس میں تین جرموں کا مجموعہ ہے' گناہ جرم محترم جگہ کی بے حرمتی جرم حرمت والی تاریخ و مہینہ کی بے ادبی جرم ایسے ہی مسلمان کا خون بہانا' مال مارنا کئی جرموں کا مجموعہ ہے کہ یہ ظلم بھی ہے اور اللہ تعالٰی کی ناراضی کا باعث بھی' اور میری تکلیف و ایذاء کا سبب بھی ہے' بعض نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے نفس یعنی خون کی حرمت کو حرم شریف کی حرمت سے تشبیہ دی جو دائمی و باقی ہے' اور حرمت مال کو اس زمانہ کی حرمت سے تشبیہ دی جو عارضی ہے مگر پہلی توجیہ قوی ہے۔ اور یہ کلام شریف بہت ہی بلیغ ہے۔ ۴۱۔ یعنی ہم نے اسلام سے پہلے والی تمام بری رسمیں مٹادیں نوحہ' ماتم' بتوں کے نام کے ذبیحہ وغیرہ تمام مٹادیں' اب کوئی وہ رسوم ادا نہ کرے۔
۴۲۔ یعنی اسلام سے پہلے جو ظلماً خون کردیئے گئے تھے۔ اور ان کا قصاص باقی تھا وہ تمام خون معاف کردیئے گئے' اب ان میں سے کسی قاتل پر قصاص نہیں' اب نیا راج ہے نیا راجہ۔ نیا دور ہے نئے دور والا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۴۳۔ اس بچے کا نام ایاس

marfat.com

ابن ربیعہ ابن حارث ابن عبدالمطلب ہے حارث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ان کے بیٹے ربیعہ صحابی ہیں جنہوں نے خلافت فاروقی میں وفات پائی۔ ۴۴؎۔ اس طرح کہ بنی سعد و ہذیل قبیلوں میں جنگ ہوئی تھی۔ ہذیل کا ایک پتھر ایاس کے لگا جس سے وہ وفات پا گئے' مشکوۃ کے بعض نسخوں میں دم ربیعہ ہے بغیر ابن کے' خون سے مراد ربیعہ کے خون کا مطالبہ ہے۔ جس کے وہ ولی ہیں' ورنہ مقتول ایاس ابن ربیعہ ہیں نہ کہ خود ربیعہ۔ ۴۵؎۔ یعنی زمانہ جاہلیت کے تمام غصب کئے ہوئے' لوٹے ہوئے اور سودی کاروبار کے مال معاف ہیں' جن کے ذمہ کسی کا قرض ہے اور سود بھی چڑھا ہوا ہے اس کے سود معاف' وہ اصل رقم ادا کر دے۔ حضرت عباس اسلام سے پہلے سود لیتے تھے' ان لوگوں پر بہت قرض و سود تھے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیئے' اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے جان و مال کے مالک ہیں' دیکھو آپ بذات خود خون بھی معاف فرمار ہے ہیں۔ اور مال بھی ان حق والوں سے معاف نہیں کرایا' دوسرے یہ کہ قانون پر پہلے بادشاہ اور اس کے اہل قرابت عمل کریں' پھر رعایا سے عمل کرائیں تب قانون چلتا ہے' اگر خود عمل نہ کریں تو رعایا عمل نہ کرے گی۔ جیسے آج دیکھا جارہا ہے کہ قانون فٹ بال (Foot Ball) بن کر رہ گئے ہیں۔ دیکھو سرکار نے یہ دونوں قانون پہلے اپنے اور اپنے اہل قرابت پر جاری فرمائے۔ ۴۶؎۔ یہ ف' عاطفہ ہے یعنی مال و خون کے معاملات میں ظلم نہ کرو' پھر اپنی بیویوں پر بھی زیادتی نہ کرو' امان معنی امانت و عہد ہے یعنی تم نے انہیں اللہ کی ضمانت پر اپنے نکاح میں لیا ہے' کلمۃ اللہ سے مراد اللہ کا حکم ہے کہ فانکحوھن یعنی اللہ تعالٰی کے فرمان کے ماتحت تمہارے لئے وہ حلال ہوئی ہیں' ہمارے ہاں بوقت نکاح دولہا دلہن کو کلمہ پڑھاتے ہیں' اس کا ماخذ یہ حدیث ہو سکتی ہے تا کہ دونوں کا معاہدہ مضبوط رہے۔ کلمہ پڑھ کر عہد و پیمان کریں۔ ۴۷؎۔ یعنی تمہارے گھروں میں کسی ایسے کو نہ آنے دیں۔ اور تمہارے بستروں پر کسی ایسے کو نہ بیٹھنے دیں جن کا آنا بیٹھنا تم ناپسند کرتے ہو' فقہاء فرماتے ہیں کہ عورت کے میکے والے حتی کہ اس کے ماں باپ بھی بغیر خاوند کی اجازت اس کے گھر نہ جائیں' اگر خاوند ان کا آنا اپنے گھر میں ناپسند کرے تو عورت انہیں نہ بلائے بلکہ میکے جا کر ان سے مل آئے' اس کا ماخذ یہ حدیث ہے' ہاں مرد عورت کو ماں باپ کے ملنے سے منع نہیں کر سکتا کہ اس میں قطعیت رحم ہے۔ ۴۸؎۔ یعنی انہیں اس قصور پر سزا دے سکتے ہو معلوم ہوا کہ مرد عورت کو سزاء "معمولی طور پر مار سکتا ہے' کیونکہ مرد عورت کا حاکم ہے جیسے ماں' باپ' استاد اپنی اولاد شاگرد کو تنبیہہ" مار پیٹ سکتے ہیں۔ ایسے ہی خاوند بیوی کو' مگر مار معمولی ہو' اسی لئے غیر مبرح فرمایا کہ اس مار سے ایذاء مقصود نہیں اصلاح مقصود ہے ۴۹؎۔ بھلائی سے روٹی کپڑے کے معنے یہ ہیں کہ خوشدلی سے دو' ان کے خرچ کو بوجھ نہ سمجھو اور جیسا خود کھاؤ پہنو ویسا ہی انہیں کھلاؤ پہناؤ۔ ۵۰؎۔ یعنی میں جارہا ہوں اور قرآن کریم تم میں چھوڑے جاتا ہوں' اگر تم نے اپنے عقائد و اعمال اس کے مطابق رکھے تو گمراہ نہ ہو گے' خیال رہے کہ پورے قرآن پر عمل ضروری اور قرآن شریف میں تو یہ حکم بھی ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرو' اور یہ بھی ہے کہ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کی' لہذا سنت پر عمل لازم ہوا' اب یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ سنت پر عمل ضروری نہیں قرآن کافی ہے۔ ۵۱؎۔ معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ایمان کی گواہی دیں گے اور ہم لوگ حضور کی تبلیغ کی گواہی دیں گے' ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا کوئی بے ایمان انکار نہ کر سکے گا تا کہ پھر اس کی تحقیق کی جائے' لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لا تسئل عن اصحٰب الجحیم یہ سوال اور ہے اور جس سوال کی نفی ہے وہ اور سوال ہے۔ ۵۲؎۔ یعنی مولٰی تو ان کی گواہی کا گواہ ہو جا' رب تعالٰی فرماتا ہے وکفی باللہ شہیدا رب تعالٰی احکم الحاکمین بھی ہے اور گواہوں کا گواہ بھی' ہر حاکم گواہوں کا گواہ ہوتا

marfat.com

ہے۔ لہٰذا یہ گواہی رب تعالٰی کی حاکمیت کے خلاف نہیں‘ بعض نسخوں میں ینکبھاب سے ہے نکب بمعنی جھانکنا اور نکت ت سے بمعنی کریدنا۔ ۵۳۔ یہ جمع صلوٰتین ہے‘ عرفات میں ظہرو عصر ایک اذان اور دو تکبیروں سے ظہر کے وقت میں ادا کی جاتی ہے۔ ظہر کی سنتیں و نفل چھوڑ دی جاتی ہیں تا کہ عرفات پہاڑ پر جلد پہنچیں اور دعاؤں کے لئے کافی وقت ملے: لطیفہ معمہ:۔ سوال: وہ کون سی جگہ ہے جہاں نفل کی وجہ سے فرض چھوڑ دیا جاتا ہے؟ ☆ جواب: وہ عرفات ہے‘ جہاں نفل یعنی دعاؤں کی وجہ سے عصر کا وقت جو فرض ہے چھوڑ دیا جاتا ہے: امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں یہ جمع صلوٰتین حج کی وجہ سے ہے‘ امام شافعی کے ہاں سفر کی وجہ سے مذہب حنفی قوی ہے۔ کیونکہ خود مکہ والے جو مسافر نہیں ہوتے وہ بھی یہاں جمع صلوٰتین کرتے ہیں اب امام مکہ معظمہ میں رہتا ہے مگر جمع کرتا ہے۔ ۵۴۔ جبل ریگ رواں کو کہتے ہیں جس پر رسیوں کی طرح سلوٹیں پڑی ہوتی ہیں‘ مشاۃ ماش کی جمع بمعنی چلنے والے‘ چونکہ ریگ کی وجہ سے یہاں سواری پر نہیں چل سکتے پیدل چلنا پڑتا ہے اس لئے اسے جبل مشاۃ کہتے ہیں‘ یہ ایک میدان ہے عرفات شریف میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے پتھریلے علاقہ پر اونٹنی کھڑی کی‘ اس طرح کہ ریگستانی خطہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگیا اور قبلہ کو آپ کا منہ ہو گیا‘ حجاج کو اس جگہ کھڑے ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ شاید کبھی حضور کی جائے قیام پر کھڑا ہونا نصیب ہو جائے ۵۵۔ پہلے غائب ہونے سے مراد تھا سورج کا کچھ حصہ غائب ہونا‘ اور اس غائب ہونے سے مراد ہے پورا سورج ڈوب جانا‘ بیان میں ترتیب نہیں کیونکہ زردی سورج ڈوب چکنے کے بعد غائب ہو جاتی ہے‘ راوی نے غروب آفتاب کا ذکر دو بار کیا تاکید کے لئے‘ تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ غروب سے قریب غروب ہونا مراد ہے‘ ۵۶۔ یعنی آفتاب عرفات ہی میں غروب ہو گیا‘ اس کے بعد آپ مزدلفہ کی طرف اس طرح روانہ ہوئے کہ حضرت اسامہ ابن زید کو اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کر لیا‘ مزدلفہ‘ زلف بمعنی قریب سے ہے یا زلف بمعنی ہموار زمین سے چونکہ یہ جگہ منے سے قریب ہے‘ نیز اسی جگہ حضرت آدمؑ و حوا کی ملاقات کا قرب ہوا اور یہاں کی زمین ہموار ہے‘ اس لئے اسے مزدلفہ کہتے ہیں‘ مزدلفہ میں رات گزارنا ہمارے ہاں اور امام احمد کے ہاں سنت ہے‘ بعض شوافع کے ہاں فرض ہے (لمعات و اشعہ) بعض کے ہاں واجب ۵۷۔ امام احمد و زفر کے ہاں یہ ہی طریقہ ہے‘ ہمارے ہاں یہ دونوں نمازیں ایک ہی اذان اور ایک ہی تکبیر سے ہوں گی‘ کیونکہ عرفات میں تو عصر وقت سے پہلے ہوئی تھی‘ اسی لئے اس کی علیحدہ اطلاع ضروری تھی‘ مگر یہاں عشاء اپنے وقت میں ہو رہی ہے۔ اس کی نئی اطلاع کی ضرورت نہیں‘ مسلم و ترمذی نے حضرت ابن عمر سے ایک تکبیر کی روایت کی‘ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا (اشعہ) ۵۸۔ عشاء کی سنتیں و وتر و نفل پڑھ کر لیٹے‘ اس لئے ثم ارشاد فرمایا‘ اب بھی حاجی کو مزدلفہ میں پوری عشاء مع سنت و تر پڑھنا چاہیے (مرقات) مرقات نے فرمایا کہ سنت مغرب بھی پڑھنا بہتر ہے۔ اس صورت میں یہاں نوافل اوابین کی نفی ہو گی۔ ۵۹۔ آپ ہمیشہ تو فجر اجیالے میں پڑھا کرتے تھے‘ مگر آج مزدلفہ میں فجر اول وقت پوپھٹتے ہی پڑھی‘ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ فجر اجیالے میں پڑھنا چاہیے۔ معلوم ہوا کہ مزدلفہ کی شب میں حاجی کو سونا سنت ہے‘ اگرچہ عموماً عید کی رات کو جاگنا بہتر ہے۔ ۶۰۔ مشعر حرام مزدلفہ میں ایک خاص جگہ کا نام ہے جہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے۔ یہ جگہ قزح پہاڑ کے قریب ہے‘ اسی جگہ حاجی کو ٹھہرنا چاہیے۔ ۶۱۔ کفار مکہ سورج نکلنے کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہوتے تھے جبکہ پہاڑ کی چوٹی چمک جاتی تھی‘ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے سورج نکلنے سے پہلے روانگی فرمائی اور یہاں سے حضرت فضل ابن عباس کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ ۶۲۔ وادی محسر مزدلفہ و منی کے درمیان ایک جنگل ہے‘ محسر کے معنی ہیں تھک جانے کی جگہ‘ رب تعالٰی فرماتا ہے خاسئا وھو حسیرا اصحاب فیل کا ہاتھی اس جنگل میں پہنچ کر تھک گیا تھا اس لئے محسر کہتے ہیں‘

marfat.com

بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں ہی اصحاب فیل پر عذاب آیا تھا اس لئے یہاں سے جلد گزر جانا چاہیے' جیسے قوم ثمود و عاد کی زمین سے جلد گزر جانا چاہیے' بعض نے فرمایا کہ یہاں مشرکین ٹھہر جاتے تھے' ان کی مخالفت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے جلد گزرے واللہ اعلم (اشعہ) ۶۳۔ یعنی عرفات کو جاتے وقت اور راستہ اختیار کیا تھا واپسی پر دوسرا راستہ اختیار فرمایا' یہ راستہ جمرہ عقبہ پر نکلتا ہے' معلوم ہوا کہ عرفات کے جاتے آتے علیحدہ راستے اختیار کرنا سنت ہے۔ ۶۴۔ یہ جمرہ عقبہ ہے' شاید اس زمانہ میں یہاں کوئی درخت ہو گا' اب وہاں کوئی درخت نہیں ہے' یہ جمرہ مسجد خیف سے دور ہے' مکہ معظمہ کی جانب ہے' آخری جمرہ ہے۔ چونکہ اس پہاڑ کے پیچھے ہے' جہاں بیعت عقبہ ہوئی' اسی لئے اسے جمرہ عقبہ کہتے ہیں۔ ۶۵۔ خذف کے لفظی معنے ہیں انگلیوں سے کنکر پھینکنا' یہ کنکر باقلا کے دانہ کے برابر تھے' جو کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے سے پکڑ کر جمرہ (ستون) پر مارے جاتے تھے اب بھی ایسے ہی کنکر مارنا چاہئیں' بعض جہلا بڑے بڑے پتھر مارتے ہیں' بعض جوتے مارتے ہیں' یہ غلط بھی ہے اور حماقت بھی۔ ۶۶۔ یعنی جمرہ کے سامنے کھڑے ہو کر ہموار زمین سے رمی کی جسے بطن وادی کہتے ہیں' اوپر کے حصہ سے رمی نہ کی' بطن وادی کا پتہ وہ جگہ دیکھ کر ہی لگتا ہے۔ ۶۷۔ قربانی گاہ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام گاہ سے قریب ہی تھا مسجد خیف کے قبلہ کی طرف جمرہ عقبہ سے قریب اگرچہ منی سارا ہی قربانی گاہ ہے مگر بہتر یہ ہے کہ حضور انور کی قربانی گاہ میں پہنچ کر کی جائے (از مرقات) ۶۸۔ اس طرح کہ اپنی ہر قربانی میں حضرت علی مرتضی کا بھی حصہ رکھا۔ یہ جناب علی کی بڑی عظمت ہے ۶۹۔ یعنی حضرت علی مرتضی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیگچی سے بوٹیاں بھی کھائیں' اور شوربا بھی پیا' معلوم ہوا کہ اپنی قربانی کا گوشت کھانا سنت ہے' بعض نے واجب کہا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے فکلوا منہا ۷۰۔ حق یہ ہی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پہنچ کر زوال سے پہلے طواف زیارت کیا' پھر وہاں ہی ظہر پڑھی' جن روایات میں ہے کہ حضور نے منی سے واپس ہو کر پڑھی وہاں راوی کو دھوکا ہو گیا' وہاں حضور نے نوافل پڑھے علاوہ فرض ظہر کے' ورنہ ظہر غیروقت مستحب میں پڑھنا لازم ہو گا' اب بھی مستحب یہ ہی ہے کہ دسویں ذی الحجہ کو ہی طواف زیارت کرے اور ظہر حرم شریف میں ہی پڑھے مگر یہ بمشکل میسر ہوتا ہے' کہ اس دن کام زیادہ ہوتے ہیں اور قربانی میں بہت دیر لگ جاتی ہے۔ اکثر حجاج مکہ معظمہ میں پڑھتے ہیں ۷۱۔ یہ لوگ حضرت عباس کی اولاد اور کچھ دوسرے حضرات تھے' وہاں چاہ زمزم سے ہر شخص پانی نہیں بھر سکتا' یہ بھی خاص لوگوں کا حق ہے ۷۲۔ یعنی اگر ہم نے پانی کھینچا تو یہ عمل سنت ہو جائے گا اور ہر شخص اس سنت پر عمل کرے گا' تمہیں یہاں سے نکلنا پڑے گا' اس لئے ہم خود نہیں کھینچتے ۷۳۔ آپ نے کھڑے کھڑے ہی ڈول سے زمزم پیا' بقیہ پانی چاہ زمزم میں ڈال دیا گیا' اب اس پانی میں دو برکتیں ہیں' ایک تو حضرت ذبیح اللہ کے پاؤں شریف کا دھوون ہے اور دوسرے حبیب اللہ کا پیا ہوا پانی اس میں ہے مبارک ہیں وہ جنہیں اس کا پینا نصیب ہو ۷۴۔ یہ حدیث ابن ابی شیبہ' ابوداؤد' نسائی' عبد ابن حمید' بزاز' دارمی نے بھی حضرت امام جعفر صادق عن ابیہ عن جابر روایت کی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَ

(۲۴۳۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ۱؎ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں روانہ ہوئے تو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا ۲؎ ہم جب مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور ہدی نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا

marfat.com

مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدٰى فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا وَفِي رِوَايَةٍ فَلَا يَحِلَّ حَتّٰى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهٖ وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهٗ قَالَتْ فَحِضْتُ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ أُهْلِلْ إِلَّا بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطَ وَأُهِلَّ بِالْحَجِّ وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ حَتّٰى قَضَيْتُ حَجِّي بَعَثَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيمِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

احرام باندھا ہو اور ہدی لایا ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کا احرام باندھ لے ۳۔ پھر حلال نہ ہو حتی کہ ان دونوں سے حلال ہو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر حلال نہ ہو حتی کہ ہدی کی قربانی کر لے ۴۔ اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو وہ اپنا حج پورا کرے ۵۔ فرماتی ہیں کہ میں کپڑوں سے ہو گئی حالانکہ میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا تھا نہ صفا اور مروہ کی سعی تو میں کپڑوں سے ہی رہی حتی کہ عرفہ کا دن آگیا ۶۔ اور میں نے صرف عمرہ کا ہی احرام باندھا ہوا تھا تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اپنے بال کھول دوں اور کنگھی کرلوں اور حج کا احرام باندھ لوں عمرہ چھوڑ دوں ۷۔ میں نے ایسا ہی کیا حتی کہ میں نے اپنا حج پورا کر لیا ۸۔ میرے ساتھ عبدالرحمان ابن ابوبکر صدیق کو بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے چھوٹے ہوئے عمرہ کی جگہ مقام تنعیم سے عمرہ کروں ۹۔ فرماتی ہیں کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی پھر حلال ہو گئے ۱۰۔ پھر منی سے لوٹنے کے بعد ایک طواف کیا ۱۱۔ لیکن جنہوں نے حج و عمرہ جمع کیا تھا۔ انہوں نے ایک ہی طواف کیا ۱۲۔

(مسلم بخاری)

(۲۴۳۹) ۱۔ ہم تمام ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام ۱۔ صرف حج کا یا حج مع عمرہ کا یا بعض نے صرف حج کا بعض نے حج و عمرہ دونوں کا' غرضیکہ صحابہ کے حالات مختلف تھے (مرقات) ۳۔ یعنی یہ دونوں قسم کے حضرات تمتع کریں' ہدی لانے والے تو ہدی کا تمتع کریں کہ درمیان میں حلال نہ ہوں اور ہدی نہ لانے والے بغیر ہدی کا تمتع کریں کہ درمیان میں حلال ہو جائیں' خیال رہے کہ حج چار قسم کا ہوتا ہے افراد قران' تمتع ہدی والا' تمتع بغیر ہدی۔ ۴۔ دونوں عبارتوں کا مطلب قریباً یکساں ہے کیونکہ قارن اور ہدی والا تمتع دسویں بقرعید کو ہی قربانی کرتے ہیں اور اسی دن دونوں احراموں سے کھلتے ہیں۔ ۵۔ یعنی افراد با لحج والا خواہ ہدی لایا ہو یا نہ لایا ہو بقرعید کے دن ہی احرام کھولے جیسا کہ مفرد کرتے ہیں۔ ۶۔ یعنی میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا مگر حج سے پہلے عمرہ نہ کر سکی۔ کیونکہ میں ایام آجانے کی وجہ سے طواف نہ کر سکی' اور بغیر طواف صفا مروہ کی سعی ہوتی نہیں' لہٰذا عمرہ کا کوئی رکن ادا نہ کر سکی۔ خیال رہے اگر عورت کو طواف کے بعد ایام آجائیں تو وہ سعی کر سکتی ہے۔ اگر طواف سے پہلے آجائیں تو نہ طواف کر سکتی ہے نہ سعی ۷۔ اسے فسخ عمرہ یا رفض عمرہ کہتے ہیں کہ عمرہ کا احرام باندھ کر بغیر عمرہ کئے کھل جانا یعنی خلاف احرام افعال کر لینا۔ ۸۔ اس طرح کہ حج کا احرام باندھ کر بغیر طواف قدوم کئے عرفات چلی گئی' پھر عرفات مزدلفہ منی کے افعال سے فارغ ہو کر طواف زیارت کر لیا کہ

marfat.com

اب میں ایام سے فارغ ہو چکی تھی، طواف قدوم ایام کی وجہ سے نہ کر سکی تھی، اب بھی عورت کو عارضہ آجانے پر یہ ہی حکم ہے کہ اسے طواف قدوم بلکہ طواف وداع بھی معاف ہو جاتا ہے۔ ۹۔ تنعیم مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر حدود حرم سے باہر جگہ ہے۔ اب وہاں مسجد عائشہ بنی ہوئی ہے۔ عام حجاج وہاں جا کر نفلی عمروں کا احرام باندھتے ہیں، یہ جگہ قریب ترین حد حرم ہے۔ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے، کہ حائضہ عورت اپنا عمرہ چھوڑ دے۔ اور بعد حج اس کی جگہ دوسرا عمرہ یعنی عمرہ قضا کرے، حضرت عائشہ صدیقہ کا تمتع ہوا نہ کہ قران، اور یہ بعد والا عمرہ، عمرہ واجبہ تھا نہ کہ عمرہ نفلی، جیسا کہ شوافع نے سمجھا۔ ۱۰۔ یہ حضرات ۷ ذی الحجہ تک حلال رہے آٹھویں کو احرام باندھ کر منٰی روانہ ہو گئے، جیسا کہ تمتع والے اب بھی کرتے ہیں ۱۱۔ طواف زیارت جس کا وقت دسویں بقرعید سے بارہویں بقرعید کی شام تک ہے، یہ طواف فرض ہے۔ ۱۲۔ یعنی قران والوں نے بھی منٰی سے واپس ہو کر صرف ایک طواف ہی کیا، طواف زیارت انہوں نے قران کی وجہ سے اب دو طواف نہ کئے، لہذا یہ حدیث نہ تو احناف کے خلاف ہے نہ شوافع کی دلیل، خیال رہے کہ قارن احناف کے نزدیک بعد ادائے عمرہ عرفات جانے سے پہلے طواف قدوم اور صفا مروہ کی سعی کرے گا، اور بعد عرفات طواف زیارت کرے گا، امام شافعی کے ہاں قارن طواف قدوم نہیں کرتا صرف بعد عرفات طواف زیارت کرتا ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے مگر آپ نے عمرہ کے بعد طواف قدم کیا، نیز دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے مگر آپ نے عرفہ سے دو طواف کئے اور دو سعی، ایک طواف و سعی عمرہ کا، دوسرا طواف و سعی حج کا، نیز طحاوی نے عمران ابن حصین، علی، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ قارن دو طواف کرے اور دو سعی۔ لہذا اس حدیث عائشہ کے یہ ہی معنی ہیں کہ عرفات کے بعد قارن صحابہ نے ایک طواف کیا تا کہ تمام احادیث جمع ہو جائیں اور یہ حدیث ہماری پیش کردہ احادیث کے خلاف نہ ہو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَأَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلٰى أَهْلِهِ

(۲۴۴۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وداعیہ حج میں، حج و عمرہ کا تمتع کیا ۱۔ تو اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے ہدی لے گئے تو ابتداءً یوں فرمائی کہ پہلے عمرہ کا پھر حج کا احرام باندھا ۲۔ لوگوں نے بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج و عمرہ کا تمتع کیا ۳۔ بعض لوگ تو ہدی لے گئے تھے اور بعض نہ لے گئے تھے تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لوگوں سے فرمایا کہ تم سے جو ہدی لایا ہو وہ کسی حرام شدہ چیز سے حلال نہ ہو ۴۔ تا آنکہ حج پورا کرلے اور جو ہدی نہ لایا ہو وہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا مروہ میں دوڑے اور بال کٹوائے۔ حلال ہو جائے ۵۔ پھر حج کا احرام باندھے اور قربانی دے، جو قربانی نہ پائے وہ تین روزے زمانہ حج میں رکھے اور سات روزے گھر لوٹتے وقت ۶۔ پھر جب حضور انور مکہ آئے تو طواف کیا سب سے پہلے

marfat.com

فَطَافَ حِیْنَ قَدِمَ مَکَّۃَ وَاسْتَلَمَ الرُّکْنَ اَوَّلَ شَیْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلٰثَۃَ اَطْوَافٍ وَّمَشٰی اَرْبَعًا فَرَکَعَ حِیْنَ قَضٰی طَوَافَہٗ بِالْبَیْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَاَتَی الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ سَبْعَۃَ اَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ یَحِلَّ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْہُ حَتّٰی قَضٰی حَجَّہٗ وَنَحَرَ ھَدْیَہٗ یَوْمَ النَّحْرِ وَاَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْہُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاقَ الْھَدْیَ مِنَ النَّاسِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

سنگ اسود چوما پھر تین چکروں میں رمل فرمایا اور چار میں عام رفتار سے چلے۷۔ پھر جب طواف کعبہ پورا کر چکے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا پھر لوٹے تو صفا پر آئے صفا مروہ کا سات بار طواف کیا۔ پھر آپ کسی حرام شدہ چیز سے حلال نہ ہوئے ۸۔ حتی کہ حج پورا فرمالیا اور قربانی کے ہدی ذبح کردیئے اور منی سے چلے بیت اللہ کا طواف کیا پھر تمام حرام شدہ چیزوں سے حلال ہو گئے ۹۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سے کام تمام ہدی لانے والے لوگوں نے کیئے ۱۰۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۴۰) ۱۔ یہاں تمتع بمعنی لغوی میں ہے یعنی حج و عمرہ دونوں سے نفع حاصل کرنا تمتع عرفی یعنی قران کا مقابل مراد نہیں تا کہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہ ہو جن میں قرآن ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً" حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا بھی باندھ لیا' جس سے قران ہو گیا (اشعہ' مرقات' لمعات) یا اس کے برعکس دوسری صورت زیادہ ظاہر ہے۔ ۲۔ بعض علماء نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کا مگر چونکہ قران میں عمرہ پہلے ہوتا ہے حج بعد میں' اس لئے عمرہ کا پہلے ذکر ہے بعض نے اس کو ظاہری معنی پر رکھا اور کہا کہ جن روایات میں اس کے برعکس ہے وہاں حج کے فرض ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر پہلے ہے واللہ اعلم۔ (مرقات)۔ ۳۔ یعنی بعض صحابہ نے بھی قران کیا' یہاں بھی تمتع لغوی معنی میں ہے' یعنی حج و عمرہ سے نفع حاصل کرنا۔ ۴۔ یعنی ہدی والے تو احرام پر قائم رہیں اور بغیر ہدی والے عمرہ کر کے احرام کھول دیں اس کی وجہ پہلے عرض کی جا چکی ہے شیخ نے یہاں فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کا جن لوگوں نے پہلا احرام دیکھا انہوں نے افراد کی روایت کی اور جنہوں نے بعد کا حال دیکھا انہوں نے قران کی روایت کی' تمتع والی روایات میں تمتع سے لغوی معنی مراد ہیں' قران بھی لغۃ" تمتع ہے' لہذا تمام احادیث درست و مطابق ہیں (اشعہ) ۵۔ خلاصہ یہ ہے کہ حج کا احرام والا بھی عمرہ کر کے کھل جائے' حج کو فسخ کردے' پھر بعد میں نئے احرام سے حج کرے تا کہ لوگوں کا یہ خیال ٹوٹ جائے کہ حج کے زمانہ میں عمرہ حرام ہے یا احرام کھولنا حرام' اب یہ درست نہیں کہ حج کا احرام باندھ کر عمرہ کر کے کھول دے' جن صحابہ کرام نے تمتع کا انکار کیا ان کی یہ ہی مراد ہے یعنی حج فسخ کر کے عمرہ کرنا پھر حج کرنا یہ بات خوب ذہن میں رکھئے۔ ۶۔ متمتع یا قارن اگر قربانی کے لئے جانور میسر نہ پائیں تو دس روزے رکھیں' تو حج سے پہلے اشہر حج میں شوال' ذیقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن میں' مگر بہتر یہ ہے کہ تیسرا روزہ نویں ذوالحجہ کو ہو' اور سات روزے حج کے بعد گھر پہنچ کر یا ایام تشریق کے بعد مکہ معظمہ میں (مرقات و کتب فقہ) ۷۔ رمل یا خوب اکڑ کر چلنے یا بہادروں کی رفتار سے چلنے کو کہتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے عمرہ قضا کے طواف میں تین چکروں میں رمل کیا تھا' مشرکین مکہ کو اپنی طاقت و قوت دکھانے کے لئے' پھر یہ رمل دائمی سنت ہو گیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے طواف قدوم میں بھی کیا اب بھی حجاج رمل کرتے ہیں' معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال کی نقل عبادت ہے اس رب کے گھر میں طواف جو عبادت ہے اس کی حالت میں اکڑنا عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ بارگاہ الٰہی میں عجز و

marfat.com

انکسار چاہیے، مگر چونکہ یہ اکڑنا سنت ہے لہذا محبوب ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ عین عبادت کی حالت میں کفار کو اپنی طاقت دکھانا بہتر ہے کہ اسلامی قوت کا اظہار بھی عبادت ہے اب بھی فوجی پریڈ و فوجی سلاموں میں پھرتی و طاقت کا اظہار ہوتا ہے۔ ۸۔ بلکہ احرام پر قائم رہے کیونکہ آپ قارن تھے اور قران میں بقرعید کے دن ہی احرام کھولا جاتا ہے، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے بعد حج کا احرام باندھا، لہذا یہ ہی ظاہر ہے کہ حج و عمرہ کے احرام ایک ساتھ ہی باندھے تھے اور قران ہی کیا تھا، یہ احناف کا مذہب ہے کہ قران افضل ہے، ۹۔ اس طرح کہ بقرعید کے دن رمی جمرہ سے تو حل ناقص ہوا جس سے سواء جماع باقی تمام چیزیں حلال ہو گئیں اور طواف زیارت سے حل کامل ہو گیا کہ صحبت بھی درست ہو گئی ۱۰۔ یعنی ہدی والے صحابہ کرام تو احرام سے بقرعید کے دن فارغ ہوئے اور بغیر ہدی والے صحابہ خواہ انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا یا حج کا عمرہ کر کے احرام سے کھل گئے پھر آٹھویں ذی الحجہ کو محرم ہوئے جیسا کہ گزر گیا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ عُمْرَةٌ اِسْتَمْتَعْنَا بِهَا فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهُ الْهَدْيُ فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهٗ فَاِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِي الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ۔

(۲۴۴۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وہ عمرہ ہے جس سے ہم نے تمتع کر لیا ۱، تو جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ پورا پورا احلال ہو جائے ۲۔ کیونکہ اب قیامت تک کو عمرہ حج میں داخل ہو گیا ۳۔ (مسلم) یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

(۲۴۴۱) ۱۔ یہاں بھی تمتع لغوی معنی میں ہے یعنی حج و عمرہ سے نفع اٹھالے دونوں ایک سفر میں کرنا قرآن کا مقابل نہیں یعنی الگ الگ احرام سے حج و عمرہ کرنا جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا۔ ۲۔ پورا احلال ہونا یہ ہے کہ بیوی سے صحبت بھی جائز ہو جائے ناقص حل یہ ہے کہ سلا کپڑا، خوشبو، سر ڈھانپنا تو حلال ہو جائے مگر صحبت حرام رہے، اس حکمت سے یہاں پورے حلال کا حکم دیا ۳۔ یعنی عمرہ حج کے مہینوں میں داخل ہو گیا کفار عرب کا عقیدہ تھا کہ شوال سے محرم تک عمرہ کرنا حرام ہے ماہ صفر سے جائز ہوتا ہے، یہ عقیدہ ختم فرما دیا گیا، بعض علماء جو فرماتے ہیں کہ مکہ والے حج کے زمانہ میں عمرہ نہ کریں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے عمرہ کرنے سے ہجوم زیادہ ہو جائے گا، اور باہر والوں پر طواف و سعی میں دشواری ہو گی، یہ لوگ تو ہمیشہ عمرہ کر سکتے ہیں، باہر کے حجاج کو اس زمانہ میں عمرہ آسانی سے کرنے دیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ نَاسٍ مَعِيَ قَالَ اَهْلَلْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ خَالِصًا وَحْدَهٗ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَاَمَرَنَا اَنْ

(۲۴۴۲) روایت ہے حضرت عطاء سے فرماتے ہیں میں نے اپنے ساتھی لوگوں کی جماعت میں حضرت جابر بن عبداللہ کو سنا فرماتے تھے ۱، کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے خالص حج کے لئے احرام باندھا ۲۔ عطاء کہتے ہیں کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم چار بقرعید کی تاریخ کی صبح مکہ معظمہ

نَحِلَّ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ حِلُّوْا وَاَصِيْبُوا النِّسَاءَ قَالَ عَطَاءٌ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ اَحَلَّهُنَّ لَهُمْ فَقُلْنَا لَمَّا لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ اِلَّا خَمْسٌ اَمَرَنَا اَنْ نُّفْضِيَ اِلٰى نِسَآئِنَا فَنَاْتِيَ عَرَفَةَ تَقْطُرُ مَذَاكِيْرُنَا الْمَنِيَّ قَالَ يَقُوْلُ جَابِرٌ بِيَدِهٖ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى قَوْلِهٖ بِيَدِهٖ يُحَرِّكُهَا قَالَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّيْ اَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَصْدَقُكُمْ وَاَبَرُّكُمْ وَلَوْلَا هَدْيِيْ لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّوْنَ وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْيَ فَحِلُّوْا فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَاَطَعْنَا قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنْ سِعَايَتِهٖ فَقَالَ بِمَ اَهْلَلْتَ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا قَالَ وَاَهْدٰى لَهٗ عَلِيٌّ هَدْيًا فَقَالَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِاَبَدٍ قَالَ لِاَبَدٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

پہنچے' تو ہم کو کھل جانے کا حکم دیا عطا کہتے ہیں کہ فرمایا حلال ہو جاؤ' عورتوں سے صحبت کرو ۳۔ عطا کہتے ہیں صحبت ان پر واجب نہ کی لیکن ان کے لئے عورتیں حلال فرمادیں ۴۔ ہم نے سوچا کہ جب ہمارے اور عرفہ کے درمیان صرف پانچ دن باقی رہ گئے تو ہم کو بیویوں کے پاس جانے کی اجازت دے دی تو کیا ہم عرفہ کو اس حال میں جائیں کہ ہمارے ذکر منی ٹپکاتے ہوں ۵۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جابر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے گویا میں ان کا ہاتھ ملتا دیکھ رہا ہوں ۶۔ فرماتے ہیں کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا سب سے زیادہ سچا اور نیک اعمال ہوں ۷۔ اگر میری ہدی نہ ہوتی تو جیسے تم حلال ہو رہے ہو میں بھی حلال ہو جاتا اور جو بات بعد میں کھلی اگر پہلے سے ہم جانتے تو ہدی لاتے ہی نہیں ۸۔ لہذا حلال ہو جاؤ چنانچہ ہم حلال ہو گئے ہم نے آپ کا حکم سنا اور بجا لائے ۹۔ عطاء فرمائے ہیں کہ حضرت جابر نے کہا پھر حضرت علی اپنے دار العمالہ سے آئے ۱۰۔ حضور انور نے پوچھا کونسا احرام باندھا عرض کیا وہ جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا حضور نے فرمایا ہدی ذبح کرو اور احرام میں ٹھہرو حضرت علی ہدی لائے تھے ۱۱۔ حضرت سراقہ ابن مالک ابن جعشم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ ہمارے اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے فرمایا ہمیشہ کیلئے ۱۲۔ (مسلم)

(۲۴۴۲) ۱۔ آپ کا نام عطاء ابن ابی رباح ہے' جلیل القدر تابعی مکہ معظمہ کے رہنے والے ساتھیوں کی جماعت کا ذکر قوت استدلال کے لئے کیا یعنی میں نے اکیلے یہ حدیث نہ سنی اس کے سننے والے دوسرے لوگ بھی ہیں۔ ۲۔ اکثر صحابہ نے یا ہدی نہ لے جانے والے صحابہ نے حج کا احرام باندھا یا حضرت جابر نے اپنے اندازے سے یہ فرمایا' ورنہ بہت سے صحابہ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا' خیال رہے کہ یہاں صحابہ کا ذکر ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تو قران کیا تھا جیسے کہ پہلے عرض کیا گیا' بہرحال یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں' ۳۔ یعنی پورے حلال ہو جاؤ جس میں بیوی سے صحبت بھی جائز ہے اس موقعہ پر کھل جانے کا حکم تو وجوبی تھا اور صحبت کا حکم اباحت کا' زیادہ سے زیادہ استحباب کا بہرحال دونوں حکم یکساں نہیں ہیں۔ ۴۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگرچہ امر اباحت کا تھا مگر اس وقت ان لوگوں پر اپنی بیویوں سے صحبت مستحب ہو چکی تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا۔ ۵۔ یہ کہنا یا سوچنا انکار کیلئے نہ تھا بلکہ حیرت کے لئے تھا جیسا کہ فرشتوں نے خلیفہ الٰہی کا اعلان سن کر عرض کیا تھا' اتجعل فیھا لہذا

marfat.com

حدیث پر اعتراض نہیں کہ نبی کے فرمان کا انکار تو کفر ہے‘ چونکہ یہ عمل صدیوں کے مروجہ عقیدے و عمل کے خلاف تھا اس لئے انہیں حیرت ہوئی‘ اس کا پہلے سے اعلان ہوا کبھی نہ تھا اچانک حکم پہنچا‘ ۶۔ یہ حضرت عطاء کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر نے یہ کلام ہاتھ ہلا کر کیا جیسا کہ عادتاً ”بات کرتے ہیں ہاتھ ہلاتے جاتے ہیں‘ یا بقیہ مدت کی کمی بیان کرنے کے لئے ہاتھ ہلایا کہ جب اتنی سی رتی بھر گھڑیاں باقی رہ گئیں عرفہ کا دن بالکل قریب ہی آگیا تو صحبت حلال کی گئی‘ بعض شارحین نے فرمایا کہ ہاتھ کی حرکت ذکر کر کے منی ٹپکانے کی طرف اشارہ ہے مگر یہ درست نہیں معلوم ہوتا‘ ورنہ پھر انگلی ہلائی جاتی نہ کہ ہاتھ‘ پہلی دو توجیہیں بہت قوی ہیں (مرقات) ۷۔ سرکار کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی درستی میں کچھ شبہ نہ ہوا تھا نہ انہیں قبول حکم سے سرتابی تھی صدیوں کے عقیدے کے خلاف پر تعجب تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کا شوق تھا کیونکہ حضور عالی خود حلال نہ ہوئے تھے تو گویا اس وقت حلال نہ ہونا انہوں نے سنت جانا حلال ہو جانا بالکل ناجائز نہ مانا‘ شوق تھا کہ افضل پر عمل کریں‘ لہذا اس سے روافض دلیل نہیں پکڑ سکتے۔ ۸۔ اس جملہ نے معاملہ صاف کردیا کہ صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا شوق تھا نہ کہ حکم سے سرتابی‘ اگر مجھے تمہارے اس شوق کا پہلے سے اندازہ ہوتا تو میں ہدی نہ لاتا اور تمہارے ساتھ میں بھی حلال ہو جاتا‘ تاکہ تمہیں حلال ہونے میں تکلف نہ ہوتا۔ خیال رہے کہ لو استقبلت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی نہیں ہوتی یہاں ظہور‘ واقعہ مراد ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے لو علم اللہ فیھم خیرا یا جیسے ولما یعلم اللہ الذین الخ اب تک رب نے انہیں نہ جانا‘ یا یہ کلام اظہار افسوس کے لئے ہوتا ہے‘ کہ اگر ہمیں پہلے سے یہ اندازہ ہوتا کہ تمہیں اتباع سنت کا اتنا شوق ہے تو ہم بھی ہدی نہ لاتے‘ ۹۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح ہوتی ہے کہ عمل میں خصوصیت کا احتمال ہے‘ یہ احناف کا مذہب ہے صحابہ کرام نے اطاعت خوشی سے کی نہ کہ ناراضگی سے‘ جو کچھ تامل تھا وہ پہلے ہی ظاہر کردیا‘ اس لئے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ یہ اطاعت منافقت سے تھی‘ ۱۰۔ اس موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ‘ یمن کے ساعی تھے جو صدقات وصول فرمانے وہاں تشریف لے گئے تھے‘ غالباً اس گفتگو کے بعد حضرت علی یمن سے یہاں پہنچے ۱۱۔ یعنی تم بھی ہماری طرح قارن ہو اور تمہارے ساتھ بھی ہماری طرح ہدی ہے لہذا تم بھی احرام نہ کھولو حج سے فارغ ہو کر کھولنا۔ ۱۲۔ یعنی تاقیامت حج کے زمانہ میں عمرہ کرنا درست ہو گیا‘ وہ دستور ختم کردیا گیا کہ شوال سے صفر تک عمرہ حرام ہو مگر حج کا فسخ صرف اس سال کے لئے تھا آئندہ کبھی جائز نہ ہو گا‘ یہ اشارہ جواز عمرہ کی طرف ہے‘ نہ کہ فسخ حج کی جانب‘ یہ ہی جمہور علماء کا قول ہے (مرقات ولمعات)

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ اَوْخَمْسٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضْبَانُ فَقُلْتُ مَنْ اَغْضَبَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ اَوَمَا شَعَرْتِ اَنِّي اَمَرْتُ النَّاسَ بِاَمْرٍ فَاِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُوْنَ

(۲۴۴۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بقر عید کے چار پانچ دن گزر گئے تو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو میرے پاس غصہ کی حالت میں تشریف لائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو کس نے رنجیدہ کیا خدا اسے دوزخ میں ڈالے ۱۔ فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم نے لوگوں کو ایک حکم دیا تو وہ اس میں تردد کرتے ہیں ۲۔ اور اگر ہم پہلے سے وہ

marfat.com

وَلَوْ اَنِّیْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْیَ مَعِیْ حَتّٰی اَشْتَرِیَهٗ ثُمَّ اَحِلَّ كَمَا حَلُّوْا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جانتے جو بعد میں جانا تو ہم اپنے ساتھ ہدی نہ لاتے۔ حتی کہ یہاں سے ہی قربانی خرید لیتے پھر جیسے یہ حلال ہو رہے ہیں ہم بھی حلال ہو جاتے ۳۔(مسلم)

(۲۴۴۳) ا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ناراضگی ان حضرات کے فسخ حج میں تامل کرنے کی وجہ سے تھی کہ ان لوگوں نے ہمارے حکم پر عمل کرنے میں دیر کیوں لگائی' حضرت عائشہ صدیقہ کی یہ بددعا اظہار ناراضی کے لئے ہے' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غصے اور حضرت عائشہ کی اس ناراضی سے حضرات صحابہ اسلام سے خارج نہ ہو گئے' ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ حج نہ کراتے بلکہ پہلے انہیں دوبارہ کلمہ پڑھوا کر مسلمان کرتے' ان کے نکاح نئے کراتے' پھر حج کراتے' کیونکہ کافر حج نہیں کر سکتا نہ مکہ معظمہ حج کے لئے جا سکتا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے ولا فلا یقربوا بن المسجدالحرام بعد عامهم هذا کوئی کافر اس سال کے بعد مکہ معظمہ سے قریب بھی نہ ہو' یہ ناراضی ایسی ہی ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر علی کو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا ہے تو فاطمہ کو طلاق دیدیں' باپ بیٹے پر غصہ کرتا ہے عداوت نہیں کرتا۔ سعید بیٹا باپ پر ضد کرتا ہے دشمنی نہیں کرتا۔ ۲۔ تردد اعتقاد میں نہیں عمل میں تھا' وہ بھی حضور علیہ السلام کی سنت پر عمل کے شوق میں' اگر اس موقعہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی احرام کھول دیا ہوتا تو کسی صحابی کو کوئی تردد و تامل نہ ہوتا ۳۔ اور ہمارے حلال ہو جانے کی صورت میں ان حضرات کو حلال ہو جانے میں کوئی تامل نہ ہوتا۔

بَابُ دُخُوْلِ مَكَّةَ وَالطَّوَافِ

باب مکہ کا داخلہ اور طواف

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اس باب میں دو باتیں ہوں گی' مکہ معظمہ میں داخلہ کے آداب' کہ کس وقت آئے کس طرف سے آئے اور کدھر سے جائے' اور طواف کعبہ کا طریقہ' کہ طواف کس عمل سے شروع کرے اور کس پر ختم کرے' مکہ مک سے بنا بمعنی ہلاکت اور سر کچل ڈالنا' چونکہ اللہ تعالٰی نے کئی بار مکہ معظمہ کے دشمنوں کو ہلاک کیا انہیں کچل ڈالا' اس لئے اسے مکہ کہتے ہیں یا چونکہ مکہ معظمہ متکبرین و غرور والوں سے مجاہدے ریاضات کرا کے ان کے تکبر کو کچل ڈالتا ہے لہذا مکہ کہلاتا ہے' مکہ معظمہ کے نام و فضائل انشاء اللہ آخر باب حج میں بیان ہوں گے' صاحب مشکوۃ خود اس کا ایک باب باندھیں گے۔

عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مَكَّةَ اِلَّا بَاتَ بِذِیْ طُوًی حَتّٰی يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ وَيُصَلِّیَ فَيَدْخُلَ مَكَّةَ نَهَارًا وَاِذَا نَفَرَ مِنْهَا مَرَّ بِذِیْ طُوًی وَبَاتَ بِهَا حَتّٰی يُصْبِحَ وَيَذْكُرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ

(۲۴۴۴) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کبھی مکہ معظمہ داخل نہ ہوتے مگر پہلے صبح تک ذی طوی میں رات گزار لیتے۔ غسل کرتے' نماز پڑھتے پھر دن میں مکہ معظمہ میں داخل ہوتے ا۔ اور جب مکہ سے واپس ہوتے تو ذی طوی پر گزرتے وہاں رات گزارتے حتی کہ صبح ہو جاتی اور فرماتے تھے کہ نبی کریم

ذٰلِكَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

صلے اللہ علیہ وسلم یہ عمل کرتے تھے ۲۔(مسلم بخاری)

(۲۴۴۴) ذی طویٰ مکہ معظمہ سے قریب' مدینہ کے راہ پر ایک چھوٹی سی بستی یا کنواں کا نام ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رات میں پہنچ گئے تھے' رات وہاں گزار کر بعد نماز فجر وہاں سے چلے تھے' اور دن میں مکہ معظمہ داخل ہوئے تھے' حضرت ابن عمر اس سنت پر عامل رہے' علماء فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ دن میں داخل ہونا کہ کعبہ معظمہ پر پہلی نظر ہیبت وجلال سے پڑے اور دعا خوب دل سے مانگی جائے' اول نظر پر دعا بہت قبول ہوتی ہے' کعبہ کی تجلی دن میں خوب نظر آتی ہے' بہتر یہ ہے کہ چاشت کے وقت داخل ہو (اشعہ) غسل کرکے مکہ معظمہ میں داخل ہونا بہت بہتر ہے (مرقات) نسائی شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقعہ پر دن میں مکہ معظمہ تشریف لائے اور عمرہ کے وقت رات میں' سیدنا عبداللہ ابن عمر رات کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے منع فرماتے تاکہ حجاج کا سامان گم نہ ہو' ابن حبان میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انبیاء کرام مکہ معظمہ میں پیدل برہنہ پا داخل ہوتے تھے' عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ حج کعبہ سات لاکھ بنی اسرائیل نے کیا جو مقام تنعیم سے ننگے پاؤں ہو جاتے تھے (مرقات) ۲۔واپسی پر نہ ذی طویٰ میں رات گزارنا اس لئے تھا کہ تمام صحابہ جمع ہو جائیں' اور اب یہاں سے سفر مدینہ کی تیاری کرلی جائے غرضیکہ آتے جاتے دونوں بار ذی طویٰ میں قیام فرمایا مگر مختلف مصلحتوں سے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ اَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۴۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ آئے تو مکہ کے اوپر کے حصہ سے داخل ہوئے اور اس کے نچلے حصے سے تشریف لے گئے ۱۔(مسلم بخاری)

(۲۴۴۵) ۱۔یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جس میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں مکہ معظمہ اس طرف سے داخل ہوئے جس کا نام کداء تھا' مکہ معظمہ کے قبرستان جنت معلی کی طرف جسے اب حجون کہتے ہیں اور واپسی کے وقت اس طرف سے نکلے جسے ہدی کہتے تھے۔ اب اسے باب الشبیکہ کہا جاتا ہے' فتح مکہ میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں راستوں سے داخل وخارج ہوئے' یہ تبدیلی راہ انہیں مصلحتوں سے فرمائی جو عید کے دن عیدگاہ جاتے آتے وقت ہوا کرتی تھیں کہ تبدیلی راہ تبدیلی حال کی علامت ہو دونوں راستے گواہ ہو جاویں' سارے شہر کی برکتیں میسر ہو جائیں وغیرہ وغیرہ۔

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ اَبُوْبَكْرٍ فَكَانَ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ مِثْلَ ذٰلِكَ ۔

(۲۴۴۶) روایت ہے حضرت عروہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو مجھے حضرت عائشہ نے خبر دی ۱۔کہ پہلا وہ کام جس سے حضور انور نے مکہ معظمہ آتے وقت ابتدا کی یہ تھا کہ آپ نے وضو کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا ۲۔پھر عمرہ نہ ہوا ۳۔پھر حضرت ابوبکر نے حج کیا تو پہلا وہ کام جس سے ابتداء کی یہ تھا کہ بیت اللہ کا طواف کیا پھر عمرہ نہ ہوا پھر حضرت عمر نے حضرت

marfat.com

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

عثمان نے اسی طرح عمل کیا ۴۔(مسلم بخاری)

(۲۴۴۶) ا۔ عروہ ابن زبیر ثقہ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے یعنی اسماء کے صاحبزادے' آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایات کیں۔ ۲۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم غسل تو ذی طوی میں فرماچکے تھے اب بھی باوضو تھے وضو پر وضو فرمایا' خیال رہے کہ احناف کے نزدیک طواف کے لئے طہارت واجب ہے' دوسرے اماموں کے ہاں شرط ہے' ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طواف نماز ہی ہے' ہاں طواف میں رب نے کلام جائز فرمادیا ہے۔ جب طواف نماز ہے تو نماز میں طہارت شرط ہے' لہذا طواف میں بھی شرط' مگر استدلال ضعیف ہے اولا تو وہ حدیث ہی صحیح نہیں' دوم تشبیہ ہر بات میں نہیں ہوتی' دیکھو نماز میں کھانا پینا مفسد ہے مگر طواف میں کھانا پینا بالاتفاق طواف نہیں توڑتا۔ ۳۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے سواء حج کے ساتھ والے عمرہ کے اور دوسرا عمرہ نہ کیا' آپ سے دوسرا عمرہ ثابت نہ ہوا' بعض شارحین نے اس جملہ کے اور معانی بھی کئے ہیں مگر یہ معنی بہت قوی ہیں ۴۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفائے راشدین نے بھی اسی طرح عمل کیا کہ مکہ معظمہ میں آتے ہی طواف کیا اور حج سے پہلے صرف یہ ہی ایک عمرہ کیا جس کا احرام حج کے احرام کے ساتھ باندھا تھا' بعض حجاج حج سے پہلے اور حج کے بعد بہت سے عمرے کرتے رہتے ہیں یہ بھی اچھا ہے' بعض شارحین نے فرمایا کہ مکہ معظمہ سے عمرہ کے لئے باہر جانا صحابہ سے ثابت نہیں' بجز حضرت عائشہ صدیقہ کے کہ آپ رہے ہوئے عمرہ کو پورا کرنے کے لئے تنعیم سے احرام باندھ کر آئیں (مرقات) لم تکن عمرۃ حضرت عروہ کا قول ہے نہ کہ عائشہ صدیقہ کا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَوَّلَ مَا يَقْدُمُ سَعٰى ثَلٰثَةَ اَطْوَافٍ وَمَشٰى اَرْبَعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

(۲۴۴۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ کا آتے ہی طواف کرتے تو تین چکروں میں تیز چلتے اور چار میں درمیانی چال چلتے ا۔ پھر دو رکعتیں پڑھتے پھر صفا و مروہ کا طواف فرماتے ۲۔(مسلم بخاری)

(۲۴۴۷) ا۔ ایک طواف میں سات چکر ہوتے ہیں' پہلے طواف میں تین چکروں میں سینہ تان کر اکڑتے ہوئے' بہادری دکھاتے ہوئے' چلنا' بقیہ چار چکروں میں معمولی رفتار پر چلنا سنت ہے' باقی طوافوں میں رمل نہ کرے' ۲۔ ہر طواف کے بعد دو نفل پڑھنا سنت ہے' بہتر یہ ہے کہ یہ نفل مقام ابراہیم کے سامنے پڑھے' اگر فجر یا عصر کے بعد طواف کرے' تو ان وقتوں میں نفل نہ پڑھے' جتنے طواف کرلئے ہوں اتنے نوافل بعد میں پڑھے۔

وَعَنْهُ قَالَ رَمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَمَشٰى اَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعٰى بِبَطْنِ الْمَسِيْلِ اِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۴۸) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنگ اسود سے سنگ اسود تک تین تین چکروں میں رمل فرماتے اور چار میں معمولی رفتار ا۔ اور جب صفا و مروہ کا طواف کیا تو بطن مسیل میں دوڑتے تھے ۲۔(مسلم)

(۲۴۴۸) ا۔ اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ رکن یمانی و رکن اسود کے درمیان رمل نہ کرے معمولی رفتار سے چلے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پورے چکر میں رمل کرے' طواف کا ہر چکر رکن اسود سے شروع ہوتا ہے اور وہاں ہی ختم ہوتا

marfat.com

ہے ۲۔ یعنی صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے' دو ہرے میلوں کے درمیان تو دوڑتے تھے' آگے پیچھے راستہ میں رفتار سے چلتے تھے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهٗ، ثُمَّ مَشٰى عَلٰى يَمِيْنِهٖ فَرَمَلَ ثَلٰثًا وَمَشٰى اَرْبَعًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۴۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ تشریف لائے تو حجر اسود پر پہنچے اسے چوما۱۔ پھر اس کی داہنی طرف چلے تو تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں معمولی چال اختیار کی ۲۔ (مسلم)

(۲۴۴۹) ۱۔ سنگ اسود چومنے کے چار طریقے ہیں خود اس پر لب لگا کر بوسہ دینا اسے ہاتھ سے چھو کر ہاتھ چوم لینا' چھڑی وغیرہ لگا کر چھڑی چوم لینا دور سے سنگ اسود کی طرف ہاتھ کر کے ہاتھ چوم لینا' پہلی صورت بہت بہتر ہے اگر میسر ہو باقی دو صورتیں بھی جائز ہیں' یہاں پہلی صورت مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں طرح سنگ اسود چوما ہے' منہ لگا کر چومنا کبھی کبھی میسر ہوتا ہے اکثر چوتھی صورت ہی میسر ہوتی ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف شروع کرتے وقت سنگ اسود چومنا سنت ہے ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ اگلے تین چکروں میں پورے چکر میں رمل فرمایا' سنگ اسود سے سنگ اسود تک۔

وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ، وَيُقَبِّلُهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۴۵۰) روایت ہے حضرت زبیر ابن عربی سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت ابن عمر سے سنگ اسود چومنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۲۔ کو اسے ہاتھ لگاتے اور چومتے دیکھا ۳۔ (بخاری)

(۲۴۵۰) ۱۔ زبیر ابن عربی تابعی بصری ہیں' حضرت ابن عمر سے سماع ثابت ہے ان سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے (اشعہ) اور زبیر ابن عدی کوفی ہیں تابعی ہیں' انہوں نے حضرت انس ابن مالک سے سنا ہے (مرقات) ۲۔ کہ یہ چومنا جائز ہے یا ناجائز' اگر جائز ہے تو سنت بھی ہے یا نہیں' بعض جہلاء کو خیال ہو گیا تھا کہ یہ پتھر پرستی ہے' ان پر شیطانی توحید کا زور ہو گیا تھا' اس لئے صحابہ کرام سے یہ سوالات ہوتے تھے اس طرح کہ کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے منہ لگا کر چوما اور کبھی ہاتھ سے سنگ اسود چھوا اور ہاتھ شریف چوم لیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۵۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کے دو گوشوں یمانیوں کے سوا کسی اور چیز کو چومتے نہ دیکھا ۱۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۵۱) ۱۔ خانہ کعبہ کے چار گوشہ ہیں' ہر گوشہ کو رکن کہتے ہیں رکن اسود' رکن یمانی' رکن عراقی' رکن شامی' رکن اسود کو دو عظمتیں حاصل ہیں' ایک یہ بناء ابراہیمی پر ہے' دوسرے اس میں سنگ اسود واقع ہے اس لئے اسے منہ یا ہاتھ لگا کر چومنا سنت ہے رکن یمانی کو صرف ایک عظمت حاصل ہے بنیاد ابراہیمی پر ہونا' اس لئے اسے صرف ہاتھ لگا کر چومنا سنت ہے منہ نہ لگانا بہتر (مرقات) باقی دو رکن عراقی' شامی' کو ان دونوں میں سے کوئی عظمت حاصل نہیں' کیونکہ یہ درمیان کعبہ میں ہیں' حطیم شریف بھی

marfat.com

داخل کعبہ ہے اس لئے اسے چومنا سنت نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۵۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر طواف کیا۱؎ اور رکن اسود کو چھڑی سے چومتے تھے ۲؎۔(مسلم بخاری)

(۲۴۵۲) ۱؎ بلا مجبوری و معذوری سواری پر طواف کرنا ممنوع ہے' طواف میں چلنا واجب ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر طواف لوگوں کی تعلیم کے لئے تھا تاکہ تمام لوگ یہ طواف دیکھ کر طواف کرنا سیکھ لیں۔ لہذا یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اور یہ حضور کا معجزہ ہے کہ اونٹ نے اس وقت پیشاب پاخانہ نہ کیا ہم لوگ مجبوری کی حالت میں بھی اونٹ' گھوڑا حرم شریف میں نہیں لے جاسکتے ڈولی میں طواف کریں گے جیساکہ بیمار و بڈھے لوگ کرتے ہیں' خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طوف قدوم تو پیدل کیا اور طواف زیارت سواری پر' لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور نے طواف میں رمل کیا اور سواری پر رمل ناممکن ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور انور اس وقت بیمار تھے' اس لئے سواری پر طواف کیا مگر یہ غلط ہے' ہاں بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ایک عمرہ میں صفا مروہ کی سعی سواری پر کی مگر بیماری کی وجہ سے اس سعی میں حضور ان پہاڑوں پر چڑھے بھی نہیں' صفا مروہ کی سعی سواری پر کرنا ممنوع ہے (از مرقات) ۲؎ کوئی بڑی چھڑی حضور انور کے ہاتھ شریف میں تھی جو لونٹ سے سنگ اسود تک پہنچ جاتی تھی اس طرح چومنا جائز ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا اَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ يَدِهٖ وَكَبَّرَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۴۵۳) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر کیا۔ جب بھی رکن پر آتے تو اپنے ہاتھ کی کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کردیتے ۱؎(بخاری)

(۲۴۵۳) ۱؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سواری پر طواف کرنے والا صرف رکن اسود پر اشارہ سے بوسہ دے گا رکن کی طرف اشارہ کرنا نہیں چاہیے اسے صرف ہاتھ لگا کر چومنا ہی سنت ہے دوسرے یہ کہ رکن اسود سے کوئی لمبی چیز لگا کر اسے چومنا بھی سنت سے ثابت ہے اور صرف اشارہ کرکے ہاتھ چوم لینا بھی درست ہے۔

وَعَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَهٗ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۵۴) روایت ہے حضرت ابو طفیل سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا۱؎ آپ اپنے پاس ہاتھ کی چھڑی سے سنگ کو چھوتے اور چھڑی چوم لیتے (مسلم)

(۲۴۵۴) ۱؎ یعنی ہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر طواف کرتے دیکھا' تب ہی تو حضور علیہ السلام نے چھڑی سے سنگ اسود کو مس کرکے چھڑی چوم لی (مرقات)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا

(۲۴۵۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے حج کے سواء کسی چیز کا

marfat.com

بِسَرِفَ طَمِثْتُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ فَقَالَ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكِ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ فَافْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

خیال بھی نہ کرتے تھے ا۔جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں کپڑوں سے ہو گئی ۲۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں رو رہی تھی فرمایا شاید تم مینے سے ہو گئی میں نے عرض کیا ہاں ۳۔فرمایا کہ یہ تو وہ شے ہے جو اللہ تعالٰی نے عورتوں پر مقرر فرمادی ۴۔جو کچھ حاجی کریں تم بھی کرو بجز اس کے کہ طواف بیت اللہ نہ کرنا حتی کہ پاک ہو جاؤ ۵۔(مسلم بخاری)

(۲۴۵۵) ا۔کیونکہ صدیوں سے اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ شوال سے محرم تک عمرہ جائز نہیں'یہ حج کے مہینے ہیں'ہم بھی یہ ہی خیال لئے ہوئے حج کو گئے تھے'مگر یہ فرمان پچھلی روایت کے خلاف ہے جہاں آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا'ممکن ہے کہ یہاں عوام کا خیال مراد ہو نہ کہ اپنا۔ ۲۔سرف مکہ معظمہ سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب مدینہ منورہ ایک مقام ہے'اب مدینہ منورہ کا راستہ بدل چکا ہے سرف نہیں'یہاں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مزار ہے۔ ۳۔نفست نون کے فتح سے بمعنی حسنت ہے اور نون کے پیش سے ولادت کے خون کے معنی میں آتا ہے۔یہاں پہلے معنی میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ سمجھی تھیں کہ ماہواری کی حالت میں عورت حج نہیں کر سکتی'کیونکہ طواف حج کا رکن اعلیٰ ہے جب وہ ہی نہ ہو سکا تو باقی ارکان بھی ادا نہ ہو سکیں گے اس لئے آپ روئیں کہ اب کیا کروں ۴۔بنات آدم سے ساری عورتیں مراد ہیں جن میں حضرت حوا بھی داخل ہیں کہ انہیں بھی ماہواری آتی تھی'بعض علماء نے فرمایا کہ حضرت مریم کو'اور بعض نے کہا فاطمہ زہرا کو بھی ایام نہ آتے تھے'یعنی اے عائشہ اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ عارضہ تو ساری عورتوں کو ہوا ہی کرتا ہے ع مرگ'انبوہ جشنے دارد'۵۔کیونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور حائضہ عورت مسجد میں جا نہیں سکتی نیز بعد والی سعی بھی نہیں کر سکتی کہ سعی طواف کے بعد میں چاہیے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ اَمَّرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ رَهْطٍ اَمَرَهٗ اَنْ يُّؤَذِّنَ فِي النَّاسِ اَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۵۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں حضرت ابوبکر نے اس حج میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امیر الحج بنایا تھا یعنی حجۃ الوداع سے پہلے ا۔بقر عید کے دن مجھے ایک جماعت میں بھیجا جسے آپ نے حکم دیا کہ لوگوں میں یہ اعلان کر دو ۲۔کہ خبردار اس سال کے بعد کوئی کافر حج نہ کرے اور کوئی ننگا طواف نہ کرے ۳۔(مسلم بخاری)

(۲۴۵۶) ا۔فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں حج فرض ہوا'مگر اس سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف نہ لے گئے'کیونکہ حضور کو علم تھا کہ ابھی ہماری وفات ہونے والی نہیں اور دینی امور میں بہت مشغولیت تھی'بلکہ حضرت صدیق اکبر کو مع حضرت علی چند صحابہ کے امیر الحج بنا کر بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کو حج بھی کرا دیں اور یہ اعلان بھی کر دیں اس میں خلافت صدیقی کی طرف اشارہ ہے'حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر ہی کو حج کا امام بنایا اور انہیں کو نماز کا امام بنا کر اپنے مصلے پر کھڑا کیا عمل استخلاف ہو

marfat.com

گیا۲۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب صدیق کو حج کا امیر بنایا اور جناب صدیق نے مجھے اس اعلان کا حکم دیا، چونکہ اس جماعت مؤذن میں حضرت ابو ہریرہ امیر تھے دوسرے حضرات مامور، اس لئے ضمیر واحد ارشاد ہوئی۔ ۳۔ سوائے قریش کے باقی تمام کفار عرب بالکل ننگے طواف کرتے تھے کہتے تھے کہ قریش تو ہوئے بے گناہ ہم ہیں گنہگار، ہم ان کپڑوں میں طواف نہ کریں گے جن میں گناہ کرتے رہے ہیں یا آئندہ گناہ کریں، لہذا نہ تو پرانے کپڑوں میں طواف کرتے تھے نہ نئے سلوا کر ان نئے کپڑوں میں، ہاں اگر کسی کو قرشی کرایہ پر کپڑا دے دیتا وہ پہن کر طواف کر سکتا تھا، ان کپڑوں کے کرایہ سے انہیں بہت آمدنی تھی، اس اعلان میں دو چیزوں سے روکا گیا، مشرکوں و کفار کو حج کرنے سے، رب تعالٰی فرماتا ہے۔ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا مشرک و کفار گندے ہیں اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں، دوسرے ننگے طواف کرنے سے رب تعالٰی فرماتا ہے وخذوا زینتکم عند کل مسجد اس سے معلوم ہوا کہ عام مسجدوں میں کفار کو اپنی عبادات کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، خیال رہے کہ ننگے طواف کرنا ہمیشہ ہی کے لئے منع فرمادیا گیا حج میں ہو یا بعد حج، یہ حکم دائمی ہے، غیر منسوخ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ الْمُهَاجِرِ الْمَكِّيِّ قَالَ سُئِلَ جَابِرٌ عَنِ الرَّجُلِ يَرَى الْبَيْتَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَقَالَ قَدْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَكُنْ نَفْعَلُهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

(۲۴۵۷) روایت ہے حضرت مہاجر مکی سے فرماتے ہیں کہ حضرت جابر سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو بیت اللہ کو دیکھ کر اپنے ہاتھ اٹھائے فرمایا ہم نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہم تو یہ نہ کرتے تھے ا۔ (ترمذی، ابوداود)

(۲۴۵۷) ا۔ یعنی بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے سنت نہیں، امام ابوحنیفہ و شافعی و مالک رضی اللہ عنہم کا یہ مذہب ہے، امام احمد کے ہاں ہاتھ اٹھانا سنت ہے، مرقات نے فرمایا کہ ان تین اماموں کے ہاں بھی کعبہ دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے، فتح القدیر و مرقات میں بیہقی سے ہے کہ فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ جب بیت اللہ شریف کو دیکھو تو ہاتھ اٹھا کر پڑھو اللهم انت السلام شافعی نے حضرت ابن جریج سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظمہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھاتے اور یہ دعا کرتے تھے اللهم زد هذا البیت تشریفا وتعظیما الٰہی اس گھر کی عزت و شرف اور بڑھادے، بیہقی نے بھی اس کی مثل روایت کی، جبکہ ثبوت و نفی کی روایات میں تعارض ہوا تو ثبوت کی روایات کو ترجیح ہوگی، نفی کرنے والوں کو اس کی خبر نہ ہوئی، یا یوں کہو کہ اول نظر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے، پھر جب بھی کعبہ نظر آئے بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کرے، اس طرح دونوں روایتیں جمع ہیں، بہر حال ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ممنوع نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَكَّةَ فَاَقْبَلَ اِلَى الْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ اَتَى

(۲۴۵۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے، حجر اسود کے سامنے آئے اسے چوما پھر بیت اللہ کا طواف کیا پھر صفا پر

الصَّفَا فَعَلَاهُ حَتّٰى يَنْظُرَ إِلَى الْبَيْتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَذْكُرُ اللّٰهَ مَا شَاءَ وَيَدْعُوا۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

تشریف لائے ا۔ تو اس پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آگیا تو اپنے ہاتھ اٹھائے تو اس قدر اللہ کا ذکر و دعا کرتے رہے جتنا رب نے چاہا ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۴۵۸) ا۔ یہ واقعہ یا تو حجۃ الوداع کا ہے یا کسی عمرہ کا اور صفا کی طرف جانا طواف اور طواف کی نماز ادا کر کے ہے ۲۔ اس زمانہ میں صفا پر بہت اوپر چڑھ کر کعبہ نظر آتا تھا' اب تو زمین پر ہی نظر آجاتا ہے کہ زمین بہت اونچی ہو چکی ہے اور مروہ پر بالکل نظر نہیں آتا' مگر ادائے سنت کے لئے کچھ چڑھ جانا چاہیے' بہتر یہ ہے کہ وہاں جو دل چاہے دعا مانگے' کوئی خاص مقرر نہ کرے کہ اس مقرر کرنے میں دل میں خشوع نہیں پیدا ہوتا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلٰوةِ اِلَّا اَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيْهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ اِلَّا بِخَيْرٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ جَمَاعَةً وَقَفُوْهُ

(۲۴۵۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی طرح ہے ا۔ بجز اس کے کہ تم اس میں بات کر سکتے ہو تو جو طواف میں کلام کرے تو اچھا ہی کلام کرے ۲۔ (ترمذی' نسائی' دارمی) اور ترمذی نے اس جماعت کا ذکر کیا جنہوں نے اسے ابن عباس پر موقوف کیا۔

(۲۴۵۹) ا۔ طواف بھی نماز کی طرح بہترین عبادت ہے علماء فرماتے ہیں کہ مکہ والوں کے لئے نماز طواف سے افضل ہے اور باہر والوں کے لئے طواف نماز سے افضل کہ انہیں اس خاص زمانہ ہی میں طواف میسر ہوتا ہے (اشعہ) ۲۔ یعنی طواف کی حالت میں دنیاوی کلام بھی جائز ہے لیکن جائز کلام کرلے ناجائز باتیں غیبت جھوٹ وغیرہ نہ کرے' اس حدیث کی بناء پر بعض اماموں نے طواف میں وضو فرض مانا کہ نماز میں وضو فرض ہے اور طواف نماز کی طرح ہے لہٰذا اس میں بھی وضو فرض ہو' امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاں وضو فرض نہیں' اولاً" تو اس لئے کہ یہ حدیث ظنی ہے اور ظنیات سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی' دوسرے اس لئے کہ کپڑوں کی پاکی' کعبہ کو منہ' قرأت قرآن' رکوع' سجود وغیرہ ان اماموں کے ہاں بھی طواف میں فرض نہیں' حالانکہ یہ چیزیں نماز میں فرض ہیں معلوم ہوا کہ طواف کو نماز سے صرف عبادت ہونے میں تشبیہ دی گئی ہے نہ کہ شرائط و ارکان کے اشتراط میں (اشعہ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

(۲۴۶۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حجر اسود جنت سے آیا ا۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا' اسے آدمیوں کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ۲۔ (احمد' ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے ۳۔

(۲۴۶۰) ا۔ حدیث بالکل ظاہری معنی میں ہے بلاوجہ کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں' واقعی یہ پتھر جنت سے آیا' ہو سکتا ہے کہ وہ گھر جو آدم علیہ السلام کے طواف و سجدوں کے لئے جنت سے آیا تھا جو طوفان نوح کے وقت اٹھا لیا گیا اسی کا یہ پتھر ہو جو باقی رکھا گیا یا مستقل طور پر وہاں سے یہ پتھر لایا گیا ہو۔ ۲۔ یعنی یہ پتھر شفاف آئینہ یا سیاہی چوس کاغذ کی طرح ہے جیسے شفاف آئینہ گرد و غبار

marfat.com

سے میلا اور سیاہی چوس کاغذ گیلے حرفوں پر لگنے سے سیاہ ہو جاتا ہے ' ایسے ہی یہ پتھر ہم گنہگاروں یا گزشتہ مشرکوں کے ہاتھ لگنے سے برابر سیاہ ہوتا چلا گیا ' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہمارے گناہوں سے سنگ اسود سیاہ ہو گیا تو گناہوں سے دل بھی میلا ہو جاتا ہے اور بدکاروں گنہگاروں کی صحبت سے اچھے برے بن جاتے ہیں ' بروں کی صحبت سے پرہیز چاہیے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین صحبت کی تاثیر ضروری ہے ۳۔ یہ حدیث احمد ' نسائی ' ابن عدی ' بیہقی ' طبرانی وغیرہ نے مختلف اسنادوں سے روایت کی ' غرض کہ یہ حدیث بہت قوی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَرِ وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَهٗ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَّنْطِقُ بِهٖ يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهٗ بِحَقٍّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۲۴۶۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر کے متعلق فرمایا رب کی قسم اللہ اسے قیامت کے دن ایسے اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی ' جن سے وہ دیکھتا ہو گا اور ایک زبان ہو گی جس سے بولتا ہو گا حق سے چومنے والوں کو گواہی دے گا۔ (ترمذی ' ابن ماجہ ' دارمی)

(۲۴۶۱) ۱۔ حدیث بالکل ظاہر ہے ' کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں ' قیامت میں قرآن ' ہمارے نیک اعمال وغیرہ تمام کی شکلیں ہوں گی ' اور سب کلام کریں گے بلکہ ہمارے اعضاء بھی بولیں گے ' رب تعالٰی فرماتا ہے وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانو یکسبون جو رب تعالٰی ان چیزوں کو گویائی بخش سکتا ہے وہ سنگ اسود کو بھی گویائی ' آنکھ وغیرہ بخش سکتا ہے ' اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ' ایک یہ کہ سنگ اسود حاجیوں کی شفاعت کرے گا ' دوسرے یہ کہ سنگ اسود بحکم الٰہی نافع ہے ' تیسرے یہ کہ سنگ اسود کا چومنا مفید ہے ' قیامت میں کام آئے گا ' چوتھے یہ کہ کروڑوں آدمیوں نے اسے چوما یہ ان سب کو جانتا پہچانتا ہے ' پانچویں یہ کہ سنگ اسود ہمارے دلوں کے اخلاص و نفاق کو بھی جانتا ہے کہ کون اخلاص سے چوم رہا ہے اور کون نفاق سے ' چھٹے یہ کہ سنگ اسود حاجیوں کے اچھے برے خاتمہ کو جانتا ہے۔ کہ کون ایمان پر مرا اور کون کفر پر ' تب ہی تو وہ مومن مخلص کی شفاعت کرے گا ' مرتد ' منافق کی شفاعت نہ کرے گا جب ایک پتھر کے علم و نفع کے یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو رب نے سیدالخلق بنایا ان کے علوم کا کیا پوچھنا ' جو لوگ حضور انور کے لئے علوم خمسہ نہیں مانتے وہ اس حدیث میں غور کریں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَّاقُوْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْلَمْ يَطْمِسْ نُوْرَهُمَا لَاَضَاءَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۴۶۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رکن اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے یاقوت ہیں ' جن کی روشنی اللہ نے چھپالی ہے ۱۔ اگر ان کی روشنی نہ چھپاتا تو یہ پورب و پچھم کے درمیان کو جگمگا دیتے ۲۔ (ترمذی)

(۲۴۶۲) ۱۔ یعنی ان دونوں جنتی یاقوتوں کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے ان کا اصلی نور چھپالیا گیا ' تاکہ جنت پر ایمان بالغیب رہے ' حجر اسود اور مقام ابراہیم دونوں ہی جنت کے جواہرات میں سے ہیں ۲۔ اور ان کی جگمگاہٹ سورج کو خیرہ کر دیتی ' سنگ اسود کو کفار قرامطہ اٹھالے گئے تھے ' انہوں نے مکہ معظمہ میں اتنا قتل و خون کیا تھا کہ حرم شریف اور چاہ زمزم لاشوں سے بھر گیا تھا ' حجر اسود سے

marfat.com

بولے کہ تو ہی شرک کا سرچشمہ ہے خدا کے سواء تو کب تک بنا رہے گا' بائیس سال تک یہ ان کے قبضہ میں رہا' پھر مکہ والوں نے انہیں بہت سا مال دے کر سنگ اسود مانگا' وہ بولے کہ وہ پتھر دوسرے پتھروں سے مخلوط ہو گیا ہے آؤ پہچان کر لے جاؤ' مکہ معظمہ کے علماء نے کہا کہ جس پتھر پر آگ اثر نہ کرے وہ سنگ اسود ہے کیونکہ جنتی چیز میں آگ اثر نہیں کرتی' چنانچہ پتھر آگ سے تپ گئے یہ گرم بھی نہ ہوا' اس علامت سے واپس لائے' جاتے وقت اس پتھر کے بوجھ سے کئی سو اونٹ دب کر مر گئے تھے مگر واپسی کے وقت ایک دبلا اونٹ اسے مکہ لے آیا' غرضیکہ سنگ اسود عجیب نورانی بابرکت پتھر ہے (مرقاۃ)

وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ زِحَامًا مَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُزَاحِمُ عَلَيْهِ قَالَ اِنْ اَفْعَلْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مَسْحَهُمَا كَفَّارَةٌ لِّلْخَطَايَا وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ اُسْبُوْعًا فَاَحْصَاهُ كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ لَا يَضَعُ قَدَمًا وَلَا يَرْفَعُ اُخْرٰى اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً وَّكَتَبَ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۴۶۳) روایت ہے حضرت عبید ابن عمیر سے ا۔ کہ حضرت ابن عمر دو رکنوں میں اس قدر بھیڑ میں گھستے ۲۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو وہاں اس قدر گھستے نہ دیکھا ۳۔ فرماتے ہیں اگر میں یہ کرتا ہوں تو درست ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ان کا چھونا گناہوں کا کفارہ ہے ۴۔ اور میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ جو اس بیت اللہ کا ایک ہفتہ نہایت حفاظت و احتیاط سے طواف کرے ۵۔ تو غلام آزاد کرنے کی طرح ہو گا اور میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ طواف کرنے والا ایک قدم نہیں رکھتا اور دوسرا نہیں اٹھاتا مگر رب تعالٰی ان کی برکت سے ایک گناہ مٹاتا ہے اور ایک نیکی لکھتا ہے ۶۔

(ترمذی)

(۲۴۶۳) ا۔ آپ جلیل القدر تابعین سے ہیں' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پیدا ہوئے تھے مگر زیارت نہ کر سکے' آپ کی کنیت ابو عاصم ہے قبیلہ بنی لیث سے ہیں حجازی ہیں مکہ معظمہ کے قاضی رہے' حضرت ابن عمر کی وفات سے کچھ پہلے ہی وفات پا گئے ۲۔ یعنی ہر طواف کے اول و آخر میں حضرت ابن عمر سنگ اسود و یمانی چومنے کی بہت کوشش کرتے تھے' بھیڑ میں گھس کر چومتے تھے' مگر اس طرح کہ کسی کو آپ سے ایذاء نہ ہو کہ وہاں ایذاء دینا ممنوع ہے۔ ۳۔ حتیٰ کہ کبھی حضرت ابن عمر کی ناک شریف اس بھیڑ میں زخمی ہو جاتی تھی' دیگر صحابہ کرام اس ایذاء کو دیکھ کر بھیڑ میں نہ گھستے تھے بلکہ اشارہ سے چوم لیتے تھے' آج کل ان صحابہ کی سنت پر عمل کرنا چاہیے' اگر چومنے کا شوق ہو تو رات کے آخری حصہ میں یا دوپہری میں طواف کرلے ان اوقات میں آسانی سے بوسہ نصیب ہو جاتا ہے' فقیر کا تجربہ ہے۔ ۴۔ گناہ صغیرہ کا نہ کہ حقوق العباد کا' بعض لٹیرے بدو حجاج کو قتل' ان کا مال لوٹ کر' سنگ اسود چوم جاتے' طواف کر جاتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ جو ہم کر آئے تھے وہ معاف ہو گیا یہ ان کی جہالت و حماقت تھی' اب تو وہاں بہت امن ہے ۵۔ اس طرح کہ مسلسل ایک ہفتہ طواف کرے' کوئی دن ناغہ نہ ہو' اور طواف کی تمام سنتیں و مستحبات ادا کرے یہ دونوں چیزیں احصاہ سے ثابت ہوئیں۔ ۶۔ اس طرح کہ ایک قدم رکھنے پر گناہ کی معافی دوسرا قدم اٹھانے پر بلندی درجہ میسر ہوتی ہے۔ اور بے گناہ آدمی کو دونوں قدموں پر بلندی درجات ہے۔

marfat.com

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۴۶۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سائب سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دو رکنوں کے درمیان فرماتے سنا' الٰہی ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچالے ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۴۶۴) ا۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم طواف کی حالت میں رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان ہوتے تو یہ جامع دعا مانگتے تھے کیونکہ اس جگہ ستر فرشتے مقرر ہیں جو طواف والے کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں' اور یہاں فاصلہ بھی اتنا ہی ہے کہ یہ مختصر دعا پڑھ لی جائے' اس لئے سرکار یہاں یہ جامع دعا پڑھتے تھے' شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالت طواف اس دعا کے سواء کوئی اور دعا منقول نہیں اب جو طواف کے ساتھ چکروں کی الگ الگ دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ سلف صالحین سے منقول ہیں' اس دعا کی شرح ہم کتاب الدعوات میں کر چکے ہیں' یہاں اتنا سمجھ لو کہ دنیا و آخرت کی بھلائی کی ستر شرحیں کی گئی ہیں مگر مختصر و جامع ولذیذ شرح یہ ہے کہ دنیا کی بھلائی اتباع آقا و اطاعت مولٰی ہے' آخرت کی بھلائی حضور کا قرب رب کا دیدار ہے اور عذاب نار حجاب یار ہے۔ اللہ تعالٰی یہ نعمتیں نصیب کرے اور حجاب سے بچائے آمین۔

وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ اَخْبَرَتْنِيْ بِنْتُ اَبِيْ تُجْرَاةَ قَالَتْ دَخَلْتُ مَعَ نِسْوَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ دَارَ اٰلِ اَبِيْ حُسَيْنٍ نَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَرَاَيْتُهٗ يَسْعٰى وَاِنَّ مِئْزَرَهٗ لَيَدُوْرُ مِنْ شِدَّةِ السَّعْيِ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اسْعَوْا فَاِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوٰى اَحْمَدُ مَعَ اخْتِلَافٍ.

(۲۴۶۵) روایت ہے حضرت صفیہ بنت شیبہ سے ا۔ فرماتی ہیں مجھے ابی تجارہ کی بیٹی نے خبر دی فرماتی تھیں کہ میں چند قرشی بیبیوں کے ساتھ ابی حسین کے خاندان کے گھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے گئی ۲۔ جب کہ آپ صفا و مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا تہبند شریف تیز دوڑنے کے باعث گردش کر رہا تھا ۳۔ اور میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ لوگو سعی کرو اللہ نے تم پر سعی واجب کی ۴۔ (شرح سنہ) اور احمد نے کچھ اختلاف سے روایت کی۔

(۲۴۶۵) ا۔ یہ صفیہ تابعین میں سے ہیں' ان کا نام صفیہ بنت شیبہ ابن عثمان ابن طلحہ حجی ہے یعنی عثمان ابن طلحہ جو کعبہ شریف کے کلید بردار ہیں' ان کی پوتی ہیں اور بنت ابی تجراۃ کا نام حبیبہ ہے' بنی عبدالدار سے ہیں' تجراۃ ت کے زبر یا پیش سے جیم کے سکون ر کے زبر سے ہے۔ ۲۔ آل حسین کا یہ گھر سعی کے کنارہ پر تھا جہاں سے سعی بخوبی دیکھی جاسکتی تھی یہ حضور کی سعی دیکھنے اس لئے گئیں کہ سعی کا طریقہ سیکھ لیں اور حضور انور کی زیارت سے شرف حاصل کریں' جو تمام عبادات سے بہتر عبادت ہے' کہ کعبہ کے دیکھنے سے انسان حاجی بنتا ہے' حضور کو دیکھنے سے صحابی' اور ایک صحابی تمام جہان کے حاجیوں' غازیوں سے افضل ہے' کوئی شخص صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا' رب فرماتا ہے واخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنی دوسرے مسلمان صحابہ کو نہیں مل سکتے۔ ۳۔ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے سعی پیدل کی نہ کہ سواری پر' یہ ہی سنت ہے' بلاعذر سواری پر سعی کرنا مکروہ و خلاف سنت ہے' جن روایات میں ہے کہ حضور نے سواری پر سعی کی وہ کسی عمرے میں تھی' جو بیماری وغیرہ کسی

marfat.com

عذر کی وجہ سے یا لوگوں کی تعلیم کے لئے تھی، جیسے حضور انور نے بغرض تعلیم سواری پر طواف بھی کیا۔ ۲؎ حج میں سعی امام شافعی و احمد و مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں فرض ہے کہ اس کے رہ جانے پر حج باطل ہو گا مگر امام اعظم قدس سرہ کے ہاں واجب ہے کہ اس کے رہ جانے پر دم واجب ہو گا، ان اماموں کی دلیل یہ حدیث ہے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث واحد ہے، اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی، بعض علماء کے ہاں سعی نفل ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے فلا جناح علیه ان یطوف بهما مگر یہ دلیل کمزور ہے (مرقات ولمعات وغیرہ) حضرت ابن عباس، ابن زبیر، انس ابن مالک رضی اللہ عنہم سعی کو نفل ہی مانتے ہیں۔

وَعَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلٰى بَعِيْرٍ لَا ضَرْبٌ وَّلَا طَرْدٌ وَّلَا اِلَيْكَ اِلَيْكَ. شَرْحِ السُّنَّةِ

(۲۴۶۶) روایت ہے حضرت قدامہ ابن عبداللہ ابن عمار سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا مروہ کے درمیان اونٹ پر سعی کرتے دیکھا ۲؎ جس میں نہ اونٹ کا مارنا پیٹنا تھا نہ لوگوں کو ہٹانا نہ ہٹو بچو فرمانا ۳؎ (شرح سنہ)

(۲۴۶۶) ۱؎ آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں ضعفاء مکہ معظمہ سے تھے اس لئے وہاں سے ہجرت نہ کر سکے (اشعہ) ۲؎ یہ سعی حجۃ الوداع کی سعی نہیں بلکہ کسی عمرہ کی سعی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سواری پر سعی کرنا کسی سخت مجبوری یا بیماری کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور کا تہبند شریف زیادہ تیز دوڑنے کی وجہ سے گھوم رہا تھا کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے ۳؎ اس میں ان امراء و سلاطین پر طعن ہے جو سعی میں راستہ خالی کراتے تھے۔ یا ہٹو بچو کہتے تھے۔ چاہیے یہ کہ امیر و فقیر ایک ساتھ سعی کریں، وہاں ہٹو بچو کیسی، موت، نماز، حج و عمرہ، دنیاوی فرق مٹاتے ہیں۔

وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ مُضْطَبِعًا بِبُرْدٍ اَخْضَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

(۲۴۶۷) روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز چادر بغل سے نکالے ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

(۲۴۶۷) ۱؎ آپ صحابی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، غزوہ حنین، طائف و تبوک میں حاضر ہوئے، حضرت عمر کی طرف سے نجران کے حاکم تھے، جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ رہے، اسی جنگ میں شہید ہوئے ۲؎ اضطباع کے معنی عرض کئے جا چکے ہیں کہ احرام کی چادر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر داہنا کندھا کھلا رکھنا اور بایاں کندھا ڈھکا رکھنا، چادر برد یمانی تھی یہ ہی حضور انور کا محبوب کپڑا تھا، علماء فرماتے ہیں کہ سبز چادر سے مراد مخطط سبز بستر ہے نہ کہ خالص سبز کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خالص سبز یا سرخ کپڑا نہیں پہنا، اضطباع یعنی داہنا کندھا کھولنا صرف اس طواف کے وقت مستحب ہے، بعض حجاج احرام کے وقت سے ہی کندھا کھلا رکھتے ہیں یہ غلط ہے اس طرح نماز مکروہ ہو گی (مرقات) بعض وارثی فقراء ہمیشہ احرام کا لباس پہنتے ہیں اس میں حرج نہیں، لیکن اضطباع نہ کریں اور نہ ننگے سر رہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ اعْتَمَرُوْا مِنَ الْجِعِرَّانَةِ فَرَمَلُوْا بِالْبَيْتِ ثَلٰثًا وَّجَعَلُوْا اَرْدِيَتَهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ ثُمَّ قَذَفُوْهَا عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ

(۲۴۶۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جعرانہ سے عمرہ کیا ۱؎ تو بیت اللہ شریف کا تین بار رمل کیا اور اپنی چادروں کو اپنی بغلوں کے نیچے

الْیُسْرٰی۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ) سے لیا پھر انہیں اپنے بائیں کندھے پر ڈالا ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۴۶۸) ۱۔ جعرانہ مکہ معظمہ سے جانب طائف ایک منزل فاصلہ پر ہے وادی حنین سے وھوازن سے متصل اسی جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کی غنیمتیں تقسیم فرمائیں اور یہاں سے ہی عمرہ کیا' یہاں سترہ دن یا کچھ کم و بیش قیام فرمایا اب بھی بعض عشاق مکہ معظمہ سے یہاں آکر عمرہ کا احرام باندھتے ہیں' جسے بڑا عمرہ کہتے ہیں۔ فقیر نے اس مقام کی زیارت کی ہے۔ اشعہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ عمرہ راتوں رات کیا تھا' کسی کو اطلاع نہ تھی' صحابہ کرام نے اس کے بعد دوسرے وقت میں عمرہ کیا۔ ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ اضطباع صرف طواف میں کیا جائے گا نہ سعی میں ہو گا نہ کسی اور وقت یہی امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ امام شافعی کے ہاں سعی میں اضطباع سنت ہے' طواف پر قیاس کرتے ہوئے' مگر یہ استدلال کمزور ہے' کیونکہ طواف میں اضطباع رمل کی طرح شجاعت ظاہر کرنے کے لئے تھا' حضور انور نے اور کسی موقع پر نہ اضطباع کیا نہ رمل۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا تَرَكْنَا اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيْ وَالْحَجَرِ فِيْ شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ نَافِعٌ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهٗ وَقَالَ مَا تَرَكْتُهٗ مُنْذُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ۔

(۲۴۶۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں ہم نے رکن یمانی و اسود کا چومنا چھونا سہولت یا دشواری میں کبھی نہ چھوڑا۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں چومتے دیکھا ۱۔ (مسلم بخاری) اور ان کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ آپ سنگ اسود کو اپنا ہاتھ لگاتے پھر ہاتھ چوم لیتے اور فرمایا کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے دیکھا تب سے کبھی نہ چھوڑا ۲۔

(۲۴۶۹) ۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگ اسود کو منہ مبارک لگا کر چوما مگر رکن یمانی کو ہاتھ لگا کر البتہ بیہقی و حاکم ۔ سند ضعیف اور امام احمد نے ۔ سند صحیح منہ لگا کر بوسہ دینے کی بھی روایت کی ہے' اسی لئے امام محمد فرماتے ہیں کہ اسے بھی منہ لگا کر چومے' ہو سکتا ہے کہ یہ منہ لگانا شاذ و نادر ہوا ہو (مرقات) ۲۔ یعنی طواف کے کسی چکر میں اس کا بوسہ نہ چھوڑا موقعہ ہوا تو منہ لگا کر چوما' ورنہ ہاتھ لگا کر' اور اگر نہ بن پڑا تو اشارہ کر کے' اس سے معلوم ہوا کہ رکن عراقی و شامی کو نہ چوما جائے گا' یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سنت پر ہمیشگی کرنا برا نہیں' بیہقی میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے سنگ اسود کو چوما بھی اور اس پر سجدہ بھی کیا اور فرمایا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنگ اسود پر سجدہ کرتے دیکھا' جناب عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کو اس پر سجدہ کرتے دیکھا' حاکم نے باسناد صحیح حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ آپ نے سنگ اسود پر پیشانی رکھ کر سجدہ کیا' لہذا امام مالک کا یہ فرمانا کہ اس پر سجدہ کرنا بدعت ہے' درست نہیں (مرقات) ان روایات سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم سنگ اسود کے بوسہ سے ناراض تھے۔

marfat.com

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۷۰) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بیمار ہوں تو فرمایا کہ تم لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کر لوا۔ تو میں نے طواف کیا جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ سے متصل نماز پڑھ رہے تھے اور سورہ والطور وکتاب مسطور پڑھ رہے تھے ۲۔ (مسلم بخاری) ۳۔

(۲۴۷۰) ا۔ بیماری سے وہ مرض مراد ہے جس میں چلنا پھرنا اور طواف دشوار ہو جائے اور سواری سے ڈولی پر سواری مراد ہے جسے لوگ اپنے کندھوں پر اٹھا کر مریض کو طواف کرا دیں' نہ کہ جانور پر سواری' جانور پر طواف کرنا حضور کی خصوصیات سے ہے ہم کو حرم شریف میں جانور لے جانا جائز نہیں' لوگوں کے پیچھے کی قید اس زمانہ کے لحاظ سے ہے کہ اس وقت مسجد حرام اتنی ہی بڑی تھی جتنا اب مطاف ہے (طواف کی جگہ) اب جبکہ مسجد چوطرفہ بہت دور تک پھیل گئی ہے تو صرف جماعت کے وقت مطاف میں نماز ہوتی ہے' اس کے بعد پورا مطاف طواف والوں کے لئے خالی کر دیا جاتا ہے اور وہ لوگ باقی حصوں میں نماز پڑھتے رہتے ہیں وہاں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے ۲۔ یہ نماز فجر تھی چونکہ حضرت ام سلمہ فجر پڑھ چکی تھیں' اور بعد فجر نفل جائز نہیں' اس لئے آپ اس وقت طواف کرتی ہیں' غالب یہ ہے کہ حضور انور نے دونوں رکعتوں میں سورت والطور پڑھی۔ ۳۔ یعنی اے سنگ اسود میں تجھے پوجتا نہیں بلکہ چومتا ہوں' تجھے عبادت کا بوسہ نہیں دیتا بلکہ تعظیم کا بوسہ دیتا ہوں' کیونکہ عبادت اس اللہ کی ہے' جو بذات خود نفع نقصان کا مالک ہے یہ اس لئے فرمایا کہ عہد فاروقی کے نو مسلم لوگ جو اب تک پتھر پوجتے تھے وہ اس تعظیم کو پتھر کی عبادت نہ سمجھ لیں' مرقات میں ہے کہ یہاں نفع نقصان سے مراد بالذات نفع پہنچانا ہے ورنہ اسود بحکم پروردگار بہت نافع ہے کہ اس کا چومنا عبادت اور باعث ثواب ہے اور ابھی کچھ پہلے عبداللہ ابن عباس کی روایت گزر چکی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں اس کی آنکھیں بھی ہوں گی اور زبان بھی' اپنے اخلاص سے چومنے والوں کے ایمان کی گواہی دے گا۔

وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَّا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ مَا قَبَّلْتُكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۷۱) روایت ہے حضرت عابس ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ آپ سنگ اسود چومتے تھے اور کہتے تھے میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۷۱) ا۔ یعنی تجھے چومنا ایک تعبدی چیز ہے اور حضور انور کی اتباع میں ہے' اس جگہ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اور شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات میں' مولانا عبدالحی لکھنوی نے فدایۃ الھدایہ اور ابن ہمام نے بروایت حاکم فرمایا کہ فاروق اعظم کے اس فرمان پر حضرت علی مرتضٰی نے فرمایا اے امیرالمؤمنین یقیناً اسود مفید بھی ہے اور مضر بھی' رب العالمین نے تمام روحوں سے جو اپنی واحدانیت کا اقرار لیا تھا وہ اقرار نامہ اسی پتھر میں محفوظ ہے اور یہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی آنکھیں و ہونٹ ہوں

marfat.com

کے، مخلصین کی گواہی دے گا' یہ اللہ کا امین ہے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ ابوالحسن جس زمین میں تم نہ ہو مجھے خدا وہاں نہ رکھے' مرقات نے فرمایا کہ حدیث بشرط شیخین نہیں ہے' کیونکہ اس کی اسناد میں ابوہارون عبدی ہیں جن سے مسلم و بخاری حدیث نہیں لیتے (یعنی حدیث صحیح ہے اگرچہ بشرط شیخین نہیں) اسی جگہ مرقات نے فرمایا' مستحب یہ ہے کہ سنگ اسود کو چومنے کے بعد اس پر پیشانی رکھ کر سجدہ بھی کرے' اور ابن حمام نے فرمایا کہ ابن ماجہ میں بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگ اسود پر ہونٹ مبارک رکھے اور بہت دیر تک روتے رہے پھر فاروق اعظم سے فرمایا کہ اے عمر اس جگہ آنسو بہائے جاتے ہیں (مرقاۃ) فقیر حقیر احمد یار کہتا ہے کہ حضرت عمر نے اس زمانہ کے جہلا کا انتظام فرماتے ہوئے سنگ اسود سے یہ فرمایا اور حضرت علی مرتضیٰ نے قیامت تک کے وہابیوں کا انتظام فرماتے ہوئے اس کے یہ فضائل بیان فرمائے دونوں بزرگوں کے کلام برحق ہیں اور مسلمانوں کو مفید۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وُکِّلَ بِهٖ سَبْعُوْنَ مَلَکًا یَعْنِی الرُّکْنَ الْیَمَانِیَّ فَمَنْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوْا اٰمِیْنَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۴۷۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر یعنی رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں ۱؎ تو جو کہتا ہے الٰہی میں تجھ سے معافی اور امن و عافیت دینی و دنیاوی مانگتا ہوں ۲؎ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے تو فرشتے کہتے ہیں آمین ۳؎ (ابن ماجہ)

(۲۴۷۲) ۱؎ یعنی بہٖ کی ضمیر کا مرجع رکن یمانی ہے' یہ تفسیر غالباً حضرت ابوہریرہ کی ہے ۲؎ ذنوب کی معافی عفو ہے اور عیوب کی معافی عافیت یا دنیا میں معافی عفو ہے اور آخرت میں معافی عافیت' رکن یمانی اور سنگ اسود کے درمیان بحالت طواف یہ دعا ضرور مانگے ۳؎ یعنی چونکہ اس جگہ کی دعا پر رکن یمانی والے یہ فرشتے آمین کہتے ہیں' اس لئے یہاں جامع دعا مانگنی چاہیے' یہ مطلب نہیں کہ اس دعا پر تو آمین کہتے ہیں اور اگر کوئی اور دعا مانگی جائے تو آمین نہ کہیں' مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ طواف کے چکروں میں دعائیں مقرر نہیں کہ فلاں چکر میں یہ دعا مانگے فلاں میں یہ' ہاں بحالت طواف قرآن مجید حضور انور سے ثابت نہیں' بہتر یہ ہے کہ دعائیں ہی مانگے۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ سَبْعًا وَّلَا یَتَکَلَّمُ اِلَّا بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مُحِیَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَیِّئَاتٍ وَّکُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَّرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَّمَنْ طَافَ فَتَکَلَّمَ وَهُوَ فِیْ تِلْكَ الْحَالِ خَاضَ فِی الرَّحْمَةِ بِرِجْلَیْهِ کَخَائِضِ الْمَآءِ۔

(۲۴۷۳) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیت اللہ کا طواف سات چکر کرے اور اس کے سوا اور بات چیت نہ کرے ۱؎ کہ اللہ پاک ہے اللہ کی تعریف ہے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے سوا نہ طاقت ہے نہ قوت تو اس کے دس گناہ مٹادیئے جائیں گے اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس درجے بلند ہوں گے ۲؎ اور جو شخص طواف کرے اور اسی حالت میں باتیں کرے تو رحمت میں

marfat.com

بِرِجْلَیْہِ۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

اپنے دونوں پاؤں سے ایسے گھس جائے گا جیسے پانی میں پاؤں سے گھس جاتا ہے ۳۔(ابن ماجہ)

(۲۴۷۳) ا۔نہ دنیاوی بات کرے نہ تلاوت قرآن' یا یہ مطلب ہے کہ سوائے اس کے اور کوئی دعا ہی نہ مانگے' خیال رہے کہ رکن یمانی اور سنگ اسود کا درمیانی فاصلہ اس حکم سے علیحدہ ہے' وہاں وہ دعا مانگے جو ابھی گزر چکی' لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں ۲۔یعنی پورے طواف کا یہ فائدہ ہو گا یا ہر چکر کا یا ہر دفعہ یہ دعا پڑھنے کا' مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے علماء فرماتے ہیں کہ اللہ کی حمد کرنا بھی دعا ہے' دیکھو ان کلمات میں دعائیہ لفظ ایک بھی نہیں' صرف رب کی حمد وثنا ہے مگر اس کے اتنے بڑے فائدے ہیں' خیال رہے کہ یہ فائدے ہم گنہگاروں کے لئے ہیں' بے گناہ بندوں کے لئے تمیں درجوں کی بلندی ہو گی۔ ۳۔اس جملے کی بہت شرحیں ہیں' محقق شرح یہ ہے کہ باتیں کرنے سے مراد یہی کلمات بولنا ہیں' چونکہ ان کلمات کا اب دوسرا فائدہ بیان ہو رہا ہے اس لئے اس طرح ارشاد فرمایا' بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ جو شخص طواف میں دنیوی باتیں کرے وہ تو گھٹنوں گھٹنوں دریائے رحمت میں آجاتا ہے اور جو گزشتہ کلمات پڑھے وہ دریائے رحمت میں غوطے لگاتا ہے' مگر یہ شرح ضعیف سی ہے کیونکہ مسجد میں خصوصاً طواف میں دنیوی باتیں مکروہ ہیں جن سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں اس پر ثواب کا وعدہ کیسا' حضرت آدم علیہ السلام نے جب بیت اللہ کا طواف کیا تو آپ سے فرشتوں نے مصافحہ کر کے عرض کیا کہ ہم دو ہزار سال سے یہاں طواف کر رہے ہیں' آپ نے پوچھا کہ تم طواف میں کیا پڑھتے ہو' وہ بولے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو آپ نے فرمایا کہ ہم اس پر یہ زیادہ کیا کریں گے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (مرقات)

بَابُ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَۃَ
باب عرفہ میں ٹھہرنا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

عرفہ عرف سے بنا بمعنی پہچاننا' نویں تاریخ کو بھی عرفہ کہتے ہیں اور عرفات میدان کو بھی' مگر لفظ عرفات صرف میدان کو کہا جاتا ہے نہ کہ اس دن کو' رب فرماتا ہے فاذا افضتم من عرفٰت چونکہ اس جگہ کا ہر حصہ عرفہ ہے' اس لئے اسے جمع عرفات کہا جاتا ہے' اس جگہ کو چند وجہ سے عرفہ کہتے ہیں (۱) اسی جگہ حضرت آدم و حوا کی ملاقات تین سو برس کے فراق کے بعد ہوئی' اور ایک دوسرے کو پہچانا (۲) اسی جگہ جبرئیل امین نے جناب خلیل کو ارکان حج سکھائے' اور آپ نے فرمایا عرفت میں نے پہچان لیا (۳) یہ جگہ تمام دنیا میں جانی پہچانی ہے کہ یہاں حج ہوتا ہے' یعنی مشہور ہے (۴) رب تعالیٰ اس دن حاجیوں کو مغفرت کا تحفہ دیتا ہے' عرف بمعنی عطیہ رب فرماتا ہے عرفها لهم (۵) تمام حجاج وہاں پہنچ کر اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں' خیال رہے کہ قیام عرفہ حج کا رکن اعلیٰ ہے جسے یہ مل گیا اسے حج مل گیا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ الثَّقَفِیِّ اَنَّہٗ سَاَلَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ وَھُمَا غَادِیَانِ مِنْ مِنًی اِلٰی

(۲۴۷۴) روایت ہے حضرت محمد ابن ابی بکر ثقفی سے کہ انہوں نے منیٰ سے عرفہ جاتے ہوئے حضرت انس ابن مالک سے

marfat.com

عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پوچھا کہ آپ حضرات اس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا کیا کرتے تھے ا۔ تو وہ بولے کہ ہم میں تلبیہ کہنے والا لبیک کہتا تھا اور اس پر اعتراض نہ ہوتا تھا اور ہم میں سے تکبیر والا اللہ اکبر کہتا تھا اس پر اعتراض نہ ہوتا تھا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۷۴) ا۔ شاید سائل کا خیال تھا کہ حجاج کو عرفات پہنچ کر کوئی خاص عبادت کرنا ہوتی ہوگی' اس لئے یہ سوال کیا حالانکہ کچھ پڑھنے کا نام حج نہیں بلکہ حاجی کا اسدن میں اس جگہ پہنچ جانے کا نام حج ہے۔ ۲۔ عرفہ میں حاجیوں کا تلبیہ کہنا سنت ہے اور تکبیر کہنا جائز تلبیہ دسویں بقرعید جمرہ عقبی کی رمی پر ختم ہوتا ہے' خیال رہے کہ نماز پنج گانہ کے بعد تکبیر تشریق کہنا اور جگہ واجب ہے عرفات میں نہیں (مرقات) لہذا اصحابہ کرام کا یہ تکبیر کہنا ذکر اللہ کی بنا پر تھا' یہ تکبیر تشریق نہ تھی۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحَرْتُ هٰهُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوْا فِيْ رِحَالِكُمْ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۷۵) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے یہاں قربانی کرلی ہے مگر سارا منی ہی قربانی گاہ ہے لہذا اپنی منزلوں میں قربانی کرسکتے ہو ا۔ اور ہم نے یہاں قیام فرمایا ہے مگر سارا عرفہ ہی قیام گاہ ہے ۲۔ اور ہم نے یہاں وقوف مزدلفہ کیا ہے' مگر سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے ۳۔ (مسلم)

(۲۴۷۵) ا۔ ھٰھنا سے منی کی اس جگہ کی طرف اشارہ ہے جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی یعنی صرف یہاں ہی قربانی کرنا واجب نہیں بلکہ سارا ہی منے قربانی گاہ ہے جہاں بھی کرلوگے ہو جائے گی حتی کہ اپنے خیموں میں بھی قربانی کرسکتے ہو' اب حکومت نے منی میں قربانی کے لئے الگ جگہ خاص کردی تاکہ خیموں اور راستوں میں خون نہ بہے اور بیماری نہ پھیلے' یہ حکم انتظامی ہے نہ کہ شرعی اور سرکار کا یہ فرمان اباحت کے لئے ہے نہ کہ وجوب کے لئے حضور نے مسجد خیف کے پاس قربانی کی تھی' وہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے جسے مسجد نحر کہتے ہیں ۲۔ یعنی ہم نے جبل رحمت کے پاس وہاں کی چٹانوں سے متصل اپنا خیمہ ڈالا اور قیام فرمایا' عرفات میں قیام کی جگہ صرف یہی نہیں بلکہ بطن عرفہ کے سواء سارا میدان قیام گاہ ہے ۳۔ یعنی ہم نے مزدلفہ میں مشعر الحرام کے پاس قیام کیا مگر وادی محشر کے سواء سارا مزدلفہ قیام گاہ ہے' مزدلفہ زلف سے بنا باب افتعال کی ت دال بن گئی' اس کے معنی ہیں قرب کی جگہ' چونکہ حاجی یہاں پہنچ کر اللہ سے قریب ہوتا ہے' نیز یہ جگہ منی سے قریب ہے' اس لئے مزدلفہ کہا جاتا ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے واذا الجنۃ ازلفت علماء فرماتے ہیں کہ ان تینوں مقامات میں جس قدر حضور کی قیام گاہ سے قرب ہو اتنا ہی اچھا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ اَنْ يُّعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَاِنَّهٗ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ فَيَقُوْلُ مَا اَرَادَ هٰٓؤُلَآءِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۷۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ سے بڑھ کر ایسا کوئی دن نہیں جس میں اللہ اپنے بہت سے بندوں کو آگ سے آزاد کردے ا۔ رب تعالٰی اس دن بہت ہی قریب ہوتا ہے پھر ان فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں ۲۔ (مسلم)

marfat.com

(۲۴۷۶) ۱۔ یعنی سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ نویں ذی الحجہ کو گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ عبد کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی اس دن حاجیوں کے علاوہ اور بندوں کو بھی بخشتا ہے۔ اسی لئے غیر حجاج کے لئے اس دن روزہ سنت ہے۔ ۲۔ یعنی اس دن اللہ کی رحمت بندوں سے قریب تر ہوتی ہے' اور رب تعالٰی فرشتوں پر حاجیوں کی افضلیت' ان کی شرافت و کرامت ظاہر فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم نے کہا تھا کہ انسان خونریزی و فساد کرے گا تم نے اس پر غور نہ کیا کہ انسان اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر' پردیسی بن کر' پریشان بال' کفن پہنے' لبیک لبیک کی صدائیں لگاتا عرفات کے میدان میں بھی آئے گا' بتاؤ ان حاجیوں نے سواء میری رضاء کے اور کیا چاہا ہے' صرف مجھے راضی کرنے کے۔ لئے یہ لوگ ان میدانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں یہ شرف نہ ملا ئکہ کو حاصل ہے نہ جنات کو صرف ان ہی کا حصہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ صَفْوَانَ عَنْ خَالٍ لَّهٗ يُقَالُ لَهٗ يَزِيْدُ بْنُ شَيْبَانَ قَالَ كُنَّا فِيْ مَوْقِفٍ لَّنَا بِعَرَفَةَ يُبَاعِدُهٗ عَمْرٌو مِنْ مَوْقِفِ الْإِمَامِ جِدًّا فَأَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ إِنِّيْ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكُمْ يَقُوْلُ لَكُمْ قِفُوْا عَلٰى مَشَاعِرِكُمْ فَإِنَّكُمْ عَلٰى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ أَبِيْكُمْ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۴۷۷) روایت ہے حضرت عمرو بن عبداللہ ابن صفوان سے وہ اپنے ماموں سے راوی جنہیں یزید ابن شیبان کہا جاتا تھا ۱ فرماتے ہیں ہم عرفات میں اپنی منزل میں تھے عمرو نے فرمایا کہ وہ جگہ امام کی جگہ سے بہت دور تھی ۲۔ تو ہمارے پاس ابن مربع انصاری آئے بولے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہاری طرف پیغامبر ہوں ۳۔ حضور تم سے فرماتے ہیں کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو ۴۔ تم لوگ اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی وراثت پر ہو ۵۔

(ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۲۴۷۷) ۱۔ حضرت عمرو ثقہ تابعین میں سے ہیں جمحی ہیں قرشی ہیں اور یزید ابن شیبان ازدی صحابی ہیں ۲۔ اسلام سے پہلے کفار مکہ نے عرفات کے حصے بخرے کر لئے تھے کہ ہر قبیلہ کے قیام کا الگ ٹھکانہ تھا' چنانچہ یزید ابن شیبان کے قبیلہ کا بھی ایک مقام تھا' قدیمی رسم کے مطابق یہ حضرت اپنی خاندانی قیام گاہ میں ٹھہرے' مگر آج دل کی کیفیت کچھ اور تھی' اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ سے بہت دور دیکھ کر پشیمان ہوئے اس لئے اگلا واقعہ پیش آیا ۳۔ ان کا نام زید یا یزید ابن مربع ہے' علماء فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دور افتادگان حجاج کی دلی کیفیت خود معلوم فرمائی اس لئے یہ پیغام بھیجا' ان حضرات نے چاہا تھا کہ اس جگہ سے منتقل ہو کر حضور کے قدموں میں جا پڑیں' اس لئے یہ پیغام آیا' سرکار ہم پر ہمارے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں۔ ۴۔ مشاعر مشعر کی جمع ہے بمعنی عبادت گاہ یعنی زمانہ جاہلیت سے جو تمہارے مقام مقرر ہو چکے ہیں' اور اب تم آکر ٹھہر گئے ہو وہاں سے منتقل نہ ہو کہ اس میں سخت دشواری ہوگی سارا عرفات قیام گاہ ہے' مجھ سے دوری تمہارے لئے مضر نہیں (لمعات) ۵۔ سبحان اللہ کیسا پاکیزہ فرمان ہے یعنی تم اپنے جاہل باپ دادوں کی پیروی میں یہاں نہ ٹھہرو' بلکہ سنت ابراہیمی سمجھ کر یہاں قیام کرو' اور میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرو' رب تعالٰی فرماتا ہے۔ ما جعل عليكم فى الدين من حرج ملة ابيكم ابراهيم

marfat.com

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيْقٌ وَمَنْحَرٌ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۴۷۸) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفات جائے وقوف ہے اور سارا منی قربانی گاہ ہے اور سارا مزدلفہ قیام گاہ ہے اور مکہ معظمہ کی ہر سڑک راستہ اور قربانی گاہ ہے ۱ے (ابوداؤد دارمی)

(۲۴۷۸) ۱ے فجاج فج کی جمع ہے معنی چوڑا راستہ یعنی اگرچہ ہم براستہ کداء مکہ معظمہ پہنچے، لیکن مکہ معظمہ تک پہنچنے والے تمام راستے ٹھیک ہیں، جس راستہ سے یہاں آؤ درست ہے، اور سارا مکہ معظمہ قربانی گاہ ہے کہ حج کی قربانی حرم میں چاہیے، جہاں بھی ہو جائے، حجاج اپنی آسانی کے لئے منی میں قربانی کرلیتے ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ اگرچہ حج و عمرہ کی قربانی سارے حرم میں ہوسکتی ہے، لیکن حج کی قربانی منی میں افضل ہے اور عمرہ کی قربانی مکہ معظمہ میں، خصوصاً مروہ پہاڑ کے پاس بہتر (مرقات)

وَعَنْ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلٰى بَعِيْرٍ قَائِمًا فِي الرِّكَابَيْنِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۲۴۷۹) روایت ہے حضرت خالد ابن ہوذہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ عرفات میں اونٹ پر دو رکابوں کے درمیان کھڑے ہوئے لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے ۱ے (ابوداؤد)

(۲۴۷۹) ۱ے یہ خطبہ حج ہے جو نویں بقرعید کو عرفات میں دیا جاتا ہے، جس میں عرفات سے چلنے، مزدلفہ میں ٹھہرنے، منی میں قربانی اور طواف زیارت وغیرہ کے احکام سکھائے جاتے ہیں قائما معنی واقفا ہے، یہ مطلب نہیں کہ آپ اونٹ پر کھڑے ہوئے تھے کہ یہ تو بہت مشکل ہے مطلب یہ ہے کہ آپ وقوف عرفات اونٹ پر کررہے تھے فی الرکابین کے معنی یہ ہیں کہ دونوں قدم شریف رکاب میں رکھے ہوئے تھے چونکہ وہاں منبر تھا نہیں اور منشاء یہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں سے اونچے رہیں تاکہ دور تک کے لوگ آپ کی زیارت بھی کرسکیں اور آپ کا کلام شریف بھی سن سکیں، اس لئے یہ خطبہ اونٹ پر دیا، اب بھی عرفات شریف میں امام اونٹ پر خطبہ دیتا ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَخَيْرُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى مَالِكٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اِلٰى قَوْلِهٖ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

(۲۴۸۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے دن کی دعاؤں میں سے بہترین ۱ے اور جو ہم نے اور ہم سے پہلے نبیوں نے عرض کیا ان میں سے بہترین عرض یہ ہے کہ اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۲ے (ترمذی) اور مالک نے حضرت طلحہ ابن عبید اللہ سے لا شریک لہ تک روایت کی

(۲۴۸۰) ۱ے کیونکہ اس دن کی دعا جلد قبول ہوتی ہے اور اس پر مانگنے سے زیادہ ملتا ہے۔ ثواب دعا اس کے علاوہ ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نویں بقرعید کی دعا بہترین عمل ہے خواہ کہیں مانگی جائے، اگر حج میسر ہو اور میدان عرفات میں مانگی جائے، تو زہے

marfat.com

نصیب ورنہ اپنے گھر یا مسجد وغیرہ جہاں ہو سکے مانگے' یہ دن غفلت میں نہ گزار دے' اسی لئے سمجھدار لوگ نویں بقر عید کو روزہ رکھتے ہیں' عبادات و دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں' اس دن کو لہو و لعب میں نہیں گزارتے۔ ۲۔ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ اس دن صرف دعا ہی نہ مانگے' بلکہ رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی کرے کہ اللہ کے ذکر سے دل کو چین اور قرار ہے اور ذکروں میں بہترین ذکر یہ ہے کہ اس میں رب تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی حمد و ثناء ہے اور سنت انبیاء پر عمل بھی یعنی ذکر اور زبان دونوں کی تاثیریں جمع ہیں اسی لئے لوگ دعائے ماثورہ' جو بزرگوں سے منقول ہوں زیادہ پڑھتے ہیں' دوسرے یہ کہ تمام دعاؤں میں بہترین دعا یہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود کہنا یہ دعا ہے' حدیث قدسی میں ہے کہ جسے میرا ذکر دعا مانگنے سے روک دے تو اسے میں مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا' نیز اس میں رضاء بالقضاء علے وجہ الکمال ہے' شاعر کہتا ہے۔ شعر:۔

☆ وکلت الی المحبوب امری کله ☆ فان شاء احیانی وان شاء اتلف ☆

یہ کلمات چوتھے کلمے کے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے ہی یہ پڑھا کرتے تھے' جیسا کہ گزر چکا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ تاریخوں میں ذکر الٰہی افضل ہے کہ اس صورت میں ذکر کے ساتھ وقت کی فضیلت بھی جمع ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيْزٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا رُئِيَ الشَّيْطٰنُ يَوْمًا هُوَ فِيْهِ اَصْغَرُ وَلَا اَدْحَرُ وَلَا اَحْقَرُ وَلَا اَغْيَظُ مِنْهُ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَمَا ذَاكَ اِلَّا لِمَا يَرٰى مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ وَتَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ اِلَّا مَا رُئِيَ يَوْمَ بَدْرٍ فَقِيْلَ مَا رَاٰى يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ فَاِنَّهٗ قَدْ رَاٰى جِبْرِيْلَ يَزَعُ الْمَلٰئِكَةَ رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ۔

(۲۴۸۱) روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبید اللہ ابن کریز سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن شیطان بہت چھوٹا' بہت پھٹکارا ہوا اور بہت ذلیل و غمگین نہ دیکھا گیا ۲؎ یہ صرف اس لئے ہے کہ وہ آج کے دن رحمت باری کا نزول اور اللہ کا بڑے گناہوں کی معافی دینا مشاہدہ کرتا ہے ۳؎ اس کے سواء جو بدر کے دن دیکھا گیا ۴؎ عرض کیا گیا حضور بدر کے دن کیا دیکھا گیا فرمایا اس نے حضرت جبریل کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کی صف آرائی کر رہے ہیں ۵؎ (مالک) مرسلا" اور شرح سنہ میں لفظ مصابیح کے۔

(۲۴۸۱) ۱؎ یہ طلحہ تابعی ہیں' اہل شام میں سے ہیں' اسی لئے مصنف نے ان کے دادا کا نام بھی لے دیا' کیونکہ طلحہ ابن عبید اللہ ابن عفان مشہور صحابی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' ان کے دادا عثمان یعنی ابو قحافہ صدیق اکبر کے والد ہیں فقط طلحہ سے ذہن انہی کی طرف منتقل ہوتا ہے' جیسے صرف عبداللہ سے عبداللہ ابن مسعود اور صرف حسن سے خواجہ حسن بصری سمجھ میں آتے ہیں ۲؎ اصغر صغار سے ہے بمعنی حقارت ادحر دحر سے بنا بمعنی ذلت کے ساتھ نکالنا' رب تعالیٰ فرماتا ہے من کل جانب○ دحورا اور فرماتا ہے اخرج منها مذءوما مدحورا شیطان سے مراد یا تو ابلیس ہے یا وہ اور اس کی ساری ذریت' یعنی یوں تو شیطان ہمیشہ ہی ذلیل و خوار اور غمگین رہتا ہے' مگر نویں بقر عید کو حاجیوں کو عرفہ میں دیکھ کر بہت غمگین ہوتا ہے' معلوم ہوا کہ نیک کام پر غم کرنا اور نیکیوں سے جلنا شیطانی عمل ہے ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی نگاہ سے غیبی پردے اٹھے ہوئے ہیں جن سے وہ فرشتوں کو بھی دیکھ لیتا ہے اللہ کی رحمتیں اترتے ہوئے دیکھتا ہے اور رب تعالیٰ کے فیصلوں سے بھی خبردار رہتا ہے' ورنہ اس دن اس کے زیادہ غمگین

marfat.com

ہونے کے کیا معنی' جب اس ناری کا یہ حال ہے تو نوری مخلوق کی شان کیا ہوگی' ۴ے کہ اس دن وہ عرفہ کے دن سے بھی زیادہ پریشان غمگین وذلیل و خوار تھا' اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے شیطان اور اس کی ذریت چھپی ہوئی نہیں' حضور تو اس کی دلی کیفیتوں تک سے مطلع ہیں' کہ اس کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہے' راوی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے اسے آنکھوں سے دیکھا ۵ے یزع وزع سے بمعنی تقسیم و ترتیب' رب تعالیٰ فرماتا ہے وھم یوزعون اہل عرب صفیں ترتیب دینے والے کو وازع کہتے ہیں یہاں فرشتوں سے وہ پانچ ہزار فرشتے مراد ہیں' جو مسلمانوں کی امداد کے لئے جنگ بدر کے دن آئے' یہ فرشتے کفار کو ہلاک کرنے نہ آئے تھے' ورنہ ایک فرشتہ پورے ملک کو ہلاک کرسکتا ہے' بلکہ مسلمانوں کی معیت اور حضور کی ماتحتی کی عظمت حاصل کرنے آئے تھے جیسے بدری صحابہ تمام صحابہ سے افضل ہیں ایسے ہی بدری فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل۔ شعر:۔

☆ معلوم ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں ☆ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے ☆

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ فَيَقُوْلُ اُنْظُرُوْا اِلٰى عِبَادِيْ اَتَوْنِيْ شُعْثًا غُبْرًا ضَاجِّيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُوْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا رَبِّ فُلَانٌ كَانَ يُرَهَّقُ وَفُلَانٌ وَّفُلَانَةٌ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ عَتِيْقًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۲۴۸۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو رب تعالیٰ دنیاوی آسمان کی طرف نزول کرم فرماتا ہے ا؎ تو حجاج کے ذریعے فرشتوں پر فخر کرتا ہے ۲؎ فرماتا ہے میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس بکھرے بال گرد آلود دور دراز کے راستوں سے شور مچاتے آئے ہیں میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ ۳؎ فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب فلاں مرد اور فلاں عورت تو بدکاری کرتے رہے ہیں ۴؎ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بھی بخش دیا ۵؎ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرفہ سے زیادہ کوئی دن لوگوں کے آگ سے چھٹکارا پانے کا نہیں ۶؎ (شرح سنہ)

(۲۴۸۲) ا؎ اللہ تعالیٰ اترنے چڑھنے آنے جانے سے پاک ہے' ایسے مقام پر اللہ کی رحمت اس کی مغفرت کا اترنا مراد ہوتا ہے' آسمان دنیا سے پہلا آسمان مراد ہے' جو زمین سے قریب تر ہے' چونکہ اس آسمان کے فرشتے زمین والوں سے بہت واقف ہوتے ہیں اس لئے رب تعالیٰ کی رحمتیں پہلے اس آسمان پر آتی ہیں پھر زمین پر تاکہ ان فرشتوں کی نگاہ میں خصوصیت سے مسلمانوں کا وقار قائم ہو' اور ان کے لئے دعائے مغفرت کیا کریں' ۲؎ رب کے فخر فرمانے کے معنی ہم پہلے عرض کرچکے ہیں' حجاج سے مراد عرفہ میں ٹھہرے ہوئے حاجی ہیں اور فرشتوں سے مراد عموماً سارے فرشتے ہیں اور خصوصاً پہلے آسمان کے' چونکہ فرشتے انسانوں کے گناہ دیکھتے رہتے ہیں' اس لئے انہیں خصوصیات سے مسلمانوں کی نیکیاں دکھائی جاتی ہیں' یہ رب کی بندہ نوازی ہے کہ ہمارے گناہوں پر فرشتوں کو اس طرح اہتمام سے متوجہ نہیں کیا جاتا مگر نیکیوں پر جو اسی کی توفیق سے ہیں فرشتوں کو متوجہ بھی کیا جاتا ہے اور ثواب

marfat.com

بھی' انہیں گولہ بنا کر دیا جاتا ہے۔ ۳۔ سبحان اللہ کیا پیارے کلمات ہیں' بحالت احرام حجاج پراگندہ بال بھی ہوتے ہیں کہ اس حال میں کنگھی کرنا منع ہے اور گردو غبار میں آئے ہوئے بھی کہ وہ ریگستانی علاقہ ہے' حجاج زیادہ غسل بھی نہیں کرسکتے' دور دراز ملک سے لبیک کا شور کرتے پہنچتے ہیں' اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کسی برکت والی جگہ جانا رب کے پاس جانا ہے' دیکھو عرفات میں پہنچنے والوں کو فرمایا گیا کہ یہ میرے پاس آئے' کیونکہ عرفات وہ مقام ہے جہاں انبیائے کرام گزرے یا رہے ہیں۔ لہذا انبیاء واولیاء کے مزارات پر حاضری دینا رب کے پاس ہی جانا ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے مقبولوں کو اچھے کام پر گواہ بنالینا چاہیے' ہم نے لوگوں کو کہتے سنا کہ نیکیاں مقبولوں کے سامنے کرو اور گناہ ان سے چھپاؤ' ان سے غیرت کرو۔ ۴۔ یہ کلام اظہار تعجب کیلئے ہے کہ خدایا ہم نے فلاں حاجی اور فلاں حجن کو فسق اور بڑے بڑے گناہ گزشتہ زمانہ میں کرتے دیکھا ہے کیا یہ بھی بخش دیئے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ آسمان کے رہنے والے فرشتے بھی ہمارے ہر عمل سے خبردار ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے ویعلمون ما تفعلون تو اگر اللہ کے حبیب گنبد خضرا میں رہتے ہوئے ہمارے ہر عمل سے خبردار ہوں اور ہماری بدکاریوں کی ستاری اور ہماری گنہگاریوں کی شفاعت اور نیک کاریوں کی دعائے قبولیت فرماتے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ ۵۔ کیونکہ یہ اگرچہ برے ہیں مگر اچھی جگہ' اچھوں کی جگہ اور اچھوں کے پاس آگئے' میں نے انہیں بھی بخش دیا کہ اچھوں کا ساتھی بھی محروم نہیں رہتا' اور لکڑی کے سنگ لوہا بھی تیر جاتا ہے۔ ۶۔ چنانچہ حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ اے میرے حاجی بندو اگر تمہارے گناہ ریگستانوں کے ذروں' پانی کے قطروں' درختوں کے پتوں کے برابر بھی ہوں جب بھی تمہیں بخش دیا' جاؤ میں نے تمہیں بھی بخشا اور جس کی تم سفارش کرو اس کو بھی بخشا (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نویں بقر عید کو عام مسلمانوں کی بخشش ہوتی ہے حاجی ہوں یا غیر حاجی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ فَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَةَ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ فَيَقِفَ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضَ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۸۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں قریش اور ان کا طریقہ کرنے والے مزدلفہ میں ہی ٹھہر جاتے تھے ۱۔ اور انہیں حمس (بہادر وغیرہ) کہا جاتا تھا ۲۔ باقی عرب عرفات میں ٹھہرتے تھے پھر جب اسلام آیا تو اللہ تعالٰی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عرفات پہنچیں وہاں ہی ٹھہریں پھر وہاں سے واپس ہوں ۳۔ یہ حکم ہے اللہ عزوجل کا کہ تم وہاں سے چلو جہاں سے لوگ چلیں ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۸۳) ۱۔ یعنی سرداران عرب خواہ قریش یا غیر قریش' حج کے موقعہ پر اپنی بڑائی اس طرح ظاہر کرتے تھے کہ غریب حاجی تو عرفات پہنچتے تھے اور یہ لوگ مزدلفہ تک آکر لوٹ جاتے تھے ۲۔ حمس ح کے پیش سے احمس کی جمع حماسہ سے بنا بمعنی سختی و بہادری' اسی لئے کعبہ کو حمساء کہتے ہیں کہ وہ مضبوط پتھروں سے بنایا گیا' نیز وہ کہتے تھے کہ ہم حرم کے کبوتر ہیں حدود حرم سے آگے نہ بڑھیں گے' ۳۔ کیونکہ حج کی جان اور اس کا رکن اعلٰی توحج کا قیام ہی ہے جس سے یہ لوگ تکبر اور فخر کی بناء پر محروم رہے اے

marfat.com

محبوب آپ وہاں ہی قیام کریں' صرف مزدلفہ سے واپس نہ ہوں' معلوم ہوا کہ متکبر انسان کبھی بڑی رحمتوں سے محروم رہتا ہے ۵۔ یعنی عرفات سے جہاں سے حجاج واپس ہوتے ہیں تاکہ متکبروں کا غرور ٹوٹے۔ خیال رہے کہ قبرستان اور عرفات کا میدان' جماعت نماز کی صفیں وہ مقامات ہیں' جہاں سب چھوٹے بڑے برابر کر دیئے جاتے ہیں۔

وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِاُمَّتِهٖ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِالْمَغْفِرَةِ فَاُجِيْبَ اِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ مَا خَلَا الْمَظَالِمَ فَاِنِّيْ اٰخِذٌ لِلْمَظْلُوْمِ مِنْهُ قَالَ اَيْ رَبِّ اِنْ شِئْتَ اَعْطَيْتَ الْمَظْلُوْمَ مِنَ الْجَنَّةِ وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ فَلَمْ يُجَبْ عَشِيَّتَهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ اَعَادَ الدُّعَاءَ فَاُجِيْبَ اِلٰى مَا سَاَلَ قَالَ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ تَبَسَّمَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اِنَّ هٰذِهٖ لَسَاعَةٌ مَا كُنْتَ تَضْحَكُ فِيْهَا فَمَا الَّذِيْ اَضْحَكَكَ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ قَالَ اِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ اِبْلِيْسَ لَمَّا عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدِ اسْتَجَابَ دُعَائِيْ وَغَفَرَ لِاُمَّتِيْ اَخَذَ التُّرَابَ فَجَعَلَ يَحْثُوْهُ عَلٰى رَاْسِهٖ وَيَدْعُوْ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ فَاَضْحَكَنِيْ مَا رَاَيْتُ مِنْ جَزَعِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ نَحْوَهٗ۔

(۲۴۸۴) روایت ہے حضرت عباس ابن مرداس سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام اپنی امت کے لئے دعائے مغفرت کی ۲؎ تو جواب ملا کہ حقوق العباد کے سوا باقی گناہ بخش دیئے مظلوم کا حق تو لوں گا ۳؎ عرض کیا یا رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے دے اور ظالم کو بخش دے ۴؎ اس شام کو تو جواب نہ ملا مگر جب مزدلفہ میں حضور نے صبح کی تو وہ ہی دعا دوبارہ کی تب آپ کا سوال پورا کیا گیا ۵؎ راوی فرماتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یا مسکرائے ۶؎ خدمت عالی میں حضرت ابوبکر و عمر نے عرض کیا ہمارے ماں باپ فدا اس گھڑی حضور ہنسا نہ کرتے تھے اللہ حضور کو خوش و خرم رکھے کیا چیز آپ کو ہنسا رہی ہے ۷؎ فرمایا کہ جب اللہ کے دشمن ابلیس نے دیکھا کہ اللہ تعالٰی نے میری دعا قبول کرلی اور میری امت کو بخش دیا ۸؎ تو مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا اور ہائے وائے پکارنے لگا ۹؎ ہم نے جو اس کی گھبراہٹ دیکھی جس سے ہمیں ہنسی آگئی ۱۰؎ (ابن ماجہ) اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں اس کی مثل روایت کی ۱۱؎۔

(۲۴۸۴) ۱؎ آپ کی کنیت ابوالہیثم ہے' قبیلہ بنی سلیم سے ہیں' بڑے پایہ کے شاعر تھے' فتح مکہ سے کچھ پہلے اسلام لائے مولفۃ القلوب سے تھے' فتح مکہ میں آپ پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ شریک تھے' زمانہ جاہلیت میں آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اپنے پر شراب حرام کرلی تھی' اور آپ اپنی قوم کے سردار تھے (اشعہ' مرقات) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ امت سے مراد تاقیامت حجاج ہیں کہ جو حج کو آئے بالکل بخشا جائے' بعض شارحین نے ساری امت مراد لی ہے اور بعض نے صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے والے فرمایا' مگر پہلی بات قوی تر ہے (لمعات' مرقات) ۳؎ مظالم سے مراد حقوق العباد ہیں خواہ مالی حق ہوں یا جانی' حق العبد وہ ہے جو بندے کے معاف کردینے سے معاف ہو جائے' اور حق اللہ وہ ہے جسے بندہ معاف نہ کر سکے' لہٰذا قتل کی سزا حق العبد ہے اور زنا کی سزا حق اللہ' اور چوری کی سزا مقدمہ پہنچنے سے پہلے تو حق العبد ہے' پھر حق اللہ بن جاتی ہے یعنی حق اللہ حج سے معاف نہ ہو گا وہ تو ادا ہی کرنا ہو گا' خیال رہے کہ یہ حج مقبول کی جزا ہے' حج مقبول ہوتا ہی وہ ہے جو نمازیں وغیرہ ادا کر کے کیا جائے' لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عمر بھر تارک نماز اور شرابی' زانی رہو' حج کر آؤ' سب معاف ہو گیا' بلکہ پہلے ان

marfat.com

جرموں سے صحیح توبہ کرو پھر آئندہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ تو انشاء اللہ گزشتہ کوتاہیوں کی معافی ہو جائے گی۔ ۵؎ یعنی مظلوم کو جنت دے کر ظالم سے راضی کرا دے کہ مظلوم ظالم کو معافی دیدے۔ اپنا حق مظلوم معاف کر دے اور اے مولیٰ تو اپنا حق معاف فرما دے۔ خیال رہے کہ ہر حق العبد میں حق اللہ بھی داخل ہوتا ہے' ہاں غالب حق العبد ہوتا ہے' قاتل جیسے مقتول کا مجرم ہے ایسے ہی رب کا بھی مجرم' کہ اس نے رب کا قانون توڑا' لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے' قیامت میں مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دینا' یا ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلوا دینا عدل ہے' مگر مظلوم کو جنت دے کر راضی کر دینا اور ظالم کی معافی کرا دینا' یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے' یہاں یہ تیسری صورت مراد ہے۔ ۶؎ یعنی حقوق العباد کا بھی وعدہ کر لیا گیا' اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا' لہذا اگر مقروض نے ادائے قرض میں ٹال مٹول کی تھی' پھر ادا کر کے حج کو گیا تو حج کی برکت سے ٹال مٹول کا گناہ معاف ہو گیا اور اگر قرض خواہ لاپتہ ہو گیا تھا یا کسی وجہ سے ابھی قرض ادا نہ کیا تھا کہ حج کر لیا تو بھی اب تک تاخیر کا گناہ معاف ہے لیکن اگر حج کے بعد بھی قرض ادا نہ کیا تو اب ٹال مٹول کا گناہ اب از سر نو شروع ہو گا' ہاں اگر حج میں مر گیا اور بعد میں ورثاء نے بھی ادا نہ کیا مگر اس حاجی کی نیت ادا کی تھی تو امید ہے کہ معافی ہو جائے' غرضیکہ اس حدیث پر چکڑالویوں کا کوئی اعتراض نہیں' اس قسم کی امید افزا آیات قرآن کریم میں بھی بہت ہیں' نیز حجاج کو اس حدیث کی بناء پر دلیر ہونا جائز نہیں' کیا خبر کس کا حج قبول ہوا اور اس بشارت کا اہل ہو۔ ۷؎ یہ شک کسی نیچے کے راوی کو ہے نہ کہ حضرت عباس کو' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام زندگی شریف میں کبھی ٹھٹھا نہ لگایا' تبسم فرماتے تھے۔ ۷؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عبادت' کے موقعہ پر تبسم نہ فرماتے تھے بلکہ اکثر گریہ و زاری فرماتے تھے' اللہ تعالیٰ حضور کے دندان عالی کو ہمیشہ ہی خوش رکھے' آج مزدلفہ میں سجدہ فرما کر یہ تبسم کیا' معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی بگڑی بنوادی' اس پر خوشی ہے سبحان اللہ کیا نیارا سوال ہے اور کس خوش اسلوبی سے ہے' دعا دے کر کلام کرنا غلاموں کا طریقہ چاہیے۔ ۸؎ معلوم ہوا کہ شیطان جہاں بھی ہو عالم کے ہر حال کی خبر رکھتا ہے اور ہر ظاہر و چھپی باتوں کو سنتا جانتا ہے' ظاہر ہے کہ ابلیس اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو تھا نہیں' نہ آپ کے سجدے کے وقت وہاں کان لگائے ہوئے تھا' وہ مردود اپنی جگہ تھا' مگر یہاں سے خبردار تھا' جب ناری کی یہ کیفیت ہے۔ تو نوری جماعتوں کے علم و فضل اور باخبری کا کیا پوچھنا' رب تعالیٰ ابلیس کے متعلق فرماتا ہے انه یرلکهم هو وقبیله من حیث لا ترونهم ۹؎ ابلیس کی یہ گریہ زاری اپنی نامرادی اور ناکامی پر تھی کہ میں عمر بھر کوشش کر کے بندوں سے گناہ کراؤں گا' مگر ایک حج کر کے وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جائیں گے ۱۰؎ معلوم ہوا کہ بے دینوں کے ایسے غم پر مومنوں کو خوش ہونا چاہیے' کہ یہ خوشی بھی عبادت ہے اور سنت بھی ہے۔ ۱۱؎ یہ حدیث طبرانی' ابو علی' خطیب وغیرہ محدثین نے مختلف اسنادوں' مختلف عبارتوں سے نقل فرمائیں' جن کی تمام اسنادیں ضعیف ہیں' ابن جوزی نے اسے موضوع بتایا' بیہقی نے اس حدیث' کے ماتحت فرمایا کہ کوئی حاجی اس حدیث سے دھوکا نہ کھائے اور اپنے کو بالکل مغفور نہ جانے خدا سے خوف رکھے' بعض علماء نے فرمایا کہ یہ وعدہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ رب تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء (مرقات) امام عسقلانی نے ایک کتاب لکھی ہے قوت الحجاج فی عموم المغفرۃ للحاج جس میں ابن جوزی کی موضوع کہنے کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ اگرچہ اس حدیث کی اسنادیں ضعیف ہیں مگر چند ضعیف اسنادیں مل کر حدیث قوی کر دیتی ہیں' بہرحال حاجی رب تعالیٰ کے کرم کی امید تو رکھے' مگر مغرور نہ ہو جائے' ذنوب کی معافی کی امید رکھے' اور حقوق فوراً ادا کرے' خواہ حقوق شرعیہ ہو جیسے قضاء نمازیں یا حقوق عباد جیسے قرض وغیرہ (لمعات' اشعہ' مرقات)

marfat.com

بَابُ الدَّفْعِ مِنْ عَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ

باب عرفہ اور مزدلفہ سے روانگی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

یا تو دفع سے مراد نکلنا ہے نہ کہ نکالنا' یا اپنی سواری کو اژدہام سے نکالنا ہے کہ ان روانگیوں میں ہجوم بہت ہوتا ہے' جہاں سے حاجی بڑی ہوشیاری سے اپنی سواری کو نکالتا ہے' لہٰذا اسے دفع کہتے ہیں۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سُئِلَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَاِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۸۵) روایت ہے حضرت ہشام ابن عروہ سے ا۔ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ اسامہ ابن زید سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جب عرفہ سے روانہ ہوئے تو کس چال سے چلتے رہے فرمایا آپ قدرے تیز چلتے رہے (دلکی) پھر جب کھلا راہ پاتے تو زیادہ تیز چلتے (میدانی) ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۸۵) ا۔ ہشام بھی تابعی ہیں اور ان کے والد عروہ ابن زبیر ابن اعوام بھی تابعی ہیں' عروہ ابن زبیر مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء سے ہیں۔ آپ کا کنواں اور باغ بیر عروہ کی فقیر نے زیارت کی ہے' اس کا پانی بھی پیا ہے۔ ۲۔ فجوہ کے معنی ہیں کشادگی اور کھلی جگہ' رب تعالٰی فرماتا ہے وھم فی فجوۃ منہ اصحاب کہف غار کی کھلی جگہ میں ہیں' نص اور عنق اونٹ کی رفتاروں کے نام ہیں' نص عنق سے زیادہ تیز ہوتی ہے جیسے گھوڑے کی رفتاروں کے نام دلکی' میدان' سرپٹ وغیرہ ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ عام حالت میں معمولی رفتار پر چلایا' اور اگر کوئی جگہ خالی ملی تو تیز رفتار سے تا کہ حتی الامکان اگلے مقام پر جلد پہنچ کر عبادات کریں یہ بھی سبقت الی الخیرات کی قسم ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَآءَهٗ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا لِلْاِبِلِ فَاَشَارَ بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ وَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ

(۲۴۸۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ آپ عرفہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس ہوئے ا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اونٹوں کو سخت ڈانٹ ڈپٹ اور مار سنی ۲۔ تو انہیں اپنے کوڑے سے اشارہ فرمایا اور حکم دیا کہ اے لوگو اطمینان اختیار کرو تیز دوڑنے میں خوبی نہیں ۳۔ (بخاری)

(۲۴۸۶) ا۔ عرفات سے مزدلفہ کی طرف چلے دسویں ذوالحجہ کی شب کو' چونکہ یہ شب بھی نویں تاریخ میں داخل ہے' اس لئے اسے یوم عرفہ فرمایا گیا' بعض لوگوں نے یوم عرفہ سے دھوکا کھایا اور منی سے عرفات کی روانگی سمجھے یہ غلط ہے (مرقات) دسویں ذی الحجہ کی شب میں جو عرفات پہنچ جائے اسے حج مل جاتا ہے ۲۔ کہ حجاج اونٹوں کو دوڑانے کے لئے انہیں ڈانٹ ڈپٹ و مار کر رہے تھے ۳۔ (یعنی اس جگہ اونٹ دوڑانا ثواب نہیں بلکہ خطرہ ہے کہ گناہ بن جائے کہ ہجوم زیادہ ہے تیز دوڑانے میں حجاج کے کچل جانے'

marfat.com

چوٹ کھا جانے کا خطرہ ہے'بلکہ ثواب تو اطمینان سے ارکان ادا کرنے میں ہے اب بھی حجاج کو چاہیے کہ وہ بھاگ دوڑ سے بچیں۔

وَعَنْهُ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۸۷) روایت ہے ان ہی سے کہ حضرت اسامہ ابن زید عرفہ سے مزدلفہ تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ردیف (پیچھے سوار) رہے۔ پھر حضور انور نے مزدلفہ سے منی تک حضرت فضل کو پیچھے بیٹھا لیا۱۔ ان دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کو کنکر مارنے تک تلبیہ کہتے رہے۲ (مسلم بخاری)

(۲۴۸۷) ۱۔ خلاصہ یہ ہے کہ عرفات سے منے تک دو حضرات کو آگے پیچھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمرکابی کی سعادت میسر ہوئی' عرفات سے مزدلفہ تک حضرت اسامہ ابن زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور انور کے ساتھ حاضر تھے اور مزدلفہ سے منی تک حضرت فضل ابن عباس کو اس کا شرف ملا' چونکہ حضور انور کی ہمرکابی اعلیٰ درجہ کا شرف ہے' نیز اس قرب سے حضور کے اعمال طیبہ بخوبی معلوم ہوسکتے ہیں اس لئے یہ واقعہ بیان فرمایا ۲۔ معلوم ہوا کہ حج کا تلبیہ دسویں ذی الحجہ رمی جمرہ عقبہ تک رہتا ہے۔ یہاں پہلا کنکر مارتے ہی تلبیہ ختم ہو جاتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى إِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۴۸۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب و عشاء جمع کرکے پڑھیں۱۔ کہ ان میں سے ہر نماز علیحدہ تکبیر سے ادا کی اور نہ ان کے درمیان نفل پڑھے اور نہ ان میں سے کسی نماز کے پیچھے۲۔ (بخاری)

(۲۴۸۸) ۱۔ اس طرح کہ مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی' کہ وہاں آج مغرب کا وقت یہ ہی ہے' اگر کوئی عرفات میں یا راستہ میں نماز مغرب پڑھ بھی لے گا تو نہ ہوگی' کہ اس نے وقت سے پہلے پڑھ لی' خیال رہے کہ عرفات شریف میں تو عصر اپنے وقت سے آگے پڑھتے ہیں کہ ظہر کے وقت میں پڑھی جاتی ہے' اس لئے وہاں دونوں نمازوں کے لئے تکبیریں بھی دو ہوں گی' اور جو حاجی جماعت امام کے ساتھ پڑھے گا وہ ہی جمع صلوٰتین کرے گا' مگر مزدلفہ میں نماز مغرب پیچھے ہٹ گئی کہ عشاء کے وقت میں پڑھی گئی تو خواہ باجماعت نماز پڑھے یا علیحدہ اور خواہ امام کے ساتھ جماعت پڑھے یا اپنی جماعت علیحدہ کرے' بہر حال جمع صلوٰتین کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عرفات میں دونوں نمازوں کے لئے اذان ایک اور اقامت دو ہوں گی۔ ۲۔ یہ مذہب امام زفر کا ہے کہ مزدلفہ میں بھی مغرب و عشاء دو تکبیروں سے پڑھے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ یہاں اذان بھی ایک ہوگی اور تکبیر بھی ایک ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جو مسلم شریف نے حضرت سعید ابن جبیر سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک اذان ایک اقامت سے دونوں نمازیں پڑھیں' وہ احادیث مطابق قیاس ہیں اور یہ حدیث بخاری خلاف قیاس لہذا ان روایات کو ترجیح ہے۔ کیونکہ تکبیر لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ہوتی ہے لوگ پہلی اذان و تکبیر پر جمع ہو چکے ہیں اور نماز عشاء کا وقت بھی ہے تو ظاہر ہے کہ بغیر عشاء پڑھے نہ متفرق ہوں گے مگر عرفات میں ظہر اپنے وقت میں ہے' اندیشہ ہے کہ

marfat.com

لوگ سلام پھیرتے ہی چل دیں اس لئے تکبیر فوراً ہی کہہ دی جائے کہ عصر بھی ابھی ہو رہی ہے جاؤ مت' بہرحال مذہب ائمہ قوی ہے' امام طحاوی نے امام زفر کا مذہب اختیار کیا' ان دونوں نمازوں کے درمیان یا بعد میں نوافل و سنن وغیرہ ہرگز نہ پڑھے کہ یہ ہی سنت ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا لِمِيْقَاتِهَا اِلَّا صَلٰوتَيْنِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَآءِ بِجَمْعٍ وَّصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۸۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز غیروقت میں پڑھی ہو ا، سواء دو نمازوں کے مزدلفہ میں تو مغرب و عشاء ۲، اور اس دن نماز فجر اپنے وقت معہود سے پہلے پڑھ لی ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۸۹) ا۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفر میں جمع بین الصلوتین نہ کیا یعنی چند نمازیں بیک وقت نہ پڑھیں' وہاں جمع صوری تھا کہ ظہر آخر وقت میں پڑھی اور عصر اول وقت میں' رہا غزوہ خندق میں چند نمازیں یکدم پڑھنا وہ جمع نہ تھا بلکہ قضاء پڑھی گئی تھیں' جمع اور ہے قضاء کچھ اور' ۲۔ یعنی مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو حقیقتاً جمع فرمایا کہ مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی اور دوسری عرفات میں کہ وہاں عصر ظہر کے وقت میں پڑھی' چونکہ وہ جمع صلوتین دن میں اور سب کے سامنے ہوا تھا' اسی لئے اس کا علیحدہ نام نہ لیا اور مزدلفہ میں نمازوں کا اجتماع رات میں تھا جس میں سارے حجاج جمع نہ تھے اس لئے صرف اس کا ذکر صراحتہً علیحدہ بھی کر دیا لہذا حدیث واضح ہے دو نمازوں سے مراد عرفہ و مزدلفہ کی نمازیں ہیں۔ ۳۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فجر خوب اجیالا میں پڑھتے تھے مگر آج مزدلفہ میں پہنچنے کے بعد اندھیرے میں پڑھی' یہ حدیث امام اعظم قدس سرہ کی قوی دلیل ہے کہ ہمیشہ فجر اجیالے میں پڑھی جائے' صرف مزدلفہ میں اندھیرے منہ پڑھے کیونکہ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہی نماز فجر پو پھوٹتے ہی پڑھتے ہوتے تو آج وقت معتاد سے پڑھنے کے کیا معنی' کیا وقت سے پہلے پڑھ لی ہرگز نہیں لہذا قول احناف قوی ہے' یہاں تمام ائمہ کے ہاں وقت سے مراد وقت معتاد ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِيْ ضَعَفَةِ اَهْلِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۹۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات ضعیف بال بچوں کے ساتھ آگے بھیج دیا ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۹۰) ا۔ ضعفہ جمع ضعیف کی ہے بمعنی کمزور' اس سے مراد چھوٹے بچے اور عورتیں ہیں یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دسویں بقرعید کی رات میں اپنے گھر والی بیبیاں اور چھوٹے بچے رات ہی میں مزدلفہ سے منی روانہ کر دیئے تا کہ صبح کو بھیڑ بھاڑ میں تکلیف نہ ہو اور یہ حضرات منی میں پہلے پہنچ کر آرام سے خیمہ میں پہنچ جائیں' اب بھی یہ جائز ہے مگر طاقتور لوگوں کو یہ ساری رات مزدلفہ میں گزارنی ہوگی' بعد نماز فجر سورج نکلنے سے کچھ پہلے یہاں سے روانہ ہوں گے' مسلم بخاری میں ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھاری جسم تھیں وہ بھی نصف رات کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہو گئیں' حضور سے پوچھ کر' یہ عذر کی بنا پر اجازت ہے۔

marfat.com

وَعَنْهُ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي عَشِيَّةِ عَرَفَةَ وَغَدَاةِ جَمْعٍ لِلنَّاسِ حِينَ دَفَعُوا عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ وَهُوَ كَافٌّ نَاقَتَهُ حَتّٰى دَخَلَ مُحَسِّرًا وَهُوَ مِنْ مِنًى قَالَ عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّذِي يُرْمٰى بِهِ الْجَمْرَةُ وَقَالَ لَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۹۱) روایت ہے انہی سے وہ حضرت فضل ابن عباس سے راوی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے کہ حضور انور نے عرفہ کی شام اور مزدلفہ کے سویرے جب لوگ روانہ ہوئے تو ان سے فرمایا سکون اختیار کرو حضور خود بھی اپنی اونٹنی کی لگام کھینچے ہوئے تھے۱؎ حتی کہ وادی محسر میں داخل ہو گئے جو منی کا ہی حصہ ہے۲؎ فرمایا کنکریاں چن لو ٹھیکریوں کی طرح جن سے جمرہ کو مارا جائے۳؎ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ کی رمی تک تلبیہ کہتے رہے (مسلم)

(۲۴۹۱) ۱؎ یعنی ان دونوں روانگیوں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حجاج کو اطمینان سے آہستہ چلنے کا حکم دیا' عرفہ سے مزدلفہ آتے وقت اور پھر صبح کو مزدلفہ سے منی آتے وقت اگر یہ اطمینان نہ ہو تو بہت لوگ کچل کر مرجائیں' اب تو بسیں چلتی ہیں مگر وہ بھی دو تین میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پھر بھی ٹھہرتی ہوئی۔ ۲؎ یہ راوی کی تفسیر ہے علماء کی اس کے متعلق مختلف خیال ہیں' بعض کے نزدیک یہ منی میں داخل ہے بعض کے خیال میں مزدلفہ میں' بعض کہتے ہیں کہ یہ ان دونوں کے درمیان برزخ ہے' یہ تیسرا قول ہی قوی ہے اور اس جملے کے معنی یہ ہیں' کہ وہ منی سے قریب ہے (لمعات اشعہ و مرقات) منی جمرہ عقبہ سے وادی محسر تک کے علاقہ کا نام ہے اس طرح یہ دونوں حدود منی سے خارج ہیں (مرقات) ۳؎ خذف چٹکی سے پھینکنے کو کہتے ہیں' پھر ٹھیکری کو کہنے لگے کہ وہ چٹکی سے ہی پھینکی جاتی ہے' ان کنکروں کی مقدار باقلا کے دانہ کے برابر چاہیے بہتر یہ ہے کہ وادی محسر سے چنے جائیں' اگر مزدلفہ سے ہی چن لئے گئے تب بھی جائز ہے ستر کنکر لئے جائیں' جو سات دسویں ذی الحجہ کو کام آویں اور ۶۳ گیارہویں' بارہویں' تیرھویں کو' کیونکہ آج صرف جمرہ عقبہ کی رمی ہوگی' ان تواریخ میں تینوں جمروں کی ہر جمرہ پر سات کنکر' بعض بیوقوف بڑے بڑے پتھر بلکہ جوتے مارتے ہیں اور شیطان کو گالیاں دیتے جاتے ہیں' یہ جہالت ہے۔ خیال رہے کہ یہاں جمرہ سے مراد جنس جمرہ ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ أَفَاضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَأَمَرَهُمْ بِالسَّكِينَةِ وَأَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرْمُوا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ وَقَالَ لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هٰذَا لَمْ أَجِدْ هٰذَا الْحَدِيثَ فِي الصَّحِيحَيْنِ إِلَّا فِي جَامِعِ التِّرْمِذِيِّ مَعَ تَقْدِيمٍ وَتَأْخِيرٍ.

(۲۴۹۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے یوں روانہ ہوئے کہ آپ پر نہایت سکون و اطمینان تھا۔ اور لوگوں کو بھی سکون کا ہی حکم دیا اور وادی محسر میں سواری کچھ تیز کی۱؎ اور انہیں حکم دیا کہ ٹھیکریوں کی سی کنکریوں سے رمی کریں اور فرمایا شاید تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھوں گا۲؎ میں نے یہ حدیث مسلم بخاری میں نہ پائی۔ صرف ترمذی میں پائی۔ وہ بھی کچھ تقدیم و تاخیر سے۳؎

(۲۴۹۲) ۱؎ یعنی مزدلفہ سے منی تک کا بقیہ راستہ تو آہستگی سے طے فرمایا۔ مگر یہ مقام قدرے تیزی سے' اس کی وجہ پہلے بیان کی

marfat.com

جاچکی ہے' مگر یہ تیزی بھی ایسی نہ تھی جس سے لوگوں کو تکلیف ہو اسی لئے اوضع فرمایا' ایضاع کے معنی ہیں جانور کو ایڑھ لگانا تا کہ وہ قدرے تیز ہو جائے' ۲۔ یعنی یہ ہمارا آخری حج ہے بلکہ مکہ مکرمہ کی حاضری بھی آخری ہے' اور ہماری حیات کا آخری سال ہے' جو کچھ سیکھنا ہے ہم سے جلد سیکھ لو' اے مشتاق آنکھوں دیدار محبوب سیر ہو کر کرلو' پھر ترسو گے' یہ لعل یقین کے لئے ہے جیسے قرآن کریم میں جگہ جگہ لعل فرمایا گیا' اور دیکھنے سے مراد ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ہے' ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات بھی عالم کے ذرہ ذرہ کو ملاحظہ فرمارہے ہیں' جس پر بہت دلائل قائم ہیں' دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول انہی الفاظ کی بنا پر اس حج کا نام حجۃ الوداع ہوا کہ حضور نے اس میں اپنے وداع کی خبردی اور امت کو وداع فرمایا اور ہوا بھی ایسا ہی کہ چند ماہ بعد یعنی بارہویں ربیع الاول کو وفات ہو گئی' خیال رہے کہ ذی الحجہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع ہوا' اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات تین مہینہ بعد' ۳۔ اس میں مصنف پر دو اعتراض ہیں' ایک یہ کہ مصنف ترمذی کی حدیث فصل اول میں لے آئے' یہ ان کے قاعدہ کے خلاف ہے وہ فصل اول میں صرف شیخین کی روایات لاتے ہیں' دوسرے یہ کہ روایت ترمذی کی بھی ترتیب الفاظ بدلی ہوئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يَدْفَعُوْنَ مِنْ عَرَفَةَ حِيْنَ تَكُوْنُ الشَّمْسُ كَاَنَّهَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ فِيْ وُجُوْهِهِمْ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ وَمِنَ الْمُزْدَلِفَةِ بَعْدَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ حِيْنَ تَكُوْنُ كَاَنَّهَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَاِنَّا لَا نَدْفَعُ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَنَدْفَعُ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ هَدْيُنَا مُخَالِفٌ لِهَدْيِ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالشِّرْكِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ خَطَبَنَا وَسَاقَهٗ نَحْوَهٗ۔

(۲۴۹۳) روایت ہے حضرت محمد ابن قیس ابن مخرمہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا تو فرمایا کہ جاہلیت والے جب عرفہ سے چلتے تھے ا۔ جب کہ سورج ایسا ہو جاتا تھا جیسے لوگوں کی پگڑیاں ان کے چہروں میں ۲۔ غروب سے پہلے اور مزدلفہ سے آفتاب چمکنے کے بعد جب کہ دھوپ ایسی ہوتی جیسے لوگوں پگڑیاں ان کے چہروں میں اور ہم عرفہ سے سورج ڈوبنے تک روانہ ہوں گے اور مزدلفہ سے سورج نکلنے سے پہلے چلیں گے۔ ہمارا طریقہ بت پرستوں اور مشرکوں کے خلاف ہو گا ۳۔ (بیہقی) وہاں یہ بھی روایت کی کہ ہم پر حضور نے خطبہ ارشاد کیا پھر اس کی مثل روایت کی ۴۔

(۲۴۹۳) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ عرفات میں دیا' کیونکہ وہاں ارکان حج سکھائے جاتے ہیں' اور ہو سکتا ہے کہ حج سے پہلے کسی جمعہ میں ارشاد فرمایا ہو تا کہ حج کو جانے والے ابھی سے احکام سیکھ لیں' اہل جاہلیت سے مراد قریش کے سواء دیگر کفار ہیں' قریش تو عرفات جاتے ہی نہ تھے' مزدلفہ سے ہی لوٹ جاتے تھے ۲۔ یعنی آفتاب ڈوبنے سے کچھ پہلے وہ عرفات سے روانہ ہو جاتے تھے جب سورج کنارہ مغرب میں پہنچ جاتا اور اس کی دھوپ چہروں پر ایسی ہلالی پڑتی تھی جیسے پیشانی پر عمامہ کا حصہ یعنی سروں پر دھوپ نہ رہتی صرف چہروں پر اس طرح رہتی' یا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں پر دھوپ ایسی پڑتی تھی جیسے چہروں پر پگڑی کا کنارہ' عمامہ کی شکل نصف کرہ کی ہے' ایسے ہی پہاڑوں پر دھوپ کی شکل ہو جاتی تھی۔ ۳۔ خلاصہ یہ ہے کہ

marfat.com

مشرکین عرفات سے سورج ڈوبنے سے پہلے چلتے تھے' اور مزدلفہ سے سورج نکلنے کے بعد اسلام میں اس کے برعکس ہے کہ عرفات سے سورج ڈوبنے کے بعد چلتے ہیں تاکہ وہاں ہی رات کی ایک ساعت بھی گزر جائے۔ اور مزدلفہ سے سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہو جائیں' کیونکہ پوپھٹنے پر دن نکل آتا ہے' رات و دن کا اجتماع عرفہ میں بھی کریں گے اور مزدلفہ میں بھی' مرقات میں ہے کہ اکثر علماء کے ہاں دن چھپے تک عرفہ میں رہنا واجب ہے اور دن نکلتے وقت تک مزدلفہ میں ٹھہرنا سب کے ہاں سخت مکروہ ہے۔ ۴۔ یہاں مشکوۃ شریف میں سفیدی چھوڑی ہوئی ہے' یعنی مؤلف کو یہ حدیث کہیں نہیں ملی' مگر شیخ ابن حجر اور جزری نے فرمایا کہ یہ حدیث بیہقی شعب الایمان میں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ اُغَيْلِمَةَ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلٰى حُمُرَاتٍ فَجَعَلَ يَلْطَحُ اَفْخَاذَنَا وَيَقُوْلُ اُبَيْنِيَّ لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۴۹۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بنی عبدالمطلب کے بچوں کو خچروں پر سوار کر کے آگے روانہ کر دیا۔ حضور انور ہماری رانوں کو ہاتھ لگاتے ۱ اور فرماتے تھے بچو سورج نکلنے سے پہلے جمرہ کو کنکر نہ مار یو ۲۔ (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۲۴۹۴) ۱۔ یلطح لطح سے بنا' اس کے معنی ہتھیلی سے ٹھکورنا' اس سے معلوم ہوا کہ خچر پر حج کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ ۲۔ یعنی تم اگرچہ رات ہی میں منیٰ پہنچ جاؤ گے مگر جمرہ کی رمی آفتاب نکلنے کے بعد کرنا' امام شافعی کے ہاں آدھی رات کے بعد رمی جائز ہے' اور امام ابوحنیفہ و احمد کے ہاں پوپھٹنے کے بعد رمی جائز ہے' مگر امام صاحب کے ہاں مستحب یہی ہے کہ آفتاب نکلنے کے بعد رمی کی جائے' یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے' اور امام شافعی صاحب کے خلاف۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُمِّ سَلَمَةَ لَيْلَةَ النَّحْرِ فَرَمَتِ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ ثُمَّ مَضَتْ فَاَفَاضَتْ وَكَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْيَوْمَ الَّذِيْ يَكُوْنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

(۲۴۹۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کو بقرعید کی رات بھیج دیا ۱ انہوں نے فجر سے پہلے جمرہ کے کنکر مار لئے ۲ پھر وہ چلی گئیں تو طواف زیارت کر لیا ۳ یہ دن وہ تھا جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس قیام فرما ہوتے تھے ۴۔ (ابوداؤد)

(۲۴۹۵) ۱۔ یعنی دسویں بقرعید کی شب مزدلفہ سے منیٰ روانہ فرما دیا مع بچوں اور دوسری ازواج کے جیسا کہ پہلے گزر چکا ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ فجر سے مراد نماز فجر ہے نہ کہ وقت فجر یعنی حضرت ام سلمہ نے پوپھٹنے کے بعد پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کی' پھر نماز فجر پڑھی' لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرما دیا گیا تھا کہ آفتاب نکلنے سے پہلے رمی نہ کرنا کہ وہاں بیان استحباب تھا اور یہاں جواز پر عمل ہے' جن بزرگوں نے فرمایا ہے کہ رات میں بھی رمی جائز ہے' نصف شب کے بعد یہ حدیث ان کی دلیل نہیں اور نہ حنفیوں کے خلاف' وقت رمی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے خیال رہے کہ حج کے احکام میں آئندہ' راتیں دن میں شمار ہوتی ہیں نہ کہ گزشتہ راتیں' دیکھو نویں تاریخ کے بعد والی شب میں عرفات میں ٹھہر جانے سے حج مل جاتا ہے' لیکن اس سے پہلی رات میں حج نہیں ملتا' ایسے ہی گیارہویں بقرعید کی شب دسویں میں شمار ہو گی کہ اگر اس میں جمرہ عقبہ کی رمی کی گئی تو ہو جائے گی اگرچہ مکروہ ہو

marfat.com

گی' مگر دسویں کی شب میں رمی درست ہی نہ ہو گی ۳۔ طواف زیارت کا وقت دسویں بقرعید کی صبح سے بارہویں کی مغرب تک ہے مگر دسویں کو کرلینا بہت بہتر۔ ۴۔ یعنی حضرت ام سلمہ نے ان کاموں میں جلدی اس لئے کی کہ آج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ان کے ہاں تھا تو آپ نے چاہا کہ ان عبادات سے جلد فارغ ہو جائیں تا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اچھی طرح کر سکیں کہ وہ تمام عبادات سے افضل ہے دیگر ازواج کی چونکہ باری نہ تھی' اس لئے انہوں نے دن چڑھے اطمینان سے رمی کی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يُلَبِّي الْمُقِيمُ أَوِ الْمُعْتَمِرُ حَتّٰى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَقَالَ وَرُوِيَ مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ۔

(۲۴۹۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ مقیم یا عمرہ کرنے والا حجر اسود چومنے تک تلبیہ کہے (ابوداؤد) ابوداؤد نے فرمایا یہ حضرت ابن عباس سے موقوفاً مروی ہے۔

(۲۴۹۶) ۱۔ یہ او راوی کے شک کی بنا پر ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس نے مقیم فرمایا یا معتمر (لمعات) اور ہو سکتا ہے کہ مقیم سے مراد وہ شخص ہو جو مکہ مکرمہ میں ٹھہرا ہوا ہو' خواہ وہاں کا باشندہ ہو یا باہر کا آدمی ٹھہر گیا ہو اور معتمر سے مراد وہ ہے' جو باہر سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ وارد ہوا' دونوں سے مراد عمرہ کرنے والے ہی ہیں یعنی عمرہ والا کوئی بھی ہو مکہ کا یا باہر کا سنگ اسود چومتے ہی تلبیہ ختم کردے' جیسے کہ حاجی جمرہ عقبہ کی رمی پر تلبیہ ختم کرتا ہے' مرقات میں یہ حدیث اس باب میں تبعاً لائی گئی کہ اس سے حج کے تلبیہ بند کرنے کا حکم اشارۃً" معلوم ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الشَّرِيْدَ يَقُوْلُ أَفَضْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا مَسَّتْ قَدَمَاهُ الْأَرْضَ حَتّٰى أَتٰى جَمْعًا۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

(۲۴۹۷) روایت ہے حضرت یعقوب ابن عاصم ابن عروہ سے کہ انہوں نے حضور شرید کو فرماتے سنا۱ کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات چلا تو آپ کے قدم شریف زمین سے نہ لگے حتی کہ مزدلفہ میں پہنچ گئے ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۴۹۷) ۱۔ یعقوب ابن عاصم ابن عروہ ابن مسعود تابعی ہیں ثقفی ہیں اور شرید ابن سوید کا نام مالک ہے یہ زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم کا ایک آدمی قتل کرکے مکہ بھاگ آئے تھے۔ اس لئے ان کا لقب شرید ہو گیا (مرقات) ۲۔ یعنی سرکار عرفات سے مزدلفہ تک پیدل چلنے کے لئے کہیں نہ اترے' سواری پر ہی رہے۔ لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں' کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ میں ایک جگہ پیشاب کے لئے اترے' استنجا فرما کر وضو کیا' عرض کیا گیا' حضور نماز مغرب؟ فرمایا نماز آگے ہے' چونکہ یہاں چلنے کے لئے اترنے کی نفی ہے اور وہاں حاجت کے لئے اترنے کا ثبوت' خیال رہے کہ پیدل حج کا بہت ثواب ہے کہ ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں کا وعدہ ہے' اور سواری پر حج سنت رسول ہے ثواب اس کا زیادہ تقرب اس میں زیادہ' جیسے بعد وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ اور بیٹھ کر پڑھنے کا تقرب زیادہ کہ سرکار یہ نفل بیٹھ کر ہی پڑھتے تھے۔ یہاں پیدل حج سے مراد مکہ مکرمہ سے عرفات جانا آنا ہے نہ کہ گھر سے پیدل جانا۔

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ كَيْفَ نَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ إِنَّهُمْ كَانُوا يَجْمَعُونَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ وَهَلْ يَتَّبِعُونَ ذٰلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۴۹۸) روایت ہے حضرت ابن شہاب سے فرماتے ہیں مجھے سالم نے خبر دی کہ جس سال حجاج ابن یوسف نے حضرت زبیر پر حملہ کیا۱، تو اس نے حضرت عبداللہ سے پوچھا کہ ہم عرفہ کے دن قیام گاہ میں کیا کریں سالم نے فرمایا کہ اگر تو سنت پر عمل چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز ظہر دوپہری میں ہی پڑھ ۲۔ اس پر عبداللہ ابن عمر نے فرمایا یہ سچے ہیں صحابہ کرام بطریق سنت ظہر و عصر جمع کرکے پڑھتے ۳۔ تھے تو میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ عمل کیا ہے تو سالم نے فرمایا کہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کی پیروی کرتے تھے ۴۔ (بخاری)

(۲۴۹۸) ۱۔ ابن شہاب امام زہری کی کنیت ہے اور سالم عبداللہ ابن عمر کے فرزند ہیں، حجاج ابن یوسف ثقفی مشہور ظالم حاکم گزرا ہے جو عبدالملک ابن مروان کی طرف سے حجاز کا گورنر تھا اس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی باندھ کر قتل کرائے۔ (مرقات) جو جنگوں میں مارے گئے وہ اس کے علاوہ ہیں، اس نے عبداللہ ابن زبیر پر حملہ کیا تھا جو کہ مکہ مکرمہ اور عراق کے بادشاہ بن چکے تھے انہیں سولی دی، عبدالملک نے اسی سال اسے حکم دیا تھا کہ تو حج پر جا اور عبداللہ ابن عمر کی پیروی کر، ہر کام ان سے پوچھ کر کرنا، کسی کام میں ان کی مخالفت نہ کرنا تب اس نے آپ سے پوچھا۔ ۲۔ یعنی روزانہ ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھتے ہیں مگر نویں ذی الحجہ عرفات میں دوپہری میں زوال ہوتے ہی پڑھ لو۔ ۳۔ یعنی عرفہ میں دو کام نئے ہوں گے، ایک ظہر جلدی پڑھنا، دوسرے ظہر کے وقت میں عصر پڑھنا ۴۔ یعنی ابن شہاب (امام زہری) نے حضرت سالم سے پوچھا کہ عرفات میں ظہر جلد پڑھنا اور عصر و ظہر ملا کر پڑھنا، صرف صحابہ کا اپنا اجتہادی عمل تھا یا سنت رسول اللہ بھی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ سنت ہے، خیال رہے کہ حضرت سالم اور حضرت عبداللہ ابن عمر کا اس موقعہ پر صحابہ کا عمل پیش فرمانا اس لئے تھا کہ حجاج ظالم کو انکار کی گنجائش نہ رہے، عمل عام کی مخالفت آسان نہیں ہوتی، سیدنا عبداللہ ابن عمر کو حجاج ہی نے ایک حیلہ سے شہید کرادیا کہ آپ کے پاؤں شریف میں زہر آلودہ برچھی بہانہ سے چبھوادی، علیہ ماعلیہ (مرقات)

بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ
باب رمی جمروں کی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

جمار جمرہ کی جمع ہے، عربی میں جمرہ چھوٹے کنکریا سنگریزے کو کہتے ہیں مگر حج کے موقعہ پر ان سنگریزوں کو جمرہ کہا جاتا ہے جو دسویں گیارہویں بارہویں بلکہ تیرھویں ذی الحجہ کو تین ستونوں پر مارے جاتے ہیں، پھر خود ان ستونوں کو جمرہ کہا جانے لگا، جنہیں یہ کنکر مارے جاتے ہیں، کیونکہ وہاں ان کنکروں کا اجتماع ہوتا ہے، بعض لغت والے کہتے ہیں کہ اجمار کے معنی ہیں جلدی کرنا، تفسیر

rekhta.com

ابن کثیر میں ہے کہ جن حجاج کے کنکر قبول ہو جاتے ہیں' وہ غائب کردیئے جاتے ہیں صرف غیر مقبول کنکر ہی وہاں رہتے ہیں' ورنہ وہاں ہر سال کنکریوں کے پہاڑ لگ جایا کرتے' اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ ان مقامات میں آدم علیہ السلام نے ابلیس کو کنکر مارے تھے جس سے وہ تیزی سے دوڑ گیا تھا یہ انہی کی نقل ہے' بعض روایات میں ہے کہ یہاں اسمٰعیل علیہ السلام نے شیطان کو کنکر مارے تھے' بہر حال یہ فعل بھی بزرگوں کی نقل ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَوْمَ النَّحْرِ وَ يَقُوْلُ لِتَأْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لَا أَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هٰذِهٖ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۹۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بقرعید کے دن اپنی سواری پر رمی کرتے دیکھا۱ آپ فرماتے جاتے تھے اپنے ارکان حج سیکھ لو مجھے خبر نہیں شاید میں اس حج کے بعد حج نہ کروں ۲۔ (مسلم)

(۲۴۹۹) ۱۔ تمام ائمہ کے ہاں سواری پر رمی کرنا جائز ہے' البتہ افضلیت میں فرق ہے' امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جس رمی کے بعد اور بھی رمی ہو وہ رمی پیادہ افضل' کیونکہ اس وقت دعا مانگنا سنت ہے' اور دعا میں خشوع خضوع پیادہ ہونے سے زیادہ ہوگا اور جس رمی کے بعد دوسری رمی نہیں وہ سواری پر افضل' کیونکہ اس کے بعد کوئی دعا نہیں' یہ مسئلہ امام ابو یوسف نے اپنے نزع کی حالت میں ابراہیم ابن جراح کے سوال پر بیان فرمایا اور اس پر اسی وقت آپ کا انتقال ہو گیا' طرفین کے ہاں تمام رمی اس حدیث کی وجہ سے سوار ہو کر افضل' امام ابو یوسف نے اس سواری کو تعلیم پر معمول فرمایا' امام شافعی کے ہاں دسویں ذی الحجہ کو اگر منی میں سوار ہو کر پہنچا تو سوار ہو کر رمی افضل' اور اگر پیادہ پہنچا تو رمی پیادہ افضل' گیارہویں بارہویں کو پیادہ افضل اور تیرھویں کو سوار افضل واللہ اعلم (مرقات' اشعہ ولمعات) خلفاء راشدین کا عمل مختلف رہا ہے۔ بعض نے پیدل رمی کی بعض نے سواری پر ۲۔ یعنی مجھے خبر ہے کہ میری وفات قریب ہے اگلا حج میری زندگی میں نہ آئے گا' مگر یہ خبر درایت یعنی اٹکل و قیاس سے نہیں بلکہ وحی الٰہی سے ہے' اس لئے لا ادری بھی فرمایا اور لا احج بھی درایت اٹکل و قیاس کے علم کو کہتے ہیں' اسی لئے خدا کے علم کو درایت نہیں کہا جاتا' رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان تم اٹکل و قیاس سے کتاب و ایمان کو نہیں جانتے تھے ورنہ نبی کبھی ایمان سے بے خبر نہیں ہوتے' عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا تھا انی عبد اللہ

وَعَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى الْجَمْرَةَ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۰۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو دیکھا کہ آپ نے جمرہ کو ٹھیکری کے برابر کنکروں سے رمی کیا۱۔ (مسلم)

(۲۵۰۰) ۱۔ اس کی شرح ابھی گزر چکی کہ یہ کنکر باقلا کے دانہ سے لے کر چھوہارے کی گٹھلی یا انگلی کے پورے کے برابر ہوں' اور بہتر یہ ہے کہ اسے کلمہ کی انگلی پر رکھ کر انگوٹھے کے سرے سے پھینکے' مگر اب یہ کثرت ہجوم کی وجہ سے مشکل ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَأَمَّا بَعْدَ ذٰلِكَ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۰۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن دوپہر کے وقت جمرہ کی رمی کی مگر اس کے بعد سورج ڈھل جانے پر۱۔ (مسلم بخاری)

marfat.com

(۲۵۰۱) ۱؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دسویں ذی الحجہ کو زوال سے پہلے رمی کرلے اور گیارہویں بارہویں کو زوال کے بعد' فتح القدیر میں ہے کہ ان دو تاریخوں میں زوال سے پہلے رمی کا وقت ہوتا ہی نہیں' ہاں ابوحنیفہ سے ایک غیر مشہور سی روایت ہے کہ ان دو دنوں میں زوال کے بعد رمی افضل ہے اور پہلے بھی جائز' بخاری شریف میں عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ ہم تمام صحابہ سورج ڈھلنے کا انتظار کرتے تھے' ڈھلنے پر رمی کرتے تھے' امام ماوردی نے اس جگہ مسئلہ اجماع بیان فرمایا' تیرھویں ذی الحجہ کو بالاتفاق زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ انْتَهٰى اِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهٖ وَمِنًى عَنْ يَمِيْنِهٖ وَرَمٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَمَى الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۰۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ وہ بڑے جمرہ پر پہنچے تو بیت اللہ کو اپنے بائیں اور منی کو اپنے دائیں رکھا اور سات کنکریاں ماریں ۱؎ کہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے پھر فرمایا اسی طرح انہوں نے رمی کی جن پر سورہ بقرہ اتری ۲؎۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۰۲) ۱؎ آپ نے جمرہ عقبہ کی اس رخ پر کھڑے ہو کر رمی کی اور باقی جمروں کو روبقبلہ ہو کر' یہی ہمارے ہاں مستحب ہے جمہور کا یہی قول ہے' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے' بعض کے نزدیک ہر جمرہ کی رمی روبقبلہ ہو کر کی جائے' امام شافعی کے ہاں جمرہ عقبہ کی رمی کعبہ کو پشت کرکے کی جائے' یہ حدیث ان سب کے خلاف ہے۔ ۲؎ ساتھ سے مراد متصل ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر کنکری کے بعد تکبیر کہی' رب تعالٰی بلقیس کا قول نقل فرماتا ہے' اسلمت مع سلیمان یہاں بھی معیت سے اتصال مراد ہے' سیدنا عبداللہ ابن عمر ہر کنکر پر یہ پڑھتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہم اجعلہ حجا مبرورا وذنبا مغفورا وعملا مشکورا اور فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا چونکہ ارکان حج زیادہ سورہ بقر میں ہیں' اس لئے سورہ بقر کا ذکر کیا' ورنہ حضور پر سارا ہی قرآن اترا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِسْتِجْمَارُ تَوٌّ وَرَمْيُ الْجِمَارِ تَوٌّ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَوٌّ وَالطَّوَافُ تَوٌّ وَاِذَا اسْتَجْمَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ بِتَوٍّ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۰۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجا طاق بار ہے ۱؎ جمروں کی رمی طاق بار اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنا طاق بار اور طواف طاق بار ۲؎ اور جب تم میں سے کوئی ڈھیلے لے تو طاق بار ۳؎۔ (مسلم)

(۲۵۰۳) ۱؎ یہ حکم استحبابی ہے یعنی پاخانہ کے استنجاء میں تین ڈھیلے مستحب ہیں' یا میت کے کفن کو دھونی تین بار دینا مستحب ہے' استجمار کے دونوں معنی ہیں (اشعہ) ۲؎ جمرہ کی رمی اور صفا مروہ کی دوڑ سات' بار واجب ہے' لیکن طواف کے چار چکر فرض ہیں باقی تین واجب' یہ مذہب احناف ہے' دیگر ائمہ کے ہاں ساتوں فرض۔ ۳؎ یہ کلام مکرر نہیں' کیونکہ پہلے استجمار سے دھونی مراد ہے یہاں ڈھیلے یا اس کے برعکس۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ

(۲۵۰۴) روایت ہے حضرت قدامہ ابن عبداللہ ابن عمار سے ۱؎

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ عَلٰى نَاقَةٍ صَهْبَاءَ لَيْسَ ضَرْبٌ وَلَا طَرْدٌ وَلَيْسَ قِيْلُ إِلَيْكَ إِلَيْكَ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بقر عید کے دن سرخ لونٹنی پر رمی کرتے دیکھا ۲؎ نہ لونٹنی کو مار تھی نہ ہانک اور نہ ہٹو بچو فرمانا ۳؎ (شافعی' ترمذی' ابن ماجہ' نسائی' دارمی)

(۲۵۰۴) ۱؎ آپ مکہ معظمہ کے باشندے قدیم الاسلام صحابی ہیں' ہجرت نہ کرسکے' حجۃ الوداع میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' قبیلہ بنی کلاب یا بنی عامر سے ہیں۔ ۲؎ صہباء اصہب کا مؤنث ہے اصہب وہ اونٹ ہے جس کے بالوں کی نوکیں سرخ ہوں جڑیں وغیرہ سفید یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی لونٹنی پر سوار تھے جس کے بال ایسے تھے' غالبًا یہ لونٹنی قصوا تھی (لمعات) ۳؎ یعنی جیسے امراء و سلاطین عمومًا لوگوں کو ہٹاتے بچاتے ہوئے اپنی سواری بڑھاتے ہیں' یہ عمل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ تھا' یہ سب ہم کو مساوات سکھانے کے لئے ہے' حج' نماز وہ عبادات ہیں جو شاہ و گدا کو ایک کردیتی ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ رَمْيُ الْجِمَارِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

(۲۵۰۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جمروں کی رمی اور صفا مروہ کے درمیان دوڑ' ذکر اللہ قائم کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے ۱؎ (ترمذی' دارمی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

(۲۵۰۵) ۱؎ یعنی رمی اور سعی کے درمیان جو تکبیریں اور دعائیں ہوتی ہیں وہی ان عبادتوں کا مغز ہیں' تو جو شخص یہ کام تو کرے اور ان میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو اس نے عبادت کا قالب تیار کیا مگر اس میں روح نہ پھونکی' یا یہ مطلب ہے کہ یہ کام گزشتہ بزرگوں کی یادگاریں ہیں کہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے ان مقامات پر شیطان کے کنکر مارے' جب اس نے آپ کو قربانی سے روکنے کی کوشش کی' اور آدم علیہ السلام نے بھی جمرہ عقبہ کی جگہ شیطان کو کنکر مارے ہیں اسی لئے دسویں بقرعید کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرتے ہیں اور باقی دو یا تین دن میں تینوں جمروں کی' تاکہ دونوں بزرگوں کی یادگاریں قائم رہیں' ایسے ہی صفا مروہ کے درمیان دوڑ' حضرت ہاجرہ کی اس دوڑ کی یادگار ہے جو آپ نے تلاش پانی میں کی جس کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پانی کا چشمہ پیدا ہوا' آپ خوشی خوشی آئیں اور اس چشمہ کے آس پاس ریت کی دیوار بنادی اور فرماتی تھیں ماء زم زم اے پانی تھم تھم' تو ہر حاجی کو یہ افعال انہی بزرگوں کی نقل میں کرنے چاہئیں کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے' (مرقات و اشعہ) ورنہ ان فعلوں کا عبادت ہونا عقل سے وراء ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا نَبْنِيْ لَكَ بِنَاءً يُظِلُّكَ بِمِنًى قَالَ لَا مِنًى مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۵۰۶) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں ہم نے عرض کیا! رسول اللہ کیا ہم منی میں آپ کے لئے کوئی گھر نہ بنادیں جو آپ پر سایہ کرے ۱؎ فرمایا نہیں۔ منی اس کی جگہ ہے جو پہلے پہنچ جائے ۲؎ (ترمذی' ابن ماجہ' دارمی)

(۲۵۰۶) ۱؎ یعنی آپ کے لئے یہاں پختہ عمارت بنادیں' جو ہمیشہ آپ کے اور آپ کی اولاد کے لئے خاص رہے' کسی کو وہاں ٹھہرنے کا حق نہ ہو' لہٰذا اس سے عارضی خیمے ڈال لینا منع نہیں' سایہ سے مراد قوی سایہ ہے' جس میں دھوپ کا اثر نہ ہو' وہ چھت ہی

marfat.com

کا ہوتا ہے۔ خیمہ کا سایہ ضعیف ہے ۲؎ مناخ اناخۃ کا اسم مفعول ہے، بمعنی ظرف اناخۃ کے معنی ہیں لونٹ بٹھانا یعنی سارا منی زمین موقوفہ ہے جس میں سارے مسلمان شریک ہیں اور برابر کے حقدار، اگر یہاں عمارتیں بننا شروع ہوگئیں تو حجاج پر سخت تنگی ہوگی، سڑکوں، راستوں اور بازار کے عمومی مقامات کا یہی حکم ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین حرم ساری موقوف ہے، اس کے کسی حصہ کا کوئی مالک نہیں ہوتا (مرقات) امام صاحب کی دلیل یہ آیت ہے سواء العاکف فیہ والباد

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقِفُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وُقُوْفًا طَوِيْلًا يُكَبِّرُ اللّٰهَ وَيُسَبِّحُهٗ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوا اللّٰهَ وَلَا يَقِفُ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۲۵۰۷) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر پہلے دو جمروں کے پاس بہت دراز ٹھہرتے تھے ۱؎ اللہ کی تکبیر، تسبیح اور حمد کرتے رہتے تھے اللہ سے دعا مانگتے رہتے اور جمرہ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرتے ۲؎ (مالک)۔

(۲۵۰۷) ۱؎ یعنی جمرہ اولی اور جمرہ وسطی کی رمی کے بعد بقدر سورہ بقر ٹھہر کر دعائیں کرتے تھے، اس طرح کہ دونوں جگہ کے قیام سورہ بقر کی تلاوت کے بقدر ہوتے، ان دونوں جگہ میں تمام اماموں کے نزدیک ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنا سنت ہے، امام مالک کے ہاں ہاتھ اٹھانا منع، شاید انہیں ہاتھ اٹھانے کی حدیث نہ پہنچی، یہ حدیث بخاری میں ہے۔ ۲؎ یعنی جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد ٹھہر کر دعا نہ مانگتے تھے، ٹھہرنے کی نفی ہے نہ کہ دعا مانگنے کی، جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد نہ دسویں ذی الحجہ کو ٹھہرتے تھے نہ اس کے بعد۔

بَابُ الْهَدْيِ — ہدی کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

ہدی ہدیۃ کی جمع ہے بمعنی پیش کش کی چیز، شریعت میں ہدی وہ جانور ہے جو بیرون حرم سے حرم شریف میں قربانی کے لئے لایا جائے، اونٹ اور گائے کی ہدی بالاتفاق جائز ہے، بھیڑ بکری کی ہدی ہمارے امام صاحب کے ہاں جائز، دیگر اماموں کے ہاں منع، خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں جس جانور کی قربانی جائز ہے اس کی ہدی بھی جائز ہے، ہدی صرف زمین حرم میں ہوسکتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے ثم محلھا الی البیت العتیق اور قربانی ہر جگہ، رب تعالٰی فرماتا ہے فصل لربک وانحر مسلم بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج وداع میں سو اونٹ ہدی لے گئے، بعض روایات میں ہے کہ آپ عمرہ حدیبیہ میں ستر اونٹ اور اس کی قضاء میں ساٹھ اونٹ (مرقات واشعہ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهٖ فَاَشْعَرَهَا فِيْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْاَيْمَنِ وَ

(۲۵۰۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ میں ظہر پڑھی ۱؎

سَلَتَ الدَّمَ عَنْهَا وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

پھر آپ نے اونٹنی منگائی اس کے کوہان کے داہنے حصہ میں نیزہ مارا اور اس سے خون لیپ دیا اور دو جوتوں کا اسے ہار پہنایا ۲۔ پھر اپنی سواری پر سوار ہو گئے پھر جب اونٹنی آپ کو لے کر بیداء میدان میں سیدھی ہوئی تو حج کا تلبیہ پڑھا ۳۔ (مسلم)

(۲۵۰۸) ا۔ حج وداع کے موقعہ پر اور یہیں سے احرام باندھا' یہ جگہ اہل مدینہ کا میقات ہے' جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل فاصلہ پر ہے' اب اسے بیر علی کہتے ہیں۔ ۲۔ یہ اونٹنی ہدی کی تھی منجملہ دیگر اونٹنیوں کے' اہل جاہلیت ہدی کے جانور کا کوہان چیر کر اس کا کوہان خون سے رنگ دیتے تھے اور گلے میں جوتا ڈال دیتے تھے تا کہ یہ ہدی کی علامت ہو' کوئی ڈاکو و چور اس پر حملہ نہ کرے' اور اگر یہ جانور راستہ میں تھک کر رہ جائے کہ اسے وہیں ذبح کرنا پڑ جائے تو اس کا گوشت اس علامت کی بنا پر صرف فقراء کھائیں امیر نہ کھائیں' چونکہ اس کام میں کوئی برائی نہ تھی فائدہ ہی تھا' اس لئے اسلام نے اسے باقی رکھا' یہ فصد و ختنہ اور زخم پر داغ لگانے کی طرح ہے' ہمارے امام صاحب نے مطلقاً اشعار (کوہان چیرنا) کو منع نہ فرمایا' بلکہ اپنے زمانہ کے اشعار کو منع کیا کہ لوگ اتنا گہرا گھاؤ لگاتے تھے جو ہدی میں سرایت کر جاتا تھا اور مکہ مکرمہ پہنچتے پہنچتے اس میں کیڑے پڑ جاتے تھے' غرضیکہ جسے اشعار کرنا نہ آئے اسے مکروہ ہے (مرقات' لمعات' اشعہ) دیکھو آج عموماً اونٹ کو ذبح کرتے ہیں نحر نہیں کرتے' کیونکہ نحر جانتے نہیں حالانکہ اونٹ میں نحر سنت ہے' خیال رہے کہ اشعار صرف اونٹ اور گائے میں ہو گا بکری میں نہ ہو گا کیونکہ وہ کمزور ہے اس میں صرف ہار ڈالا جائے گا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ۳۔ یعنی احرام کے سارے کام غسل' تبدیلی لباس اور نوافل تو پہلے ادا کر لیے' مگر بلند آواز سے تلبیہ اب کہاں جائے گا' یہاں فقط حج کا ذکر ہے مگر حضرت انس کی روایت میں جو مسلم بخاری میں ہے حج و عمرہ دونوں کا ذکر ہے' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا تھا شاید اس راوی نے لفظ عمرہ سنا نہیں یا اس کا ذکر نہیں کیا کہ حج مقصود ہے اور عمرہ تابع۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً إِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا فَقَلَّدَهَا.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۰۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کی طرف بکری ہدی بھیجی جسے ہار پہنا دیا ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۰۹) ا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ بکری کی ہدی بھی جائز ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے' دوسرے یہ کہ بکری کا اشعار نہ ہو گا بلکہ اسے صرف ہار یعنی رسی میں جوتا ڈال کر پہنایا جائے گا اس پر تمام آئمہ متفق ہیں' تیسرے یہ کہ بکری کی ہدی میں ہار پہنانا سنت ہے' اس میں امام مالک کا اختلاف ہے' خیال رہے کہ یہ بکری قربانی کی نہ تھی' اسی لئے مکہ معظمہ بھیجی گئی' قربانی ہمیشہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہی میں کی ہے' بعض" جہلاء نے اس حدیث کی بنا پر کہہ دیا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ میں ہو سکتی ہے اور جگہ نہیں ہو سکتی' نعوذ باللہ

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً يَوْمَ النَّحْرِ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۱۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف سے بقر عید کے دن ایک گائے قربانی کی ا۔ (مسلم)

marfat.com

(۲۵۱۰) ۱؎ غالباً یہ قربانی ہے جو مدینہ منورہ میں کی گئی، گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں مگر ایک کی طرف سے بھی جائز ہے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ گائے کی قربانی بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، دوسرے یہ کہ کسی کا کار مختار اس کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے، اذن خصوصی سے بھی اور اذن عمومی سے بھی اس لئے کہ یہاں ام المومنین کی خصوصی اجازت لینے کا ذکر نہیں، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے قربانی گائے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خلاف اسلام ہے، مرقات نے فرمایا کہ افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی۔

وَعَنْهُ قَالَ نَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهٖ بَقَرَةً فِيْ حَجَّتِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۱۱) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں اپنی تمام بیویوں کی طرف سے ایک گائے قربانی کی ۱؎ (مسلم)

(۲۵۱۱) ۱؎ یہ دوسرا واقعہ ہے جو حج میں ہوا، اور یہ قربانی نہیں، کیونکہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حج میں مسافر تھے بلکہ یہ حج کا دم ہے نحر بمعنی ذبح ہے کیونکہ گائے کو نحر کرنا منع ہے، اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے دی ہے تو یہ حضور کی خصوصیات سے ہے، آپ نے تو اپنی ساری امت کے فقراء کی طرف سے ایک بکری بھی قربانی دی ہے، فقراء کروڑوں ہیں، اور اگر یہ گائے کچھ ازواج کی طرف سے تھی، اور کچھ ازواج کو ان سو اونٹوں میں شریک فرما لیا ہو، تو یہ عمومی حکم ہے، امام مالک اس حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ ایک گائے تمام گھر والوں کی طرف سے درست ہے اگرچہ سات سے زیادہ ہوں، مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کہ اس میں وہ احتمالات ہیں جو عرض کئے گئے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا وَاَشْعَرَهَا وَاَهْدَاهَا فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ اُحِلَّ لَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۱۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدیوں کے ہار بٹے حضور نے انہیں پہنائے اور ان کا اشعار کیا اور ان کی ہدی بھیجی ۱؎ اس سے آپ پر کوئی حلال چیز حرام نہ ہوگئی ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۵۱۲) ۱؎ یہ واقعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے ایک سال پہلے کا ہے جب آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ کچھ اعلانات کے لئے امیر حج بنا کر بھیجا ۲؎ ام المومنین کو خبر پہنچی تھی کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس ہدی بھیجنے والے کو محرم مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تک مکہ معظمہ میں اس کی ہدی ذبح نہ ہو جائے تب تک یہ تمام ممنوعات احرام سے بچے، ان کے جواب میں آپ یہ فرمارہی ہیں کہ ہدی بھیجنے سے انسان محرم نہیں ہو جاتا، سیدنا عبداللہ ابن عمر، عطاء، مجاہد، سعید ابن جبیر کا بھی یہی مذہب تھا، شاید ان بزرگوں کو یہ حدیث پہنچی نہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِيْ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ اَبِيْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۱۳) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں میں نے اپنے پاس کی اون سے ہدیوں کے ہار بٹے پھر حضور انور نے وہ مکہ معظمہ میرے والد کے ساتھ بھیج دیئے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۲۵۱۳) ۱؎ یہ پہلی حدیث کا ہی بیان ہے، آپ سے جناب مسروق و دیگر تابعین یہ مسئلہ پوچھنے آتے تھے تو آپ مختلف عنوان

marfat.com

سے اسے بیان فرمائی تھی' صحاح ستہ' بزاز' وغیرہ میں مختلف الفاظ سے یہ حدیث منقول ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا یَسُوْقُ بُدْنَةً فَقَالَ ارْکَبْهَا فَقَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْکَبْهَا فَقَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْکَبْهَا وَیْلَكَ فِی الثَّانِیَةِ اَوِ الثَّالِثَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۵۱۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ہدی کا ایک اونٹ ہانک رہا ہے ا۔ فرمایا اس پر سوار ہو جاوہ بولا یہ تو بدنہ ہے'۲۔ فرمایا سوار ہو جاوہ پھر بولا یہ بدنہ' ہے تو دوسری یا تیسری بار میں فرمایا تجھ پر افسوس ہے ارے سوار ہو جا۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۱۴) ا۔ کیونکہ خود اس کے پاس سواری نہیں ہے' پیدل چل رہا ہے' سخت مشقت میں ہے اور ہدی کو ہانکتا ہوا لے جارہا ہے ۲۔ یعنی ہدی ہے' ہدی کو بدنہ اس لئے کہتے ہیں کہ مسلمان ایسے جانور کو کھلا پلا کر خوب موٹا کرتے تھے جیسے آج بعض شوقین اپنی قربانی سال بھر تک کھلا پلا کر موٹی کرتے ہیں' بدنہ کے معنی ہیں ڈیل ڈار لحیم شحیم جانور' اسی لئے بکری کو بدنہ نہیں کہتے' صرف اونٹ یا گائے کو کہتے ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے والبدن جعلنها مالکم من شعائر اللہ وہاں بھی اونٹ اور گائے ہی مراد ہے۔ ۳۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ بدنہ یعنی ہدی کے اونٹ پر سوار ہونا واجب ہے کیونکہ یہ امر وجوب کے لئے ہے بعض نے فرمایا مطلقًا جائز ہے' بعض نے فرمایا جائز ہے مگر اس شرط سے کہ اس سواری سے جانور میں عیب نہ پیدا ہو جائے مگر امام ابوحنیفہ و شافعی رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ مجبوراو ضرورۃً" جائز' بلا ضرورت منع' جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے یہاں پر وہ شخص مجبور و معذور تھا جیسا کہ لفظ لیسوق سے معلوم ہو رہا ہے (از مرقات)

وَعَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ سُئِلَ عَنْ رُکُوْبِ الْهَدْیِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ارْکَبْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اِذَا اُلْجِئْتَ اِلَیْهَا حَتّٰی تَجِدَ ظَهْرًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۱۵) روایت ہے حضرت ابوالزبیر سے ا۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر ابن عبداللہ کو سنا کہ ان سے ہدی پر سوار ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس پر احتیاط و اعتدال سے سوار ہو جاؤ جب تمہیں اس کی ضرورت پڑے حتی کہ دوسری سواری پالو۲۔ (مسلم)

(۲۵۱۵) ا۔ آپ کا نام محمد ابن مسلم ہے' تابعی ہیں' مکی ہیں' وسیع العلم عالم ہیں' آپ نے صرف حضرت جابر سے احادیث سنی ہیں' ۱۲۵ھ میں وفات پائی ۲۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے کہ دو شرطوں سے ہدی پر سواری جائز ہے' ایک یہ کہ حاجی اس پر مجبور ہو' دوسرے یہ کہ احتیاط سے سواری کرے' اسے دوڑا کر یا مار پیٹ کر ناقص نہ کردے' بعض علماء کے ہاں اگر ناقص کردیا' تو اس کا بدل نقصان خیرات کرنا پڑے گا' امام اعظم کے ہاں ہدی پر سامان لادنا ضرورۃً" بھی جائز نہیں' امام شافعی' مالک و احمد علیہم الرحمۃ کے ہاں جائز ہے (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ عَشَرَ بَدَنَةً مَعَ رَجُلٍ وَاَمَّرَهٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ اَصْنَعُ

(۲۵۱۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ساتھ سولہ ہدی کے اونٹ بھیجے کہ اسی شخص کو ان کا منتظم بنایا ا۔ انہوں نے عرض کیا یا،

marfat.com

بِمَا اُبْدِعَ عَلَیَّ مِنْهَا قَالَ اِنْحَرْهَا ثُمَّ اصْبَغْ نَعْلَیْهَا فِیْ دَمِهَا ثُمَّ اجْعَلْهَا عَلٰی صَفْحَتِهَا وَلَا تَاْکُلْ مِنْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

رسول اللہ کہ ان میں سے اس کا کیا کروں جو تھک رہے ۲۔ فرمایا اسے ذبح کردو پھر اس کے جوتے اس کے خون میں رنگ دو پھر وہ جوتے اس کے کوہان کے حصہ پر رکھ دو ۳۔ اور اس سے نہ تم کھاؤ‘ نہ تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی کھائے ۴۔ (مسلم)

(۲۵۱۶) ۱۔ ان صاحب کا نام ناجیہ ابن جندب اسلمی ہے‘ ان کے ذمہ راستہ کی حفاظت‘ اور وہاں پہنچ کر ذبح کا انتظام تھا‘ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے حج سے ایک سال پہلے ہی کا ہے۔ جس میں ابوبکر صدیق امیر الحج تھے اور یہ صاحب امیر ہدی‘ اس لئے فیما فرمایا۔ ۲۔ ابداع کے معنی ہیں تھک کر رہ جانا‘ اگر اس کے بعد ب آئے تو معنے ہوتے ہیں انسان کا بے سواری رہ جانا کہ وہ سواری پر تھا سواری چلنے کے قابل نہ رہی‘ یہ پیدل رہ گیا‘ اور اگر علے آئے تو معنی ہوتے ہیں جانور کا رہ جانا‘ چونکہ یہ حضرت ہدی پر سوار نہ تھے اس لئے علے فرمایا یعنی اگر کوئی ہدی جانور راستہ میں تھک کر آگے چلنے کے قابل نہ رہے تو اس کا کیا کروں۔ ۳۔ تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے علامت ہو کہ یہ ہدی کا جانور ہے تو کوئی امیر نہ کھالے‘ فقراء کھائیں‘ ۴۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہدی کا جانور حرم شریف میں پہنچ کر وقت پر ذبح ہو تو اسے ہدی والا بھی کھا سکتا ہے‘ اور دوسرے امیر و غریب بھی‘ لیکن اگر راستہ ہی میں ذبح کرنا پڑ جائے‘ تو ہدی والا بھی نہ کھائے‘ کوئی امیر بھی نہ کھائے‘ یہ صدقہ ہے‘ صرف فقراء کھائیں‘ جیسے قربانی کا جانور اگر قربانی کے دنوں میں ذبح ہو تو قربانی والا اور سارے مسلمان امیر و غریب کھائیں‘ اگر وقت سے پہلے ذبح کرنا پڑ جائے‘ تو بعض صورتوں میں صرف فقراء کھا سکتے ہیں‘ قربانی والا اور امراء نہیں کھا سکتے‘ اور بعض صورتوں میں اس کے احکام جداگانہ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجیہ ابن جندب اور ان کے ساتھیوں کو کھانے سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ سب حضرات غنی تھے ان میں فقیر کوئی نہ تھا (عرفات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۱۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ اور سات کی طرف سے گائے ذبح کی ۱۔ (مسلم)

(۲۵۱۷) ۱۔ یہ حدیث ائمہ کرام کی دلیل ہے کہ اونٹ و گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں جنہوں نے کہا کہ اونٹ میں دس اور گائے میں سات‘ ان کے خلاف ہے‘ خیال رہے کہ احناف کے ہاں بدنہ اونٹ و گائے دونوں کو کہتے ہیں‘ امام شافعی کے ہاں صرف اونٹ کو‘ بظاہر یہ حدیث ان کی دلیل ہے‘ مگر عربی میں تجرید کرکے لفظ کو بعض معنی میں استعمال کرلیتے ہیں‘ یہاں ایسا ہی ہے کہ بدنہ سے مراد اس کا ایک فرد یعنی اونٹ لیا اور گائے کا ذکر علیحدہ کیا‘ جبکہ یہاں ہی لفظ میں تضمین کرکے نحر و ذبح دونوں مراد لئے گئے‘ ورنہ نحر صرف اونٹ کا ہوتا ہے‘ گائے کو ذبح ہی کرنا چاہیے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَتٰی عَلٰی رَجُلٍ قَدْ اَنَاخَ بَدَنَتَهٗ يَنْحَرُهَا قَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُّقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۲۵۱۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ آپ ایک شخص پر گزرے جس نے ہدی کا اونٹ نحر کرنے کے لئے بٹھایا تھا فرمایا اسے اٹھا کر کھڑا کرو پاؤں باندھ دے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) ا۔(مسلم بخاری)

(۲۵۱۸) ا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اونٹ کی نحر سنت ہے اور ذبح خلاف اولٰے' نحر کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے اونٹ کا بایاں پاؤں رسی سے باندھ دیں' پھر سینے سے متصل گردن میں نیزہ ماریں اور اوپر کو کھینچیں تا کہ رگیں و حلقوم طول میں چر جائیں' جب گر جائے تو استعمال کریں' لیکن جسے نحر نہ آتا ہو وہ ذبح کرے' رب تعالٰی فرماتا ہے فاذکروا اسم اللّٰه علیھا صواف کے معنے ہیں تین پاؤں پر کھڑا ہوا' اور فرماتا ہے فاذا وجبت جنوبھا جب اونٹ کی کروٹ زمین پر گرے' معلوم ہوا کہ کھڑا کر کے نحر کرو نحر کے بعد وہ گرے گائے بکری وغیرہ میں ذبح چاہیے' ذبح لٹا کر ہوتا ہے رگیں و حلقوم چوڑائی میں کاٹی جاتی ہیں (اشعہ و مرقات)

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهٖ وَاَنْ اَتَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا وَجُلُوْدِهَا وَاَجِلَّتِهَا وَاَنْ لَّا اُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا قَالَ نَحْنُ نُعْطِيْهِ مِنْ عِنْدِنَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۵۱۹) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کے قربانی کے اونٹوں کا انتظام کروں ا۔ اور ان کے گوشت کھالیں اور جھولیں خیرات کردوں ۲۔ اور یہ کہ ان میں سے قصائی کو کچھ نہ دوں فرمایا ہم قصائی کو اپنے پاس سے اجرت دیں گے ۳۔(مسلم بخاری)

(۲۵۱۹) ا۔ یہ واقعہ حج وداع کا ہے' حضور انور نے سو اونٹ قربان کئے تھے' کچھ اپنے دست اقدس سے اور کچھ حضرت علی سے قربانی کرائے' ان اونٹوں کے متعلق یہاں ذکر ہے جو جناب علی سے قربانی کرائے گئے ۲۔ اب بھی قربانی اور ہدی وغیرہ کا یہ ہی حکم ہے' جھول سے مراد وہ جھولیں ہیں جو قربانی کے جانور کے لئے خریدی گئی ہوں' یا اس کے ساتھ آئی ہوں' اور اگر اپنے پالتو جانوروں کی جھول قربانی کے جانور پر عارضی طور سے ڈال دی تو وہ اپنی ملکیت ہے اپنے کام میں لائے کھال کا خیرات کر دینا استحبابی حکم ہے' اگر چاہے تو قربانی والا اپنے کام میں لائے' جو تا یا ڈول' مصلے وغیرہ بنالے' لیکن اگر کھال فروخت کر دی' تو قیمت خیرات ہی کرنی پڑے گی ۳۔ قال کا فاعل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی ہم قصائی کی مزدوری اپنی گرہ سے ادا کریں گے' اس سے معلوم ہوا' کہ قصائی کو اجرت میں قربانی کا گوشت' جھول' کھال وغیرہ دینا ہرگز جائز نہیں' اسے اجرت علیحدہ دو' ہاں اجرت کے علاوہ اسلامی رشتہ سے اسے کچھ گوشت دے دو تو حرج نہیں ہمارے پنجاب میں قصائی قربانی کی مزدوری بھی لیتے ہیں اور خود ہی گوشت بھی رکھ لیتے ہیں بعض دفعہ وہ گوشت فروخت کرتے بھی دیکھے گئے یہ سخت ناجائز ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا لَا نَاْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلٰثٍ فَرَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَاَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۵۲۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہم اپنی قربانیوں کے گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھاتے تھے ا۔ پھر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی فرمایا کھاؤ اور توشہ بچاؤ پھر ہم نے کھایا بھی بچایا بھی (مسلم بخاری)

(۲۵۲۰) ا۔ یہ حکم شروع اسلام میں تھا' جب مسلمانوں میں غریبی زیادہ تھی' قربانی کرنے والے امیروں کو حکم تھا کہ تین دن کی بقدر گوشت رکھ لو باقی خیرات کردو تا کہ زیادہ فقراء گوشت کھا سکیں۔ ۲۔ اب منے شریف میں عرب لوگ قربانی کے گوشت سکھا کر سال بھر تک کھاتے ہیں بالکل درست ہے کہ وہ ممانعت منسوخ ہو چکی' اللہ نے مسلمانوں کو غنی کر دیا' علت گئی' حکم بھی گیا' خیال

marfat.com

رہے کہ اگر ہدی حرم میں پہنچنے سے پہلے یا قربانی کے وقت سے پہلے مجبوراً ذبح کرنی پڑجائے تو اس کا حکم یہ نہیں' پھر وہاں صدقہ کرنا عبادت ہے ذبح کرنا عبادت نہیں' اور جو اپنے وقت اپنی جگہ میں قربانی ہو' اس کا ذبح کرنا عبادت ہے' کھائے جس کا جی چاہے کہ عبادت ادا ہو چکی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَھْدٰی عَامَ الْحُدَیْبِیَّۃِ فِیْ ھَدَایَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَلًا کَانَ لِاَبِیْ جَھْلٍ فِیْ رَاْسِہٖ بُرَّۃٌ مِّنْ فِضَّۃٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ یَغِیْظُ بِذٰلِکَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۵۲۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال ہدی بھیجی ۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدیوں میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا۔ جس کے سر میں چاندی کی بالی تھی اور ایک روایت میں ہے سونے کی بالی تھی۔ جس سے مشرکین کو جلائیں ۲؎۔ (ابوداؤد)

(۲۵۲۱) ۱؎ یعنی جس سال حضور انور عمرہ کرنے مکہ معظمہ تشریف لے گئے' اور مشرکین مکہ نے مقام حدیبیہ میں آپ کو روک لیا یعنی ۶ھ میں اسی سال آپ اپنے ہمراہ ہدی لے گئے تھے' بھیجنے سے مراد خود لے جانا ہے' کیونکہ حضور انور نے ہدی کے جانور حدیبیہ میں ہی ذبح کردیئے تھے کہ وہ جگہ حدود حرم میں ہے' مکہ معظمہ نہیں بھیجے تھے' بلکہ بہتر یہ ہے کہ اھدے کے معنے کئے جائیں حضور ہدی لے گئے تاکہ یہ دھوکہ نہ پڑے کہ حضور خود تو حدیبیہ میں رہ گئے اور ہدی مکہ معظمہ میں بھیج دی۔ ۲؎ ابوجہل کا یہ اونٹ جنگ بدر میں بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لیا تھا اس سال مکہ معظمہ اسے لے جانا مشرکین کو جلانے کے لئے تھا' اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی کاموں سے مشرکوں کو جلانا بھی عبادت ہے' قربانی گائے میں یہ راز بھی ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے لیغیظ بھم الکفار شعر۔

☆ غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل ☆ یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے ☆

بعض روایات میں ہے کہ تانبے کی بالی اس کے سر میں تھی' ہو سکتا ہے کہ اس کی ناک کان وغیرہ میں مختلف سوراخ ہوں' کسی سوراخ میں سونے کی بالی ہو' کسی میں چاندی کی' کسی میں تانبے کی' روایات متعارض نہیں۔

وَعَنْ نَاجِیَۃَ الْخُزَاعِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ اَصْنَعُ بِمَا عَطِبَ مِنَ الْبُدْنِ قَالَ اِنْحَرْھَا ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَھَا فِیْ دَمِھَا ثُمَّ خَلِّ بَیْنَ النَّاسِ وَبَیْنَھَا فَیَاْکُلُوْھَا رَوَاہُ مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ نَاجِیَۃَ الْاَسْلَمِیِّ۔

(۲۵۲۲) روایت ہے حضرت ناجیہ خزاعی سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ہدی اونٹ کا میں کیا کروں جو تھک کر رہ جائے فرمایا اسے ذبح کردو۔ پھر اس کی جوتی اس کے خون میں بھگو دو پھر اسے لوگوں میں چھوڑ دو کہ اسے کھالیں ۲؎۔ (مالک' ترمذی' ابن ماجہ) ابوداؤد' دارمی نے یہ حدیث ناجیہ اسلمی سے روایت کی ۳؎۔

(۲۵۲۲) ۱؎ آپ کا نام ذکوان ابن جندب یا ابن عمرو ہے' چونکہ آپ نے قریش کے شر سے نجات حاصل کی تھی' اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام ناجیہ رکھا یعنی بہت نجات پانے والا' امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی' آپ کا

marfat.com

لقب صاحب بدن ہے یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بدنے لے جانے والے (اکمال' اشعہ) ۲۔ یعنی جو ہدی حرم شریف تک نہ پہنچ سکے' راستہ ہی میں مرنے لگے تو اسے وہاں ہی ذبح کردو' اور تمہارے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں میں جو غریب فقیر ہوں وہ اس کا گوشت کھائیں' اس سے معلوم ہوا کہ ہدی کا جانور صرف حرم شریف میں ذبح ہو سکتا ہے اور جگہ نہیں' اگر اس کی قربانی دوسری جگہ بھی ہو جاتی' تو ہر فقیر و امیر بلکہ خود قربانی والے کو بھی کھانا جائز ہوتا' یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار جانور کا گوشت حلال ہے' حرام یا مکروہ نہیں۔ ۳۔ تقریب میں ہے کہ ناجیہ ابن جندب ابن عمیر اسلمی اور صاحب ہیں' اور ناجیہ ابن حارث خزاعی دوسرے صحابی ہیں' بعض لوگوں نے ان دونوں کو ایک سمجھ لیا' یہ غلط ہے' تہذیب میں ہے' ناجیہ ابن جندب ابن کعب ابن جندب یا ناجیہ ابن کعب ابن عمیر ابن یعمر اسلمی ہیں' مگر امام احمد نے انہیں ناجیہ اسلمی فرمایا (مرقات) اشعہ نے فرمایا کہ نسبتوں میں فرق ہے' ذات ایک ہی ہے' کسی نے انہیں اسلمی کہا کسی نے خزاعی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ قَالَ ثَوْرٌ وَهُوَ الْيَوْمُ الثَّانِي قَالَ وَقُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ قَالَ فَلَمَّا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا قَالَ فَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ خَفِيَّةٍ لَمْ أَفْهَمْهَا فَقُلْتُ مَا قَالَ قَالَ مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ فِيْ بَابِ الْأُضْحِيَةِ۔

(۲۵۲۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن قرط سے ۱۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ کے نزدیک بہت عظمت والا دن بقر عید کا دن ہے ۲۔ پھر قرار کا دن' ثور فرماتے ہیں وہ دوسرا دن ہے ۳۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانچ چھ اونٹ ذبح کے لئے پیش کئے گئے تو وہ اپنے کو حضور کے آگے کرنے لگے کہ کس سے حضور ذبح شروع کریں ۴۔ پھر جب وہ کروٹوں کے بل گر گئے تو حضور نے آہستہ سے کچھ فرمایا جسے میں سمجھ نہ سکا۔ میں نے پوچھا ۵۔ کہ حضور نے کیا فرمایا تو بتایا کہ یہ فرمایا جو چاہے اسے کاٹ لے ۶۔ (ابوداؤد) اور حضرت ابن عباس و جابر کی حدیث قربانی کے جاب میں ذکر کی گئی۔

(۲۵۲۳) ۱۔ ان کا نام زمانہ جاہلیت میں شیطان تھا' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا' ۲۔ یعنی قربانی کے دنوں میں سب سے افضل دن دسویں بقر عید ہے یا عشرہ ذی الحجہ میں یہ دن افضل ہے' لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ عرفہ کا دن افضل ہے بعض میں ہے کہ ماہ رمضان کا عشرہ افضل ہے' اور ہو سکتا ہے کہ ان میں سے سب ہی افضل ہوں مختلف جہات سے لہذا حدیث واضح ہے۔ ۳۔ یعنی بقر عید کی گیارھویں چونکہ دسویں بقر عید کو حجاج مزدلفہ سے منے پہنچتے ہیں اور بارھویں کو منے سے مکہ معظمہ روانہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں یوم النفر کہا جاتا ہے' اور گیارھویں کو حجاج منے میں ہی ٹھہرے رہتے ہیں' اس لئے اسے یوم القر کہتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کے تین دنوں میں افضل دن دسواں پھر گیارھواں پھر بارھواں اور ہفتہ کے دنوں میں جمعہ سال کے ایام میں عرفہ افضل (اشعہ) ۴۔ یعنی ہر اونٹ چاہتا تھا کہ حضور میری قربانی پہلے کریں' اور آپ کے ہاتھ سے ذبح ہونے کا شرف مجھے حاصل ہو' اس لئے ہر ایک اپنی گردن پیش کرتا تھا۔ شعر:۔

☆ ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف ☆ بامید زانکہ روزے بشکار خواہی آمد ☆

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) بخاری)

(۲۵۲۷) ا۔ مشقص کے حقیقی معنے ہیں لمبا دھار دار تیر' مجازاً" قینچی کو بھی کہہ دیتے ہیں' یہاں یا حقیقی معنے میں ہے کیونکہ بڑھے ہوئے بال کسی چیز پر رکھ کر تیر کی نوک سے کاٹ دیتے ہیں' یا مجازی معنے میں ہے یعنی قینچی (مرقات) ۲۔ محدثین نے اس حدیث کو بہت مشکل فرمایا ہے کیونکہ حجتہ الوداع میں حضور انور نے قران کیا تھا' اور قارن منی میں بال اترواتا ہے نہ کہ مروہ پہاڑ پر' اور جب حضور انور نے عمرہ قضا کیا تھا تو امیر معاویہ اسلام نہ لائے تھے' آپ تو فتح مکہ کے دن ایمان لائے' اس لئے بعض شارحین نے کہا کہ شاید یہ عمرہ جعرانہ میں ہو گا' جب غزوہ حنین سے فارغ ہو کر حضور نے راتوں رات عمرہ کیا تھا' ہم نے اپنی کتاب "امیر معاویہ پر ایک نظر" میں ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ عمرہ قضا میں ہوا' اور امیر معاویہ صلح حدیبیہ کے دن ایمان لا چکے تھے مگر ایمان کا اظہار فتح مکہ کے دن کیا' جیسے حضرت عباس ابن عبد المطلب قدیم الاسلام تھے مگر اظہار فتح مکہ میں کیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِیْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۵۲۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع میں فرمایا ا۔ اے اللہ سر منڈانے والوں پر رحم کر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کترانے والوں پر بھی حضور نے فرمایا الٰہی سر منڈانے والوں پر رحم کر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کترانے والوں پر بھی تو فرمایا کترانے والوں پر ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۲۸) ا۔ یہ دعا یا تو منے میں مانگی یا اس دن جس دن صحابہ نے عمرہ کر کے احرام کھولے' خیال رہے کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور نے حدیبیہ کے دن یہ دعا کی' ہو سکتا ہے کہ دونوں موقعہ پر کی ہو۔ ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ احرام کھولتے وقت سر منڈانا افضل ہے کہ حضور انور نے منڈانے والوں کے لئے تین بار دعا کی۔ والمقصرین میں منڈانے والوں کا بھی ذکر ہے اور کترانے والوں کے لئے ایک بار' وہ بھی صحابہ کرام کی عرض پر' رب توفیق دے تو وہاں منڈائے' رب تعالٰی نے بھی پہلے منڈانے والوں کا ذکر فرمایا پھر کترانے والوں کا۔

وَعَنْ یَحْیَی بْنِ الْحُصَیْنِ عَنْ جَدَّتِہٖ اَنَّھَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ دَعَا لِلْمُحَلِّقِیْنَ ثَلٰثًا وَلِلْمُقَصِّرِیْنَ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۲۹) روایت ہے حضرت یحیٰی ابن حصین سے وہ اپنی دادی سے راوی ا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حجتہ الوداع میں سنا کہ آپ نے سر منڈانے والوں کے لئے تین بار دعا کی اور کترانے والوں کے لئے ایک بار ۲۔ (مسلم)

(۲۵۲۹) ا۔ ان کی دادی صاحبہ کا نام حصین بنت اسحٰق ہے' قبیلہ بنی احمس سے ہیں' حجتہ الوداع میں حضور کے ہمراہ تھیں' صحابیہ ہیں' مگر یحیٰی ابن حصین تابعی ہیں ۲۔ یہ حدیث پچھلی حدیث کی شرح ہے کہ وہاں بھی منڈانے والوں کو تین بار دعا دی گئی ہے' دو بار صراحتہ" اور ایک بار والمقصرین کے ساتھ کہ واؤ اشتراک کے لئے ہے' چونکہ منڈانے والا بالکل ہی ترک زینت کرتا ہے' اور کترانے والا اپنی زینت باقی رکھتا ہے۔ لہٰذا پہلا شخص ہی زیادہ دعا کا مستحق ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۲۵۳۰) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

marfat.com

اَتٰی مِنًی فَاَتَی الْجَمْرَۃَ فَرَمَاھَا ثُمَّ اَتٰی مَنْزِلَہٗ بِمِنًی وَنَحَرَ نُسُکَہٗ، ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ وَنَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّہُ الْاَیْمَنَ فَحَلَقَہٗ، ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیَّ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ، ثُمَّ نَاوَلَ الشِّقَّ الْاَیْسَرَ فَقَالَ احْلِقْ فَحَلَقَہٗ، فَاَعْطَاہُ اَبَا طَلْحَۃَ فَقَالَ اقْسِمْہُ بَیْنَ النَّاسِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

وسلم منی میں تشریف لائے تو جمرہ پر آئے اسے کنکر مارے پھر اپنے منی کے خیمہ میں تشریف لائے اور قربانی کا جانور ذبح کیا پھر مونڈنے والے کو بلایا ا۔ اور اسے اپنی داہنی جانب پیش کی اس نے مونڈ دی ۲۔ پھر ابو طلحہ انصاری کو بلایا وہ بال انہیں عطا فرمادیئے پھر بائیں جانب حالق کے سامنے کی فرمایا مونڈ دو اس نے مونڈ دی پھر وہ بال ابو طلحہ کو عطا فرما کر فرمایا انہیں لوگوں میں بانٹ دو ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۳۰) ا۔ ان مونڈنے والے کا نام معمر ابن عبداللہ قرشی عدوی ہے جو قدیم الاسلام صحابی ہیں' مسند امام احمد میں ہے کہ جب معمر نے واہنے ہاتھ میں استرہ لیا اور مونڈنے لگے' تو حضور نے فرمایا اے معمر اس نعمت کی قدر کرو' انہوں نے عرض کیا کہ مجھ پر اللہ کی بڑی نعمت یہ ہے کہ آج میرا ہاتھ حضور کے سر مبارک پر ہے (اشعہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی بقرعید کے دن پہلے رمی پھر قربانی پھر حجامت کرے' ہمارے ہاں یہ ترتیب واجب ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سو قربانیاں کی تھیں' ۶۳ اپنے دست مبارک سے باقی ۳۷ سیدنا علی سے کرائیں۔ ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ حجامت میں دایاں حصہ پہلے' بایاں حصہ بعد میں منڈانا چاہیے' امام ابو حنیفہ فرمایا کرتے تھے کہ نائی کا دایاں اور بایاں معتبر ہے کہ فاعل وہ ہے' اس صورت میں محلوق کا بایاں پہلے منڈے گا دایاں بعد میں' مگر یہ حدیث سن کر امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور فرمایا کہ حدیث قیاس پر مقدم ہے اگر نائی پیچھے کھڑا ہو کر حجامت بنائے' تو دونوں کا دایاں بایاں ایک ہی سمت میں ہو گا (مرقات) حجامت کے بعد لب و داڑھی بنوانا' پھر ناخن ترشوانا سنت ہے۔ (مرقات) ۳۔ اس موقعہ پر حضور انور نے اپنے ناخن شریف بھی لوگوں میں تقسیم کرائے' یہ بال و ناخن تبرک کے لئے ساروں میں تقسیم کئے گئے' ان میں سے بعض حضرات تو یہ تبرکات اپنی قبروں میں لے گئے تاکہ وہاں کی مشکلات آسان ہوں' جیسے حضرت امیر معاویہ و عمرو ابن عاص وغیرہم' اور بعض حضرات چھوڑ گئے تاکہ قیامت تک مسلمان ان کی زیارت کرتے رہیں' چنانچہ آج تک مختلف جگہ یہ بال شریف موجود ہیں اور ان کی زیارتیں ہو رہی ہیں' صحابہ کرام ان بالوں کو پانی میں غوطہ دے کر دواء پیتے تھے' حضرت شیخ نے یہاں ایک شعر لکھا۔ شعر:۔

☆ مرا از زلف تو موئے بسند است ☆ فضولی مے کنم بوئے بسند است ☆

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ انسان کے بال جدا ہو کر بھی پاک ہیں' دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضور کے بعض اجزاء بدن شریف محفوظ رکھے ہیں تیسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات خصوصاً حضور کے بال و ناخن شریف سنبھال کر رکھنا' ان کی زیارت کرنا' ان سے شفا حاصل کرنا' ان کے توسل سے دعائیں مانگنا' قبر میں انہیں ساتھ لے جانا سب جائز و بہتر ہے کہ یہ تقسیم انہی مقاصد کے لئے ہوئی تھی' اس کی تحقیق شامی اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے اور انشاء اللہ اس شرح میں بھی اپنے موقعہ پر اس کا ذکر آئے گا۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اُطَیِّبُ رَسُوْلَ

(۲۵۳۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں رسول

marfat.com

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یُّحْرِمَ وَیَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ اَنْ یَّطُوْفَ بِالْبَیْتِ بِطِیْبٍ فِیْہِ مِسْکٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھنے سے پہلے اور بقر عید کے دن بیت اللہ کے طواف سے پہلے وہ خوشبو ملتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۳۱) ۱؎ ام المومنین اس میں ان لوگوں کی تردید فرمارہی ہیں جو کہتے تھے کہ بقر عید کے دن طواف زیارت سے پہلے حاجی کو خوشبو لگانا حلال نہیں، طواف کے بعد حلال ہو گی، فرماتی ہیں کہ میں نے خود حضور انور کے کپڑوں میں طواف زیارت سے پہلے خوشبو ملی ہے معلوم ہوا کہ حاجی کو قربانی یا حلق سے ناقص تحلل حاصل ہو جاتا ہے جس سے بجز بیوی کے تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں اور طواف زیارت سے تحلل تام ہو جاتا ہے جس سے بیوی بھی حلال ہو جاتی ہے، خیال رہے کہ حضور انور نے حج تو صرف ایک ہی کیا مگر عمرہ چار کئے ہیں۔ لہذا ام المومنین کا فرمانا کہ خوشبو ملتی تھی مجموعہ کے لحاظ سے ہے، لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں، علماء فرماتے ہیں کہ بہترین خوشبو مشک و گلاب ہے کہ اس میں مہک اچھی ہوتی ہے مگر رنگت نہیں ہوتی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَاضَ یَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّی الظُّهْرَ بِمِنًی۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۳۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن طواف زیارت کیا پھر لوٹ کر نماز ظہر منیٰ میں پڑھی ۱؎ (مسلم)

(۲۵۳۲) ۱؎ یہاں ارشاد ہوا کہ حضور انور نے منے میں ظہر ادا کی، اور حضرت عائشہ و جابر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور انور نے مکہ معظمہ میں ہی ظہر ادا کی تھی، ہو سکتا ہے کہ ظہر تو مکہ معظمہ میں ہی پڑھی ہو، منے میں واپسی پر جماعت ظہر تیار ہو اور بہ نیت نفل یہاں بھی شرکت فرمائی ہو، لہذا دونوں روایتیں درست ہو گئیں، یا فرائض ظہر تو مکہ میں پڑھے ہوں اور سنن و نوافل منے میں، بہرحال احادیث میں تعارض نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عَلِیٍّ وَعَائِشَۃَ قَالَا نَهٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَۃُ رَاْسَهَا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۵۳۳) روایت ہے حضرت علی و عائشہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ عورت سر منڈائے ۱؎ (ترمذی)

(۲۵۳۳) ۱؎ عورت کو سر منڈانا حج و عمرہ میں بھی حرام ہے، ان کے علاوہ بھی یوں ہی فیشن کے لئے بال کٹوانا حرام ہے، حضور انور نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی سی شکلیں بنائیں، عورت کو سر منڈانا ایسا حرام ہے جیسا مرد کو داڑھی منڈانا حرام کہ یہ مثلہ یعنی شکل بگاڑنا ہے، ہاں ضرورت و معذوری میں تو اعضاء کٹوانا بھی درست ہو جاتا ہے ضروریات مستثنیٰ ہیں (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلَی النِّسَاءِ الْحَلْقُ اِنَّمَا عَلَی النِّسَاءِ التَّقْصِیْرُ۔ اَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِیُّ

(۲۵۳۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں پر سر منڈانا نہیں، عورتوں پر کتروانا ہے ۱؎ (ابوداؤد، دارمی)

(۲۵۳۴) ۱؎ یعنی حج و عمرہ سے فارغ ہو کر مرد تو سر منڈائے یا بال کٹوائے اسے اختیار ہے، اور کٹوانے میں خواہ بالوں کی نوکیں

maktabah.org

ایک پورا بھر کٹوائے یا مشین چلا کر بالکل کٹوائے' مگر عورت احرام سے فارغ ہونے پر بالوں کی نوکیں ایک پورے بھر کٹوا دے چہارم سر کے کٹوانا واجب ہے' پورے سر کے کٹوانا بہتر (لمعات و مرقات) لہٰذا اس سے آج کل کی عورتوں کے فیشنی بال کٹوانا ثابت نہیں ہوتا' یہ باب تیسری فصل سے خالی ہے۔

بَابٌ

باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

یہاں مصنف نے باب کا ترجمہ و عنوان مقرر نہ فرمایا کیونکہ اس میں ارکان حج میں تقدیم و تاخیر و دیگر چیزیں مذکور ہیں لہٰذا یہ باب المتفرقات ہے ترجمہ مقرر نہ فرمانا اس طرف اشارہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْاَلُوْنَهٗ فَجَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ فَقَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَقَالَ اَفَضْتُ اِلَى الْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ۔

(۲۵۳۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ میں لوگوں کے سامنے قیام فرمایا۱ لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے کہ ایک آدمی حاضر ہوا عرض کیا مجھے خبر نہ تھی ذبح سے پہلے سر منڈا لیا ۲۔ فرمایا اب ذبح کرلو کوئی حرج نہیں پھر دوسرا آیا عرض کیا مجھے مسئلہ معلوم نہ تھا میں نے رمی سے پہلے قربانی کرلی فرمایا اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں ۳۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق جو آگے پیچھے کردی گئی ہو سوال نہ ہوا' مگر حضور نے یہ ہی فرمایا اب کرلو کوئی حرج نہیں ۴۔ (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص آیا عرض کیا میں نے رمی سے پہلے سر منڈا لیا فرمایا اب رمی کرلو۔ کوئی حرج نہیں دوسرا آیا عرض کیا میں نے بیت اللہ کا طواف رمی سے پہلے کرلیا فرمایا اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں ۵۔

(۲۵۳۵) ۱۔ صحیح تر یہ ہے کہ حجۃ کی ح اور الوداع کا واؤ دونوں مفتوح ہیں' حضور انور کسی عام جگہ اپنی ناقہ پر منیٰ میں اس لئے کھڑے رہے کہ لوگ حضور سے حج کے مسائل دریافت کرلیں' معلوم ہوا کہ علماء کو ایسا وقت نکالنا چاہیے کہ لوگ ان سے مل کر مسائل پوچھ سکیں یہ بھی سنت ہے ۲۔ یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد پہلے قربانی کرتا پھر سر منڈاتا' مگر میں نے غلطی سے اس کے برعکس کرلیا کہ سر تو پہلے منڈا لیا اور قربانی بعد میں کی یا تو مشغولیت ارکان کی وجہ سے خیال نہ رہا یا مسئلہ معلوم نہ تھا۔

marfat.com

خیال رہے کہ اس وقت مسئلہ معلوم نہ ہونا عذر تھا کہ حج نیا نیا فرض ہوا تھا'اس کے مسائل پورے طور پر شائع نہ ہوئے تھے'اب مسائل سے بے خبری عذر نہیں کہ مسائل شائع ہو چکے'لوگوں پر بقدر ضرورت مسائل سیکھنا فرض ہے'غرضیکہ اب خطاتو عذر ہے جہالت عذر نہیں'جیسا کہ تمام کتب میں مذکور ہے ۳؎ یعنی چونکہ تم نے یہ کام خطا یا بے علمی میں کیا لہذا تم پر کوئی گناہ نہیں'حرج بمعنی گناہ ہے ۴؎ دسویں ذی الحجہ کو حج کے افعال چار ادا ہوتے ہیں اولا جمرہ عقبہ کی رمی'پھر قربانی'پھر سر منڈانا'پھر طواف زیارت'ان چاروں ارکان میں ترتیب امام شافعی'احمد'اسحاق کے ہاں سنت ہے کہ اس کے بدل جانے سے دم واجب نہیں صرف ثواب میں کمی ہوگی'مگر ابن جبیر'امام مالک و امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کے ہاں ان بعض میں ترتیب واجب ہے کہ بدل جانے سے دم واجب ہے ان بزرگوں کے ہاں لاحرج کے معنے ہیں تم پر گناہ نہیں'مگر ان حضرات کے ہاں اس کے معنے ہیں تم پر فدیہ یا قربانی واجب نہیں'مگر قول امام ابو حنیفہ قوی ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس نے بھی اسی کی مثل روایت فرمائی'مگر وہ ترتیب بدلنے سے قربانی واجب فرماتے ہیں'جب راوی کا مذہب یہ ہے'تو معلوم ہوا کہ ان کے ہاں بھی اس حدیث کے یہ ہی معنے ہیں (مرقات و لمعات) ۵؎ خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں رمی'ذبح'سر منڈانا ان میں ترتیب قارن اور متمتع پر واجب ہے'صاحبین کے ہاں سنت'یوں ہی قربانی حج کا صرف قربانی کے دنوں میں ہونا امام اعظم کے ہاں واجب ہے'مگر حرم میں ذبح ہونا بالاتفاق واجب کہ حرم کے علاوہ اور جگہ حج کی قربانی ادا نہیں ہو سکتی'مگر حلق و طواف یا رمی و طواف میں ترتیب واجب نہیں'یہ فرق بہت خیال میں رہے'لہذا اگر کوئی طواف پہلے کرے پھر رمی'تو اس پر دم واجب نہ ہوگا'دیکھو اس کی تفصیل کتب فقہ و مرقات میں اسی جگہ'یہ بھی'خیال رہے کہ جیسے نماز کے واجب رہ جانے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے ایسے ہی حج کا واجب رہ جانے سے دم یعنی قربانی واجب ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى فَيَقُوْلُ لَا حَرَجَ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ فَقَالَ لَا حَرَجَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۳۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بقر عید کے دن سوالات کئے جاتے تھے حضور یہ ہی فرماتے تھے ۱؎ کوئی حرج نہیں ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں نے شام کے بعد رمی کی فرمایا کوئی حرج نہیں ۲؎ (بخاری)

(۲۵۳۶) ۱؎ یعنی دن بھر سوالات و جوابات کا سلسلہ قائم رہا کہ لوگ حضور سے پوچھتے تھے'حضور خندہ پیشانی سے جواب دیتے تھے'یہ مطلب نہیں کہ حضور نے بہت حج کئے اور ہر حج میں یہ سوال و جواب کے واقعات پیش آئے ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ شام سے مراد سورج ڈوبنے کے بعد کا وقت ہے صبح کا مقابل'لہذا یہ حدیث احناف کے موافق ہے اور شوافع کے خلاف'کہ ان کے ہاں بقر عید کے دن کی رمی اگر سورج ڈوبے کی جائے تو قربانی واجب ہے'ہمارے ہاں گنہگار ہوگا'قربانی واجب نہ ہوگی'البتہ اگر گیارھویں تاریخ کو یہ رمی کرے تو دم واجب ہے'خیال رہے کہ بقر عید کے دن جمرہ عقبہ کی رمی صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے مکروہ ہے'سورج نکلنے سے زوال سے پہلے تک سنت'زوال سے سورج چھپنے تک جائز رات میں جائز مگر مکروہ اور کل کو کرنا خلاف واجب ہے جس میں قربانی لازم'گیارھویں بارھویں بقر عید کو جمروں کی رمی زوال کے بعد سے سورج ڈوبے تک سنت ہے اور رات میں مکروہ تیرہ ذی الحجہ تک ان کی قضا کا وقت ہے'تیرھویں کے بعد نہ ادا کا وقت ہے نہ قضا کا'یہ تفصیل یاد رکھنی چاہیے'یہاں حرج نہیں کے

marfat.com

سنتے ہیں قربانی واجب نہیں (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ　دوسری فصل

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَفَضْتُ قَبْلَ اَنْ اَحْلِقَ قَالَ احْلِقْ اَوْ قَصِّرْ وَلَا حَرَجَ وَجَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ۔

(۲۵۳۷) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا بولا یا رسول میں نے سر منڈانے سے پہلے طواف کرلیا فرمایا کوئی حرج نہیں اب منڈالو یا کتروالو۱ دوسرا آیا عرض کیا میں نے رمی سے پہلے ذبح کرلیا فرمایا کوئی حرج نہیں رمی کرلو۲۔ (ترمذی)

(۲۵۳۷) ۱۔ یعنی طواف سر منڈانے کے بعد سنت تھا' لیکن اگر اس کے برعکس ہوگیا' تو خیر' نہ اس میں گناہ ہے نہ قربانی نہ کفارہ نہ کوئی فدیہ' جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا' ۲۔ رمی سے پہلے ذبح کرلینے میں مفرد یعنی صرف حج کرنے والے پر نہ گناہ ہے نہ فدیہ نہ کفارہ یا نہ قربانی' ہاں' بہتر تھا کہ رمی کے بعد کرتا مگر قران و تمتع والے پر عمدا" ایسا کرنے میں گناہ بھی ہے کفارہ بھی اور خطا ایسا ہو جانے پر گناہ تو نہیں مگر کفارہ واجب ہے' اس کی تفصیل کتب فقہ میں اور مرقات میں ملاحظہ کیجئے' یہ شخص اگر مفرد تھا تب تو گناہ و کفارہ دونوں کی نفی ہے' اور اگر قارن یا متمتع تھا اور خطاء ایسا کر بیٹھا تھا تو گناہ کی نفی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ　تیسری فصل

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَكَانَ النَّاسُ يَاْتُوْنَهٗ فَمِنْ قَائِلٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَعَيْتُ قَبْلَ اَنْ اَطُوْفَ اَوْ اَخَّرْتُ شَيْئًا اَوْ قَدَّمْتُ شَيْئًا فَكَانَ يَقُوْلُ لَا حَرَجَ اِلَّا عَلٰى رَجُلٍ اِقْتَرَضَ عِرْضَ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ فَذٰلِكَ الَّذِيْ حَرِجَ وَهَلَكَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۵۳۸) روایت ہے حضرت اسامہ ابن شریک سے۱ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں نکلا لوگ آپ کے پاس آتے تھے تو کوئی ملنے والا کہتا یا رسول اللہ میں نے طواف سے پہلے سعی کرلی۱ یا کوئی رکن پیچھے کردیا۲ یا آگے کرلیا تو آپ فرماتے تھے کوئی حرج نہیں ۳ ہاں حرج اس شخص پر ہے جو ظلم کرتے ہوئے کسی مسلمان کی آبروریزی کرے یہ وہ شخص ہے جو نقصان میں گیا اور ہلاک ہوگیا۴۔ (ابوداؤد)

(۲۵۳۸) ۱۔ آپ اسامہ ابن شریک ذبیانی' ثعلبی ہیں' کوفہ کے ہیں' صحابی ہیں' ان سے زیادہ ابن علاقہ وغیرہ نے روایات لیں ۲۔ یعنی احرام باندھ کر جب مکہ معظمہ حاضر ہوا تو طواف قدوم سے پہلے سعی کرلی' پھر طواف قدوم کیا' حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ پہلے طواف قدوم کرتا پھر سعی ۳۔ حرج کے معنے پہلے عرض کردیئے گئے کہ ان تبدیلیوں سے حج باطل نہ ہوگا یا گناہ نہیں جبکہ سہوا" کیا ہو کہ حج میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے غلطیاں ہوجاتی ہیں' اگرچہ بعض صورتوں میں دم یا کفارہ ہوجائے گا ۴۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ گزشتہ تمام جگہ حرج سے مراد گناہ تھا نہ کہ کفارہ وغیرہ' ظلم کی قید اس لئے لگائی کہ ضرورۃ یا سزاء تو مسلمان کی جان بھی لے سکتے

marfat.com

ہیں' آخر قصاص' رجم میں جان لی جاتی ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ عبادات کی غلطی کا بدل ہو سکتا ہے' معاملات درست کرو کہ معاملات میں زیادتی' حقوق العباد سے ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتے' حاجی کو چاہیے کہ حج کے بعد اپنے معاملات بہت صاف رکھے اور کوئی حرکت ایسی نہ کرے جس سے حج برباد ہو جائے' حج کو سنبھالے رکھنا آسان ہے مگر بچانا مشکل

بَابُ خُطْبَۃِ یَوْمِ النَّحْرِ وَرَمْیِ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ وَالتَّوْدِیْعِ

باب بقر عید کے دن کا خطبہ اور تشریق کے دنوں کی رمی اور رخصتی طواف

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اس باب میں تین چیزیں بیان ہوں گی' بقر عید کے دن کا خطبہ اور گیارھویں بارھویں کی رمی اور واپسی کے وقت کا طواف وداع' خطبہ خ کے کسرہ سے بمعنی عورت کو پیغام نکاح دینا' خ کے پیش سے عظیم الشان کام یا اعلیٰ مسجع کلام بشرطیکہ نظم میں نہ ہو نثر میں ہو' بقر عید کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کے بعد والے تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں کہ ان دنوں میں اہل عرب قربانی کے گوشت سکھاتے انہیں دھوپ دیتے ہیں' تشریق بمعنی سکھانا' دھوپ دینا' بہتر یہ ہے کہ طواف وداع مکہ معظمہ سے واپس ہوتے وقت کرلے پہلے نہ کرے' اہل مکہ پر نہ طواف قدوم ہے' نہ طواف وداع' یہ دونوں طواف باہر والوں کے لئے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ النَّحْرِ قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَۃُ اِثْنَا عَشَرَ شَھْرًا مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُتَوَالِیَاتٌ ذُوالْقَعْدَۃِ وَذُوالْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ وَقَالَ اَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا قُلْنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ سَیُسَمِّیْہِ بِغَیْرِ اسْمِہٖ فَقَالَ اَلَیْسَ ذَا الْحِجَّۃِ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا قُلْنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ سَیُسَمِّیْہِ بِغَیْرِ اسْمِہٖ قَالَ اَلَیْسَ الْبَلْدَۃَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ فَاَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا قُلْنَا

(۲۵۳۹) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں کہ بقر عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا۱؎ فرمایا کہ زمانہ گھوم پھر کر اپنی اسی حالت پر آگیا۲؎ جس پر اللہ نے اسے آسمان و زمین بنانے کے دن کیا تھا۳؎ سال بارہ مہینے کا ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۴؎ تین تو مسلسل ہیں ذیقعدہ' ذی الحجہ' محرم چوتھا قبیلہ مضر کا ماہ رجب جو دو جمادوں اور شعبان کے درمیان ہے۵؎ فرمایا یہ کون مہینہ ہے ہم نے عرض کیا اللہ رسول جانیں حضور انور خاموش رہے حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ حضور اس کا اس کے نام کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے۶؎ تو فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا یہ کونسا شہر ہے ہم نے عرض کیا اللہ رسول جانیں حضور خاموش رہے حتی کہ ہم سمجھے آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے۷؎ فرمایا کیا یہ مکہ معظمہ شہر

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ سَیُسَمِّیْہِ بِغَیْرِ اسْمِہٖ قَالَ اَلَیْسَ یَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰی قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْأَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ ضُلَّالًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

نہیں ہے ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا اچھا یہ کون دن ہے ہم نے عرض کیا اللہ رسول جانیں حضور خاموش رہے حتی کہ ہم سمجھے کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے (اصلی نام کے سوا) فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہم نے عرض کیا ہاں ۸۔ فرمایا تو تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبروئیں تم میں سے ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسے ہمارے اس دن کی حرمت ہمارے اس شہر اور اس مہینہ میں ۹۔ تم عنقریب اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا ۱۰۔ تو خبردار میرے بعد گمراہ ہو کر نہ لوٹ جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں ۱۱۔ خبردار رہو کیا میں نے تبلیغ کر دی سب بولے ہاں فرمایا الٰہی گواہ ہو جا لازم ہے کہ حاضرین غائبوں کو پہنچا دیں بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے ۱۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۳۹) ا۔ یہ خطبہ بمعنی وعظ و نصیحت ہے نہ کہ وہ خطبہ مسنونہ جو حج میں ہوتا ہے کہ وہ گیارھویں بقر عید کو منے میں ہے، یہ خطبہ اس خطبہ کے علاوہ ہے جو نویں کو عرفات میں دیا جاتا ہے، ان خطبوں میں بقیہ ارکان حج کی تعلیم ہوتی ہے، اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ خطبہ حج نہیں ہے، ورنہ اس میں مسائل حج بیان ہوتے، یہ خطبہ بعد نماز ظہر تھا۔ ۲۔ زمانہ مطلقاً وقت کو کہتے ہیں، یہاں بمعنی سال ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے، سال بھی قمری مراد ہے نہ کہ شمسی ۳۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں دو حرکتیں کرتے تھے ایک تو کبھی سال کو تیرہ ماہ کا بنا دینا" دوسرے مہینوں کی تبدیلی، اگر ان کی جنگ کے زمانہ میں ماہ حرم مثلاً رجب آجاتا اور ابھی جنگ باقی ہوتی تو اسے کوئی اور مہینہ قرار دے لیتے" تاکہ جنگ جاری رکھ سکیں، پھر جنگ ختم ہونے کے بعد کسی اور مہینہ کو رجب مان لیتے" یوں ہی بقر عید میں تبدیلی کر لیتے تھے تاکہ حج جس موقعہ پر آسان ہو اس پر کر لیں، چنانچہ جس سال جناب آمنہ خاتون حاملہ ہوتی ہیں اسی سال رجب کو بقر عید مان کر حج کیا گیا تھا، اسی لئے روایات میں آتا ہے کہ جناب آمنہ کا حاملہ ہونا ایام منے میں ہوا، جس سال حضور انور نے حج کیا اسی سال حسن اتفاق سے سال بارہ ماہ کا ہوا اور ہر مہینہ اپنے اصل پر منایا گیا، اس فرمان عالی میں یہ ہی ارشاد ہے کہ اس سال ہر مہینہ اس وقت ہوا ہے جس وقت رب نے اسے مقرر کیا تھا مہینے گھومتے پھرتے ہوئے اس سال اپنے صحیح وقت پر گزرے، ہماری اس تقریر سے وہ اعتراض اٹھ گیا کہ جب استقرار حمل شریف ایام حج میں ہوا اور ربیع الاول میں ولادت مبارک ہوئی تو نو ماہ کیسے پورے ہوئے، معلوم ہو گیا کہ وہ ماہ رجب تھا جسے بقر عید بنا کر حج کیا گیا تھا۔ ۴۔ حق یہ ہے کہ السنۃ جملہ مستقلہ ہے اور اثنا عشر بوجہ خبر مبتداء ہونے کے مرفوع ہے، بعض کے خیال میں السنۃ خلق کا مفعول اولی ہے اثنا عشر مفعول دوم، اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموت والارض الخ ۵۔ زمانہ جاہلیت میں یہ چار ماہ بڑی حرمت والے تھے جن میں جنگ حرام تھی، اسلام میں ان

مہینوں کی حرمت تو برقرار رکھی کہ ان میں گناہ کو سخت جرم قرار دیا' جیسے بحالت احرام حرم شریف میں گناہ سخت جرم ہے' مگر جنگ کی حرمت کو منسوخ فرمادیا' چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ طائف شوال میں اور غزوہ حنین ذی قعدہ میں کیا حضور انور کے بعد صحابہ کرام ہر مہینہ میں جہاد کرتے رہے' مضرایک قبیلہ کے مورث اعلیٰ کا نام ہے' جس کے نام سے یہ قبیلہ مضر کہلاتا ہے چونکہ وہ شخص لسی بہت پسند کرتا تھا اور اس کا رنگ بھی لسی کی طرح سفید تھا اس لئے اسے مضر کہتے تھے' مضر کے معنے ہیں مٹھایا لسی' چونکہ یہ قبیلہ ماہ رجب کا بہت ہی ادب و احترام کرتا تھا' اس لئے رجب اس قبیلہ کی طرف منسوب فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ ۸ھ میں فتح ہوا' اس سال حضور انور نے امیرالحج عتاب ابن اسید کو مقرر کیا اور ۹ھ کے حج کا امیر ابوبکر صدیق کو اور ۱۰ھ میں خود حج فرمایا' تو یقیناً ۹ھ و ۱۰ھ میں بھی ہر مہینہ اپنے موقعہ پر تھا اور حج صحیح وقت پر ادا ہوا تھا' ورنہ سرکار کبھی غلط وقت پر حج کی اجازت نہ دیتے' لہٰذا اس جملہ شریف کے یہ معنے نہیں کہ صرف اسی سال ہی سال درست گزرا' بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سال صحیح حج ہوا گزشتہ سالوں کی طرح' اور اب تم مہینے اس حساب سے گزارنا (مرقات وفتح الباری) خیال رہے کہ قبیلہ مضر نے ماہ رجب میں کبھی تبدیلی نہ کی تھی' اس لئے رجب کو انہیں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور انہیں کے رجب سے حساب لگتا تھا۔ ۶۔ یہ صحابہ کرام کا ادب بارگاہ رسالت ہے کہ باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ آج حج ہے' بقر عید کا مہینہ ہے' دسویں ذی الحجہ ہے مگر جواب نہ دیا کیونکہ رب نے فرمایا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ حضور انور کا کچھ خاموش رہنا اہتمام کے لئے تھا کہ جو چیز انتظار کے بعد معلوم ہو وہ یاد خوب رہتی ہے' اس جواب سے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ رسول جانیں' معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر رب کے ساتھ کرنا شرک نہیں عین ایمان ہے' اللہ رسول کے ملانے کا نام ایمان ہے الگ کرنے کا نام کفر' رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولئک ہم الکفرون حقا ۷۔ صحابہ کے اس گمان سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نام تبدیل کرنے کا اختیار ہے' اور آپ ہی کا رکھا ہوا نام باقی رہے گا' دیکھو حضور نے ایک صحابی کا نام رکھ دیا ابو ہریرہ یعنی بلیوں والے' تو ان کے ماں باپ کا رکھا ہوا نام گم ہو گیا۔ ۸۔ بلدہ ہر شہر کو اور نحر ہر ذبح کو کہتے ہیں مگر اب عرف میں بلدہ سے مکہ معظمہ اور نحر سے قربانی مراد ہوتی ہے جیسے بیت لغۃ ہر گھر ہے مگر اب عرف میں مطلقاً بیت کعبہ معظمہ یعنی بیت اللہ کو کہتے ہیں' اسی بنا پر یہ گفتگو ہو رہی ہے۔ مکہ معظمہ ہمیشہ سے شہر رہا ہے اور انشاء اللہ شہر رہے گا' جن بزرگوں نے کہا کہ شہر وہ بستی ہے جہاں کے مسلمان اس کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں یہ غلط ہے ورنہ پھر مکہ معظمہ تو شہر نہ رہے گا کہ حرم شریف میں مکہ والے تو کیا سارے حجاج سما جاتے ہیں اور چھوٹے گاؤں جن کی مسجد چھوٹی سی ہو شہر بن جائے گا۔ ۹۔ عام علماء فرماتے ہیں کہ حدود حرم میں جیسے نیکی ایک کی ایک لاکھ بن جاتی ہے ویسے ہی گناہ بھی ایک کا لاکھ ہے' اس لئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ جیسے یہاں کا گناہ دوسرے مقامات کے گناہ سے سخت تر ہے' ایسے ہی مسلمان کے خون' مال' آبرو ظلماً" برباد کرنا سخت تر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم محققین علماء فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی کیفیت میں ہے نہ کہ مقدار میں' رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزء الا مثلہا ۱۰۔ یعنی قیامت میں رب تعالیٰ تمہارے ہر چھوٹے بڑے' جانی مالی اعمال کا حساب فرمائے گا ابھی سے اس حساب کا خیال رکھو' حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ حساب دینے سے پہلے اپنا حساب خود لیتے رہو ۱۱۔ یہاں ضلال فرمایا گیا ضال کی جمع' بعض روایات میں کفار ہے یعنی میرے بعد تم لوگ گمراہ یا کفار جیسے ظالم نہ بن جانا کہ بعض مسلمان بعض کو ظلماً" قتل کرنے لگیں یہ خطاب صرف صحابہ کرام سے نہیں بلکہ تاقیامت ساری امت سے ہے خیال رہے کہ آخری خلافت عثمانیہ اور خلافت مرتضویہ میں جو صحابہ کرام

marfat.com

میں لڑائیاں ہوئیں وہ غلط فہمی یا خطاء اجتہادی کی بنا پر تھیں نہ کہ نفسانیت و ظلم سے، جیسے حضرت خالد نے خود حضور انور کے زمانہ میں ایک قوم کو جنہوں نے صبانا کہا تھا کافر سمجھ کر قتل کردیا اور حضور انور نے حضرت خالد کو نہ فاسق قرار دیا نہ ظالم یا کافر بلکہ انہیں توبہ کا بھی حکم نہ دیا، یہاں ظالم قاتل کو کافر یا گمراہ فرمانا عمل کے لحاظ سے ہے نہ کہ عقیدے کے اعتبار سے، یعنی یہ قتل و خوں ریزی کفار کا طریقہ ہے، جیسے قرآن کریم فرماتا ہے واقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین تم لوگ نماز قائم کرو مشرکوں سے نہ ہو جاؤ، حالانکہ نماز نہ پڑھنا شرک نہیں، لہذا اس حدیث سے روافض یہ نہیں کہہ سکتے کہ صحابہ حضور کے بعد آپس کی جنگوں کی وجہ سے کافر ہو گئے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تین چیزیں فرمائیں، اپنی تبلیغ پر تمام کو گواہ بنایا، اب بھی حجاج روضہ اقدس پر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ آپ نے پوری تبلیغ فرمادی، یہ عرض اس سوال کا جواب ہے دوسرے تمام صحابہ کو احادیث کی تبلیغ کا حکم دیا، علماء کو چاہیے کہ دین چھپائیں نہیں، یہ حضور کی امانت ہے، امت کے حوالہ کردیں، تیسرے یہ کہ رحمت الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا، چمن اسلام میں پھول کھلتے رہیں گے، میرے بعد، بعض علماء آج کل کے بعض صحابہ سے زیادہ ذہین و نکتہ رس ہوں گے، رب نے اپنے حبیب کی اس بات کو کیسا سچا کیا سبحان اللہ چاروں امام مجتہدین دیگر فقہاء صوفیاء بعد میں پیدا ہوئے جنہوں نے ان ہی احادیث سے قیمتی موتی نکالے دین کو واضح کردیا۔

وَعَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مَتٰى اَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ اِذَا رَمٰى اِمَامُكَ فَارْمِهِ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْئَلَةَ فَقَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۴۰) روایت ہے حضرت وبرہ سے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا۱، کہ میں جمروں کی رمی کب کروں فرمایا جب تمہارا امام رمی کرے تو تم بھی کرو۲۔ میں نے پھر یہ ہی سوال کیا تو فرمایا ہم وقت کے منتظر رہتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرلیتے تھے۳۔

(۲۵۴۰) ۱۔ وبرہ ابن عبدالرحمن تابعی ہیں حضرت ابن عمرو سعید ابن جبیر سے روایات کرتے ہیں آپ کی کنیت ابوخزیمہ حارثی ہے ۲۔ یعنی تم میں جب بڑے علماء رمی کریں تم بھی کرو، ہر مسئلہ پوچھنے کی ضرورت نہیں، علماء کی پیروی کرنا چاہیے عالم کی پیروی کرنے والا رب سے سالم ہو کر ملے گا، یہاں یوم النحر کے بعد کی رمی کے متعلق سوال تھا جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے، پتہ لگا کہ ہر بات عالم سے پوچھنا ہی نہ چاہیے، بلکہ ان کو دیکھ کر بھی مسائل حل کرلینا چاہئیں، یہاں عالم باعمل کا ذکر ہے۔ ۳۔ یعنی ہم دسویں بقر عید کے بعد کی رمی بعد نماز ظہر کیا کرتے تھے، یہاں بھی آپ نے صحابہ کا عمل ہی بتایا یعنی مسئلہ عمل علماء سے ثابت کیا، رمی کے اوقات کا ذکر تفصیل وار پہلے ہو چکا ہے۔

وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَرْمِي جَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلٰى اِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يُسْهِلَ فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ طَوِيْلًا وَّيَدْعُوْا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ

(۲۵۴۱) روایت ہے حضرت سالم سے وہ حضرت ابن عمر سے راوی کہ وہ قریبی جمرہ کی۱۔ سات کنکروں سے رمی کرتے تھے ہر کنکری پر تکبیر کہتے تھے ۲۔ پھر آگے بڑھ جاتے حتی کہ نرم زمین میں آجاتے پھر رو بقبلہ دیر تک کھڑے رہتے ہاتھ اٹھائے دعا مانگتے ۳۔ پھر درمیانی جمرہ کی سات کنکریوں سے رمی کرتے ۴۔ جب بھی کنکری

يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰى بِحَصَاةٍ ثُمَّ يَأْخُذُ بِذَاتِ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ يَدْعُوْا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُوْمُ طَوِيْلًا ثُمَّ يَرْمِيْ جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْلُ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

پھینکتے تو تکبیر کہتے پھر بائیں طرف ہٹ جاتے نرم زمین میں پہنچ جاتے رو بقبلہ کھڑے ہوتے پھر ہاتھ اٹھائے دعا کرتے رہتے دیر تک کھڑے رہتے پھر بطن وادی سے پیچھے والے جمرہ کو سات کنکریاں مارتے ۵ ۔ کہ ہر کنکری پر تکبیر کہتے تھے مگر اس کے پاس کھڑے نہ ہوتے تھے ۶ ۔ پھر واپس ہو جاتے حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عمل کرتے دیکھا ۔ (بخاری)

(۲۵۴۱) ا ۔ اس ستون کا نام جمرہ اولی بھی ہے اور جمرہ دنیا بھی کیونکہ مسجد خیف سے قریب ہے' اسی کے قریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں قیام فرمایا تھا ۲ ۔ اس جمرہ کی رمی گیارھویں بارھویں تیرھویں بقر عید کو ہوتی ہے' دسویں کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی ہے' ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہنا چاہیے نہ کہ بعد علی اثر سے یہ ہی مراد ہے' کنکری پھینکنے کی ابتداء اللہ پر اور انتہاء اکبر ہوتی ہے' لہذا **علی اثر** فرمانا درست ہے' صرف اللہ اکبر کہنا کافی ہے' بعض حجاج بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہیں' بعض لوگ کچھ دعا بھی پڑھتے ہیں اس میں حرج نہیں (مرقات و فتح القدیر) ۳ ۔ یعنی زمین کے سخت حصہ پر کھڑے ہو کر تو رمی کرتے پھر بعد رمی وہاں سے ہٹ جاتے' تاکہ دوسرے رمی والوں کے لئے جگہ خالی ہو جائے' اور نرم حصہ میں آ کر رو بقبلہ ہو کر دیر تک دعائیں مانگتے رہتے' اب یہ ہی سنت ہے' سورہ بقرہ تلاوت کرنے کی بقدر کھڑے رہ کر دعائیں کرتے رہتے' اب لوگ مختصر ٹھہرتے ہیں ۴ ۔ رمی میں جمروں کی ترتیب احناف کے ہاں سنت ہے شوافع کے ہاں واجب' اور لگاتار رمی کرنا ہر جمرہ کی رمی دعا کے بعد فوراً دوسرے کی رمی کرنا احناف کے ہاں سنت ہے امام مالک کے ہاں واجب' اس لئے حجاج کو چاہیے کہ ترتیب وار اور لگاتار رمی کریں جیسے اعضاء وضو کا دھونا ترتیب وار اور لگاتار چاہیے ۔ ۵ ۔ جمرہ عقبہ کے سامنے کنارہ راہ پر نشیبی زمین ہے اور اس کے مقابل بلند زمین' سنت یہ ہے کہ نشیبی زمین سے رمی کرے تاکہ اوپر والی زمین پر کھڑے ہوئے آدمی کو کنکر نہ لگے' اوپر کی طرف سے رمی کرنے میں نیچے والوں کو لگ جانے سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے' مگر یہ سنت ہے' اگر کوئی بلندی کی طرف سے رمی کرے تو بھی جائز ہے' بعض صحابہ نے یہ کیا تو دوسرے حضرات نے اس پر نہ اعتراض کیا نہ اعادہ کا حکم دیا' خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نشیبی زمین سے رمی کی' مگر بلندی کی طرف سے رمی کی ممانعت نہ فرمائی' لہذا حق یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور وہ جائز ہے (مرقات) اس نشیبی زمین کا نام بطن وادی ہے ۔ ۶ ۔ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد وہاں نہ ٹھہرنا اور فوراً اپنی منزل وغیرہ پر آ جانا سنت ہے یا اس لئے کہ یہ جگہ بر سر راہ ہے' یہاں کھڑا ہونا اور لوگوں کی تکلیف کا باعث ہے یا اس لئے کہ اب رمی کی عبادت ختم ہو چکی دوران عبادت کی دعا کافی ہو گئی یا اس لئے کہ حاجی پر رحمت الٰہی کا نزول ہو چکا' اب ٹھہرنے کی مشقت برداشت کرنا ضروری نہیں' بہر حال سنت یہ ہی ہے کہ اس رمی پر نہ ٹھہرے واللہ و رسولہ اعلم (مرقات) ۔ ۷ ۔ یعنی یہ مذکورہ عمل سنت رسول اللہ بھی ہے اور سنت صحابہ بھی ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اسْتَاْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۲۵۴۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضرت عباس ابن عبد المطلب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی

marfat.com

وَسَلَّمَ اَنْ یَّبِیْتَ بِمَکَّةَ لَیَالِیَ مِنًی مِنْ اَجْلِ سِقَایَتِهٖ فَاَذِنَ لَهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

راتوں میں مکہ معظمہ رہنے کی اجازت مانگی ۱؎ زمزم پلانے کی وجہ سے ۲؎ تو حضور نے انہیں اجازت دیدی ۳؎۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۴۲) ۱؎ یعنی عرض یہ کیا کہ میں گیارھویں بارھویں تیرھویں ذی الحجہ کو دن میں منے آکر جمروں کی رمی کر جایا کروں گا باقی لوقات مکہ معظمہ میں ہی رہوں گا اس کی وجہ آگے آرہی ہے ۲؎ یعنی چونکہ میرے ذمہ کنوئیں سے آب زمزم نکالنے اور لوگوں کو پلانے کی خدمت ہے لوگ ہر وقت خصوصًا طوافوں کے بعد اور خصوصًا ان دنوں میں طواف زیارت کے بعد زمزم پیتے ہیں اگر میں منے میں رہوں تو یہ خدمت بخوبی انجام نہیں پاسکتی خیال رہے کہ یہ زمزم نکالنے اور پلانے کی خدمت قصے ابن کلاب کو ملی تھی پھر ان کے بیٹے عبد مناف کو پھر ان کے بیٹے ہاشم کو پھر ان کے بیٹے عبدالمطلب کو ملی پھر ان کے فرزند عباس کو منتقل ہوئی ان سے عبداللہ ابن عباس کو ان سے ان کے فرزند علی ابن عبداللہ کو ملی اور اب تک یہ خدمت آل عباس ہی کے قبضہ میں ہے جیسے کہ کعبہ معظمہ کی کلید برداری طلحہ ابن عبداللہ شیبی کی اولاد کے قبضہ میں ہے وہاں کی خدمات تقسیم ہوچکی ہیں جو وراثۃ منتقل ہوتی ہیں۔ ۳؎ خیال رہے کہ منے میں زمانہ میں راتیں منے کے گزارنا ہمارے ہاں سنت ہے امام شافعی کے ہاں اکثر راتیں وہاں رہنا واجب مگر ان دونوں اماموں کے ہاں سخت مجبوری یا معذوری میں یہ حکم اٹھ جاتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ اِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰى فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ اذْهَبْ اِلٰى اُمِّكَ فَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِيْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِيْهِ قَالَ اسْقِنِيْ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ اَتٰى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَقَالَ اعْمَلُوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰى عَمَلٍ صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتّٰى اَضَعَ الْحَبْلَ عَلٰى هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى عَاتِقِهٖ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۴۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کے سقایہ (منی) پر تشریف لائے پانی مانگا ۱؎ تو حضرت عباس نے فرمایا اے فضل اپنی والدہ کے پاس جاؤ ان کے پاس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی سے آؤ ۲؎ حضور انور نے فرمایا مجھے پانی پلاؤ ۳؎ عرض کیا یا رسول اللہ اس میں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں فرمایا ہم کو پانی پلاؤ چنانچہ حضور نے اس ہی سے پیا ۴؎ پھر چاہ زمزم پر تشریف لائے جبکہ وہ پانی بھر رہے تھے اور اس میں کام کاج کر رہے تھے تو فرمایا کئے جاؤ تم لوگ اچھے کام میں لگے ہوئے ہو ۵؎ پھر فرمایا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو ہم خود اترتے حتی کہ رسی اس پر رکھتے اور اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا ۶؎۔ (بخاری)

(۲۵۴۳) ۱؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خود چاہ زمزم پر جانا اور پانی بھرنے والوں سے مانگ کر زمزم پینا بھی سنت ہے جیسے کہ گھر پر منگا کر پینا سنت ہے دوسرے یہ کہ پانی وغیرہ مانگنا ممنوع نہیں اور یہ ان سوالات سے نہیں جن میں ذلت ہے اور جن سے شریعت میں ممانعت ہے سوال ذلت اور ہے سوال خدمت کچھ اور غالبًا یہ واقعہ دسویں بقر عید کا ہے جب حضور انور منے سے طواف فرمانے مکہ معظمہ تشریف لائے اور طواف کے بعد منے واپس ہوگئے اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ طواف زیارت کے بعد زمزم پینا سنت ہے ۲؎ یعنی اے فرزند فضل ہم نے تم لوگوں کے لئے زمزم اپنے گھر بھیج دیا ہے۔ جس میں لوگوں کے ہاتھ نہیں

marfat.com

پڑے ہیں کسی کے استعمال میں نہیں آیا ہے' حضور انور کے لئے اس میں سے پانی لاؤ' معلوم ہوا کہ زمزم شریف گھروں میں بھیجنا بھی سنت ہے جیسا کہ اب بھی وہاں رواج ہے کہ حجاج کے ٹھکانوں پر معلم لوگ روزانہ زمزم بھجواتے ہیں' اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ ۴۔ یعنی اسی سقایہ سے پلاؤ جہاں سے عام حجاج پی رہے ہیں تاکہ یہاں ہر بڑے چھوٹے کی برابری کا ظہور ہو ہے۔ دار قطنی نے اپنے افراد میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے مرفوعًا روایت فرمایا کہ تواضع و انکسار سے یہ ہے کہ انسان مسلمان بھائی کا جھوٹا پانی پیئے' بعض روایات میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے وضو سے بچاپانی پینا پسند فرماتے تھے' غرضیکہ عمومًا اور حج میں خصوصًا اپنے کو بڑائی و فخر سے بچائے۔ ۵۔ کیونکہ زمزم شریف کنوئیں سے نکالنا بھی عبادت ہے اور پلانا بھی عبادت' خیال رہے کہ حضرت عباس زمزم کے منتظم تھے' ان کے ماتحت بہت سے لوگ پانی نکالتے اور پلاتے تھے' انتظام ان ہی کا تھا۔ ۶۔ یعنی اگر ہم لوگوں کے سامنے زمزم بھرنا شروع کردیں' تو لوگ اسی عمل کو سنت سمجھ کر اسی کام کے لئے دوڑ پڑیں گے' پھر ڈول رسی تمہارے ہاتھ نہ آئے گا' اس لئے ہم یہ نہیں کرتے ورنہ دل چاہتا ہے کہ ہم بھی ڈول بھریں' بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ڈول بھرا اور ڈول سے ہی زمزم پیا' پھر کچھ پانی ڈول میں ڈالا' وہ ڈول کنویں میں ڈال دیا' یہ دوسرے موقعہ پر ہے' لہذا احادیث میں تعارض نہیں (مرقات علماء فرماتے ہیں کہ چاہ زمزم پر چڑھ کر اس میں جھانکنا نفاق کو دور کرتا ہے' اور خود ڈول بھرنا بہت بہتر ہے اگر میسر ہو اس کی اصل بھی موجود ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ اِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۴۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام محصب میں ظہر و عصر مغرب اور عشاء پڑھی پھر کچھ سوئے پھر بیت اللہ کی طرف سوار ہو گئے تو اس کا طواف کیا۔ (بخاری)

(۲۵۴۴) ۱۔ محصب عربی میں کنکریلی زمین کو کہتے ہیں' اب ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ معظمہ سے منے جاتے راستہ میں آتی ہے جنت معلے یعنی مکہ معظمہ کے قبرستان سے متصل ہے اسے ابطح' بطحا اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں' یہ واقعہ تیرھویں ذی الحجہ کا ہے' جب سرکار عالی منے سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ واپس ہو رہے تھے' طواف زیارت تو حضور انور دسویں ذی الحجہ کو ہی کر چکے تھے مکہ معظمہ پہنچنے کی جلدی نہ تھی' اگر رب نصیب کرے تو اب بھی محصب میں ٹھہرے ۲۔ یہ طواف وداع تھا جو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کے وقت کیا گیا' حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ محصب میں یہ قیام ارادۃً "نہ تھا اتفاقًا" تھا (بخاری) حضرت ابو رافع فرماتے ہیں' کہ مجھے حضور انور نے محصب میں خیمہ لگانے کا حکم نہ دیا تھا میں نے خود ہی اپنے طور وہاں خیمہ لگا دیا اور سرکار نے وہاں قیام فرمایا (مسلم) حضرت اسامہ ابن زید فرماتے ہیں کہ حضور انور نے مجھ سے منی میں فرمایا تھا کہ ہم کل خیف بنی کنانہ میں اتریں گے جہاں قریش نے مسلمانوں کے بائیکاٹ پر حلف اٹھایا تھا خلفائے راشدین بھی حج کے موقعہ پر اس تاریخ میں یہاں قیام فرماتے تھے' مقصد تھا رب کی نعمت کا شکر کرنا کہ کل ہمارے بائیکاٹ پر یہاں حلف اٹھائے جاتے تھے اور آج ہم کو اللہ نے یہاں آزادی بخشی ہے' ان روایات سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ محصب میں ٹھہرنا سنت ہے مگر واجب نہیں' میسر ہو تو بہت اچھا (مرقات و لمعات وغیرہ)

وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ابْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَاَلْتُ

(۲۵۴۵) روایت ہے حضرت عبدالعزیز ابن رفیع سے فرماتے

اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قُلْتُ اَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ عَقَلْتَهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قَالَ فَاَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْاَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ اِفْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ اُمَرَآؤُكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہیں میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا میں نے کہا مجھے وہ چیز بتایئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھی یاد کی ہو حضور انور نے آٹھویں بقرعید کو ظہر کہاں پڑھی ا۔ فرمایا منی میں ۲۔ عرض کیا پھر واپسی کے دن عصر کہاں پڑھی فرمایا مقام ابطح میں ۳۔ پھر فرمایا جیسا تمہارے امیر کریں ویسا تم بھی کرو ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۴۵) ا۔ یعنی حضور نے آٹھویں بقرعید کو فجر تو مکہ معظمہ میں پڑھی' فرمایئے ظہر کہاں پڑھی ۲۔ معلوم ہوا کہ آٹھویں بقرعید کو بعد نماز فجر مکہ معظمہ سے منی روانہ ہو جانا سنت ہے' ظہر منے میں پڑھے ۳۔ واپسی کے دن دو ہیں نفر اول یہ دسویں بقرعید کو ہے' جب منے سے مکہ معظمہ طواف کرنے آتے ہیں' اور نفر دوم تیرھویں بقرعید کو جب منے کے افعال سے فارغ ہو کر لوٹتے ہیں' یہاں نفر دوم کے متعلق سوال ہے' جب معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور نے آج عصر محصب یعنی ابطح میں پڑھی' اور گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر یہاں پڑھی' ہو سکتا ہے کہ آج تیرھویں کو بعد زوال رمی کی ہو اور عصر کے قریب یہاں پہنچ کر ظہر و عصر یہاں ہی پڑھی ہو ۴۔ یعنی اب جو امیر حج کرے تم بھی کرو' اگر وہ محصب میں ٹھہرے' تم بھی ٹھہرو' اگر نہ ٹھہرے تم بھی نہ ٹھہرو کہ ان کی مخالفت میں خطرہ ہے' یہاں ٹھہرنا واجب نہیں تا کہ ضرور کیا جائے (مرقات)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نُزُوْلُ الْاَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ اِنَّمَا نَزَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ كَانَ اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهٖ اِذَا خَرَجَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۴۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ مقام ابطح میں اترنا سنت نہیں ا۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے اترے تھے کہ آپ کی روانگی کے لئے آسان تر تھا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۴۶) ا۔ یعنی سنت مؤکدہ نہیں یا حج کی سنت نہیں' جس کے چھوٹ جانے سے حج ناقص ہو جائے' یا سنت ہدی نہیں بلکہ سنت زائدہ ہے' خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر کام جو امت کے لئے لائق عمل ہو سنت ہے' اگرچہ حضور انور نے ایک بار ہی کیا ہو' اور اگرچہ عادت کریمہ کے طور پر ہی ہو' ہاں جو خلاف اولی کام بیان جواز کے لئے کئے ہیں یا تعلیماً" کئے وہ اس سے خارج ہیں' سنت کی پوری بحث مع اقسام کے ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ کیجئے' ۲۔ یعنی منے سے واپسی پر وادی محصب میں جسے ابطح بھی کہتے ہیں اترنا وہاں قیام یا آرام کرنا سنت حج نہیں' حضور انور نے اسی لئے وہاں قیام فرمایا کہ اس قیام میں اپنا سامان وہاں ہی چھوڑ دیا اور مکہ معظمہ جا کر طواف وداع کیا' پھر اسی راستے سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے' راستہ میں یہاں سے اپنا سامان لے لیا' اس شرح کی بنا پر حدیث بالکل واضح ہے' اس میں کوئی اینچ پینچ نہیں' خیال رہے کہ حضرات خلفائے راشدین و ابن عمر وغیرھم رضی اللہ عنھم اس قیام ابطح کو سنت حج فرماتے تھے ان کے نزدیک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادۃً" یہاں قیام فرمایا تھا تا کہ مشرکین کا رد عمل ہو اور خدا کا شکر کریں کہ کل تک یہاں اسلام کے خلاف بائیکاٹ کی کمیٹیاں ہوتی تھیں اور آج ہم آزادانہ یہاں نمازیں پڑھ رہے ہیں' جیسے طواف میں رمل' اور حضرت عائشہ صدیقہ' ابن عباس' ابو رافع وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے ہاں یہ سنت حج نہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اتفاقاً" یہاں قیام فرمایا تھا' یہ ہی قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے' مگر وہاں قیام

marfat.com

اگر نصیب ہو تو بہتر ہے کہ اگرچہ یہ سنت حج نہیں مطلقاً سنت تو ہے (لمعات و اشعہ)

وَعَنْهَا قَالَتْ اَحْرَمْتُ مِنَ التَّنْعِيْمِ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْتُ فَقَضَيْتُ عُمْرَتِيْ وَانْتَظَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ حَتّٰى فَرَغْتُ فَاَمَرَ النَّاسَ بِالرَّحِيْلِ فَخَرَجَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ هٰذَا الْحَدِيْثُ مَا وَجَدْتُّهٗ بِرِوَايَةِ الشَّيْخَيْنِ بَلْ بِرِوَايَةِ اَبِيْ دَاؤُدَ مَعَ اخْتِلَافٍ يَسِيْرٍ فِيْ اٰخِرِهٖ

(۲۵۴۷) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں میں نے مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھا پھر میں مکہ معظمہ آئی اپنا عمرہ پورا کیا ا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابطح میں میرا انتظار فرمایا حتی کہ میں فارغ ہو گئی ۲۔ پھر لوگوں کو کوچ کا حکم دیا پھر آپ وہاں سے آئے تو بیت اللہ شریف پر گزرے فجر سے پہلے اس کا طواف کیا ۳۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے میں نے یہ حدیث مسلم بخاری کی روایت سے نہ پائی بلکہ آخر میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ ابوداؤد کی روایت سے پائی ہے۔

(۲۵۴۷) ا۔ ام المومنین کا یہ عمرہ وہ ہے جو حج سے پہلے رہ گیا تھا کہ عمرہ کا احرام تھا مگر بوجہ ماہواری عارضہ کے ادا نہ ہو سکا اب بعد میں کیا گیا' چونکہ عمرہ کا احرام حرم سے باہر بندھتا ہے اس لئے آپ مقام تنعیم گئیں جو حدود حرم سے باہر مکہ معظمہ سے تین میل دور جگہ ہے' اب یہاں مسجد عائشہ ہے' عام حجاج عمرہ کا احرام باندھنے وہاں جاتے ہیں ۲۔ ام المومنین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے محصب میں قیام فرمانے کی یہ دوسری وجہ بیان فرمارہی ہیں کہ یہاں حضور انور نے میرے عمرہ کے انتظار میں قیام فرمایا تھا مقصد وہ ہی ہے کہ یہ قیام سنت حج نہیں ۳۔ یہ طواف وداع تھا جس کو مکہ معظمہ سے چلتے وقت حجاج ادا کرتے ہیں' نہ اس میں رمل ہے نہ اس کے بعد سعی' یہ طواف کر کے وہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں غالباً حضور انور نے یہ طواف تو نماز فجر سے پہلے کیا ہو گا مگر وہاں سے روانگی بعد فجر اشراق و سنت' طواف ادا کر کے کی ہو گی (مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ صرف طواف کر کے روانہ ہو گئے ہوں اور کچھ راستہ طے کر کے فجر پڑھی ہو وہاں ہی نفل طواف ادا کئے ہوں' طواف کے نفل ہر جگہ درست ہیں ۴۔ اس جملہ میں صاحب مصابیح پر دو اعتراض ہیں' ایک یہ کہ فصل اول میں وہ مسلم بخاری کے علاوہ حدیث لائے' دوسرے یہ کہ حدیث ابوداؤد میں تو ہے مگر اس کے الفاظ بعینہ یہ نہیں ان میں کچھ فرق ہے' مصنف یہاں مسلم بخاری کی روایت لاتے یا ابوداؤد کی روایت بعینہ ان ہی الفاظ سے لاتے جن میں وہاں موجود ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُوْنَ فِيْ كُلِّ وَجْهٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفِرَنَّ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِالْبَيْتِ اِلَّا اَنَّهٗ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۴۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ لوگ ہر طرف چل دیتے تھے ا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی واپس نہ ہو حتی کہ اس کا آخری کام بیت اللہ سے ہو ۲۔ مگر حائضہ سے یہ حکم ہلکا کر دیا گیا ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۴۸) ا۔ یعنی پہلے حجاج رخصت کے وقت طواف وداع نہ کرتے تھے یوں ہی چلے جاتے تھے من کل وجہ کے معنے ہیں ہر طرف سے' ہر محلہ سے روانہ ہو جاتے تھے' یہ گویا بے قاعدگی سی تھی ۲۔ یعنی بیت اللہ کا طواف کر کے مکہ معظمہ سے روانہ ہو تاکہ تمہاری آمد طواف سے ہو اور روانگی بھی طواف سے' یہی حال مدینہ منورہ کا ہے کہ حجاج پہنچتے ہی سلام عرض کرتے ہیں اور

چلتے وقت سلام وداع کرکے چلتے ہیں' اس وقت جو دل کی کیفیت ہوتی ہے بیان نہیں ہو سکتی شعر:-

☆ بدن سے جاں نکلتی ہے آہ سینہ سے ☆ ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینہ سے ☆

۳۔ یعنی حائضہ و نفساء عورت طواف وداع کے لئے حیض بند ہونے کا انتظار نہ کرے بلکہ یوں ہی چلی جائے' ورنہ بہت دشواری ہو گی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ فَقَالَتْ مَا اُرَانِي اِلَّا حَابِسَتَكُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرٰى حَلْقٰى اَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِیْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۴۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ واپسی کے دن حائضہ ہو گئیں ا۔ تو بولیں مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو روک ہی لوں گی ۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اری بانجھ منڈی کیا تم نے بقر عید کے دن طواف کر لیا تھا عرض کیا ہاں فرمایا تو چلو ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۴۹) ا۔ حضرت صفیہ بنت حیی ابن اخطب' ان کے والد یہودی تھے' خیبر کے باشندے بنی اسرائیل تھے' حضرت ہارون کی اولاد سے' آپ جنگ خیبر میں گرفتار ہو کر آئیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمالیا' آپ ام المومنین ہیں ۲۔ اس طرح کہ میں عارضہ میں مبتلا ہو گئی ہوں اور طواف وداع نہ کر سکوں گی' طواف کے لئے ایام گزرنے کا مجھے انتظار کرنا پڑے گا' اور آپ حضرات میری وجہ سے ٹھہریں گے۔ ۳۔ بانجھ منڈی فرمایا غضب کے لئے نہیں بلکہ محبت کے اظہار کے لئے ہے جیسے بچوں کو ارے پاگل' ارے بے وقوف یا پنجابی اڑجانیئے وغیرہ کہہ دیتے ہیں' ورنہ حضرت صفیہ کا اس میں قصور کیا تھا جو ان پر غصہ آتا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ کو طواف زیارت معاف نہیں' اس کے لئے اسے ٹھہرنا پڑے گا' طواف وداع معاف ہے۔ مسئلہ:- مکہ والوں پر یا جس نے مکہ معظمہ میں مستقل رہائش کا ارادہ کر لیا تھا' مگر اب روانہ ہو رہا ہے اس پر' جو حج کا احرام باندھ کر حج نہ کر سکا' عمرہ کر کے کھل گیا' اس پر طواف وداع واجب نہیں یوں ہی صرف عمرہ کرنے والے پر واجب نہیں' بہتر یہ ہے کہ طواف کے بعد پھر زیادہ دیر مکہ معظمہ میں نہ ٹھہرے' اور اگر دن میں طواف وداع کیا تھا مگر رات تک وہاں ٹھہرنا پڑ گیا' تو بہتر یہ ہے کہ دوبارہ طواف کرے' یہ ہی امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے (مرقات وغیرہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اَیُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالُوْا يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ عَلٰى نَفْسِهٖ اَلَا لَا يَجْنِيْ

(۲۵۵۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن احوص سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجتہ الوداع میں فرماتے سنا یہ کون دن ہے صحابہ نے عرض کیا حج اکبر کا دن ا۔ فرمایا تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبروئیں آپس میں ایک دوسرے پر ایسے حرام ہیں جیسے اس شہر میں اس دن کی حرمت ۲۔ خبردار کوئی مجرم اپنی جان پر ظلم نہ کرے ۳۔ خبردار کوئی مجرم اپنی اولاد پر ظلم نہ کرے اور نہ

جَانٍ عَلٰی وَلَدِہٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ عَلٰی وَالِدِہٖ اَلَا وَاِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ اَیِسَ اَنْ یُّعْبَدَ فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا اَبَدًا وَلٰکِنْ سَتَکُوْنُ لَہٗ طَاعَۃٌ فِیْمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِکُمْ فَسَیَرْضٰی بِہٖ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ۔

کوئی فرزند اپنے باپ پر ۴ خبردار شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا کہ تمہارے اس شہر میں کوئی اسے پوجے ۵ مگر جن گناہوں کو تم معمولی سمجھتے ہو ان میں اس کی اطاعت ہو جایا کرے گی جس سے وہ راضی ہوتا رہے گا ۶ (ابن ماجہ ترمذی اور ترمذی نے اسے صحیح کہا)

(۲۵۵۰) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ بعض صحابہ نے یہ جواب دیا' اور بعض نے عرض کیا' اللہ ورسولہ اعلم یا یہ کوئی دوسرا واقعہ ہے' لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ صحابہ نے اللہ ورسولہ اعلم کہا' حج اکبر کے بہت سے معانی ہیں (۱) بقر عید کا دن حج اکبر ہے' کیونکہ اکثر ارکان حج اسی دن میں ہوتے ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر یہ اعلان بقر عید کے دن منے میں ہوا تھا (۲) یا نویں عید کا دن حج اکبر کا دن ہے کہ اسی دن قیام عرفات ہے جو حج کا رکن اعلیٰ ہے (۳) یا صرف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حج حج اکبر تھا کہ رسول اکبر نے حج فرمایا تھا' اور حسن اتفاق سے اس دن یہود' نصاریٰ' مجوسی وغیرہ کی چھ عیدیں جمع ہو گئی تھیں (۴) یا جب نویں بقر عید جمعہ کو واقع ہو کہ اس کا ثواب ستر حج کے برابر ہے یہ زیادہ مشہور ہے' اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حج بھی جمعہ ہی کا ہوا تھا (۵) یا ہر حج حج اکبر ہے اور عمرہ حج اصغر غرضیکہ اس کے بہت معانی ہیں' (مرقات' لمعات' اشعہ) ۲۔ یعنی جیسے مکہ معظمہ میں ان حج کی تاریخوں میں احرام کی حالت میں گناہ کرنا حرام' کہ اس گناہ میں حرم شریف مبارک تاریخ اور احرام کی بے حرمتی تین جرم اور شامل ہو جاتے ہیں' ایسے ہی کسی مسلمان بھائی کا ناحق خون کرنا' مال مارنا' بے آبروئی کرنا بہت سے جرموں کا مجموعہ ہے کہ اس میں اس مظلوم بندہ کی حق تلفی بھی رب تعالٰی کی قانون شکنی اور میری مخالفت ہے' مجھے اپنی امت بہت عزیز ہے' اسے ستانے والا مجھے کب پیارا ہو سکتا ہے ۳۔ یعنی خود کشی نہ کرے' کہ یہ اپنی جان پر ظلم و زیادتی ہے' یا دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے' کہ یہ درحقیقت اپنے پر ظلم ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لا تقتلوا انفسکم یعنی اپنے کو قتل نہ کرو یعنی بعض بعض کو قتل نہ کرے' لا یجنی صیغہ تو نفی کا ہے' مگر بمعنی نہی ہے' جیسے لا یمسہ الا المطھرون یا جیسے رحمہ اللہ یا غفرلہ کہ سب خبریں بمعنی انشاء ہیں ۴۔ یہ جملہ یا تو نہی ہے' تو معنے یہ ہیں کہ ماں باپ اولاد پر ظلم نہ کریں کہ ان کا حق نہ دیں' انہیں تعلیم وغیرہ سے محروم رکھیں' اور اولاد ماں باپ پر ظلم نہ کرے کہ ان کا ادائے حق خدمت نہ کرے' یا بمعنی نفی یعنی ماں باپ کے جرم میں اولاد گرفتار نہ ہو گی اور اولاد کے جرم میں ماں باپ کو پکڑنہ ہو گی' اپنی کرنی' اپنی بھرنی' لا تزر وازرۃ وزر اخری لل جاہلیت باپ کا بدلہ اولاد سے اور اولاد کا بدلہ ماں باپ سے لیتے تھے' اسی سے ممانعت ہے۔ ۵۔ شیطان کو پوجنے سے مراد بت پرستی ہے' اور اس میں غیبی خبر ہے' انشاء اللہ مکہ معظمہ میں تاقیامت شرک و بت پرستی نہ ہو گی' مرقات نے فرمایا کہ علانیہ نہ ہو گی' کوئی خفیتہ" وہاں جا کر چھپ کر بت پرستی کرے تو اس کی بدنصیبی ہے' غرضیکہ یہ جگہ شرک سے محفوظ ہے۔ ۶۔ یعنی مکہ معظمہ میں مسلمان گناہ' لڑائی' چوری' غیبت' جھوٹ وغیرہ کر لیا کریں گے' اور شیطان اس پر خوش ہو جایا کرے گا کہ میں ان سے کفر تو نہ کرا سکا' یہ غنیمت ہے' یا سارے مسلمانوں سے روئے سخن ہے کہ مومن کے گناہوں سے شیطان راضی ہے' اور کافر کے کفر سے راضی' اسی لئے جھوٹ' خیانت' دوسرے گناہ مسلمانوں میں زیادہ ہیں' دوسری قوموں میں کم' کہ شیطان کفار سے جب کفر کرا لیتا

ہے، تو پھر دوسرے گناہ کرانے کی کوشش نہیں کرتا مگر جب مسلمانوں سے کفر نہیں کراسکتا تو ان سے دوسرے گناہ کرانے کی بہت کوشش کرتا ہے، ہمیشہ چور بھرے گھر میں جاتا ہے، جس میں ہو ہی کچھ نہیں وہاں چور لے گا کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جس نماز میں وسوسہ نہ آئیں وہ یہود و عیسائیوں کی سی نماز ہے (مرقات) مگر وسوسہ آنا اور ہے لانا کچھ اور مقصد یہ ہے کہ مسلمان وسوسوں کے باعث نماز سے بددل نہ ہو جائیں لہذا حضرت علی کے فرمان پر کوئی اعتراض نہیں، کھانے پر مکھیاں آتی ہیں، مکھیاں اڑائے جاؤ اور کھانا کھائے جاؤ۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ بِمِنًى حِيْنَ ارْتَفَعَ الضُّحٰى عَلٰى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ وَعَلِيٌّ يُعَبِّرُ عَنْهُ وَالنَّاسُ بَيْنَ قَاعِدٍ وَّقَائِمٍ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۵۵۱) روایت ہے حضرت رافع ابن عمرو مزنی سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منی میں اپنے چتکبرے خچر پر خطبہ پڑھ رہے تھے جب کہ دن چڑھ چکا تھا۱۔ اور جناب علی اس کی تفسیر و تعبیر کر رہے تھے لوگ کچھ بیٹھے تھے کچھ کھڑے تھے ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۵۵۱) ۱۔ غالباً یہ وعظ دسویں بقر عید کو فرمایا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی تو اونٹنی پر کی اور وعظ خچر پر ۲۔ یعنی کچھ فاصلہ پر جہاں تک حضور انور کی آواز پہنچ رہی تھی، وہاں جناب علی کھڑے ہو کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام لوگوں تک پہنچا رہے تھے، مرقات نے یہاں فرمایا کہ اس حج میں ایک لاکھ تیس ہزار مسلمان شریک تھے، مگر صواعق محرقہ وغیرہ میں ہے کہ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، حج میں ایک لاکھ سے زیادہ نے شرکت کی، یہ ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، صحابہ کی تعداد انبیاء کرام کی تعداد کے برابر ہے خیال رہے کہ حج میں تین خطبے سنت ہیں، آٹھویں بقر عید کو مکہ معظمہ میں، نویں کو عرفات میں دسویں کو منے میں (اشعہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ اِلَى اللَّيْلِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۵۵۲) روایت ہے حضرت عائشہ اور ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن طواف زیارت رات تک مؤخر فرمایا ۱۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۲۵۵۲) ۱۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں تاریخ کو طواف زیارت کی رات تک اجازت دی کہ جو آج طواف کرنا چاہے وہ رات تک کرلے، وہ رات میں جا کر نہ کرے، اس کا مطلب نہ تو یہ ہے کہ حضور نے آج رات میں طواف کیا، حضور انور نے ظہر سے پہلے طواف کیا اور ظہر مکہ معظمہ بلکہ منے میں واپس آکر ادا کی، نہ یہ مطلب ہے کہ صرف آج رات طواف کا وقت ہے، اس کا وقت احناف کے ہاں دسویں کی فجر سے بارھویں کے غروب آفتاب سے پہلے تک ہے زیادہ تاخیر سے دم واجب ہے، شوافع کے ہاں دسویں کی آدھی رات سے جب تک چاہے (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْمُلْ فِي السَّبْعِ الَّذِيْ اَفَاضَ فِيْهِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۵۵۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت کے سات چکروں میں رمل نہ کیا ۱۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

marfat.com

(۲۵۵۳) ا۔ رمل نہ تو طواف زیارت میں ہے نہ طواف وداع میں' صرف طواف قدوم میں ہے' رمل کے معنے پہلے عرض کیے جا چکے ہیں کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں سینہ تان کر اکڑتے ہوئے چلنا رمل کہلاتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَمٰی اَحَدُکُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا النِّسَاءَ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ وَفِیْ رِوَایَةِ اَحْمَدَ وَالنَّسَائِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِذَا رَمَی الْجَمْرَةَ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا النِّسَاءَ۔

(۲۵۵۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی جمرہ عقبہ کی رمی کرے تو اس کے لئے بیوی کے سوا ہر چیز حلال ہو گئی ا۔ (شرح سنہ) اور فرمایا کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور احمد و نسائی کی روایت میں حضرت ابن عباس سے یوں ہے کہ خود ان ہی نے فرمایا کہ جب جمرہ کی رمی کرے تو عورتوں کے سوا سب حلال ہے ۲۔

(۲۵۵۴) ا۔ یعنی جب حاجی دسویں بقر عید کو جمرہ عقبہ کی رمی کر چکے' تو جو چیزیں احرام سے حرام ہو چکی تھیں وہ تمام حلال ہو گئیں' ہاں ابھی بیوی سے صحبت حلال نہ ہوئی' یہ تو طواف زیارت سے حلال ہو گی' امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں نساء سے مراد اپنی بیوی سے صحبت ہے' امام شافعی کے ہاں اس سے مراد عورت سے نکاح کرنا ہے' کیونکہ ان کے ہاں احرام میں نکاح کرنا بھی حرام ہے' طواف زیارت کے بعد حلال ہوتا ہے' بعض شارحین نے فرمایا کہ جمرہ عقبہ کی رمی سے مراد رمی مع ملحقات ہے' یعنی سر منڈانا و قربانی کرنا کہ ان تین کاموں سے ہر چیز حلال ہوتی ہے' اور یہ دونوں چیزیں رمی کی ملحقات سے ہیں لہٰذا رمی کے بعد سر منڈانے اور قربانی سے پہلے سلے کپڑے اور خوشبو استعمال نہیں کر سکتا ۲۔ یعنی احمد و نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عباس کا خود اپنا قول نقل کیا' مرفوع حدیث نقل نہ کی' مگر اس قسم کی موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے خیال رہے کہ احرام سے فارغ ہونے پر حجامت ہمارے ہاں واجب ہے' امام شافعی رضی اللہ عنہ کے ہاں سنت' ہماری دلیل رب تعالٰی کا یہ فرمان ہے ثم لیقضوا تفثھم اس سے مراد حجامت ہے' اور رب تعالٰی کا یہ فرمان امنین محلقین رءوسکم ومقصرین مگر چونکہ یہ استدلال ظنی ہے اس لئے اس سے وجوب ثابت ہے نہ کہ فرضیت۔

وَعَنْهَا قَالَتْ اَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اٰخِرِ یَوْمِهٖ حِیْنَ صَلَّی الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی مِنًی فَمَکَثَ بِهَا لَیَالِیَ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ یَرْمِی الْجَمْرَةَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ کُلُّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُکَبِّرُ مَعَ کُلِّ حَصَاةٍ وَیَقِفُ عِنْدَ الْاُوْلٰی وَالثَّانِیَةِ فَیُطِیْلُ الْقِیَامَ وَیَتَضَرَّعُ وَیَرْمِی الثَّالِثَةَ فَلَا یَقِفُ عِنْدَهَا

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۲۵۵۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دن کے آخری حصہ میں جب کہ ظہر پڑھ چکے تو طواف زیارت کیا پھر منی لوٹ آئے ا۔ پھر تشریق کے زمانہ میں وہاں ہی قیام فرمایا کہ سورج ڈھل جانے پر جمرہ کی رمی کرتے تھے ۲۔ ہر جمرہ کی سات کنکریوں سے ہر کنکری پر تکبیر کہتے تھے پہلے ۳۔ اور دوسرے جمروں کے پاس کچھ ٹھہرتے تھے تو دراز قیام کرتے تھے عاجزی زاری کرتے تھے اور تیسرے جمرہ کی رمی کرتے تو وہاں نہ ٹھہرتے ۴۔ (ابوداؤد)

(۲۵۵۵) ا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت نماز ظہر پڑھ کر کیا' بلکہ یہ کہ ظہر

marfat.com

منے میں پڑھی، پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے، مگر پہلے گزر چکا کہ حضور انور نے نماز ظہر سے پہلے طواف کیا، پھر بعد نماز ظہر اپنی ازواج مطہرات کو طواف کرانے لے گئے، دسویں بقرعید کو دوبارہ مکہ معظمہ تشریف لائے، ان گزشتہ احادیث میں اپنے طواف کرنے کا ذکر ہے اور یہاں ازواج پاک کو طواف کرانے کا تذکرہ یا ازواج پاک کو یہ طواف گیارھویں یا بارھویں کو کرایا، یہاں اسی کا ذکر ہے، بہر حال یہ حدیث واجب التاویل ہے (مرقات وغیرہ) ۲۔ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ دسویں بقرعید کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی ہوگی اور زوال سے پہلے، پھر باقی گیارھویں بارھویں کو تینوں جمروں کی رمی ہوگی، مگر زوال کے بعد آج کل حجاج بارھویں کو زوال سے پہلے ہی جمروں کی رمی کرکے مکہ معظمہ روانہ ہوجاتے ہیں، یہ سخت برا ہے خلاف سنت ہے، جب حج کرنے اتنی دور سے اتنا خرچ کرکے آئے ہو تو اچھی طرح کرو کوشش کرو کہ دسویں کو طواف زیارت کرلو تاکہ آج بارھویں کو بھاگنا نہ پڑے ۳۔ صرف اللہ اکبر یا بسم اللہ اللہ اکبر اس کی تحقیق پہلے ہوچکی ہے ۴۔ یہ ہی سنت ہے کہ آخری جمرہ کی رمی کے بعد وہاں نہ ٹھہرے پہلے دو جمروں کی رمی کے بعد ٹھہرے اور وہاں دعائیں مانگے اس کی حکمتیں پہلے عرض ہوچکی ہیں۔

وَعَنْ اَبِی الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عَدِیٍّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِرِعَاءِ الْاِبِلِ فِی الْبَیْتُوْتَةِ اَنْ یَّرْمُوْا یَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ یَجْمَعُوْا رَمْیَ یَوْمَیْنِ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ فَیَرْمُوْهُ فِیْ اَحَدِهِمَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔

(۲۵۵۶) روایت ہے حضرت ابوالبداح ابن عاصم ابن عدی سے ۱۔ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ چرانے والوں کو شب گزاری کی اجازت دی ۲۔ کہ بقر عید کے دن رمی کرلیں پھر بقرعید کے بعد دو دن کی رمی جمع کرلیں اس طرح کہ ان دونوں میں سے ایک ہی رمی کریں ۳۔ (مالک، ترمذی، نسائی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲۵۵۶) ۱۔ مرقات نے فرمایا کہ ابن عاصم، ابوالبداح کا بدل ہے اور ان کی کنیت ابو عمرو ہے، ابوالبداح لقب ہے، آپ اپنے لقب میں مشہور ہوگئے ہیں، بعض کے خیال میں آپ تابعی ہیں، مگر حق یہ ہے کہ صحابی ہیں جیسا ابن عبدالبر نے فرمایا۔ ۲۔ کہ منے کے زمانہ میں راتیں اپنے گھر گزاریں، منے میں رات گزارنا ان پر لازم نہیں۔ ۳۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بقرعید کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کرلیں، گھر چلے جائیں گیارھویں کو نہ آئیں، بارھویں کو دونوں دنوں یعنی گیارھویں بارھویں کی رمی کرالیں، امام شافعی و مالک بلکہ امام اعظم کے ہاں بھی تقدیم جائز نہیں بلکہ تاخیر جائز ہے یعنی گیارھویں کو، دونوں دن کی رمی نہ کریں بلکہ بارھویں کو کریں۔

بَابُ مَا یَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ
باب جن چیزوں سے محرم بچے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

۱۔ یعنی بحالت احرام محرم کون کام کرسکتا ہے اور کون کام نہیں کرسکتا نہ کرسکنے میں تمام ممنوعات داخل ہیں خواہ ان سے قربانی واجب یا صدقہ یعنی آدھا صاع (سوا دو سیر) گندم یا ایک صاع (ساڑھے چار سیر جو) یا کچھ واجب نہ ہو، مگر اس کا کرنا اچھا، اس باب میں یہ تمام چیزیں مذکور ہیں اور ان کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہوسکتی ہے، حج میں ترک واجب سے قربانی واجب ہوجاتی ہے۔

marfat.com

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ اِلَّا اَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَيَلْبَسُ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ۔

(۲۵۵۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ محرم کون سے کپڑے پہنے ا، تو فرمایا کہ نہ قمیض پہنو نہ پگڑیاں، نہ پاجامے اور نہ ٹوپیاں ۲، نہ موزے بجز اس کے جو جوتے نہ پائے تو وہ موزے پہن لے اور انہیں ٹخنوں کے نیچے کاٹ لے ۳، اور نہ وہ کپڑے پہنو جنہیں زعفران لگا ہو نہ وہ جنہیں ورس لگا ہو ۴۔ (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں بخاری نے زیادہ کیا کہ محرمہ عورت منہ پر نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے ۵۔

(۲۵۵۷) ا۔ سائل کو سوال کرنا نہ آیا، پوچھنے والی بات یہ تھی کہ کون سے کپڑے نہ پہنے، اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ پہننے والے کپڑے بتائے جواب حکیمانہ دیا ۲۔ چونکہ روئے سخن مرد حجاج کی طرف ہے اس لئے پگڑی و ٹوپی کا بھی ذکر فرمایا، مطلب یہ ہے کہ مرد حاجی سلا کپڑا نہ پہنے اور نہ سر ڈھکے ان دونوں حکموں سے عورتیں علیحدہ ہیں پہننے سے مراد عادت کے مطابق پہننا ہے، پائجاموں میں پاؤں ڈال کر اور قمیض کی آستینوں میں ہاتھ ڈال کر، اگر کوئی محرم تہبند کی طرح پائجامہ لپیٹ لے اور چادر کی طرح قمیض اوڑھ لے، تو جائز ہے کہ یہ لبس یعنی پہننا نہیں، برنس ایک خاص قسم کی لمبی ٹوپی کو کہتے ہیں جو پہلے مروج تھی مگر یہاں مطلقًا سر ڈھکنے والی چیز مراد ہے لہذا محرم سر پر کپڑا، چادر، دوپٹہ بھی نہیں ڈال سکتا، جب وہ سر سے متصل ہو، ہاں چھتری لگانا، خیمہ میں بیٹھنا درست ہے کہ چھتری اور خیمہ کی چھت سر سے علیحدہ رہتی ہے۔ ۳۔ احناف کے ہاں یہاں کعبین سے مراد درمیان قدم پر ابھری ہوئی سخت ہڈی ہے، اس کا کھلا رہنا ضروری ہے اور ڈھانپنا منع، شوافع کے ہاں وہ ہی عرفی ٹخنے یعنی قدم کے آس پاس کی دو ہڈیاں مراد ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ محرم کو بحالت احرام نہ موزہ پہننا درست ہے۔ نہ ایسا جوتا یا بوٹ، جس سے وسط قدم کی ہڈی ڈھک جائے، خفین چمڑہ کے موزے کو کہتے ہیں سوتی یا اونی موزے کو جرابیں کہا جاتا ہے وہ ممنوع نہیں، مطلب یہ ہے کہ اگر حاجی کے پاس جوتے نہ ہوں، تو چمڑے کے موزے کو کاٹ کر جوتے کی طرح بنالے پھر پہن لے ۴۔ چونکہ پہلا حکم صرف مردوں کو تھا اور یہ حکم مرد و زن سب کو، اسی لئے لا تلبسوا مکرر ارشاد ہوا، اور ورس عرب کی ایک مشہور گھاس ہے، جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں، اس کا رنگ بھی زعفران کی طرح پیلا ہوتا ہے، یعنی کوئی محرم مرد ہو یا عورت، زعفران یا ورس میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، یہاں پہننے سے مراد استعمال کرنا ہے اس رنگ کی چادر، تہبند بھی استعمال نہیں کر سکتے ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ محرم عورت سر پر کپڑا ڈال سکتی ہے مگر منہ پر نقاب نہیں ڈال سکتی جبکہ نقاب منہ سے متصل ہو، اگر منہ سے دور رہے تو جائز ہے ایسے ہی اگر پنکھا وغیرہ آڑ کر کے منہ چھپالے تو کوئی بھی حرج نہیں، جیسے مرد کے سر کے لئے چھتری یا جبہ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُوْلُ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرِمُ نَعْلَيْنِ لَبِسَ خُفَّيْنِ وَاِذَا لَمْ يَجِدْ اِزَارًا لَبِسَ سَرَاوِيْلَ

(۲۵۵۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب محرم جوتے نہ پائے تو موزے پہن لے اور جب تہبند نہ

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پائے تو پائجامہ پہن لے ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۵۸) ا۔ اس کا مطلب احناف کے یہاں یہ ہے کہ جس محرم کے پاس جوتا نہ ہو وہ موزے کاٹ کر پہنے 'جیسا کہ پہلے گزر گیا' مگر صدقہ پھر بھی دینا ہو گا' اور اگر تہبند نہ ہو تو پائجامہ چادر کی طرح لپیٹ لے 'اس میں فدیہ نہیں' اگر پائجامہ عادت کے مطابق پہنا تو دم یعنی قربانی دینا ہو گی' دوسرے اماموں کے ہاں اس کے اور معانی ہیں' امام شافعی کے ہاں موزے کاٹ کر پہننے میں فدیہ بھی نہیں۔

وَعَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوْقِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَحْرَمْتُ بِالْعُمْرَةِ وَهٰذِهٖ عَلَيَّ فَقَالَ أَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۵۹) روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام جعرانہ میں تھے ۲۔ کہ آپ کے پاس ایک بدوی حاضر ہوئے جن پر قبا تھی اور وہ خلوق خوشبو میں لتھڑے ہوئے تھے ۳۔ تو بولے یا رسول اللہ میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور مجھ پر یہ ہے فرمایا اپنی خوشبو تو تین بار دھو ڈالو ۴۔ رہا جبہ تو اسے اتار ڈالو پھر عمرہ میں وہ ہی کرو جو حج میں کرتے ہو ۵۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۵۹) ا۔ آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے' غزوہ حنین و طائف میں حاضر ہوئے' تمیمی ہیں حنظلی ہیں' جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' اسی میں شہید ہوئے' ۲۔ یہ جگہ حرم شریف سے خارج ہے' طائف کے راستہ پر ہے' آج کل اس کا نام سل ہے فقیر وہاں دوبار حاضر ہوا ہے' بعض ائمہ کے ہاں عمرہ کا احرام جعرانہ سے باندھنا افضل ہے' ہمارے امام اعظم کے ہاں تنعیم سے باندھنا بہتر کہ جعرانہ سے احرام کا عمل حضور نے فرمایا تھا' اور تنعیم سے احرام باندھنے کا حضرت عائشہ صدیقہ کو حکم دیا' اور حکم عمل سے اعلیٰ ہوتا ہے' اب تنعیم والے عمرہ کو چھوٹا عمرہ کہتے ہیں' اور جعرانہ والے کو بڑا عمرہ ۳۔ خلوق عرب کی مشہور خوشبو ہے جس میں زعفران ہوتا ہے' بہت مہکتی ہے اور رنگت بھی رکھتی ہے ۴۔ چونکہ اس خوشبو میں زعفران ہوتا ہے رنگت دیتی ہے اس لئے مرد کو بہرحال ممنوع ہے' اسی لئے اس کے دھو ڈالنے کا حکم دیا' ورنہ محرم اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائے پھر احرام باندھے' وہ خوشبو باقی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں' جیسا کہ پہلے گزر چکا' جن لوگوں نے اس حدیث کی بنا پر احرام سے پہلے والی خوشبو کو بھی منع کیا انہوں نے غلطی کی۔ ۵۔ یعنی جن چیزوں سے حج میں بچتے ہو' ان سے ہی عمرہ میں بچو' یا جیسے طواف و سعی حج میں کرتے ہو عمرے میں بھی کرو' یہ مطلب نہیں کہ عمرہ میں حج کے سارے ارکان ادا کرو' خیال رہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اگر بھول کر بھی اس قسم کی غلطی کرے تو بھی اس پر فدیہ ہے' دیگر ائمہ کے ہاں بھول میں فدیہ نہیں' یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ کا حکم نہ دیا' مگر ظاہر ہے کہ کسی چیز کا ذکر نہ ہونا اس کی دلیل نہیں' عدم ثبوت اور ہے' ثبوت عدم کچھ اور۔

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۲۵۶۰) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم نہ نکاح کرے نہ کرائے اور نہ نکاح کا پیغام دے ا۔(مسلم)

(۲۵۶۰) ا۔ یہ حدیث امام شافعی و دیگر ان اماموں کی دلیل ہے جو فرماتے ہیں کہ بحالت احرام نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے' ہمارے امام اعظم کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے یالا ینکح نفی مضارع کا صیغہ ہے' یعنی بحالت احرام محرم اپنے ارکان ادا کرنے میں مشغول رہتا ہے اور دنیاوی کاموں میں پھنستا نہیں' یہاں کاموں کے لئے نہیں آیا ہے' ان کاموں کے لئے اور وقت ہیں اس لئے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے بحالت احرام نکاح کیا ہے' جیساکہ اگلی حدیث میں ہے' بہرحال یہ کراہت تنزیہی ہے' اور نکاح کرنے سے مراد ان کاموں میں پھنسنا ہے (مرقات' اشعہ' لمعات) ورنہ ظاہر حدیث ان حضرات کے بھی خلاف ہے' کیونکہ ان کے ہاں محرم کو نکاح کرنا حرام ہے' نکاح کی وکالت یا پیغام کو وہ بھی حرام نہیں فرماتے' لہذا مذہب حنفی قوی ہے' اور یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۲۵۶۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی میمونہ سے بحالت احرام نکاح کیا ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۶۱) ا۔ یہ نکاح عمرہ قضا میں ہوا' بمقام سرف جو مکہ معظمہ سے قریبا چھ میل فاصلہ پر ہے وادی فاطمہ کے قریب' خیال رہے کہ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ ہیں' ان کی سگی بہن لبابہ کبریٰ ام الفضل حضرت عباس کے نکاح میں ہیں' اور اخیافی بہن اسماء بنت عمیس حضرت جعفر کے نکاح میں' اور دوسری اخیافی بہن سلمٰی بنت عمیس جناب حمزہ کے نکاح میں ہیں' لہذا حضرت میمونہ ابن عباس کی سگی خالہ ہیں' حضرت میمونہ کے اس نکاح میں حضرت عباس وکیل میمونہ تھے' انہوں نے حضور انور سے آپ کا نکاح کیا' واپسی پر اسی مقام میں زفاف ہوا اور اسی جگہ حضرت میمونہ کی وفات و قبر ہوئی لوگ زیارت کرتے ہیں (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ اس نکاح کا حال جس قدر حضرت ابن عباس کو معلوم ہو سکتا ہے دوسرے کو نہیں کہ یہ خود ان کی خالہ کا معاملہ ہے اور آپ کے والد ماجد اس نکاح میں وکیل ہیں' یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ محرم بحالت احرام نکاح کر سکتا ہے' یہ عمل بیان جواز کے لئے ہے اور گزشتہ بیان استحباب کے لئے' لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ ابْنِ اُخْتِ مَيْمُوْنَةَ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ مُحْيِي السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْاَكْثَرُوْنَ عَلٰى اَنَّهٗ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَظَهَرَ اَمْرُ تَزْوِيْجِهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ بِسَرِفَ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ.

(۲۵۶۲) روایت ہے حضرت یزید ابن الاصم سے جو حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں ا۔ وہ جناب میمونہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے بحالت حلال نکاح کیا ۲۔ (مسلم) حضرت شیخ امام محی السنہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء اس پر ہیں کہ حضور انور نے ان سے نکاح تو بحالت حلال کیا مگر بحالت احرام نکاح کا حال کھلا پھر مکہ معظمہ کے راستہ میں مقام سرف میں آپ سے زفاف حلال ہو کر کیا ۳۔

(۲۵۶۲) ا۔ یزید ابن اصم بھی حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت ابن عباس بھی' مگر یزید ابن اصم تابعی اور ابن عباس

فقیہ صحابی ہیں' لہذا یزید ابن اصم سن کر فرمارہے ہیں' اور حضرت ابن عباس وہ نکاح دیکھ کر کیونکہ وہ خود اس نکاح میں موجود تھے' ان کے والد حضرت عباس وکیل نکاح تھے' یہ نہیں خبر کہ یزید ابن اصم نے یہ واقعہ کس کس سے سنا' خود حضرت میمونہ سے یا کسی اور سے' انہوں نے حضرت میمونہ سے یہاں عن میمونہ ہے سمعت میمونۃ نہیں ہے۔ ۲۔ تزوج سے مراد تیاری نکاح ہے' اور حلال سے مراد احرام سے پہلے کا حال ہے' یعنی احرام باندھنے سے پہلے بحالت حل تیاری نکاح فرمائی' اور احرام کے بعد نکاح کیا' رب تعالٰی فرماتا ہے اذا قرات القرٰان فاستعذ باللہ اور فرماتا ہے اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم یعنی جب تم قرآن پڑھنا چاہو تو اعوذ باللہ پڑھو' اور جب تم نماز پڑھنا چاہو تو وضو کرو' یوں ہی تزوج کے معنے ہیں نکاح کرنا چاہا' تیاری نکاح' نکاح سے پہلے ہوتی ہے' لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث ابن عباس کے خلاف نہیں' اور اگر خلاف بھی ہو تب بھی حدیث ابن عباس کو ترجیح ہے' جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا ۳۔ یہاں اکثرون سے مراد شوافع علماء ہیں' انہوں نے یہ تاویل کی ہے' مگر یہ تاویل بالکل خلاف ظاہر ہے' کیونکہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے کہ نکاح احرام میں کیا ہو' اور ظہور نکاح حلال ہونے کی حالت میں ہوا ہو' نیز تزوج کو ظہور نکاح کے معنے میں لینا بہت ہی بعید ہے' غرضیکہ مذہب احناف بہت قوی ہے' امام زہری نے جب یزید ابن اصم کی حدیث عمرو ابن دینار پر پیش کی' تو عمرو نے فرمایا کہ یزید جو دیہات کے باشندے تھے حضرت ابن عباس کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں' حدیث ابن عباس کو صحاح ستہ نے روایت کیا اور حدیث یزید کو مسلم نے' ابو رافع کی حدیث میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح بحالت حلال کیا' اور میں ہی اس نکاح میں پیغام رساں تھا' یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی اسے ابن حبان نے نقل کیا' اور ترمذی نے اسے صحیح نہ کیا' اور اگر صحیح بھی ہو تو مطلب وہ ہی ہے کہ تیاری نکاح بحالت احرام تھی' پیغام رسانی ارادہ نکاح میں ہوتی ہے نہ کہ عین نکاح کے وقت' اس وقت تو وکالت ہوتی ہے' جو حضرت عباس نے کی' حضرت ابن عباس کی جو روایت ہے کہ آپ نے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا وہ بالکل سن کر ہے جسے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہیے' اور اگر یہ روایات متعارض مان لی جائیں' تو دونوں قسم کی حدیثیں ناقابل عمل ہوں گی اور قیاس پر عمل ہو گا جیسا کہ تعارض کا حکم ہے' قیاس چاہتا ہے کہ نکاح محرم درست ہو کیونکہ نکاح دوسرے عقود' بیع' اجارہ وغیرہ کی طرح ایک عقد ہے' جب محرم بیع اجارہ کر سکتا ہے تو نکاح بھی کر سکتا ہے۔ نیز اصل اشیاء اباحت ہے اور حرمت عارضی' حدیث ابن عباس نکاح محرم کی اباحت ثابت کر رہی ہے' لہذا اسی کو ترجیح ہے' کہ اباحت اصلیہ اس کی مرجح ہے' نیز حدیث ابن عباس مثبت ہے' یہ احادیث نافی' اور مثبت کو ترجیح ہوتی ہے (از مرقات مع الزیادۃ)

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَغْسِلُ رَاْسَہٗ وَھُوَ مُحْرِمٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

(۲۵۶۳) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بحالت احرام اپنا سر مبارک دھو لیتے تھے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۲۵۶۳) ۱؎ احرام کی حالت میں سر محض پانی سے دھونا جائز ہے جب کہ بال نہ ٹوٹے' خطمی سے دھونے میں قربانی واجب ہے (حنفی' مالکی) اشنان یا خوشبو دار چیز سے دھونے میں صدقہ واجب ہے' بیری' صابون سے دھونا جائز ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ۔

(۲۵۶۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام پچھنے لگوائے ۱؎ (مسلم

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

بخاری)

(۲۵۶۴) ا۔ محرم کو پچھنے لگوانے بھی جائز ہیں جبکہ بال نہ ٹوٹے، کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا کہ محرم کو اپنا سر یا بدن کھجلانا کیسا؟ تو آپ نے فرمایا جائز ہے مگر بال نہ ٹوٹنے پائے (مرقات)

وَعَنْ عُثْمَانَ حَدَّثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الرَّجُلِ اِذَا اشْتَکٰی عَیْنَیْہِ وَھُوَ مُحْرِمٌ ضَمَّدَ ھُمَا بِالصَّبِرِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۶۵) روایت ہے حضرت عثمان سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں حدیث نقل کی جس کی آنکھیں دکھتی ہوں اور وہ محرم ہو کہ ایلوے سے لیپ کرے ا۔ (مسلم)

(۲۵۶۵) ا۔ چونکہ ایلوے میں کوئی خاص خوشبو یا مہک نہیں، اس لئے دواء" اس کا استعمال جائز ہے، مگر خوشبودار سرمہ یا دوا لگانا ممنوع ہے جس سے صدقہ واجب ہوگا، مہندی لگانا محرم کو منع ہے کہ اس میں خوشبو ہے۔

وَعَنْ اُمِّ الْحُصَیْنِ قَالَتْ رَاَیْتُ اُسَامَۃَ وَبِلَالًا وَاَحَدُھُمَا اٰخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَہٗ یَسْتُرُہٗ مِنَ الْحَرِّ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۶۶) روایت ہے حضرت ام الحصین سے فرماتی ہیں میں نے حضرت اسامہ و بلال کو دیکھا کہ ان میں سے ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے صاحب اپنا کپڑا تانے ہوئے تھے ا۔ آپ کو گرمی سے بچاتے تھے حتی کہ آپ نے جمرہ عقبہ کی رمی کرلی ۲۔ (مسلم)

(۲۵۶۶) ا۔ حضرت بلال تو اونٹنی کی مہار پکڑے تھے اور حضرت اسامہ سرانور پر سایہ کئے ہوئے تھے، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ اپنے خدام سے خدمت لینا جائز ہے، خواہ خدام تنخواہ دار نوکر ہوں، یا اپنے شاگرد، مرید، معتقد، دوسرے یہ کہ محرم بحالت احرام چھتری خیمہ، چادر کا سایہ لے سکتا ہے بشرطیکہ یہ چیزیں اس کے سر سے علیحدہ رہیں، روافض کے ہاں چھتری وغیرہ سے سایہ لینا بھی محرم کو درست نہیں ۲۔ اس میں یہ تصریح نہیں کہ یہ رمی دسویں بقرعید کی تھی، ممکن ہے کہ بعد والے دنوں کی ہو (مرقات)

وَعَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِہٖ وَھُوَ بِالْحُدَیْبِیَۃِ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ مَکَّۃَ وَھُوَ مُحْرِمٌ وَھُوَ یُوْقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَالْقَمْلُ تَتَھَافَتُ عَلٰی وَجْھِہٖ فَقَالَ اَیُؤْذِیْکَ ھَوَامُّکَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَاْسَکَ وَاَطْعِمْ فَرَقًا بَیْنَ سِتَّۃِ مَسَاکِیْنَ وَالْفَرَقُ ثَلٰثَۃُ اٰصُعٍ اَوْ صُمْ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اَوِ انْسُکْ نَسِیْکَۃً۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۵۶۷) روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے ا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر گزرے جب کہ وہ مقام حدیبیہ میں تھے مکہ معظمہ داخل ہونے سے پہلے ۲۔ وہ محرم تھے اور ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں ۳۔ تو فرمایا کیا تمہیں جوئیں دکھ دے رہی ہیں۔ عرض کیا ہاں فرمایا تو اپنا سر منڈا دو اور ایک فرق (تین صاع) ۴۔ چھ مسکینوں میں بانٹ دو ۵۔ فرق تین صاع کا ہوتا ہے یا تین دن کے روزے رکھ لو یا قربانی دے دو ۶۔ (مسلم بخاری)

marfat.com

(۲۵۶۷) ۱۔ آپ صحابی ہیں، بیعتہ الرضوان میں حاضر تھے، زمانہ جاہلیت میں عبادہ ابن صامت سے دوستی تھی آپ کا ایک بت تھا جس کی پرستش کرتے تھے ایک دن حضرت عبادہ نے ان کی غیر موجودگی میں بت توڑ دیا، آپ نے آکر بت کو ٹوٹا ہوا اور حضرت عبادہ کو وہاں بیٹھا ہوا پایا، تو حضرت عبادہ پر غصہ آیا مگر فوراً دل سے آواز آئی کہ اے کعب اگر بت کچھ کر سکتے ہوتے، تو اپنے کو عبادہ سے کیوں نہ بچاتے، یہ خیال آتے ہی اسلام قبول کر لیا (اشعہ) کوفہ میں قیام رہا، مدینہ منورہ میں وفات پائی، پچھتر سال عمر پائی، ۵۱ھ میں انتقال ہوا (اکمال) ۲۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے سال کا ہے، ابھی کفار مکہ سے صلح کی گفتگو شروع نہ ہوئی تھی، مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی قوی امید تھی ۳۔ یعنی سر میں جوئیں بہت ہو گئی تھیں مگر احرام کی وجہ سے نہ مار سکتے تھے، نہ سر خطمی وغیرہ سے دھو سکتے تھے، حتی کہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ چہرے پر جوئیں رینگنے لگیں۔ ۴۔ فرق عرب کے ایک پیمانہ کا نام ہے جس میں سولہ رطل یا بارہ مد یا تین صاع گندم سماتے ہیں، راء کے سکون سے بھی ہے اور فتح سے بھی ۵۔ لہذا ہر مسکین کو آدھا صاع ملے گا، دانہ سے مراد گندم ہے، ہمارا یہی مذہب ہے کہ محرم پر سر منڈانے کی صورت میں تین صاع گندم چھ مسکینوں میں تقسیم کرنا لازم ہے (مرقات) ۶۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے ولا تحلقوا رءوسکم حتی یبلغ الھدی محلہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ اونسک۔ یعنی قربانی اپنے ٹھکانے پر پہنچنے سے پہلے سر نہ منڈاؤ، جو تم میں بیمار یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس پر فدیہ لازم ہے روزے یا صدقہ یا قربانی، حدیث شریف نے بتایا کہ روزے تین واجب ہوں گے، اور اگر صدقہ دے تو تین صاع مسکینوں کو دے گا ہر مسکین کو نصف صاع، غرضیکہ ضرورۃ" سر منڈانے کا محرم پر کفارہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى النِّسَاءَ فِىْ اِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ وَالنِّقَابِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّتْ مِنْ اَلْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرًا اَوْ خَزًّا اَوْ حُلِيًّا اَوْ سَرَاوِيْلَ اَوْ قَمِيْصٍ اَوْ خُفٍّ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۲۵۶۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ عورتوں کو بحالت احرام دستانوں اور نقاب سے اور ان کپڑوں سے جنہیں ورس یا زعفران لگا ہو منع فرماتے تھے ۱۔ ہاں احرام کے بعد جو رنگ برنگے کپڑے سرخ یا ریشمی یا زیور یا پائجامہ یا کرتہ یا موزہ چاہے پہنے ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۵۶۸) ۱۔ یعنی عورت کو بحالت احرام تین چیزیں منع ہیں، دستانہ پہننا، چہرے پر نقاب اس طرح ڈالنا کہ کپڑا منہ کو لگے، بدن یا کپڑے پر خوشبو ملنا ۲۔ بعد ذالک کے معنے اشعۃ اللمعات میں تو یہ کئے کہ احرام کے بعد جو چاہے پہنے کہ مانع جاتا رہا، مگر مرقات میں بعد کے معنے کئے سواء ذالک سے اشارہ کیا گزشتہ تین چیزوں کی طرف، اور معنے یہ کئے کہ ان تین لباسوں کے علاوہ محرمہ عورت بحالت احرام جو چاہے لباس پہنے، مطلب یہ ہے کہ عورت پر مردوں کی سی پابندی نہیں، سر نہ ڈھکے یا سلے کپڑے نہ پہنے وغیرہ بلکہ اسے سر ڈھکنا، سلے کپڑے پہننا سب جائز ہے، بلکہ اگر نقاب چہرے سے الگ رہے تو وہ بھی جائز ہے، مرقات کے یہ دوسرے معنے زیادہ قوی معلوم ہوتے ہیں واللہ اعلم۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ

(۲۵۶۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ہم پر

marfat.com

بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ فَاِذَا جَازُوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَھَا مِنْ رَاْسِھَا عَلٰی وَجْھِھَا فَاِذَا جَاوَزُوْنَا کَشَفْنَاہُ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَلِابْنِ مَاجَۃَ مَعْنَاہُ)

قافلے گزرتے تھے جب کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھے جب قافلے ہم پر گزرتے ا، تو ہم میں سے ہر ایک اپنے سر سے چہرے پر چادر ڈال لیتی ۲، پھر جب وہ آگے بڑھ جاتے تو ہم منہ کھول لیتے تھے ۳، (ابوداؤد) ابن ماجہ کی روایت میں اس کے معنی ہیں

(۲۵۶۹) ا۔ یعنی ویسے تو ہم اپنی سہلیوں کے ساتھ اپنے چہرے کھلے رکھتے تھے' مگر جب قافلے پر ہم گزرتے' تو ان میں مرد بھی ہوتے تھے ان سے ہم پردہ کرنے کی کوشش کرتے تھے' لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حضرات اپنے مدینہ والے مردوں سے پردہ نہ کرتی تھیں جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا' پردہ ہر اس مرد سے واجب ہے جس سے نکاح درست ہو' خواہ مدینہ کا ہو یا باہر کا ۲۔ مگر اس طرح کہ چادر کا یہ حصہ چہرے سے مس نہ کرے' اس سے علیحدہ رہے کہ اس میں پردہ بھی ہو گیا' نقاب چہرے سے مس بھی نہ ہو' لہٰذا یہ حدیث گزشتہ نقاب کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔ ۳۔ کیونکہ اب کوئی نامحرم مرد نہ رہتا تھا جس سے پردہ ہوا' لہٰذا یہ حدیث گزشتہ نقاب کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ اب کوئی نامحرم مرد نہ رہتا تھا جس سے پردہ ہو' خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وازواجه امهاتهم مگر پردہ حجاب ان پر بھی فرض ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے واذا سالتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب اب موجودہ زمانہ کی بے پردہ عورتوں کو اس حدیث سے عبرت لینا چاہیے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَدَّھِنُ بِالزَّیْتِ وَھُوَ مُحْرِمٌ غَیْرَ الْمُقَتَّتِ یَعْنِیْ غَیْرَ الْمُطَیَّبِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۵۷۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بحالت احرام روغن زیتون لگا لیتے تھے جو کسی خوشبو سے مہکایا نہ جاتا تھا ا۔ (ترمذی)

(۲۵۷۰) ا۔ مقتت تقتیت سے بنا' معنی روغن کو خوشبو سے مہکانا' یا تو خوشبو کے ساتھ پکا کر یا تلوں وغیرہ کو پھولوں میں بسا کر' یا تیل میں پھول ڈال کر' یہ سب تقتیب کی صورتیں ہیں' خیال رہے کہ خوشبودار تیل عضو کامل پر لگانے سے محرم پر بالاتفاق قربانی واجب ہے' مگر خالص تل یا زیتون کے تیل لگانے میں اختلاف ہے' امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اسے خوشبو مانتے ہیں' کہ اس کے لگانے سے امام صاحب کے ہاں قربانی اور صاحبین کے ہاں صدقہ واجب ہے' مگر جبکہ خوشبو کے لئے ملا جائے' اگر دواء" استعمال یا اس کی مالش کی جائے' تو ہمارے یہاں بھی کچھ واجب نہیں' دیگر ائمہ کے ہاں ان تیلوں سے کچھ واجب نہیں' امام اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں اس حدیث میں دواء" تیل لگانا مراد ہے دوسرے اماموں کے ہاں خوشبو کے لئے لگانا مراد' لہٰذا یہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

دوسری فصل

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَجَدَ الْقَرَّ فَقَالَ اَلْقِ عَلَیَّ ثَوْبًا یَا نَافِعُ فَاَلْقَیْتُ عَلَیْہِ بُرْنُسًا

(۲۵۷۱) روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر نے

فَقَالَ تُلْقِيْ عَلَيَّ هٰذَا وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

سردی محسوس کی تو فرمایا اے نافع مجھ پر کپڑا ڈال دو ا۔ تو میں نے آپ پر ایک برنس ڈال دی ا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھ پہ ڈالتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو اس کے پہننے سے منع فرمایا ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۵۷۱) ا۔ حضرت ابن عمر محرم تھے" موسم سرد تھا یا اتفاقاً" سردی ہو گئی" جیسے کبھی جون جولائی میں بھی بارش یا اولے پڑ جانے سے عارضی سردی ہو جاتی ہے" ۲۔ برنس لمبی ٹوپی کو بھی کہتے ہیں اور لمبی چادر کو بھی جو سر بھی ڈھانپ لے" یہاں دوسرے معنے مراد ہیں" یعنی میں نے ان پر وہ لمبی چادر ڈال دی جس سے ان کا سر بھی ڈھک گیا" برنس میں ایسی سلائی ہوتی ہے جس میں سر ڈھکنے کا حصہ بن جاتا ہے۔ خیال رہے کہ محرم کو سلا کپڑا پہننا منع ہے حتی کہ اس کا اپنے پر ڈالنا" پہننا یہ ہے کہ سلائی کے ذریعہ کپڑا جسم پر رکے" ڈالنا یہ ہے کہ کسی اور ذریعہ سے اسے روکا جائے" حضرت ابن عمر نے یا تو اس لئے منع فرمایا کہ آپ کا سر ڈھک گیا تھا اور محرم کو سر ڈھانپنا منع ہے" یا آپ نے سلا کپڑا ڈالنا بھی مکروہ سمجھا" فتح القدیر میں فرمایا کہ سلا کپڑا اس طرح اپنے پر ڈالنا کہ پہننے کے مشابہ ہو جائے مکروہ ہے (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِّنْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فِيْ وَسْطِ رَاْسِهٖ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۷۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام اپنے سر کے وسط میں مکہ معظمہ کے راستہ میں لحی جمل میں پچھنے لگوائے ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۷۲) ا۔ ظاہر ہے کہ وسط پر بال ہوتے ہیں وہ دور کئے بغیر وہاں فصد نہیں ہو سکتی" اور بال اکھیڑنا" مونڈنا بحالت احرام جرم ہے" اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ضرورۃ" یہاں کے بال علیحدہ کرکے فصد کھلوائی ہوگی اور بعد میں فدیہ بھی ادا کر دیا ہوگا" یہاں فدیہ کا ذکر نہیں ہے" سر منڈانے پر فدیہ واجب ہونا آیت قرآنی سے ثابت ہے" ہماری اس توجیہ کی بنا پر نہ تو حدیث قرآنی آیت کے خلاف ہے" اور نہ ان احادیث کے جن میں حاجی کو فصد لینے یا بال منڈانے سے منع فرمایا گیا ہے" کہ یہ عمل ضرورۃ" تھا اور وہ فرمان بلا ضرورت کی صورت میں ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَّجَعٍ كَانَ بِهٖ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۵۷۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں ا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام ایک درد کی وجہ سے جو آپ کو تھا قدم کی پشت پر پچھنے لگوائے ۲۔ (ابوداؤد" نسائی)

(۲۵۷۳) ا۔ چونکہ درمیان قدم پر بال ہوتے ہی نہیں" لہذا وہاں فصد کی صورت میں بال دور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" لہذا اس حدیث میں کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں خصوصاً جبکہ یہ فصد عذر کی بنا پر تھی" عذر میں تو بال مونڈ کر فصد لینا بھی جائز ہے" اگرچہ فدیہ واجب ہوگا (لمعات واشعہ وغیرہ)

وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۲۵۷۴) روایت ہے حضرت ابو رافع سے ا۔ فرماتے ہیں کہ

marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَیْمُوْنَۃَ وَھُوَ حَلَالٌ وَبَنٰی بِھَا وَھُوَ حَلَالٌ وَکُنْتُ اَنَا الرَّسُوْلُ بَیْنَھُمَا (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ) وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے حلال ہونے کی صورت میں نکاح کیا' اور حلال ہی ہونے کی حالت میں ان سے زفاف فرمایا میں ہی دونوں کے درمیان پیغام رساں تھا ا۔ (احمد' ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

(۲۵۷۴) ا۔ آپ کا نام مصعب یا ابراہیم ہے' کنیت ابو رافع' آپ پہلے حضرت عباس کے غلام تھے' کسی قبطی نے آپ کو ھبہ دیا تھا' حضرت عباس نے بطور نذر حضور کو ان کا مالک بنادیا' بدر سے کچھ پہلے ایمان لائے مگر بدر میں حاضر نہ ہو سکے جب انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس کے ایمان لانے کی خبر دی' تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیا' اکمل میں ہے کہ آپ کا انتقال شہادت حضرت عثمان سے کچھ پہلے ہوا ہے' مگر بعض مورخین فرماتے ہیں کہ آپ کا انتقال خلافت مرتضوی میں ہوا (اشعہ و اکمل) مگر آپ آزاد ہونے کے بعد بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے۔ ۲۔ اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے حضرت ابن عباس کی حدیث کے ماتحت ہو چکی کہ مسلم بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ حضور نے یہ نکاح بحالت احرام کیا لہٰذا اس حدیث ابو رافع میں تزوج کے معنے ہیں تیاری نکاح فرمائی اور ظاہر بھی یہی ہے' کیونکہ رسالت و پیغام رسانی نکاح کے وقت نہیں بلکہ نکاح سے پہلے ہوتی ہے انا الرسول سے معلوم ہو رہا ہے کہ نکاح سے پہلے کا واقعہ ہے' وکیل نکاح حضرت عباس تھے' ان کے فرزند فرماتے ہیں کہ نکاح بحالت احرام ہوا' لہٰذا حق یہی ہے کہ نکاح احرام میں ہوا ہے اور محرم کو نکاح کرنا جائز ہے صحبت حرام ۳۔ یعنی یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ حسن ہے' اور حدیث ابن عباس جس میں نکاح بحالت احرام ثابت ہے صحیح ہے' مسلم بخاری کی روایت ہے' لہٰذا وہ اس پر راجح ہے۔

باب

بَابُ الْمُحْرِمِ یَجْتَنِبُ الصَّیْدَ

محرم شکار سے بچے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اگر باب کو تنوین پڑھی جائے' تو یہ ہذا پوشیدہ کی خبر ہے اور المحرم مبتدا یجتنب خبر' اور اگر باب کو تنوین نہ پڑھی جائے تو المحرم بوجہ مضاف الیہ ہونے کے مجرور ہو گا' اور یجتنب اس کا حال' صید کے معنے ہیں شکار کرنا یا شکار کھانا یعنی محرم شکار کرنے سے بچے یا شکار کھانے سے بچے' خیال رہے کہ محرم کو دریائی شکار مطلقاً حلال ہے جانور حلال ہو یا حرام دریا حرم کا ہو یا بیرون حرم کا' رہا خشکی کا شکار' اس میں تفصیل ہے درندے و شکاری جانور کا شکار حلال ہے' جیسے سانپ' شیر' بھیڑیا وغیرہ' دیگر حرام جانور جو بذات خود موذی تو نہیں مگر کبھی حملہ کر دیتے ہیں' تو حملہ کرنے کی صورت میں ان کا شکار حلال ہے ورنہ نہیں' حلال جانور کا نہ خود شکار کرے نہ شکاری کی امداد کرے' نہ اس کی طرف اشارہ کرے' اگر کرے گا تو اس کی قیمت دینا ہو گی رہا شکار کھانا' اس میں بہت

marfat.com

تفصیل اور ائمہ کا بہت اختلاف ہے' مذہب امام اعظم یہ ہے کہ محرم کا کیا ہوا شکار حرام' خواہ خود ہی شکار کرے یا دوسرا محرم یا اس محرم کی امداد یا اشارہ سے حلال شکار کرے' رہا حلال کا شکار' وہ محرم کھا سکتا ہے' خواہ اس نے اپنے لئے کیا ہو یا محرم کے لئے' جیسا کہ حدیث ابو قتادہ میں آئے گا رب تعالٰی فرماتا ہے احل لکم صید البحر وطعامه متاعا لکم وللسیارۃ اور فرماتا ہے وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما خیال رہے کہ شکار وہ جانور ہے جو خلقت کے لحاظ سے وحشی ہو' اس کی پیدائش و پرورش جنگل میں ہو (از مرقات واشعہ)

عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اَنَّهٗ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰى مَا فِیْ وَجْهِهٖ قَالَ اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۷۵) روایت ہے حضرت صعب ابن جثامہ سے ا؎ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گور خر پیش کیا ۲؎ جبکہ حضور انور مقام ابو ایا ودان میں تھے ۳؎ تو آپ نے وہ واپس فرما دیا پھر جب حضور نے ان کے چہرے کی حالت دیکھی تو فرمایا کہ ہم نے صرف اس لئے واپس کیا کہ ہم محرم ہیں ۴؎ (مسلم بخاری)

(۲۵۷۵) ا؎ آپ صحابی ہیں حضرت ابن عباس آپ سے احادیث لیتے ہیں' خلافت صدیقی میں وفات ہوئی (اشعہ' اکمال) ۲؎ بعض روایات میں ہے کہ زندہ جانور پیش کیا تھا اور بعض میں ہے کہ ذبح کرکے اس کا کوئی عضو پاؤں سرین وغیرہ ہو سکتا ہے کہ پہلے زندہ گور خر پیش کیا ہو' بعد میں ذبح کرکے اس کا کوئی عضو' لہذا احادیث میں تعارض نہیں' حمار وحشی کا فارسی میں نام گور خر ہے اردو میں بھی یہی ہے ۳؎ ابواء مدینہ منورہ سے دس میل فاصلہ پر مکہ معظمہ کے شرقی قدیمی راستہ پر ہے اور ودان آٹھ میل فاصلہ پر' ابواء کے مقام میں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا مزار مقدس ہے' اللہ تعالٰی کبھی مجھے وہاں کی حاضری نصیب کرے تو ان کی تربت اطہر کی مٹی کا سرمہ لگاؤں' حضرت صعب مقام ابواء کے رہنے والے تھے' ۴؎ یعنی جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکار واپس کیا تو انہیں رنج ہوا' جس کا اثر ان کے چہرے پر محسوس ہوا تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی اس ارشاد عالی سے فرمادی' اگر زندہ شکار کو واپس فرمایا ہے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ محرم کو زندہ شکار نہ پکڑنا درست ہے' نہ پکڑا ہوا رکھنا نہ ذبح کرنا درست' اور اگر اس کا گوشت واپس فرمایا ہے' تو اس کی وجہ شوافع کے ہاں تو یہ ہے کہ حضرت صعب نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے شکار کیا تھا' احناف کے ہاں اس لئے رد فرمایا کہ اس شکار میں کسی محرم نے کوئی مدد کی تھی' اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ تھا' یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جب ابواء پہنچے تو حضرت صعب نے حضور کی میزبانی اس طرح کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَلَّفَ مَعَ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاَوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ فَلَمَّا رَاَوْهُ تَرَكُوْهُ

(۲۵۷۶) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے ا؎ تو اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے وہ ساتھی تو محرم تھے یہ محرم نہ تھے انہوں نے حضرت ابو قتادہ کی نظر پڑنے سے پہلے ایک گور خر دیکھا۔ دیکھا تو

حَتّٰى رَاٰهُ اَبُوْقَتَادَةَ فَرَكِبَ فَرَسًا لَهٗ فَسَاَلَهُمْ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَتَنَاوَلَهٗ فَحَمَلَ عَلَيْهِ فَعَقَرَهٗ ثُمَّ اَكَلَ فَاَكَلُوْا فَنَدِمُوْا فَلَمَّا اَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلُوْهُ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ قَالُوْا مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا فَلَمَّا اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا اَوْ اَشَارَ اِلَيْهَا قَالُوْا لَا قَالَ فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا۔

چھوڑ دیا۲؎ حتی کہ اسے ابو قتادہ نے دیکھ لیا تو آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے ساتھیوں سے کہا کہ ان کا کوڑا اٹھا دیں انہوں نے انکار کیا۳؎ آپ نے خود اٹھا لیا شکار پر حملہ کیا اس کے پاؤں کاٹ دیئے پھر ابو قتادہ نے کھایا اور ساتھیوں نے بھی پر اس پر نادم ہوئے۴؎ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ سے مسئلہ پوچھا حضور نے فرمایا کیا تمہارے پاس اس کا کچھ ٹکڑا ہے بولے ہمارے ساتھ اس کا پاؤں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پاؤں لیا اور کھایا۵؎ (مسلم بخاری) ان دونوں کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ جب وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے انہیں حملہ کرنے کو کہا تھا اس طرف اشارہ کیا تھا بولے نہیں فرمایا تو بقیہ گوشت بھی کھالو ۶؎

(۲۵۷۶) ۱؎ یہ واقعہ ۶ھ صلح حدیبیہ کا ہے‘ چونکہ تمام حضرات عمرہ کے لئے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے اس لئے انہوں نے احرام باندھ لیا تھا‘ اور حضرت ابو قتادہ مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ رکھتے تھے‘ کچھ دور ساتھ ساتھ گئے تھے اس لئے آپ نے احرام نہ باندھا‘ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ابو قتادہ بغیر احرام میقات سے آگے کیوں بڑھ گئے‘ اہل مدینہ کا میقات تو ذوالحلیفہ ہے۔ ۲؎ ترکوہ میں ہ ضمیر یا تو ابو قتادہ کی طرف ہے یا شکار کی طرف یعنی محرم صحابہ نے حضرت ابو قتادہ کو شکار کی رہبری سے چھوڑ دیا‘ انہیں بتایا نہیں یا اس شکار کو چھوڑ دیا کہ نہ اس کی طرف اشارہ کیا نہ حملہ ۳؎ بعض روایات میں بجائے سوطه کے رمحه یعنی اپنا نیزہ بھالا مانگا‘ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی مانگے ہوں یعنی جلدی میں بغیر کوڑا و نیزہ گھوڑے پر سوار ہو گئے تھے‘ پھر خیال آیا تو مانگا‘ محرم صحابہ نے اٹھا کر دینے سے اس لئے انکار کیا کہ یہ شکار پر مدد ہے جو محرم کو حرام ہے ۴؎ یعنی محرم صحابہ شکار کا گوشت کھانے پر نادم ہوئے‘ ان کا خیال تھا کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے کسی طرح حلال نہیں‘ پہلے خیال نہ آیا‘ کھالیا‘ پھر خیال آیا تو پچھتائے ۵؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عملی جواب دیا کہ اس کا کھانا حلال ہے‘ کیونکہ اس شکار میں کسی محرم کی مدد اور تعاون شامل نہیں‘ جواب قولی بھی ہوتا ہے عملی بھی‘ مگر عملی جواب قوی تر ہے (مرقات) ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر غیر محرم شکار کرے اور محرم کسی قسم کی اس میں مدد نہ دے تو محرم اس کا گوشت کھا سکتا ہے خواہ اس نے صرف اپنے لئے شکار کیا ہو یا محرم کے لئے بھی‘ کیونکہ حضرت ابو قتادہ نے اتنا بڑا گورخر صرف اپنے لئے تو مارا نہ تھا‘ سب کو کھلانے کی نیت تھی‘ لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل قوی ہے دلالۃ و اشارۃ میں فرق یہ ہے کہ دلالت یعنی رہبری تو زبان سے بتانا ہے اور اشارہ ہاتھ سے‘ بعض نے فرمایا کہ غائب چیز کا بتانا دلالت ہے اور حاضر چیز کو دکھانا اشارہ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ (۲۵۷۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ

marfat.com

وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ الْفَأْرَةُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ۔

علیہ وسلم سے راوی فرمایا پانچ جانور وہ ہیں ا۔ جنہیں احرام میں قتل کرنے والے پر گناہ نہیں' چوہا' کوا' چیل' بچھو اور دیوانہ کتا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۷۷) ا۔ یہ پانچ جانور موذی ہیں یعنی اپنے نفع کے بغیر دوسرے کا نقصان کردینے والے' ان کا قتل' ہر جگہ اور ہر حال میں درست ہے' موذی کی یہ تعریف خیال میں رہے' ۲۔ یعنی یہ پانچ جانور چونکہ موذی ہیں کہ ابتداء" لوگوں کو ستاتے ہیں اور بغیر اپنے نفعے کے لوگوں کا نقصان کردیتے ہیں' لہذا انہیں ہر جگہ حل و حرم اور ہر حالت حلال و احرام میں قتل کرسکتے ہو حداۃ بروزن عنبۃ اس کے معنے ہیں چیل' اسی سے حدیۃ تصغیر بن جاتی ہے' دیوانہ کتا فرمانے سے معلوم ہوا کہ شکاری یا آوارہ یا پالتو کتا مارنا درست نہیں کہ یہ موذی نہیں (مرقات) خیال رہے کہ ان پانچ کا ذکر حصر کے لئے نہیں' لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ جانور کا ذکر ہے' چنانچہ سانپ' درندہ شکاری موذی جانور جیسے شیر' بھیڑیا وغیرہ بھی حل و حرم میں' احرام و احلال میں قتل کیا جائے' بعض علماء نے شیر وغیرہ میں حملہ کی قید لگائی کہ اگر یہ حملہ کریں تو دفاعی طور پر انہیں مارا جاسکتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْحُدَيَّا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۷۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا پانچ جانور موذی ہیں حل و حرم میں قتل کئے جائیں ا۔ سانپ' چتکبرا' کوا' چوہا' دیوانہ کتا' اور چیل' ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۵۷۸) ا۔ موذی کے معنے ابھی عرض کئے جاچکے ہیں کہ اپنے فائدہ کے بغیر انسان کا نقصان کردینے والا جانور' لہذا جوں' کھٹمل وغیرہ اگرچہ تکلیف دہ ہیں مگر شرعی موذی نہیں کہ وہ اپنا پیٹ بھرنے کو ہمیں کاٹتے ہیں ۲۔ چتکبرا کوا جنگلی کوے کو کہتے ہیں' جس کی پیٹھ و پیٹ سفید' باقی جسم سیاہ ہوتا ہے' چتکبرا کتا بھی ہوتا ہے آدمی بھی چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں ایک چتکبرے کتے کو دیکھتا ہوں کہ میرے اہل بیت کا خون کررہا ہے' چنانچہ شمر مردود حضرت حسین علیہ السلام کا قاتل کوڑھی تھا' جسم پر سفید داغ والا (اشعہ) حق یہ ہے کہ پانچ میں حصر نہیں' اور جانور بھی موذی ہیں جن کا قتل حرم و احرم میں درست ہے (لمعات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَحْمُ الصَّيْدِ لَكُمْ فِي الْإِحْرَامِ حَلَالٌ مَالَمْ تَصِيْدُوْهُ اَوْ يُصَادَ لَكُمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۵۷۹) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے شکاری گوشت حلال ہے جب تک کہ تم نے اسے شکار نہ کیا ہو ا۔ یا تمہارے لئے شکار نہ کیا گیا ہو ۲۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

(۲۵۷۹) ا۔ محرم کے شکار کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ محرم بذات خود شکار کو قتل کرے' یہ جانور تو تمام مسلمانوں کے لئے

حرام ہے کہ محرم کا شکار کسی کو حلال نہیں' دوسرے یہ کہ محرم حلال کو شکار بتائے یا مدد کرے' یہ شکار حلال تو کھا سکتا ہے' محرم نہیں کھا سکتا' مگر ان دونوں صورتوں میں محرم پر شکار کی قیمت خیرات کرنی ہوگی تصید وہ میں دونوں صورتیں داخل ہیں ۲۔ یہ مذہب شافعی ہے کہ اگر محرم کے لئے کوئی حلال شکار کرے تو محرم کو اس کا کھانا حرام ہے' ہمارے ہاں حلال ہے' ہماری دلیل حضرت ابو قتادہ کی گزشتہ حدیث ہے' اس حدیث کی توجیہ ہمارے ہاں یہ ہے حلال زندہ شکار محرم کے لئے پکڑے اور پیش کرے یا اس میں کسی محرم کی مدد شامل ہو' تا کہ یہ حدیث حضرت ابو قتادہ کی حدیث کے خلاف نہ ہو' ہاں اگر محرم کے حکم سے حلال نے شکار کیا تو بھی محرم کو حرام ہے یصاد لکم کی یہ تین توجیہیں ہوئیں (لمعات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْجَرَادُ مِنْ صَیْدِ الْبَحْرِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

(۲۵۸۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ٹڈی دریائی شکار سے ہے ا۔ (ابوداؤد' ترمذی) ۲۔

(۲۵۸۰) ا۔ بعض علماء نے اس حدیث سے ثابت کیا کہ ٹڈی کا شکار محرم کر سکتا ہے کہ یہ دریائی شکار ہے' رب تعالٰی نے فرمایا احل لکم صید البحر ہمارے امام اعظم کے ہاں ٹڈی خشکی کا شکار ہے کہ یہ خشکی میں ہی انڈے بچے دیتی ہے اور خشکی ہی میں جیتی پلتی ہے اور خشکی کے ہی پتے وغیرہ کھاتی ہے' اس حدیث کے متعلق احناف کہتے ہیں کہ ٹڈی دو قسم کی ہے۔ بحری و بری۔ بحری ٹڈی مچھلی کے ناک سے کیڑوں کی طرح نکلتی ہے' یہاں اسی کا ذکر ہے اور اگر یہ ٹڈی معروفہ ہی مراد ہو' تو مطلب یہ ہے کہ یہ بھی دریائی شکار یعنی مچھلی کی طرح بغیر ذبح حلال ہے۔ مؤطا امام مالک میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمرۃ خیر من جرادۃ یعنی اگر محرم ٹڈی کا شکار کرے تو ایک کھجور خیرات کرے' حضرت کعب نے فرمایا تھا کہ ٹڈی کے شکار پر محرم ایک درہم خیرات کرے' اس کے جواب میں حضرت عمر نے یہ فرمایا' اگر اس کے شکار پر قیمت واجب نہ ہوتی' تو یہ حضرات اس کی قیمت کے تخمینے کیوں لگاتے (مرقات ولمعات) ۲۔ تمام محدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ حدیث اسناداً ضعیف ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ السَّبُعَ الْعَادِیَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۵۸۱) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا محرم حملہ کرنے والے زندہ کو قتل کر سکتا ہے ا۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۵۸۱) ا۔ اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ جب درندہ محرم پر حملہ کرے تو محرم اسے قتل کر سکتا ہے ورنہ نہیں' دوسرے یہ کہ حملہ کرنے والے درندوں کا قتل محرم کو جائز ہے' یعنی درندے چونکہ حملہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں' لہٰذا ان کا قتل محرم کو بھی درست ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمَّارٍ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الضَّبُعِ اَصَیْدٌ هِیَ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ اَیُؤْکَلُ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

(۲۵۸۲) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن ابی عمار سے فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر ابن عبداللہ سے بجو کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ شکار ہے فرمایا ہاں ا۔ میں نے کہا کیا اسے کھایا جا سکتا ہے فرمایا ہاں میں نے کہا کہ یہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

وسلم کو فرماتے سنا ہے فرمایا ہاں ۲۔(ترمذی 'نسائی' شافعی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲۵۸۲) ا۔ یہ حدیث امام شافعی و امام احمد کی دلیل ہے' امام اعظم و مالک کے ہاں حرام' ان کی دلیل آگے آ رہی ہے' نیز صحیح حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کیل والے جانور سے منع فرمایا' اور بجو کیل دار جانور ہے' لہذا حرام ہے اور یہ حدیث منسوخ ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّبُعِ قَالَ هُوَ صَيْدٌ وَّيُجْعَلُ فِيْهِ كَبْشًا إِذَا اَصَابَهُ الْمُحْرِمُ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۵۸۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجو کے متعلق پوچھا فرمایا وہ شکار ہے ا۔ اور جب محرم اسے شکار کرے تو اس کے عوض بھیڑ دیدے ۲۔(ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی)

(۲۵۸۳) ا۔ خیال رہے کہ لفظ ضبع مونث ہے' لہذا ھو ضمیر کا مذکر لانا یا تو اس لئے ہے کہ اس کی خبر یہاں صید مذکر ہے یا ضبع سے مراد بجو کی جنس ہے' حضرت جابر کے سوال کا منشاء یہ ہے کہ بجو کے قتل میں محرم پر جزیہ یا کفارہ ہے یا نہیں' اگر یہ موذی جانوروں سے ہے تب تو اس کا قتل محرم کو جائز ہے اور کفارہ وغیرہ بھی اس میں کچھ نہیں' اگر شکاری جانوروں سے ہے تو محرم کو اس کا قتل کرنا بھی حرام ہو گا اور اس کی قیمت بھی دینا ہو گی' فرمایا یہ موذی نہیں بلکہ شکار ہے۔ ۲۔ یعنی محرم کے اسے شکار کر لینے پر اس کے عوض ایک بھیڑ خیرات کرنی ہو گی' امام شافعی کے ہاں حلال شکار پر جزا واجب ہوتی ہے حرام شکار پر نہیں' ہمارے امام اعظم کے ہاں مطلقاً شکار پر جزا واجب ہے جانور حرام ہو یا حلال' لہذا ہمارے اصول پر اس حدیث سے بجو کی حلت ثابت نہ ہو گی۔

وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ جَزِيٍّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الضَّبُعِ قَالَ اَوَيَاْكُلُ الضَّبُعَ اَحَدٌ وَسَاَلْتُهُ عَنْ اَكْلِ الذِّئْبِ قَالَ اَوَيَاْكُلُ الذِّئْبَ اَحَدٌ فِيْهِ خَيْرٌ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ)

(۲۵۸۴) روایت ہے حضرت خزیمہ ابن جزی سے ا۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجو کھانے کے متعلق پوچھا تو فرمایا کوئی بجو بھی کھاتا ہے ۲۔ اور آپ سے بھیڑیا کھانے کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ جس میں بھلائی ہو وہ بھیڑیا کھا سکتا ہے؟ ۳۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں ۴۔

(۲۵۸۴) ا۔ خزیمہ خ کے پیش ز کے زبر (فتح) سے ہے اور جزی جیم کے ر' کے زیر (بکرہ) سے آپ صحابی ہیں ۲۔ یعنی کیا کوئی مسلمان بجو کھائے گا حالانکہ یہ کیل والا جانور ہے اور کیل والے جانور حرام ہیں۔ یہ حدیث امام ابو حنیفہ و امام مالک رضی اللہ عنہما کی دلیل ہے کہ بجو کھانا منع ہے' خواجہ حسن بصری' سعید ابن مسیب اور سفیان ثوری کا بھی یہ ہی مذہب ہے کہ بجو حرام ہے دیکھو مرقات شرح مشکوۃ ۳۔ بھلائی سے مراد ایمان ہے یعنی مومن بجو بھیڑیا وغیرہ جانور بھی نہیں کھا سکتا' مومن کو اس سے طبعاً نفرت ہونی چاہیے ۴۔ یعنی یہ حدیث امام ترمذی کو غیر قوی ہو کر ملی' مگر جب امام اعظم نے اس حدیث سے یہ مسئلہ استنباط کیا تو اس وقت بالکل صحیح' درست و قوی تھی' جس راوی کی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہ رہی' وہ اس کی اسناد میں اس وقت شامل تھا ہی نہیں' امام ترمذی کے زمانہ کے ضعف پہلے والوں کو مضر کیوں ہو گا' (۲) اس حدیث سے خواجہ حسن بصری' سفیان ثوری نے بھی استدلال فرمایا

marfat.com

(۳) اور اس کی تقویت ابن ماجہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔(۴) اور جب حلت و حرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے، لہٰذا یہ ہی راجح ہے کہ بجو حرام ہے۔(مرقات) لطیفہ:۔ مذہب حنفی کی قوت کی دلیل یہ ہے کہ جو جانور حنفی حرام کہتے ہیں دوسرے امام حلال، انہیں کھاتا کوئی نہیں، دیکھو گھوڑا، گوہ، بجو وغیرہ کو دوسرے ائمہ نے حلال تو کہا مگر اس کے گوشت آج تک نہ کہیں مارکیٹ میں فروخت ہوتے دیکھے، نہ کسی کو کھاتے دیکھا صرف کتابوں میں ہی حلت مذکور ہے، (۵) خیال رہے کہ ترمذی نے بھی اس حدیث کو ضعیف نہ کہا بلکہ لیس بقوی فرمایا، اس میں حدیث حسن بھی شامل ہے، نیز (۶) ترمذی نے اس حدیث پر جرح مجہول کی، اور جرح مجہول احناف کے ہاں قبول نہیں، ان چھ وجہوں سے یہ حدیث قابل عمل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَأُهْدِيَ لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ رَاقِدٌ فَمِنَّا مَنْ أَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَافَقَ مَنْ أَكَلَهُ قَالَ فَأَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۸۵) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عثمان تیمی سے ۱؎ فرماتے ہیں ہم طلحہ ابن عبید اللہ کے ساتھ تھے اور ہم احرام باندھے تھے تو ان کے لئے پرندے لائے گئے اور حضرت طلحہ سو رہے تھے تو ہم میں سے بعض نے وہ کھالیئے اور بعض نے احتیاط برتی ۲؎ پھر جب طلحہ جاگے تو آپ نے کھانے والوں کی موافقت کی کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پرندے کھائے ۳؎ (مسلم)

(۲۵۸۵) ۱؎ عبدالرحمٰن ابن عثمان ابن عبید اللہ صحابی ہیں، حضرت طلحہ ابن عبید اللہ کے بھتیجے ہیں، بیعت الرضوان کے بعد ایمان لائے، حضرت عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ شہید کئے گئے (اشعہ) ۲؎ یعنی چڑیوں کا بھنا ہوا گوشت لایا تو گیا تھا حضرت طلحہ کے لئے، مگر وہ سو رہے تھے، ان کے بعض ساتھیوں نے یہ سمجھ کر کہ چونکہ انہیں حلال نے شکار کیا ہے نہ کہ محرم نے لہٰذا ہمارے لئے ان کا کھانا درست ہے، اور یہ بھی خیال کیا کہ حضرت طلحہ ہمارے کھالینے پر ناراض نہ ہوں گے کھائے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب یہ چڑیاں حضرت طلحہ کے لئے لائی گئی تھیں، تو دوسروں نے کیوں کھائیں، کیونکہ یہ کھانے والے ان کے بے تکلف دوست تھے۔ ۳؎ غالبًا فاکلنا کی ف تعلیلیہ ہے، یعنی آپ نے فرمایا کہ یہ گوشت ہمارے لئے حلال ہے، کیونکہ ہم نے اس قسم کے پرندے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھائے ہیں، اس سے بھی مذہب حنفی ثابت ہوتا ہے کہ جس شکار میں محرم نے مدد نہ دی ہو محرموں کو اس کا کھانا حلال ہے۔

بَابُ الْإِحْصَارِ وَفَوْتِ الْحَجِّ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

روکے اور حج چھوٹ جانے کا باب

پہلی فصل

۱؎ احصار حصر سے بنا بمعنی روکنا و باز رکھنا، رب تعالٰی فرماتا ہے احصروا فی سبیل اللہ شریعت میں احصار یہ ہے کہ انسان

marfat.com

بعد احرام حج کرنے پر قادر نہ ہو' مسئلہ احصار میں تین قسم کا اختلاف ہے' ایک یہ ہے کہ ہمارے امام اعظم کے ہاں دشمن' مرض' خرچہ' ہلاک ہو جانے' راستہ میں عورت محرمہ کے محرم مرجانے سے احصار ہو جاتا ہے' دیگر اماموں کے ہاں احصار صرف دشمن کافر سے ہو گا اور کسی وجہ سے نہیں' دوسرے یہ کہ ہمارے مذہب میں احصار کی قربانی حرم شریف میں ہی بھیجی جائے گی کہ وہاں ذبح ہو' دیگر ائمہ کے ہاں جہاں احصار ہو وہاں ہی ذبح کردی جائے' وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی حدیبیہ میں ہی کروی تھی' ہم کہتے ہیں کہ وہ مجبوراً ہوا کہ وہاں سے حرم تک قربانی لے جانے والا کوئی نہ تھا' سب ہی روک دیئے گئے تھے' ایسی مجبوری میں ہم بھی کہتے ہیں حل میں قربانی کردے (اشعہ) یا حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں داخل ہے' یہ قربانیاں داخل حرم والے حصہ میں ہوئیں' تیسرے یہ کہ ہمارے ہاں محصر پر قضا واجب ہے' امام شافعی کے ہاں نہیں' مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمرہ قضا ہماری تائید کرتا ہے حج کا فوت قیام عرفات رہ جانے سے ہوتا ہے' قیام عرفات کا وقت نویں بقرعید کے زوال سے دسویں کی پوپھٹنے تک ہے اگرچہ ایک ساعت ہی وہاں ٹھہر جائے' حتی کہ تنگی کے وقت اس وقوف کے لئے نماز عشاء قضا کردے (اشعہ و مرقات)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَاْسَهٗ وَجَامَعَ نِسَآءَهٗ وَنَحَرَ هَدْيَهٗ حَتّٰى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۸۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روک دیئے گئے تھے تو آپ نے سر شریف منڈا دیا تھا اور اپنی بیویوں سے صحبت فرمائی اپنی ہدی قربان کر دی حتی کہ اگلے سال عمرہ کیا ا۔ (بخاری)

(۲۵۸۶) ا۔ یعنی ۶ھ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا' حدیبیہ کے میدان میں کفار مکہ نے آپ کو عمرہ سے روک دیا' تب آپ اس میدان میں حلال ہو گئے اور وہاں ہی قربانی احصار دیدی' سال آئندہ ۷ھ میں آپ نے اس فوت شدہ عمرہ کی قضا کی' اس قضا سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادت شروع کردینے سے واجب ہو جاتی ہے کہ اس کی قضا ہوتی ہے شوافع کہتے ہیں کہ یہ دوسرا عمرہ نفلی تھا اس لئے سب نے ادا نہ کیا' سال حدیبیہ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو صحابہ تھے' قضا میں سات سو بھی نہ تھے' اگر قضا واجب ہوتی تو سب کرتے ہم کہتے ہیں کہ سب نے قضا کی' بعض نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض نے بعد میں (مرقات) اگر یہ دوسرا عمرہ نفلی ہوتا تو اسے عمرہ قضا نہ کہا جاتا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ اَصْحَابُهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۸۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے ا۔ تو کفار قریش بیت اللہ شریف سے آڑے آگئے ۲۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدیاں قربانی کر دیں اور آپ نے سر منڈا دیا اور صحابہ نے بال کٹوا دیئے ۳۔ (بخاری)

(۲۵۸۷) ا۔ عمرہ کرنے ۶ھ میں چودہ سو صحابہ ۲۔ یعنی ہم کو انہوں نے بیت اللہ تک نہ پہنچنے دیا' اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ عمرہ کا فوت بیت اللہ کے طواف سے روکنے سے ہوتا ہے' مگر حج کا فوت عرفات سے روکے جانے پر ہو جاتا ہے ۳۔ یعنی بعض صحابہ نے بال منڈوائے اور بعض نے کتروائے' ہمارے امام صاحب کے ہاں محصر پر یہ منڈانا کتروانا واجب نہیں' بعض کے ہاں واجب

marfat.com

ہے، لیکن نہ منڈانے پر کوئی کفارہ وغیرہ نہیں (طحاوی، مرقات)

وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ وَ أَمَرَ أَصْحٰبَهُ بِذٰلِكَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۸۸) روایت ہے حضرت مسور ابن مخرمہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے سے پہلے ذبح فرمایا اور اپنے صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا ہے ۱۔ (بخاری)

(۲۵۸۸) ۱۔ یہ واقعہ بھی حدیبیہ کا ہے کہ جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد صلح مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ فرمالیا، تو ہدی وہاں ہی قربانی فرمادی اور سر منڈا دیا، امام اعظم قدس سرہ کے ہاں محصر پر منڈانا یا کتروانا نہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل و حکم شریف اس لئے تھا کہ لوگوں پر آپ کا مصمم ارادہ ظاہر ہو جائے کہ اب عمرہ کرنے کا ارادہ بالکل ہی ترک فرمادیا ہے اور واپسی کا ارادہ ہو چکا، اور جو کام ضرورۃً حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کئے وہ سنت نہیں کہلاتے، امام صاحب فرماتے ہیں کہ سر منڈانے یا کتروانے کا عبادت ہونا خاص جگہ اور خاص وقت میں ہے یعنی عمرہ یا حج کے ارکان ادا کر چکنے کے بعد، رب تعالٰی فرماتا ہے لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین رءوسکم ومقصرین معلوم ہوا کہ بیت اللہ میں داخل ہو کر عمرہ کرنے، حلق و قصر عبادت ہے، صاحبین کے ہاں محصر پر سر منڈانا ہے، مگر نہ کرنے پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں، تفصیل کتب فقہ میں ہے (اشعہ)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِيَ أَوْ يَصُومَ إِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۸۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے آپ نے فرمایا کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں اگر تم میں سے کوئی حج سے روک دیا جائے ۱۔ تو بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرے پھر ہر چیز سے حلال ہو جائے حتی کہ سال آئندہ حج کرے ۲۔ تو ہدی لائے یا اگر ہدی میسر نہ ہو تو روزے رکھ لے ۳۔ (بخاری)

(۲۵۸۹) ۱۔ یہاں سنت سے مراد قولی سنت ہے، یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی نہ کہ عملی سنت، کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم احرام عمرہ میں روکے گئے تھے نہ کہ احرام حج میں، حج روک دیئے جانے کے معنے یہاں یہ ہیں کہ محرم مکہ معظمہ حج ہو چکنے کے بعد پہنچے یا کوئی دشمن یا بیماری اسے مکہ معظمہ سے عرفات نہ جانے دے، تو وہ محرم حج اب عمرہ کر کے احرام کھول دے، اور اگر محرم مکہ معظمہ پہنچ ہی نہ سکا اس کے احکام دوسرے ہیں ۲۔ یعنی گزشتہ سال والے رہے ہوئے حج کی قضا کرے، وہ حج خواہ فرض تھا یا نفلی، یوں ہی اگر محرم حج کو فاسد کردے، تب بھی قضا واجب ہے اگرچہ حج نفل ہو، اس سے معلوم ہوا کہ ہر نفلی عبادت شروع کردینے سے فرضی ہو جاتی ہے، امام شافعی حج میں تو اس کے قائل ہیں مگر دیگر عبادات میں قائل نہیں ان کے ہاں نفلی نماز و روزہ شروع کردینے کے بعد بھی نفل ہی رہتے ہیں کہ توڑ دینے پر قضاء نہیں ۳۔ شاید کوئی ان احکام کا منکر تھا، اس لئے حضرت ابن عمر نے یہ حکم بیان فرمایا مع دلیل کے، خیال رہے کہ مفرد کا حج رہ جانے میں صرف حج کی قضا واجب ہو گی قضا کے وقت نہ عمرہ واجب ہو گا نہ ہدی، امام شافعی کے ہاں قربانی واجب ہو گی، اگر قارن کا حج رہ گیا تو وہ عمرہ تو ادا کرے پھر فوت شدہ حج کے لئے عمرہ کرے، اس سے قران کی قربانی معاف ہو گئی، اگر متمتع کا حج رہ گیا تو تمتع جاتا رہا (مرقات و کتب فقہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

(۲۵۹۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا لَعَلَّكِ اَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُنِيْ اِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّيْ وَاشْتَرِطِيْ وَقُوْلِيْ اللّٰهُمَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

صلی اللہ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر کے پاس تشریف لے گئے ۱؎ تو ان سے فرمایا شاید تم حج کا ارادہ رکھتی ہو ۲؎ وہ بولیں اللہ کی قسم میں تو اپنے کو بیمار پاتی ہوں ۳؎ حضور نے ان سے فرمایا حج کو چلو اور یوں کہہ لو کہ الٰہی میرے کھلنے کی جگہ وہ ہی ہے جہاں تو مجھے روک دے ۴؎ (مسلم بخاری)

(۲۵۹۰) ۱؎ ضباعہ، زبیر ابن عبدالمطلب کی بیٹی ہیں، یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن، زبیر اسلام نہ لائے تھے، ضباع صحابیہ ہیں، مہاجرات سے ہیں حضرت مقداد کی زوجہ ہیں (اشعہ و مرقات) ۲؎ یعنی ہم نے سنا ہے کہ حجۃ الوداع میں ہمارے ساتھ تم بھی حج کو چلنا چاہتی ہو، یہ واقعہ حجۃ الوداع کی تیاری کے وقت کا ہے، معلوم ہوا کہ حاجی دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ حج کو چلنے کی رغبت دے، ۳؎ یعنی ابھی بیماری سے اٹھی ہوں، کمزور ہوں، اندیشہ ہے کہ سفر سے پھر مرض عود کر آئے، اور میں احرام کے بعد حج پورا نہ کرسکوں، ۴؎ یعنی احرام باندھتے وقت یہ کہہ لینا کہ خدایا اگر میں بعد احرام ادائے حج سے قاصر رہوں، بیمار ہو جاؤں، تو جہاں بیمار ہوں گی وہاں ہی احرام کھول دوں گی، اس سے معلوم ہوا کہ احصار مرض سے بھی ہو جاتا ہے، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے، کہ احصار دشمن ہی سے نہیں ہوتا مرض سے بھی ہوتا ہے، خیال رہے کہ زبان سے یہ شرط لگالینا استحبابا" ہے، اگر شرط نہ بھی لگائی ہو تب بھی بیمار محرم احرام کھول سکتا ہے، بعض نے فرمایا کہ اس شرط لگانے کا فائدہ یہ ہوگا کہ بیمار فوراً حج سے کھل سکتا ہے، اگر بغیر شرط لگائے ایسا حادثہ پیش آیا دوسرے حجاج کے ہاتھ ہدی بھیجے گا اور ہدی حرم شریف میں ذبح ہو چکنے کے بعد احرام کھولے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُّبَدِّلُوا الْهَدْيَ الَّذِيْ نَحَرُوْا عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ رَوَاهُ ۔

(۲۵۹۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ انہوں نے حدیبیہ کے سال جو قربانیاں دی تھیں ۱؎ عمرہ قضا میں ان کے عوض اور دیں ۲؎

(۲۵۹۱) ۱؎ یعنی جو قربانی تم گزشتہ سال دے چکے ہو وہ تو قبول ہو گئی، اب دوبارہ قضا عمرہ میں پھر قربانی دو، اگر گزشتہ قربانی حل میں واقع ہوئی تھی، تب تو وہ درست ہی نہ ہوئی تھی، اب دینا ضروری ہے اور اگر حرم کے حدود میں واقع ہوئی تھی، تو اب دوبارہ دینے کا حکم استحبابی ہے (مرقات و اشعہ) ۲؎ اس جگہ مشکوۃ شریف میں جگہ چھوٹی ہوئی ہے، مگر یہ روایت ابوداؤد میں ہے، چونکہ اس کی اسناد میں محمد ابن اسحاق ہے، اس لئے حدیث اس اسناد میں ضعیف ہے واللہ اعلم۔

وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كُسِرَ اَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

(۲۵۹۲) روایت ہے حضرت حجاج ابن عمرو انصاری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا پاؤں ٹوٹ جائے یا لنگڑا ہو جائے تو وہ احرام کھول دے اور اس پر سال آئندہ حج ہے ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور ابوداؤد نے یہ زیادہ کیا

marfat.com

وَكَذَا أَبُوْدَاؤُدَ فِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى أَوْ مَرِضَ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَفِي الْمَصَابِيْحِ ضَعِيْفٌ۔

کہ دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ یا وہ بیمار ہو جائے ۲۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے اور مصابیح میں ہے کہ ضعیف ہے ۳۔

(۲۵۹۲) ا۔ یعنی جس نے احرام حج باندھ لیا ہو' پھر اس کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ جائے یا ہڈی تو نہ ٹوٹے' لنگ پیدا ہو جائے جس سے وہ آگے سفر اور ارکان حج ادا نہ کر سکے تو وہ اپنا احرام کھول دے اور وہاں سے لوٹ جائے یا ٹھہر جائے' ہدی مکہ معظمہ بھیج دے' اور تاریخ ذبح پر احرام کھول دے' سال آئندہ قضاء کرے' اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے' ایک یہ کہ احصار صرف دشمن ہی سے نہیں ہوتا بلکہ بیماری وغیرہ سے بھی ہو جاتا ہے' دوسرے یہ کہ نفلی عبادت شروع کر دینے سے فرض ہو جاتی ہے' کہ اگر پوری نہ ہو سکے تو اس کی قضا لازم ہے' کیونکہ یہاں حج مطلق فرمایا گیا' فرضی ہو یا نفلی' لہذا یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے' بعض نے فرمایا کہ اگر شرط سے احرام باندھا ہے تب مرض سے احصار ہو سکے گا ورنہ نہیں' مگر یہ بھی صحیح نہیں' اس حدیث پاک میں شرط کا ذکر نہیں' نص مطلق کا اطلاق باقی رکھنا چاہیے' ۲۔ بیماری سے وہ بیماری مراد ہے جو سفر یا ادائے حج سے روک دے' مطلقاً بیماری نہیں' جیسا کہ ظاہر ہے ۳۔ یعنی یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے' ترمذی والی اسناد میں تو حسن ہے اور امام بغوی یعنی صاحب مصابیح کی اسناد میں ضعیف' مگر اس اسناد کا ضعف دوسری اسناد کے حسن کو مضر نہیں ہو سکتا' فتح القدیر میں ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس و ابو ہریرہ پر پیش کی گئی تو ان دونوں نے فرمایا کہ حجاج سچے ہیں' طحاوی میں ہے کہ حضرت علقمہ فرماتے ہیں ہمارے اس ساتھی کو سانپ نے کاٹ لیا وہ عمرہ کا محرم تھا ہم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہدی بھیج دے اور صحت ہو جانے کے بعد عمرہ ادا کرے فی الحال کھل جائے (مرقات وغیرہ)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ الدِّيْلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحَجُّ عَرَفَةُ مَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ أَيَّامُ مِنًى ثَلٰثَةٌ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

(۲۵۹۳) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن یعمر دیلمی سے ا۔ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ حج عرفہ ہے جو مزدلفہ کی شب فجر طلوع ہونے سے پہلے عرفہ کا قیام پالے اس نے حج پالیا ۲۔ منی کے دن تین ہیں ۳۔ تو جو دو دن میں جلدی کرے تو اس پر گناہ نہیں اور جو دیر سے لوٹے تو اس پر گناہ نہیں ۴۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

(۲۵۹۳) ا۔ یعمر' ی کے فتح' ع کے جزم' میم کے فتح سے ہے' دیل' د کے کسرہ' ی کے سکون سے' آپ صحابی ہیں' کوفہ میں رہے' خراسان میں وفات پائی۔ ۲۔ یعنی حج کا رکن اعلیٰ جس پر حج پانے نہ پانے کا مدار ہے۔ وہ قیام عرفات ہے' اس کے وقت میں اتنی گنجائش کر دی گئی ہے کہ اگلی رات بھی نویں تاریخ میں شامل کر دی گئی' لہذا جو حاجی دسویں کی فجر سے پہلے پہلے اگر ایک ساعت کے لئے بھی عرفات پہنچ جائے اسے حج مل جائے گا' بعض علماء نے فرمایا کہ جمعہ کا بھی یہ ہی حال ہے کہ ہفتہ کی رات بھی اس میں شمار ہے کہ اس شب میں مرجانے والا جمعہ کا ہی میت ہو گا ۳۔ گیارھویں بارھویں تیرھویں بقرعید جنہیں ایام تشریق کہا جاتا ہے ۴۔ یعنی جو بارھویں بقرعید کو رمی کر کے لوٹ جائے وہ بھی گنہگار نہیں' اور جو تیرھویں کی رمی کے لئے ٹھہر جائے وہ بھی گنہگار نہیں بلکہ

marfat.com

ثواب پائے گا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ہی عمل ہوا تیرھویں کی رمی زوال سے پہلے بھی ہوسکتی ہے گیارھویں بارھویں کی رمی بعد زوال ہے 'بعض کفار عرب دو دن ٹھہرنے کو برا کہتے تھے بعض تین دن کو برا سمجھتے تھے' رب تعالٰی نے دونوں کی تردید قرآن میں فرمادی' نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل شریف سے استحباب ثابت فرمایا۔

بَابُ حَرَمِ مَكَّةَ حَرَسَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی

باب مکہ معظمہ کا حرم اللہ اس کی حفاظت فرمائے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

مکہ معظمہ اور اس کے آس پاس کی وہ زمین جہاں شکار وغیرہ کرنا حرام ہے حرم شریف کہلاتا ہے' جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ میں سنگ اسود نصب فرمایا تو یہ بہت چمکدار تھا' جہاں تک اس کی روشنی پہنچی' وہاں تک حدود حرم مقرر ہوئے' ان حدود پر منارہ قائم کردیئے گئے ہیں سوائے جدہ اور جعرانہ کی جانب کے کہ اس طرف منارہ نہیں' یہ علامات حرم سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے قائم فرمائے' پھر اسماعیل علیہ السلام نے' پھر عدنان ابن ادس نے' پھر قریش نے' پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ نے فتح مکہ کے سال پھر حضرت عمر نے' پھر حضرت عثمان نے' پھر حضرت امیر معاویہ نے اب تک امیر معاویہ کے قائم کردہ نشان موجود ہیں' یہ حدود ہر طرف یکساں نہیں' قریب تو حد مقام تنعیم ہے' جہاں سے عمرہ کے احرام باندھے جاتے ہیں وہاں ہی مسجد حضرت عائشہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا

(۲۵۹۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب ہجرت نہ رہی ۱۔ لیکن جہاد اور نیت ہے ۲۔ اور جب جہاد کیلئے بلائے جاؤ تو نکل پڑو ۳۔ اور فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اس شہر کو اللہ نے اس دن ہی حرم بنا دیا جس دن آسمان و زمین پیدا کئے لہذا یہ قیامت تک اللہ کے حرم فرمانے سے حرام ہے ۴۔ اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس شہر میں جنگ جائز نہ ہوئی ۵۔ اور مجھے بھی ایک گھڑی دن کی حلال ہوئی چنانچہ اب وہ تاقیامت اللہ کے حرام کئے سے حرام ہے کہ نہ یہاں کے کانٹے توڑے جائیں ۶۔ اور نہ یہاں کا شکار بھڑکایا جائے ۷۔ اور

marfat.com

وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخَرَ فَإِنَّهٗ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا مُنْشِدٌ۔

نہ یہاں کی گری چیز اٹھائی جائے ہاں جو اس کا اعلان کرے وہ اٹھائے ۸۔ اور نہ یہاں کی خشک گھاس کاٹی جائے ۹۔ حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ اذخر کے سواء کہ وہ لوہاروں اور یہاں کے گھروں میں کام آتی ہے ۱۰۔ فرمایا سوائے اذخر کے ۱۱ (مسلم بخاری) اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور سوا تلاش کرنے والے کے کہ وہاں کی گری چیز کوئی نہ اٹھائے ۱۲۔

(۲۵۹۴) ا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ سے مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرماجانے کے بعد مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت فرض تھی اور مکہ معظمہ ہیں' بلاعذر رہنا حرام تھا کہ وہ جگہ دارالحرب ہو گئی تھی' فتح مکہ سے وہ جگہ دارالاسلام بن گئی اور اب اس ہجرت کی فرضیت ختم ہو گئی' یہاں یہ ہی ارشاد ہے یعنی مکہ معظمہ سے ہجرت کرجانا اب فرض نہ رہا' لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ہجرت قیامت تک ہے وہاں دوسرے دارالحرب سے ہجرتیں مراد ہیں ہو سکتا ہے کہ خبر غیبی ہے کہ اب مکہ معظمہ تاقیامت کبھی دارالحرب نہ بنے گا اور نہ یہاں سے ہجرت فرض ہو گی' الحمد للہ ایسا ہی ہوا' ۲۔ یعنی اب جسے جہاد میسر ہو وہ جہاد کرے' اور جو جہاد نہ پائے وہ نیت کرے کہ جب مجھے خدا موقعہ دے گا جہاد کروں گا کہ نیت جہاد بھی ثواب ہے۔ ۳۔ اگر جہاد اس وقت فرض کفایہ ہو تو بقدر ضرورت لوگ نکلیں' اور اگر فرض عین ہو گیا ہو تو ہر مرد و زن نکلے' یہ کلمہ دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ ۴۔ یعنی اس شہر پاک کا حرم شریف ہونا صرف اسلام میں نہیں ہے بلکہ بڑا پرانا مسئلہ ہے ہر دین میں یہ جگہ محترم تھی وہ جو باب حرم مدینہ میں آرہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا' وہاں یہ مطلب ہے کہ اس کے حرم ہونے کا اعلان ابراہیم علیہ السلام نے کیا' کیونکہ طوفان نوحی میں جب بیت المعمور آسمان پر اٹھالیا تو لوگ یہاں کی حرمت وغیرہ بھول گئے' حضرت خلیل نے پھر اس کا اعلان فرمایا' لہذا احادیث میں تعارض نہیں (اشعہ) الی یوم القیامۃ فرما کر بتایا کہ یہ حرمت کبھی منسوخ نہ ہو گی کہ جیسے ازلی ہے ویسے ہی ابدی بھی ہے ۵۔ اس فرمان عالی میں اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جو فتح مکہ کے دن حضرت خالد ابن ولید سے صادر ہوا کہ ستر کفار آپ کے ہاتھوں قتل ہو گئے' اس قتل پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو عتاب بھی نہ فرمایا' اس کی وجہ یہاں بیان ہوئی کہ اس دن ہمارے لئے ایک ساعت کے قتال بھی حلال ہو گیا' اور بغیر احرام مکہ معظمہ میں داخلہ بھی جائز ہوا' چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے یعنی بغیر احرام ورنہ سر مبارک کھلا ہوتا' خیال رہے کہ فتح مکہ مذہب احناف میں غلبہ سے ہوئی' اور امام شافعی کے ہاں صلح سے' اسی لئے ان کے ہاں مکہ معظمہ کے مکانات و زمین کی بیع درست اور کرایہ جائز ہے کہ تمام مقامات کفار مکہ کے اپنے رہے جیسا کہ صلح میں ہوتا ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں وہاں کی زمین وغیرہ کی بیع و کرایہ درست نہیں کیونکہ ان تمام کے حضور انور مالک ہو گئے تھے' کیونکہ فاتح بادشاہ مفتوح علاقہ کا مالک ہو جاتا ہے' حضور انور نے مالک ہو کر وقف فرمادیا' وقف کی نہ بیع ہوتی ہے' نہ اجارہ قول امام اعظم بہت ہی قوی ہے' یہ حدیث ان کی دلیل ہے کہ مجھے اس دن قتال درست ہو گیا' صلح میں قتال کیسا' نیز رب تعالیٰ نے اسے فتح فرمایا اذا جاء نصر من اللہ والفتح اور فتح جنگ

marfat.com

سے ہی ہوا کرتی ہے (اشعہ مع زیادت) ۶؎ یعنی حرم کے خود رو درخت تو کیا کانٹے توڑنا بھی جائز نہیں' اذخر و کماءت کے سواء وہاں کی سبز گھاس کاٹنا یا اس پر جانور چرانا بھی ہمارے ہاں ممنوع ہے' امام یوسف و شوافع و مالک کے ہاں چرانا درست ہے' امام احمد ہمارے ساتھ ہیں مذہب احناف قوی ہے' یہ حدیث ہماری دلیل ہے حتی کہ ایذاء دینے والا کانٹا بھی ہمارے ہاں نہ کاٹا جائے' خلافا للشافعی ۷؎ یعنی حرم کا شکار مارنا تو کیا اسے اس کی جگہ سے ہٹانا بھڑکانا بھی منع ہے' اور اگر بھڑکانے سے وہ ضائع ہو جائے تو اس کی قیمت واجب ہوگی (اشعہ) ۸؎ اس کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ دیگر مقامات کی ملی ہوئی چیز کا کچھ عرصہ تک اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر مالک نہ ملنے پر یا خیرات کردی جاتی ہے یا پانے والا اگر فقیر ہو تو خود مالک ہو جاتا ہے' مگر حرم شریف کی ملی ہوئی چیز کا اعلان ہی کرنا ہوگا۔ پانے والا نہ کبھی اسے خیرات کرے نہ خود مالک ہو' یہی مذہب شافعی ہے' بعض احناف بھی اس طرف مائل ہیں' جیسا کہ لمعات وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے' مگر مذہب امام ابوحنیفہ یہ ہے کہ حرم کی گمی چیز بھی دیگر مقامات کی طرح ہے مگر یہاں اعلان زیادہ کیا جائے گا ان کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جو لقطہ کے بیان میں آئیں گی' اس فرمان عالی کا منشاء یہ ہے کہ صرف زمانہ حج میں ہی اعلان نہ کرے بلکہ بعد میں بھی اعلان کرتا رہے ۹؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ خلا تر گھاس کو کہتے ہیں اور حشیش خشک کو' اور بعض کے ہاں اس کے برعکس ہے مقصد یہ ہے کہ حرم شریف کی نہ تر گھاس کاٹی جائے نہ خشک کیونکہ خشک گھاس کانٹے کے حکم میں ہے۔ ۱۰؎ اذخر ایک لمبی گھاس ہوتی ہے جو عرب میں بجائے لکڑی اور کوئلے کے بھٹیوں میں بھی استعمال کی جاتی ہے' اور گھر و قبر کی چھتوں میں بھی' جیسے ہمارے ہاں گاؤں میں سینٹھے و سرکرے' ۱۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو رب تعالٰی نے احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ اپنے اختیار سے آپ باذن پروردگار حرام و حلال کرسکتے ہیں' دیکھو سرکار عالی نے حضرت عباس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ اچھا رب کی بارگاہ میں دعا کریں گے یا جبریل امین سے پوچھیں گے' بلکہ خود ہی فرمادیا الا الاذخر اگر حضرت عباس حضور سے یہ نہ کہلوا لیتے تو اذخر بھی حرام ہی رہتی (اشعہ) ۱۲؎ اکثر شوافع کے ہاں حرمین شریفین کی مٹی یا پتھر باہر لے جانا بھی منع ہے اور باہر کی مٹی وہاں پہنچانا خلاف اولٰی' ہاں آب زمزم تبرک کے لئے اور مدینہ پاک کی کھجوریں باہر لے جانا سنت ہے' چنانچہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سہیل ابن عمرو سے حدیبیہ کے سال آب زمزم دو مشکیزے مدینہ طیبہ منگوایا' اور حج کے موقعہ پر خود سرکار آب زمزم مشکیزوں و برتنوں میں لے گئے اور عرصہ تک وہ پانی بیماروں کو دواء" پلاتے رہے اور حضرت عائشہ صدیقہ سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار آب زمزم باہر بھیجا (مرقات) مدینہ پاک سے خاک شفا لانا اور اسے دواء" استعمال کرنا سنت مسلمین ہے' اس کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا تربۃ ارضنا یشفی سقیما ہماری زمین مدینہ کی مٹی بیماروں کو شفا دیتی ہے بلکہ وہاں کا گرد و غبار اپنے منہ اور سینہ پر لے' کہ یہ برص و جذام کے لئے بہت مفید ہے' مسجد نبوی خصوصا روضہ مطہرہ کا غبار مومنوں کی آنکھوں کا سرمہ ہے اور عشاق کے زخمی دلوں کا مرہم۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدِكُمْ اَنْ يَّحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۹۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم میں سے کسی کو یہ حلال نہیں کہ مکہ معظمہ میں ہتھیار اٹھائے پھرے ۱؎ (مسلم)

(۲۵۹۵) ۱؎ مکہ معظمہ میں کھلے ہتھیار اٹھائے پھرنا تا کہ مسلمان مرعوب ہوں حرام ہے' غلاف میں ڈھکے ہتھیار اٹھانا اپنی حفاظت وغیرہ کیلئے درست ہے' حضور صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ قضا میں ہتھیار لے کر وہاں داخل ہوئے مگر غلاف میں' یہ عمل اس

marfat.com

حدیث کی تفسیر ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّۃَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَاْسِہِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَہٗ جَآءَ رَجُلٌ وَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْکَعْبَۃِ فَقَالَ اُقْتُلْہُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۵۹۶) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن مکہ معظمہ میں اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے سر پر خود تھا۱؎ پھر جب خود اتارا تو ایک شخص آیا اور بولا کہ ابن خطل کعبہ شریف کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے۔ فرمایا اسے قتل کردو ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۵۹۶) ۱؎ یعنی آپ بغیر احرام مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ورنہ سر مبارک کھلا ہوتا' آج چونکہ زمین حرم حضور انور کے لئے حلال ہو گئی تھی کہ وہاں قتل حلال ہو گیا تھا اس لئے آج بغیر احرام داخلہ بھی حضور انور کا درست ہو گیا لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں' کہ کسی نیت سے مکہ معظمہ جائے احرام و عمرہ ضروری ہے' اور نہ یہ حدیث شوافع کی دلیل ہے کہ جو کسی اور کام کے لئے مکہ معظمہ جائے' وہ بغیر احرام جا سکتا ہے' ۲؎ یہ خبر دینے والے فضل ابن عبید یعنی ابو برزہ اسلمی تھے' ابن خطل کا نام عبداللہ اور لقب غالب تھا یہ پہلے مسلمان ہوا پھر اپنے ایک خادم مسلمان کو قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ معظمہ بھاگ آیا تھا' آج ڈر کے مارے غلاف کعبہ میں چھپ گیا' چونکہ آج زمین حرم میں قتل جائز تھا اس لئے اسے قصاصا" یا مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کرا دیا گیا' یا تو حرم شریف میں یا وہاں سے باہر نکال کر' ورنہ باہر کا مجرم اگر حرم میں آجائے تو اسے قتل نہیں کیا جاتا' رب تعالیٰ فرماتا ہے من دخلہ کان امنا بعض امام حرم شریف میں حد و قصاص جائز مانتے ہیں' اس حدیث کی بنا پر' مگر یہ استدلال ضعیف ہے' ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میقات سے آگے بغیر احرام نہ بڑھو نیز فرماتے ہیں کہ میرے لئے ایک ساعت کے واسطے یہ حرم کی زمین حلال کر دی گئی تھی اب پھر اس کی حرمت لوٹ آئی۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَآءُ بِغَیْرِ اِحْرَامٍ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۹۷) روایت ہے جابر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح کے دن مکہ معظمہ میں اس طرح تشریف لائے کہ بغیر احرام کے تھے اور آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۱؎ (مسلم)

(۲۵۹۷) ۱؎ یا تو حدود حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی' یا حدود حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا' لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں' خیال رہے کہ لباس سفید افضل ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے خصوصا خطبہ کے وقت' سارے کپڑے کالے پہننا' خصوصا محرم میں روافض سے تشبیہ ہے (از مرقات مع زیادت)

وَعَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْزُوْا جَیْشٌ الْکَعْبَۃَ فَاِذَا کَانُوْا بِبَیْدَآءَ مِنَ الْاَرْضِ یُخْسَفُ بِاَوَّلِہِمْ وَاٰخِرِہِمْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ یُخْسَفُ بِاَوَّلِہِمْ

(۲۵۹۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک لشکر کعبہ معظمہ پر حملہ کرے گا تو جب میدانی زمین میں ہوں گے تو ان کے اگلے پچھلے سب کو دھنسا دیا جائے گا۱؎ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ان کے اگلے پچھلوں کو

marfat.com

وَاٰخِرِهِمْ فِيْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کیسے دھنسایا جائے گا ان میں سوداگر بھی ہوں گے اور وہ بھی جو اس لشکر سے نہیں ۲؎ فرمایا کہ دھنسایا تو سارے اگلے پچھلوں کو جائے گا پھر اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے ۳؎۔(مسلم بخاری)

(۲۵۹۸) ۱؎ یہ واقعہ قریب قیامت ہو گا کہ ایک بڑا لشکر بربادی خانہ کعبہ کے لئے مکہ معظمہ پر حملہ کرے گا اور دھنسایا جائے گا بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ واقعہ ہو چکا‘ مہدی موعود شاہ سفیان شاہ مصر کے زمانہ میں‘ مگر حق پہلی بات ہے۔ ۲؎ اسواق یا تو سوقہ کی جمع ہے بمعنے رعایا اور کام کاج والے یا سوق کی جمع ہے بمعنی بازار میں رہنے والے سوداگر سوال کا منشاء یہ ہے کہ مجرم تو ان میں سے بعض ہیں سزا ملی سب کو‘ کیونکہ اس لشکر میں تجارتی کاروبار کرنے والے سپاہیوں کے خدمتگار اور کھانا وغیرہ پکانے والے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو جبراً لائے گئے‘ ان کی نیت حملے کی نہ تھی‘ ۳؎ یعنی چونکہ ان لوگوں نے بھی اس لشکر کی تعداد بڑھائی‘ ان کی اس جرم پر امداد کی اور مجرموں کے ساتھ رہے اس لئے یہ بھی سزا کے مستحق ہو گئے‘ رب تعالٰی فرماتا ہے واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة معلوم ہوا کہ بروں کی امداد کرنا بھی برا‘ ہاں پھر قیامت میں یہ فرق ہو جائے گا کہ ان میں سے مومن مومنوں کے زمرے میں اٹھیں گے اور کافر کافروں کے ساتھ۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۹۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو حبشہ کا دو چھوٹی پنڈلیوں والا ڈھائے گا ۱؎۔(مسلم بخاری)

(۲۵۹۹) ۱؎ سویق ساق کی تصغیر ہے جس کے معنے ہیں چھوٹی پنڈلی‘ پتلی پنڈلی یا کمزور پنڈلی یعنی بہت پست قد دبلا پتلا کمزور شخص حبشہ کے لشکر میں ہو گا جو مکہ معظمہ پر غالب آنے کے بعد کعبہ معظمہ ڈھادے گا‘ یہ واقعہ قیامت کے قریب ہو گا جس کے بعد دنیا برباد ہو جائے گی اور قیامت آجائے گی‘ کیونکہ دنیا کی آبادی کعبہ معظمہ سے وابستہ ہے جب تک یہ ہے دنیا قائم ہے یہ گرا اور برباد ہوا کہ دنیا گئی‘ ان دو واقعات میں رب کی قدرت کا اظہار ہے کہ وہ بڑا لشکر جس کا ذکر پہلے گزرا کعبہ کو تباہ نہ کر سکے گا خود تباہ ہو جائے گا‘ مگر یہ کمزور‘ دبلا آدمی کعبہ کو برباد کر دے گا (اشعہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَاَنِّيْ بِهٖ اَسْوَدَ اَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۶۰۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ کالا چوڑی ٹانگوں والا ہے کعبہ کے پتھر پتھر اکھیڑ رہا ہے ۱؎۔(بخاری)

(۲۶۰۰) ۱؎ بہ کا متعلق فعل پوشیدہ ہے متلبس یا متصل اسود بہ کی ضمیر کا حال ہے افحج وہ ناقص الخلقت انسان جس کی ٹانگیں چلتے میں چوڑی رہیں‘ جیسے دودھ نکالتے وقت گائے بکری کی ٹانگیں‘ یعنی گویا وہ میرے پاس ہے اور میں اس کی یہ حرکت دیکھ رہا ہوں کہ وہ کعبہ ڈھا رہا ہے‘ اور اس کا ایک ایک پتھر گرا رہا ہے‘ اس کے گرانے کو‘ پتھروں کے گرنا کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں‘ اور پتھر گرنے کی آواز کانوں سے سن رہا ہوں‘ (از اشعہ) معلوم ہوا کہ نگاہ نبی ہمارے خواب و خیال سے زیادہ قوی ہے کہ اگلے پچھلے واقعات ملاحظہ فرمالیتی ہے۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ احْتِكَارُ الطَّعَامِ فِي الْحَرَمِ إِلْحَادٌ فِيهِ۔ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۲۶۰۱) روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم شریف میں غلہ بند رکھنا یہاں بے دینی کرنے کی طرح ہے ۱؎ (ابوداؤد)

(۲۶۰۱) ۱؎ احتکار کے معنے ہیں بوقت ضرورت انسان یا جانوروں کی خوراک کو روکنا تا کہ زیادہ قحط پڑنے پر فروخت کیا جائے' یہ حرکت ہر جگہ ہی جرم ہے کہ اس میں اللہ کی مخلوق کی ایذاء رسانی ہے' مگر مکہ معظمہ میں ایسی حرکت بہت ہی سخت جرم ہے' وہاں احتکار کرنے والا ابوجہل وغیرہ کفار کی طرح ہے' جنہوں نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کرکے انہیں ستایا اور روزی ان پر تنگ کی' مکہ معظمہ کا غلہ روکنا ایسا سخت جرم ہے جیسے وہاں رہ کر بے دینی کرنا' رب تعالٰی فرماتا ہے ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے مکہ معظمہ میں نیکیوں کا ثواب بہت زیادہ ہے ایسے ہی وہاں گناہ کرنے کا عذاب بھی بہت سخت ہے' سیدنا عبداللہ ابن عباس مکہ معظمہ نہ رہے بلکہ وہاں سے کچھ فاصلے پر طائف شریف میں رہے' وہاں ہی آپ کا مزار پرانوار ہے' فقیر نے زیارت کی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَّةَ مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَ أَحَبَّكِ إِلَيَّ وَلَوْ لَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ إِسْنَادًا۔

(۲۶۰۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے فرمایا ۱؎ تو کیسا پاکیزہ شہر ہے اور تو مجھے کیسا پیارا ہے اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور بستی میں نہ رہتا ۲؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے حسن بھی ہے صحیح بھی غریب بھی۔

(۲۶۰۲) ۱؎ غالبًا یہ فرمان عالی ہجرت کی رات ہے جب حضور انور حضرت صدیق کو ہمراہ لے کر جانب مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور مکہ معظمہ سے باہر پہنچے تو حسرت بھری نگاہوں سے بستی مکہ معظمہ پر نگاہ کی اور یہ فرمایا' مرقات نے کہا کہ یہ کلام فتح مکہ کے دن وہاں سے واپسی کے وقت ہے' مگر پہلی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم ۲؎ جمہور علماء کے نزدیک مکہ معظمہ شہر مدینہ منورہ سے افضل اور حضور کو زیادہ پیارا ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے' امام مالک کے ہاں مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے' وہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں پہلی حالت کا ذکر ہے' پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ زیادہ پیارا ہو گیا' جیسا کہ اگلے باب میں آ رہا ہے' فتویٰ یہی ہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے' مگر عشاق کی نگاہ میں مدینہ منورہ افضل' کیونکہ وہ محبوب کی آرام گاہ ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ حَمْرَاءَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ وَاللهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ

(۲۶۰۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عدی ابن حمراء سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام حزورہ پر کھڑے ہوئے دیکھا ۱؎ حضور فرماتے تھے اللہ کی قسم تو اللہ کی ساری

marfat.com

اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ وَلَوْ لَا اَنِّيْ اُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)	زمین میں بہترین زمین ہے اور اللہ کی تمام زمین میں خدا کو زیادہ پیاری ہے ۲؎ اگر میں تجھ سے نکالا نہ جاتا تو کبھی نہ نکلتا ۳؎ (ترمذی،ابن ماجہ) ۴؎

(۲۶۰۳) ۱؎ حزورہ بروزن قسورہ،ح کے فتح سے اور ز کے جزم سے،اس کے معنے ہیں چھوٹا ٹیلہ،چونکہ یہاں کبھی ٹیلہ تھا،اس لئے اس جگہ کا نام حزورہ ہوگیا،بعض نے فرمایا کہ قبیلہ جرہم کے بعد وکیع ابن سلمہ ابن زہیر ابن ایاد کعبہ معظمہ کا متولی ہوا اس نے یہاں ایک عمارت بنائی،جس میں اپنی لونڈی حزور کو ٹھہرایا اس کے نام سے یہ جگہ حزورہ کہلائی،پھر یہاں مکہ معظمہ کا بازار رہا،اب وہاں مسجد حرام کا ایک دروازہ ہے جسے باب الوداع کہتے ہیں۔ ۲؎ علماء فرماتے ہیں کہ حاجی طواف وداع کرکے جب چلے تو کعبہ معظمہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھے اور کچھ کلمات وداعیہ بھی منہ سے نکالے،ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات حج وداع میں کعبہ معظمہ سے رخصت ہوتے وقت فرمائے اور باب الوداع سے نکلے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرف سے روانہ ہوئے تھے،بلکہ اس وقت الٹے پاؤں کعبہ معظمہ کو دیکھتا ہوا،روتا ہوا چلے کہ اگرچہ یہ عمل بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور سیدنا ابن مسعود مرفوعًا فرماتے ہیں کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ شئے اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے (مرقات) ۳؎ یہ حدیث بھی جمہور علماء کی دلیل ہے کہ مکہ معظمہ کی بستی مدینہ منورہ سے افضل ہے اور حضور انور کو بڑی پیاری ہے،کیونکہ یہ فرمان ہجرت کے بہت عرصہ بعد ہے،خیال رہے کہ افضلیت میں یہ اختلاف بستیوں کے متعلق ہے،حضور کی قبر انور کا وہ حصہ جو جسم اطہر سے متصل ہے وہ مکہ معظمہ،کعبہ معظمہ بلکہ عرش معلےٰ سے بھی افضل ہے(مرقات) شیخ نے فرمایا کہ یہ فرمان عالی عمرہ قضاء میں ہے،جبکہ تین دن کے بعد کفار مکہ نے آپ سے مکہ معظمہ خالی کردینے کے لئے کہا بعض نے فرمایا کہ یہ بھی ہجرت کی شب تھا،مگر یہ ضعیف ہے کہ اس وقت عبداللہ ابن عدی نے حضور کو کیونکر دیکھ لیا،بعض نے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن ہے،مگر یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ اس وقت اخراج نہ تھا واللہ اعلم (اشعہ) ۴؎ یہ حدیث بہت کتابوں میں بہت اسنادوں سے مروی ہے،صحیح ہے اور بہت قوی ہے،طبرانی میں بسند ضعیف ہے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ مکہ سے افضل ہے بعض علماء نے فرمایا کہ حضور کی حیات شریفہ میں مدینہ منورہ بعد ہجرت افضل تھا،بعد وفات مکہ مکرمہ افضل (مرقاۃ) مسئلہ:۔ مکہ مکرمہ کی ایک نیکی ایک لاکھ ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ ہے،مدینہ منورہ کی ایک نیکی پچاس ہزار ہے مگر ایک گناہ ایک ہی ہے،اس کی بھی شفاعت سے بخشش کی امید ہے،اسی لئے امام ابوحنیفہ و امام مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بیرونی آدمیوں کو مکہ معظمہ رہنے سے وہاں سے وطن لوٹ آنا افضل وہاں جاتا آتا رہنا بہتر،دیکھو حضرت ابن عباس نے بجائے مکہ معظمہ کے طائف کو اپنا قیام گاہ قرار دیا،حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ارادہ گناہ پر کہیں پکڑ نہیں سوائے مکہ مکرمہ کے،پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ومن یرد فیه بالحاد الخ ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ جو مکہ مکرمہ کا رمضان پائے پھر وہاں کے روزہ اور تراویح کی پابندی کرے تو ایک لاکھ رمضانوں کا ثواب پائے گا،اور ہر دن و ہر رات ایک ایک غلام آزاد کرنے اور ایک ایک غازی کو میدان جنگ میں بھیجنے کا ثواب پائے گا،مدینہ منورہ میں رہنا اور مرنا بھی بہت برکت کا باعث ہے بشرطیکہ وہاں کا احترام کرسکے (مرقات)

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْعَدَوِیِّ اَنَّہٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ وَھُوَ یَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰی مَکَّۃَ ائْذَنْ لِیْ اَیُّھَا الْاَمِیْرُ اُحَدِّثْکَ قَوْلًا قَامَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ یَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْہُ اُذُنَایَ وَوَعَاہُ قَلْبِیْ وَاَبْصَرَتْہُ عَیْنَایَ حِیْنَ تَکَلَّمَ بِہٖ حَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَکَّۃَ حَرَّمَھَا اللّٰہُ وَلَمْ یُحَرِّمْھَا النَّاسُ فَلَا یَحِلُّ لِامْرِءٍ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّسْفِکَ بِھَا دَمًا وَّلَا یَعْضُدَ بِھَا شَجَرَۃً فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْھَا فَقُوْلُوْا لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذِنَ لِرَسُوْلِہٖ وَلَمْ یَاْذَنْ لَکُمْ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِیْ فِیْھَا سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُھَا الْیَوْمَ کَحُرْمَتِھَا بِالْاَمْسِ وَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ فَقِیْلَ لِاَبِیْ شُرَیْحٍ مَا قَالَ لَکَ عَمْرٌو قَالَ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِکَ مِنْکَ یَا اَبَا شُرَیْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا یُعِیْذُ عَاصِیًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخُرْبَۃٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِی الْبُخَارِیِّ اَلْخُرْبَۃُ الْخِیَانَۃُ۔

تیسری فصل

(۲۶۰۴) روایت ہے حضرت ابو شریح عدوی سے انہوں نے عمرو ابن سعید سے فرمایا۱؎ جبکہ وہ مکہ معظمہ پر لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں تجھے وہ فرمان پاک سناؤں جسے کل فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا۲؎ جسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ کیا اور حضور کو میری آنکھوں نے کلام کرتے وقت دیکھا۳؎ اپنے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے کسی انسان نے نہ بنایا۴؎ تو کسی بھی اس شخص کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' یہ جائز نہیں کہ وہاں خون بہائے اور نہ وہاں کا درخت کاٹے۵؎ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سے اجازت سمجھے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالٰی نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دے دی تھی اور تم کو نہ دی۶؎ رب نے مجھے دن کی ایک گھڑی اجازت دی تھی اب آج اس کی حرمت کل کی طرح ہی لوٹ آئی۷؎ حاضرین غائبین کو پہنچادیں۔ ابو شریح سے کہا گیا کہ پھر تم سے عمرو نے کیا کہا' فرمایا وہ بولا اے ابو شریح میں تم سے یہ زیادہ جانتا ہوں کہ حرم شریف نہ تو مجرم کو پناہ دے سکتا ہے۸؎ نہ خون کر کے بھاگے ہوئے کو۹؎ نہ فساد کر کے بھاگے کو۱۰؎ (مسلم،بخاری) اور بخاری میں ہے کہ خربہ خیانت ہے۔

(۲۶۰۴) ۱؎ آپ کا نام خویلد ابن عمرو کعبی عدوی خزاعی ہے کنیت ابو شریح' صحابی ہیں' فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے' ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی' اپنی کنیت میں مشہور ہوئے (اکمال) اور عمرو ابن سعید ابن عاص اموی قرشی اپنے چچازاد بھائی عبدالملک ابن مروان کی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم تھا' پھر اسے عبدالملک نے سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے پر مقرر کیا' حضرت ابن زبیر مکہ معظمہ و عراق وغیرہ کے سلطان برحق تھے (اشعہ و مرقاۃ) جب عمرو نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کرنے کے لئے لشکر تیار کیا' حضرت ابو شریح نے اسے عظمت مکہ معظمہ کی طرف متوجہ فرمایا۔ ۲؎ غد سے مراد یا تو فتح مکہ سے دوسرا دن ہے یعنی فتح کی کل یا مطلب یہ ہے کہ یہ کل کی بات ہے ابھی اسے کچھ عرصہ نہ گزرا تو نے ابھی سے اس پر عمل چھوڑ دیا تو آئندہ کیا بنے گا۔ ۳؎

marfat.com

یعنی یہ واقعہ اور یہ حدیث میں کسی سے سنی سنائی نہیں کہہ رہا ہوں' بلکہ اسے میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے' اور دور سے نہیں سنا بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے میں بہت قریب تھا' اور بغیر سمجھے نہیں سنا بلکہ سمجھ کر سنا' لہذا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے حدیث بالکل صحیح ہے'۔ ۴۔ یعنی مکہ معظمہ کو حرم بنانے والا خود رب تعالیٰ ہے' کسی شخص نے اپنی رائے سے اسے حرم نہیں بنایا ہے تاکہ دوسرے آدمی کی رائے سے اس کی حرمت جاتی رہے' لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں' کہ وہاں یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم ہونے کی دعاء کی رب نے اسے حرم بنا دیا وہاں اسناد مجازی ہے یہاں حقیقی' ۵۔ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ساری ایمانیات کا معتقد ہو دو کناروں کا ذکر فرمایا۔ تمام عقائد مراد لئے گئے' درخت سے مراد خود رو درخت ہیں اپنے بوئے ہوئے درخت حرم شریف میں کاٹے جاسکتے ہیں۔ خون بہانے سے مراد اس کا خون بہانا ہے جو شرعًا "واجب القتل ہو اور حرم شریف میں پناہ لے لے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا' ورنہ حرم شریف میں جانور ذبح ہوتے ہیں' وہاں کے مجرم کو قتل کیا جاسکتا ہے محفوظ الدم شخص کا خون بہانا غیر حرم میں بھی حرام ہے لہذا حدیث واضح ہے۔ ۶۔ یعنی فتح مکہ کے دن ہمارا مکہ معظمہ پر حملہ کرنا اور حملہ کے دوران میں حضرت خالد بن ولید کی تلوار سے ستر انسانوں کا حرم شریف میں خون ہو جانا یہ ہماری خصوصیات سے ہے' اور خصوصیات میں پیروی نہیں ہوتی' نہ وہ افعال و اعمال سنت کہلاتے ہیں' ہمارے واسطے وہ قتال وقتی طور پر حلال تھا تمہارے لئے دائمی حرام ۷۔ کل سے مراد سارا گزشتہ زمانہ ہے یعنی جیسے حرم محترم کی حرمت کل تھی ایسے ہی آج ہے اور تاقیامت رہے گی۔ ۸۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ عبدالملک خلیفہ برحق ہے اور حضرت عبداللہ ابن زبیر اس کے باغی ہیں' مکہ معظمہ میں باغیوں کی سرکوبی کرنا جائز ہے میں اس فعل پر مجرم نہیں ۹۔ یعنی جو حرم کے باہر خون کرے اور حرم میں پناہ لے لے اسے امن نہیں ہے بلکہ اس پر روزی تنگ کی جائے تاکہ وہ نکلے اور باہر ہونے پر قتل کر دیا جائے' اور اگر اس مردود کا مقصد یہ ہے کہ باہر حرم کا مجرم حرم میں قتل کیا جائے گا تو غلط ہے' وہ عمرو ابن سعید ظالم و فاسق بھی تھا اور نرا جاہل بھی لہذا یہ جملہ شوافع کی دلیل نہیں' جہلاء کے اقوال سے دلیل کیسی (مرقات) ۱۰۔ خربہ' خ کے پیش ر کے جزم سے' اس کے لغوی معنے ہیں اونٹ کی چوری' اب اصطلاح میں مطلقًا فساد کو کہتے ہیں' اس کی مراد فساد سے' جانی مالی ملکی فساد ہے۔

(۲۶۰۵) وَعَنْ عَيَّاشِ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ الْمَخْزُوْمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا عَظَّمُوْا هٰذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيْمِهَا فَاِذَا ضَيَّعُوْا ذٰلِكَ هَلَكُوْا۱ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۶۰۵) روایت ہے حضرت عیاش ابن ابو ربیعہ مخزومی سے ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ امت بھلائی پر رہے گی۔ جب تک اس حرمت کا بحق تعظیم احترام کریں جب اسے برباد کریں گے ہلاک ہو جائیں گے ۲۔ (ابن ماجہ)

(۲۶۰۵) ۱۔ آپ ابوجہل کے اخیافی بھائی ہیں' حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کرتے ہی ایمان لائے' حضرت عمر کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے' پھر حضرت عمر کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے ابوجہل اور حارث ابن ہشام نے دھوکہ سے انہیں مکہ معظمہ بلایا کہ تیری ماں تیرے لئے بیقرار ہے اور وہاں آپ کو قید کر دیا' حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ میں آپ کی رہائی کی دعا کی کہ الٰہی عیاش ابن ربیعہ کو نجات دے' آپ عہد فاروقی میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے (اکمال) ۲۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ جس بادشاہ نے کعبہ معظمہ یا حرم شریف کی بے حرمتی کی' ہلاک و برباد ہو گیا' یزید پلید کے زمانہ میں جب حرم

marfat.com

شریف کی بے حرمتی ہوئی یزید ہلاک ہوا اس کی سلطنت ختم ہو گئی۔

بَابُ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ حَرَسَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى باب مدینہ منورہ کا حرم اللہ اسے محفوظ رکھے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حدود مدینہ منورہ کا ادب و احترام مکہ معظمہ کی حدود کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ مگر اختلاف اس میں کہ حرم مدینہ میں شکار کرنا حلال ہے یا حرام' اگر حرام ہے تو اس کی جزا یعنی فدیہ یا کفارہ واجب ہے یا نہیں' ہمارے امام اعظم کے ہاں وہاں شکار بھی حلال ہے اور درخت وغیرہ کا کاٹنا بھی درست' کیونکہ ان چیزوں کی حلت تو قرآن کریم کی صریحی آیات سے ثابت ہے مگر حدود مدینہ میں ان کی حرمت کی نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث قطعی بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت انس کے بھائی ابو عمیر نے مدینہ منورہ میں ایک چڑیا پالی تھی جو پنجرے میں رکھی تھی اگر مدینہ منورہ میں شکار حرام ہوتا تو چڑیا کو پنجرے میں بند کرنا بھی حرام ہوتا' حرم مکہ میں شکار حرام ہونا اور کر لینے پر جزاء واجب ہونا قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور احادیث قطعیہ سے بھی' بعض آئمہ کے ہاں حرم مدینہ میں شکار حرام تو ہے مگر اس کی جزا واجب نہیں' بعض کے ہاں جزاء بھی واجب ہے بعض کے نزدیک وہاں پرندوں کا شکار حلال ہے' چرندوں کا حرام' بہرحال مسئلہ اختلافی ہے اور اس بارے میں مذہب حنفی بہت قوی ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا كَتَبْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْقُرْاٰنَ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَمَنْ وَّالٰى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ

(۲۶۰۶) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن کے اور اس کے جو اس کتاب میں ہے کچھ اور نہ لکھا۱۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مدینہ منورہ عیر سے ثور تک کے درمیان حرم ہے ۲۔ تو جو اس میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے ۳۔ اس کے نہ فرائض قبول ہوں نہ نفل ۴۔ مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے۔ کہ ان کا ادنیٰ آدمی بھی کوشش کر سکتا ہے ۵۔ جو کسی مسلمان کی عہد شکنی کرے اس پر اللہ' فرشتوں' اور سارے انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول نہ نفل ۶۔ جو اپنے کو

marfat.com

النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُمَا مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوْتَوَلّٰی غَیْرَ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔

اپنے دوستوں کی بغیر اجازت کسی قوم سے عقد دوستی باندھے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول ہوں نہ نفل ۷۔ (مسلم بخاری) انہی کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ جو اپنے غیر باپ کی طرف منسوب کرے ۸۔ یا اپنے غیر مولاؤں سے ولاء کرے تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول ہوں اور نہ نفل ۹۔

(۲۶۰۶) ۱۔ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں رفض اور خروج کی جڑیں قائم ہوئیں چھپے منافق ان گروہوں کی شکل میں نمودار ہوئے، روافض نے مشہور کیا کہ حضرت علی کے پاس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خصوصی وصیت نامہ اور خلافت نامہ ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ آپ اسلام کے خلیفہ اول ہیں۔ لہذا گزشتہ خلافتیں باطل تھیں، اور یہ کہ آپ کے پاس کوئی خاص چھپا ہوا قرآن ہے اور وہی اصلی ہے، اس لئے بعض لوگ آپ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے اور جناب علی مرتضٰی یہ جواب دیتے تھے، بعض روافض کو آپ نے زندہ جلوا دیا جیسا کہ مشکوۃ کتاب الحدود میں آئے گا مگر یہ دبی چنگاری سلگتی ہی رہی صحیفہ ایک کاغذ تھا جس میں کچھ شرعی احکام لکھے ہوئے تھے جو جناب علی کی تلوار کے پر تلہ میں رہتا تھا جو آپ لوگوں کو دکھایا بھی کرتے تھے اور سناتے بھی تھے، وہی واقعہ یہاں بیان ہو رہا ہے آپ فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی اور قرآن نہیں یہی قرآن ہے، اور حضور انور کی کوئی خاص وصیت یا تحریر نہیں صرف یہ ورق ہے۔ جس میں کچھ احکام لکھے ہوئے ہیں ۲۔ عیر و ثور کے متعلق شارحین کے بہت اقوال ہیں، حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ ہیں، جو مدینہ منورہ کے کناروں پر واقع ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ مکہ معظمہ میں ہیں، ثور پہاڑ وہ ہے جس کے غار میں ہجرت کی رات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مع صدیق اکبر چھپے تھے اس لئے اسے غار ثور کہتے ہیں، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جتنا فاصلہ مکہ کے دو پہاڑوں عیر و ثور کے درمیان ہے اتنا فاصلہ مدینہ منورہ کا حرم ہے بعض نے فرمایا کہ عیر تو مدینہ منورہ میں ہے اور ثور مکہ معظمہ میں، بعض کے خیال میں ہے کہ عیر و ثور پہاڑ نہیں بلکہ اطراف مدینہ کے دو میدانوں کا نام ہے جنہیں حرتین کہتے ہیں، بعض روایات میں عیر و احد ہے راوی نے غلطی سے بجائے احد کے ثور کہا، بہر حال مدینہ منورہ کے حدود مراد ہیں ۳۔ یہ فرمان امام اعظم کی قوی دلیل ہیں کہ حدود مدینہ میں شکار حرام نہیں بلکہ یہ چیزیں حرام ہیں جو حضرت علی نے بیان فرمائیں یعنی یہاں بدعتیں ایجاد کرنا بدعتیوں کو مدینہ میں جگہ دینا سخت گناہ ہے کہ اس میں مدینہ منورہ کی بے حرمتی بھی ہے اور دین میں فساد بھی، خیال رہے کہ بدعت و بدعتی سے عقیدہ کی بدعتیں و بدعتی مراد ہیں جیسے رفض و خوارج وہابیت وغیرہ نہ کہ عملی بدعتیں، کہ وہ تو کبھی فرض واجب بھی ہوتی ہیں، جیسے کتب حدیث کا جمع کرنا، یا قرآن کریم کے تیس پارے اور علم فقہ وغیرہ، اگرچہ ہر جگہ ہی بدعتیں بری ہیں مگر مدینہ پاک میں زیادہ بری، ۴۔ صرف سے مراد فرائض ہیں یا شفاعت یا توبہ اور عدل سے مراد نوافل ہیں یا فدیہ گناہ کہ صرف کے معنے ہیں پھیرنا فرائض کی ادا یا شفاعت یا توبہ سے عذاب الٰہی پھر جاتا ہے، لوٹ جاتا ہے، عدل کے معنے ہیں برابری نفل کبھی فرض کی کمی پوری کر کے کامل فرض کے برابر کر دیتے ہیں یا فدیہ، اصل فوت شدہ کے برابر ہوتا ہے۔ ۵۔ یعنی اگر معمولی درجے کا مسلمان کسی کافر کو امان یا ذمہ یا پناہ دیدے تو تمام مسلمانوں پر اس کا پورا کرنا لازم ہے،

marfat.com

اسے توڑنا حرام ہے اور باعث مذمت' سارے مسلمان ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں کہ روح سب کی ایک ہے کوشش کرنے سے مراد والی یا متولی یا ذمہ دار ہوتا ہے ۶؎ یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کے ذمہ یا اس کی دی ہوئی امان توڑے یا اس کے کیے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے اس پر لعنت ہے ۷؎ ولاء دو قسم کی ہے ولاء موالات اور ولاء عتاقة' ولاء موالات قوموں کے معاہدے کو کہتے ہیں کہ چند قومیں کسی معاہدے میں شریک ہو کر ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن جائیں' ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کیے کسی اور قوم سے معاہدہ نہ کرے کہ اس میں عہد شکنی ہے جو حرام ہے یا یہ مطلب ہے کہ آزاد کردہ غلام اپنے آزاد کرنے والے مولی کا عتاقہ ہے کہ اسے اس غلام کی میراث کا حق پہنچتا ہے' یہ غلام دوسرے کو اپنا مولی نہ بتائے جس کا معتق ہے اسی کا رہے یا یہ مطلب ہے کہ کوئی مسلمان بھائی' بھائی مسلمان کو ستانے کے لئے کافر سے دوستی نہ کرے ورنہ لعنت کا مستحق ہوگا غرضیکہ اس جملہ کی تین شرحیں ہیں' اس کلام سے معلوم ہوا کہ علم لکھ لینا سنت صحابہ ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ روافض کا یہ قول غلط محض ہے کہ حضور انور نے اہل بیت کو خلافت کی وصیت کی یا کوئی خاص قرآن دیا یا انہیں قرآن کے ایسے خاص اسرار لکھائے جو دوسروں سے چھپائے' نعوذ باللہ' ۸؎ اس طرح کہ غیر باپ کو اپنا باپ بتائے کہ فلاں کا بیٹا ہوں یا اپنے کو غیر قوم کی طرف نسبت کرے' سید نہ ہو مگر کہے کہ میں سید ہوں' اس میں ماں کو گالی دینا ہے اور سخت لعنت و عذاب کا استحقاق ۹؎ اس فرمان عالی سے آج کل کے وہ لوگ عبرت پکڑیں جنہیں سید یا شیخ یا پٹھان بننے کا شوق ہے' اسی بیماری میں بہت مسلمان گرفتار ہیں' رب تعالٰی اس مرض سے شفا بخشے۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَیِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ يُّقْطَعَ عِضَاهُهَا اَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا وَقَالَ الْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ لَا يَدَعُهَا اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَبْدَلَ اللّٰهُ فِيْهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَلَا يَثْبُتُ اَحَدٌ لَاْوَائِهَا وَجُهْدِهَا اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۰۷) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں مدینہ کے دو کناروں کے درمیان یہاں سے کانٹے کاٹنا یا یہاں کا شکار قتل کرنا حرام کرتا ہوں ۱؎ فرمایا مدینہ مسلمانوں کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانتے ہوتے ۲؎ ایسا کوئی نہیں جو مدینہ سے رغبتی کرتے ہوئے اسے چھوڑے مگر اللہ اس مدینہ میں اس کو اچھا رہنے والا بسائے گا ۳؎ اور کوئی شخص مدینہ کی سختی اور بھوک پر صبر نہ کرے گا مگر میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا ۴؎ (مسلم)

(۲۶۰۷) ۱؎ یہ حدیث ان محدثین و فقہاء کی دلیل ہے جو فرماتے ہیں کہ حرم مدینہ کے حدود میں شکار کرنا خود رو درخت کاٹنا حرام تو ہے مگر اس کی جزا واجب نہیں ہم عرض کر چکے ہیں کہ شکار کی حلت قرآنی آیات سے ثابت ہے لہذا اس کی حرمت اس جیسی ظنی حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ دوسری احادیث اس کے خلاف ہیں۔ لابہ پتھریلی زمین کو کہتے ہیں' مدینہ منورہ کے آس پاس کی زمین پتھریلی ہے' عضاۃ درخت خاردار کو ۲؎ یعنی اگر شام وغیرہ سرسبز ملکوں میں دنیاوی آرام زیادہ ہیں مگر جس مسلمان کو مدینہ پاک میں رہنا سہنا نصیب ہو جائے تو اس کی خوش نصیبی ہے وہ اسے تمام سرسبز ملکوں سے بہتر جانے ۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ ہمیشہ آباد رہے گا کبھی ویران نہ ہوگا' اگر کوئی قوم یا جماعت اسے چھوڑ بھی جائے تو دوسری قوم اسے آباد کرے گی' یہاں رہنے والے

marfat.com

بہت ہیں جو یہاں آباد ہونے کی آرزو کرتے ہیں' یہ خبر بالکل برحق ہے جس کا ثبوت مشاہدہ سے ہو رہا ہے کتنے کنبے اور کتنی قومیں ہیں جو وہاں آباد ہو گئیں اور کتنے سینے ہیں جن میں وہاں کی تڑپ ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے **وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم** حق یہ ہے کہ یہ قانون قیامت تک کے لئے ہے۔ ۴۔ لاواء اور جہد یا ہم معنے ہیں یا قریب المعنے یعنی جو مدینہ منورہ کی غربت و بے کسی کی زندگی یہاں کی تکالیف و قحط و بھوک پر صبر کر کے حضور کے قدموں میں پڑا رہے گا انشاءاللہ اس کا خاتمہ بخیر ہو گا اور حضور انور اس کے گناہوں کی شفاعت نیکیوں کی گواہی ادا فرمائیں گے یا حضور انور اپنے زمانہ میں مرنے والوں کی گواہی اور بعد میں وہاں مرنے والوں کی شفاعت کریں گے اگرچہ حضور اپنے ہر امتی کے گواہ بھی ہیں اور شفیع بھی' مگر مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت بھی خصوصی ہو گی اور گواہی بھی خصوصی' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان حرمین طیبین خصوصاً مدینہ منورہ میں رہنے مرنے کو رب تعالٰی کی اعلٰی نعمت جانے' اگر یہ مٹی وہاں کی پاک مٹی سے مل جائے تو اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے **شعر:۔**

☆ پس مرگ مری مٹی ٹھکانے خوب لگ جاتی ☆ میسر گر مجھے دو گز مدینہ کی زمیں ہوتی ☆

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَصْبِرُ عَلٰی لَاوَآءِ الْمَدِیْنَةِ وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ[۱] (رواہ مسلم)

(۲۶۰۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا کوئی امتی مدینہ کی سختیوں اور تکلیف پر صبر نہ کرے گا مگر میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔[۱] (مسلم)

(۲۶۰۸) ۱۔ شفاعت خصوصی' حق یہ ہے کہ یہ وعدہ ساری امت کیلئے ہے کہ مدینہ میں مرنے والے حضور انور کی اس شفاعت کے مستحق ہیں **شعر:۔**

☆ طیبہ میں سر کے سیدھے چلے جاؤ آنکھیں بند ☆ سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے ☆

خیال رہے کہ حضور انور کی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں رہنا بہتر تھا اور ہجرت کے بعد فتح مکہ سے پہلے مکہ معظمہ میں رہنا مسلمان کو منع ہو گیا ہجرت واجب ہو گئی اور فتح مکہ کے بعد وہاں رہنا تو جائز ہوا' مگر مدینہ منورہ میں رہنا افضل قرار پایا کہ یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے قرب ہے' اسی لئے زیادہ تر فضائل مدینہ پاک میں رہنے کے آئے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ کَانَ النَّاسُ اِذَا رَاَوْا اَوَّلَ الثَّمَرَةِ جَآءُوْا بِهٖ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ عَبْدُكَ وَخَلِیْلُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنِّیْ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَاَنَا اَدْعُوْكَ لِلْمَدِیْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهٖ مَعَهٗ ثُمَّ قَالَ یَدْعُوْا اَصْغَرَ وَلِیْدٍ لَهٗ فَیُعْطِیْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ۔

(۲۶۰۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے تھے ۱۔ جب حضور اسے لیتے تو فرماتے الٰہی ہمارے پھلوں میں ہمارے لئے برکت دے ہمارے مدینہ میں برکت دے ۲۔ ہمارے صاع میں ہمارے مد میں ہمارے واسطے برکت دے ۳۔ الٰہی ابراہیم تیرے بندے تیرے خلیل تیرے نبی ہیں اور میں تیرا بندہ تیرا نبی ہوں ۴۔ انہوں نے مکہ کیلئے دعا کی ۵۔ اور میں مدینہ کے لئے ویسی ہی دعا کرتا ہوں جیسی انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی اور اتنی ہی اس کے ساتھ اور ۶۔ فرمایا پھر کسی چھوٹے بچے کو بلاتے اسے یہ پھل عطا

marfat.com

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)　فرمادیتے ۷۔(مسلم)

(۲۶۰۹) ا۔یعنی باغ والے اپنے باغ کا پہلا پھل، یوں ہی مدینہ والے جب بازار میں نیا پھل دیکھتے تو حضور انور کی خدمت میں ہدیۃ لاتے تاکہ باغ میں اور گھروں میں برکت رہے بعض لوگ پہلے پھل پر فاتحہ دے کر بچوں میں تقسیم کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، فاتحہ میں ثواب کا نذرانہ ہوتا ہے، اگر ہم کو وہ میسر نہ ہوا تو ہدیہ ثواب ہی کریں۔ ۲۔یعنی مدینہ کی آبادی میں بھی برکت دے اور یہاں کے پھل فروٹ میں بھی حضور کی دعائیں قبول ہوئیں، چنانچہ زمانہ فاروقی میں مدینہ میں چالیس ہزار سوار فوجی تھے، پیادے ان کے علاوہ دوسری آبادی ان کے سواء اور وہاں کے پھلوں کی برکت تو مشہور ہی ہے (مرقات) ۳۔صاع و مد سے مراد ان پیمانوں میں نپنے والے دانہ ہیں جیسے گندم جو وغیرہ پھلوں کی برکت کی دعا پہلے گزر گئی، اور غلہ کی برکت کی دعا یہ ہے، ہمارے لئے فرما کر یہ بتایا کہ یہ برکتیں مسلمانوں کے لئے ہوں ۴۔حضور انور نے حضرت ابراہیم کے خلیل ہونے کا تو ذکر فرمایا مگر اپنے حبیب ہونے کا ذکر نہ فرمایا تواضع و انکسار کے لئے خلیل وہ جو رب کی مانے، حبیب وہ کہ رب اس کی مانے، خلیل بیرونی دوست، حبیب اندرونی دوست، دوستوں سے ملاقات پردہ کے باہر ہوتی ہے، حبیب سے ملاقات پردہ کے اندر

☆ تم تو مغز اور پوست اور ہیں باہر کے دوست　☆　تم ہو درون سراتم پہ کروڑوں درود ☆

نبی و رسول کبھی ہم معنے ہوتے ہیں اور کبھی نبی رسول سے عام، نبوت میں رب تعالٰی سے فیض لیتا ہے، اور رسالت میں دوسروں کو فیض دیتا ہے، حق یہ ہے نبوت سے رسالت افضل ہے، رسول تین سو تیرہ ہیں، نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش، نبی کی ولایت ان کی نبوت سے بعض کے نزدیک افضل ہے بعض کے ہاں برعکس (مرقات) ۵۔جناب خلیل نے مکہ معظمہ کے لئے دعا کی تھی فاجعل افئدۃ من الناس تهوی الیهم وارزق اقهم من الثمرات لعلهم یشکرون خدایا لوگوں کے دل مکہ معظمہ کی طرف مائل فرمادے اور یہاں کے باشندوں کو پھل دے تاکہ وہ شکر ادا کریں ۶۔اور سے مراد دوگنی نہیں بلکہ کئی گنی، یعنی مدینہ کی طرف لوگوں کے دل خوب مائل کردے اور یہاں بہت پھل فروٹ پیدا فرما، برکتیں دے، اس دعا شریف کا اثر آج بھی دیکھا جارہا ہے کہ مکہ معظمہ سے زیادہ مدینہ پاک کی طرف لوگوں کا میلان قلبی ہے، مدینہ کی تعریف میں ہزارہا قصیدے لکھے گئے، وہاں کا سا پانی، کھانا، پھل اور جگہ دیکھے نہ گئے ۷۔اس حدیث سے پہلے پھل پر، پھل سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بچوں میں تقسیم کرنا سب کچھ ثابت ہے کہ حضور انور پھل سامنے رکھ کر یا ہاتھ میں لے کر یہ دعا پڑھتے تھے، فاتحہ میں کھانا، پھل سامنے ہوتے ہیں، ایصال ثواب اور دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں، حضور انور نے بچہ کو یہ پھل دیئے، اب بھی بچوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَامًا وَّاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَةَ حَرَامًا مَا بَیْنَ مَاْزِمَیْهَا اَنْ لَّا یُهْرَاقَ فِیْهَا دَمٌ وَلَا یُحْمَلَ فِیْهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا تُخْبَطَ فِیْهَا شَجَرَةٌ اِلَّا لِعَلْفٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۱۰) روایت ہے حضرت ابو سعید سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی، آپ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا ا۔اسی کیلئے احرام بنایا ۲۔اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں ۳۔اس کے گوشوں کے درمیان کو ۴۔کہ اس میں نہ خون بہایا جائے نہ اس میں جنگ کے لئے ہتھیار اٹھایا جائے ۵۔نہ بجز چارے کے یہاں کا درخت کاٹا جائے ۶۔(مسلم)

(۲۴۱۰) ا۔اس طرح کہ آپ نے مکہ معظمہ کو حرم بنانے کی رب سے دعا کی' اور رب نے آپ کی دعاء سے حرم بنایا' چونکہ آپ کی دعا حرم بننے کا سبب ہوئی' اس لئے گویا انہوں نے ہی حرم بنایا' لہذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالٰی نے خود ہی اسے حرم بنایا جبکہ آسمان و زمین پیدا فرمائے' حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ سے اس کے وہ احکام جاری ہوئے جو آج بھی باقی ہیں یعنی یہاں کے شکار کر لینے پر قیمت کا فدیہ واجب ہونا' باقی اس بقعہ پاک کا احترام' وہ تو ابتداء خلق سے ہو رہا ہے' اس لئے اس کے حرم بنانے کی نسبت حضرت خلیل کی طرف درست ہے' ۲۔ یعنی مکہ معظمہ میں احرام باندھ کر آنا' بغیر احرام داخلہ منع ہونا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے آپ کی دعاء سے ہوا' اس جملہ نے حرم بنانے کے معنے واضح کر دیئے ۳۔ یعنی اس زمین مدینہ کو تاقیامت محترم و معظم قرار دیتا ہوں' حضرت خلیل اور حبیب کے حرم بنانے میں بہت طرح فرق ہے' جن میں سے ایک یہ ہے کہ جناب خلیل نے اس زمین مکہ کو حرم بنایا جو بعض وجوہ سے پہلے بھی حرم تھی' اور لوگوں سے جو عظمت اس کی گم ہو گئی تھی وہ ظاہر فرمائی' مگر حضور انور نے اس زمین مدینہ کو حرم بنایا جو پہلے سے معظم نہ تھی بلکہ لوگ اس سے گھبراتے تھے کہ یہ جگہ وباؤں کی تھی حتی کہ اس کا نام بھی یثرب تھا یعنی بلاؤں کا گھر' ۴۔ مازم دو پہاڑوں کے درمیانی تنگ راستہ کو کہتے ہیں جو کہیں بالکل مل جائے اور کہیں وسیع ہو جائے' اس سے مراد اطراف مدینہ ہیں (مرقات) ۵۔ لا یحمل الخ خون نہ بہانے کی تفسیر ہے یعنی مدینہ کی حدود میں مسلمان لڑیں بھڑیں نہیں جس سے خون خرابہ ہو کہ اگرچہ یہ حرکت ہر جگہ ہی بری ہے مگر مدینہ میں زیادہ بری' کسی امام کے ہاں اس کے یہ معنے نہیں کہ اگر مستحق قتل مجرم زمین مدینہ میں پناہ لے لے تو اس سے قصاص نہ لیا جائے' یہ صرف مکہ معظمہ کی شان ہے کہ من دخلہ کان امنا یہ جملہ امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے کہ حرم مدینہ میں درخت کاٹنا درست ہے کہ یہاں چارے کے لئے کاٹنے کی اجازت دی' اگر درخت کاٹنا حرام ہوتے تو چارے کے لئے بھی نہ کاٹے جاتے جیسا کہ مکہ معظمہ کے حرم میں ہے' رہا وہاں کے شکار کا حرام ہونا تو چڑیوں و دیگر پرندوں کے شکار کے جواز پر قریباً سب ہی کا اتفاق ہے' چرندے کے شکار کو اکثر و جمہور صحابہ درست مانتے ہیں' بعض نے منع فرمایا' مگر اس شکار کی بھی قیمت خیرات کرنا کسی کے ہاں واجب نہیں اور نہ کسی حدیث سے اس کا وجوب ثابت ہے' غرضیکہ حرم مکہ بمعنی تحریم ہے اور حرم مدینہ بمعنی احترام' مدینہ منورہ کا احترام مکہ معظمہ سے بھی زیادہ ہے' خیال رہے کہ حرم مدینہ کو حرم مکہ سے تشبیہ دینا بعض وجوہ یعنی احترام و تعظیم کے لحاظ سے ہے نہ کہ تمام وجوہ سے جیسے رب تعالٰی کا فرمان ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ مدینہ منورہ دار الہجرۃ ہے یہاں لوگ کثرت سے حاضر ہوں گے لہذا یہاں سے درخت وغیرہ نہ کاٹو' تاکہ یہاں کی زینت نہ جاتی رہے' آج دیگر سرکاری جگہ میں پھول توڑنا درخت کاٹنا منع ہوتا ہے' کیوں؟ بقاء زینت کے لئے یہ حکم بھی ایسے ہی ہے' کہ چارے کے لئے کاٹ لو' بلا ضرورت نہ کاٹو۔

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ سَعْدًا رَكِبَ اِلٰى قَصْرِهٖ بِالْعَقِيْقِ فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا اَوْ يَخْبِطُهٗ فَسَلَبَهٗ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَآءَهٗ اَهْلُ الْعَبْدِ فَكَلَّمُوْهُ اَنْ يَرُدَّ عَلٰى غُلَامِهِمْ اَوْ عَلَيْهِمْ مَا اَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اَرُدَّ

(۲۴۱۱) روایت ہے حضرت عامر ابن سعید سے کہ جناب سعد اپنے ڈیرے کی طرف سوار ہوئے جو عقیق میں تھا تو ایک غلام کو درخت کاٹتے یا پتے جھاڑتے دیکھا ا۔ تو اس کے کپڑے چھین لیے جب حضرت سعد لوٹے تو ان کے پاس غلام والے لوگ آئے اور عرض کیا کہ ان کے غلام کو یا ان کو وہ سامان واپس کر دیں جو ان کے

marfat.com

شَيْئًا نَفَّلَنِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبٰى اَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهِمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

غلام سے لیا ہے ۲؎ تو آپ نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں وہ چیز واپس کروں جو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غنیمتہ عطا فرمائی ہے اور واپس کرنے سے انکار کردیا ۳؎۔ (مسلم)

(۲۶۱۱) ۱؎ عقیق مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے ذوالحلیفہ کے راستہ میں چونکہ یہ جگہ حرم مدینہ میں داخل ہے اس لئے یہ واقعہ درپیش ہوا' شک راوی کو ہے کہ یہ غلام اپنے جانوروں کیلئے یا تو خودرو چھوٹے درخت کاٹ رہا تھا یا کسی بڑے جنگلی درخت کے پتے جھاڑ رہا تھا۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کا مذہب یہ ہی ہے کہ حرم مدینہ کے درخت کاٹنے یا پتے جھاڑنے پر ضمان نہیں ہے' حضرت سعد ابن ابی وقاص نے جو اس غلام کے کپڑے اور سامان چھین لیا وہ یا تو سیاستہ ہے یا انہوں نے اس حدیث کا مطلب سمجھا نہیں جس میں سامان چھین لینے کا حکم ہے' ورنہ یہ حضرات حضرت سعد ابن ابی وقاص سے سامان واپس نہ مانگتے' بلکہ ان کی تائید کرتے کہ احکام شرعیہ پر عمل ضروری ہے' اس کے خلاف کا مشورہ دینا گناہ ہے' یہ واپسی کا مطالبہ قابل غور ہے۔ ۳؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کسی کو حرم مدینہ کے درخت یا پتے کاٹتے دیکھو تو بطور غنیمت سامان چھین لو اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس سامان کی قیمت دے دوں' مگر سامان نہ دوں گا' یہ حدیث تمام آئمہ کے ہاں واجب التاویل ہے کسی کا اس پر عمل نہیں' کیونکہ یہ کوئی نہیں کہتا کہ درخت کاٹنے والے کا سامان کپڑے وغیرہ چھین لو' حرم مکہ میں بھی شکار یا درخت کی قیمت خیرات کرنا ہوتی ہے کوئی شکاری کا سامان چھین نہیں سکتا' لہذا یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ سرکار عالی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اس کے کپڑے چھین لو تشدیدا" ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو نمازی کے آگے سے گزرنے لگے اس سے جنگ کرو یا نوحہ کرنے والی عورتوں کے منہ میں خاک ڈال دو یا جو کسی کی تعریف اس کے سامنے کرے تو اس کے منہ میں خاک جھونک دو' یہ احادیث اپنے ظاہری معنے پر نہیں' ایسے ہی یہاں سامان چھیننے کے ظاہری معنے مراد نہیں' بلکہ مراد ہے سختی سے منع کر دینا' حضرت سعد کا یہ اجتہادی حکم ہے کافر حربی کا مال غنیمت ہوتا ہے ذمی کافر کا مال بھی غنیمت نہیں ہوتا چہ جائیکہ مسلمان کا' خیال رہے کہ امام مالک و شافعی کے ہاں مدینے کے شکار اور درخت کاٹنا حرام تو ہیں' مگر ان کی جزاء واجب نہیں' بعض ائمہ کے ہاں جزاء یعنی قیمت خیرات کرنا واجب ہے' ہمارے ہاں نہ جزاء ہے نہ یہ کام حرام مکروہ ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا' حضرت ابن مسعود' ابن عمر' عائشہ صدیقہ کا یہی مذہب ہے' خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت وہاں کی کھجوریں وغیرہ کٹ کٹ دیں' مشرکین کی قبریں اکھیڑ دیں اور وہاں مسجد بنادی' حضرت ابن مسعود' اور ابن زبالہ نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسلمہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم عقیق میں شکار کھیلو تو ہم تمہاری امداد کریں' جیسا کہ ابن ابی شیبہ' طبرانی' منذری نے باسناد حسن روایت کی' نیز طبرانی میں حضرت انس سے مرفوعا" منقول ہے کہ حضور انور نے فرمایا جب تم احد پہاڑ پر جاؤ تو وہاں کے درخت یا کچھ گھاس کھالو اور کھانا بغیر اکھیڑے یا کاٹے ناممکن ہے (دیکھو مرقات وغیرہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ اَبُوْبَكْرٍ وَبِلَالٌ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ

(۲۶۱۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر و بلال کو بخار آگیا ۱؎ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

marfat.com

فَقَالَ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَ صَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہوئی میں نے حضور انور کو یہ خبردی تو فرمایا الٰہی مدینہ ہمیں ایسا پیارا کردے جیسے مکہ پیارا تھا یا اس سے بھی زیادہ اور اسے صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع و مد میں ہمیں برکت دے اور یہاں کے بخار کو نقل کرکے جحفہ میں بھیج دے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۱۲) ا۔ اور یہ دونوں حضرات بخار کی شدت میں مکہ معظمہ کو بہت یاد کرتے تھے چنانچہ حضرت بلال یہ شعر پڑھا کرتے تھے شعر:۔

☆ الا لیت شعری هل ابیتن لیلة ☆ بواد و عندی اذ خر و جلیل ☆

☆ وهل اردن یوما میاه مجنة ☆ وهل تبدون بی شامة والطفیل ☆

غرضیکہ مکہ کی آب و ہوا اور شیریں پانی حتی کہ وہاں کے گھاس و پہاڑ بھی یاد ہوتے تھے۔ ۲۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام دعائیں قبول ہوئیں' چنانچہ آج بھی ہر مسلمان کو بمقابلہ مکہ مکرمہ کے مدینہ منورہ زیادہ پیارا ہے' اور مدینہ پاک کی آب و ہوا بہت ہی صحت بخش ہے' حتی کہ وہاں کی خاک خاک شفا کہلاتی ہے' وہاں کی روزی میں بڑی برکت ہے' جحفہ حرمین طیبین کے درمیان چھوٹی سی بستی ہے' جہاں اس زمانہ میں یہود آباد تھے' اب بھی وہاں کی آب و ہوا نرا بخار ہے کہ اگر پرندہ وہاں سے گزر جائے تو بیمار پڑ جاتا ہے (لمعات) یہ حدیث امام مالک کی دلیل ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِيْ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِيْنَةِ رَاَيْتُ امْرَاَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّاْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى نَزَلَتْ مَهْيَعَةَ فَتَاَوَّلْتُهَا اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ نُقِلَ اِلٰى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۶۱۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب کے متعلق جو مدینہ کے بارے میں دیکھی ا۔ فرمایا میں نے ایک کالی بال بکھیرے عورت دیکھی کہ مدینہ سے نکلی حتی کہ مہیعہ ہی اتر گئی ۲۔ ہم نے اس کی تعبیر یہ کی کہ مدینہ منورہ کی وباء مہیعہ کی طرف نقل ہو گئی' مہیعہ جحفہ کا نام ہے ۳۔ (بخاری)

(۲۶۱۳) ا۔ یعنی حضرت ابن عمر نے حضور کی خواب کا ایک بڑا واقعہ بیان کیا جس میں الفاظ یہ بھی ہیں جو یہاں منقول ہیں ۲۔ مہیعہ کے معنے ہیں وسیع زمین یا فراخ بستی جب سیلابوں نے اس بستی کو برباد کر دیا تو اس کا نام جحفہ ہو گیا' یعنی کٹی ہوئی زمین (مرقات) غالباً یہ خواب اس دعا شریف کے بعد دیکھی ہو گی جو پہلے گزری ۳۔ یہاں وباء سے مراد طاعون' ہیضہ وغیرہ وبائی بیماریاں نہیں بلکہ خرابی آب و ہوا کی بنا پر عام بیماریاں مراد ہیں لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جہاں وباء ہو وہاں جانا منع ہے' پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کیوں تشریف لائے؟ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اب جحفہ کا یہ حال ہے کہ وہاں ایک مقام غدیر خمہ ہے وہاں کوئی شخص بلوغ تک زندہ نہیں رہتا' اس سے پہلے ہی بیماریوں کا شکار ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے لہٰذا اب وہ جگہ ویران ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جیسے کفار کی بستیوں پر بمباری و تیر اندازی کر سکتے ہیں' ایسے ہی وہاں کے لئے بیماری کی بد دعا بھی کر سکتے ہیں' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور نے اپنے مدینہ کی وباء دوسروں پر کیوں نقل فرمادی۔

وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِىْ زُهَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَاْتِىْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الشَّامُ فَيَاْتِىْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَاْتِىْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ.
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۱۳) روایت ہے حضرت سفیان ابن ابی زہیر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب یمن فتح ہو گا تو ایک قوم دوڑتی ہوئی خوشی خوشی آئے گی ا۔ اور اپنے بال بچوں اور اپنے خدام کو وہاں لے جائے گی حالانکہ اگر وہ سمجھتے تو مدینہ ان کے بہتر تھا ۲۔ اور شام فتح ہو گا تو ایک قوم خوشی خوشی دوڑتی آئے گی تو گھر والوں اور خدام کو وہاں لے جائے گی حالانکہ ان کے لئے مدینہ اچھا تھا' اگر وہ جانتے اور عراق فتح ہو گا ۳۔ تو ایک قوم خوشی' خوشی دوڑتی آئے گی اور اپنے بال بچوں اور غلاموں کو لے جائے گی' حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا اگر جانتے ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۱۴) ا۔ یبسون بس سے بنا' معنی نرم رفتار' رب تعالیٰ فرماتا ہے وبست الجبال بسا یعنی فتح یمن کے بعد بعض مدینہ والے وہاں جا کر وہاں کے عیش و آرام دیکھیں گے تو خراماں خراماں خوش خوش مدینہ آئیں گے اور اپنے بال بچوں کو یمن لے جائیں گے' مدینہ منورہ کی رہائش چھوڑ کر یمن کی بود و باش اختیار کرلیں گے بعض شارحین نے اس جملہ کے یہ معنے کئے کہ فتح یمن کے بعد بعض یمنی لوگ اپنے بال بچے مدینہ منورہ لے آئیں گے اور مدینہ کی بود و باش اختیار کرلیں گے مگر یہ معنے بعید ہیں اگلا مضمون اس کے موافق نہیں الا بالتاویل البعید (از مرقات) ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ لو تمنا کا ہے یعنی کاش یہ چلے جانے والے لوگ یہ جان لیتے کہ دوسرے شہروں سے مدینہ منورہ ان کے لئے بہتر ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہے' مسجد نبوی شریف میں نماز میسر ہے' یہ سرزمین جائے نزول وحی ہے' یہاں دین و دنیا کی بھلائیاں ہیں خیال رہے کہ عراق عہد صدیقی میں فتح ہوا اور شام خلافت فاروقی میں لہذا' یہاں ذکر کی ترتیب واقع کی ترتیب کے موافق نہیں ہے۔ ۳۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یمن' شام' عراق غرضیکہ تمام ملکوں سے مدینہ منورہ بہتر اور افضل ہے اگرچہ شام میں ہزارہا انبیاء کرام کے مزارات ہیں' وہاں بیت المقدس ہے اور مدینہ منورہ میں صرف حضور انور آرام فرما ہیں مگر مدینہ ہی افضل ہے کہ سارے تارے شام میں ہیں اور سورج مدینہ میں' امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اس جملہ کے معنے یہ کرتے ہیں کہ تمام جگہ سے بہتر مدینہ ہے' اس میں مکہ معظمہ بھی داخل ہے' اسی بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ افضل ہے (مرقات) خیال رہے کہ تمام اماموں کا یہاں مدینہ میں رہنا افضل ہے' مکہ میں رہنے سے بھی کسی حدیث میں مکہ معظمہ کے رہنے پر اتنا زور نہیں دیا گیا جتنا مدینہ پاک میں رہنے پر دیا گیا ہے' مکہ معظمہ کا افضل ہونا اور ہے اور وہاں رہنے سہنے کا افضل ہونا کچھ اور ہم اس کے متعلق پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس نے طائف شریف کا قیام اختیار فرمایا شعر۔

☆ میرا دل زار مدینہ میں ہے میں ہوں یہاں یار مدینہ میں ☆ خلد کا مختار مدینہ میں ہے دید کا بازار مدینہ میں ہے

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۲۶۱۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی بستی کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی ا۔ لوگ اسے یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے ۲۔ لوگوں کو ایسے صاف کردے گی جیسے بھٹی لوہے کے میل کو ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۶۵) ا۔ غالبًا یہ ارشاد گرامی ہجرت سے پہلے ہوا کہ مجھے ہجرت کرکے وہاں جانے کا حکم دیا ہے' ہو سکتا ہے کہ بعد ہجرت کا یہ فرمان ہو یعنی مجھے رب تعالٰی نے اس مدینہ کی بستی میں رہنے کا حکم دیا ہے' کھاجانے کے معنے یہ ہیں کہ یہاں کے لوگ تمام ملکوں کو فتح کریں گے اور ان کے مال و خزانے مدینہ میں پہنچ جائیں گے' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شام' فارس اور روم کے خزانے مدینہ پہنچے یا یہاں کے باشندے پہلے بھی دوسروں پر غالب آتے رہے ہیں چنانچہ پہلے مدینہ منورہ میں قوم عمالقہ رہی تو وہ بہت ملکوں پر غالب آگئی' پھر یہاں یہود آباد ہوئے' تو وہ عمالقہ پر غالب آئے' پھر مہاجرین مومن یہاں رہے وہ تمام روئے زمین پر غالب آگئے ۲۔ مدینہ منورہ کے نام سو سے بھی زیادہ ہیں' طیبہ' طابہ' بطحہ' مدینہ' ابطح وغیرہ' ہجرت سے پہلے لوگ اسے یثرب کہتے تھے یا تو اس لئے کہ یہاں قوم عمالقہ کا جو پہلا آدمی آیا اس کا نام یثرب تھا یا یہ لفظ ثرب سے مشتق ہے بمعنی سرزنش' سزا' مصیبت' وبلا رب تعالٰی فرماتا ہے لا تثریب علیکم الیوم اب اسے یثرب کہنا سخت منع ہے' قرآن کریم میں جو اسے یثرب کہا گیا ہے یااھل یثرب لا مقام لکم وہ قول منافقین ہے' امام احمد فرماتے ہیں کہ جو مدینہ منورہ کو یثرب کہے وہ توبہ کرے' بخاری نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ جو ایک بار اسے یثرب کہے وہ بطور کفارہ دس بار اسے مدینہ کہے' مدینہ کے معنے ہیں' اجتماع کی جگہ' مدن سے مشتق ہے بمعنی اجتماع اسی سے ہے تمدن و مدنیت' شہر کو مدینہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہاں ہر قسم کے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے' کسی شاعر نے مدینہ کے عجیب معنے یہ بیان کئے۔

☆ معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں ☆ مدنے شق کرلیا ہے دین کو آغوش میں ☆

۳۔ یہ زمین مدینہ کی تاثیر ہے کہ اس نے وہاں سے مشرکین و کفار کو یا تو مومن بنادیا اور یا وہاں سے نکال دیا' چنانچہ اوس و خزرج تو مومن ہوگئے بنی قریظہ ہلاک اور بنی نضیر وہاں سے جلاوطن کردیئے گئے' صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خبیث وہاں مرکر دفن بھی ہوجائے' تو فرشتے وہاں سے اس کی نعش کسی دوسری جگہ منتقل کردیتے ہیں' اور اگر کوئی وہاں کا عاشق دوسری جگہ دفن ہوجائے تو اس کی نعش مدینہ منورہ پہنچادیتے ہیں' غرضیکہ زمین مدینہ بھی بھٹی ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ سَمّٰى الْمَدِيْنَةَ طَابَةَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۶۶) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے ا۔ (مسلم)

(۲۶۶۶) ا۔ یعنی لوح محفوظ میں مدینہ منورہ کا نام طابہ' طیبہ ہے' یا رب تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اس کا نام طابہ رکھیں اس کے معنی ہیں پاک و صاف اور خوشبودار جگہ' اسے رب تعالٰی نے کفر و شرک سے پاک کیا' یہاں کے باشندوں کو بدخلقی وغیرہ سے صاف فرمایا جیسا کہ آج بھی مشاہدہ ہے کہ مدینہ منورہ کے باشندے اخلاق و عادات اور نرمی طبیعت میں بہت اعلٰی ہیں' نیز زمین مدینہ بلکہ در و دیوار میں ایک خاص مہک ہے وہاں کے خس و خاشاک اگرچہ گلی کوچوں میں جمع رہیں مگر بدبو نہیں دیتے'

marfat.com

وہاں کی مٹی میں قدرتی خوشبو ہے مگر محسوس اسے ہو جس کے دماغ میں کفر و نفاق کا نزلہ زکام نہ ہو۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَ الْاَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَآءَهٗ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى ثُمَّ جَآءَهٗ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا وَتَنْصَعُ طِيْبَهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۱۷) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ۱۔ پھر اسے مدینہ منورہ میں بخار آگیا ۲۔ تو وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا یا محمد میری بیعت فسخ فرمادیجئے ۳۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا ۳۔ وہ پھر حاضر ہوا بولا میری بیعت فسخ کردیجئے ۴۔ حضور نے انکار کیا وہ پھر آیا بولا میری بیعت فسخ فرمادیجئے حضور نے انکار کیا وہ بدوی آخر چلا گیا ۵۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو لوہے کے میل کو دور کردیتی ہے اور اچھے کو خالص کرلیتی ہے ۶۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۱۷) ۱۔ یعنی ایک دیہاتی آدمی ایمان لایا، پھر اس نے ہجرت پر حضور انور سے بیعت کی کہ میں اپنے وطن میں جو دارالکفر ہے قیام نہ رکھوں گا بلکہ مدینہ منورہ آپ کے قدموں میں آن بسوں گا ۲۔ وہ بے وقوف سمجھا کہ مدینہ کی آب و ہوا مجھے موافق نہیں اور یہ بیعت مجھے راس نہ آئی جس سے میں بیمار ہوگیا، اس لئے اس نے اگلا کلام عرض کیا ۳۔ اور مجھے اجازت دیجئے کہ اسلام سے پھر جاؤں یا اپنی ہجرت توڑ کر اپنے وطن چلا جاؤں ۴۔ کیونکہ پہلی صورت میں تو فسخ بیعت سے اسے ارتداد کی اجازت دینا لازم ہوگا اور دوسری صورت میں مہاجر کو ہجرت ختم کردینے کی اجازت ہوگی، پہلی جز کفر ہے دوسری جز حرام، فتح مکہ کے بعد بھی حضور انور نے کسی مہاجر کو مکہ معظمہ بسنے کی اجازت تو کیا وہاں تین دن سے زیادہ بلا ضرورت رہنے کی اجازت نہ دی ۴۔ وہ سمجھا یہ تھا کہ جیسے بیع، نکاح، بعض صورتوں میں فسخ ہوجاتے ہیں، ایسے ہی بیعت اسلام یا بیعت ہجرت بھی فسخ ہوسکتی ہے، اس لئے بار بار یہ کہتا رہا، ظاہر یہ ہے کہ وہ مرتد ہونا نہ چاہتا تھا بلکہ ہجرت چھوڑنا چاہتا تھا ورنہ واجب القتل ہوتا کہ کفر و ارتداد کا ارادہ کرلینا بھی کفر ہے ۵۔ یعنی بغیر اجازت ہی مدینہ منورہ سے نکل گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحال اس کا ارادہ ترک اسلام نہ تھا ترک ہجرت تھا اس کی وہ اجازت مانگتا تھا ۶۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زمین مدینہ میں کھوٹوں کو نکالنے، کھروں کو چھانٹ لینے کی تاثیر اول ہی سے ہے اور آخر تک رہے گی، صرف قریب قیامت میں نہ ہوگی، جو منافقین یا یہود وہاں ہی مر کر وہاں ہی دفن ہوگئے ان کی نعشیں وہاں سے نکال دی گئیں، غرضیکہ زمین مدینہ کسی خبیث کو اس کی زندگی میں ہی نکال دیتی ہے کسی کو بعد موت، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، ہاں قریب قیامت اس چھانٹ کا خصوصی اثر نمودار ہوگا جسے ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا، لہذا یہ حدیث اگلی آنے والی حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَنْفِيَ الْمَدِيْنَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

(۲۶۱۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ مدینہ منورہ برے لوگوں کو یوں نکال دے گا جیسے بھٹی لوہے کا میل نکال دیتی ہے

marfat.com

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) ا۔(مسلم)

(۲۷۱۸) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ظہور دجال کے زمانہ کا واقعہ ہے' دجال تو مدینہ منورہ میں نہ داخل ہو سکے گا مگر مدینہ پاک میں زلزلہ سا ہو گا جس سے منافقین یہاں سے بھاگ جائیں گے اور دجال کے جال میں پھنس جائیں گے۔ مخلصین نہ نکلیں گے' یہ ہو گی مدینہ پاک کی چھانٹ' ہو سکتا ہے کہ اس سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہی مراد ہو' کیونکہ حضور کی تشریف آوری بھی علامت قیامت ہے' یعنی چونکہ اب قیامت قریب آگئی اس لئے مدینہ منورہ کی یہ تاثیر ظاہر ہونے لگی (مرقات) مگر پہلے معنے زیادہ واضح ہیں' شرار سے مراد منافقین اور مدینہ کے غیر مناسب لوگ ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ لَايَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ ۱؎ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۱۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتے ہیں یہاں نہ طاعون آسکتی ہے اور نہ دجال ا۔(مسلم بخاری)

(۲۷۱۹) ا۔ انقاب نقب کی جمع' پہاڑ کے درہ یا دو پہاڑوں کے درمیان کے راستہ کو نقب کہتے ہیں' یہاں مطلقاً راستہ مراد ہے' مدینہ منورہ پر فرشتوں کا یہ پہرہ دائمی ہے کہ اس کے تمام راستوں پر ایسے فرشتے پہرہ دے رہے ہیں جن کی وجہ وہ جنات مدینہ پاک میں نہیں آسکتے جن کے اثر سے طاعون پھیلتی ہے' آج تک وہاں طاعون نہ پھیلی اور نہ انشاء اللہ پھیلے گی' دجال بھی وہاں نہ پہنچ سکے گا' پیداوار والے ممالک میں قحط پڑتے رہتے ہیں' لوگ بھوک سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں' مگر آج تک حرمین شریفین میں قحط نہیں سنا گیا نہ لوگ وہاں بھوک سے ہلاک ہوئے' اگرچہ وہاں پیداوار کوئی نہیں یہ کھلا معجزہ ہے' خیال رہے کہ شہر مدینہ کی حفاظت پر اور قسم کے فرشتے مامور ہیں اور روضہ اطہر پر سلام عرض کرنے کے لئے ستر ہزار دوسرے فرشتے مامور ہیں جن کی دن رات تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ لَيْسَ نَقْبٌ مِّنْ اَنْقَابِهَا اِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا فَيَنْزِلُ السَّبِخَةَ فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِاَهْلِهَا ثَلٰثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۲۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی شہر نہیں جسے دجال روند نہ ڈالے سوائے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے ا۔ اس کے راستوں میں سے ایسا کوئی راستہ نہیں جس میں صف بستہ فرشتے نہ ہوں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں ۲۔ چنانچہ وہ زمین شور میں اترے گا پھر مدینہ اپنے باشندوں پر تین بار کانپے گا ۳۔ تو دجال کی طرف ہر کافر و منافق نکل جائے گا ۴۔(مسلم بخاری)

(۲۷۲۰) ا۔ یعنی دجال تمام دنیا کے سارے شہروں' گاؤں میں پہنچ کر فساد پھیلادے گا' مگر حرمین طیبین میں داخل نہ ہو سکے گا اور یہاں پہنچ کر فساد نہ پھیلا سکے گا' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جسم پاک مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مدینہ منورہ دجال سے محفوظ ہے' تو جس دل پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم ہو جائے' وہ بھی یقیناً شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے' ۲۔ دجال مدینہ منورہ میں داخل ہونا چاہے گا' مگر ان فرشتوں کو دیکھ کر آگے نہ بڑھ سکے گا' جیسے شیطان فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے' ایسے ہی وہ بھی دیکھ

marfat.com

لے گا۳ء فسبخہ شورستان یعنی کھاری زمین کو کہتے ہیں' اور مدینہ منورہ سے قریب ایک جگہ کا نام بھی ہے باھلہا میں ب یا سببیہ ہے یا صلہ کی پہلی صورت میں اہل سے مراد وہاں کے منافق و کافر باشندے ہیں' دوسری صورت میں سارے اہل مدینہ مراد ہیں' یعنی زمین مدینہ وہاں کے بے دین باشندوں کی وجہ سے یا تمام باشندوں پر تین بار کانپے گی یعنی زلزلہ آئے گا' تا کہ بے دین نکل کر دجال کے پاس پہنچ جائیں اور مخلصین یہیں رہ جائیں' مخلصین کسی مصیبت میں بھی مدینہ پاک نہیں چھوڑتے' یہ زلزلے کھروں کھوٹوں میں چھانٹ کے لئے ہوں گے چھپے یا کھلے یا وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کریں گے مگر ہوں گے کافر' مشرک نہ ہوں گے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جزیرہ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكِيْدُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ اِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَآءِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۲۱) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی شخص مدینہ والوں سے فریب نہ کرے گا مگر وہ ایسے گھل جائے گا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۲۱) ا۔ یہ بالکل صحیح اور مجرب ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ستایا چین نہ پایا' یزید پلید واقعہ حرہ کے بعد دق اور سل میں مبتلا ہو کر مرگیا' حجاج ابن یوسف برے حال سے ہلاک ہوا۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ اِلٰى جُدُرَاتِ الْمَدِيْنَةِ اَوْضَعَ رَاحِلَتَهٗ، وَاِنْ كَانَ عَلٰى دَآبَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۶۲۲) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر سے آتے اور مدینہ پاک کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری کو تیز فرمادیتے اگر گھوڑے پر ہوتے تو اسے ایڑی لگاتے اس کی محبت کی وجہ سے ا۔ (بخاری)

(۲۶۲۲) ا۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ پاک اتنا پیارا تھا کہ ہر سفر سے واپسی میں یوں تو معمولی رفتار پر جانور چلاتے تھے' مگر مدینہ پاک کو دیکھتے ہی وہاں جلد پہنچ جانے کے لئے سواری تیز فرمادیتے تھے' اسی محبت کا اثر ہے کہ مسلمان مدینہ پر دل و جان سے فدا ہیں' کیونکہ یہ محبوب کا محبوب ہے' اس مقدس شہر کی سینکڑوں تاریخیں لکھی گئیں اور نظم و نثر میں ہزارہا اس کی منقبتیں۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۲۳) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے احد چمکا ا۔ تو فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں ۲۔ یقیناً ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کے گوشوں کے درمیان کو حرم بناتا ہوں ۳۔ (بخاری مسلم)

(۲۶۲۳) ا۔ یا تو سرکار عالی سفر سے لوٹ رہے تھے کہ احد نمودار ہوا یا مدینہ منورہ ہی میں ایک بار احد پر نظر پڑی اور یہ فرمایا' احد شریف مدینہ پاک سے بجانب مشرق تقریباً تین میل دور ایک پہاڑ ہے' مدینہ منورہ خصوصاً جنت البقیع سے صاف نظر آتا ہے' وہاں شہداء احد خصوصاً سید الشہداء امیر حمزہ کے مزارات ہیں' زائرین جوق در جوق اس پہاڑ کی زیارت کرتے ہیں' میں نے حجاج کو اس

marfat.com

پہاڑ سے لپٹ کر روتے اور وہاں کے پتھروں کو چومتے دیکھا ہے' ہر مومن کے دل میں قدرتی طور پر اس کی محبت ہے۔ ۲۔ بعض ظاہر بین شارحین نے کہا ہے کہ اس سے احد کے باشندوں کی محبت مراد ہے' مگر حق یہ ہے کہ خود پہاڑ ہی حضور سے محبت کرتا ہے' لکڑیوں پتھروں میں احساس بھی ہے اور محبت و عداوت کا مادہ بھی' حضور کے فراق میں اونٹ بھی روئے' اور لکڑیوں نے بھی گریہ و زاری و فریاد کی ہے (لمعات' مرقات' محی السنہ) لہذا حق یہ ہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم احد پہاڑ سے اس علاقہ سے' وہاں کے پتھروں سے محبت فرماتے ہیں' اور یہ تمام چیزیں بعینہ حضور سے محبت کرتی ہیں' احادیث سے ثابت ہے کہ حضور انور احد پر چڑھے تو احد کو وجد آگیا اور وہ جھومنے لگا ۳۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے حدود مکہ معظمہ کو اپنی دعا سے حرم بنایا' یا اس کی حرمت کو ظاہر فرمایا' ورنہ وہ حرم تو خدا تعالٰی کے حکم سے ہے اور پہلے سے ہی ہے' اور میں حدود مدینہ کو اپنے اختیار خداداد سے حرم بناتا ہوں اس سے پہلے مدینہ حرم نہ تھا نہ اس کی حرمت قرآن پاک میں مذکور ہے' مدینہ کو حرم بنانے کے معنے وہ ہی ہیں جو پہلے عرض کئے گئے کہ اس مقدس مقام کی تعظیم و توقیر واجب ہے' اسے اجاڑنے ویران کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے' یہاں شکار وغیرہ مکروہ ہے۔

(۲۴۳۴) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ ا۔ (بخاری)

(۲۴۳۴) ا۔ اس حدیث سے چند ایمان افروز مسائل ثابت ہوئے ایک یہ کہ تمام حسین صرف انسانوں کے محبوب ہوئے' حضور انور انسان' جن' لکڑی' پتھر' جانوروں کے بھی محبوب ہیں یعنی خدائی کے محبوب ہیں کیونکہ خدا کے محبوب ہیں' دوسرے یہ کہ دوسرے محبوبوں کو ہزاروں نے دیکھا مگر عاشق ایک دو ہوں' حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ آج ان دیکھنے والا کوئی نہیں اور عاشق کروڑوں ہیں شعر:۔

☆ حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں ☆ سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب ☆

تیسرے یہ کہ حضور انور کو پتھر کے دل کا حال معلوم ہے کہ کس پتھر کے دل میں ہم سے کتنی محبت ہے' تو ہمارے دلوں کا ایمان' عرفان' محبت و عداوت وغیرہ بھی یقیناً معلوم ہے' یہ ہے علم غیب رسول' چوتھے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم کو اپنا عشق و محبت جتانے' ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں' انہیں ہمارے حالات خود ہی معلوم ہیں' احد نے منہ سے نہ کہا تھا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں یا آپ کا چاہنے والا ہوں' پانچویں یہ کہ جس انسان کے دل میں حضور کی محبت نہ ہو وہ پتھر سے بھی سخت ہے' اللہ تعالٰی حضور کی محبت نصیب کرے' چھٹے یہ کہ حضور کی محبت ان کی محبوبیت کا ذریعہ ہے' جو چاہتا ہے کہ حضور اس سے محبت کریں' تو اسے چاہیے کہ حضور انور سے محبت کرے' دیکھو یہاں فرمایا کہ ہم بھی احد سے محبت کرتے ہیں' ساتویں یہ کہ جو حضور انور کا محبوب ہو گئے' ان کے آستانے مرجع خلائق ہو گئے' دیکھو حضرت خواجہ اجمیری' حضور غوث پاک' حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہم کے آستانوں کی رونقیں یہ اسی محبوبیت کی جلوہ گری ہے' اعلٰی حضرت فرماتے ہیں شعر:۔

☆ ان کے درکا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی ☆ ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا ☆

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ رَاَیْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَخَذَ رَجُلًا یَصِیْدُ فِیْ حَرَمِ الْمَدِیْنَۃِ الَّذِیْ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَبَہٗ ثِیَابَہٗ فَجَآءَ مَوَالِیْہِ فَکَلَّمُوْہُ فِیْہِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ ھٰذَا الْحَرَمَ وَقَالَ مَنْ اَخَذَ اَحَدًا یَصِیْدُ فِیْہِ فَلْیَسْلُبْہُ فَلَا اَرُدُّ عَلَیْکُمْ طُعْمَۃً اَطْعَمَنِیْہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنْ اِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُ اِلَیْکُمْ ثَمَنَہٗ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۶۲۵) روایت ہے حضرت سلیمان ابن ابی عبداللہ سے فرماتے ہیں میں نے سعد ابن ابی وقاص کو دیکھا کہ آپ نے اس شخص کو پکڑ لیا جو حرم مدینہ میں شکار کررہا ہے جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حرم بنایا ہے ا‌ے تو آپ نے اس کے کپڑے اتار لیے پھر اس کے مالک آپ کے پاس آئے اور اس بارے میں آپ سے کلام کیا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرم کو حرم قرار دیا اور فرمایا کہ جو یہاں کسی کو شکار کرتے ہوئے پکڑے تو اس کے کپڑے چھین لے لہذا وہ مال میں تم کو واپس نہ دوں گا جو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا لیکن اگر تم چاہو تو تمہیں اس کی قیمت دے دوں ۲ے (ابوداؤد)

(۲۶۲۵) ا‌ے یعنی مدینہ منورہ کے حدود جسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حرم مدینہ قرار دیا‘ جس کی حرمت و احترام واجب ہے‘ اس کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے حضرت علی نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور حضرت حسین کربلا چلے گئے تاکہ ہماری وجہ سے حرم مدینہ میں خون خرابہ نہ ہو‘ حضرت عثمان نے مصر والوں کا نہ خود مقابلہ کیا نہ اپنے کسی غلام کو مقابلہ کی اجازت دی بلکہ صبر سے جام شہادت پی لیا‘ یہ اس حرمت کا لحاظ تھا ۲ے اس کی نہایت نفیس تحقیق ابھی کچھ پہلے اس جیسی حدیث کی شرح میں گزر گئی کہ یہ حدیث ہی بتا رہی ہے کہ حرم مدینہ کے شکار کا حکم مکہ معظمہ کے شکار کی طرح نہیں کہ مکہ کے شکار کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوتی ہے‘ نہ کہ شکاری کے کپڑے چھین لینا اور چھین کر خود آپ مالک بن جانا‘ حضرت سعد نے یہ حدیث اپنے ظاہری معنے پر محمول کی‘ یہ ان کا اجتہاد ہے‘ ورنہ کسی صحابی‘ کسی امام کا مذہب یہ نہیں کہ جو کسی کو حدود مدینہ میں شکار کرتے دیکھے‘ وہ اس کے کپڑے چھین کر خود اپنے استعمال میں لائے‘ ہم اس چھیننے کے معنے پہلے عرض کرچکے ہیں‘ خیال رہے کہ اسلام میں کسی جرم پر مالی جرمانہ کرنا حرام ہے کہ مجرم سے کچھ پیسے لے کر اپنے خرچ میں لاؤ‘ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ میں اس کی قیمت واپس دے سکتا ہوں‘ یہ اور بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ حرم مدینہ کے شکار کے احکام مکہ معظمہ کے شکار کے سے نہیں کہ وہاں کا شکاری فقراء کو صدقہ دے کر صدقہ کی قیمت ان سے نہیں لے سکتا۔

وَعَنْ صَالِحٍ مَوْلًی لِسَعْدٍ اَنَّ سَعْدًا وَجَدَ عَبِیْدًا مِنْ عَبِیْدِ الْمَدِیْنَۃِ یَقْطَعُوْنَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِیْنَۃِ فَاَخَذَ مَتَاعَھُمْ وَقَالَ یَعْنِیْ لِمَوَالِیْھِمْ

(۲۶۲۶) روایت ہے حضرت صالح سے جو سعد کے غلام ہیں ا‌ے کہ حضرت سعد نے مدینہ کے غلاموں کو مدینہ منورہ کے درخت کاٹتے دیکھا تو آپ نے ان سب کا سامان چھین لیا ۲ے اور ان کے

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى اَنْ يُّقْطَعَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِيْنَةِ شَيْءٌ وَقَالَ مَنْ قَطَعَ مِنْهُ شَيْئًا فَلِمَنْ اَخَذَهٗ سَلَبُهٗ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

مولاؤں سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا۳؎ کہ آپ مدینہ منورہ کے کسی درخت کے کاٹنے سے منع فرماتے تھے اور حضور نے فرمایا جو ان میں سے کچھ بھی کاٹے تو پکڑنے والے کے لئے ہے اس کا سامان ۴؎ (ابوداؤد)

(۲۴۲۶) ۱؎ یہاں مولف یا کاتب سے غلطی ہوئی ہے' اصل عبارت یوں ہے عن صالح مولی سعد رہ گیا یعنی صالح نے حضرت سعد کے غلام سے روایت کی صالح خود حضرت سعد کے غلام نہیں بلکہ توامہ کے غلام ہیں' صالح خود تو ثقہ ہیں' مگر سعد کے اس غلام کا پتہ نہیں' جو ان کا شیخ ہے کہ وہ کیسا ہے لہذا یہ حدیث مجہول ہے (مرقات) اسماء الرجال کی کتب سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت سعد کا کوئی غلام صالح نامی تھا' لہذا یہ حدیث اصل سے ہی مجروح ہے۔ ۲؎ یعنی درخت کاٹنے والے کے صرف کپڑے نہ چھینے بلکہ کلہاڑی' رسی اور اگر بکریاں وغیرہ ساتھ تھیں تو وہ بھی' لطف یہ ہے کہ غلام کا مال دراصل مالک کا ہوتا ہے تو لازم یہ آیا کہ جرم تو کیا غلام نے اور جرمانہ ہوا اس کے مالک پر' اسی کا سارا مال ضبط ہوا' ۳؎ اس غلام کے مولاؤں نے آپ سے اپنے مال کا مطالبہ کیا ہوگا کہ یہ واپس فرمادیں' تب یہ فرمایا ۴؎ یعنی جیسے جہاد میں جو غازی کسی کافر کو قتل کرے تو مقتول کا سامان اس غازی کا ہوگا' ایسے ہی حرم مدینہ کا جو شخص درخت کاٹے' تو اس کا سامان پکڑنے والے کا ہوگا' اس کا مطلب پہلے عرض کیا جاچکا ہے' اگر حدیث ظاہری معنے پر بھی ہو تب بھی یہ سامان خود اس شکاری غلاموں کا نہ تھا بلکہ ان کے آقاؤں کا تھا وہ مجرم نہ تھے۔

وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ صَيْدَ وَجٍّ وَعِضَاهَهٗ حِرْمٌ مُّحَرَّمٌ لِلّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ وَجٌّ ذَكَرُوْا اَنَّهَا مِنْ نَاحِيَةِ الطَّائِفِ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ اَنَّهٗ بَدَلَ اَنَّهَا.

(۲۴۲۷) روایت ہے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقام وج کا شکار اور وہاں کے درخت حرام ہیں۔ ۱؎ جنہیں اللہ نے حرام کیا (ابوداؤد) اور محی السنہ نے فرمایا کہ وج کے متعلق لوگ کہتے ہیں وہ طائف کے اطراف سے ہے اور خطابی نے بجائے انہا کے انہ فرمایا ۲؎

(۲۴۲۷) ۱؎ وج واؤ کے فتح' جیم کے شد سے' وادی حنین سے آگے طائف سے قریب ایک وادی کا نام ہے جہاں کوئی آبادی نہیں ہے عضاہ خار دار درختوں کو کہتے ہیں' اس مقام کی حرمت کسی خاص وقت میں ہوگی جو بعد میں منسوخ ہوگئی' یہ جگہ حرم مدینہ سے بہت دور ہے' نہ مکہ معظمہ کے حرم میں داخل ہے نہ مدینہ منورہ کے حرم میں' طائف مکہ معظمہ سے ستر میل فاصلہ پر ہے' اور وادی وج وہاں سے قریب ہے' تو اسے مدینہ پاک سے تو کوئی قرب ہے ہی نہیں۔ ۲؎ یعنی خطابی کی روایت میں بجائے مونث ضمیر کے مذکر ضمیر ہے' مگر اس میں فرق نہیں پڑتا' ایک جگہ کو موضع کے معنے میں مذکر کہہ سکتے ہیں اور بقعہ کے معنے سے مونث مقامات کے ناموں میں یہ وسعت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَاِنِّيْ اَشْفَعُ لِمَنْ يَّمُوْتُ بِهَا رَوَاهُ

(۲۴۲۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ میں مرسکے وہ وہاں ہی مرے کیونکہ میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت کروں گا ۱؎ (احمد'

marfat.com

اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ اِسْنَادًا۔

ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث اسناد سے حسن بھی ہے، صحیح بھی ہے اور غریب بھی ہے۔

(۲۳۲۸) ۱۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بشارت اور ہدایت سارے مسلمانوں کو ہے نہ کہ صرف مہاجرین کو یعنی جس مسلمان کی نیت مدینہ پاک میں مرنے کی ہو وہ کوشش بھی وہاں ہی مرنے کی کرے کہ خدا نصیب کرے تو وہاں ہی قیام کرے خصوصاً بڑھاپے میں اور بلا ضرورت مدینہ پاک سے باہر نہ جائے کہ موت و دفن وہاں کا ہی نصیب ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے کہ مولیٰ مجھے اپنے محبوب کے شہر میں شہادت کی موت دے۔ آپ کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ سبحان اللہ، فجر کی نماز مسجد نبوی محراب النبی، مصلے نبی اور وہاں شہادت، میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ تیس چالیس سال سے مدینہ منورہ میں ہیں، حدود مدینہ بلکہ شہر مدینہ سے بھی باہر نہیں جاتے، اسی خطرہ سے کہ موت باہر نہ آجائے، حضرت امام مالک کا بھی یہ ہی دستور رہا۔ یہاں شفاعت سے مراد خصوصی شفاعت ہے، گنہگاروں کے سارے گناہ بخشوانے کی شفاعت اور نیک کاروں کے بہت درجے بلند کرنے کی شفاعت، ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ساری ہی امت کی شفاعت فرمائیں گے، خیال رہے کہ مدینہ پاک میں رہنا بھی افضل، وہاں مرنا بھی اعلیٰ اور وہاں دفن ہونا بھی بہتر، بعض صحابہ بعد موت مدینہ میں لاکر دفن کئے گئے۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مدینہ پاک میں مرنے دفن ہونے کی کوشش کرے وہ انشاء اللہ ایمان پر مرے گا، کیونکہ اس کے لئے شفاعت خاص کا وعدہ ہے، اور شفاعت صرف مومن کی ہو سکتی ہے (از مرقات) ۲۔ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے بعض اسنادوں میں صحیح ہے بعض میں حسن بعض میں غریب، علماء فرماتے ہیں کہ بمقابلہ حجوں کے بقیع میں دفن ہونا افضل ہے کہ یہ قبرستان روضہ اطہر سے قریب ہے، اس میں بہت صحابہ کے مزارات ہیں، جتنا ان سے قرب ہو اتنا ہی اچھا (مرقات) شعر:۔

☆ مٹی عزیز بلبل ہے بال و پر کی ہے ☆

یہ فقیر گنہگار شرم سار احمد یار بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہے کہ صدقہ اپنے محبوب اکبر صلے اللہ علیہ وسلم کا مجھے رب تعالیٰ مدینہ پاک کا قیام، وہاں کی مسجد نبوی شریف کا اعتکاف، وہاں کی موت، وہاں کا دفن نصیب کرے، اگر وہاں دفن میسر ہو جائے تو میری مٹی عزیز ہو جائے، آمین یا رب العلمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحبہ وسلم شعر:۔

☆ در کو تکتے تکتے ہو جاؤں ہلاک ☆ وہاں کی خاک پاک سے مل جائے خاک ☆

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰخِرُ قَرْیَةٍ مِّنْ قُرَى الْاِسْلَامِ خَرَابًا الْمَدِیْنَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

(۲۳۲۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بستیوں سے آخری بستی پر جو ویران ہو گی وہ مدینہ پاک ہے ۱۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

(۲۳۲۹) ۱۔ اس حدیث میں دو باتیں فرمائی گئیں، ایک یہ کہ قریب قیامت بڑی بڑی بستیاں ویران ہو جائیں گی، مگر مدینہ منورہ آباد رہے گا۔ یہ بالکل قیامت سے متصل ویران ہو گا۔ دوسرے یہ کہ عالم کی آبادی مدینہ پاک کی آبادی سے وابستہ ہے جب یہ اجڑ گیا، دنیا اجڑ جائے گی قیامت آجائے گی (اشعہ، مرقاۃ) خیال رہے کہ یہاں قریہ بمعنی بستی ہے جو شہر و گاؤں سب کو شامل ہے

معنی گاؤں نہیں' عربی میں گاؤں کو قریہ' قصبہ کو بلد' اس سے بڑی بستی کو مدینہ' اس سے بڑی کو مصر کہتے ہیں' بعض نے بلد اور مدینہ کو یکساں کہا ہے' مگر کبھی قریہ بمعنی مطلقاً بستی بھی آجاتا ہے چھوٹی ہو یا بڑی (اشعہ)

وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَيَّ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةِ نَزَلْتَ فَهِيَ دَارُ هِجْرَتِكَ الْمَدِينَةَ أَوِ الْبَحْرَيْنِ أَوْ قِنَّسْرِينَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۶۳۰) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے وحی فرمائی ان تینوں بستیوں میں سے جہاں ا۔ بھی آپ قیام فرمائیں وہ ہی آپ کا مقام ہجرت ہے مدینہ منورہ یا بحرین یا قنسرین ۲۔ (ترمذی)

(۲۶۳۰) ا۔ لفظ ای ھؤلاء فعل پوشیدہ سے منسوب ہے جس کی تفسیر آگے نزلت کر رہا ہے اوحی سے مراد وحی خفی ہے جو قرآن شریف میں موجود نہیں۔ ۲۔ حق یہ ہے کہ پہلے رب تعالٰی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ ان تین شہروں میں سے جہاں چاہئیں ہجرت فرمادیں' پھر مدینہ پاک کو معین فرمادیا' لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ مجھے خواب میں مدینہ دکھایا گیا اور فرمایا گیا کہ آپ کا دارالہجرت یہ ہے' مدینہ پاک حجاز کا شہر ہے' بحرین ایک شہر کا نام بھی ہے اور علاقہ کا بھی جو عمان کے قریب ہے' قنسرین شام کا ایک مشہور شہر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۶۳۱) روایت ہے حضرت ابو بکرہ سے ا۔ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی۔ فرماتے ہیں مدینہ میں مسیح دجال کا رعب نہ آسکے اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازہ پر دو فرشتے ۲۔ (بخاری)

(۲۶۳۱) ا۔ آپ کا نام نقیع ابن حارث ابن کلاہ ثقفی ہے طائف کے رہنے والے تھے' جب حضور انور نے طائف کا محاصرہ کیا تو آپ نے اپنے کو طائف کے قلعہ سے ایک بیرونی کنویں کی چرخی پر ڈال دیا' اور اس طرح وہاں سے نکل کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے' اسلام لے آئے' آپ کا نام ابو بکرہ یعنی چرخی والے' بکرہ چرخی کو کہتے ہیں' بعد میں بصرہ میں مقیم رہے ۹۴ھ میں وہاں ہی وفات پائی اور وہاں ہی دفن ہوئے (اشعہ و اکمال) ۲۔ یعنی ان فرشتوں کی وجہ سے جو حفاظت مدینہ پر مامور ہوں گے' نہ تو مدینہ پاک میں دجال ہی آسکے گا اور نہ اس کا اثر و ہیبت یہاں پہنچ سکے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کی ہیبت ہر جگہ پہنچ جاوے گی کہ بعض لوگ اس کی ہیبت سے اسے مان لیں گے مدینہ طیبہ اس سے بھی محفوظ رہے گا' مقبول بندوں کے اثر سے دل میں قوت ہوتی ہے' بلکہ ان کی برکت سے شہروں میں امن و امان رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے فرشتے مامور ہوئے' اور فرشتوں کی برکت سے مدینہ کی زمین دجال تو کیا اس کے اثر سے بھی محفوظ رہی۔

وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا

(۲۶۳۲) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا الٰہی جو برکتیں تو نے مکہ مکرمہ میں دی

marfat.com

جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ہیں اس سے دوگنی برکتیں مدینہ منورہ میں دے ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۳۲) ا۔ بعض علماء نے برکت سے ظاہری و باطنی برکت مراد لی ہے یعنی مدینہ کی عبادات اور یہاں کے رزقوں میں برکت مکہ معظمہ سے دوگنی دے کہ یہاں کی عبادات کا ثواب مکہ معظمہ کی عبادات سے دوگنا ہو' اور یہاں کے غلے و میوے میں برکتیں مکہ معظمہ سے دوگنی ہوں' اس بنا پر انہوں نے مدینہ منورہ کو مکہ معظمہ سے افضل مانا' اور یہاں کی عبادات کا ثواب مکہ معظمہ کی عبادات سے زیادہ قرار دیا۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں رزق کی برکتیں مراد ہیں یعنی حسی برکتیں' وہ فرماتے ہیں کہ ثواب کی برکتیں مکہ معظمہ میں دوگنی ہیں اور روزی کی برکتیں مدینہ پاک میں دوگنا لہذا حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ منورہ میں ۵۰ ہزار مدینہ پاک کی رزق کی برکتیں تو آج بھی آنکھوں دیکھی جارہی ہیں' کہ وہاں پھل فروٹ میسر ہوتے ہیں اور وہاں کی آب و ہوا ایسی پیاری ہے کہ مکہ مکرمہ کی نہیں' فیصلہ عشق یہ ہے کہ مکہ معظمہ کی عبادات کا ثواب زیادہ اور مدینہ پاک کی عبادات کا قرب زیادہ' درجہ اعلیٰ لہذا' برکت قرب و درجہ مدینہ پاک میں دوگنا ہے برکت ثواب مکہ معظمہ میں دوگنا' دونوں حدیثیں درست و صحیح ہیں۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ اٰلِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّدًا كَانَ فِي جِوَارِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَكَنَ الْمَدِيْنَةَ وَصَبَرَ عَلٰى بَلَآئِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ مَاتَ فِيْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(۲۶۳۳) روایت ہے اولاد خطاب کے ایک مردے سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی۔ حضور نے فرمایا جو قصد میری زیارت کرے وہ قیامت کے دن میری امان میں ہو گا ا۔ اور جو مدینہ منورہ میں رہے اور یہاں کی تکالیف پر صبر کرے میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا ۲۔ اور جو دونوں حرم سے کسی حرم میں جائے وہ قیامت کے دن امن والوں سے ہو گا ۳۔

(۲۶۳۳) ا۔ اس جملہ کے علماء نے اور معنے کئے ہیں عشاق نے کچھ اور علماء فرماتے ہیں کہ جو مدینہ منورہ صرف روضہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے جائے' نام نمود یا کوئی تجارتی کاروبار دنیاوی کام مقصود نہ ہو وہ قیامت میں حضور کا پڑوسی اور حضور کی امان میں ہو گا۔ مسجد نبوی کی زیارت بقیع اور مسجد قبا کی حاضری اسی کے تابع ہو' اصل مقصود حاضری بارگاہ عالی ہو' جیسے نفل نماز میں اصل مقصود رضاء الٰہی ہے' مگر کبھی قضاء حاجات اداء شکر' تحیتہ الوضو وغیرہ بھی اس سے ادا ہو جاتے ہیں مگر تبعاً" لیکن عشاق کہتے ہیں کہ مدینہ پاک کی حاضری میں مسجد نبوی شریف جنت البقیع وغیرہ کی حاضری کی بھی نیت نہ کرے' بلکہ بعض عشاق توجج کے سفر میں مدینہ پاک حاضر نہ ہوئے بلکہ مدینہ کے لئے علیحدہ مستقل علیحدہ سفر کیا اور اس حدیث کو بالکل ظاہری معنے پر محمول فرمایا' مدینہ پاک کی حاضری صرف زیارت کے لئے ہو' اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ وہاں کی حاضری صرف مسجد نبوی کی نماز کی نیت سے ہو' زیارت کی نیت نہ ہو' معاذ اللہ' مسجدیں تو دنیا میں ہزارہا ہیں اس مسجد کی عظمت زیادہ کیوں ہے؟ صرف حضور کے دم قدم سے' اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور کی امان ہی کام آئے گی' اس سے وہ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ خدا کے سواء کسی کی امان نہیں (از مرقات و لمعات و اشعہ) ۲۔ یعنی تاقیامت اور خصوصاً میری حیات شریف کے زمانہ میں جو مدینہ پاک کی ظاہر تکالیف پر صبر کر جائے' اسے کل قیامت میں میری خاص شفاعت میسر ہو گی جو دوسروں کی نصیب نہ ہو گی۔ ۳۔

marfat.com

یعنی مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مرنے والا قیامت کی بڑی گھبراہٹ جسے فزع اکبر کہتے ہیں' اس سے محفوظ رہے گا' مگر یہ فوائد مسلمانوں کے لئے ہیں' لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ابوجہل وغیرہ کفار بھی وہاں ہی مرے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ. رَوَاهُمَا الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

(۲۴۳۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے مرفوعًا کہ جو میری وفات کے بعد حج کرے پھر میری قبر کی زیارت کرے ا۔ وہ اسی طرح ہو گا جو میری زندگی میں میری زیارت کرے ۲۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۲۴۳۴) ا۔ ف سے معلوم ہوتا ہے کہ حج پہلے کرے' مدینہ پاک بعد میں حاضر ہو' علماء کرام نے فرمایا کہ حج فرض میں پہلے حج کرنا افضل ہے' اور حج نفل میں پہلے زیارت مدینہ طیبہ بہتر' تاکہ مدینہ پاک سے حج کے لئے رخصت ہو نہ کہ گھر جانے کے لئے یہ تفصیل بہت اعلیٰ ہے' بعض عشاق حج نفل میں زیارت کی نیت سے گھر سے چلتے ہیں راستہ میں مکہ مکرمہ پڑتا ہے تو حج بھی کر لیتے ہیں شعر:۔

☆ کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا ☆ پوچھا کسی نے ہم کو نہفت کدھر کی ہے ☆

☆ کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل ☆ روشن انہیں کے نور سے پتلی حجر کی ہے ☆

۲۔ یہ اس لئے ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں بحیات حقیقی دنیاوی زندہ و حیات ہیں کہ آپ سے ہر طرح کی مدد و نصرت حاصل کی جاتی ہے (مرقات و لمعات و اشعہ) شہداء کی حیات معنوی ہے حضور انور کی حیات حقیقی دنیاوی ہے کہ رزق بھی ملتا ہے (اشعہ) ہم حیات النبی کی بحث باب الجمعہ میں کر چکے ہیں۔

وَعَنْ یَحْیَی ابْنِ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ جَالِسًا وَقَبْرٌ یُحْفَرُ بِالْمَدِیْنَةِ فَاطَّلَعَ رَجُلٌ فِی الْقَبْرِ فَقَالَ بِئْسَ مَضْجَعُ الْمُؤْمِنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَمَا قُلْتَ قَالَ الرَّجُلُ اِنِّیْ لَمْ اُرِدْ هٰذَا اِنَّمَا اَرَدْتُّ الْقَتْلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا مِثْلَ الْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا عَلَی الْاَرْضِ بُقْعَةٌ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ یَّکُوْنَ قَبْرِیْ بِهَا مِنْهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا

(۲۴۳۵) روایت ہے حضرت یحیٰی ابن سعید سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور مدینہ منورہ میں ایک قبر کھودی جا رہی تھی ا۔ تو ایک شخص قبر میں جھانک کر بولا کہ یہ مومن کا برا ٹھکانہ ہے ۲۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ غلط کہا ۳۔ وہ صاحب بولے میری یہ نیت نہ تھی اللہ کی راہ میں شہادت میری مراد تھی ۴۔ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہاں کا دفن) شہادت فی سبیل اللہ کے برابر بھی نہیں ۵۔ زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں مجھے اپنی قبر کا ہونا اس جگہ سے زیادہ پیارا ہو تین بار فرمایا ۶۔ (مالک) مرسلا ۷۔

(۲۴۳۵) ا۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کے جنازہ میں تشریف لے گئے' قبر میں دیر تھی' سرکار عالی اور بندگان خاص اس قبر کے اردگرد تشریف فرما تھے زہے نصیب اس مرنے والے کے شعر:۔

☆ نسخہ کونین را دیباچہ اوست ☆ جملہ عالم بندگان خواجہ اوست ☆

marfat.com

۲۔ یعنی مومن پر جس قدر تکلیف آتی ہیں ان سب میں قبر کی وحشت و دہشت زیادہ سخت ہے' جس سے دل کانپتا ہے۔ ۳۔ کیونکہ مومن کی قبر خصوصاً جبکہ زمین مدینہ میں ہو جنت کی کیاری ہے۔ مومن کو وہاں دہشت' وحشت کیسی؟ بلکہ وہ تو یار سے ملنے کی جگہ ہے۔ ۴۔ یعنی میرا مقصد یہ تھا کہ اگر یہ شخص میدان جنگ میں شہید ہوتا اور اسے دفن بھی میسر نہ ہوتا تو اس کو بستر پر مرنے اور دفن ہونے سے بہتر ہوتا' بستر کی موت و دفن شہادت کی موت اور بے گوری و بے کفنی سے بری ہے مطلقاً قبر کو برا نہ کہا ہے بلکہ شہادت کے مقابلہ میں۔ ۵۔ یعنی مدینہ پاک میں مرنا یہاں دفن ہونا' دوسری جگہ شہید ہونے اور نعش پامال ہونے سے بھی افضل ہے' جب مدینہ کی موت دوسری جگہ کی شہادت سے افضل ہے تو انشاء اللہ مدینہ پاک کی زندگی دوسری جگہ کی بعض عبادات سے یقیناً بہتر ہے کہ وہاں رہنا بھی عبادت ہے مگر ایمان کے ساتھ' اس صورت میں یہ کلام علی اس کے کلام کی تردید ہے' یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے کلام کی تائید ہو یعنی ہاں شہادت فی سبیل اللہ مدینہ کی موت و دفن سے افضل ہے' اگر کسی کو شہادت میسر نہ ہو تو مدینہ میں مرنے کی کوشش کرے (اشعہ) مگر یہ معنے کچھ بعید سے ہیں' پہلے معنے قوی تر۔ ۶۔ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری جملہ تین بار فرمایا کہ مجھے زمین مدینہ میں دفن ہونا اس قدر پیارا ہے کہ اور جگہ کی شہادت بھی اتنی پیاری نہیں' میں یہاں کا دفن بہت ہی پسند کرتا ہوں' بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر چند مسائل فرمائے ایک یہ کہ مدینہ منورہ مکہ معظمہ سے افضل ہے' دوسرے یہ کہ مدینہ منورہ کی موت مکہ معظمہ کی موت سے بہتر ہے (اس پر تو تمام امت کا اجماع ہے) تیسرے یہ کہ مدینہ منورہ میں حضر کی موت دوسری جگہ سفر و غربت کی موت کی افضلیت ثابت ہے وہ افضلیت جزوی ہو گیا اور یہ افضلیت کلیہ ہے لہذا ان میں تعارض نہیں اور اگر مدینہ منورہ میں شہادت و غربت کی موت سے اعلیٰ ہے۔ بعض روایات سے شہادت اور غربت کی موت نصیب ہو جائے تو پوچھنا ہی کیا' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی' اللهم ارزقنا الموت فی بلد حبیبک صلے اللہ علیہ وسلم (مرقات) ۷۔ کیونکہ یحیٰ ابن سعید تابعین میں سے ہیں جنہوں نے انس ابن مالک' سائب ابن یزید اور بہت سے صحابہ کرام سے ملاقات و روایات کیں' اور ان سے ہشام ابن عروہ' مالک ابن انس' شعبہ' ثوری' ابن عینیہ' ابن مبارک وغیرہ بزرگوں نے روایات کیں' تابعی اگر صحابی کا ذکر نہ فرمائیں' تو حدیث مرسل ہوتی ہے' لہذا یہ حدیث مرسل ہے' اور ثقہ تابعی کا ارسال قبول ہے جیسے امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے' خیال رہے کہ یہ یحیٰ ابن سعید انصاری ہیں' اور یحیٰ ابن سعید قطان دوسرے بزرگ ہیں' جو ائمہ محدثین سے ہیں وہ یہاں مراد نہیں (مرقات و اشعہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ فَقَالَ صَلِّ فِيْ هٰذَا الْوَادِ الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ وَقُلْ عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۶۳۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا حضرت عمر ابن خطاب نے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جبکہ آپ عقیق کے میدان میں تھے ۱؎ کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے کوئی آنے والا آیا اس نے کہا کہ آپ اس مبارک جنگل میں نماز پڑھیں اور فرمائیں عمرہ حج میں ہے ۲؎ ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمائیے عمرہ اور حج (بخاری)

(۲۶۳۶) ۱۔ وادی عقیق مدینہ منورہ کے قریب ذوالحلیفہ سے متصل ایک میدان ہے' بہت متبرک یہ واقعہ حجتہ الوداع کا ہے' اور

marfat.com

وادی عقیق ذات عرق کے پاس ایک جنگل کا بھی نام ہے وہ یہاں مراد نہیں ۲۔ اگر یہ واقعہ سفر حج کا ہے تو نماز سے مراد کوئی اور نفل نماز ہے نہ کہ احرام کی نماز کیونکہ حضور انور نے وادی عقیق سے احرام نہ باندھا تھا بلکہ ذوالحلیفہ سے اور قل الخ سے تلبیہ فرمانا ہے یعنی آپ اس جنگل میں نفل نماز بھی پڑھیں اور تلبیہ بھی کہیں جس میں یہ الفاظ ہوں کہ یہ عمرہ مع حج کے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمتع اور افراد سے قران افضل ہے' اور اگر کسی اور سفر کا واقعہ ہے' تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ یہاں نماز پڑھیں اور لوگوں سے فرما دیں کہ یہاں کی نماز حج و عمرہ کے برابر ثواب رکھتی ہے جب بھی قران کی افضلیت ثابت ہے۔

كِتَابُ الْبُيُوْعِ

تجارتوں کا بیان

بَابُ الْكَسْبِ وَطَلَبِ الْحَلَالِ

باب کمائی کرنا اور حلال روزی تلاش کرنا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

بیوع بیع کی جمع ہے بیع بوع یا باع سے بنا بمعنی ہاتھ لمبے کرنا چونکہ تجارت میں خریدار اور بیوپاری ہاتھ بڑھا کر ایک دوسرے کا مال لیتے ہیں اس لئے اسے بیع کہا جاتا ہے' شریعت میں مال کا مال سے تبادلہ کرنا بیع کہلاتا ہے' کبھی پورے عقد کو بیع کہتے ہیں کبھی فقط بیچنے کو کبھی اس کے نتیجہ یعنی ملکیت کو بیع کہا جاتا ہے' یہاں پورے عقد کے معنے میں ہے کیونکہ بیع کی بہت اقسام ہیں' بیع مطلق' بیع صرف' بیع مقابضہ' بیع مسلم' تولیہ' مرابحہ' وضیعہ وغیرہ اس لئے بیوع جمع فرمایا' خیال رہے کہ شرعی احکام چند قسم کے ہیں خالص حقوق اللہ' خالص حقوق العباد' عقوبات' کفارات وغیرہ' مصنف نے خالص حقوق اللہ یعنی عبادات کا ذکر پہلے کیا' اب خالص حق العبد یعنی تجارتوں کا ذکر کیا' چونکہ تجارت کے فضائل براہ راست حدیث میں وارد نہیں ہوئے تھے' اس لئے باب الکسب منعقد کرکے اس کے فضائل بیان کردیئے۔

کسب کے معنی ڈھونڈنا اور تلاش میں دوڑنا ہے' یہاں مراد مال کمانا ہے' حلال سے مراد حرام کا مقابل ہے۔

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِ يْكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۶۳۷) روایت ہے حضرت مقداد ابن معدیکرب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص نے کبھی کوئی کھانا اس سے اچھا نہ کھایا کہ انسان ہاتھوں کی کمائی سے کھائے ۱۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے کھاتے تھے ۲۔ (بخاری)

(۲۶۳۷) ۱۔ ہاتھوں سے مراد پوری ذات ہے' ہاتھ سے کمائے یا پاؤں سے یا آنکھ یا زبان سے غرضیکہ اپنی قوت سے حلال روزی

marfat.com

کمائے' رب تعالٰی فرماتا ہے بما کسبت ایدیکم وہاں بھی ایدی یعنی ہاتھوں سے ذات ہی مراد ہے' مقصد یہ ہے کہ دوسروں کی کمائی پر اپنا گزارا نہ کرے خود محنت کرے۔ ۲؎۔ یعنی باوجودیکہ آپ بادشاہ تھے مگر آپ نے کبھی خزانہ سے اپنے پر خرچ نہ کیا بلکہ روزانہ ایک زرہ بناتے تھے جسے چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے' دو ہزار اپنے بال بچوں پر خرچ فرماتے تھے اور چار ہزار فقراء بنی اسرائیل پر خیرات کرتے تھے (مرقات) علماء فرماتے ہیں کہ بقدر ضرورت کمائی فرض ہے اور زیادہ مباح اور فخر و زیادتی مال کے لئے کمائی مکروہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ تَعَالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ مَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۳۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی طیب ہے اور طیب ہی کو قبول فرماتا ہے ۱؎ اور اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو اس چیز کا حکم دیا جس کا انبیائے کرام کو حکم دیا ۲؎۔ فرمایا اے نبیو! طیب اور لذیذ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو ۳؎۔ اور رب تعالٰی نے فرمایا اے ایمان والو ہماری دی ہوئی طیب و لذیذ روزی کھاؤ ۴؎۔ پھر ذکر فرمایا کہ آدمی پراگندہ گرد آلود بال لمبے لمبے سفر کرتا ہے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہتا ہے اے رب اے رب اور اس کا کھانا حرام اور پینا حرام لباس حرام اور حرام کی ہی غذا پاتا ہے۔ ۵؎۔ تو ان وجوہ سے دعا کیسے قبول ہو ۶؎۔ (مسلم)

(۲۶۳۸) ۱؎۔ یعنی رب تعالٰی بے عیب ہے' اور بے عیب صدقات اور نقصانات سے خالی عبادات کو قبول فرماتا ہے ۲؎۔ یعنی کسب حلال و طلب معاش ایسا مبارک مشغلہ ہے جس میں رب تعالٰی نے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور عوام کو جمع فرمادیا ہے۔ لہذا یہ فرض خداوندی بھی ہے سنت مصطفوی بھی اور سنت انبیاء بھی' اس لئے کسب حلال سنت سمجھ کر کرنا چاہیے' اس میں دنیا کی عزت بھی ہے آخرت کی سرخروئی بھی۔ ۳؎۔ یا تو میثاق کے دن رب تعالٰی نے نبیوں سے یہ خطاب بیک وقت فرمایا تھا یا ہر نبی سے' ان کے زمانہ میں یہ خطاب ہوا جو قرآن کریم میں نقل فرمایا گیا اور حضور انور کو سنایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ رہبانیت اور ترک دنیا نہ اسلام میں ہے نہ پہلے کسی نبی کے دین میں تھی' چنانچہ انبیائے کرام نے مختلف پیشے اختیار کئے' کسی نے چندوں یا سوال پر زندگی نہ گزاری سوائے مرزا قادیانی کے' آدم علیہ الصلوۃ والسلام اولا" کپڑا سازی پھر کھیتی باڑی کرتے تھے' نوح علیہ السلام لکڑی کا پیشہ' ادریس علیہ السلام درزی گری' ہود و صالح علیہما السلام تجارت' ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے' شعیب علیہ السلام جانور پالتے تھے' لوط علیہ السلام کھیتی باڑی' موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرانا' داؤد علیہ السلام زرہ بناتے' سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے ملک کے مالک ہو کر پنکھے اور زنبیلیں بنا کر گزارہ کرتے تھے' عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحی کرتے تھے' ہمارے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اولا" تجارت پھر جہاد کئے (اسلامی زندگی) ۴؎۔ طیب خبیث کی ضد ہے' حلال' پاک' لطیف' پسندیدہ' شرعی چیز طیب ہے' اللہ تعالٰی طیب ہے کہ خبیث چیزیں ناپسند کرتا ہے تمام صفات غیر کمالیہ سے بری و پاک ہے' مسلمانوں کو حکم دیا کہ ظاہری و باطنی

marfat.com

نجاست سے دور رہیں نیک اعمال کریں' چیزیں انسان کے لئے ہیں اور انسان رحمان کے لئے' ۵۔ یعنی بچپن سے ہی حرام میں پلا اور جوان ہو کر حرام کمائی ہی کی' جس سے غذا' لباس حرام کا رہا ۶۔ یہاں روئے سخن یا حرام خور حاجی یا غازی کی طرف ہے یعنی حرام کمائی سے حج یا غزوہ کرنے گیا' پراگندہ حال' پریشان حال رہا کعبہ معظمہ یا میدان جہاد میں دعائیں مانگیں مگر قبول نہ ہوئیں کہ روزی حرام تھی جب ایسے حاجی و غازی کی دعا بھی قبول نہیں تو دوسروں کا کیا کہنا صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعاء کے دو بازو یعنی پر ہیں اکل حلال' صدق مقال' اگر ان سے دعا خالی ہو تو قبول نہیں ہوتی' تقویٰ کی پہلی سیڑھی حلال روزی ہے' حرام سے بچنا عوام کا تقویٰ ہے' شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ' ذریعہ معصیت سے بچنا صدیقین کا تقویٰ' اللہ نصیب کرے' جو محرمات میں پھنس جائے اور لاچار ہو جائے تو ادنیٰ پر کفایت کرے' چنانچہ بحالت اضطرار اگر مردار بکری بھی ہو گدھا بھی' تو بکری کھا کر جان بچائے' اور اگر کتا و سور ہی میسر ہو' اور بھوک سے جان نکل رہی ہو تو کتے سے جان بچالے' اور سود کو ہاتھ نہ لگائے (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۶۳۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان پرواہ نہ کرے گا کہاں سے لیا حلال سے یا حرام ا۔ (بخاری)

(۲۶۳۹) ا۔ یعنی آخر زمانہ میں لوگ دین سے بے پرواہ ہو جائیں گے' پیٹ کی فکر میں ہر طرح پھنس جائیں گے' آمدنی بڑھانے مال جمع کرنے کی فکر کریں گے' ہر حرام و حلال لینے پر دلیر ہو جائیں گے جیسا کہ آج کل عام حال ہے' صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایسا بے پرواہ آدمی کتے سے بدتر ہے کہ کتا سونگھ کر چیز' منہ میں ڈالتا ہے مگر یہ بغیر تحقیق بلاسوچے سمجھے ہی چیز کھالیتا ہے۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۴۰) روایت ہے حضرت نعمان بن بشیر سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ تشبیہ کی چیزیں ہیں جنہیں بہت لوگ نہیں جانتے ۲۔ تو جو شبہات سے بچے گا وہ اپنا دین اور اپنی آبرو بچالے گا اور جو شبہات میں پڑے گا وہ حرام میں واقع ہو جائے گا ۳۔ جیسے جو چرواہا شاہی چراگاہ کے آس پاس چرائے تو قریب ہے کہ اس میں جانور چرالیں ۴۔ آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی مقرر کردہ چراگاہ اس کے محرمات ہیں آگاہ رہو کہ جسم میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار وہ دل ہے ۵۔ (مسلم' بخاری)

(۲۶۴۰) ا۔ بشیر بروزن زبیر ہے' آپ بہت خورد سال صحابی ہیں ہجرت سے چودہ ماہ بعد پیدا ہوئے' آپ انصار میں پہلے بچہ ہیں جو پیدا ہوئے' جیسے مہاجرین میں اول حضرت عبداللہ ابن زبیر پہلے بچے ہیں' حضور کی وفات کے وقت آٹھ سال سات ماہ کے

marfat.com

تھے' کوفہ میں قیام رہا امیر معاویہ کی طرف سے عراق کے حاکم تھے' جب حضرت امام حسین نے مسلم ابن عقیل کو کوفہ بھیجا تو آپ اس وقت یزید ابن معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے' آپ نے حضرت مسلم سے کوئی تعرض نہ کیا' اس لئے یزید نے آپ کو معزول کردیا اور عبید اللہ ابن زیاد کو مقرر کیا' جب سر مبارک امام حسین کو کوفہ سے شام بھیجا گیا' اس وقت اہل بیت پر یہ ہی نعمان مقرر تھے' آپ نے راہ میں اہل بیت کی بہت خدمات انجام دیں' اور اہل بیت اطہار نے آپ کو بہت دعائیں دیں' رضی اللہ عنہ (اشعہ) ۲؎ یہ حدیث اصل اصول دین ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہیں' بالکل حلال جن کی حلت منصوص ہے' بالکل حرام جن کی حرمت منصوص ہے جیسے محرمات و فواحش' اور مشتبہات' جن میں حلت و حرمت کے دلائل متعارض ہیں یا حلت و حرمت کی دلیل نہیں' اصل حلال پر عمل کرو' اصل حرام سے ضرور بچو اور مشتبہات سے احتیاطاً پرہیز کرو کہ شاید حرام ہوں' مگر جن میں حلت کی اصل موجود ہو وہ مشتبہ نہیں' انہیں حرام سمجھنا محض باطل وہم ہے لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ میلاد شریف' عرس بزرگان کو بعض علماء حرام بھی کہتے ہیں' لہذا یہ مشتبہات سے ہے (از مرقات) ۳؎ یعنی جو شخص مشتبہات سے پرہیز نہ کرے گا وہ آخر کار محرمات میں بھی پھنس جائے گا' اس لئے مشتبہات سے بچو ۴؎ شاہی چراگاہ میں جانور چرانا سخت جرم ہوتا ہے' ہوشیار چرواہے شاہی چراگاہ سے دور ہی رہتے ہیں تاکہ کوئی جانور بے قابو ہو کر اس چراگاہ میں نہ گھس جائے اور ہم مجرم ہو جائیں' مگر بے احتیاط چرواہے وہاں قریب پہنچ جاتے ہیں' اور آخر کار ان کا جانور وہاں گھس جاتا ہے' اور یہ مجرم ہو کر پکڑے جاتے ہیں' ایسے ہی مشتبہات میں واقع ہونے والا کبھی حرام میں بھی گرفتار ہو جائے گا تم چرواہے ہو' نفس بے سمجھ جانور' محرمات شرعیہ شاہی چراگاہ ہے' مشتبہات اس چراگاہ کے متصل زمین۔ ۵؎ یعنی دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا جیسے بادشاہ کے درست ہو جانے سے تمام ملک ٹھیک ہو جاتا ہے ایسے ہی دل سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے' دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی کوشش کہ دل میں برے ارادے نہ پیدا ہوں' اس لئے صوفیاء کرام دل کی اصلاح پر بہت زور دیتے ہیں' صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل کو اپنی منزلوں میں رکھو' اس کی منزلیں فرض' واجب' سنت' مستحب' آداب' مباح ہیں' ان حدود میں رہا تو خیر ہے' اگلی منزلیں خطرناک ہیں' ادھر نہ جانے دو' اگلی منزلیں' مکروہ تنزیہی' مکروہ تحریمی حرام و کفر ہیں' مکروہ تنزیہی سے بچاؤ تاکہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے (اشعہ)

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۴۱) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کتے کی قیمت خبیث ہے اور زانیہ کی خرچی حرام اور فصد لینے والے کی اجرت خسیس ہے ۲؎ (مسلم)

(۲۶۴۱) ۱؎ آپ مشہور انصاری صحابی ہیں' غزوہ بدر میں صغر سنی کے باعث شریک نہ ہو سکے' باقی احد وغیرہ تمام غزوات میں شریک رہے' غزوہ احد میں تیر سے زخمی ہوئے تو حضور انور نے فرمایا کہ میں قیامت میں تمہارے زخم و ایمان کا گواہ ہوں' یہ ہی زخم عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں پھر ہرا ہو گیا' اور اس زخم سے ۷۴ھ میں چھیاسی سال کی عمر میں وفات مدینہ منورہ میں پائی' آپ سے بہت احادیث مروی ہیں ۲؎ خبیث طیب کا مقابل ہے' طیب کے دو معنے ہیں حلال اور نفیس' لہذا اس کے مقابل خبیث کے بھی دو معنے ہیں حرام اور خسیس' رنڈی کے زنا کی اجرت بالاتفاق حرام ہے' اور فصد لینے والی کی اجرت بالاتفاق ناپسندیا مکروہ ہے' کتے کی قیمت میں اختلاف ہے' امام شافعی کے ہاں حرام ہے ہمارے ہاں حلال مگر ناپسندیدہ' لہذا لفظ خبیث یہاں بطریق عموم مشترک دونوں

marfat.com

معنے میں استعمال ہوا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فصد لے کر اس کی اجرت عطا فرمائی اور یہاں اسے خبیث فرمایا یعنی ناپسندیدہ، وہ عمل بیان جواز کے لئے تھا یہ فرمان کراہت کے لئے، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَمَھْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْکَاھِنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۶۴۲) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت ۱۔ زانیہ کی خرچی اور نجومی کی مٹھائی سے منع فرمایا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۴۲) ۱۔ امام ابوحنیفہ کے ہاں یہ ممانعت یا تو تنزیہی ہے یا اس وقت کی ہے جب کتا پالنا اسلام میں مطلقاً ممنوع تھا، جب شکار و حفاظت کے لئے اس کی اجازت ہو گئی تو یہ ممانعت بھی منسوخ ہو گئی، امام شافعی و دیگر ائمہ کے ہاں اب بھی کراہت تحریمی باقی ہے، دیوانہ کتے کی قیمت ہمارے ہاں بھی ممنوع ہے کہ وہ قابل نفع مال نہیں جیسے گندا انڈا مال نہیں۔ ۲۔ مہر بغی سے مراد زانیہ کی اجرت زنا ہے، اور کاہن کی مٹھائی سے مراد اس کے فال کھولنے، غیبی باتیں بتانے یا ہاتھ دیکھ کر تقدیر بتانے کی اجرت ہے، چونکہ یہ اجرت بغیر محنت حاصل ہو جاتی ہے، اس لئے اسے مٹھائی فرمایا، یہ دونوں اجرتیں بالاتفاق حرام ہیں کہ یہ دونوں کام حرام لہذا ان کی اجرت بھی حرام۔

وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْکَلْبِ وَکَسْبِ الْبَغِیِّ وَلَعَنَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَالْوَاشِمَۃَ وَالْمُسْتَوْشِمَۃَ وَالْمُصَوِّرَ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۶۴۳) روایت ہے حضرت ابو جحیفہ سے ۱۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی سے منع فرمایا ۲۔ اور سود کھانے والے اور کھلانے والے ۳۔ اور گودنے والی اور گدوانے والی ۴۔ اور فوٹو لینے والے پر لعنت فرمائی ۵۔ (بخاری)

(۲۶۴۳) ۱۔ آپ کم عمر صحابہ سے ہیں حضور انور کی وفات کے وقت نابالغ تھے، لیکن حضور انور سے کلام مبارک سنا ہے کوفہ میں مقیم رہے۔ ۲۔ خون کی قیمت سے مراد یا تو خون نکالنے کی اجرت ہے یعنی فصد کھولنا یا خود خون کی قیمت ہے، خون نجس ہے کسی کا ہو، انسان کا یا جانور کا، اس کی قیمت حرام ہے، خون کی بیع ہی حرام ہے کہ خون نجس ہے، آج کل جو آدمیوں کا خون خریدا جاتا ہے یا دوسرے آدمی میں داخل کیا جاتا ہے سب حرام ہے، کہ انسان کے اجزاء کی فروخت اور دوسرے کا استعمال کرنا ممنوع ہے، ہاں اگر طبیب حاذق کہے کہ اس بیمار کی شفا خون داخل کرنے کے سواء اور کسی چیز سے نہیں، تو ایسا ہی جائز ہو گا کہ جیسا کان کے درد میں کبھی عورت کا دودھ کان میں ٹپکانا درست ہوتا ہے جیسا کہ علامہ شامی وغیرہ نے فرمایا ۳۔ سود لینا دینا دونوں حرام ہیں اور باعث لعنت، اگرچہ سود لینا زیادہ جرم ہے کہ اس میں گناہ بھی ہے اور مقروض پر بلکہ اس کے بچوں پر ظلم بھی ہو حق اللہ، حق العباد دونوں میں اس میں جمع ہیں ۴۔ گودنے گدوانے سے مراد سوئی کے ذریعہ نیل یا سرمہ جسم میں لگا کر نقش و نگار کرانا یا اپنا نام لکھوانا، یہ دونوں کام ممنوع ہیں طریقہ مشرکین ہیں، اور طریقہ کفار و فجار ۵۔ جاندار کا فوٹو لینا حرام ہے خواہ قلم سے ہو یا کیمرہ سے، فوٹو لینے والے پر لعنت فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ کھچوانے والے پر لعنت نہیں فرمائی، اگر کسی کا بے خبری میں فوٹو لے لیا گیا تو ظاہر ہے کہ وہ بے قصور ہے، اور اگر عمداً کھچوایا تو کھچوانا ممنوع ہے کہ یہ جرم پر امداد ہے۔

marfat.com

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهٗ تُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا اَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهٗ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۴۴) روایت ہے حضرت جابر سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح کے سال جب آپ مکہ معظمہ میں تھے فرماتے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب مردار، سور اور بتوں کی تجارت کو حرام کیا ۱؎ عرض کیا گیا یا رسول اللہ مردار کی چربیوں کے متعلق تو فرمایئے ان سے تو کشتیاں لیپی جاتی ہیں ان کی کھالیں روغنی جاتی ہیں لوگ ان سے چراغ جلاتے ہیں ۲؎ تو فرمایا نہیں وہ حرام ہے ۳؎ پھر اس موقعہ پر فرمایا یہود کو خدا غارت کرے جب اللہ نے مردار کی چربی حرام کی تو انہوں نے اسے پگھلایا پھر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی ۴؎ (مسلم بخاری)

(۲۶۴۴) ۱؎ پتلی نشہ آور چیز خواہ شراب، انگوری ہو یا کھجور وغیرہ کی یا تاڑی یا کوئی اور چیز مطلقاً حرام ہے، نشہ دے یا نہ دے اس پر فتویٰ ہے، ان سب کی تجارت بھی حرام ہے، خشک نشہ آور چیزیں جیسے بھنگ، افیون وغیرہ کا استعمال نشہ کے لئے حرام ہے، اور دواؤں میں جبکہ یہ نشہ نہ دیں تو حلال، لہذا ان کی بیع حلال ہے کہ ان سے انتفاع حلال بھی ہے، مردار سے مراد وہ مرا ہوا جانور ہے جو بغیر ذبح کھایا نہیں جاتا لہذا مری مچھلی کی تجارت درست ہے، بتوں کی تجارت خواہ فوٹو کی شکل میں ہوں یا مجسم حرام ہے، جیسے ہنومان، بھوانی، رامچندر وغیرہ کے مجسمے یا فوٹو، ان کی تجارت حرام ہے، بچوں کے کھلونے، گڑیاں وغیرہ کی تجارت حرام نہیں کہ یہ بت نہیں ۲؎ سائل کا مقصد یہ تھا کہ اگر مردار کی چربی کی تجارت یا اس کا استعمال بند کر دیا گیا تو بہت سے ضروری کام بند ہو جائیں گے، لہذا اس کی اجازت دی جائے ۳؎ یعنی مردار کی چربی کا استعمال حرام ہے (حنفی) یا اس کی تجارت حرام ہے (شافعی) احناف کے ہاں مردار کی چربی، صابن، چراغ یا چمڑوں میں استعمال کرنا حرام ہے۔ نجس تیل فروخت بھی کر سکتے ہیں اور ان مقامات میں استعمال بھی کر سکتے ہیں، کافر کی نعش بیچنا حرام ہے، چنانچہ نوفل مخزومی جو غزوہ خندق میں مارا گیا تھا کفار نے دس ہزار درہم اس کی نعش کی قیمت پیش کی حضور نے انکار فرما دیا، یوں ہی نجس شہد نجس دودھ نجس کھانا جانور کو کھلا دینا جائز ہے، مگر مردار کی چربی ان میں سے کسی جگہ خرچ نہیں کر سکتے (مرقات و اشعہ) نجس تیل کا چراغ مسجد میں جلانا منع ہے (لمعات و اشعہ) ۴؎ مشکوۃ کے عام نسخوں میں شحومہا واحد مونث کی ضمیر سے ہے اس کا مرجع میت ہے بعض نسخوں میں شحومهما ہے تثنیہ کی ضمیر سے اس کا مرجع گائے بکری ہیں کہ ان کی چربیاں یہود پر حرام تھیں، رب تعالٰی فرماتا ہے ومن البقر و الغنم حرمنا علیھم شحومھما یعنی یہود پر مردار کی یا گائے بکری کی چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کیا اور قیمت استعمال کی، بولے کہ ہم نے تو نہیں کھائی بلکہ پگھلی چربی کی قیمت کھائی ہے، معلوم ہوا کہ حرام کا حیلہ کرنا بھی حرام ہے، ہاں حرام سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا اچھا ہے۔ (لمعات، مرقات، اشعہ) مسلمان ضرورت پر حرام سے بچنے کا حیلہ کرتے ہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ

(۲۶۴۵) روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود کو خدا غارت کرے ۱؎ ان پر چربی حرام ہوئی تو

marfat.com

الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انہوں نے اسے پگھلایا پھر بیچا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۴۵) ۱۔ یہ کلمہ بددعا کے لئے ہے یا اظہار غضب کے لئے' اس میں مسلمانوں کو بتایا جارہا ہے کہ تم نے مردار کی چربی اس طرح استعمال کی' تو تم بھی میری بددعا کے مستحق ہو گے اس سے سخت پرہیز کرو ۲۔ یہود کچی چربی کو شحم اور پگھلی ہوئی کو ودک کہتے تھے' انہوں نے کہا ہم پر شحم حرام ہے ودک حرام نہیں' پھر ہم ودک بھی نہیں' استعمال کرتے بلکہ اس کی قیمت کام میں لاتے ہیں' خیال رہے کہ مردار کی کھال پکا کر کام آسکتی ہے' مگر چربی پگھلا کر بھی کام نہیں آسکتی' اس حدیث میں چربی کا یہ ہی حکم بتانا مقصود ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۴۴۶) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ۱۔ (مسلم)

(۲۴۴۶) ۱۔ یا تو کتے بلی سے مراد غیر نافع کتے بلی ہیں جیسے دیوانہ کتا' وحشی بلی کہ اگر اسے باندھ کر رکھو تو چوہوں کا شکار نہ کرسکے اور اگر کھول دو تو بھاگ جائے اور یا مطلقاً کتا بلی مراد ہے' اور نہی کراہت تنزیہی کے لئے ہے یعنی ان کا فروخت کرنا غیر مناسب ہے' یہ جانور تو یوں ہی بطور ہبہ دے دینا چاہئیں۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ کتے کی بیع جائز ہے' کیونکہ بلی کی بیع تمام ائمہ کے ہاں درست ہے' اور یہاں ممانعت میں کتے بلی دونوں کو ملا دیا گیا ہے' معلوم ہوا کہ کتے کی بیع بھی بلی کی طرح جائز' مگر غیر مناسب ہے' یہ حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ حَجَمَ اَبُوْ طَيْبَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهٗ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَّاَمَرَ اَهْلَهٗ اَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴۴۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابو طیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصد لی تو حضور نے اس کے لئے ایک صاع کھجوروں کا حکم دیا ۱۔ اور اس کے مالکوں کو حکم دیا تو انہوں نے اس کے وظیفہ آمد سے کمی کردی ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۴۴۷) ۱۔ ابو طیبہ کا نام نافع یا دینار ہے' لقب میسرہ' یہ نبی بیاضہ کے غلام تھے' ان کے مولیٰ کا نام محیصہ ابن مسعود انصاری ہے' یہ فصد لینے کے فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد کی اجرت جائز ہے' جہاں جہاں ممانعت آئی ہے وہاں تنزیہی کراہت مراد ہے' وہ فرمان عالی کراہت کے بیان کے لئے ہے' اور یہ عمل شریف بیان جواز کے لئے' لہذا احادیث متعارض نہیں ۲۔ خراج سے غلام کی آمدنی مراد ہے' مولیٰ اپنے غلام کو کاروبار کی اجازت دے دیتا تھا اور کہتا تھا کہ تو مجھے روزانہ اتنے پیسے دے دیا کر باقی کمائی تیری' جیسے آج بعض لوگ تانگے' گاڑیاں ٹھیکے' پر دے دیا کرتے ہیں اسے خراج کہتے تھے' اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دوا و علاج جائز ہے' دوسرے یہ کہ معالج و طبیب کو اجرت دینا جائز ہے' تیسرے یہ کہ خراج کم کرنے کی سفارش کرنا جائز ہے' چوتھے یہ کہ فصد لینا جائز ہے' پانچویں یہ کہ فصد کی اجرت جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

(۲۴۴۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا نبی کریم

marfat.com

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَبِیْ دَاؤُدَ وَالدَّارِمِیِّ اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلَ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ وَاِنَّ وَلَدَہٗ مِنْ کَسْبِہٖ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پاکیزہ غذا جو تم کھاؤ وہ تمہاری اپنی کمائی اور تمہاری اولاد تمہاری اپنی کمائی ہے ۱۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد و دارمی کی ایک روایت میں یوں ہے۔ کہ پاکیزہ ترین غذا جو انسان کھائے وہ اپنی کمائی کی ہے اور اس کا بیٹا اس کی کمائی سے ہے ۲۔

(۲۷۴۸) ۱۔ یعنی اپنے کو بیکار نہ رکھو بلکہ روزی کماؤ اور کما کر کھاؤ اور اولاد کی کمائی بھی تمہاری اپنی کمائی ہی ہے کہ بالواسطہ وہ گویا تم ہی نے کمایا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اولاد پر والدین کا خرچہ بوقت ضرورت واجب ہے، اور اگر انہیں حاجت نہ ہو تو مستحب ہے، اور وجوب کی حالت میں ماں باپ اولاد کی اجازت کے بغیر اس کا کھانا کھا پی سکتے ہیں، مگر غائب اولاد کی چیز اپنے نفقہ میں فروخت نہیں کر سکتے الا باذن حاکم اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۲۔ اگرچہ ولد مطلق اولاد کو کہتے ہیں لڑکی ہو یا لڑکا، مگر ایسے مقامات پر عموماً" لڑکا مراد ہوتا ہے، کیونکہ لڑکیاں کمائی کم کرتی ہیں خود ان کا اپنا خرچ خاوند پر ہوتا ہے، لیکن اگر لڑکی امیر ہو اور باپ فقیر، تو لڑکی پر بھی اپنے مال سے باپ کا خرچ لازم ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے آئی ہے، ایک روایت میں ہے اذھب انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے، دوسری روایات میں ہے انت ومالک لابیک غرضیکہ باپ کو اولاد کا مال خرچ کرنے شرعاً بھی حق ہے اور قانوناً بھی، اس سے اشارۃً" معلوم ہو رہا ہے کہ اگر اولاد کی کمائی خالص حرام ہے تو باپ نہ کھائے کہ اپنی حرام کمائی کھانا بھی حرام ہے، تو اولاد کی حرام کمائی کیسے حلال ہوگی، اسی لئے اسے کسب فرمایا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَکْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ فَیَتَصَدَّقُ مِنْہُ فَیُقْبَلُ مِنْہُ وَلَا یُنْفِقُ مِنْہُ فَیُبَارَکُ لَہٗ فِیْہِ وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادَہٗ اِلَی النَّارِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْحُو السَّیِّیَٔ بِالسَّیِّیِٔ وَلٰکِنْ یَمْحُو السَّیِّیَٔ بِالْحَسَنِ اِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُو الْخَبِیْثَ (رَوَاہُ اَحْمَدُ) وَکَذَا فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ۔

(۲۷۴۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی بندہ حرام مال کمائے پھر اس سے خیرات کرے تو وہ قبول ہو جائے ۱۔ اور نہ یہ کہ اس سے خرچ کرے تو اس میں اسے برکت ہو ۲۔ اور اس حرام کو اپنے پس ماندگان کے لئے نہ چھوڑے مگر یہ اس کا آگ کا توشہ ہو گا ۳۔ اللہ تعالٰی برائی سے برائی نہیں مٹاتا لیکن بھلائی سے برائی مٹاتا ہے ۴۔ یقیناً پلید پلید کو مٹاتا نہیں ۵۔ (احمد) شرح سنہ میں بھی یوں ہی ہے۔

(۲۷۴۹) ۱۔ خلاصہ یہ ہے کہ حرام مال کا صدقہ قبول نہیں، رب کی بارگاہ میں حلال مال پیش کرو، خیال رہے کہ حرام مال وہ ہے جو حرام ذریعہ سے حاصل کیا جائے، سود، چوری، زنا، شراب، گانا، ناچنا وغیرہ ۲۔ یعنی حرام کمائی میں خود بھی برکت نہیں، حلال میں برکت ہے کتیا سال میں دس بارہ بچے دیتی ہے اور ایک بھی ذبح نہیں ہوتا، اور بکری سال میں ایک دو بچے دیتی ہے، اور روزانہ ہزاروں ذبح ہوتے ہیں، مگر گلے بکریوں کے نکلتے ہیں نہ کہ کتوں کے کیونکہ کتا حرام ہے بکری حلال، اور حلال میں برکت ہے حرام میں بے برکتی ۳۔ یعنی جب تک اس کے وارثین اس کا حرام مال کھائیں گے یا برتیں گے اسے دوزخ میں عذاب ہوتا رہے گا کیونکہ یہ

marfat.com

حرام کا سبب بنا' معلوم ہوا کہ جیسے بعض صدقے جاریہ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی بعض حرام بھی گناہ جاری ہو جاتے ہیں' یہ خیال رہے کہ سود چوری کا پیسہ تو ملک بنتا ہی نہیں' نہ اس کی میراث جاری ہو' بلکہ حق والے پر واپس کر دینا لازم ہے' اور اگر اس کا پتہ نہ لگے تو اس کے نام پر خیرات کر دیا جائے' یہاں ان حرام مالوں کا ذکر ہے جو حرام ذریعوں سے اپنے ملک میں آئیں' جیسے گا کر بجا کر پیسہ کمانا' لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حرام مال کی میراث کیسی' ۴۔ سبحان اللہ کیسا نفیس قاعدہ بیان فرمایا کہ وہ جو قرآن شریف میں ہے ان الحسنٰت یذھبن السیئات کہ بھلائیاں برائیوں کو دفع کر دیتی ہیں اور صدقہ کرنا بھلائی ہے' اس صدقے سے حرام کمائی کا گناہ کیوں نہ مٹا' ارشاد فرمایا کہ حرام مال سے صدقہ کرنا بھلائی نہیں بلکہ برائی ہے' اور برائی سے برائی نہیں مٹتی' پاک پانی گندے کپڑے کو پاک کر سکتا ہے نہ کہ ناپاک پانی ایسے ہی طیب و حلال صدقہ گناہ مٹائے گا' نہ کہ حرام کا صدقہ' ۵۔ خبیث کے معانی پہلے بیان کئے گئے' یہاں یا گندگی کے معنے میں ہے یا حرام کے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

(۲۶۵۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت جنت میں نہ جائے گا جو حرام سے اگا ہوا۔ اور جو گوشت حرام سے اگے اس سے آگ بہت قریب ہے۔ ۲۔ (احمد' دارمی' بیہقی شعب الایمان)

(۲۶۵۰) ۱۔ یعنی اولاً "نہ جائے گا بلکہ سزا پانے کے بعد یا جنت کے درجہ عالیہ میں نہ جائے گا بلکہ ادنےٰ درجہ میں گوشت سے مراد خود گوشت والا ہے' اور اگنے سے مراد پرورش پانا ہے' یعنی جو شخص حرام کھا کر پلا' وہ جنت میں کیسے جائے' طیب جگہ طیب لوگوں کے لئے ہے ۲۔ یعنی حرام خود دوزخ کی آگ کا مستحق ہے کہ مرے اور آگ میں پہنچے' کیونکہ الخبیثٰت للخبیثین گندے لوگوں کے لئے گندی چیزیں ہیں' اگر یہ شخص توبہ کرے یا صاحب حق سے معاف کرا لے یا شفاعت سے معافی ہو جائے' تو ہو سکتی ہے۔ یہ صورتیں اس قاعدے سے علیحدہ ہیں (مرقات)

وَعَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَانِيْنَةٌ وَّاِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ

(۲۶۵۱) روایت ہے حضرت حسن ابن علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک یہ بات یاد کی ہے ۱۔ کہ اسے چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے ادھر رجوع کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے ۲۔ کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ تردد ہے ۳۔ (احمد' ترمذی' نسائی) اور راوی نے پہلی چیز روایت فرمائی۔

(۲۶۵۱) ۱۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بلاواسطہ حضور سے یہ سنا اور یاد کیا' کیونکہ حضور انور کی زندگی شریف میں امام حسن قدرے سمجھدار تھے بچوں کا حدیث سننا معتبر ہے جبکہ کچھ سمجھدار ہوں اور ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے سنا ہو' چونکہ یہ قول رسول تھا اس لئے سے حضور کی طرف نسبت فرمادیا' جیسے ہم کہہ دیتے ہیں کہ حضور نے یہ فرمایا یا ہمیں حضور کا یہ فرمان یاد ہے ۲۔ یعنی جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال' اسے چھوڑ دو' اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو' مگر یہ ان حضرات کے لئے ہے' جو حضرت حسن جیسی قوت قدسیہ و علم لدنی والے ہوں جن کا فیصلہ قلب کتاب و سنت کے

marfat.com

مطابق ہو عام لوگ یا جو نفسانی و شیطانی وہمیات میں پھنسے ہوں ان کے لئے یہ قاعدہ نہیں'(مرقات و اشعہ) بعض لاپرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے' اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلاوجہ حرام و مشکوک سمجھ لیتے ہیں ان کے لئے یہ قاعدہ نہیں ہے' لہذا حدیثیں واضح ہے ۳؎ یعنی مومن کامل کا دل سچے کام و سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیاء سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے' یہاں لمعات میں فرمایا گیا کہ جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور اگرچہ حدیث بھی متعارض نظر آئیں تو اقوال علماء کو تلاش کرو' اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے' تو اپنے دل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو' یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لئے ہیں (لمعات مختصرا) اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان ہو اور گناہ سے خوشی ہو' نیکیوں سے دل گھبرائے' تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس لمارہ کی شرارت ہے' نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے' اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سبحان اللہ' یہ ہی حال عقل کا ہے۔

☆ عقل زیر حکم دل یزدانی است ☆ جوز دل آزاد شد شیطانی است ☆

اللہ تعالٰی دل کو نفس و عقل پر غالب رکھے آمین۔

وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا وَابِصَةُ جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهٗ وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ اسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلٰثًا اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۶۵۲) روایت ہے حضرت وابصہ ابن معبد سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وابصہ تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہوئے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ۱؎ فرماتے ہیں کہ حضور انور نے اپنی انگلیاں جمع کر کے ان کے سینہ پر لگائیں اور تین بار فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لے لیا کرو ۲؎ نیکی وہ ہے جس پر طبیعت جمے اور جس پر دل مطمئن ہو۔ ۳؎ اور گناہ وہ ہے جو طبیعت میں چبھے اور دل میں کھٹکے' اگرچہ لوگ اس کا فتویٰ دے دیں ۴؎ (احمد و دارمی)

(۲۶۵۲) ۱؎ یہ غیبی خبر ہے کہ حضرت وابصہ جو سوال دل میں لے کر آئے تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے بغیر عرض کئے ہوئے ارشاد فرمادیا' معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے انہیں دلوں کے حال پر مطلع فرمایا ہے' کیوں نہ ہو انہیں تو پتھروں کے دلوں میں اطلاع ہے کہ فرماتے ہیں احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ شعر:۔

☆ آے کہ ذات پاک تو صبح دھور ☆ چشم توبینندہ ما فی الصدور ☆

۲؎ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے قلب کو فیض دیا جس سے ان کا نفس بجائے لمارہ کے مطمئنہ ہو گیا' اور دل خطرات شیطانی' وسوسوں سے پاک و صاف ہو گیا' صوفیاء کرام جو مریدوں کے سینے پر ہاتھ مار کر یا توجہ ڈال کر انہیں فیض دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث بھی ہے ۳؎ یعنی آج سے اے وابصہ گناہ اور نیکی کی پہچان یہ ہے کہ جس پر تمہارا دل و نفس مطمئنہ جمے وہ نیکی ہو گی اور جسے تمہارا دل و نفس مطمئنہ قبول نہ کرے' وہ گناہ ہو گا' یہ حکم حضرت وابصہ کے لئے آج سے ہو

marfat.com

گیا' یہ حضور کے ہاتھ شریف کا اثر ہوا' ہم جیسے لوگوں کو یہ حکم نہیں' یہاں مرقات نے فرمایا کہ غیر مجتہد یعنی مقلد تو اپنے امام سے فتویٰ لے اور مجتہد اپنے دل سے ۔ یعنی عام لوگوں کے فتویٰ کا تم اعتبار نہ کرنا کیونکہ ان کے دلوں پر ہمارا ہاتھ نہیں پہنچا' اپنے دل و نفس کا فتویٰ قبول کرنا کہ تمہارے دل کا فتویٰ ہمارا فیصلہ ہو گا کہ ہمارا ہاتھ تمہارے دل پر ہے شعر:۔

☆ دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا ☆ سینہ پر رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود ☆

☆ آنکھ عطا کیجئے اس میں جلا دیجئے ☆ جلوہ قریب آ گیا تم پہ کروڑوں درود ☆

خیال رہے کہ فتویٰ فتوے بنا بمعنی پیش آنا' حادث ہونا' یا قوت' چونکہ شرعی مسئلہ حادثات کے پیش آنے پر معلوم کیا جاتا ہے اور عالم کے حکم حاصل ہو جانے سے سائل کو قوت حاصل ہو جاتی ہے' اس لئے مسئلہ شرعی کو فتویٰ کہا جاتا ہے۔

وَعَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ حَذَرًا ١ لِّمَا بِهٖ بَاْسٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۶۵۳) روایت ہے حضرت عطیہ سعدی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ پرہیز گاروں میں سے ہونے کے مرتبہ کو نہیں پہنچا حتی کہ مضائقہ والی چیزوں سے ڈرتے ہوئے غیر مضائقہ والی چیزوں کو چھوڑ دے ا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۲۶۵۳) ا۔ یہ فرمان عالی بہت جامع ہے جس میں صدہا احکام آ گئے' حرام سے بچنے کے لئے مکروہات سے پرہیز کرو گناہوں سے بچنے کے لئے مشکوک و مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرو' برے لوگوں سے بچنے کے لئے مشتبہ لوگوں سے الگ رہو شعر:۔

☆ نگہ دارد آں شوخ درکیسہ در ☆ کہ داند ہمہ خلق راکیسہ برد ☆

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةً عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَاٰكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِيَ لَهَا وَالْمُشْتَرٰى لَهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۶۵۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب کے بارے میں دس شخصوں پر لعنت فرمائی ا۔ اس کے نچوڑنے والے' نچوڑوانے والے ۲۔ پینے والے' اٹھانے والے پر اور اس پر جس کی طرف پہنچائی جائے پلانے والے پر' بیچنے والے پر' اس کی قیمت کھانے والے پر' خریدنے والے پر اور جس کے لئے خریدی جائے' اس پر ۳۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۲۶۵۴) ا۔ اگرچہ یہ دسوں گناہ میں مختلف ہیں مگر لعنت کے مستحق سب ہی ہیں' خیال رہے کہ اجمالاً گنہگار پر بھی لعنت کرنا جائز ہے' جیسے کہا جائے کہ جھوٹوں پر لعنت مگر نام لے کر لعنت صرف کفار پر جائز ہے' کسی گنہگار مسلمان پر جائز نہیں' اور بعد مرے صرف اس کافر پر لعنت جائز ہے جس کا کفر پر مرنا یقین سے معلوم ہو' صرف لعان میں خاوند و بیوی اپنے پر لعنت کرتے ہیں کہ اگر میں نے جھوٹ کہا ہو تو مجھ پر لعنت ہے ۲۔ یعنی اپنے لئے انگور وغیرہ نچوڑ کر شراب بنائے تب بھی لعنت اور اگر دوسرے کے لئے بنائے تب بھی لعنت بنانے والے پر بھی اور بنوانے والے پر بھی ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے جیسے نیکی پر مدد کرنا نیکی ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوا

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۶۵۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ لعنت کرے شراب پر ا۔ اس کے پینے والے ' پلانے والے پر ' اور اس کے بیچنے والے اور خریدار پر ' نچوڑنے والے اور نچوڑوانے والے ' اٹھانے والے پر اور جس تک پہنچائی جائے اس پر ۲۔ (ابوداؤد ' ابن ماجہ)

(۲۶۵۵) ا۔ شراب پر لعنت کرنے کے معنے یہ ہیں کہ اسے رب نے تمام خوبیوں سے خالی کردیا اور اس میں ہر عیب بھردیا' اسی لئے اس کا نام ام الخبائث یعنی گناہوں کی اصل و جڑ ہے کہ نشہ میں انسان سارے گناہ کرلیتا ہے۔ ۲۔ یہ کلمہ عام ہے' خواہ پینے والے تک پہنچائی جائے یا دکاندار تک یا امانت دار تک یعنی شراب پہنچانے کی مزدوری کرنے والا شراب کو بطور امانت رکھنے والا بیچنے والا سب ہی لعنت کے مستحق ہیں۔

وَعَنْ مُحَيِّصَةَ اَنَّهُ اسْتَاْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُجْرَةِ الْحَجَّامِ فَنَهَاهُ فَلَمْ يَزَلْ يَسْتَاْذِنُهُ حَتّٰى قَالَ اَعْلِفْهُ نَاضِحَكَ وَاَطْعِمْهُ رَقِيْقَكَ. (رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۶۵۶) روایت ہے حضرت محیصہ ا۔ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پچھنے لگانے والے کی مزدوری کی اجازت مانگی ۲۔ تو آپ نے انہیں منع فرمادیا۔ وہ اجازت مانگتے ہی رہے۔ ۳۔ تب فرمایا کہ وہ اپنی اونٹنی کو چرا دو اور اپنے غلام کو کھلا دو۔ ۴۔ (مالک' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۶۵۶) ا۔ آپ کا نام محیصہ ابن مسعود انصاری ہے' حویصہ کے بھائی ہیں' غزوہ خندق اور بعد والے غزوات میں شریک رہے' آپ کے اسلام کا عجیب واقعہ ہے جو اس جگہ اشعۃ اللمعات وغیرہ میں مذکور ہے ۲۔ حضرت محیصہ خود یہ کام نہ کرتے تھے' غالب یہ ہے کہ ان کا غلام کرتا ہوگا جس کا خراج یہ لیتے ہوں گے' اس لئے مسئلہ پوچھا کہ آیا اس میرے غلام کو اجرت لینا اور مجھے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ غلام کا مال اپنا مال ہوتا ہے' اس لئے یہ حکم ہوا' ورنہ اگر کسی کی آمدنی کا ذریعہ غیر درست ہو تو اس کے ہاتھ ہم چیز فروخت کرسکتے ہیں' اس سے کرایہ مکان وغیرہ لے سکتے ہیں جبکہ وہ اس روپیہ کا مالک ہوگیا ہو' سود' شراب کی قیمت جوئے کی آمدنی کا حکم اور ہے' ناجائز پیشوں کی آمدنی کا حکم دوسرا ۳۔ حضرت محیصہ یا تو یہ سمجھ گئے تھے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے' میرے بار بار دریافت کرنے سے ممکن ہے کہ یہ بھی جاتی رہے' یا ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم باذن پروردگار مالک احکام شرعیہ ہیں' اس لئے بار بار عرض کرتے رہے' ورنہ حضور کے منع فرمادینے کے بعد پھر پوچھتے رہنا اور اصرار کرنا ممانعت فرمان کی وجہ سے نہ تھا' رب تعالٰی فرماتا ہے ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ' جیسے حضرت عباس نے فرمان عالی سن کر عرض کیا تھا کہ حضور اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت دے دیں' اور حرم شریف کے حکم سے اسے مستثنٰی فرما دیں' بہرحال اس حدیث سے روافض کا اعتراض نہیں پڑ سکتا' اور صحابہ کرام کی سرتابی ثابت نہیں ہوسکتی ۴۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی ہے ورنہ آزاد غلام میں فرق نہ ہوتا یعنی آزاد لوگوں کو ایسے ادنٰی و خسیس پیشے کی کمائی کھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا اس لئے تم خود تو وہ کمائی نہ کھاؤ تمہاری شان کے لائق نہیں' البتہ اپنے غلاموں یا جانوروں کو کھلا دو کہ ان کا وہ

marfat.com

احترام نہیں جو آزاد مسلمانوں کا ہے' پھر یہ بھی گزر چکا کہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فصد کی اجرت ایک غلام کو عطا فرمائی' وہ عمل شریف بیان جواز کے لئے تھا اور یہ فرمان عالی بیان کراہت کے لئے ہے' لہٰذا دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَ کَسْبِ الزَّمَّارَةِ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۲۶۵۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں منع فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت اور گانے بجانے کی کمائی سے ا۔ (شرح سنہ)

(۲۶۵۷) ا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ زمارہ ہے' پہلے ز نقطے والی' بعد میں ر بغیر نقطے کی' زمر سے مشتق ہے بمعنی گانا ازار لہرانا' اسی لئے باجہ کو زمار کہتے ہیں جمع مزامیر یعنی حضور انور نے گانے بجانے کی اجرت لینے اور دینے سے منع فرمایا' اس سے مراد ناجائز گانے ہیں جیسے رنڈیوں کنجریوں کے گیت نعت خوانوں کو اجرت یا ہدیہ دیا جائے وہ اس حکم سے خارج ہے' کتے کی قیمت کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے کہ اس کی حرمت منسوخ ہے یا اس سے دیوانہ یا بیکار کتا مراد ہے جو مال نہیں' جیسے گندا انڈا' گانے کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ حرام گانے اور باجوں کی اجرت حرام ہے' جائز کی جائز' شادی بیاہ میں دف بجانے کی اجرت جائز ہے کہ یہ دف جائز ہے کھیل کود کے باجوں کی اجرت ناجائز ہے کہ یہ باجے ناجائز ہیں' طبل غازی' دف شادی' اعلان چاند و اعلان افطار وغیرہ کے نقارے تمام جائز ہیں' نعت خواں' بعض صورتوں میں خاص صوفیاء کے لئے خاص قوالی جائز ہے' ان کی اجرت جائز' آج کل عموماً قوالیاں حرام ہیں' جائز و ناجائز قوالی کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے' اور شامی باب الکراہیت میں مطالعہ فرمایئے' نیز تفسیر احمدی وغیرہ میں ملاحظہ کیجئے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِیْعُوا الْقَیْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَ ثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَ فِیْ مِثْلِ هٰذَا اُنْزِلَتْ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَعَلِیُّ بْنُ یَزِیْدَ الرَّاوِیْ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَ جَابِرٍ نَهٰی عَنْ اَکْلِ الْهِرِّ فِیْ بَابِ مَا یَحِلُّ اَکْلُهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

(۲۶۵۸) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رنڈیوں کو نہ بیچو نہ خریدو ا۔ اور نہ انہیں یہ سکھاؤ ۲۔ اور ان کی قیمت حرام ہے ۳۔ اور اس جیسی صورتوں کے متعلق یہ آیت اتری ہے کہ بعض لوگ کھیل کود کی باتیں خریدتے ہیں ۴۔ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے' اور علی ابن یزید راوی' حدیث میں ضعیف مانے گئے ہیں ۵۔ اور ہم حضرت جابر کی یہ حدیث کہ بلی کھانے سے منع فرمایا۔ ما یحل اکلہ کے باب میں انشاء اللہ ذکر کریں گے۔

(۲۶۵۵) ا۔ یعنی گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی لونڈیوں کو نچانے اور گانے کے لئے نہ خرید نہ فروخت کرو' اگر یہ نیت نہ ہو بلکہ ان سے دوسری خدمت لینے کا ارادہ ہو تو ان کا خریدنا جائز بلکہ بہتر ہے کہ وہ اس ذریعہ سے توبہ کرلیں گے ۲۔ یعنی لونڈیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دینا حرام ہے' اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اپنی لڑکیوں کو کالجوں و سکولوں میں گانے کی تعلیم دلواتے ہیں' رب تعالٰی اس زمانہ کی شر سے مسلمانوں کو بچائے' یہ گانے زنا کے پیش خیمے ہیں' جب زنا حرام ہے تو اس کے اسباب بھی حرام ہیں ۳۔

marfat.com

اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی اس سے مراد قیمت کی کراہیت ہے جبکہ اسے گانے بجانے کے لئے فروخت کیا ہو' اس کے ہاتھ جو ان سے یہ پیشہ کرائے' جیسے شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کی بیع کو بعض علماء منع کرتے ہیں کہ یہ گناہ پر امداد ہے ورنہ گانے والی کی نہ قیمت حرام ہے نہ ان کی بیع (مرقات) ۴۔ یہ آیت کریمہ نضر ابن حارث کے متعلق نازل ہوئی' جو گانے والی لونڈیاں اور عجمی قصے کہانیوں کے ناول خرید کر مسلمانوں میں رائج کرنا چاہتا تھا تاکہ مسلمان ان گانوں اور قصوں میں پھنس کر اسلامی تعلیم سے یکسر علیحدہ ہو جائیں' اور کہتا تھا کہ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم تو تمہیں عاد و ثمود کے قصے سناتے ہیں میں تمہیں رستم و اسفندیار کی کہانیاں سناتا ہوں' لہو الحدیث میں اضافہ من تبعیضیہ کی ہے' یا من تبعیضیہ کی حدیث سے مراد بات ہے تو من تبعیضیہ ہے' اور اگر مطلقاً کلام یا کام ہے تو من تبیینیہ ہے' جو کام یا کلام نفع سے خالی ہو یعنی عبث و بیکار ہو یا مضر ہو یا دین سے روکے' وہ سب لہو ہے "گانا بجانا لغو قصے کہانیاں' نماز کے وقت تجارت میں مشغولیت سب کچھ لہو ہے۔ ۵۔ ائمہ حدیث نے جیسے امام احمد' یحیٰی' ابوزرعہ' نسائی وغیرہ نے علی ابن یزید کو ضعیف فرمایا۔ شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حرمت غنا یعنی گانے بجانے کی حرمت میں کی احادیث ضعیف ہیں' اس بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ملی' فقیر کہتا ہے کہ اگر اس بارے میں کوئی حدیث صحیح نہ ملے جب بھی قرآن کریم کی آیت کافی ہے' نیز احادیث ضعیفہ متعدد ہو کر حسن بن جاتی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۶۵۹) روایت ہے حضرت عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کمائی کی تلاش ا۔ ایک فرض کے بعد دوسرا فرض ہے ۲۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۲۶۵۹) ا۔ کسب بمعنی مکتسب ہے یعنی پیشہ اور حلال حرام کا مقابل بھی ہے' اور مشتبہات کا بھی کیونکہ حرام کمائی کی تلاش حرام ہے اور مشتبہ کی مکروہ (مرقات) تلاش سے مراد جستجو کرنا اور حاصل کرنا ہے ۲۔ یعنی عبادات فرضیہ کے بعد یہ فرض ہے کہ اس پر بہت سے فرائض موقوف ہیں۔ خیال رہے کہ یہ حکم سب کے لئے نہیں' صرف ان کے لئے ہے جن کا خرچ دوسروں کے ذمہ نہ ہو بلکہ اپنے ذمہ ہو' اور اس کے پاس مال بھی نہ ہو' ورنہ خود مالدار پر اور چھوٹے بچوں پر فرض نہیں' یہ خیال رہے کہ بقدر ضرورت معاش کی طلب ضروری ہے' صرف اکیلے کو اپنے لائق بال بچوں والے کو ان کے لائق کمانا ضروری ہے بعد الفریضۃ فرمانے سے معلوم ہوا کہ کمائی کی فرضیت نماز روزے کی فرضیت کے مثل نہیں کہ اس کا منکر کافر ہو' اور تارک فاسق۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ اُجْرَةِ كِتَابَةِ الْمُصْحَفِ فَقَالَ لَا بَاْسَ اِنَّمَا هُمْ مُصَوِّرُوْنَ وَاِنَّهُمْ اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ مِنْ عَمَلِ اَيْدِيْهِمْ ۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۲۶۶۰) روایت ہے حضرت ابن عباس کہ آپ سے قرآن مجید لکھنے کی اجرت کے متعلق پوچھا گیا ا۔ تو فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ لوگ تو نقش باندھنے والے ہیں' اور اپنے ہاتھ کے کام سے کھاتے ہیں ۲۔ (رزین)

(۲۶۶۰) ا۔ سائل کو شبہ یہ تھا کہ رب فرماتا ہے۔ لا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا میری آیتوں کو تھوڑی قیمت کے عوض نہ بیچو'

marfat.com

اور کاتب قرآن اس کی کتابت کو قیمت پر فروخت کرتا ہے یہ بھی گنہگار ہونا چاہیے کہ نقوش قرآن' قرآن ہی میں شمار ہو جاتے ہیں۔ ۲۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ آیت لا تشتروا الخ میں ان پادریوں سے خطاب ہے جو روپیہ لے کر احکام الٰہی بدل دیتے تھے یا چھپالیتے تھے' کتابت قرآن کرنے والا تو دین کی خدمت کرتا ہے کہ اس کے ذریعہ قرآن کا بقا ہے اور قرآن کے بقاء سے دین کا بقاء' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن چھاپ کر فروخت کرنا' قرآن مجید کی جلد سازی پر اجرت لینا' تعویذ لکھنے پر اجرت اگرچہ اس میں آیات قرآنیہ ہی لکھی جائیں سب جائز ہیں' ایسے ہی فتویٰ لکھنے کی اجرت' امامت' اذان' کہیں جا کر وقت مقررہ پر وعظ کہنے کی اجرت لینا دنیا سب جائز ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے لا یضار کاتب ولا شہید اس کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد سوم میں دیکھئے۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَّبْرُوْرٍ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۶۶۱) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون کسب بہت پاکیزہ ہے فرمایا انسان کی اپنے ہاتھ کی دستکاری اور ہر سچی تجارت ا۔ (احمد)

(۲۶۶۱) ا۔ دستکاری میں کھیتی باڑی کتابت اور دوسری حلال صنعتیں داخل ہیں اور سچی تجارت سے ہر حلال و صحیح تجارت مراد ہے' فاسد' باطل' مکروہ تجارتیں اس سے خارج ہیں' ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس قسم کی احادیث میں ید یعنی ہاتھ سے مراد پوری ذات ہوتی ہے لہٰذا پاؤں سے چل پھر کر آنکھ سے دیکھ کر دماغ سے سوچ کر جو کمائیاں کی جائیں وہ بھی حلال ہیں۔ طبابت' وکالت' قضاء وغیرہ بھی ہاتھ کی ہی کمائیاں ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ كَانَتْ لِمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ جَارِيَةٌ تَبِيْعُ اللَّبَنَ وَيَقْبِضُ الْمِقْدَامُ ثَمَنَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَتَبِيْعُ اللَّبَنَ وَتَقْبِضُ الثَّمَنَ فَقَالَ نَعَمْ وَمَا بَأْسٌ بِذٰلِكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَنْفَعُ فِيْهِ اِلَّا الدِّيْنَارُ وَالدِّرْهَمُ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۶۶۲) روایت ہے حضرت ابوبکر ابن ابی مریم سے فرماتے ہیں کہ حضرت مقدام ابن معدیکرب کی ایک لونڈی تھی ا۔ جو دودھ بیچتی تھی اور حضرت مقدام اس کی قیمت لیتے تھے ان سے کہا گیا سبحان اللہ آپ دودھ بیچتے ہیں اور اس کی قیمت پر قبضہ کرتے ہیں ۲۔ فرمایا ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں پر ایک وہ زمانہ آئے گا جس میں صرف روپیہ پیسہ ہی نفع دے گا ۳۔ (احمد)

(۲۶۶۲) ا۔ یہ ابوبکر تابعی ہیں' ان کا ذکر مصنف نے اکمال میں نہیں کیا اور حضرت مقداد مشہور صحابی ہیں۔ لونڈی سے مراد مملوکہ لونڈی ہے جسے آپ نے خرید و فروخت کی اجازت دی تھی۔ اس قسم کے غلام کو فقہاء عبد ماذون کہتے ہیں ۲۔ شاید اس زمانہ میں اہل عرب دودھ کی تجارت کو ناپسند کرتے تھے' جیسے آج کل پنجاب میں بھی ذی حیثیت لوگ دودھ بیچنے کو ناپسند کرتے ہیں' گھی فروخت کرتے ہیں' یا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ جیسے عظمت والے لوگوں کو چاہیے کہ دودھ مفت دیا کریں' کیونکہ اس میں خیر کثیر ہے اس پر قیمت کیسی؟ ۳۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس کاروبار سے اللہ رسول منع نہ فرمائیں وہ حلال ہے' عرف یا خیالات سے کوئی شے حرام نہیں ہو جاتی' اور اب زمانہ ایسا آ گیا کہ کمال نہیں دیکھا جاتا' مال کی قدر ہوتی ہے' مالدار عالم کی تبلیغ و وعظ موثر ہے' تو ہمیں چاہیے کہ مال کما کر کمال پھیلائیں' اللہ اکبر' جب زمانہ صحابہ میں یہ حال ہو چکا تھا تو اس زمانہ کا کیا پوچھنا' اب تو مبلغین علماء

marfat.com

کے لئے فقیری زہر قاتل ہے' مالدار عالم کا وعظ بھی موثر ہوتا ہے' علماء کو چاہیے کہ فقیری و ناداری سے بچیں' حلال ذریعوں سے مال ضرور حاصل کریں' مرقات نے فرمایا کہ علماء سلف فرماتے تھے خوب تجارتیں اور کمائیاں کرو کیونکہ تم ایسے زمانہ میں ہو جبکہ حاجت مند پہلے اپنے دین کو ہی کھاتا ہے' ایک بار حضرت سفیان ثوری کچھ اشرفیاں اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اگر میرے پاس یہ مال نہ ہوتا تو بنی عباس مجھے رومال بنالیتے کہ مجھ سے اپنے میل پونچھا کرتے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ اُجَهِّزُ اِلَى الشَّامِ وَاِلٰى مِصْرَ فَجَهَّزْتُ اِلَى الْعِرَاقِ فَاَتَيْتُ اِلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ كُنْتُ اُجَهِّزُ اِلَى الشَّامِ فَجَهَّزْتُ اِلَى الْعِرَاقِ فَقَالَتْ لَا تَفْعَلْ مَالَكَ وَلِمَتْجِرِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَبَّبَ اللّٰهُ لِاَحَدِكُمْ رِزْقًا مِّنْ وَّجْهٍ فَلَا يَدَعْهُ حَتّٰى يَتَغَيَّرَ لَهٗ اَوْ يَتَنَكَّرَ لَهٗ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۶۶۳) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں میں مصروشام کی طرف سامان تجارت بھیجا کرتا تھا ایک بار عراق کی طرف مال بھیجنے لگا۔ تو ام المومنین عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا اے مسلمانوں کی مہربان ماں میں شام کی طرف مال بھیجا کرتا تھا' اس دفعہ عراق بھیج رہا ہوں ۱۔ فرمایا یہ نہ کرو تمہیں اپنی پرانی منڈی سے نفرت کیوں ہو گئی ۲۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب اللہ تم میں سے کسی کے لئے کسی ذریعہ سے رزق کا سبب بنادے تو وہ اسے نہ چھوڑے حتی کہ سبب بدل جائے یا بگڑ جائے ۳۔ (احمد' ابن ماجہ)

(۲۶۶۳) ۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی کاروبار میں بزرگوں سے مشورہ کرنا سنت صحابہ ہے' اس سے تجارت میں بزرگوں کا فیض بھی شامل ہو جاتا ہے' یہ نافع حضرت عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں' بڑے محدث ہیں تابعی ہیں' حضرت ابن عمر کی وفات کے بعد بہت شاندار تجارت کرتے تھے ۲۔ یعنی جب تمہیں مصروشام سے نفع بھی حاصل ہو رہا ہے' اور تمہاری تجارت بھی وہاں چمک رہی ہے' تو تم وہاں سے متنفر کیوں ہوئے جاتے ہو۔ ۳۔ شارحین فرماتے ہیں تغیر سے مراد بیوپار میں نفع نہ ہونا ہے' اور یتنکر یعنی بگڑنے سے مراد گھاٹا اور نقصان ہونا ہے' یا تو یہ دونوں کلمات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یا ام المومنین کو روایت میں شک ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتغیر فرمایا یا یتنکر مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ذریعہ آمدنی کو بلاوجہ بند نہ کرے کہ اس میں رب تعالٰی کی ناشکری ہے' بلکہ اس کی نعمت کا ٹھکرانا ہے' لگی نوکری' بندھا کاروبار بلاوجہ مت چھوڑو' اعلٰی حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں' جو شخص بلاوجہ پچاس روپیہ ماہوار کی نوکری چھوڑ دے گا' تو ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ پندرہ روپے کی نوکری تلاش کرے گا پر نہ ملے گی ہاں اگر قدرتی طور پر بند ہو جائے تو پرواہ نہ کرے کہ اس صورت میں رب تعالٰی اس سے بہتر دروازہ کھول دے گا' یہ حدیث بہت مجرب ہے' جس کا خود فقیر نے بارہا تجربہ کیا' صوفیاء فرماتے ہیں ع یک در گیر محکم گیر

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَآءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ

(۲۶۶۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق کا ایک غلام تھا جو انہیں آمدنی دیتا تھا ۱۔ تو صدیق اکبر اس کی آمدنی کھاتے تھے۔ وہ ایک دن کوئی چیز لایا جس میں سے ابوبکر صدیق

فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِيْ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّا اَنِّيْ خَدَعْتُهٗ فَلَقِيَنِيْ فَاَعْطَانِيْ بِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِيْ اَكَلْتَ مِنْهُ قَالَتْ فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

نے کچھ کھالیا ۲؎ تب غلام نے عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں جو یہ کیا ہے ابوبکر صدیق نے فرمایا کیا ہے وہ بولا میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کی فال کھولی تھی۔ اور میں فال جانتا تھا نہیں میں نے تو اسے دھوکہ دیا تھا۔ وہ آج مجھے ملا اور مجھے اس کے عوض یہ دی یہ وہی ہے جو آپ نے کھائی ۳؎ فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق نے ہاتھ ڈالا اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کردیا ۴؎ (بخاری)

(۲۶۶۴) اہل عرب اپنے غلاموں کو کاروبار کی اجازت دے دیتے تھے اور ماہوار یا روزانہ کچھ پیسے مقرر کردیتے تھے جو غلام مولیٰ کو ادا کرتا رہتا تھا' خواہ وہ کمائی کرتا یا نہ کرتا' زیادہ کرتا یا کم' جیسا کہ آج کل لوگ تانگہ و گاڑیاں ٹھیکے پر دے دیتے ہیں' اسے خراج کہتے تھے' یہاں اسی کا ذکر ہے ۲؎ اور غلام سے پوچھا نہیں کہ کہاں سے لایا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ہی لاتا تھا اور آپ کھاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کی تحقیق ضروری نہیں' جس چیز کی حلت کا گمان غالب ہو اسے کھالے صحابہ کرام جنگوں میں کفار کے مال و اسباب بلکہ پہنے ہوئے کپڑوں پر قبضہ کرلیتے تھے اور ان کی تحقیق نہ فرماتے تھے' یہ عمل خلاف تقویٰ نہیں ۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ یہ مٹھائی دو طرح سے حرام تھی' ایک یہ کہ کہانت یعنی فال کھولنے کی اجرت ہے' اور فال کھولنا بھی حرام ہے' اس کی اجرت بھی حرام' دوسرے یہ کہ دھوکا کی شیرینی ہے' جیسے کوئی غیر طبیب کسی کو دھوکا دے کر طبیب بنے' اس کی اجرت لے' یہ حرام ہے' غالب یہ ہے کہ غلام نے دیدہ دانستہ یہاں جرم کی نیت نہ کی تھی بلکہ اسے دھوکا یہ لگا کہ میں نے یہ کہانت اسلام سے پہلے کی تھی جب مجھ پر احکام شرعی جاری نہ تھے' کیونکہ یہ اسی کا معاوضہ ہے اس لئے حلال ہے' اب مسلمان ہو کر نہ کہانت کروں گا نہ اجرت لوں گا' اسی خیال پر اس نے جناب صدیق اکبر کو پہلے بتایا بھی نہیں' کھلا دینے کے بعد اسے کچھ خیال آیا' مسئلہ پوچھنے کے لئے یہ عرض کیا' لہٰذا نہ تو غلام پر یہ اعتراض ہے کہ اس نے یہ شیرینی لی کیوں اور حضرت صدیق کو دھوکا دیا کیوں' اور نہ جناب صدیق پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آپ نے بغیر تحقیق کھا کیوں لی ۴؎ یہ حضرت صدیق اکبر کا انتہائی تقویٰ ہے کہ جو شے واقعی حرام تھی اور بے علمی میں کھا لی گئی اسے قے کے ذریعہ پیٹ سے نکال دیا' اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو جناب صدیق کی خلافت کو غلط اور آپ کو خائن و غاصب کہتے ہیں جو ہستی ناجائز مٹھائی اپنے پیٹ میں نہ رہنے دے' وہ ناجائز طور پر خلافت پر کیوں کر قابض ہو سکتی ہے' اس حدیث کی بنا پر بعض شوافع فرماتے ہیں کہ جو بے خبری میں بھی ناجائز چیز کھالے وہ قے کردے' مگر ہمارے ہاں یہ خصوصی تقویٰ تھا نہ کہ عمومی تقویٰ (از مرقات) حرام چیز کھانا حرام ہے' قے کرنا واجب نہیں' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام بعینہٖ قبضہ کے بعد بھی ملکیت میں نہیں آتا اور نہ وہاں تبدل ملک کے احکام جاری ہوں۔

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِالْحَرَامِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۶۶۵) روایت ہے حضرت ابوبکر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ جسم نہ جائے گا جو حرام سے غذا دیا گیا ۱؎ (بیہقی الایمان)

(۲۶۶۵) ۱؎ غذا سے کھانے پینے کی تمام چیزیں مراد ہیں اور جنت کے داخلے سے پہلا داخلہ یا وہاں کے اعلیٰ مقام میں داخلہ مراد

marfat.com

ہے' ورنہ مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار ہو آخر کار جنت میں جائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ صَلٰوةً مَادَامَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ وَقَالَ صُمَّتَا اِنْ لَّمْ يَكُنِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ۔

(۲۶۶۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں جو کوئی کپڑا دس درہم سے خریدے اور ان میں ایک درہم حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اس پر رہے گا اللہ اس کی کوئی نماز قبول نہ کرے گا۱؎ پھر آپ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور فرمایا یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہو۲؎ (احمد' بیہقی' شعب الایمان) اور فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے۔

(۲۶۶۷) ۱؎ اور اس کا پورا ثواب نہ دے گا اگرچہ شرعاً" اس کی نماز درست ہو گی' رب تعالیٰ فرماتا ہے انما یتقبل اللہ من المتقین صحت عبادت کا دار و مدار شرائط جواز پر ہے اور قبولیت تقویٰ پر موقوف ہے تقویٰ صحت کی شرط نہیں' یہی اہلسنت کا مذہب ہے (مرقات) ۲؎ یعنی یہ میرا اپنا قول نہیں بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے اور حدیث موقوف نہیں بلکہ مرفوع ہے' ایسے موقعہ پر اپنے لئے بددعا کرنا ایک طرح کی قسم ہے جس سے سامع کو یقین دلانا مقصود ہوتا ہے'

marfat.com

بَابُ الْمُسَاهَلَةِ فِي الْمُعَامَلَةِ
باب معاملہ میں نرمی کرنا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

مساہلت سہل سے بنا بمعنی نرم زمین صعب کا مقابل' اصطلاح میں ہر نرم چیز کو سہل کہہ دیتے ہیں' یہاں معاملات اور لین دین میں سختی نہ کرنا مراد ہے' معاملات سے مراد نکاح' تجارت' قرض' اجرت وغیرہ سارے کاروبار ہیں جن کا تعلق بندوں سے ہے' عبادات کا تعلق رب تعالیٰ سے ہوتا ہے مسلمان کے معاملات بھی عبادات بن جاتے ہیں اگر نیت خیر ہو۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰى وَاِذَا اقْتَضٰى ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(۲۶۶۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اس شخص پر رحمتیں کرے جو نرم ہو جب بیچے اور خریدے اور جب تقاضا کرے ا۔ (بخاری)

(۲۶۶۸) ا۔ بیچنے میں نرمی یہ ہے کہ گاہک کو کم یا خراب چیز دینے کی کوشش نہ کرے اور خریدنے میں نرمی یہ ہے کہ قیمت کھری دے اور بخوبی ادا کرے' بیوپاری کو پریشان نہ کرے' تقاضے میں نرمی یہ ہے کہ جب اس کا کسی پر قرض ہو تو نرمی سے مانگے اور مجبور مقروض کو مہلت دیدے' اس پر تنگی نہ کرے' جس میں یہ تین صفتیں جمع ہوں' وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ اگر مقروض تندست ہو تو اسے وسعت تک مہلت دے دو۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ اُنْظُرْ قَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ اَنِّيْ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَاُجَازِيْهِمْ فَاُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ نَحْوُهٗ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَاَبِيْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ اللّٰهُ اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ۔

(۲۶۶۹) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے اگلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے پاس اس کی روح قبض کرنے فرشتہ آیا تو اس سے کہا گیا ا۔ کہ کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے' وہ بولا میں نہیں جانتا اس سے کہا گیا غور تو کر ۲۔ بولا اس کے سواء کچھ اور نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا۔ اور ان پر تقاضا کرتا تھا تو امیر کو مہلت دے دیتا اور غریب کو معافی ۳۔ چنانچہ اللہ نے اسے جنت میں داخل فرما دیا ۴۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت اسی طرح ہے' عقبہ ابن عامر اور ابو مسعود انصاری سے پھر رب نے فرمایا کہ میں اس مہربانی کا تجھ سے زیادہ حقدار ہوں میرے بندے سے درگزر کرو ۵۔

(۲۶۶۹) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس سے جانکنی کے وقت ہوا' یا قبر میں' اور سوال کرنے والے یا تو وہ فرشتے تھے جو جان نکالنے

marfat.com

آئے تھے یا منکر نکیر جو حساب قبر لیتے ہیں اگرچہ قبر میں صرف ایمان کا حساب ہے' اعمال کا حساب تو قیامت میں ہوگا' مگر یہ اس شخص کی خصوصیات سے ہے کہ اس سے قبر ہی میں اعمال کا حساب بھی ہو گیا' بعض شارحین نے فرمایا قیل معنی یقال ہے' اور یہ واقعہ سوال و جواب کا قیامت میں ہوگا' مگر پہلی توجیہ قوی ہے' (لمعات' اشعہ' مرقات) ۲؎ معلوم ہوا کہ مرتے وقت اور قبر میں حشر میں انسان کو اپنے برے بھلے اعمال یاد ہوں گے رب تعالٰی فرماتا ہے بل الانسان علی نفسه بصیرۃ ولو القی معاذیرہ ۳؎ یعنی میرے معاملات بہت درست تھے ان میں اخلاق کو دخل تھا اگر امیر کو ادائے قرض میں دیر لگتی تھی تو میں صبر کرتا تھا' اس پر جلدی مانگ کر سختی نہ کرتا تھا' اور اگر میرا مقروض قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا تو اسے بالکل معاف کر دیتا تھا تاکہ وہ دنیا و آخرت میں پھنسا نہ رہے۔ ۴؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ جو بندوں پر مہربانی کرتا ہے رب تعالٰی اس پر کرم فرماتا ہے' کسی کو پھانسنے کی کوشش نہ کرو بلکہ پھنسے کو نکالنے کی کوشش کرو دوسرے یہ کہ معمولی نیکی کو بھی معمولی سمجھ کر چھوڑ نہ دو کبھی ایک قطرہ جان بچالیتا ہے ممکن ہے کہ چھوٹا عمل بخشش کا ذریعہ بن جائے اور کوئی معمولی گناہ چھوٹا سمجھ کر کرنہ لو' کبھی چھوٹی چنگاری سارا گھر جلا ڈالتی ہے' ۵؎ یعنی پھنسوں کو نکالنا' لوگوں پر رحم کرنا میری صفت ہے' جب تو اخلاق الٰہیہ سے موصوف ہوا تو میں بھی تجھے بخش دیتا ہوں' یہ ہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ اللہ تعالٰی کی عادات اختیار کرو' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان عبادات کے ساتھ معاملات بھی ٹھیک کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَکَثْرَةَ الْحَلْفِ فِی الْبَیْعِ فَاِنَّہٗ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمْحَقُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۷۰) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیوپار میں زیادہ قسم کھانے سے بچو اس کہ قسم مال تو بکوا دیتی ہے پھر برکت مٹا دیتی ہے ۲؎ (مسلم)

(۲۶۷۰) ۱؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں زیادہ قسم سے ممانعت ہے' تھوڑی قسموں کی اجازت ہے کہ تجارت میں کبھی قسم کھانی ہی پڑ جاتی ہے' بعض نے فرمایا کہ جھوٹی قسموں سے ممانعت ہے سچی قسم کی اجازت ہے' مگر ترجیح اسے ہے کہ مطلقاً قسم سے ممانعت ہے' کثرۃ کالفظ اتفاقی ہے' جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے لا تاکلوا الربو اضعافا مضعفة مقصد یہ ہے کہ خرید و فروخت میں سچی قسمیں بھی نہ کھاؤ کہ کبھی جھوٹی قسم بھی منہ سے نکل جائے گی نزلہ سے بچو تاکہ بخار سے محفوظ رہو ۲؎ ینفق ف کے شد اور کسرہ سے ہے بتفیق کا مضارع' انفاق سے نہیں ہے' تنفیق معنی ترویج ہے یعنی قسم سے لوگ دھوکا کھا کر خرید لیتے ہیں اور مال چل پڑتا ہے' مگر آئندہ کو جھوٹے تاجر کا اعتبار نہیں رہتا' تجارت اعتبار پر چلتی ہے' افسوس کہ یہ سبق مسلمان تاجر بھول گئے' کفار خصوصاً انگریزوں نے یاد کر لیا' آج ان کی راستبازی ضرب المثل بن چکی ہے' اسی لئے وہ تجارت میں سب سے آگے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْحَلْفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَکَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۶۷۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قسم سامان بکوانے والی ہے برکت مٹانے والی ہے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۲۶۷۱) ۱؎ ممکن ہے کہ یہاں الحلف میں الف لام عہدی ہو' اور قسم سے مراد جھوٹی قسم ہو' برکت سے مراد آئندہ کاروبار بند ہو جانا ہو یا کئے ہوئے بیوپار میں گھاٹا پڑ جانا یعنی اگر تم نے قسم کھا کر دھوکے سے خراب مال دیدیا وہ ایک بار تو دھوکہ کھا جائے گا مگر دوبارہ نہ آئے نہ کسی کو آنے دے گا' یا جو رقم تم نے اس سے حاصل کر لی اس میں برکت نہ ہوگی کہ حرام میں بے برکتی ہے' صفائی

معاملات سیکھو۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۷۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا تین شخص وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو کلام کرے گا نہ نظر رحمت اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا۔ اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہیں ابوذر نے عرض کیا وہ تو ٹوٹے اور خسارہ ہی پڑھ گئے یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا تہبند لٹکانے والا احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم سے مال بیچنے والا۔ ۲۔ (مسلم)

(۲۶۷۲) ۱۔ کلام سے مراد محبت کا کلام ہے، دیکھنے سے مراد کرم کا دیکھنا ہے اور پاک فرمانے سے مراد گناہ بخشنا ہے یعنی دوسرے مسلمانوں پر یہ تینوں کرم ہوں گے، مگر ان تین قسم کے لوگ ان تینوں عنایتوں سے محروم رہیں گے لہٰذا ان سے بچتے رہو۔ ۲۔ یعنی جو فیشن کے لئے ٹخنوں سے نیچا پاجامہ تہبند استعمال کریں جیسے آج کل جاہل چودھریوں کا طریقہ ہے، اور جو کسی کو کچھ صدقہ و خیرات دے کر ان کو طعنے دیں احسان جتائیں لوگوں میں انہیں بدنام کریں کہ فلاں آدمی ہمارا دست نگر رہ چکا ہے، اور جو جھوٹی قسم کھا کر دھوکا دے کر مال فروخت کریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

(۲۶۷۳) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچا اور امانت دار بیوپاری ۱۔ پیغمبروں، صدیقوں، اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔ ۲۔ (ترمذی، دارمی، دار قطنی) اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۲۶۷۳) ۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیگر پیشوں سے تجارت اعلیٰ پیشہ ہے، پھر تجارت میں غلہ کی، پھر کپڑے کی، پھر عطر کی تجارت افضل ہے (مرقات) ضروریات زندگی اور ضروریات دینی کی تجارت دوسری تجارتوں سے بہتر، پھر سچا تاجر مسلمان بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ اسے نبیوں، ولیوں کے ساتھ حشر نصیب ہوتا ہے۔ ۲۔ مگر یہ ہمراہی ایسی ہو گی جیسے خدام کو آقا کے ساتھ ہمراہی ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ یہ تاجر نبی بن جائے گا، اچھا تاجر تاجور ہے، برا تاجر فاجر ہے۔

وَعَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ غَرَزَۃَ قَالَ کُنَّا نُسَمّٰی فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَۃَ

(۲۶۷۴) روایت ہے حضرت قیس ابن ابی غرزہ سے فرماتے ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم کو سوداگر کہا جاتا تھا۔ ۱۔ ہم پر

فَمَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اس سے بہتر ہمارا نام رکھا گیا ۲؎ فرمایا اے تاجروں کے گروہ تجارت میں بیہودگی اور جھوٹی قسمیں آجاتی ہیں لہذا اسے خیرات سے مخلوط کر دو ۳؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

(۲۶۷۴) ۱؎ سماسرہ سمسار کی جمع ہے' سمسار دلال کو کہتے ہیں جو تاجر اور خریدار کے درمیان سودا کراتا ہے' یعنی سوداگر' مگر پھر مطلقاً تاجر کو سمسار کہنے لگے جیسے ہماری اردو میں سوداگر دلال کا نام ہے یعنی سودا کرانے والا' مگر اب تاجر کو سوداگر کہتے ہیں ۲؎ یعنی سمسار سے تاجر نام بہتر ہے' کیونکہ قرآن شریف میں اس مشغلہ کو تجارت فرمایا گیا ہے نیز رب نے اپنے کو مسلمانوں کے جان و مال کا خریدار فرمایا' نیز تجارت کے معنے ہیں نفعے پر مال الٹ پلٹ کرنے والا سمسار ظالم چونگی والوں کو بھی کہتے ہیں جو ظلم و رشوت میں مشہور ہیں ۳؎ مقصد یہ ہے کہ تجارت میں کتنی ہی احتیاط کی جائے مگر پھر بھی کچھ لغو کچھ جھوٹ' جھوٹی قسم منہ سے نکل ہی جاتی ہے' اس لئے صدقہ و خیرات ضرور کرتے رہو کہ صدقے سے غضب الٰہی کی آگ بجھ جاتی ہے' عموماً تاجر لوگ فقراء کو پیسہ پیسہ دیتے رہتے ہیں' خصوصاً جمعرات کو' اس عمل کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے ویسے بھی صدقہ اعلیٰ عبادت ہے۔

وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ الْبَرَاءِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

(۲۶۷۵) روایت ہے حضرت عبید ابن رفاعہ سے وہ اپنے والد سے راوی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا قیامت کے دن بیوپاری' بدکار اٹھائیں جائیں گے' بجز ان کے جو پرہیز گاری بھلائی کریں سچ بولیں ۱؎ (ترمذی' ابن ماجہ' دارمی) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت براء سے روایت کی' اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

(۲۶۷۵) ۱؎ پرہیز گاری سے مراد ہے گناہ کبیرہ سے خصوصاً اور گناہ کبیرہ کی عادت سے عموماً بچتے رہنا نیکی سے مراد ہے اپنے کاروبار کو دھوکا خیانت سے محفوظ رکھنا سچ سے مراد سودے کے متعلق صاف بات کرنا اگر عیب دار ہو تو اس کو بے عیب ثابت کرنے کی کوشش نہ کرنا (مرقات) مطلب یہ ہے کہ قیامت میں سارے تاجر فاسق و فاجر ہوں گے سواء ان کے جن میں یہ تین صفات ہوں' پرہیز گاری بھلائی' سچائی'

بَابُ الْخِيَارِ
اختیار کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

خیار خیر سے بنا بمعنی خیر و بھلائی کی طلب و تلاش' چننے اور پسند کرنے کو بھی خیار کہا جاتا ہے' برگزیدن کے معنے

marfat.com

میں' بیع میں ہمارے ہاں چار خیار ہیں' خیار عقد' خیار رویت' خیار شرط' خیار عیب' مگر امام شافعی کے ہاں پانچواں خیار اور بھی ہے' خیار مجلس' کہ ایجاب قبول کے بعد بھی جب تک فریقین جگہ سے ہٹ نہ جائیں انہیں خیار رہتا ہے کہ بیع کو رکھیں یا ختم کردیں' جب ان میں سے کوئی جگہ سے ہٹ گیا یہ خیار ختم ہو گیا' مگر ہمارے ہاں ایجاب قبول سے بیع مکمل ہو جاتی ہے کہ اب ان میں سے کسی کو فسخ کا حق نہیں رہتا اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے' خیار شرط کی مدت تین دن ہے' خیار عقد میں مجلس کا اعتبار ہے کہ ایجاب کے بعد جب تک دونوں اپنی جگہ بیٹھے رہیں دوسرے کو قبول کرنے نہ کرنے کا حق ہے' جب ان میں سے کوئی ہٹ گیا قبول کا خیار جاتا رہا' خیار عیب میں شرط یہ ہے کہ عیب بائع کے ہاں کا ہو' خریدار کے ہاں پیدا نہ ہوا ہو' اور اگر ایک عیب تو بائع کے ہاں تھا دوسرا خریدار کے ہاں پیدا ہو گیا' تو اب واپسی کا حق خریدار کو نہ ملے گا بلکہ چیز کی قیمت کم ہو جائے گی' تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلٰى صَاحِبِهٖ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اِذَا تَبَايَعَ الْمُتَبَايِعَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ مِنْ بَيْعِهٖ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَكُوْنُ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَاِذَا كَانَ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَقَدْ وَجَبَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلتِّرْمِذِيِّ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَخْتَارَا وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ اَوْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اِخْتَرْ بَدَلَ اَوْ يَخْتَارَا ا۔

(۲۶۷۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت کرنے والے دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی پر اختیار ہے ا۔ جب تک وہ الگ نہ ہوں ۲۔ سواء خیار والی بیع کے ۳۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جب تاجر و خریدار تجارتی کاروبار کریں تو اس بیع میں ہر ایک مختار ہے جب تک جدا نہ ہوں ۴۔ یا ان کی بیع ہی اختیار کی ہو۔ جب بیع اختیار کی ہے تو اختیار لازم ہو گیا۔ ۵۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ خریدار اور بائع مختار ہیں ۶۔ جب تک الگ نہ ہوں یا اختیار رکھیں اور مسلم بخاری کی روایت میں بجائے اختیار کے یوں ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ دے تو اختیار رکھ ۷۔

(۲۶۷۶) ا۔ یعنی خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ایک نے ایجاب کر دیا تو دوسرے کو قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے' اور دوسرے کے قبول سے پہلے ایجاب کرنے والا اپنا ایجاب ختم کر سکتا ہے' ۲۔ ہمارے امام اعظم کے ہاں یہاں علیحدگی سے مراد جسمانی علیحدگی نہیں' بلکہ کلام کی علیحدگی و جدائی مراد ہے کہ ایک کہے میں نے بیچ دی' دوسرا کہے میں نے قبول کر لی' جسما" خواہ وہاں ہی بیٹھے رہیں یا علیحدہ ہو جائیں' جب باتوں کا ہیر پھیر ہو گیا بیع پوری ہو گئی' رب تعالٰی فرماتا ہے وان یتفرقا یغنن اللہ کلا من سعتہ اگر خاوند بیوی الگ ہو جائیں تو اللہ اپنے فضل سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا' یہاں زوجین کی جسمانی علیحدگی مراد نہیں' بلکہ نکاح سے علیحدگی یعنی طلاق مراد ہے' نیز جب نکاح' کرایہ صرف ایجاب و قبول سے ہی منعقد ہو جاتے ہیں وہاں خیار مجلس نہیں ہوتا' تو بیع بھی ایک عقد ہی ہے' وہ بھی صرف ایجاب و قبول سے ہو جانی چاہیے' امام شافعی اس تفرقہ سے مراد تفرقہ ابدان لیتے ہیں اور اس لفظ سے خیار مجلس ثابت کرتے ہیں یعنی تاجر و خریدار جب تک اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں انہیں بیع رکھنے

marfat.com

نہ رکھنے کا اختیار ہے' مگر مذہب حنفی قوی ہے' کیونکہ متبایعان دونوں عاقدوں کا نام ہے' عقد قول سے ہوتا ہے تو جدائی بھی قولی چاہیے نہ کہ بدنی' ۳۔ اس جگہ خیار سے مراد شرط ہے یعنی ایجاب قبول کے بعد دونوں پر بیع لازم ہو جاتی ہے' لیکن اگر کسی نے اپنے لئے واپسی کے اختیار کی شرط لگالی' تو اسے تین دن تک واپسی کا حق رہے گا مثلاً خریدار کہہ دے کہ میں قبول کرتا ہوں' مگر تین روز تک مجھے چیز واپس کر دینے کا حق ہے کہ اگر میرا دل نہ چاہا تو واپس کر دوں گا' اب اگرچہ ایجاب و قبول ہو چکا' مگر خریدار کو اس مدت میں واپسی کا حق ہے' اس کا نام خیار شرط ہے' ۴۔ یعنی جب دونوں میں سے ایک نے کہہ دیا کہ میں فروخت کرتا ہوں یا خریدتا ہوں تو دوسرے کو قبول کرنے نہ کرنے کا حق ہے اس حق کا نام خیار عقد ہے' ۵۔ کہ اب دوسرے شخص کو اس کے خیار باطل کرنے کا حق نہ رہا' یہ خود اختیار باطل کرے یا نہ کرے' وجب کا فاعل خیار ہے نہ کہ بیع' اور اگر بیع ہی فاعل ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ خیار شرط کی بیع میں دوسرے فریق پر بیع لازم ہو جائے گی اختیار اسے رہے گا جس نے اپنے لئے اختیار رکھا ہے' ۶۔ بیعان سے مراد وہ ہیں جو بیع کرنا چاہتے ہوں یا بیع کر رہے ہوں وہ مراد نہیں ہیں جو بیع کر چکے ہیں' جیسے عاقدین انہیں کہتے ہیں جو عقد کر رہے ہوں نہ انہیں جو عقد کر چکے' یہ خوب خیال رکھیے اس لفظ سے دھوکا ہوتا ہے' اس لفظ سے شوافع خیار مجلس ثابت کرتے ہیں' وہ معنی یہ کرتے ہیں کہ جو بیع شراء کر چکے وہ مختار ہیں۔ ۷۔ یہ جملہ اویختار کی تفسیر ہے' کیونکہ خیار شرط دونوں عاقدوں کے لئے نہیں ہو سکتا بلکہ ایک کو اختیار ہو گا' دوسرے پر بیع لازم ہو گی' جیسا کہ پہلے وجب سے معلوم ہو چکا۔

وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۷۷) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تاجر و خریدار مختار ہیں جب تک الگ نہ ہوں اگر سچ بولیں اور اصل بات ظاہر کر دیں تو انہیں اس تجارت میں برکت ہو گی اور اگر جھوٹ بولیں اور چھپائیں تو ان کی تجارت کی برکت مٹا دی جائے گی ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۶۷۷) ۱؎ آپ حضرت خدیجہ کبریٰ کے بھتیجے ہیں' واقعہ فیل سے تیرہ سال پہلے خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے' ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی' ساٹھ سال کفر میں گزارے' ساٹھ سال اسلام میں زمانہ جاہلیت میں بڑے سخی تھے' کہ آپ نے سو غلام آزاد کئے اور سو آدمیوں کو سواری دے کر حج کرائے' اور جب خود حج کیا تو سو اونٹ قربانی کئے' اور عرفہ میں سو سے زیادہ غلام آزاد کئے' بدر میں کفار کے ساتھ تھے' مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے' پھر آزاد کئے گئے فتح مکہ میں ایمان لائے ۵۸ھ میں مقام زینت میں انتقال کیا (اشعہ) ۲؎ یعنی نہ تو فروشندہ چیز کے عیب چھپا کر خریدار کو دھوکا دے' ورنہ خریدار قیمت کے عیوب چھپا کر تاجر کو دھوکا دے دونوں کے معاملات صاف ہوں تو برکت ہو گی' اور نہ تجارت میں بے برکتی ہی رہے گی' جیسا کہ آج کل دیکھا جا رہا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ فَكَانَ الرَّجُلُ

(۲۶۷۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں خرید و فروخت میں دھوکا کھا جاتا ہوں فرمایا جب خرید و فروخت کرو تو کہہ

marfat.com

يَقُوْلُهٗ ۔ دیا کرو دھوکہ نہ ہو ا۔ چنانچہ وہ صاحب یہ کہہ دیا کرتے تھے ۲۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) (مسلم بخاری)

(۲۶۷۸) ا۔ یہ دھوکا کھا جانے والے حضرت حبان ابن منقد ابن عمرو مازنی ہیں غالباً یہود و منافقین انہیں دھوکا دے کر چیز فروخت کردیتے ہوں گے' صحابہ کرام سے دھوکا دینا ممکن نہیں' خلابہ خ کے کسرہ سے بمعنی غبن و دھوکا ہے' ۲۔ اس جملہ کے بہت سے معانی کئے گئے ہیں اور ہر معنی کی بنا پر فقہاء کے مذاہب ہیں' ہمارے ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کہہ دیا کرو کہ بھائی میں تجارتی کاروبار میں سادہ بندہ ہوں مجھ سے قیمت زیادہ نہ وصول کرلینا میں اپنے لئے اختیار رکھتا ہوں کسی کو دکھاؤں گا' اگر قیمت زیادہ لگائی گئی تو مجھے خیار شرط ہے' واپس کردوں گا' چنانچہ بعض روایات میں یوں ہے لا خلابة ولی الخیار ثلثة ایام یعنی دھوکا نہ ہو اور مجھے تین دن تک اختیار ہے' اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے' خیال رہے کہ اگر خریدار غلطی سے چیز مہنگی خرید لے تو اسے واپس کرنے کا حق نہیں اور نہ اس سے بیع فاسد ہوگی' ہاں اگر ردی مال خرید لے تو اسے خیار عیب ملے گا' بعض ائمہ کے ہاں زیادہ قیمت لگالینے پر بیع فاسد ہو جاتی ہے' بعض کے ہاں خریدار کو واپسی کا حق ہوتا ہے وہ اس جملہ کے اور معنی کرتے ہیں' مگر مذہب حنفی نہایت قوی ہے' اور یہ ہی معنی جو فقیر نے عرض کئے قوی ہیں'

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَفْقَةَ خِیَارٍ وَّلَا یَحِلُّ لَهٗ اَنْ یُّفَارِقَ صَاحِبَهٗ خَشْیَةَ اَنْ یَّسْتَقِیْلَهٗ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۲۶۷۹) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاجر و خریدار مختار ہیں جب تک کہ الگ نہ ہوں ۲۔ مگر یہ کہ عقد ہی اختیار کا ہو ۳۔ اور اسے یہ درست نہیں کہ فسخ تجارت کے ڈر سے اپنے ساتھی سے الگ ہو جائے ۴۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۲۶۷۹) ا۔ پہلے کہا جاچکا ہے کہ عمرو کے دادا کا نام عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہے' آپ عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں ان کی روایات مدخول ہوتی ہیں کہ اگر جدہ میں ضمیر عمرو کی طرف ہو تو ان کے دادا محمد ابن عمرو ہیں جو تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے' اور اگر جدہ کی ضمیر ابیہ کی طرف لوٹے تو یہ ابیہ کے خلاف ہے انتشار ضمائر ہے' اور عمرو نے اپنے پردادا کو پایا بھی نہیں ہے' لہٰذا حدیث منقطع ہے' اسی لئے مسلم بخاری میں اسی اسناد سے ان کی روایات نہیں آتیں (اشعہ) ۲۔ اس جملہ کے معنے بھی عرض کردیئے گئے کہ ہماری علیحدگی سے مراد اقوال کی علیحدگی ہے یعنی ایک کا کہنا کہ میں نے فروخت کردی' دوسرے کا کہنا میں نے قبول کرلی' اور شوافع کے ہاں تفرق ابدان مراد ہے یعنی تاجر و خریدار کا تجارت کی جگہ سے الگ ہٹ جانا' اس حدیث سے وہ خیار مجلس ثابت کرتے ہیں دلائل پہلے عرض ہوچکے' ۳۔ کہ خیار والے عقد میں اس علیحدگی کے بعد بھی صاحب اختیار کے اختیار ہوگا' یہاں خیار سے مراد خیار شرط ہے۔ جس کی مدت تین دن ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہوسکتا ۴۔ یعنی متقی پرہیزگار مسلمان کو یہ مناسب نہیں کہ خریدتے ہی یا بیچتے ہی وہاں سے چلا جائے اس خوف سے کہ سامنے والا عیب پر مطلع ہو کر بیع فسخ نہ کردے' خلاصہ یہ

marfat.com

ہے کہ خرید و فروخت کرنے کے بعد دونوں کچھ وہاں ٹھہریں تا کہ خریدار اچھی طرح دیکھ بھال لے اور تاجر پیسہ گن لے پرکھ لے جیسے ریلوے کے ٹکٹ گھروں پر لکھا ہوتا ہے کہ پیسہ گن کر حساب لگا کر کھڑکی چھوڑو' یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ خیار مجلس معتبر نہیں' اگر جگہ چھوڑنے سے پہلے بیع مکمل نہ ہوتی تو حضور اسے اقالہ کرنا نہ فرماتے' اقالہ کے معنے ہیں بیع مکمل ہو چکنے کے بعد فسخ کرنا اگر ابھی مکمل ہی نہ ہوئی تو فسخ کیسا' اس سے شوافع خیار مجلس ثابت کرتے ہیں' مگر ثابت ہوتا نہیں' یہ تو ان کے خلاف ہے' سیدنا عبداللہ ابن عمر سے جو منقول ہے کہ آپ چیز خریدتے ہی وہاں سے ہٹ جاتے تھے تا کہ بائع بیع ختم نہ کردے' یہ انکا اپنا اجتہاد ہے اور صحابی کا اجتہاد نص کے مقابل لائق پیروی نہیں (مرقاۃ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَتَفَرَّقَنَّ اثْنَانِ اِلَّا عَنْ تَرَاضٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۶۸۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا دو شخص ایک دوسرے کو راضی کئے بغیر الگ نہ ہوں ا۔ (ابوداؤد)

(۲۶۸۰) ا۔ اثنان سے مراد تاجر خریدار ہیں یعنی ایجاب و قبول کے بعد بھی تاجر و خریدار ایک دوسرے کو چیز و قیمت سے مطمئن کرکے وہاں سے ہٹیں' دھوکا دے کر بھاگنے کی کوشش نہ کریں' اس سے بھی خیار مجلس ثابت نہیں ہوتا' اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے' الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ایجاب و قبول کے بعد بھی ایک دوسرے کو مطمئن کردینا ضروری ہے کہ اگر کسی کو اطمینان نہ ہو تو چیز واپس کردی جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیَّرَ اَعْرَابِیًّا بَعْدَ الْبَیْعِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ۔

(۲۶۸۱) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بدوی کو بیع کے بعد بھی اختیار دیا ا۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے' صحیح ہے' غریب ہے۔

(۲۶۸۱) ا۔ یعنی ایک دیہاتی نے شہر میں آکر کچھ فروخت کیا تھا' پھر وہ اس فروخت پر پشیمان ہوا' وہ سمجھا کہ چیز سستی بک گئی' تو آپ نے اسے چیز واپس کرلینے کا اختیار دیا' اس طرح کہ خریدار کو فسخ بیع پر راضی فرمادیا' اس سے بھی خیار مجلس ثابت نہیں ہوتا کہ اگر خیار مجلس ہوتا تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار دینے کے کیا معنی ہوتے' اس کا مطلب صاف ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مکمل ہونے کے بعد خصوصیت سے اسے اختیار دیا'

بَابُ الرِّبٰو
سود کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

ربو ربو سے بنا بمعنی زیادتی و بڑھ جانا' اسی لئے زمین کو جہاں پیداوار زیادہ ہوتی ہو ربوہ کہتے ہیں' شریعت میں ربو اس زیادتی کو کہتے جو عوض سے خالی ہو' اور نفس عقد میں مشروط ہو' جانبین میں ہم جنس و ہم وزن مال ہوں جیسے ایک سیر گندم دے کر سوا سیر لے لینا' اگر جنس یا وزن میں فرق ہو گیا' تو سود نہ ہوا' ربو ولو سے بھی لکھ سکتے ہیں الف سے بھی ی سے بھی' مگر قرآن شریف

marfat.com

میں صرف واو سے لکھا جائے گا' کیونکہ قرآن شریف کی تلاوت و کتابت سب کچھ منقول ہے' سیدنا عبداللہ ابن سلام فرماتے ہیں کہ سود ستر گناہ ہیں چھوٹا گناہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرنا' ایک درہم سود کا ۳۶ زنا سے بدتر ہے' قرآن شریف میں سود خوار کو اللہ رسول سے جنگ کرنے کا اعلان دیا گیا'

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَآءٌ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۸۲) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے ۱؎ کھلانے والے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا یہ سب برابر ہیں ۲؎ (مسلم)

(۲۶۸۲) ۱؎ سود کھانے والے کا ذکر پہلے فرمایا کہ یہی بڑا گنہگار رہے کہ سود لیتا بھی ہے اور کھاتا بھی ہے' دوسرے پر یعنی مقروض اور اس کی اولاد پر ظلم بھی کرتا ہے اللہ کا بھی حق مارتا ہے اور بندوں کا بھی' ۲؎ یعنی اصل گناہ میں سب برابر ہیں کہ سود خوار کے مدد معاون ہیں گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے رب تعالٰی نے صرف سود خوار کو اعلان جنگ دیا' معلوم ہوا کہ بڑا مجرم یہ ہی ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَآءً بِسَوَآءٍ يَدًا بِيَدٍ فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۸۳) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سونا سونے کے عوض اور چاندی چاندی کے عوض' گیہوں گیہوں کے عوض اور جو جو کے عوض چھوہارے چھوہاروں کے عوض' نمک نمک کے عوض برابر برابر ۱؎ ہاتھ بہ ہاتھ بیچو' جب یہ قسمیں بدل جائیں تو جیسے چاہو بیچو جب کہ ہاتھ بہ ہاتھ ہو ۲؎ (مسلم)

(۲۶۸۳) ۱؎ الذھب اور اس کے معطوف اسماء مرفوع ہیں مبتداء ہونے کی وجہ سے اور بالذھب وغیرہ خبر ہو سکتا ہے کہ منصوب ہوں۔ فعل پوشیدہ بیعوا کا مفعول یعنی ان چیزوں کو جب ان کی ہم جنس کے عوض فروخت کرو تو دو طرفہ برابر دو مطلقاً زیادتی و کمی نہ ہو' ان چھ چیزوں کی زیادتی میں تو اتفاق ہے کہ حرام ہے ان کے ماسواء میں ائمہ کا اختلاف ہے ہمارے ہاں ہم جنس و ہم وزن میں زیادتی حرام ہے' ۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ ہم جنس و ہم وزن میں تو زیادتی بھی حرام ہے اور ادھار بھی' لیکن اگر صرف جنس ایک ہو جیسے انڈے کے عوض انڈے' یا صرف وزن ایک ہو جیسے گندم کے عوض جو' تو زیادتی حلال ہے ادھار حرام۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰى اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِيْ فِيْهِ سَوَآءٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۸۴) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سونا سونے کے عوض اور چاندی چاندی کے عوض' گیہوں گیہوں کے عوض جو جو کے عوض اور چھوہارے چھوہاروں کے عوض' نمک نمک کے عوض برابر برابر ہاتھ بہ ہاتھ بیچو ۱؎ جو زیادہ دے یا زیادہ لے اس نے سود کا کاروبار کیا لینے والا دینے والا اس میں برابر ہے ۲؎ (مسلم)

(۲۶۸۴) ۱؎ خیال رہے کہ سود کی حرمت صرف ان چھ چیزوں سے خاص نہیں' ان چھ چیزوں کا ذکر اس لئے ہے کہ دوسری

marfat.com

چیزوں کو بھی اس پر قیاس کیا جاسکے' علت قیاس ہیں فقہا کا اختلاف ہے' ہمارے ہاں جنس و وزن یا کیل میں اتحاد علت قیاسی ہیں ۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ سود دو شخصوں سے قائم ہے' دینے والے اور لینے والے سے' لہٰذا سود کے دونوں مجرم ہوں گے کہ ان دونوں نے حرام کاروبار کیا اگرچہ لینے والا بڑا گنہگار ہوگا جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا (مرقات) خیال رہے کہ نام و کام میں یکساں ہونا ہم وزنیت' لہٰذا گائے اور بکری کے گوشت ہم جنس نہیں کہ نام اگرچہ دونوں کا گوشت ہی ہے' مگر کام میں قصدوں میں فرق ہے' اور سونا و لوہا ہم وزن نہیں' کہ سونے کے باٹ رتی' ماشہ' تولہ' اور لوہے کے باٹ سیر و من ہیں' لہٰذا بکری و گائے کے گوشت میں زیادتی جائز' ایسے ہی سونے و لوہے میں زیادتی حلال ہے' کہ بکری کا گوشت ایک سیر دے کر گائے کا گوشت دو سیر لے لیا جائے یا دو تولہ سونا دے کر دو من لوہا لے لیا جائے' یا ایک انڈا دو انڈوں کے عوض ایک گز لٹھا کپڑا دو گز لٹھے کپڑے کے عوض لے لیا جائے' کہ انڈے اور کپڑے وزنی یا کیلی چیز نہیں بلکہ انڈا عددی ہے اور کپڑا ذرعی یعنی انڈے گن کر اور کپڑا گزوں سے ناپ کر فروخت ہوتے ہیں ان میں زیادتی سود نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ۔

(۲۶۸۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سونا سونے سے برابر کے بغیر نہ بیچو اور بعض کی بعض پر زیادتی نہ کرو ا۔ اور چاندی چاندی کے عوض برابر برابر کے بغیر نہ بیچو۔ بعض کی بعض پر زیادتی نہ کرو ۲۔ اور ادھار نقد کے عوض نہ بیچو ۳۔ (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ سونا سونے کے عوض اور چاندی چاندی کے عوض برابر برابر کے بغیر نہ بیچو ۴۔

(۲۶۸۵) ا۔ یعنی سونا خواہ مضروب یعنی سرکاری سکہ ہو یا پڑانیز نقشیں زیور ہو یا سادہ دو طرفہ وزن میں برابر ہونا ضروری ہے' اگر ایک تولہ سونا کی اشرفی دو تولے سونے کے پترے کے عوض فروخت کی' یا دو تولہ کے جڑاؤ نقش و نگار والا زیور چار تولے سونے کے عوض بیچا تو حرام ہے نقش یا سکہ کا اعتبار نہیں' وزن کا اعتبار ہے' یہ مسئلہ بہت خیال میں رکھنا چاہیے ۲۔ یعنی چاندی کی تجارت کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ برابر کے عوض فروخت کرو لہٰذا اگر چاندی کے ایک روپیہ کے عوض دو تولہ چاندی لی' تو حرام ہوا' آج کل روپیہ لوہے کا ہے اور نوٹ کاغذ کا' اس لئے یہ بیع جائز ہے کہ ایک روپیہ کی دو تولہ چاندی لیں یا دو روپیہ کی چاندی ایک تولہ خریدیں' کیونکہ لوہا یا کاغذ چاندی کی ہم جنس نہیں' بعض حجاج انگریزی دو روپیہ کی عوض سعودی ایک ریال لیتے تھے یہ حرام تھا کہ ادھر دو تولہ چاندی جاتی تھی اور ادھری ایک تولہ چاندی ملتی تھی اب نوٹ میں یہ قباحت نہیں' خیال رہے کہ سود دو قسم کا ہے ایک زیادتی کا سود' دوسرے ادھار کا سود' زیادتی کے سود کی حرمت دو شرطوں پر موقوف ہے' ہم جنس ہونا ہم وزن ہونا' مگر ادھار کے سود کی حرمت صرف ایک شرط پر موقوف ہے' یا ہم وزن ہونا' یا ہم جنس ہونا' لہٰذا سونے چاندی کی تجارت میں زیادتی حلال ہے' کہ ایک تولہ سونا کے عوض چار تولہ چاندی لے لیں' مگر ادھار حرام ہے فوراً فریقین قبضہ کریں کسی طرف سے ادھار نہ ہو' کہ سونا چاندی اگرچہ جنس الگ ہیں' مگر وزن دونوں کا ایک ہے کہ دونوں تولہ ماشہ سے بکتے ہیں' ۳۔ دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ وہاں مثلاً بمثل تھا اور

marfat.com

یہاں وزنا بوزن سے جس سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی میں برابر وزن سے کرنا ضروری ہے' پیائش سے برابری کافی نہیں' مثلاً دو انچ کا چاندی کا پترا تین انچ چاندی کے پترے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے' اور دونوں کا وزن برابر ہو' اگر دو طرفہ دو انچ کے پترے چاندی کے ہوں' مگر ان کے وزن میں فرق ہو تو بیع حرام' وزن کا لحاظ ہے اور وزن ہی کی برابری ضروری ہے۔

وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلًا بِمِثْلٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۸۶) روایت ہے حضرت معمر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنتا تھا' غلہ کی غلہ سے بیع برابر برابر کرواا (مسلم)

(۲۶۸۶) ا۔ طعام طعم سے بنا بمعنی کھانا' طعام ہر کھانے کی چیز کو کہتے ہیں خواہ پھل ہوں یا دانے' اگر ہم جنس اور ہم وزن ہوں تو زیادتی حرام ہے' لینے کی چیزوں کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے' لہذا بھینس یا بکری کا دودھ' سرسوں یا تل کا تیل' اگر چہ دو طرفہ ایک جنس ہوں تو زیادتی حرام' دو جنس ہوں تو زیادتی حلال لہذا ایک سیر بھینس کے دودھ کے عوض دو سیر بکری کا دودھ یا ایک سیر سرسوں کے تیل کے عوض دو سیر تل کا تیل فروخت کر سکتے ہیں کہ جنس مختلف ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۸۷) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سونا سونے کے عوض سود ہے مگر نقد بہ نقد ا۔ چاندی چاندی کے عوض سود ہے مگر نقد بہ نقد۔ اور گندم گندم کے عوض سود ہے مگر نقد بہ نقد اور جو جو کے عوض سود ہے مگر نقد بہ نقد ۲۔ اور چھوہارے چھوہارے کے عوض سود ہے مگر نقد بہ نقد ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۸۷) ا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ھاء دراصل ھاک تھا بمعنی خذ لے لے' اسم فعل ہے بمعنی امر' ک کو ہمزہ سے بدل دیا۔ معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے سے کہے یہ لے یعنی نقد' بعض نے فرمایا ھاء اسم فاعل بمعنی امر ہے' ہمزہ کو جر ہے یا فتح' معنی وہ ہی ہیں خذ یعنی لے لے' اس سے مراد نقد ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے ہم وزن ہم جنس میں زیادتی حرام ہے' ایسے ہی ادھار بھی حرام ہے' دو طرفہ نقد ہونی چاہیے۔ ۲۔ اس حدیث سے اشارۃً "بیع تعاطی" کا جواز نکلتا ہے کہ فریقین منہ سے کچھ نہ کہیں' ایک قیمت دیدے دوسرا مال' حضرت سفیان ثوری ایک انار والے کی دکان پر گئے۔ آپ نے دکاندار کے سامنے درہم رکھ دیا' اس نے ایک انار آپ کے سامنے رکھ دیا آپ انار اٹھا کر چلے آئے (مرقات) بات کوئی نہ کی' اس سے بیع طعاطی کا ثبوت ہوا' بیع طعاطی معمولی و اعلیٰ ہر قسم کے مال میں ہو سکتی ہے۔ دیکھو یہاں چاندی سونے کی تجارت میں طعاطی کافی مانی گئی ۳۔ خیال رہے کہ سونا چاندی فرما کر تمام دھاتوں کی طرف اشارہ فرمادیا' اور گندم و جو فرما کر تمام دانہ و غلے کی جانب اور چھوہارے فرما کر تمام پھلوں کی طرف اشارہ فرمادیا' مطلب یہ ہوا کہ ہر ہم جنس و ہم وزن چیز خواہ دھات کی قسم سے ہو یا غلے کی قسم سے خواہ پھلوں کی قسم سے ان میں زیادتی سود ہے حرام ہے' یہ تفصیل مذہب حنفی کی تائید فرماتی ہے کہ ہم جنس و ہم وزن میں زیادتی حرام ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ

(۲۶۸۸) روایت ہے حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ سے

marfat.com

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَآءَهٗ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلٰثِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا وَقَالَ فِي الْمِيْزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا حاکم بنایا تو آپ کی خدمت میں اعلیٰ درجے کے خرمے لائے ۱ تو فرمایا کہ خیبر کے سارے چھوہارے ایسے ہی ہوتے ہیں عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ہم ان چھوہاروں کا ایک صاع دو صاعوں کے عوض اور دو صاع تین کے عوض خرید لیتے ہیں ۲۔ تو فرمایا ایسا نہ کرو ۳۔ مخلوط کو درہموں کے عوض نہ بیچو اور درہموں سے کھرے خرید لو اور وزنی چیزوں کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۸۸) ۱۔ بطور ہدیہ پیشکش فرمانے کے لئے جنیب چھوہاروں کی ایک اعلیٰ قسم کی نام ہے جیسے ہمارے ہاں شربتی گندم اعلیٰ قسم کا ایک گندم ہے۔ ۲۔ یعنی خیبر میں ہر قسم کے چھوہارے ہوتے ہیں اعلیٰ بھی ردی بھی، ہم ردی سے اعلیٰ خرید لیتے ہیں، اس طرح کی ارزانی کے زمانہ میں دوگنے ردی دیتے ہیں اور گرانی میں تگنے، یا معمولی اعلیٰ دوگنے کے عوض اور بہت اعلیٰ تگنے کے عوض خرید لیتے ہیں، یہ بھی اسی طرح خریدے ہوئے ہیں، کہ ردی خرمے دے کر اعلیٰ خرمے اس سے نصف لئے گئے ہیں ۳۔ یعنی اب تک جو کر لیا وہ کر لیا، اس پر پکڑ نہیں، آئندہ اس طرح تبادلہ نہ کرنا کہ یہ سود ہے، خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لانے والے پر نہ تو عتاب فرمایا نہ ان کی کھجوروں کی واپسی کا حکم دیا، نہ انہیں ان کھجوروں کے استعمال سے منع فرمایا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کا یہ ہدیہ قبول بھی فرمالیا۔ صرف آئندہ کے لئے منع فرمادیا کیونکہ ابھی سود کے قوانین شائع نہ ہوئے تھے، سود کی حرمت نئی نئی ہوئی تھی، اور قانون یا تفصیل قانون شائع ہونے سے پہلے خلاف ورزی کرنے والوں پر عتاب نہیں ہوتا جبکہ بے خبری میں کریں، اس وقت بے خبری کا عذر درست ہوتا ہے، مگر قانون شائع ہو چکنے کے بعد بے خبری عذر نہیں، لہذا اب اگر کوئی اس طرح کی تجارت کرے گا تو مجرم بھی ہوگا اور یہ خرید و فروخت درست بھی نہ ہوگی، لہذا حدیث واضح ہے ۴۔ یعنی درمیان میں پیسہ رکھ لو سود نہ بنے گا اور سود درست ہو جائے گا کہ مثلاً دو سیر ردی خرمے ایک روپیہ کے عوض بیچ دو، پھر اس روپیہ کے اعلیٰ خرمے ایک سیر لے لو، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سود کی علت ہم جنس اور ہم وزن ہونا ہے، کہ حضور انور نے وزن کا لحاظ فرمایا، یہ ہی احناف کا مذہب ہے، امام شافعی کے ہاں سونا چاندی میں سود ہے، اور کھانے کی چیزوں میں سود ہے، طعمیت سود کی علت ہے یا ثمنیت، یہ حدیث ان کے خلاف ہے دوسرے یہ کہ حرام سے بچنے کے لئے شرعی حیلے کرنے جائز ہیں اگر سو روپیہ دو سو روپیہ کے عوض فروخت کرنے ہوں تو اس سے سو روپیہ کے عوض کپڑے کا تھان خرید لو، پھر وہ ہی تھان دو سو کے عوض فروخت کر دو، یہ وہ ہی صورت ہے جس کی تعلیم یہاں دی گئی (مرقات) شرعی حیلوں کا ثبوت قرآن شریف سے بھی ہے، ایوب علیہ السلام نے بیماری کے زمانہ میں اپنی بیوی رحمت کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی، صحت یاب ہونے پر رب نے ان سے فرمایا خذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار دو اپنی قسم نہ توڑو، یہ قسم پوری کرنے کا حیلہ ہوا، مگر حرام سے بچنے کا حیلہ جائز ہے، احکام شرعیہ میں تبدیلی کی نیت سے حیلہ کرنا حرام، حیلہ کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ جَآءَ بِلَالٌ اِلَى النَّبِيِّ (۲۶۸۹) روایت ہے حضرت ابی سعید سے فرماتے ہیں کہ

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَيْنَ هٰذَا قَالَ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ اَوَّهْ عَيْنُ الرِّبٰوا عَيْنُ الرِّبٰوا لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ اٰخَرَ ثُمَّ اشْتَرِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت بلال نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے ۱؎ تو ان سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہاں سے آئے عرض کیا ہمارے پاس ردی کھجوریں تھیں تو میں نے اس کے دو صاع ایک صاع کے عوض بیچ دیئے فرمایا ہائے ۲؎ بالکل سود بالکل سود یوں نہ کرو لیکن جب خریدنا چاہو تو چھوہارے دوسری بیع سے بیچ دو پھر اس سے خرید لو ۳؎ (مسلم بخاری)

(۲۶۸۹) ۱؎ برنی عرب کی مشہور و اعلیٰ کھجور ہے' ب کی فتح ر کے سکون یا فتح قاموس میں ہے کہ یہ لفظ بر نیک تھا بمعنی اچھا پھل' فارسی سے عربی میں منتقل کیا گیا اور برنی بنا دیا گیا ۲؎ اوہ الف کا فتح' واؤ کی شد اور کسرہ' ہ کا سکون یا واو اور ہ دونوں کا سکون یا واو کی الف سے تبدیلی' غرضیکہ اوہ اوہ یا آہ ایسے لفاظ ہیں جو تکلیف' بیماری یا اظہار افسوس کے موقعہ پر بولے جاتے ہیں' یہاں حضور انور نے اظہار افسوس کے لئے فرمایا یعنی ہائے افسوس ۳؎ اس کی بھی وہی صورت ہے جو پہلے مذکور ہوئی' یعنی اولا" دو صاع ردی کھجوریں ایک روپیہ کے عوض فروخت کردو' پھر اس روپیہ سے ایک صاع اعلیٰ کھجوریں لے لو' یہ دو بیعیں ہو جائیں گی' اور سود نہ بنے گا وہ جو روایت میں آتا ہے کہ رزین ابن ارقم کی ام ولد نے عائشہ صدیقہ سے عرض کیا کہ میں نے زید کے ہاتھ آٹھ سو میں ایک لونڈی ادھار بیچی' اور شرط یہ لگائی کہ جب بھی تم بیچو میرے ہاتھ بیچنا' چنانچہ قرض ادا ہونے سے پہلے میں نے یہ لونڈی زید ابن ارقم سے چھ سو میں خرید لی' تو ام المومنین نے فرمایا' زید ابن ارقم سے کہہ دینا کہ تمہارے سارے نیک اعمال باطل ہو گئے تم نے یہ بیع ناجائز کی (مالک و احمد) ام المومنین کے اس بیع کے ناجائز کہنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں' ادائے قرض کی صحیح مدت مقرر نہ ہونا' دوسرے بیع بالشرط ہونا' لہذا وہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَمْ يَشْعُرْ اَنَّهٗ عَبْدٌ فَجَآءَ سَيِّدُهٗ يُرِيْدُهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيْهِ فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ اَسْوَدَيْنِ وَلَمْ يُبَايِعْ اَحَدًا بَعْدَهٗ حَتّٰى يَسْاَلَهٗ اَعَبْدٌ هُوَ اَوْ حُرٌّ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۹۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک غلام آیا اس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کی حضور انور کو یہ خیال نہ ہوا کہ وہ غلام ہے ۱؎ پھر اس کا مولیٰ اسے لینے آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اسے ہمارے ہاتھ بیچ دو چنانچہ اسے دو حبشی غلاموں کے عوض خرید لیا اس کے بعد کسی سے بیعت نہ لی حتیٰ کہ اس سے پوچھ لیتے کہ وہ غلام ہے یا آزاد ۲؎ (مسلم)

(۲۶۹۰) ۱؎ حقیقتاً یہ بھاگا ہوا غلام تھا' اس کا مقصود تھا مولیٰ سے نجات پانا' مگر ظاہر یہ کیا کہ مومن ہوں' مہاجر بن کر آپ کے پاس رہنا چاہتا ہوں' حضور انور نے بھی اس کی تحقیق نہ فرمائی اور اس سے ہجرت پر بیعت لے لی' خیال رہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ہر کھلے چھپے کی اطلاع دی ہے مگر علم کا ہر وقت حضور ضروری نہیں' حافظ کو سارا قرآن یاد ہوتا ہے' مگر ہر لفظ ہر وقت سامنے نہیں رہتا' لہذا اس سے حضور کی بے علمی ثابت کرنا حماقت ہے ۲؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ غلام مولیٰ کی

marfat.com

بغیر اجازت ہجرت نہیں کر سکتا دوسرے یہ کہ بیعت فسخ نہیں ہو سکتی کہ حضور نے اسے خرید لیا مگر اس کی بیعت فسخ نہ کی' تیسرے یہ کہ غیر سودی مال میں زیادتی کمی جائز ہے' چنانچہ ایک بکری دو کے عوض فروخت کر سکتے ہیں' کیونکہ حیوان سودی مال نہیں کہ یہ نہ کیلی ہے نہ وزنی' ہاں حیوان کی حیوان سے ادھار بیع ناجائز ہے حضرت رافع ابن ایک اونٹ دو کے عوض بیچا۔

وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ لَا يُعْلَمُ مَكِيْلَتُهَا بِالْكَيْلِ الْمُسَمّٰى مِنَ التَّمْرِ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۹۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ چھوہاروں کے معلوم پیمانہ کے عوض چھوہاروں کا وہ ڈھیر بیچا جائے جس کا پیمانہ معلوم نہیں ا۔ (مسلم)

(۲۶۹۱) ا۔ یعنی دو طرفہ کھجوریں ہوں' ایک جانب کی کھجوروں کا وزن معلوم ہو' مگر دوسری کا معلوم نہ ہو' چونکہ یہ مال سودی ہے' اور اس نامعلومیت کی وجہ سے سود ہو جانے کا اندیشہ ہے' ممکن ہے کہ وہ نامعلوم ڈھیر اس سے کم یا زیادہ ہو' اس لئے منع فرمایا گیا' روپے یا گندم کے عوض کھجور کا نامعلوم ڈھیر خریدنا جائز ہے' مشکوۃ کے اس نسخے میں مکیلتھا ہے' معنی مقدار کیل (اشعہ کے نسخے میں بدلے لھا کیل و پیمانہ'

وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ اَبِیْ عُبَيْدٍ قَالَ اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَیْ عَشَرَ دِيْنَارًا فِيْهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنِ اثْنَیْ عَشَرَ دِيْنَارًا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۹۲) روایت ہے حضرت فضالہ ابن ابی عبید سے فرماتے ہیں میں نے خیبر کے دن بارہ دینار کے عوض ایک ہار خریدا جس میں سونا بھی تھا اور موتی کے منکے بھی ہیں میں نے اسے کھول ڈالا تو اس میں سونا بارہ دینار سے زیادہ پایا ا۔ تو اس کا ذکر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا حضور انور نے فرمایا ایسے ہار بغیر جدا کئے نہ بیچے جائیں ۲۔ (مسلم)

(۲۶۹۲) ا۔ اس طرح کہ ہار کے سونے کا وزن بارہ دینار کے وزن سے زائد تھا' تو مجھے سونا زیادہ ملا' اور موتی کے منکے اس کے علاوہ' ۲۔ کیونکہ ایسی تجارت میں سود کا قوی اندیشہ ہے' اگر یہاں ہار کا سونا برابر بھی ہوتا تب بھی سود تھا کہ موتی زائد تھے ایسی صوت میں دینار ہار کے سونے سے زائد چاہئیں' تاکہ زیادتی موتی کے مقابل ہو جائے اور عقد میں سود نہ رہے' خیال رہے کہ اس موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آئندہ کے لئے تو ایسی تجارت کی ممانعت فرمادی' مگر یہ بیع رد نہ فرمائی' اور خریدار کو واپسی کا حکم نہ دیا' کیونکہ اس زمانہ میں مسئلہ سے ناواقفی عذر تھی کہ قانون سود پورے طور پر نہ واضح ہوا تھا نہ مشتہر' اب اگر ایسا عقد کوئی ناواقفی سے کرے تو واپس کرنا ہوگا جڑاؤ سنہری ہار اگر سونے کے عوض بیچا جائے' تو سونے کا وزن معلوم ہونا بھی ضروری ہے' اور جو سونا ہار کے عوض دیا جائے' اس کا زیادہ ہونا بھی لازم' تاکہ یہ زیادتی ہار کے موتی وغیرہ کے عوض ہو جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۲۶۹۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ رسول اللہ صلے اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ اِلَّا اٰكِلُ الرِّبٰو فَاِنْ لَّمْ يَاْكُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ وَيُرْوٰى مِنْ غُبَارِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب کہ سود کھائے بغیر کوئی نہ رہے گا ا۔ اگر سود نہ بھی کھائے گا تو اسے سود کا اثر ضرور پہنچے گا یہ بھی روایت ہے کہ اس کا غبار پہنچے گا ۲۔ (احمد' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۲۶۹۳) ا۔ اس طرح کہ سود کا رواج عام ہو جائے گا اور ہر شخص بلاواسطہ یا بالواسطہ کبھی نہ کبھی سود کھا ضرور لے گا جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے' کوئی کاروبار بغیر بنک کے نہیں چلتا' اور کوئی بنک بغیر سود کے لین دین نہیں کرتا' اب اس سودی روپیہ سے جو کاروبار ہو گا اس میں سود ضرور شامل ہو گا' ۲۔ یعنی اس زمانہ میں بعض لوگ سود لیں گے بعض دیں گے بعض سود کی گواہی' تحریر وغیرہ کریں گے' بعض لوگ ان سودی کاروبار والوں کے گھر دعوت کھائیں گے بعض لوگ ان سے دینی کاموں میں چندہ لیں گے' بہرحال یہ سودی پیسہ کسی نہ کسی ذریعہ ہر جگہ ضرور پہنچے گا۔ مسئلہ:۔ جس کی آمدنی مخلوط ہو کہ حلال بھی ہو حرام بھی' اس کے ہاں ملازمت کر کے تنخواہ لینا' اس سے چندہ لینا' اس کے ہاں دعوت کھانا وغیرہ سب کچھ جائز ہے ہاں خالص حرام کمائی والے کے ہاں نہ ملازمت جائز نہ ان سے یہ معاملات درست (کتب فقہ) اسی لئے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود عام ہو جانے کی خبر دی' مگر ان سب لوگوں کو فاسق یا گنہگار نہ فرمایا' سود خوار فاسق ہے مگر جسے سود کا غبار یا بخار پہنچے اسے فاسق نہیں کہہ سکتے' دیکھو رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ہاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کے ہاں پرورش کے لئے رکھا' ان کی کمائیاں یقیناً مخلوط تھیں' خالص حلال نہ تھیں' اگر مخلوط مال کی دعوت یا چندہ حرام ہوتے' تو رب تعالیٰ اپنے کلیم و حبیب صلوۃ اللہ علیہما و سلامہ کی پرورش ان کے ہاں نہ کراتا' نیز اگر مخلوط مال سے یہ سارے معاملہ بند کر دیئے جائیں' تو آج کوئی دینی ادارہ' مدرسے' مسجدیں' خانقاہیں آباد نہیں رہ سکتے' کہ ان میں ہر شخص سے چندہ لیا جاتا ہے' خالص حلال کی تحقیق نہ کرتے ہیں نہ کر سکتے ہیں' یہ مسئلہ ضرور خیال میں رکھا جائے' اس قاعدے سے آج کل کے بنک وغیرہ محکموں کی نوکریوں کا حال بھی معلوم ہو گیا' یہ ضرور ہے کہ اس وقت خالص حلال روزی ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضروری ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ وَلَا الْبُرَّ بِالْبُرِّ وَلَا الشَّعِيْرَ بِالشَّعِيْرِ وَلَا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ وَلَا الْمِلْحَ بِالْمِلْحِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ يَدًا بِيَدٍ وَلٰكِنْ بِيْعُوا الذَّهَبَ بِالْوَرِقِ وَالْوَرِقَ بِالذَّهَبِ وَالْبُرَّ بِالشَّعِيْرِ وَالشَّعِيْرَ بِالْبُرِّ وَالتَّمْرَ بِالْمِلْحِ وَالْمِلْحَ بِالتَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ كَيْفَ شِئْتُمْ۔ (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

(۲۶۹۴) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے کے عوض اور چاندی کے عوض چاندی' گیہوں کے عوض گیہوں' جو کے عوض جو' چھوہارے چھوہارے کے عوض اور نمک نمک کے عوض نہ بیچو مگر برابر برابر ا۔ نقد نقد سے ہاتھ بہ ہاتھ ۲۔ لیکن سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض اور گیہوں کو جو کے عوض اور جو کو گیہوں کے عوض' چھوہارے نمک کے عوض ہاتھ بہ ہاتھ جیسے چاہو بیچو ۳۔ (شافعی)

(۲۶۹۴) ا۔ خیال رہے کہ وزنی چیزوں کی برابری وزن سے ہو گی' اور کیل یعنی ماپ والی چیزوں کی برابر ماپ سے' شریعت میں سونا

چاندی وزنی ہیں' اور گندم' جو' کیل' تو سونے چاندی دھاتوں کو وزن میں برابر کر کے خرید و فروخت کرو' اور گندم جو کو' ٹوپہ پیانہ سے برابر کر کے فروخت کرو' لہٰذا ایک سیر بھاری گندم کی بیع ایک سیر ہلکی گندم سے ناجائز ہے کہ یہ وزن میں تو برابر ہوئے' مگر پیانہ میں برابر نہیں' لیکن گندم پیانہ میں کم آئے گی وزن میں زیادہ' ایسے ہی ایک سیر گندم کی بیع ایک سیر گندم کے آٹے سے ناجائز ہے' کہ ایک سیر آٹا زیادہ گندم کا ہوتا ہے (از مرقات) ۲۔ یعنی ہم جنس و ہم وزن چیزوں کی بیع میں زیادتی کی بھی حرام ہے اور ادھار بھی حرام برابر دو اور دو طرفہ نقد دو' اور ہم وزن تو ہوں مگر ہم جنس نہ ہوں جیسے گندم و جو' یا ہم جنس تو ہوں ہم وزن نہ ہوں' جیسے اخروٹ یا انڈے' کہ گن کر فروخت کئے جاتے ہیں' تو ان میں زیادتی کی جائز مگر ادھار حرام اور جنس و وزن دونوں میں مختلف ہوں' تو کمی بیشی بھی حلال اور ادھار بھی درست' جیسے روپیہ پیسہ سے مذکورہ چیزوں کی خرید و فروخت' اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کرو' ۳۔ یعنی چونکہ ان کی جنسیں مختلف ہیں' لہٰذا ان میں زیادتی کی حلال ہے' لیکن ہم وزن میں ادھار حرام ہو گا' جیسا کہ پہلے حدیث میں اور ابھی شرح میں گزر چکا (مرقات ولمعات)

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ شِرَى التَّمْرِ بِالرُّطَبِ فَقَالَ أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ فَقَالَ نَعَمْ فَنَهَاهُ عَنْ ذَلِكَ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۶۹۵) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ سے کھجور چھوہاروں کے عوض خریدنے کے متعلق پوچھا گیا ا تو فرمایا کیا کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے ۲۔ عرض کیا ہاں تب آپ نے اس سے منع فرمادیا ۳۔ (مالک' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۲۶۹۵) ا۔ اگر تر کھجور خشک چھوہاروں کے عوض برابر برابر فروخت کی جائے تو درست ہے یا نہیں کہ اس وقت تو برابر ہی ہیں' سوال نہایت اعلیٰ ہے۔ ۲۔ یہ سوال ناواقفی کی بنا پر نہیں کہ تر کھجور کا خشک ہو کر کم ہو جانا بالکل ظاہر ہے' خصوصاً اہل عرب پر' خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بلکہ آئندہ جواب کی تمہید کے لئے ہے' جیسا کہ روش کلام سے ظاہر ہے (مرقات) ۳۔ امام شافعی و صاحبین کے ہاں تر کھجور و خرما کی بیع برابر برابر بھی ناجائز ہے' اس حدیث کی بنا پر' مگر ہمارے امام اعظم کے ہاں برابر برابر کی بیع درست ہے' اولاً" تو یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حرمت جیسا مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا (اشعہ) اگر حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے ادھار کی بیع مراد ہو گی' کہ ایک جنس میں ادھار کی بیع حرام ہے دوسری روایات میں لفظ نسیئہ آیا بھی ہے' انگور کی بیع کشمش یا منقے سے' تازہ گوشت کی بیع خشک گوشت سے اسی اختلاف پر ہے کہ امام اعظم کے ہاں برابر برابر کی درست دیگر آئمہ کے ہاں ممنوع (مرقات)

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ قَالَ سَعِيدٌ كَانَ مِنْ مَيْسِرِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۲۶۹۶) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے (ارسالاً) ا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانور کے عوض گوشت بیچنے سے منع ۲۔ فرمایا حضرت سعید فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ جاہلیت کے جوئے سے تھا ۳۔ (شرح سنہ)

(۲۶۹۶) ا۔ حضرت سعید ابن مسیب افضل تابعین سے ہیں' انہوں نے بغیر ذکر صحابی حدیث کو حضور سے روایت فرمادیا' اسی کا

marfat.com

نام ارسال ہے' حدیث مرسل امام شافعی کا ہاں معتبر نہیں' ہمارے ہاں معتبر ہے' ۲۔ اس حدیث کے ظاہری معنی پر حضرت امام شافعی کے عمل ہے' ان کے ہاں گوشت جانور کے عوض فروخت کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ گوشت اور جانور ایک ہی جنس کے ہوں یا مختلف جنس کے اور خواہ جانور حلال ہو یا حرام' چنانچہ ان کے ہاں گائے کے گوشت کے عوض گدھا خریدنا بھی حرام ہے' اور بکری کا گوشت خریدنا بھی حرام' امام محمد کے ہاں اگر جانور حلال ہو' اور گوشت و جانور ہم جنس ہوں تو گوشت جانور کے گوشت سے زیادہ ہونا ضروری ہے' اگر بکری میں دس سیر گوشت ہے تو دوسرا گوشت بارہ تیرہ سیر چاہیے' اور اگر جانور و گوشت زیادہ چاہیے تا کہ زیادتی کھال وغیرہ کے عوض ہو جائے' اگر بکری میں دس سیر گوشت ہے تو دوسرا گوشت بارہ تیرہ سیر چاہیے اور اگر جانور و گوشت مختلف الجنس ہوں تو مطلقاً بیع درست ہے' امام اعظم کے ہاں یہ کوئی قید نہیں ان کے ہاں جانور کی بیع گوشت کے عوض ہر طرح جائز ہے اور اس حدیث میں ادھار بیع مراد ہے یعنی جانور کو گوشت کے عوض نقد بیچنا تو حلال ہے ادھا بیچنا حرام کہ جانور موٹا پتلا ہوتا رہتا ہے اور گوشت کا ادھار میں تعین مشکل ہوتا ہے (لمعات و مرقات) ۳۔ یعنی کفار عرب کھیل کا بھی جوا کرتے تھے اور عقد کا بھی' یہ جانور و گوشت کی بیع کو عقد کا جوا قرار دیتے تھے کہ اگر جانور میں گوشت اس گوشت سے زیادہ نکل آیا تو گوشت والا جیت گیا اور اگر کم نکلا تو جانور والا جیت گیا گوشت والا ہار گیا۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ

(۲۶۹۷) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی جانور کے عوض' ادھار تجارت سے منع فرمایا ا۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

(۲۶۹۷) ا۔ اس مسئلہ کی تحقیق اور اس میں صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کا اختلاف پہلے بیان ہو چکا' کہ بعض کے ہاں اگر دو طرفہ جانور ادھار ہوں' تو بیع ناجائز ہے' اگر ایک طرفہ ادھار ہو ایک طرف نقد تو درست ہے' ہمارے ہاں جانور کی جانور سے ادھار بیع مطلقاً منع ہے' یہ حدیث ہماری دلیل ہے' کہ اس میں کوئی تفصیل نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ اَنْ يُّجَهِّزَ جَيْشًا فَنَفِدَتِ الْاِبِلُ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ عَلٰى قَلَائِصِ الصَّدَقَةِ فَكَانَ يَاْخُذُ الْبَعِيْرَ بِالْبَعِيْرَيْنِ اِلٰى اِبِلِ الصَّدَقَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۲۶۹۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کے سامان تیار کرنے کا حکم دیا ا۔ تو اونٹ ختم ہو گئے ۲۔ تو حضور نے انہیں حکم دیا کہ صدقہ کی اونٹنیوں کے عوض لے لیں' تو وہ صدقہ کے اونٹ آنے تک ایک اونٹ دو اونٹوں کے عوض لیتے تھے ۳۔ (ابوداؤد)

(۲۶۹۸) ا۔ یعنی حکم دیا کہ لشکر کو سواریوں ہتھیاروں اور دیگر سامان سے لیس کر دیں ا۔ یعنی بعض سپاہیوں کو اونٹ نہ ملے' اونٹ ختم ہو گئے اور سپاہی بچ رہے' کہ اونٹ کم تھے اور سپاہی زیادہ تھے ۲۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آج لوگوں سے اونٹ خرید لو' اور ان تاجروں سے وعدہ کر لو کہ جب زکوۃ کے اونٹ آئیں' تو تم کو ایک کے عوض دو اور دو کے عوض چار دیئے جائیں گے' یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے کہ جو جانور کے ادھار کی بیع جائز کہتے ہیں' ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اولاً تو یہ حدیث ہی ضعیف ہے' اس ضعیف حدیث سے استدلال درست نہیں' اور اگر صحیح بھی ہو تو منسوخ ہے' یہ حکم اس وقت تھا جبکہ اسلام میں

marfat.com

سود حرام نہ ہوا تھا' ہماری دلیل حضرت سمرہ کی حدیث ہے جو ابھی گزر گئی کہ وہ حدیث صحیح بھی ہے اور غیر منسوخ بھی اس حدیث میں ایک اشکال یہ بھی ہے کہ ادھار کی بیع میں وقت ادا مقرر ہونا چاہیے 'اور زکوٰۃ کے اونٹوں کی وصولی کا وقت مقرر نہیں' ہر شخص اپنا سال گزرنے پر زکوٰۃ دیتا ہے' زکوٰۃ کے لئے کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہیں ہو سکتی غرضیکہ یہ حدیث کسی طرح قابل عمل نہیں' ضعیف ہے' منسوخ ہے یا مجمل یا مشکل ہے' حدیث سمرہ اس پر ترجیح رکھتی ہے (لمعات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّبٰوا فِي النَّسِيْئَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَا رِبٰوا فِيْمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۹۹) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود ادھار میں ہے ایک روایت میں یوں ہے جو ہاتھ بہ ہاتھ نقد ہو اس میں سود نہیں ا۔ (مسلم بخاری)

(۲۶۹۹) ا۔ یہ حصر اضافی ہے نہ کہ حقیقی' جیسے رب کا فرمان انما حرم علیکم المیتة میں کہ قرآن کریم نے جو صرف چھ جانوروں کی حرمت بیان کی حصر کے طریقہ پر یہ مشرکین کے بحیرہ' سائبہ وغیرہ کے مقابلہ میں ہے' ورنہ کتا' گدھا وغیرہ بھی حلال نہیں ہے' کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو برابر برابر فروخت کرنے کے متعلق دریافت کیا ہو گا' یا مختلف الجنس کو زیادتی کمی سے بیچنے کے بارے میں پوچھا ہو گا' تو فرمایا ان صورتوں میں سود صرف ادھار میں ہو گا نقد میں نہیں' ایک سیر گندم دو سیر جو کے عوض' یا ایک سیر گندم ایک سیر گندم کے عوض نقد بیچ سکتے ہیں' ادھار نہیں' لہذا الربو میں الف لام عہدی ہے' یعنی ان کا ربو صرف ادھار میں ہے اور ہو سکتا ہے کہ الف لام استغراقی ہو یعنی ادھار میں مطلقاً زیادہ حرام ہے' خواہ دونوں کے عوض و قدر میں یکساں ہوں یا صرف جنس میں یا صرف قدر میں یکساں ہوں۔ نقد کی تجارت میں ربو جب حرام ہو گا جبکہ دونوں عوض جنس میں بھی ایک ہوں وزن میں بھی' لہذا یہ حدیث گزشتہ مثلاً بمثل کے خلاف نہیں (لمعات' اشعہ' مرقات)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ غَسِيْلِ الْمَلَائِكَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْهَمُ رِبٰوا يَاْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلٰثِيْنَ زِنْيَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزَادَ وَقَالَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُهٗ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ.

(۲۷۰۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ سے جنہیں فرشتوں نے غسل دیا ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سود کا ایک درہم جو جانتے ہوئے انسان کھائے ۲۔ وہ چھتیس بار زنا سے سخت تر ہے ۳۔ (احمد' دار قطنی) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس سے روایت کی وہاں یہ زیادتی ہے کہ فرمایا جس کا گوشت حرام سے اگا ہو گا تو آگ اس سے بہت قریب ہو گی ۴۔

(۲۷۰۰) ا۔ غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ کی صفت ہے نہ کہ عبداللہ کی' حضرت حنظلہ غزوہ احد کے دن نو عروس تھے' ابھی جنابت سے غسل نہ کیا تھا کہ اعلان جہاد ہو گیا بغیر غسل کئے چلے گئے اور شہید ہو گئے' انہیں حضرت جبریل و میکائیل نے غسل دیا' ان کی نعش شریف سے پانی ٹپک رہا تھا' اسی لئے ان کا لقب غسیل الملائکہ ہوا' ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بھی صحابی ہیں۔ حضور

marfat.com

انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سات سالہ تھے' انصار کے سردار تھے' یزید ابن معاویہ کی بیعت مع انصار مدینہ کے آپ نے توڑ دی' اور حرہ کے دن اپنے سات بیٹوں کے ساتھ یزیدی لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے' بڑے متقی و پرہیزگار تھے (اشعہ) ۲۔ کھانے سے مراد ہے سود لینا' خواہ کھائے یا پہنے یا کسی اور استعمال میں لائے یا صرف جمع کرکے رکھے چونکہ تمام استعمالات میں کھانا زیادہ اہم ہے' اس لئے اس کا ذکر فرمایا' ہماری اصطلاح میں بھی سود لینے والے کو سود خوار یعنی سود کھانے والا کہا جاتا ہے ایک درہم سے معمولی سا مال ہے' جاننے کی قید اس لئے لگائی کہ بے علمی میں اگر سود کا پیسہ استعمال میں آجائے تو گناہ نہیں' اسی لئے مخلوط کمائی والے کے ہاں دعوت وغیرہ کھانا جائز ہے' کہ ہمیں خبر نہیں کس مال سے کھانا پکایا گیا ۳۔ ایک سود کے چھتیس زنا سے بدتر ہونے کی چند وجہیں ہیں زنا حق اللہ ہے اور سود حق العباد جو توبہ سے معاف نہیں ہوتا' سود خوار کو اللہ رسول سے جنگ کا اعلان ہے' زانی کو یہ اعلان نہیں' سود خوار کے خرابی خاتمہ کا اندیشہ ہے' زانی کے متعلق یہ اندیشہ نہیں' سود خوار مقروض اور اس کے بال بچوں کو تباہ کرتا ہے' اسی لئے سود خوار پر زیادہ سختی ہے (لمعات' مرقات) نیز عموماً مسلمان زنا سے تو نفرت کرتے ہیں مگر سود سے نہیں' حکومتیں اور گناہوں کو روکنے کی کوشش کرتی ہیں' مگر سود کو رواج دیتی ہیں اس سے بچنا مشکل ہے ۴۔ یعنی جیسے مٹی کے تیل میں بھیگا ہوا کپڑا آگ میں جلد جل جاتا ہے' ایسے ہی سود' رشوت' جوئے' چوری وغیرہ حرام مال سے پیدا شدہ گوشت دوزخ کی آگ میں بہت جلد جلے گا' چونکہ غذا سے خون اور خون سے گوشت بنتا ہے' اس لئے غذا بہت پاکیزہ ہونی چاہیے' حرام غذا کا اثر سارے بدن پر پڑتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرِّبٰو سَبْعُوْنَ جُزْءً اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ۔

(۲۷۰۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سود کے ستر حصے ہیں جن سے کمترین حصہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے زنا کرے ۱۔

(۲۷۰۱) ۱۔ یعنی ماں سے زنا کرنا جب کمترین درجہ ہوا' تو بقیہ درجے اس سے زیادہ سخت ہوں گے' چونکہ اہل عرب سود کے بہت زیادہ عادی تھے ان سے سود چھوڑانا آسان نہ تھا' اس لئے سود پر زیادہ وعیدیں وارد ہوئیں' خیال رہے کہ زنا اکثر مرد عورت کی رضا مندی سے بلکہ زیادہ تر عورت کی رضا سے ہوتا ہے' اسی لئے رب تعالیٰ نے زنا میں عورت کا ذکر پہلے فرمایا' کہ فرمایا الزانية والزانی مگر سود میں مقروض کی رضا قطعاً نہیں ہوتی' اس وجہ سے بھی سود کے احکام سخت تر ہیں کہ یہ گناہ بھی ہے اور ظلم بھی صرف مقروض پر نہیں بلکہ اس کے سارے بچوں پر سود خوار ایک تیر سے بہت سوں کا شکار کرتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّبٰو وَاِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ رَوَاهُمَا ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَوٰى اَحْمَدُ الْاَخِيْرَ۔

(۲۷۰۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سود اگرچہ بہت ہو مگر انجام کی کی طرف لوٹتا ہے ۱۔ یہ دونوں حدیثیں ابن ماجہ بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں اور احمد نے آخری حدیث روایت کی۔

(۲۷۰۲) ۱۔ یہ فرمان مسلمان کے لئے ہے کہ سود کا انجام قلت و ذلت ہے' اس کا بہت تجربہ ہے' فقیر نے بڑے بڑے سود خوار آخر برباد بلکہ ذلیل و خوار ہوتے دیکھے' بعض جلد اور بعض دیر سے' سود کا پیسہ اصل مال بھی لینے و برباد کرنے آتا ہے' اگر کفار کو

marfat.com

پھل جائے تو پھل سکتا ہے' ہر ایک کی غذا مختلف ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَیْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عَلٰی قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ کَالْبُیُوْتِ فِیْهَا الْحَیَّاتُ تُرٰی مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَآءِ یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ هٰؤُلَآءِ اَکَلَةُ الرِّبٰو۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۷۰۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم شب معراج اس قوم پر پہنچے جن کے پیٹ کوٹھریوں کی طرح تھے جن میں سانپ تھے جو پیٹوں کے باہر دیکھے جارہے تھے ا۔ ہم نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہیں انہوں نے عرض کیا ۲۔ یہ سود خوار ہیں (احمد' ابن ماجہ) ۳۔

(۲۷۰۳) ا۔ حدیث بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں' حضور انور کی نگاہ حقیقت بین اور آخر بین ہے' اس لئے آپ کی نگاہ نے وہ واقعہ دیکھ لیا جو آئندہ بعد قیامت ہونے والا تھا' ورنہ اس وقت تو دوزخ میں کوئی نہ تھا' دوزخ و جنت میں سزا و جزا کے لئے داخلہ بعد قیامت ہوگا' اور چونکہ سود خوار ہوسی ہوتا ہے کہ کھاتا تھوڑا ہے حرص و ہوس زیادہ کرتا ہے' اس لئے ان کے پیٹ واقعی کوٹھڑیوں کی طرح ہوں گے' لوگوں کے مال جو ظلماً" وصول کئے تھے وہ سانپ بچھو کی شکل میں نمودار ہوں گے' آج اگر ایک معمولی کیڑا پیٹ میں پیدا ہو جائے' تو تندرستی بگڑ جاتی ہے' آدمی بیقرار ہو جاتا ہے' تو سمجھ لو کہ جب اس کا پیٹ سانپوں' بچھوؤں سے بھر جائے' تو اس کی تکلیف و بیقراری کا کیا حال ہوگا' رب کی پناہ ۲۔ غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ جسمانی معراج کا ہے صرف مناہی یعنی خواب کی معراج کا نہیں' کیونکہ جبریل امین کا ساتھ ہونا' اور یہ سوال و جواب اس بیداری کی جسمانی معراج میں ہوئے ہیں ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سود دینا بھی حرام ہے جرم ہے' مگر سود لینا زیادہ سخت جرم ہے کہ حضور انور نے سود خوار کا یہ حال ملاحظہ فرمایا کہ سود خوار گنہگار بھی ظالم بھی' سود دینے والا گنہگار ہے مگر ظالم نہیں بلکہ مظلوم۔

وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰکِلَ الرِّبٰو وَمُوْکِلَهٗ وَکَاتِبَهٗ وَمَانِعَ الصَّدَقَةِ وَکَانَ یَنْهٰی عَنِ النَّوْحِ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

(۲۷۰۴) روایت ہے حضرت علی سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے لکھنے والے زکوۃ نہ دینے والے پر لعنت فرمائی ا۔ اور آپ نے نوحہ سے منع فرماتے تھے ۲۔ (نسائی)

(۲۷۰۴) ا۔ ظاہر یہ ہی ہے کہ صدقہ سے مراد صدقہ واجبہ یعنی زکوۃ ہے یا زکوۃ بھی اور فطرہ و قربانی بھی' یعنی جس مسلمان پر یہ صدقے واجب ہوں' مگر نہ دے' تو اس پر لعنت فرمائی' سود دینے والا لکھنے والا چونکہ سود خوار کے گناہ پر معاون و مددگار ہیں اس لئے سب لعنت میں آگئے' مسلمان اپنے خرچ کم کردیں' ضروریات کو حتی الامکان مختصر کریں' مگر سودی قرض سے بچیں مسلمان اکثر مقدمہ بازیوں اور شادی غمی کی حرام رسموں میں سودی قرض لیتے ہیں' ۲۔ مردے کے غلط اوصاف بیان کر کے بلند آواز سے رونا قولی نوحہ ہے' جیسے ہائے میرے پہاڑ' ہائے گھوڑی کے سوار وغیرہ اور پیٹنا' بال نوچنا' کپڑے پھاڑنا' سینہ کوٹنا' ماتم کرنا' عملی نوحہ' یہ تمام ہی لعنت کا باعث اور سخت ممنوع ہیں۔ رب تعالٰی نے صبر کا حکم دیا ہے نہ کہ کپڑے پھاڑنے اور چیخنے چلانے کا"

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰیَةُ الرِّبٰو وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

(۲۷۰۵) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے کہ جو آخری آیت اتری وہ سود کی آیت ہے ا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبٰوا وَالرِّيْبَةَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

نے وفات پائی سود کی پوری تشریح نہ کی ۲؎ لہذا بچو سود سے بھی اور شک و شبہ سے بھی ۳؎ (ابن ماجہ، دارمی)

(۲۷۰۵) ۱؎ یعنی احکام کی آیات میں سب سے آخر سود کی آیت اتری، اس کے بعد احکام شرعیہ کی کوئی آیت نہ آئی، لہذا یہ محکم ہے، منسوخ نہیں، وہ آیت یہ ہے الذین یاکلون الربو الخ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سب سے آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ ہے کہ مطلقًا آخری یہ آیت ہے، اور معاملات و احکام آخری آیت سود کی آیت ہے۔ ۲؎ یعنی حضور انور اس آیت کے نزول کے بعد بہت کم ظاہری حیات سے دنیا میں رہے، اور جس قدر زمانہ حضور انور کو ملا وہ دوسرے اہم کاموں میں گزرا، اس لئے اس آیت سود کی تفصیلی تفسیر نہ ہو سکی، صرف چھ چیزوں میں سود کی حرمت کی تفصیل فرمائی، نیز سود کی تفصیل قدرے واضح بھی تھی، اور حضور انور نے چھ چیزوں کی تصریح فرماکر علماء امت کو قوانین سود کی رہبری بھی فرمادی تھی، اصول مقرر کر دیئے تھے، ان وجوہ سے تفصیل کی چنداں ضرورت نہ رہی تھی، پھر بعد میں علماء امت نے اس مسئلہ کو بھی بالکل واضح کر دیا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دین اسلام پورا واضح نہ ہوا کہ ایک مسئلہ مخفی رہ گیا، اصول تو اس کے بھی واضح ہوگئے، فروع مسائل بعد میں واضح ہوئے (از مرقات) ۳؎ یعنی جن چیزوں کی تصریح حضور انور نے فرمادی، ان میں بھی سود نہ لو، ان کے علاوہ دیگر چیزوں میں بھی سود سے بچو، جن میں سود یقینی ہے ان میں بھی نہ لو، جہاں سود کا شک ہو وہاں بھی بچو، وہم کا اعتبار نہیں شک و وہم میں فرق ہے، دلیل سے پیدا ہونے والا شبہ شک کہلاتا ہے، بلا دلیل شبہ وہم ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُكُمْ قَرْضًا فَاَهْدٰى اِلَيْهِ اَوْحَمَلَهٗ عَلَى الدَّابَّةِ فَلَا يَرْكَبْهُ وَلَا يَقْبَلْهَا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ جَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۷۰۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی کچھ قرضہ کسی کو دے پھر مقروض اسے کچھ ہدیہ دے یا اسے اپنے گھوڑے پر سوار کرے تو سوار نہ ہو نہ ہدیہ قبول کرے ۱؎ مگر اس صورت میں کہ ان دونوں کی آپس میں یہ رسم پہلے سے جاری ہو ۲؎ (ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان)

(۲۷۰۶) ۱؎ یعنی اگر قرضخواہ و مقروض میں پہلے سے ہدیہ کے لین دین یا اور خدمات کا دستور نہ تھا، قرض لینے کے بعد مقروض ہدیہ لایا یا عاریۃً گھوڑا وغیرہ پیش کیا، تو ظاہر یہ ہے کہ قرض کی وجہ سے وہ یہ سب کچھ کر رہا ہے، اس میں بھی سود کا اندیشہ ہے کہ جو قرض نفع دے وہ سود ہے، اور ہدیہ اور گھوڑے کی سواری بھی تو نفع ہی ہے، جو اس قرض کا باعث ہوا، لہذا اس میں سود کا احتمال ہے، ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سخت تیز دھوپ میں اپنے مقروض کی دیوار کے سایہ میں نہ کھڑے ہوئے دھوپ میں کھڑے رہے، عرض کرنے پر فرمایا کہ ڈرتا ہوں یہ سایہ سود نہ بن جائے ۲؎ کہ اب یہ ہدیہ قرض کی وجہ سے نہیں بلکہ پرانی دوستی کے سبب ہے، یہ ہی حکم حکام کے ہدایا اور دعوتوں کا ہے کہ وہ عام دعوتوں میں جاسکتے ہیں، اور ان کے ہدیے اور خاص دعوتیں قبول کرسکتے ہیں، جن کے ساتھ حکومت ملنے سے پہلے ہی یہ تعلقات ہوں، حاکم بننے پر نہ کسی کی خاص دعوت کھائیں نہ ہدیے لیں کہ یہ بھی رشوت ہیں، لوگ دعوتیں اور ہدیے دے کر وقت پر اپنا کام نکالتے ہیں، ظلم کراتے ہیں۔

marfat.com

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْرَضَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلَا يَأْخُذْ هَدِيَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيْخِهٖ هٰكَذَا فِي الْمُنْتَقٰى۔

(۲۷۰۷) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی کو قرض دے تو اس سے ہدیہ قبول نہ کرے ا۔ (بخاری اپنی تاریخ میں) اسی طرح منتقی میں ہے ۲۔

(۲۷۰۷) ا۔ خیال رہے کہ یہ ممانعتیں تنزیہی اور احتیاطی ہیں' جن میں تقویٰ کا حکم دیا گیا' ورنہ حقیقتًا سود وہ ہی ہے جس کی شرط لگائی جائے یا عرفًا" مشروط ہو' امام مالک فرماتے ہیں کہ قرض خواہ اور حاکم ایسے ہدیے ہرگز قبول نہ کرے' اور اگر قبول کرنا پڑ جائے تو اس کے عوض دیدے (مرقات مع زیادۃ) ۲۔ منتقی بروزن مصطفیٰ یا مجتبیٰ' حنبلی علماء میں سے ایک فقیہ عالم کی کتاب ہے' جس میں فقہی مسائل کی ترتیب سے احادیث جمع کی گئی ہیں' اس کے مؤلف امام احمد ابن حنبل کے ساتھیوں میں سے کوئی صاحب ہیں (اشعہ' لمعات' مرقات)

وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوْسٰى قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ إِنَّكَ بِأَرْضٍ فِيْهَا الرِّبٰو فَاشٍ فَإِذَا كَانَ لَكَ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَأَهْدٰى إِلَيْكَ حِمْلَ تِبْنٍ أَوْ حِمْلَ شَعِيْرٍ أَوْ حَبْلَ قَتٍّ فَلَا تَأْخُذْهُ فَإِنَّهٗ رِبًوا۔

(۲۷۰۸) روایت ہے حضرت ابو بردہ ابن موسیٰ سے فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا ا۔ تو حضرت عبداللہ ابن سلام سے ملا آپ نے فرمایا تم اس جگہ رہتے ہو جہاں سود پھیلا ہوا ہے ۲۔ تو اگر تمہارا کسی پر کچھ حق ہو پھر وہ تمہیں بھوسے یا جو کا بوجھ دے ۳۔ یا چارے کا گٹھا دے تو ہرگز نہ لو کہ یہ سود ہے ۴۔ (بخاری)

(۲۷۰۸) ا۔ حضرت ابو بردہ جناب ابو موسیٰ اشعری کے صاحبزادے تھے اور تابعین سے تھے' کوفہ کے قاضی القضاۃ مدینہ منورہ زیارت و سلام کے لئے حاضر ہوئے' اس زمانہ میں جو صحابہ کرام موجود تھے ان سے ملاقات کی' ان میں حضرت عبداللہ ابن سلام بھی تھے' یہاں اس ملاقات کا واقعہ بیان فرمارہے ہیں ۲۔ یعنی عراق میں اب بھی سود کا لین دین عام ہے' بعض مسلمان بھی غلطی سے سود کا لین دین کرلیتے ہیں اسے سود سمجھتے ہی نہیں ۳۔ جو تم خود تو نہ کھاؤ گے اپنے جانوروں کو کھلاؤ گے وہ بھی قبول نہ کرو کہ ملکیت میں تو تمہاری ہی آئے گا' پھر جو بھی کھائے مجرم تم ہو گے.... ۴۔ قت ق کے فتح ت کے شد سے بمعنی ہرا چارہ جسے عربی میں رطب اور اب بھی کہتے ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے وابا متاعا لکم مکہ معظمہ میں اسے ہرسوم کہا جاتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ مقروض سے اپنے جانور کے لئے ہری گھاس بھی نہ لو کہ یہ بھی سود ہے اس سے معلوم ہوا کہ اپنے جانور کو بھی حرام غذا نہ کھلائے' یہ بھی معلوم ہوا کہ سود یا رشوت لے کر دوسرے کو دے دینے سے بھی مجرم بری نہ ہو جائے گا' وہ گنہگار ہی رہے گا' بعض لوگ اپنا جانور دوسرے کے کھیت میں چرا لیتے ہیں' یہ بھی چوری ہے' اس چارے سے جو دودھ حاصل ہو گا مشکوک ہو گا بہت احتیاط چاہیے' اس حدیث میں غور کرو اپنے معاملات سنبھالو۔

marfat.com

بَابُ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا مِنَ الْبُيُوْعِ

باب جن تجارتوں سے ممانعت کی گئی ہے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ممنوع تجارتیں چند قسم کی ہیں' بیع فاسد' بیع باطل' بیع مکروہ' بیع فاسد کرنا منع ہے مگر بعد قبضہ مفید ملک ہے اور بیع باطل بالکل ملک کا فائدہ نہیں دیتی' نہ قبضہ سے پہلے نہ بعد میں بیع مکروہ مطلقاً مفید ملک ہے اگرچہ ایسا کرنا اچھا نہیں جیسے اذان جمعہ ہو چکنے کے بعد نماز جمعہ سے پہلے تجارت کہ اس کا کرنا برا' لیکن بیع درست ہوگی۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ اَنْ يَّبِيْعَ ثَمَرَ حَائِطِهٖ اِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا وَاِنْ كَانَ كَرْمًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِزَبِيْبٍ كَيْلًا اَوْ كَانَ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ وَاِنْ كَانَ زَرْعًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِكَيْلِ طَعَامٍ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ يُّبَاعَ مَا فِيْ رُءُوْسِ النَّخْلِ بِتَمْرٍ بِكَيْلٍ مُّسَمًّى اِنْ زَادَ فَلِيْ وَاِنْ نَّقَصَ فَعَلَيَّ۔

(۲۷۰۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنۃ سے منع فرمایا ۱۔ وہ یہ ہے کہ اگر کھجور ہو تو اپنے باغ کے پھل خشک کھجور کے عوض ناپ سے فروخت کرے اور اگر انگور کا کھیت ہو تو انگور کشمش کے عوض ناپ سے فروخت کرے ۲۔ اور مسلم کے نزدیک یہ ہے ۳۔ کہ اگر کھیت ہو تو تر دانہ خشک دانوں کے عوض ناپ سے بیچے ان سب سے منع فرمایا ۴۔ (مسلم بخاری) ان ہی دونوں میں ایک روایت یوں ہے کہ مزابنتہ سے منع فرمایا اور فرمایا کہ مزابنتہ یہ ہے کہ درخت میں لگی کھجوریں معین پیمانے چھوہاروں کے عوض بیچے کہ اگر زیادہ ہوں تو میری اور اگر کم ہو تو مجھ پہ ۵۔

(۲۷۰۹) ۱۔ مزابنۃ زبن سے بنا بمعنی دفع کرنا' ختم کرنا چونکہ اس بیع کو بعد میں ایک شخص جاری رکھنا چاہتا ہے دوسرا جسے نقصان نظر آئے فسخ کرنا چاہتا ہے' اس لئے اسے مزابنتہ کہتے ہیں یعنی دفع کی جانے والی بیع۔ ۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ خشک پھل ہم جنس تر پھلوں کے عوض جو درخت پر لگے ہیں فروخت کرنا کہ خشک پھل کا وزن تو معلوم ہوا' مگر درخت پر لگے ہوئے تر پھلوں کا وزن معلوم نہ ہو صرف اندازہ ہو یہ حرام ہے' کہ اس میں سود کا احتمال قوی ہے' ہاں اگر جانبین کے پھل مختلف الجنس ہوں تو مضائقہ نہیں' ۳۔ یعنی بخاری و مسلم کی روایتوں میں او اور ان کا فرق ہے کہ بخاری میں او کان ہے اور مسلم میں ان کان ۴۔ طعام سے مراد گندم ہے یا تمام دانے' یعنی کھیت میں درختوں میں لگے ہوئے گندم کے خوشے' دوسری خشک گندم کی عوض فروخت کرنا

منع ہے کہ خشک گندم کا وزن تو معلوم ہے، مگر خوشے کی گندم کا وزن معلوم نہیں اور مال ربوی ہے جس میں زیادتی کی سود ہے، لہذا اس بیع سے بچے ۵۔ یعنی خریدار کہے کہ تیرے باغ میں لگی ہوئی کھجوریں جتنی بھی ہوں میری ہیں، کم ہوں تو مجھے نقصان ہے، زیادہ ہوں مجھے نفع، یہ حرام ہے کہ اس میں سود ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَۃِ وَالْمُحَاقَلَۃِ وَالْمُزَابَنَۃِ وَالْمُحَاقَلَۃُ اَنْ یَّبِیْعَ الرَّجُلُ الزَّرْعَ بِمِائَۃِ فَرَقِ حِنْطَۃٍ وَالْمُزَابَنَۃُ اَنْ یَّبِیْعَ التَّمَرَ فِیْ رُؤُوْسِ النَّخْلِ بِمِائَۃِ فَرَقٍ وَالْمُخَابَرَۃُ کِرَاءُ الْاَرْضِ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۱۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مخابرہ، محاقلہ اور مزابنتہ سے منع فرمایا ۱۔ محاقلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا کھیت سو فرق گندم کے عوض بیچے ۲۔ اور مزابنتہ یہ ہے کہ درخت میں لگے چھوہارے سو فرق کے عوض بیچے اور مخابرہ زمین کو کرایہ پر دینا ہے تہائی یا چوتھائی پر ۳۔ (مسلم)

(۲۷۱۰) ۱۔ مخابرہ خیبر سے بنا یعنی خیبر والا معاملہ کرنا جو حضور انور نے خیبر کے یہود سے کیا کہ باغات حضور انور کے اور کام کاج یہود کا، پیداوار نصف نصف، یا خیار سے بنا بمعنی نرم زمین، جس میں زمین ایک کی ہو، اور اس کا نرم کرکے جوتنا بونا دوسرے کے ذمے، محاقلہ حقل سے بنا بمعنی اچھی و زرخیز زمین، کھیت کو اسی لئے حقل کہتے ہیں کہ بیج حتی الامکان اچھی زمین میں بویا جاتا ہے ۲۔ فرق رکے فتح سے وہ پیمانہ ہے جس میں سولہ رطل یعنی آٹھ سیر گندم سمائے، اور فرق رکے جزم سے وہ پیمانہ ہے جس میں ایک سو بیس سیر گندم آئے یعنی ڈیڑھ من، یہاں فرق کا ذکر تمثیل کے طور پر ہے یعنی گندم کی معین مقدار کھیت والے کو دے، اور اس کی کھڑی کھیتی خرید لے (نہایہ، اشعہ، مرقات) مزابنتہ پھل کی خرید فروخت کو کہا جاتا ہے اور محاقلہ دانہ کی ایسی تجارت کو ۳۔ مخابرہ اور مزارعہ قریبًا ہم معنے ہیں، یعنی زمین کاشت کے لئے کرایہ پر دینا، ان میں فرق یہ ہے، کہ مخابرہ میں تخم کرایہ دار کا ہوتا ہے، اور مزارعہ میں تخم مالک زمین کا، صرف کام کرایہ دار کا، مخابرہ یا مزارعہ کو امام ابوحنیفہ منع فرماتے ہیں، اس حدیث کی وجہ سے، صاحبین جائز کہتے ہیں، واقعہ خیبر کی وجہ سے صاحبین یہ حدیث منسوخ مانتے ہیں اور حدیث خیبر کو ناسخ، فتویٰ قول صاحبین پر ہے، ہاں زمین کے معین حصہ کی پیداوار مالک یا کرایہ دار کے لئے مقرر کرنا باقی کی دوسرے کے لئے یہ حرام ہے کہ خبر نہیں کس حصہ میں کتنی پیداوار ہو، اور ہو یا نہ ہو۔

وَعَنْہُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَۃِ وَالْمُزَابَنَۃِ وَالْمُخَابَرَۃِ وَالْمُعَاوَمَۃِ وَعَنِ الثُّنْیَا وَرَخَّصَ فِی الْعَرَایَا۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۱۱) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنتہ اور مخابرہ اور معاومہ سے ۱۔ اور کچھ مستثنیٰ کرلینے سے منع فرمایا ۲۔ عرایا میں اجازت دی ۳۔ (مسلم)

(۲۷۱۱) ۱۔ معاومہ عام سے بنا بمعنی سال یا برس، جیسے مشاہرہ شہر سے اور مسانہ سنت سے، معاومہ یہ ہے کہ کسی باغ کی چند سال کی بہار خرید لی جائے، جیسا کہ آج کل عام رواج ہے یہ بیع باطل ہے کہ اس میں وہ چیز خریدی جاتی ہے جو ابھی پیدا ابھی نہ ہوئی، جیسے کہ جانور کے غیر پیدا شدہ بچے خرید لینا، بیع میں دو طرفہ مال چاہیے، اور غیر پیدا شدہ چیز مال تو کیا شے ہی نہیں ۲۔ استثناء کی صورت

یہ ہے کہ باغ کا مالک یا کھیت والا خریدار سے کہے کہ اتنے روپیہ کے عوض میں نے یہ پھل تیرے ہاتھ فروخت کیئے مگران میں سے دس من میرے باقی تیرے' یہ منع ہے کہ دس من نکل جانے پر بقایا کی خبر نہیں کہ کتنے ہوں یا بالکل نہ ہوں' صرف دس من ہی اس باغ یا کھیت میں ہوں چونکہ بیع مجہول رہ جاتی ہے اس لئے منع ہے' ۳۔ عرایا عریہ کی جمع ہے بمعنی خالی ہو جانا' عریہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی باغ والا اپنے باغ کا ایک درخت کسی فقیر کو دیدے کہ تو اس کے پھل کھالیا کر' اب فقیر ان پھلوں کی وجہ سے باغ میں آنے جانے لگے' جس سے مالک کے بال بچوں کو تکلیف ہو' اس لئے مالک اسے کچھ کھجوریں اس درخت میں لگے ہوئے پھل کے عوض دے کر باغ سے رخصت کردے' اگرچہ یہ بھی مزابنہ بیع معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت تبدیل ہبہ ہے اس لئے جائز ہے' اس کی اور تفسیر بھی ہے' مگر یہ قوی ہے (اشعہ' مرقات' لمعات)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا تَمْرًا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۱۲) روایت ہے حضرت سہل ابن ابی حثمہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تر کھجور چھوہاروں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا۱۔ مگر عریہ کی اجازت دی کہ درخت کے پھل چھوہاروں کے عوض بیچے جائیں کہ عریہ والے تر کھجور کھا سکیں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۱۲) ۱۔ آپ صحابی ہیں انصاری ہیں' ۳ھ میں پیدا ہوئے' حضور انور کی وفات کے وقت آٹھ سال کے تھے' بعض محدثین نے فرمایا کہ آپ بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے اور احد و تمام غزوات میں حاضر رہے واللہ اعلم (اشعہ) ۲۔ تمر سے مراد تر کھجور ہے کہ اکثر تر میوہ کو ہی تمر یعنی پھل کہا جاتا ہے نہ کہ خشک کو' اس تمر سے مراد خشک چھوہارے ہیں' چونکہ تر کھجور سوکھ کر گھٹ جاتی ہے' اور خبر نہیں کتنی گھٹے' اس لئے اس میں سود کا احتمال ہے ۲۔ یہاں عریہ کی صورت یہ ہے کہ باغ والے نے کسی فقیر کو ایک درخت کے پھل خیرات دیئے' یہ فقیر اتنے روز تک صبر نہیں کر سکتا کہ موسم بھر توڑتا رہے کھاتا رہے' دوسرے فقیر کے پاس خشک چھوہارے تھے اسے اور اس کے بچوں کو تر کھجوریں کھانے کا شوق تھا' چھوہارے والا فقیر چھوہارے کے عوض یہ کھجوریں خرید لے' اب درخت والے کو اکٹھے چھوہارے مل گئے' اور چھوہارے والے کو تر کھجوریں' اگرچہ یہ بیع مزابنہ ہوئی' مگر فقراء کی حاجت روائی کے لئے جائز رکھی گئی' مرقات میں ہے کہ جب بیع مزابنہ سے منع کیا گیا تو فقراء صحابہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم لوگ تر کھجوروں سے محروم ہو جائیں گے تب حضور انور نے بیع عریہ کی اجازت دی' معلوم ہوا حضور مالک احکام ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْخَصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ شَكَّ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۱۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عرایا میں اجازت دی کہ پانچ وسق سے کم یا پانچ وسق تک درخت کے پھل اندازاً" چھوہاروں کے عوض بیچ دے ۱۔ داؤد ابن حصین نے شک کیا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۱۳) ۱۔ اوسق وسق کی جمع ہے' وسق وہ پیمانہ ہے جس میں ساٹھ صاع پھل ساتے ہیں' ایک صاع قریباً ساڑھے چار سیر ہوتا ہے' چونکہ باغ والے فقراء کو ایک دو درخت ہی عاریۃً" دیا کرتے تھے جس میں اندازاً" اتنی ہی کھجوریں ہوتی تھیں' اس لئے اتنی

ہی کی اجازت دی گئی ۲۔ یعنی اس حدیث کے اسناد میں داؤد ابن حصین بھی ہیں عمرو ابن عثمان ابن عفان کے آزاد کردہ غلام، محدثین نے ان کے بارے میں اختلاف کیا، ابن معین کہتے ہیں وہ ثقہ تھے دیگر محدثین کے نزدیک غیر ثقہ، ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ تھے تو ضعیف، مگر چونکہ امام مالک نے ان سے روایت لے لی اس لئے قوی ہو گئے (اشعہ) یعنی داؤد ابن حصین کو یاد نہ رہا کہ ان کے شیخ نے پانچ وسق فرمائے یا اس سے کم، حق یہ ہے کہ بیع عریہ پانچ وسق سے کم میں جائز ہے پانچ میں ناجائز، اور یہ بیع صرف فقراء کریں امیر نہ کریں (مرقات و اشعہ) یہاں ایک فقہی معمہ بن جاتا ہے، بتاؤ وہ کون سی بیع ہے جو فقیر کرے امیر نہ کرے، وہ بیع عریہ ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ

(۲۷۱۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی تجارت سے ان کی پختگی ظاہر ہونے سے پہلے منع فرمایا ا۔ تاجر کو بھی منع فرمایا اور خریدار کو بھی ۲۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ سرخ ہونے سے پہلے کھجور کے پھل کی تجارت سے اور سفید پڑنے سے پہلے اور آفات سے امن سے پہلے بالیوں کی تجارت سے منع فرمایا ۳۔

(۲۷۱۴) ا۔ یعنی درختوں پر لگے ہوئے ان پھلوں کی تجارت سے منع فرمایا جو ابھی ناقابل نفع ہوں، جن سے کوئی نفع حاصل نہ ہو سکے بالکل کچے و نرم پھل جب سخت پڑ جائیں تو اگرچہ ابھی کچے ہوں ان کی بیع جائز ہے کہ ان سے نفع حاصل ہو سکتا ہے، جیسے کچے آم، کھٹائی، اچار، مربے میں کام آتے ہیں، کچی کھجوریں یعنی بسر کھائی جاتی ہیں معلوم ہوا کہ ناقابل نفع پھل مال ہی نہیں، اور تجارت میں دو طرفہ مال چاہیے، ۲۔ تاجر کو اس سے منع فرمایا کہ پھل ہلاک ہو جانے کی صورت میں وہ خریدار سے قیمت بغیر کچھ دیئے لے گا اور خریدار کو اس لئے منع فرمایا کہ ہلاکت کی صورت میں اس کا مال ضائع ہو جائے گا یہ بیع بالاتفاق ممنوع ہے، اس کی ممانعت میں حضرت عبداللہ ابن عباس، جابر، ابو ہریرہ، زید ابن ثابت، ابو سعید خدری، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں۔ ۳۔ یعنی گندم، جو وغیرہ کی بالیاں سفید پڑنے سے پہلے اور کھجور وغیرہ پھل سرخ ہونے سے پہلے خطرہ میں ہوتے ہیں، بے وقت بارش آندھی وغیرہ سے برباد ہو سکتے ہیں اس لئے ان کی بیع نہ کرو، بالیاں سفید ہونے پر اور کھجوریں وغیرہ سرخ ہونے پر اگر جھڑ بھی جائیں تو کچھ نہ کچھ کام آ جاتے ہیں ان کی بیع درست ہے، نیز دانہ کی بیع بالی میں درست ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ قِيْلَ وَمَا تُزْهِيْ قَالَ حَتّٰى تَحْمَرَّ وَقَالَ اَرَاَيْتَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۱۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی تجارت سے منع فرمایا حتی کہ وہ رنگ پکڑ لیں ا۔ عرض کیا گیا کہ رنگ پکڑنا کیا ہے فرمایا سرخ ہو جائیں فرمایا بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ پھل روک لے تو تم سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس کے عوض لے گا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۱۵) ا۔ صحیح یہ ہے کہ تزھی، ضرب یضرب کا واحد مونث ہے نہ کہ باب افعال کا ھی یزھی عرب میں مستعمل ہے، نخل

marfat.com

مذکر بھی ہے مؤنث بھی' اس لئے اس کے صیغے مؤنث مذکر دونوں آتے ہیں' قرآن شریف میں ایک جگہ ہے نخل خاویۃ دوسری جگہ ہے نخل منقعر' زھی یزھی زیادہ مستعمل ہے زھی یزھو ۲۔ سے ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا اور جواب سرکار عالی نے دیا' حضرت انس اس سوال و جواب کے ناقل ہیں' ممکن ہے یہ سوال حضرت انس سے کیا گیا ہو' اور آپ نے یہ جواب" تقریر فرمائی ہو' خلاصہ یہ ہے کہ پھل سرخ پڑنے سے پہلے خطرہ میں ہیں' آفات سے برباد ہو سکتے ہیں بربادی کی صورت میں بائع خریدار سے قیمت کس چیز کے عوض لے گا۔

(۲۷۱۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں تک کی فروخت سے منع فرمایا۱۔ اور آفتوں کے نقصانات وضع کر دینے کا حکم دیا۲۔ (مسلم)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ السِّنِيْنَ وَاَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۱۶) ۱۔ یعنی باغ کی چند بہاریں خریدنے سے منع فرمایا مثلاً خریدار مالک باغ سے کہے کہ میں تجھ سے اس باغ کی چھ سال تک کی بہاریں خریدتا ہوں' چونکہ یہ معدوم یعنی اس کی خریداری ہے جو ابھی پیدا بھی نہ ہوئی نہ مال بنی' اس لئے ممنوع ہے' اس ممانعت پر بھی سب کا اتفاق ہے' ۲۔ یہ حکم بادشاہ وقت کو ہے' کہ خراجی زمینوں کے خراج کی وصولی میں آفات کا خراج کم کر دیں (طحاوی) اور ہو سکتا ہے کہ بائع کو حکم ہو' یعنی اگر مالک باغ نے رسیدہ پھل فروخت کئے' پھر بھی توڑنے سے پہلے کوئی آفت آگئی' تو بہتر یہ ہے کہ بقدر نقصان قیمت کم وصول کرے' اور اگر ساری قیمت لے چکا ہے تو بقدر نقصان واپس کر دے' یہ حکم استحبابی ہے' اب بھی نیک لوگ اس پر عمل کرتے ہیں' حکام تباہی کی صورت میں لگان معاف یا کم کر دیتے ہیں۔

(۲۷۱۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم اپنے کسی بھائی کے ہاتھ پھل بیچو۱۔ پھر ان پر کوئی آفت آن پڑے تو تمہیں یہ حلال نہیں کہ اس سے کچھ بھی لو' تم اپنے بھائی کا مال ناحق کیسے لے سکتے ہو۲۔ (مسلم)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ بِعْتَ مِنْ اَخِيْكَ ثَمَرًا فَاَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَكَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَاْخُذُ مَالَ اَخِيْكَ بِغَيْرِ حَقٍّ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۱۷) ۱۔ بھائی فرمانا مہربان بنانے کے لئے ہے' ورنہ مسلمان کے ہاتھ باغ بیچے یا کافر کے ہاتھ حکم یہ ہی ہے جو آگے آ رہا ہے یہ تقاضائے انسانیت ہے ۲۔ اگر قبضہ دینے سے پہلے پھل برباد ہو گئے تب تو از روئے فتویٰ بائع کو قیمت لینا حرام ہے کہ جب خریدار کو کچھ دیا ہی نہیں' تو قیمت کس کی لے رہا ہے' اور اگر قبضہ دینے کے بعد ہلاک ہوئے' تو از روئے تقویٰ قیمت لینا حلال نہیں یعنی ٹھیک نہیں ایسے موقعہ پر رعایت کرنی چاہیے' امام شافعی فرماتے ہیں کہ فرمان عالی شان ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے' یا حدیث میں وہ صورت مراد ہے کہ پھل درستی سے پہلے فروخت کئے پھر وہ ضائع ہو گئے تو چونکہ وہ بیع ہی درست نہ تھی لہذا قیمت کیسی' حضرت امام مالک کے ہاں رسیدہ پھل بھی ہلاک ہو جانے پر قیمت واپس کرنا واجب ہے' وہ اس حدیث سے ظاہری معنی پر عمل کرتے ہیں (مرقات)

(۲۷۱۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ لوگ غلہ بازار کے اونچے حصہ میں خریدے تھے۱۔ پھر اسی جگہ بیچ دیتے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانُوْا يَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِيْ اَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهٗ فِيْ مَكَانِهٖ فَنَهَاهُمْ

marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِهٖ فِیْ مَكَانِهٖ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ) وَلَمْ اَجِدْهُ فِی الصَّحِيْحَيْنِ۔

تھے ۲؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی جگہ بیچ دینے سے منع فرمادیا حتی کہ اسے وہاں سے منتقل کردیں ۳؎ (ابوداؤد) میں نے یہ حدیث بخاری میں نہ پائی۔

(۲۷۱۸) ۱؎ بازار مدینہ میں ایک طرف سے لوگ آتے تھے دوسری طرف سے نکلتے تھے' آنے والے حصہ کو اعلٰی سوق کہتے تھے' جدھر سے تاجر مال کے لونٹ داخل کرتے تھے' نکلنے والے حصہ کو اسفل سوق' یہاں وہ ہی مراد ہے ورنہ زمین مدینہ ہموار ہے' وہاں اونچائی نیچائی نہیں' ۲؎ بغیر قبضہ کئے ہوئے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۳؎ بعض ائمہ نے فرمایا کہ منقول چیزیں بغیر منتقل کئے خریدار کے قبضہ میں نہیں آتیں یعنی ان پر قبضہ کرنے میں وہاں سے منتقل کردینا ضروری ہے' وہ اس حدیث کے ظاہر سے دلیل پکڑتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ یہاں نقل سے مراد نقل مکانی نہیں بلکہ نقل قبضہ ہے یعنی اسی جگہ پڑی ہوئی چیز پر بغیر قبضہ کئے فروخت کرنا منع ہے' اگر چیز وہاں ہی رہی مگر اسے اپنے قبضہ و کنٹرول میں لے لیا تو اس کی بیع درست ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے' اگلی حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ وہاں حتی یستو فیه اور حتی یکتاله ہے لہذا یہ حدیث واضح ہے اگلی حدیث کے متعارض بھی نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيْعُهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ وَفِیْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَتّٰى يَكْتَالَهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۱۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کئے بغیر نہ بیچے ۱؎ اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں کہ اسے ماپ لے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۷۱۹) ۱؎ یعنی قبضہ سے پہلے چیز کی فروخت جائز نہیں' قبضہ کی مختلف صورتیں ہیں مکان میں اپنا سامان رکھ دینا یا اپنا قفل لگا دینا قبضہ ہے زمین میں حد بندی کرکے اپنی اینٹ گاڑ دینا قبضہ ہے وزنی کیلی چیز کا وزن ناپ کرلینا قبضہ ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خریدی ہوئی چیز کو بغیر قبضہ نہیں فروخت کرسکتے' مگر اسے ہبہ کرسکتے ہیں کہ قبضہ کی قید فروخت کے لئے ہے' اسی طرح جو چیز وراثۃ ملے اس کی بیع قبضہ سے پہلے بھی جائز ہے (مرقات) ۲؎ جو چیز ناپ تول سے خریدی جائے اس کا تولنا ناپنا مشتری کا قبضہ ہوتا ہے' یکتاله لفظ یستو فیه کی تفسیر ہے' مگر جو چیز اندازا" فروخت و خرید کی جائے' جیسے دانہ کے ڈھیر کی تجارت' وہاں ناپ تول ضروری نہیں' وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ غلے کی بیع جائز نہیں جب تک کہ تاجر خریدار دونوں کے وزن علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائیں یعنی تاجر بھی تول لے اور خریدار الگ تول لے' وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں دو بیع جمع ہوں جیسے بیع سلم میں تاجر کسی سے غلہ خریدے اور سلم کے خریدار سے کہے کہ تو اس پر قبضہ کر' تو اب ایک بار وہ تولے' جس نے مسلم الیہ یعنی بائع کو غلہ دیا' اور دوبارہ رب السلم یعنی خریدار تولے' عام بیعوں میں صرف ایک تول ہی کافی ہے' جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا' لہذا یہ حدیث اس دوبار تول کی حدیث کے خلاف نہیں (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَّا الَّذِیْ نَهٰى عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ اَنْ يُّبَاعَ

(۲۷۲۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں جس چیز سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا وہ یہ ہے کہ غلہ قبضہ

marfat.com

حَتّٰی یَقْبِضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا اَحْسِبُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا مِثْلَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

کئے بغیر فروخت کردیا جائے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں ہر چیز غلہ ہی کی مثل سمجھتا ہوں ا۔ (مسلم، بخاری)

(۲۷۲۰) ا۔ یعنی حضور انور سے میں نے صرف غلہ کے متعلق سنا ہے کہ غلہ کی بیع بغیر قبضہ کئے جائز نہیں، مگر میرا اجتہاد یہ ہے کہ ہر چیز کا یہی حکم ہے کہ بغیر قبضہ کئے ان کی فروخت درست نہیں، کیونکہ علت مشترک ہے، تو حکم بھی مشترک چاہیے، معلوم ہوا کہ قیاس کرنا جائز ہے، اس حدیث سے آج کل کے بیوپاری عبرت پکڑیں، کہ کپڑے کا جہاز ولایت سے چلتا ہے، ابھی کراچی بندرگاہ پر نہیں پہنچ پاتا کہ کئی جگہ اس کی فروخت نفع سے ہو چکتی ہے، بعد میں پھر ان کے دیوالے ہوتے ہیں۔ بغیر دیکھی، اور بغیر قبضہ کی ہوئی چیز کی تجارت ہرگز نہ کرنی چاہیے کہ یہ شرعاً گناہ بھی ہے اور سخت نقصان کا باعث بھی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّکْبَانَ لِبَیْعٍ وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَحْلُبَهَا اِنْ رَضِیَهَا اَمْسَکَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُّصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِیَارِ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَآءَ۔

(۲۷۲۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجارتی قافلے سے آگے ہی نہ جا ملو ا۔ اور کوئی دوسرے کی خریداری پر خریداری نہ کرے ۲۔ اور نہ نرخ بڑھاؤ ۳۔ اور نہ شہری دیہاتی کے لئے تجارت کرے ۴۔ اور اونٹ و بکری کو نہ روکو ۵۔ پھر جو اس کے بعد جانور خریدے اسے دوہنے کے بعد دونوں میں سے بہتر چیز کا اختیار ہے ۶۔ اگر اس سے راضی تو رکھ لے اور اگر ناراض ہو تو اسے واپس کر دے ایک صاع چھوہاروں کے ساتھ ۷۔ (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو روکی ہوئی بکری خرید لے تو اسے تین دن تک اختیار ہے پھر اگر اسے واپس کرے تو اس کے ساتھ گندم کے سواء اور کوئی غلہ ایک صاع دے ۸۔

(۲۷۲۱) ا۔ یعنی تجارتی قافلے کی آمد سن کر شہر سے باہر ہی ان سے سامان نہ خرید لو، بلکہ انہیں بازار میں مال لے آنے دو، تا کہ انہیں بازاری بھاؤ کی خبر ہو جائے، اور ان کے بازار میں آمد سے نرخ ارزاں ہو جائے ۲۔ یہاں لفظ بیع بمعنی فروخت بھی ہو سکتا ہے اور بمعنی خرید بھی یعنی جب دو شخص کوئی چیز خرید و فروخت کر رہے ہیں اور سودا طے ہو چکا، اور قریباً بات پختہ ہو گئی، تو نہ کوئی شخص بھاؤ بڑھا کر وہ چیز خریدے، اور نہ کوئی شخص بھاؤ سستا کر کے خریدار کو توڑے، یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں، نیلام کا یہ حکم نہیں، ہاں بولی دیتے وقت بات طے نہیں ہوتی، جو بولی بڑھائے وہ لے لے یہ جائز ہے ۳۔ نیلام میں اگر کوئی شخص بولی بڑھا دے، مگر خریدنا مقصود نہ ہو، صرف چیز کی قیمت بڑھانا مقصود ہو، کہ دوسرا آدمی اس سے زیادہ کی بولی دے یہ نجش ہے اور ممنوع ہے کہ دھوکا دہی ہے ۴۔ اس طرح مال لانے والے دیہاتیوں کو آج کے بھاؤ پر مال فروخت نہ کرنے دے بلکہ اس کا مال خود سنبھال لے کہ جب مہنگا ہو گا فروخت کر دوں گا، جیسا کہ آج کل بعض آڑھتی یا دلال کرتے ہیں ناجائز ہے، کہ اس سے چیزیں مہنگی ہوتی ہیں بلکہ قحط پڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے، باہر کا مال بکنے دو تا کہ مخلوق کو آرام رہے ۵۔ تصروات کے پیش ص کے فتح سے، یا بالعکس ت کے فتح ص

marfat.com

کے پیش سے (اشعہ) تصریہ سے بنا بمعنی دودھ تھن میں روک دینا' نہ نکالنا' ایسے جانور کو مصرات کہتے ہیں یہ حرکت خریدار کو دھوکا دینے کے لئے کی جاتی ہے کہ وہ زیادتی دودھ سے دھوکا کھاکر قیمت زیادہ دے جائے۔٦۔ یعنی اگر کسی نے دودھ کا جانور خریدا مگر دھوکا کھا گیا کہ خریدتے وقت تو دودھ زیادہ تھا بعد میں کم نکلا' تاجر نے کئی وقت سے دودھ نکالا نہ تھا' اس لئے اس وقت دودھ بہت ہوا' تو اب خریدار کو اختیار ہے ٧۔ یعنی اگر جانور رکھنا ہے تو خیر' اور اگر رکھنا نہیں ہے تو اس دودھ کے عوض جو اس نے پیا ساڑھے چار سیر خرمے جانور فروخت کرنے والے کو دیدے' اس دودھ کے عوض جو خریدتے وقت جانور کے ساتھ لیا تھا کہ وہ تاجر کے مملوکہ جانور کا تھا لہذا تاجر کی ملک تھا' اس حدیث کے ظاہر پر امام شافعی کا عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ دودھ تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے عوض ایک صاع چھوہارے ہی دیئے جائیں گے' جیسے نفس کی دیت سو اونٹ ہیں کہ قاتل مقتول کی دیت سو اونٹ دے گا' نفس مقتول خواہ کیسا ہی ادنیٰ یا اعلیٰ ہو اور خریدار کو مصرات جانور کے واپس کردینے کا حق ہو گا' امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قابل عمل نہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم جس سے دودھ مصرات کی قیمت یا مثل دینا معلوم ہوتا ہے یا یہ حدیث سود حرام ہونے سے پہلے کی ہے کہ اس وقت معاملات میں اس قسم کی کمی بیشی درست تھی (مرقات)' لمعات وغیرہ) ٨۔ حدیث کا یہ جزو امام شافعی کے بھی خلاف ہے کہ ان کے ہاں مصرات جانور کے ساتھ صرف ایک صاع کھجوریں ہی دی جاتی ہیں' کھجور یا چھوہارے کے سوا کوئی اور چیز نہیں دے سکتے مگر اس جزء سے معلوم ہوا کہ سوا گندم کے اور غلے بھی دے سکتے ہیں' ہمارے امام صاحب کے ہاں یہ حدیث یا منسوخ ہے حرمت سود کی احادیث سے' یا متروک العمل قرآن کریم کی مخالفت کی وجہ سے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرٰى مِنْهُ فَاِذَا اَتٰى سَيِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(٢٧٢٢) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ غلہ لانے والوں سے آگے ہی نہ جاملو ا۔ جو کوئی ان سے آگے ہی مل جائے اور خریداری کرلے پھر جب قافلہ کا سردار بازار میں آئے تو اسے اختیار ہے ٢۔ (مسلم)

(٢٧٢٢) جلب جالب کی بھی جمع ہے اور مجلوب کی بھی' جالب باہر سے مال لانے والا قافلہ یا کوئی خاص شخص اور مجلوب باہر سے لایا ہوا مال' اونٹ وغیرہ ہوں یا اور مال' یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں یعنی مال لانے والے قافلے سے شہر سے باہر مل کر مال نہ خرید لو' یا باہر سے لائے ہوئے مال سے بیرون شہر میں نہ جاملو ٢۔ اگر جلب جالب کی جمع تھی تو سید سے مراد سردار قافلہ ہے' اور اگر مجلوب کی جمع تھی تو سید سے مراد مال کا مالک ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ بیع درست ہو چکی تھی ورنہ اختیار رد کے کیا معنی' رد بیع جب ہو سکتا ہے جب کہ بیع درست ہو چکی ہو' حق یہ ہے کہ مالک مال کو بیع رد کرنے کا حق جب ہو گا جبکہ بازار میں وہ چیز گراں ہو' اور اس سے سستی لے لی گئی ہو' لیکن اگر بھاؤ برابر ہے یا ارزاں ہے تو اختیار نہیں' یہ ہی قول قرین قیاس بھی ہے کہ رد کا حق دفع نقصان کے لئے ہوتا ہے' جب اس کا نقصان ہوا ہی نہیں تو رد کیسا (مرقاۃ)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا اِلَى

(٢٧٢٣) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آنے والے سامان سے آگے

marfat.com

السُّوْقِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ہی نہ جالو حتی کہ اسے بازار میں لاڈالا جائے ا۔(مسلم بخاری)

(۲۷۴۳) ا۔ تاجروں سے باہر شہری جاملنے کی ممانعت یا تو جب ہے جبکہ شہر میں تنگی ہو' مال ملتا نہ ہو' یا جب جبکہ ان سے سستا خرید لیا جائے' اصل بھاؤ بتایا نہ جائے' اگر یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں تو باہر جاملنا جائز ہے' ضلع فیض آباد میں اکثر دوکاندار جنگل میں بیٹھے رہتے ہیں گاؤں سے آنے والوں کا مال وہاں ہی خرید لیتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِيْعِ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۴۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام دے ہاں مگر جب کہ وہ اسے اجازت دیدے ا۔(مسلم)

(۲۷۴۴) ا۔ یہ دونوں ممانعتیں جب ہیں جبکہ خریدار و تاجر ایک قیمت پر راضی ہو چکے ہوں' ایسے ہی لڑکے لڑکی والے پیغام نکاح پر راضی ہو چکے ہوں کہ اس صورت میں اس کے بھاؤ بڑھادینے یا پیغام نکاح دینے میں پہلے کا نقصان ہو گا' ہاں اگر پہلا شخص اجازت دے دے تو درست ہے اور اگر پہلے فریقین کی رضامندی مکمل نہ ہوئی تھی صرف کچی پکی بات ہی تھی' تو دوسرا شخص بھاؤ بڑھا بھی سکتا ہے اور پیغام بھی دے سکتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسُمِ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۴۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ لگائے ا۔(مسلم)

(۲۷۴۵) ا۔ لا یسم الرجل باب نصر کا نہی واحد مذکر غائب ہے سوم سے مشتق بمعنی بھاؤ و نرخ یعنی کوئی شخص طے شدہ بھاؤ پر بھاؤ نہ لگائے کہ اس میں پہلے خریدار یا پہلے تاجر کا نقصان ہے' مسلمان کی قید اتفاقی ہے' اس حکم میں کافر ذمی بھی شامل ہے ہاں حربی کافر کا بھاؤ چڑھا کر خرید لینا یا گھٹا کر فروخت کردینا درست ہے (از مرقات) کہ کافر حربی کو نقصان پہنچانا درست ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۴۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہری دیہاتی کیلئے تجارت نہ کرے ا۔ لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ بعض کو بعض کے ذریعہ روزی دے ۲۔ (مسلم)

(۲۷۴۶) ا۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ جب دیہاتی لوگ گاؤں سے غلہ لائیں تو انہیں فروخت کر لینے دو' ان کا غلہ خود شہری جمع کرلیں' تاکہ گرانی پر فروخت کیا جائے کہ اس سے شہر میں گرانی بڑھتی ہے' اب بھی تنگی پر اسٹاک کرنا' بلیک کرنا ممنوع ہوتا ہے ۲۔ یعنی اگر شہر والوں کو ان گاؤں والوں کے ذریعہ روزی ملے ارزانی میسر ہو جائے تو تم کیوں آڑ بن کر اسے روکنا چاہتے ہو' قانون قدرت یہ ہی ہے کہ بعض بندوں کو بعض کے ذریعہ روزی ملتی ہے' کسی کی دیوار گرتی ہے' تو راج مزدوروں کی روزی کھلتی ہے۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَیْنِ وَعَنْ بَیْعَتَیْنِ نَهٰی عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِی الْبَیْعِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْاٰخَرِ بِیَدِهٖ بِاللَّیْلِ اَوْ بِالنَّهَارِ وَلَا یُقَلِّبُهٗ اِلَّا بِذٰلِكَ وَالْمُنَابَذَةُ اَنْ یَّنْبِذَ الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ بِثَوْبِهٖ وَیَنْبِذَ الْاٰخَرُ ثَوْبَهٗ وَیَكُوْنُ ذٰلِكَ بَیْعَهُمَا عَنْ غَیْرِ نَظَرٍ وَّلَا تَرَاضٍ وَّاللِّبْسَتَیْنِ اشْتِمَالُ الصَّمَّآءِ وَالصَّمَّآءُ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوْبَهٗ عَلٰی اَحَدِ عَاتِقَیْهِ فَیَبْدُوْ اَحَدُ شِقَّیْهِ لَیْسَ عَلَیْهِ ثَوْبٌ وَاللِّبْسَةُ الْاُخْرٰی اِحْتِبَآؤُهٗ بِثَوْبِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ لَیْسَ عَلٰی فَرْجِهٖ مِنْهُ شَیْءٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۷۲۷) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پہناوں سے منع فرمایا اور دو تجارتوں سے ۱؎ چھونے اور پھینکنے کی تجارت سے منع فرمایا ۲؎ اور چھونے کی بیع یہ ہے کہ ایک شخص کا دن رات میں دوسرے کا کپڑا اپنے ہاتھ سے چھو لیتا ہے کہ سوا چھونے کے اور طرح نہ الٹے پلٹے ۳؎ اور پھینکنے کی بیع یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کی طرف اپنا کپڑا پھینک دے اور دوسرا اس کی طرف اپنا کپڑا پھینک دے ان کی بیع ہو جائے بغیر دیکھے بھالے ۴؎ اور بغیر آپس کی پسندیدگی کے، رہے دو ممنوع پہناوے ایک تو صماء پہناوا ہے صماء یہ ہے کہ اپنا کپڑا ایک کندھے پر اس طرح ڈالے کہ دوسری کروٹ کھلی رہے کہ اس کے اوپر کپڑا بالکل نہ ہو ۵؎ اور دوسرا پہناوا اپنے کپڑے سے احتباء کرنا ہے جبکہ وہ بیٹھا ہو کہ شرمگاہ پر کپڑا بالکل نہ ہو ۶؎۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۲۷) ۱؎ لبستین لام کے کسرے لبس، بمعنی پہننے یا پوشش لبسۃ کا تثنیہ ہے یعنی دو پہناوے یا دو طرح لباس پہننا' بیعتین بیعۃ کا تثنیہ بمعنی فروخت' یہاں مطلقاً تجارت کے معنے میں ہے جس میں خرید و فروخت دونوں شامل ہیں' ایسی بیع میں خریدار و تاجر دونوں گنہگار ہوں گے' ۲؎ کہ ان دونوں صورتوں میں خریدار کو چیز دیکھنے کا موقعہ نہیں ملتا' جس سے وہ مال کے عیب و خوبی پر مطلع نہیں ہوتا اور خریداری بعد اطلاع چاہیے' ۳؎ اب بھی بڑے شہروں میں اس نامعقول بیع کا رواج ہے کہ دکان پر چیزیں پھیلی ہوئی ہیں' خریدار نے جس چیز پر ہاتھ لگا دیا وہ بک گئی' الٹ پلٹ کر دیکھنے کی اجازت نہیں' اس بیع میں اکثر دھوکا ہوتا ہے' خریدار لٹ جاتا ہے کہ چیز کا ظاہر اچھا ہوتا ہے اندرون خراب' ۴؎ کپڑے سے مراد وہ کپڑا ہے جسے فروخت کرنا ہے' یعنی کپڑا کپڑے کے عوض بیچنا ہے' تو کوئی دوسرے کے کپڑے کو نہ دیکھے اپنا کپڑا یہ اس کی طرف پھینک دے اور وہ اس کی طرف' یہ پھینک ہی بیع ہو جائے' یہ بھی اس لئے ممنوع ہے کہ اس میں دیکھ بھال کا موقعہ نہیں ملتا۔ ۵؎ خیال رہے کہ صماء صم سے بنا بمعنی ٹھوس ہونا کہ کوئی سوراخ یا منفذ نہ ہو' اس لئے سخت پتھر کو صخرہ صماء کہتے ہیں یعنی ٹھوس چٹان اور سخت بند کی ہوئی سر بمہر شیشی قازوبہ صمام کہتے ہیں' اشتمال صماء کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ انسان اپنے بدن پر از سر تا پا ایک کپڑا اس طرح مضبوط لپیٹ لے کہ ہاتھ پاؤں جکڑ جائیں کھلنا مشکل ہو جائے' یہ بھی ممنوع ہے دوسری تفسیر وہ ہے جو یہاں مذکور ہے کہ جسم پر صرف ایک کپڑا ہو' وہ بھی اس طرح اوڑھا جائے کہ آدھا بدن ننگا رہے کہ جب ایک کندھا کھلا ہے تو اس طرف کا سارا بدن کھلا رہے گا' چونکہ یہ ننگا پہناوا ہے' اس لئے ممنوع ہے' طواف میں جو اضطباع کرتے ہیں وہاں ستر نہیں کھلتا' کیونکہ تہبند بھی بندھا ہوتا ہے ۶؎ احتباء اکروں بیٹھنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ چوتڑ' زمین پر لگے ہوں' دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں ہاتھ گھٹنوں کا حلقہ باندھے ہوں' اگر صرف ایک کپڑا اوڑھ کر احتباء کیا گیا ہو تو شرمگاہ برہنہ ہو جائے گی لہٰذا ممنوع ہے' لیکن اگر تہبند بندھا ہو تو چونکہ ستر نہیں کھلتا لہٰذا جائز ہے وہ

marfat.com

جو حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور کعبہ کے سایہ میں احتباء فرمائے بیٹھے تھے وہاں یہ دوسری صورت تھی' لہٰذا یہ حدیث اس عمل شریف کے خلاف نہیں' دونوں حدیثیں حق ہیں (اشعۃ اللمعات وغیرہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَیْعِ الْغَرَرِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۲۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر پھینکنے کی بیع ا۔ اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ۲۔ (مسلم)

(۲۷۲۸) ا۔ پتھر پھینکنے کی بیع کی تین صورتیں ہیں' ایک یہ کہ زمین کا خریدار مالک زمین سے کہے کہ میں پتھر پھینکتا ہوں جس چیز پر کنکر لگ جائے' وہ دو روپیہ کے عوض میری ہے' تیسرے یہ کہ تاجر کہے میں کنکر پھینکتا ہوں جس چیز پر لگے وہ دو روپے کے عوض تیری' یہ سب جاہلیت کی بیع تھیں' چونکہ ان میں دھوکا ہے اس لئے ممنوع ہیں ۲۔ غرریا تو غرہ بالفتح سے بمعنی مجہول الانجام چیز یعنی خطرناک' یا غرہ بالکسر سے بنا بمعنی دھوکا' اسی سے غرور ہے' بیع غرور کی بہت صورتیں ہیں' بیع منابذہ اور پتھر پھینکنے کی بیع وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں' دریا میں مچھلی' ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے' بھاگے ہوئے غلام کی بیع سب بیع غرر ہیں امام شافعی کے ہاں یہ بیع فاسد ہیں ہمارے ہاں کبھی فاسد' کبھی باطل' خیال رہے کہ ہمارے ہاں فاسد و باطل بیع میں فرق ہے کہ بیع فاسد سے بعد قبضہ ملک حاصل ہو جاتی ہے' بیع باطل میں کبھی ملک حاصل نہیں ہوتی' مگر امام شافعی کے ہاں دونوں بیعیں ایک ہی ہیں' اس کی مفصل بحث کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَیْعًا یَتَبَایَعُهٗ اَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ كَانَ الرَّجُلُ یَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اِلٰی اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِیْ فِیْ بَطْنِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۷۲۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی فروخت سے منع فرمایا ا۔ یہ ایک تجارت تھی جس کا جاہلیت والے کاروبار کرتے تھے کہ ایک اونٹ خریدتا تا آنکہ اونٹنی بچہ دے پھر اس کے پیٹ کی بچی بچہ دے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۲۹) ا۔ اس جملہ شریف کے دو معنے ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ حمل بیع یعنی کہ میری اونٹنی گیا بھن ہے اس کے پیٹ کی بچی جب جوان ہو کر بچی دے گی اس کی بیع میں آج کرتا ہوں' یہ بیع باطل ہے کہ معدوم چیز کی بیع ہے' نہ معلوم اونٹنی کے پیٹ میں مادہ ہے یا نر' دوسری یہ کہ کسی تجارت میں حمل کے حمل کی پیدائش سے اداء قیمت یا اداء سامان کی مدت مقرر کی جائے کہ اس کی قیمت میں جب دوں گا جب اس اونٹنی کے پیٹ کی بچی بچہ دے گی' یہ بیع فاسد ہے کہ وقت اداء مجہول ہے' ۲۔ اس جملہ کی وہ ہی دو تفسیریں ہیں جو ابھی عرض کی گئیں کہ اونٹ خرید امگر اس کی قیمت فلاں اونٹنی کے حمل کی بچی کے بچہ جننے پر دی جائے گی یا وہ ہی اونٹ خریدا ہے جو اس اونٹنی کے حمل کی بچی جنے گی' یہ بیع غرر ہے پہلی صورت میں فاسد ہے دوسری صورت میں باطل۔

وَعَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۷۳۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نر کو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت سے منع فرمایا ا۔ (بخاری)

marfat.com

(۲۷۳۰) ا۔ عسب جانور کے نطفہ کو بھی کہتے ہیں' اور نر کے مادہ پر چوٹ کرنے کو بھی' اور اس عمل کی اجرت کو بھی' یہاں تمام معنے درست ہیں' یہ اجرت اکثر فقہاء کے ہاں حرام ہے' بعض نے جائز مانا ہے خلاف مستحب تاکہ نسل منقطع نہ ہو جائے کہ بغیر اجرت کے نر والے اس پر راضی نہ ہوں گے تو نسل ہی ختم ہو جائے گی' اگر نر کو عاریۃً لے کر مادہ پر چوٹ کرائی گئی' پھر بطور ہبہ نر والے کو کچھ دے دیا گیا یا خود نر کو کچھ کھلا دیا گیا تو بالاتفاق جائز ہے (لمعات و مرقات) ممانعت کی وجہ جہالت ہے کہ نہ معلوم نر کتنی بار چوٹ کرے اور نہ معلوم کہ مادہ حاملہ ہو کہ نہ ہو' پنجاب میں بھینس کو تیار کرانے کی اجرت دو روپیہ ایک بار چھوڑنے کے لیتے ہیں' اس بار میں کتنے ہی بار جست کرے' ایک بار یا دو بار

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ ضِرَابِ الْجَمَلِ وَعَنْ بَيْعِ الْمَآءِ وَالْاَرْضِ لِتُحْرَثَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۳۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی چوٹ کی تجارت اور کھیتی کے لئے پانی اور زمین بیچنے سے منع فرمایا ا۔(مسلم)

(۲۷۳۱) ا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو اپنی زمین و پانی کاشت کے لئے دے' کہ تخم تو محنتی کا ہو اور زمین و پانی زمین والے کا' اور پیداوار کا کچھ حصہ اس کام والے کو ملے جسے مخابرہ کہتے ہیں' اس کے جواز میں اختلاف ہے جو پہلے ذکر ہوا۔

وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَآءِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۳۲) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا بچے پانی کی فروخت سے ا۔(مسلم)

(۲۷۳۲) ا۔ یعنی اگر کسی کے پاس اپنی ضرورت سے بچا ہوا پانی ہو تو وہ کسی پیاسے آدمی یا پیاسے جانور کو پی لینے دے' اس کی قیمت نہ لے' کہ یہ خلاف مروت ہے' لیکن اگر دوسرا شخص اپنے کھیت کو پانی بچا ہوا دینا چاہتا ہے تو اس کی بیع بالکل درست ہے' (مرقات) غالباً یہ حکم کنوؤں اور کھیت والوں کو ہے جن کا پانی نالی کے ذریعہ کھیت میں جا رہا ہے' اس نالی سے کوئی شخص یا جانور پانی پی لے' جہاں عرب شریف میں پانی کی تجارت پر ہی پانی والے گزارہ کرتے ہیں ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ کہ اس صورت میں یہ پانی بچا ہوا نہیں بلکہ اپنی ضرورت کا ہے' وہاں پانی کی تجارت خصوصاً کویت سے آگے ریگستان میں یہ تجارت بڑی ضروری و لازمی ہے' ہم نے اس سفر میں منزل رماح میں بیس روپے ڈرام پانی خریدا' قریباً سو میل کے ایریا (AREA) میں یہاں دو تین کنوئیں ہیں' ان کنوؤں پر دور دراز سے انسان' جانور آکر پانی پیتے ہیں' سینکڑوں روپے کا پانی فروخت ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَاعُ فَضْلُ الْمَآءِ لِيُبَاعَ بِهِ الْكَلَاُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۳۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بچا ہوا پانی نہ بیچا جائے تاکہ اس سے گھاس فروخت کی جائے ا۔(مسلم بخاری)

(۲۷۳۳) ا۔ یعنی کنوئیں والا پانی کی بیع کو گھاس کی بیع کا ذریعہ بنائے' اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے بنجر زمین جسے عربی میں موات کہتے ہیں آباد کی' وہاں کنواں لگوالیا' لوگ اس زمین کے ارد گرد اپنے جانور چراتے ہیں' وہ زمین موات جو ہوئی' یہ شخص جانوروں کو چرنے سے روک نہیں سکتا وہ بہانہ یہ کرے کہ کسی جانور کو بلامعاوضہ پانی نہ پینے دے جو اس کے اپنے کنوئیں کا ہے' نیت یہ ہو کہ اس پانی کی روک سے جانور یہاں کی گھاس چرنا چھوڑ دیں گے' پھر یہ گھاس میری اپنی ہو گی کہ اس سے پیسہ کماؤں گا' یہ

marfat.com

جرم ہے' کہ کنواں تو اس کا ہے مگر زمین سرکاری چھوٹی ہوئی ہے' یہ پانی کے بہانہ چراگاہ کی گھاس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے' ورنہ اپنی زمین کی کھڑی گھاس اور کاٹی ہوئی گھاس کی بیع جائز ہے (مرقات) یہاں ذکر حمیٰ یعنی چراگاہ کا ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۳۴) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر پر گزرے تو اپنا ہاتھ شریف اس میں ڈال دیا' آپ کی انگلیوں نے اس میں تری پائی ۱ے تو فرمایا اے غلہ والے یہ کیا عرض کیا یا رسول اللہ اسے بارش پڑ گئی ۲ے فرمایا تو گیلے غلہ کو تو نے ڈھیر کے اوپر کیوں نہ ڈالا تا کہ اسے لوگ دیکھ لیتے ۳ے جو ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ۴ے (مسلم)

(۲۷۳۴) ۱ے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے بازار میں تشریف لے گئے تو کسی دکان پر گندم یا جو یا کسی اور غلہ کا ڈھیر تھا حضور انور نے اس ڈھیر میں اپنا ہاتھ شریف داخل کیا تو پتہ لگا کہ ڈھیر کے اوپر تو غلہ سوکھا ہوا ہے مگر اندر سے گیلا ہے یعنی تاجر نے لوگوں کو دھوکا دے رکھا ہے ۲ے غالبًا دکاندار کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ بھی جرم ہے' وہ سمجھے تھے کہ خود گیلا کرنا گناہ ہے' جو باہر سے قدرتی طور پر گیلا ہو جائے اس میں ہمارا کیا گناہ' لہٰذا اس سے ان صحابی کا فسق ثابت نہیں ہوتا' نیز گناہ کر لینا اور چیز ہے فسق کچھ اور' یہ گناہ تھا جس سے توبہ ہو گئی' اگر اس گناہ پر جم جاتے' توبہ نہ کرتے تو فسق ہوتا' رب تعالیٰ فرماتا ہے ولم یصروا علی مافعلوا ۳ے یعنی گندم بارش سے بھیگ گیا تھا' میں نے اسے بھیگے ڈھیر پر سوکھا گندم ڈال دیا' خلاصہ یہ ہے کہ خود دھوپ سے اوپر کا حصہ نہ سوکھ گیا تھا' ورنہ ان پر عتاب نہ ہوتا' بلکہ سوکھا گندم ڈالا گیا تھا ۳ے یعنی سوکھا گندم اوپر نہ ڈالنا چاہیے تھا تا کہ خریدار دھوکا نہ کھاتا' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ تجارتی چیز کا عیب چھپانا گناہ ہے' بلکہ خریدار کو عیب پر مطلع کردے کہ وہ چاہے تو عیب دار سمجھ کر خریدے' چاہے نہ خریدے' دوسرے یہ کہ حاکم یا بادشاہ کا بازار میں گشت کرنا' دکانداروں کی' ان کی چیزوں کی' باٹ ترازو کی تحقیقات کرنا' قصور ثابت ہونے پر انہیں سزا دینا سنت ہے' آج جو یہ تحقیقات حاکم کرتے ہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے ۴ے اس سے معلوم ہوا کہ تجارتی چیز میں عیب پیدا کرنا بھی جرم ہے اور قدرتی پیدا شدہ عیب کو چھپانا بھی جرم' دیکھو بارش سے بھیگے غلہ کو چھپانا ملاوٹ ہی میں داخل فرمایا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الثُّنْيَا اِلَّا اَنْ تُعْلَمَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۷۳۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت میں استثناء کر لینے سے منع فرمایا مگر جب کہ وہ شے معلوم ہو ۱ے (ترمذی)

(۲۷۳۵) ۱ے استثناء وہ ممنوع ہے جس سے بیع محض مجہول و نامعلوم رہ جائے' جیسے کوئی شخص باغ کے پھل فروخت کرے اور کہے کہ ان میں سے دس من تو میرے ہوں گے باقی تیرے ہاتھ فروخت' یا اس ڈھیر کا چار من گندم میرا باقی تیرے ہاتھ فروخت

marfat.com

کرتا ہوں کہ اب یہ خبر نہ رہی کہ باقی ہے کتنا" لیکن اگر یوں کہے کہ آدھے یا تہائی یا چوتھائی میرے باقی تیرے" تو جائز ہے کہ یہ استثناء معلوم ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى يَسْوَدَّ وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ هٰكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَلَيْسَ عِنْدَهُمَا بِرِوَايَتِهٖ نَهٰى عَنْ بَيْعِ التَّمَرِ حَتّٰى تَزْهُوَ اِلَّا بِرِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ التَّمَرِ حَتّٰى تَزْهُوَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ اَنَسٍ وَالزِّيَادَةُ الَّتِيْ فِي الْمَصَابِيْحِ وَهِيَ قَوْلُهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى تَزْهُوَ اِنَّمَا ثَبَتَتْ فِيْ رِوَايَتِهِمَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

(۲۷۳۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور فروخت کرنے سے منع فرمایا حتی کہ سیاہ پڑ جائیں اور دانوں کی بیع سے منع فرمایا حتی کہ سخت پڑ جائیں ا (ترمذی)" ابوداؤد نے یوں ہی روایت کی ان دونوں کے ہاں حضرت انس کی روایت سے یہ نہیں ہے کہ چھوہاروں کی فروخت سے منع فرمایا تا آنکہ سرخ پڑ جائیں مگر حضرت عمر کی روایت سے فرماتے ہیں کہ حضور نے چھوہاروں کی بیع سے منع فرمایا حتی کہ سرخ ہو جائیں ۲۔ اور ترمذی و ابوداؤد نے حضرت انس سے روایت کی اور وہ زیادتی مصابیح میں ہے یعنی حضور کا فرمان کہ چھوہاروں کی بیع سے منع فرمایا حتی کہ سرخ ہو جائے یہ ان دونوں کی روایت میں حضرت ابن عمر سے ہے فرماتے ہیں کھجور کی تجارت سے منع فرمایا تا آنکہ سرخ پڑ جائیں ۳۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے' غریب ہے۔

(۲۷۳۶) ا۔ پھلوں کی تیاری مختلف صورتوں سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ دانے والے سیاہ انگور کی تیاری اس پر سیاہی جھلکنے سے معلوم ہوتی ہے اور دانوں کی تیاری سختی سے محسوس ہوتی ہے کہ چٹکی میں دبانے سے سخت معلوم دے' ان علامات سے قبل نہ تو انگور قابل نفع مال ہے' نہ دانے' ان کی بیع جائز نہیں' کیونکہ بیع میں دو طرفہ مال چاہیے' اور یہ دونوں چیزیں اس وقت مال نہیں ۲۔ یہ صاحب مصابیح امام بغوی پر اعتراض ہے کہ انہوں نے بحوالہ ترمذی و ابوداؤد حضرت انس کی روایت میں یہ جملہ بھی شامل کیا' حالانکہ یہ جملہ حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے نہ کہ حضرت انس کی ۳۔ یہ امام بغوی پر دوسرا اعتراض ہے کہ انہوں نے حضور انس کی روایت میں عن بیع التمر نقل کیا' حالانکہ یہ روایت عبداللہ ابن عمر کی ہے' اس میں بھی عن بیع النخل ہے نہ کہ عن بیع التمر خلاصہ حدیث یہ ہوا کہ کسی پھل کی بیع اس کی تیاری اور قابل انتفاع ہونے سے پہلے جائز نہیں' اور ہر چیز کے قابل انتفاع ہونے کی علامتیں مختلف ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

(۲۷۳۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کی بیع ادھار سے کرنے سے منع فرمایا ا۔ (دار قطنی)

(۲۷۳۷) ا۔ اس کی بہت صورتیں ہیں' ایک تو یہ ہے کہ بیع کے وقت نہ قیمت دی جائے نہ مبیع پر قبضہ ہو یہ ناجائز ہے۔ جواز بیع

marfat.com

کے لئے کم سے کم ایک طرف فی الحال قبضہ ضروری ہے' دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً زید کا عمرو پر دس گز کپڑا قرض تھا' اور بکر کے عمرو پر دس روپے قرض تھے' تو زید بکر سے کہے' میں تیرے دس روپوں کے عوض اپنا وہ کپڑا فروخت کرتا ہوں' جو میرا عمرو پر ہے' اب تم مجھ سے روپے نہ مانگنا' بلکہ ان کے عوض عمرو سے کپڑا وصول کر لینا' بکر کہے مجھے قبول ہے' یہ بیع ناجائز ہے تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی کسی شخص سے کوئی چیز لوھار خرید لے' جب اس لوھار کی مدت ختم ہو' تو تاجر خریدار سے قیمت کا تقاضا کرے خریدار کہہ دے کہ فی الحال میرے پاس پیسے نہیں' مجھے ایک ماہ کی مہلت اور دے میں قیمت میں اتنا اضافہ کرتا ہوں' تاجر کہے منظور ہے' حالانکہ اس چیز پر بھی قبضہ نہیں کیا گیا' یہ بھی ممنوع ہے (لمعات و اشعہ) خیال رہے کہ کلی کلاء بنا بمعنی تاخیر و مہلت و حفاظت رب فرماتا ہے قل من یکلؤکم باللیل۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۷۳۸) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ا۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعانہ کی بیع سے منع فرمایا ا۔ (مالک' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۷۳۸) ا۔ ان کے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں' ان کی روایت میں ہمیشہ تدلیس ہوتی ہے کیونکہ خبر نہیں کہ جدہ کی ضمیر عمرو کی طرف لوٹتی ہے یا ابیہ کی طرف ۲۔ عربی میں عربان کی چند لغتیں ہیں عربان' اربان' عربون' اربون' پہلے حرف کو پیش' دوسرے کو جزم' آخری دو میں پہلے حرف کو زبر بھی' بیعانہ کی صورت یہ ہے کہ خریدار بھاؤ طے ہوتے وقت کچھ رقم بیچنے والے کو دیدے اور وعدہ کرے کہ فلاں تاریخ کو میں پوری رقم دے کر چیز لے لوں گا اگر نہ لوں تو یہ رقم ضبط جیسا کہ آج کل عام رواج ہے' یہ بیع تین اماموں کے ہاں منع ہے مگر امام احمد ابن حنبل کے ہاں جائز' حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت میں اس کی اجازت بھی ہے ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ حضرت عمرو ابن شعیب کی روایتیں مدلس و منقطع ہوتی ہیں (مرقات)

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْرِكَ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

(۲۷۳۹) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور کی ا۔ اور دھوکے اور پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۷۳۹) ا۔ مضطر سے مراد یا مجبور ہے یا محتاج یعنی کسی کی چیز جبراً" نہ خریدو کہ راضی نہ ہو تم اس کی چیز فروخت کر دو' یہ بیع فاسد ہے' کبھی حکومت ظلماً" کسی کا مال نیلام کرا دیتی ہیں' وہ بیچارہ روتا رہتا ہے حکومت کے جرمانے یا ٹیکس کی وصولی کے لئے چیزیں نیلام ہوتی ہیں ان کا خریدنا جائز نہیں' یا یہ مطلب ہے کہ جو محتاج شخص قرض یا بھوک کی وجہ سے تنگ آ کر اپنی چیزیں نہایت سستی بیچے' وہ نہ لو کہ خلاف مروت ہے' بلکہ ایسے کی حتی الامکان امداد کرو' (لمعات و مرقات و اشعہ) خیال رہے کہ دیوالیہ کا مال نیلام کر دینا جائز ہے' مگر حاکم نیلام کرے' یہ ظلماً" بیع نہیں ہے' بلکہ قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے کے لئے ہے۔ ۲۔ دھوکا کی تجارت سے مراد یا تو فریب کی بیع ہے کہ تاجر ناقص مال کو اچھا بتا کر کسی کے ہاتھ بیچ دے۔ اس صورت میں خریدار کو خیار عیب ملے گا کہ چیز کے عیب پر مطلع ہو کر واپس کر سکے گا یا جہالت کی بیع مراد ہے کہ ظاہر چیز کا اچھا ہو اندرون خراب' اس صورت میں خیار عیب ملے گا۔ پھل پکنے سے مراد پھل قابل نفع ہونا ہے۔ لہذا جو چیزیں گزر ہو کر استعمال کی جاتی ہیں ان کی گزر کی بیع جائز ہے' اور جو چیزیں کچی بھی کام آتی

marfat.com

ہیں ان کی کچی کی بیع بھی درست ہے' آم کچے گدر فروخت کئے جاسکتے ہیں' مٹر کی پھلیاں کچی بھی سبزی کے طور پر کام آتی ہیں' ان کی کچی کی تجارت درست ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ كِلَابٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ فَنَهَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُكْرَمُ فَرَخَّصَ لَهٗ فِي الْكَرَامَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۷۴۰) روایت ہے حضرت انس سے کہ بنی کلاب کے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نر جانوروں کی چوٹ کے متعلق پوچھا۱۔ آپ نے اس سے منع فرمایا۲۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو نر چھوڑتے ہیں تو ہمیں ویسے ہی کچھ دے دیا جاتا ہے تو اسے حضور نے ہدیہ کے متعلق اجازت دی۳۔ (ترمذی)

(۲۷۴۰) ۱۔ کہ نر کو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت کیسی ہے' وہاں اس کا رواج عام تھا' اب بھی اس کا عام رواج ہے۔ ۲۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ ممانعت تحریمی ہے اور اس کی اجرت مکروہ تحریمی امام احمد حنبل کے ہاں بلا کراہت جائز' یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے' نطرق باب افعال سے ہے' طرق جانور کی منی کو بھی کہتے ہیں' اور اس کی چوٹ کو بھی یہاں دوسرے معنے میں ہے' (مرقات) ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر نر والا عاریۃً جانور دیدے' پھر مادہ والا بطور ہدیہ اسے کچھ پیسے یا چارہ دے' تو بلا کراہت درست ہے' یہ ہی تمام ائمہ کا مذہب ہے غرضیکہ جمہور کے ہاں اس کی اجرت منع' ہدیہ جائز۔

وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيُرِيْدُ مِنِّي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِيْ فَاَبْتَاعُ لَهٗ مِنَ السُّوْقِ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔

(۲۷۴۱) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے فرماتے ہیں' مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ جو چیز میرے پاس نہ ہو اسے فروخت کر دوں۱۔ (ترمذی) اور ترمذی و ابوداؤد اور نسائی کی ایک روایت میں یوں ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس کوئی شخص آتا ہے مجھے فروخت کرنے کو کہتا ہے اور میرے پاس چیز ہوتی نہیں ۲۔ تو میں اس کے لئے بازار سے خرید لیتا ہوں ۳۔ تو فرمایا جو چیز تمہارے پاس نہ ہو وہ نہ بیچو

(۲۷۴۱) ۱۔ اس میں بھاگے ہوئے غلام' دریا کی مچھلی' ہوا کے پرندے یا گم شدہ مال کی تمام بیع داخل ہے' کہ یہ تمام تجارتیں ممنوع ہیں' ہاں بیع سلم بالاتفاق جائز ہے اگرچہ بائع کے پاس وہ چیز عقد کے وقت ہوتی نہیں' یونہی دوسرے کے مال کی بیع اس کی بغیر اجازت موقوف ہے کہ اگر وہ اجازت دیدے تو جائز ہو جائے گی' ۲۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بازار سے اس کے لئے خریدے جسے دلالی کہتے ہیں یہ تو درست ہے' دوسرے یہ کہ اپنے لئے خریدے اور خود مالک بن کر پہلے خریدار کو دے' یہ ممنوع ہے' یہاں یہ ہی مراد ہے' کہ اس صورت میں اس نے یہ چیز فروخت کی جس کا بوقت بیع مالک نہ تھا' ہاں ایسی چیز کا وعدہ بیع کر لینا یا آرڈر (ORDER) لے لینا درست ہے جیسا کہ آج کل بعض لوگ کرتے ہیں کہ آرڈر (ORDER) وصول کر کے چیز خرید کر بھیجتے یا بنا کر دیتے ہیں' ہم موچی سے جوتا بنواتے ہیں سائی پہلے دے دیتے ہیں' اسے استصناع کہتے ہیں' یہ بالاتفاق درست ہے' ۳۔

marfat.com

یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس جگہ غیر مقبوض یا غیر مملوک اعیان کی بیع منع ہے' جیسے کہے میں فلاں غلام تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں' حالانکہ وہ غلام یا تو اپنا ہے ہی نہیں' یا ہے مگر بھاگا ہوا ہے یا فلاں پرندہ جو اڑ رہا ہے' فروخت کرتا ہوں کہ شکار کرکے تمہارے حوالہ کروں گا' یہ ممنوع ہے' مگر صفات کی بیع جائز ہے خواہ مملوک یا مقبوض ہو یا نہ ہو' جیسے بیع سلم میں اور چیز بنوانے میں ہوتا ہے' یہ بہت نفیس توجیہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۲۷۴۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو فروختوں سے منع فرمایا ا۔ (مالک' ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۲۷۴۲) ا۔ ایک بیع میں دو بیعوں کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ یوں کہے میں فلاں چیز نقد دس روپے میں فروخت کرتا ہوں اور ادھار بیس روپے کے عوض' یہ ممنوع ہے کہ اس میں قیمت کا صحیح پتہ نہ لگا دوسری بیع بالشرط' کہ یوں کہے میں اپنا غلام تجھے سو روپے میں دیتا ہوں بشرطیکہ تو مجھے اپنی لونڈی یا زمین پچاس روپیہ میں دیدے' کہ اس میں بھی قیمت ایک اعتبار سے مجہول ہے' اس کے علاوہ دیگر بیع بالشرط بھی منع ہے' بشرطیکہ شرط فاسد ہو' اگر شرط صحیح ہو تو بیع درست ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ صَفْقَةٍ وَّاحِدَةٍ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۲۷۴۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عقد میں دو فروختوں سے منع فرمایا ا۔ (شرح سنہ)

(۲۷۴۳) ا۔ صفقہ کہتے ہیں ہاتھ مارنے یا ہاتھ ملانے کو' چونکہ اہل عرب بیع کے وقت تاجر سے ہاتھ ملاتے تھے اس لئے بیع کو بھی صفقہ کہہ دیتے ہیں' یعنی ایک بیع کے ضمن میں دوسری بیع کر لینے سے منع فرمایا' اس کی دو صورتیں ابھی عرض کی گئیں (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ سَلَفٌ وَّبَیْعٌ وَّلَا شَرْطَانِ فِیْ بَیْعٍ وَّلَا رِبْحُ مَا لَمْ یُضْمَنْ وَلَا بَیْعُ مَا لَیْسَ عِنْدَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ

(۲۷۴۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو ادھار اور فروخت جائز ہے ا۔ اور نہ فروخت میں دو شرطیں جائز ۲۔ نہ اس کا نفع جائز جس کا ذمہ دار نہ ہو اور نہ وہ چیز بیچنا حلال جو تیرے پاس نہ ہو ۳۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲۷۴۴) ا۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بائع خریدار سے کہے میں تیرے ہاتھ یہ چیز سو روپے کے عوض فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ تو مجھے دس روپے قرض بھی دے' یہ حرام ہے کہ ایک قسم کا سود ہے' کیونکہ خریدار نے دس روپے قرض کے عوض میں اس چیز کے خریدنے کا نفع بھی حاصل کر لیا' یا اس کے برعکس کہ قرض مانگنے والے سے ساہوکار کہے میں تجھے سو روپیہ اس شرط پر قرض دیتا ہوں کہ دس روپے میں اپنی بکری میرے ہاتھ فروخت کر دے' یعنی بیع میں قرض کی شرط ہو تو منع اور قرض میں بیع کی شرط ہو تب منع' دوسرے یہ کہ ساہوکار قرض مانگنے والے سے کہے' میں تجھے سو روپے قرض دیتا ہوں بشرطیکہ تم میری فلاں چیز اتنے میں

marfat.com

خرید لو' یعنی مہنگی' اس میں بھی وہ ہی قباحت ہے کہ قرض کے ذریعہ نفع کما رہا ہے' ۲۔ اس جملہ کی شرح میں بہت گفتگو ہے' بعض محدثین تو فرماتے ہیں کہ یہ جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے' یعنی سلف بیع کی' بعض نے فرمایا کہ دو کا ذکر اتفاقی ہے' بیع بالشرط مطلقاً منع ہے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضور انور نے بیع اور شرط سے منع فرمایا' ان کا خیال ہے کہ شرطان سے مراد دونوں قسم کی شرطیں ہیں' یعنی نہ تو بائع خریدار پر کوئی شرط لگائے کہ یہ چیز تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ دو ماہ تک اس کو میں ہی استعمال کروں گا یا تو مجھے اتنے روز کے لئے اپنا مکان عاریۃً یا کرایہ پر دے' اور نہ خریدار تاجر پر کوئی شرط لگائے کہ کپڑا تو خریدتا ہوں' بشرطیکہ تو مجھے سی کر یا دھو کر دے' یہ دونوں قسم کی شرطیں بیع کو فاسد کر دیں گی' جب کہ شرطیں خود فاسد ہوں' شرط فاسد وہ کہلاتی ہے جسے بیع نہ چاہے' جسے خود بیع ہی چاہے وہ شرط صحیح ہے اس کی تجارت فاسد نہیں ہوتی جیسے تاجر کہے کہ چیز بیچتا ہوں بشرطیکہ تو مجھے روپے کھرے دے یا ابھی نقد دے یا خریدار کہے کہ خریدتا ہوں بشرطیکہ مال اصل ہو' نقل نہ ہو وغیرہ ۳۔ یعنی جو چیز تیرے قبضہ میں نہ ہو اس کا بیچنا بھی ممنوع ہے اور جس چیز کا تو ابھی مالک نہ بنا اس کی فروخت بھی منع' مالم یضمن سے مراد جو اپنے ضمان و قبضہ میں نہ آئی جیسے ہم کوئی چیز خریدیں' اور بغیر قبضہ کئے فروخت کردیں' یہ منع ہے' اس کی شرح گزر چکی'

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ اَبِيْعُ الْاِبِلَ بِالنَّقِيْعِ بِالدَّنَانِيْرِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الدَّرَاهِمَ وَاَبِيْعُ بِالدَّرَاهِمِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الدَّنَانِيْرَ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَا بَاْسَ اَنْ تَاْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۷۴۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نقیع بازار میں اونٹ اشرفیوں کے عوض فروخت کرتا تھا۱۔ پھر اشرفیوں کے عوض درہم لے لیتا تھا اور درہم کے عوض فروخت کرتا تھا پھر ان کے عوض اشرفیاں لے لیتا تھا۲۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا اس میں مضائقہ نہیں کہ اس دن کے بھاؤ سے یہ لے لو جب تک کہ تم اس طرح الگ نہ ہو کہ تمہارے درمیان کچھ بقایا ہو ۳۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' دارمی)

(۲۷۴۵) ۱۔ نقیع نون وق سے' مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ تھی' جس میں بازار تھا اور میلہ لگا کرتا تھا' اور ایک چراگاہ کا نام بھی ہے' جو مدینہ منورہ سے بیس کوس دور ہے' یہاں پہلے معنی مراد ہیں ۲۔ آپ کا یہ عمل اپنے اجتہاد سے تھا آپ نے خیال فرمایا کہ مثلاً درہم ایک دینار ہی ہے' اور ایک دینار دس درہم ہی ہیں' درہم کے عوض دینار لینا گویا درہم ہی لینا ہیں معلوم ہوا کہ صحابہ کرام زمانہ نبوی میں حضور انور کے پاس رہتے ہوئے بھی اجتہاد کرتے تھے' یہ بھی معلوم ہوا کہ یقین پر قدرت ہوتے ہوئے بھی ظن پر عمل جائز ہے (مرقات) ۳۔ یعنی تمہارا یہ عمل دو شرطوں سے جائز ہے' ایک تو درہم و دینار کے موجودہ بھاؤ کا اعتبار ہوگا' ان کے بھاؤ بدلتے رہتے ہیں' ہمارے ہاں بھی ایک زمانہ میں اشرفی پندرہ بیس روپیہ کی تھی' پھر چڑھتے چڑھتے اسی نوے تک پہنچ گئی' دوسری شرط یہ ہے کہ فریقین دونوں بدلوں پر قبضہ کئے بغیر نہ ہٹیں' کیونکہ اشرفی کے عوض چاندی کے درہم لینا یا اس کے برعکس بیع صرف ہے' اور بیع صرف میں اگر جنسیں مختلف ہوں تو زیادتی جائز مگر ادھار حرام' غرضیکہ اس کو الگ بیع قرار دیا گیا اور اس پر بیع صرف کے

marfat.com

احکام جاری کئے گئے۔

وَعَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ اَخْرَجَ كِتَابًا هٰذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى مِنْهُ عَبْدًا اَوْ اَمَةً لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔

(۲۷۴۶) روایت ہے حضرت عداء ابن خالد ابن ہوذہ سے ا۔ انہوں نے ایک تحریر نکالی کہ یہ وہ ہے جو عداء ابن خالد ابن ہوذہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید احضور سے غلام یا لونڈی خریدی جس میں نہ کوئی عیب ہے نہ فساد نہ کوئی خرابی ۲۔ مسلمان کی مسلمان سے بیع ۳۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ ۴۔

(۲۷۴۶) ا۔ آپ قبیلہ بنی ربیعہ سے ہیں بصرہ کے دیہات میں رہتے تھے' غزوہ حنین کے بعد اسلام لائے' صحابی ہیں مگر آپ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے ۲۔ یعنی اس میں نہ کوئی بیماری ہے' جنون جذام' برص وغیرہ اور نہ کوئی بری عادت زنا' چوری' شراب خواری وغیرہ نہ نفرت والی کوئی چیز جیسے حرامی ہونا وغیرہ' غائلہ وہ عیب کہلاتا ہے جو کبھی ہلاکت کا باعث بن جائے' خلاصہ یہ ہے کہ یہ غلام ظاہری اور چھپے ہوئے عیوب سے پاک ہے' اس میں کوئی ایسی خرابی نہیں ہے جس سے خریدار کو خیار عیب ہے' اس تحریر میں اس جانب اشارہ ہے کہ خرید و فروخت اگرچہ ولی بلکہ نبی سے ہو اس پر شرعی احکام ضرور جاری ہوں گے اور اس قسم کی تحریر اس کی شان کے خلاف نہیں ہو گی' یہ بھی معلوم ہوا کہ قانوناً" بیع نامہ تاجر کی طرف سے ہونا چاہیے' رب تعالٰی فرماتا ہے ولیملل الذی علیہ الحق لیکن خریدار کی طرف سے بھی خرید نامہ ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی احتیاط ہے' ۳۔ یعنی یہ ایسی خرید و فروخت ہے جیسی مسلمان کی مسلمان سے ہوتی ہے کہ مسلمان اپنے بھائی مسلمان کا خیر خواہ ہوتا ہے' اسے دھوکا نہیں دیتا' ورنہ یہ بیع مسلمان کی نبی سے تھی نہ کہ عام مسلمان سے' خیال رہے کہ نبی لغوی مومن و مسلم ہوتے ہیں نہ کہ اصطلاحی اصطلاح میں تو وہ عین ایمان ہیں کہ ان کو ماننے سے انسان مومن بنتا ہے' اسی لئے بیع منصوب ہے کہ کاف تشبیہ پوشیدہ ہے' ۴۔ کیونکہ اس کی اسناد میں عباد ہیں جو ضعیف ہیں' ان کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں لیس بشئی خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل خرید و فروخت دونوں کی ہیں' مگر ہجرت کے بعد فروخت بہت کم کی ہے (اشعہ و لمعات)

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاعَ حِلْسًا وَقَدَحًا فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيْ هٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ فَقَالَ رَجُلٌ اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ فَاَعْطَاهُ رَجُلٌ دِرْهَمَيْنِ فَبَاعَهُمَا مِنْهُ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔

(۲۷۴۷) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کمبل و پیالہ نیلام کیا ا۔ تو فرمایا اس کمبل و پیالے کو کون خریدتا ہے' تو ایک صاحب بولے میں انہیں ایک درہم میں لیتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ایک درہم پر بڑھاتا ہے دوسرے صاحب نے دو درہم حاضر کئے تو ان ہی کے ہاتھ فروخت کر دیں ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۷۴۷) ا۔ حلس وہ بڑا کمبل ہے جو اونٹ پر ڈالا جائے یا فرش پر بچھایا جائے' چھوٹا کمبل جو ایک آدمی ہی اوڑھ سکے کسباء کہلاتا ہے' یہ دونوں چیزیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی نہ تھیں بلکہ ایک فقیر و مسکین کی تھیں جو حضور انور سے کچھ مانگنے

marfat.com

آیا تھا' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے بھیک سے بچالیا اس کی دو چیزیں نیلام کرکے اسے کام پر لگادیا' ۲ے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیلام جائز ہے جسے عربی میں بیع من یزید کہتے ہیں' دوسرے یہ کہ ایک کے بھاؤ پر دوسرا آدمی بھاؤ لگا سکتا ہے جبکہ پہلا بھاؤ طے نہ ہوا ہو' جن احادیث میں بھاؤ پر بھاؤ لگانے سے منع کیا گیا ہے وہاں بھاؤ طے ہو چکنے کے بعد مراد ہے' تیسرے یہ کہ کسی کی چیز دوسرا آدمی وکیل بن کر فروخت کرسکتا ہے' چوتھے یہ کہ بیع تعاطی یعنی فقط لین دین سے جائز ہے اگرچہ منہ سے ایجاب و قبول نہ ہو' پانچویں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جان و مال کے مالک ہیں کہ ہماری چیز بغیر ہماری رضامندی فروخت کرسکتے ہیں' کیونکہ وہ صحابی حضور سے مانگنے آئے تھے نہ کہ چیز بکوانے' مگر حضور نے ان سے بغیر پوچھے ان کی چیزیں نیلام کر دیں' قرآن شریف فرمارہا ہے کہ مسلمان کو حضور کے مقابلہ میں اپنی جان و مال کا کوئی اختیار نہیں' جس کا جس سے چاہیں نکاح کر دیں' فرماتا ہے ما کان لمؤمن ولا مؤمنہ الخ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُنَبِّهْهُ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ اَوْ لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تَلْعَنُهٗ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۷۴۸) روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے ۱ے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو عیب دار چیز فروخت کردے جس پر خبردار نہ کرے تو وہ اللہ تعالٰی کی ناراضی میں رہے گا یا فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے (ابن ماجہ)

(۲۷۴۸) ۱ے آپ کے اسلام کے وقت میں اختلاف ہے' بعض فرماتے ہیں کہ تیاری غزوہ تبوک کے وقت ایمان لائے' بعض فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے لاچکے تھے بلکہ اصحاب صفہ سے تھے' تین سال حضور انور کی خدمت میں رہے ۹۸ یا ۱۰۰ سال کی عمر میں دمشق میں وفات پائی آپ دمشق کے آخری صحابی ہیں (اشعہ) ۲ے عیب یا تو 'ی' کے شد اور کسرہ سے ہے صفت مشبہ یا 'ی' کے سکون سے مصدر' اگر مصدر ہے تو مبالغہ کے لئے ارشاد ہوا یعنی جو عیب دار چیز کو فروخت کرے' وہ گویا سراپا عیب فروخت کررہا ہے' عیب کا تاجر ہے' اس جرم پر اتنی سخت سزا اس لئے ہے کہ دھوکا دینا مومن کی شان کے خلاف ہے' نہ مومن کو دھوکا دے نہ کافر کو' یہ شرعی' قومی' ملکی جرم ہے۔

بَابٌ
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

باب
پہلی فصل

اس باب میں ممنوع تجارتوں کے متعلق مختلف احادیث مذکور ہوں گی' اس لئے اس کا ترجمہ مقرر نہ فرمایا یعنی متفرق احادیث کا باب جس میں مختلف ممنوع تجارتوں کا ذکر ہے۔

marfat.com

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ اَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَّلَهٗ مَالٌ فَمَالُهٗ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ الْمَعْنَى الْاَوَّلَ وَحْدَهٗ۔

(۲۷۴۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص پیوند لگانے کے بعد درخت کھجور خریدے ۱؎ تو اس کے پھل بیچنے والے کے ہوں گے ہاں مگر خریدار شرط لگائے ۲؎ اور جو کوئی ایسا غلام خریدے جس کے پاس مال ہو ۳؎ تو اس کا مال بیچنے والے کا ہوگا ہاں مگر یہ کہ خریدار شرط لگائے ۴؎ (مسلم) بخاری نے صرف پہلی صورت بیان کی۔

(۲۷۴۹) ۱؎ کھجور کی تابیر کے معنے ہم باب الاعتصام میں عرض کرچکے ہیں کہ نر کھجور کی شاخ مادہ کھجور میں لگانا تاکہ پھل اچھے اور زیادہ آئیں‘ یہاں مراد ہے تابیر کے بعد پھل لگ جانا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے‘ اگر تابیر ہوچکی ہے مگر ابھی پھل نہیں لگے‘ تو یہ حکم بھی نہیں‘ غرضیکہ یہاں پھل والا درخت مراد ہے جس کے پھل پختہ یا گدر ہوچکے ہوں ۲؎ امام مالک و شافعی رحمتہ اللہ کے ہاں تابیر والے پھل دار درخت کے پھل خریدار کے ہوں گے‘ اور اگر تاجر شرط کرلے‘ تو اس کے ہوں گے‘ ہمارے ہاں بہر حال پھل بائع کے ہیں‘ ہمارے ہاں تابیر سے مراد پھل دار ہوجانا ہے‘ اگر درخت پھلدار نہیں‘ تو خواہ تابیر ہوچکی ہو‘ حکم بھی یہ نہیں‘ ابن ابی لیلیٰ کے ہاں پھل بہرحال خریدار کے ہیں کہ درخت کے تابع ہیں ۳؎ یعنی غلام ماذون تھا جسے تجارت کی اجازت مولے نے دے رکھی تھی‘ اس وجہ سے اس کے پاس مال جمع ہوگیا تھا‘ اب اسے فروخت کیا گیا‘ تو مال چونکہ مولیٰ کا تھا اسی کا رہے گا‘ یہاں مال کی نسبت غلام کی طرف قبضہ کی نسبت ہے نہ کہ ملکیت کی‘ وہ مال تھا مولیٰ کا‘ مگر قبضہ میں غلام کے تھا‘ ۴؎ یعنی اگر خریدار کہے کہ میں وہ غلام مع اس کے مال کے خریدتا ہوں‘ تب تو مال خریدار کا ورنہ بائع کا‘ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں فروخت شدہ غلام کے جسم کے کپڑے بھی بائع کے ہوں گے حتی کہ خریدنے کے بعد خریدار اسے اپنا تہبند پہنائے بائع کا تہبند اتار دے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ جانور خریدا تو اس کی جھول‘ زنجیر اور دوسرا جسم کا سامان بائع کا ہوگا‘ اگر خریدار شرط لگائے تو اس کا ہوگا‘ خیال رہے کہ اگر غلام کے پاس چاندی کے روپے تھے‘ تو اس کے مع روپوں کے خریدنے کے وہ ہی احکام ہوں گے جو بیع صرف کے ہوتے ہیں‘ یعنی اگر خریدار چاندی سے خریدے‘ تو اس کے روپوں سے زائد روپے دے‘ تاکہ اصل روپیہ روپے کے عوض ہوجائے اور زیادتی غلام کے عوض کہ یہ بیع صرف غلام کی نہیں بلکہ چاندی اور غلام کی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَّهٗ قَدْ اَعْيٰى فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَضَرَبَهٗ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهٗ ثُمَّ قَالَ بِعْنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ فَبِعْتُهٗ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهٗ اِلٰى اَهْلِيْ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ اَتَيْتُهٗ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ وَرَدَّهٗ عَلَيَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لِبِلَالٍ اقْضِهٖ وَزِدْهُ فَاَعْطَاهُ

(۲۷۵۰) روایت ہے حضرت جابر سے کہ آپ ایک اونٹ پر سفر کررہے تھے جو تھک گیا تھا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو اسے مارا تو وہ اونٹ ایسی رفتار سے چلنے لگا کہ ایسا کبھی نہ چلتا تھا ۱؎ پھر حضور نے فرمایا اسے میرے ہاتھ ایک اوقیہ میں بیچ دو ۲؎ میں نے بیچ دیا مگر اپنے گھر تک اس کی سواری کی شرط لگائی ۳؎ پھر جب میں مدینہ آیا تو حضور کے پاس اونٹ لایا حضور انور نے مجھے اس کی قیمت کھری کردی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی قیمت

marfat.com

وَزَادَهُ قِيْرَاطًا۔

عطا فرمائی اور اونٹ بھی واپس دیدیا ۴؎۔ (مسلم بخاری) اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ انہیں قیمت ادا کر دو کچھ زیادہ بھی دے دو تو انہوں نے ایک قیراط زیادہ دیا ۵؎۔

(۲۷۵۰) ۱؎ یہ حضور انور کا معجزہ ہے' معلوم ہوا کہ ان کا ہاتھ بے زوروں کا زور ہے' بے سہاروں کا سہارا بھی ہے' جس کمزور پر حضور نگاہ کرم فرمادیں' وہ طاقتور ہو جائے شعر:۔

☆ تو مرا دل دہ و دلیری بیں ☆ روبہ خویش خوان وشیری بیں (اشعہ) ☆

یا رسول اللہ مجھے تم دل بخشو' پھر میری بہادری دیکھو' مجھے اپنی بلی بنالو' پھر میری شیری دیکھو' ۲؎۔ اوقیہ الف کے پیش یا فتح سے' چالیس درہم کا ہوتا ہے مگر وقیہ بغیر الف کے کبھی اوقیہ کے ہم معنی ہوتا ہے اور کبھی سات مثقال کا' اس کی جمع وقایا ہے' جیسے خطیئہ کی خطایا' اور اوقیہ کی جمع اواقی ہے' جیسے اعجوبہ کی جمع اعاجیب اس سے معلوم ہوا کہ مال والے کو اس کا مال بیچنے کی رغبت دینا جائز ہے (مرقات) ۳؎۔ اس حدیث کی بنا پر امام احمد نے جانور کی بیع بالشرط جائز رکھی کہ بائع اس پر اپنے لئے سوار ہونے کی شرط لگا سکتا ہے' امام مالک کے ہاں تھوڑے فاصلہ تک سواری کی شرط لگانا جائز ہے' کیونکہ اس موقعہ پر مدینہ طیبہ قریب تھا' لیکن امام اعظم و شافعی کے ہاں یہ شرط مطلقاً ناجائز ہے' کیونکہ دوسری احادیث میں بیع بالشرط سے ممانعت فرمائی گئی ہے' اس حدیث کے متعلق ان دو بزرگوں نے چند باتیں فرمائیں' ایک یہ کہ یہ شرط داخل بیع نہ تھی بلکہ بعد بیع عاریۃً وہ اونٹ لیا گیا جیسا کہ بعض روایات میں ہے دوسرے یہ کہ شرط حضرت جابر نے پیش نہ کی بلکہ حضور انور نے بطور رعایت عطا فرمائی' جیسے آج کل بعض تاجر کمیشن یا انعامی بونڈ پر چیزیں بیچتے ہیں کہ یہ شرطیں خود اپنی طرف سے لگا دیتے ہیں' یا پوسٹ آفس (POST OFFICE) کا محکمہ خطوط لفافے ٹکٹ اس شرط پر بیچتے ہیں کہ ہم مال منزل پر پہنچادیں گے' تیسرے یہ کہ یہ صورۃً "بیع تھی حقیقتاً نہ تھی' جیسا کہ آگے رہا ہے کہ حضور انور نے حضرت جابر کو رقم بھی عطا فرمادی اور اونٹ بھی (لمعات و مرقات) ۴؎۔ اس جملہ نے اس تجارت کی نوعیت بتلادی کہ لفظ بیع شراء کے تھے مگر حقیقت عطا کی تھی ۵؎۔ قیراط آدھے دانق کو کہتے ہیں دانق تہائی درہم ہے' لہٰذا قیراط درہم کا چھٹا حصہ ہوا' یہ قیراط حضرت جابر کو قیمت سے الگ دیا گیا تھا' جسے حضرت جابر ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے اور خرچ کرتے رہتے تھے' حتی کہ یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں واقعہ حرہ کے موقعہ پر جب یزیدی فوج نے حضرت جابر کا مال لوٹا تو یہ قیراط بھی چھین لیا (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادائے قرض و ادائے حقوق کا وکیل بنانا بھی جائز ہے اور حق سے کچھ زیادہ دینا بھی جائز' یہ زیادتی سود نہ تھی سود کی نوعیت کچھ اور ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ اِنِّيْ كَاتَبْتُ عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ وُقِيَّةٌ فَاَعِيْنِيْنِيْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنْ اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَّاحِدَةً وَاُعْتِقَكِ فَعَلْتُ وَيَكُوْنُ وَلَاؤُكِ لِيْ فَذَهَبَتْ اِلٰى اَهْلِهَا فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ

(۲۷۵۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ آئیں بولیں کہ میں نو اوقیہ پر مکاتبہ ہو گئی ہوں ہر سال میں ایک اوقیہ ۱؎ آپ میری امداد فرمائیں تو حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تمہارے مولے یہ پسند کریں کہ میں انہیں سارا روپیہ ایک دم گن دوں اور تمہیں آزاد کر دوں اور تمہاری ولا' میرے لئے رہے ۲؎۔ وہ

marfat.com

يَكُوْنَ الْوَلَاۤءُ لَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذِيْهَا وَاَعْتِقِيْهَا ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ فَقَضَاۤءُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ وَاِنَّمَا الْوَلَاۤءُ لِمَنْ اَعْتَقَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اپنے مولاؤں کے پاس گئیں انہوں نے اس کا انکار کیا مگر یہ کہ ولاء ان کے لئے ہو ۳۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہیں لے لو اور آزاد کردو ۴۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مجمع میں قیام فرمایا اللہ کی حمد و ثنا کی ۵۔ پھر فرمایا بعد حمد و ثنا کے لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں ۶۔ جو شرط بھی ایسی ہو جو اللہ کی کتاب میں نہیں وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں ۷۔ لہذا اللہ کا فیصلہ لائق عمل ہے اور اللہ کی شرط بہت مضبوط ہے ولاء اسی کے لئے ہے جو آزاد کرے ۸۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۵۱) ۱۔ حضرت بریرہ بروزن کریمہ مشہور صحابیہ ہیں، پہلے ایک یہودی کی لونڈی تھیں، پھر حضرت عائشہ صدیقہ کی لونڈی بنیں، آپ کی ملک پر آزاد ہوئیں کہ یہودی نے آپ کو مکاتبہ کیا تھا، پھر حضرت عائشہ صدیقہ نے خرید لیا (اشعہ) اوقیہ کی تحقیق ہو چکی ہے، مکاتب وہ غلام ہے جسے مولیٰ کہہ دے کہ اتنی رقم مجھے دے تو آزاد ہے۔ ۲۔ اس طرح کہ تو اپنے کو اداء بدل کتابتہ سے معذور کردے جس سے کتابتہ ختم ہو جائے پھر میں تجھے نو اوقیہ کے عوض خرید کر آزاد کردوں تو تم میری آزاد کردہ لونڈی ہو اور تمہاری ولاء میرے لئے ہو، ورنہ مکاتب کی بیع درست نہیں، اور جو مکاتب کی امداد کرے کہ اس کا بدل کتابتہ ادا کردے، وہ اس کا مالک نہیں ہو جاتا نہ ولاء اسے ملتی ہے، ۳۔ یعنی بریرہ کے مولی اس فسخ کتابتہ پر تو راضی ہو گئے۔ فروخت کردینے پر بھی راضی ہو گئے، مگر فروخت میں شرط لگاتے تھے کہ ولاء یعنی حق میراث انہیں ملے، یہ شرط بھی فاسد تھی، اس سے بیع بھی فاسد ہوتی۔ ۴۔ اس حدیث کی بنا پر امام مالک اور احمد ابن حنبل مکاتب کی بیع جائز مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور نے بریرہ مکاتبہ کی بیع درست رکھی، مگر ہمارے امام اعظم و شافعی فرماتے ہیں کہ مکاتب کی رضا سے اس کی فروخت کتابتہ کا فسخ ہے گویا مکاتب اپنی کتابتہ ختم کررہا ہے اور اپنے کو فروخت کرارہا ہے، یہاں یہ ہی ہوا، بعض ائمہ نے اس حدیث کی وجہ سے بشرط عتق بیع کو جائز رکھا کہ یہاں حضرت عائشہ صدیقہ نے آزادی کی شرط پر خریدا، ہمارے ہاں ایسی بیع فاسد ہے کہ یہ بیع بالشرط ہے، یہاں بائع یا حضرت بریرہ نے یہ شرط نہ لگائی تھی بلکہ خود ام المومنین نے آزادی کی پیشکش کی تھی شرط اور پیشکش میں بڑا فرق ہے ۵۔ وعظ سے پہلے حمد الٰہی سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم، اور حمد و صلوٰۃ دونوں پڑھنا سنت صحابہ ہے، دونوں ہی پڑھنا چاہئیں ۶۔ کتاب اللہ سے مراد یا لوح محفوظ ہے یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دین اسلام، کیونکہ یہ قاعدہ الولاء لمن اعتق ولاء آزاد کرنے والے کی ہے، قرآن شریف میں موجود نہیں، یا لیس کے معنی ہیں کہ یہ شرط قرآنی قاعدہ کے موافق نہیں، اس صورت میں کتاب اللہ سے مراد قران شریف بھی ہو سکتا ہے (مرقات) ۷۔ اس حدیث پر بہت ہی اعتراضات ہیں، اس لئے بعض محدثین نے اس ساری حدیث ہی کا انکار کردیا ہے، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اشترطی لہم اے عائشہ ان کی شرط قبول کرلو اور خرید لو، ولاء تمہارے لئے ہی ہو گی، اس حدیث پر حسب ذیل اعتراض پڑھ جاتے ہیں (۱) مکاتب غلام کی بیع جو شرعاً ناجائز ہے (۲) بائع کی شرط کو قبول کرلینا، یہ بیع

marfat.com

بالشرط ہوئی، یہ بھی فاسد ہے۔(۳) بشرط عتق بیع یہ بھی فاسد ہے، (۴) بائع کو دھوکا دینا کہ اس کی شرط ولاء منظور کرلینا، حالانکہ ولاء اسے نہ ملے بلکہ خریدار کو ملے، کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کی اجازت دیں، بعض شارحین نے اس حدیث کو درست مانا، مگر واشترطی لہم لام کو علی کے معنی میں لیا اور معنی یہ کئے کہ ان کے خلاف شرط لگاؤ کہ ولاء اس کے ہو گی، جیسے وان اساتم فلها میں لام علی کے معنی میں ہے، مگر صحیح بات وہ ہے جو یہاں مرقات نے فرمائی کہ چونکہ عرب شریف میں اس قسم کی بیع بالشرط کا عام رواج تھا، اس رواج کو توڑنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو اس بیع کی خصوصی اجازت دی تا کہ آئندہ اس بیع کا سلسلہ ہی ختم ہو جائے، اب یہ بیع جائز نہیں، جیسے حضور انور نے حجۃ الوداع میں حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کرا دیا، تا کہ یہ عقیدہ ختم ہو جائے کہ زمانہ حج میں عمرہ حرام ہے، ایسے ہی یہاں ہوا، ورنہ یہ حدیث ظاہری معنی پر کسی مذہب کے موافق نہیں اور دیگر تمام احادیث کے خلاف ہے (مرقات) ۸۔ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضور کا فیصلہ رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے، دیکھو یہ قانون کہ الولاء لمن اعتق ولاء آزاد کرنے والے کو ملتی ہے، حضور کا قانون ہے، مگر فرمایا گیا قضاء اللہ کیوں نہ ہو، رب فرماتا ہے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ دوسرے یہ کہ اگر کفار مسلمانوں سے تجارت کریں تو انہیں اسلامی قوانین کی پابندی کرنا ہو گی، دیکھو یہاں بائع یہودی ہے، مگر چونکہ خریدار عائشہ صدیقہ ہیں، اس لئے اس پر سارے اسلامی قانون جاری ہو گئے، لہذا کافر مسلمان کے ہاتھ سور یا شراب نہیں بیچ سکتا۔ آپس میں کفار اس قسم کی بیع کر سکتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۵۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی فروخت اور اس کے ہبہ سے منع فرمایا۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۵۲) ۱۔ ولاء ولی سے بنا بمعنی قرب شریعت میں استحقاق میراث کو ولاء کہتے ہیں کہ اگر غلام لاوارث مرجائے تو اس کی میراث مولی کو ملے، چونکہ ولاء مال نہیں ہے، نیز معتق کے ساتھ ایسی لازم ہے جیسے نسبی قرابت داروں کے ساتھ نسب منتقل نہیں ہو سکتی، اس لئے اس کی بیع ناجائز ہے، قریباً تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے، جن لوگوں نے ولاء کی بیع یا ہبہ جائز رکھا انہیں غالباً یہ حدیث پہنچی نہیں (نووی، اشعہ لمعات، مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ قَالَ ابْتَعْتُ غُلَامًا فَاسْتَغْلَلْتُهُ ثُمَّ ظَهَرْتُ مِنْهُ عَلٰى عَيْبٍ فَخَاصَمْتُ فِيْهِ إِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَضٰى لِيْ بِرَدِّهِ وَقَضٰى عَلَيَّ بِرَدِّ غَلَّتِهِ فَأَتَيْتُ عُرْوَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَرُوْحُ إِلَيْهِ الْعَشِيَّةَ فَأُخْبِرُهُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْنِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْ مِثْلِ

(۲۷۵۳) روایت ہے حضرت مخلد ابن خفاف سے ۱ فرماتے ہیں میں نے ایک غلام خریدا میں نے اس کی آمدنی وصول کرلی پھر میں اس کے ایک عیب پر مطلع ہوا ۲، تو میں نے اس کا مقدمہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے مجھے اس کے واپس کردینے کا فیصلہ اور اس کی آمدنی لوٹا دینے کا حکم دیا ۳۔ پھر میں حضرت عروہ کے پاس گیا اور انہیں خبر دی وہ بولے شام کو میں ان کے

marfat.com

هٰذَا اَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ فَرَاحَ اِلَيْهِ عُرْوَةُ فَقَضٰى لِيْ اَنْ اٰخُذَ الْخَرَاجَ مِنَ الَّذِيْ قَضٰى بِهٖ عَلَيَّ لَهٗ.

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

پاس جاؤں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ حضرت عائشہ نے مجھے خبر دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جیسے مقدمہ میں فیصلہ یہ فرمایا کہ آمدنی خرچ کے عوض ہے ۴؎ چنانچہ عمر کے پاس عروہ گئے تو انہوں نے فیصلہ فرمایا کہ آمدنی اس شخص سے واپس لے لو جسے دے دینے کا حکم مجھے دیا تھا ۵؎ (شرح سنہ)

(۲۷۵۳) ۱؎ صحیح یہ ہے کہ مخلد تو تابعی ہیں جن سے صرف یہی ایک روایت مروی ہے' لیکن ان کے والد خفاف اور دادا ایما دونوں صحابی ہیں' قبیلہ بنی غفار سے ہیں' مخلد میم کے زبر اور خ کے سکون سے ہے' خفاف خ کے پیش اور ف کے زبر سے ہے (اشعہ) ۲؎ آمدنی سے مراد غلام کی کمائی ہے اور عیب سے مراد وہ پرانا عیب ہے جو بائع کے ہاں سے آیا' لغت میں غلہ اس آمدنی کو کہا جاتا ہے جو کھیت' باغ' جانور سے حاصل ہو' دانے' پھل' دودھ' بچے' کرایہ وغیرہ یہاں کی کمائی مراد ہے یعنی مجھے غلام کے عیب کا پتہ اس وقت چلا جب میں اس کی کچھ کمائی حاصل کر چکا' ۳؎ یعنی پہلے تو میں نے فروشندہ سے کہا کہ غلام واپس لے لے' مگر جب وہ راضی نہ ہوا' تو خلیفۃ المسلمین حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی بارگاہ میں مقدمہ دائر کر دیا کہ یہ غلام واپس کرایا جائے' تب آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ غلام واپس دو' اس کی آمدنی بائع کے حوالہ کرو اور اپنی قیمت اس سے وصول کرو۔ ۴؎ آپ حضرت عروہ ابن زبیر ہیں' مشہور تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات قاریوں سے ہیں' قرشی ہیں' اسدی ہیں ۲۳ھ میں پیدا ہوئے' بڑے فقیہ تھے' آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے یہ فیصلہ غلط کیا کہ غلام کی اتنے دن کی آمدنی تمہیں واپس کرنا نہ ہوگی میں انہیں عرض کر دوں گا کہ چونکہ اس زمانہ میں خریدار غلام پر کھانا پینا وغیرہ خرچ بھی کر چکا ہے' اس لئے آمدنی اس کے خرچ و ضمان کے عوض ہے' ۵؎ یعنی میں بائع کو غلام اور اس کی آمدنی دے چکا تھا' پھر مجھے آمدنی واپس دلوائی گئی' معلوم ہوا کہ حاکم کے فیصلہ کی اپیل کرنا جائز ہے' خواہ اس کے پاس کرے یا اس سے بڑے حاکم کے پاس' امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں خریدے ہوئے جانور کے بچے' اون' دودھ' درخت کے پھل وغیرہ خریدار کے ہوں گے' اور اصل شے واپس ہوگی' امام مالک کے ہاں جانور کے بچے ماں کے ساتھ واپس ہوں اون' دودھ واپس نہ ہو گا' ہمارے ہاں خریدار کے پاس بچے' یا پھل کی پیدائش سے جانور یا درخت واپس نہ ہو سکے گا' بلکہ خریدار نقصان عیب لے گا' ان تمام ائمہ کے دلائل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے' چنانچہ عمر ابن عبدالعزیز نے یہ سن کر اپنا پہلا فیصلہ واپس لے لیا اور اب یہ ہی فیصلہ کیا' معلوم ہوا کہ اگر قضاء قاضی حکم منصوص کے خلاف ہو تو ٹوٹ جائے گی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ قَالَ الْبَيِّعَانِ اِذَا اخْتَلَفَا وَالْمَبِيْعُ قَائِمٌ بِعَيْنِهٖ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ اَوْ

(۲۷۵۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بائع و خریدار جھگڑ پڑیں ۱؎ تو بائع کی بات معتبر ہے اور خریدار کو اختیار ہے ۲؎ (ترمذی) اور ابن ماجہ و دارمی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ بائع و خریدار جب جھگڑ پڑیں اور چیز ویسی ہی موجود ہو اور ان کے درمیان گواہ کوئی ہو نہیں تو قول وہ ہی ہو گا جو بائع کہے یا دونوں بیع واپس کر

marfat.com

يَتَرَادَّانِ الْبَيْعَ۔

لیس ۳۔

(۲۷۵۴) ا۔ قیمت کی مقدار میں جھگڑیں یا خیار شرط میں ادھار قیمت کی مدت میں یا بیع کی صفت میں غرضیکہ کسی قسم کا جھگڑا پڑ جائے ۲۔ اس صورت میں خریدار اپنے دعویٰ پر گواہ لائے اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو بائع قسم کھائے پھر حاکم خریدار کو اختیار دے دے کہ وہ خریدے یا نہ خریدے ۳۔ اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر مبیع چیز موجود ہے اور قیمت میں اختلاف ہو گیا تو فیصلہ گواہی پر ہو گا' اور اگر گواہی دونوں کے پاس ہو تو زیادتی قیمت کی گواہی مانی جائے گی' اور اگر کسی کے پاس گواہی نہ ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اور بیع فسخ ہو جائے گی' اور اگر قیمت و مبیع دونوں میں جھگڑا ہے تو قیمت کے بارہ میں بائع کی گواہی قبول ہو گی اور مبیع کے متعلق خرید کی' لیکن اگر مدت یا شرط خیار یا بعض قیمت پر قبضہ کرنے میں اختلاف ہو جائے تو قسم کسی پر نہیں' اس بارہ میں جو مختلف احادیث مروی ہیں وہ صحیح نہیں' لہذا اس حدیث مشہور پر اعتماد چاہیے کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر (اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ شُرَیْحٍ الشَّامِیِّ مُرْسَلًا۔

(۲۷۵۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمان کی فسخ بیع قبول کرے تو اللہ قیامت کے دن اس کی غلطیاں معاف فرمادے گا ا۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ) اور شرح سنہ میں مصابیح کے لفظ بطریق ارسال شرح شامی سے روایت کیے ۲۔

(۲۷۵۵) ا۔ یعنی اگر خرید و فروخت مکمل ہو چکنے کے بعد خریدار چیز واپس کرنا چاہے یا بائع وہ چیز واپس لینا چاہے تو اگرچہ انہیں یہ حق تو نہیں' مگر فریق آخر کو چاہیے کہ اسے منظور کرے اور سامنے والے پر مہربانی کرے' جس کے بدلہ میں پروردگار اس کی خطائیں اور غلطیاں معاف فرمائے گا' ۲۔ مصابیح کے الفاظ یہ ہیں من اقال مسلما صفقة کرهها اقال الله عثرته یوم القیمة یہ مصنف مصابیح پر اعتراض ہے کہ انہوں نے یہاں ابوداؤد و ابن ماجہ کی روایت متصل ہوتے ہوئے روایت مرسل کا ذکر کیا' متصل کو چھوڑ دیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰی رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَقَارًا مِنْ رَجُلٍ فَوَجَدَ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ عَنِّیْ اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ الْعَقَارَ وَلَمْ اَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ فَقَالَ بَائِعُ الْاَرْضِ اِنَّمَا بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِیْهَا فَتَحَاكَمَا اِلٰی رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاكَمَا اِلَیْهِ اَلَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِیْ غُلَامٌ وَقَالَ الْاٰخَرُ لِیْ جَارِیَةٌ

(۲۷۵۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم سے اگلے لوگوں میں ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی تو زمین کے خریدار نے اپنی اس زمین میں ایک مٹکی پائی جس میں سونا بھرا تھا ا۔ تو خریدار نے بائع سے کہا اپنا سونا مجھ سے لے لو میں نے تم سے زمین خریدی تھی' سونا نہیں خریدا تھا۔ بیچنے والا بولا میں نے تو تیرے ہاتھ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے سب بیچ دیا ۲۔ چنانچہ یہ دونوں ایک شخص کے

marfat.com

فَقَالَ اَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَاَنْفِقُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقُوْا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پاس مقدمہ لے گئے تو جسے انہوں نے پنچ بنایا تھا وہ بولا ۲؎ کیا تم دونوں کے اولاد ہے تو ان میں سے ایک بولا کہ میرے لڑکا ہے تو دوسرا بولا میرے لڑکی ہے پنچ نے کہا لڑکے کا لڑکی سے نکاح کردو اور ان پر خرچ کرو اور بچا ہوا خیرات کردو ۳؎۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۵۶) ا؎ یعنی جب خریدار نے اس زمین میں کنوآں یا بنیاد کھودی تو اس میں دفینہ پایا' کان و دفینہ مل جانے کے احکام کتب فقہ میں دیکھئے' ۲؎ سبحان اللہ کیسے ایماندار لوگ تھے' خریدار کہہ رہا ہے' کہ میں نے صرف زمین خریدی ہے اور یہ سونا زمین میں نہیں یہ تیرا ہے' بائع کہتا ہے کہ زمین کی فروخت میں اس کے اندر کی تمام چیزیں بک جاتی ہیں' جیسے اس کے اندر کا پانی اور کان وغیرہ لہذا یہ سونا بھی بک گیا اور زمین کی طرح اس کا بھی تو ہی مالک ہو گیا' ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص حکومت کا مقرر کردہ حاکم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا مقرر کردہ پنچ تھا اور ہو سکتا ہے کہ حاکم ہی ہو' مرقات نے فرمایا کہ بعض محدثین کے خیال میں یہ حاکم داؤد علیہ السلام تھے واللہ اعلم۔ ۴؎ وتصدقوا یا انفقوا کا بیان ہے یا علیحدہ حکم یعنی ان بچوں پر سارا خرچ کرو جس میں صدقہ کا ثواب ملے گا یا کچھ ان پر خرچ کرو کچھ فقراء پر' حاشیہ مشکوٰۃ خیال رہے کہ دفینہ کے یہ احکام ہمارے دین میں نہیں' ہمارے ہاں دفینہ اگر کفار کا ہے تو اس کا اور حکم ہے' اور اگر مسلمانوں کا ہے تو اور حکم' رہا یہ فیصلہ کہ کس کا دفینہ ہے' علامات سے کیا جائے گا' تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاضی و حاکم حتی الامکان فریقین میں صلح کی کوشش کرے اور ان کو اچھی بات کا حکم کرے۔

بَابُ السَّلَمِ وَالرَّهْنِ
سلم اور گروی کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

سلم کے لغوی معنے ہیں تسلیم یعنی سپرد کرنا' سونپنا' شریعت میں سلم یہ ہے کہ قیمت فی الحال دی جائے' چیز ادھار ہو' یہ تجارت سات آٹھ شرطوں سے جائز ہے' چونکہ اس بیع میں قیمت فوراً سپرد کی جاتی ہے اس لئے سلم کہلاتی ہے' اسے بیع سلف یعنی ادھار کی بیع بھی کہتے ہیں' کہ مال مبیع اس میں ادھار ہوتا ہے' بیع سلم کا ثبوت قرآن شریف سے بھی ہے' رب تعالٰی فرماتا ہے اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ یہاں بیع سلم مراد ہے' رہن کے معنی ہیں' حبس یعنی قید کرنا' روکنا' شریعت میں گروی کو رہن کہتے ہیں۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کے حق کی وجہ سے اپنی کوئی چیز حقدار کے پاس رکھ دی جائے' کہ جب یہ شخص حقدار کا حق ادا کردے' اپنی چیز لے لے' رہن کا ثبوت قرآن شریف سے بھی ہے' حدیث شریف سے بھی' چنانچہ رب تعالٰی فرماتا ہے فرھان مقبوضۃ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ قرض لیا' اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت وہ زرہ گروی ہی تھی جو جناب صدیق اکبر نے چھوڑائی (اشعہ ولمعات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ

(۲۷۵۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہ لوگ ایک

marfat.com

فِی الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَیْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلْیُسْلِفْ فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

سال دو سال تین سال تک بیع سلم کرتے تھے ۱؎ تو حضور انور نے فرمایا جو کسی چیز میں بیع سلم کرے وہ مقرر پیمانے اور وزن مقرر میں معین مدت تک سلم کرے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۷۵۷) ۱؎ اس طرح کہ دانے' پھل سال دو سال کے ادھار پر خریدتے تھے کہ قیمت آج دے دی' اور دانے یا پھل سال دو سال کے بعد لیں گے' ظاہر یہ ہے کہ دانے اور پھل ایسے ہوتے تھے جو سال بھر تک بازار میں ملتے رہیں' کیونکہ بیع سلم میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ چیز عقد کے وقت سے ادا کے وقت تک بازار میں ملتی رہے ۲؎ اس حدیث سے بیع سلم کی تین شرطیں معلوم ہوئیں' خریدی چیز کا وزن معلوم ہونا' پیمانہ معلوم ہونا' وقت ادا مقرر ہونا' احناف کے ہاں تقرر مدت بیع سلم کی شرط ہے' امام شافعی کے ہاں نہیں' لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے باقی شرائط چیز کی ذات و وصف کا معلوم ہونا' ادا کی جگہ مقرر ہونا' وقت ادا تک چیز کا بازار میں ملنا دوسری احادیث و دلائل سے معلوم ہوگا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اشْتَرٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِّنْ یَّهُوْدِیٍّ اِلٰی اَجَلٍ وَّرَهَنَهٗ دِرْعًا لَّهٗ مِنْ حَدِیْدٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۷۵۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ۱؎ غلہ ادھار میعاد معین تک کیلئے خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھی ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۷۵۸) ۱؎ اس یہودی کا نام ابو شحم تھا' قبیلہ بنی ظفر سے تھا' یا تو اس وقت صرف اسی کے پاس فالتو جو تھے' کسی صحابی کے پاس ضرورت سے زائد نہ تھے یا حضرات صحابہ حضور انور سے گروی لینے پر ہرگز تیار نہ تھے' اور گروی رکھنا ضروری تھا تاکہ آئندہ اس کی گروی کے مسائل لوگوں کو معلوم ہو سکیں اسی لئے یہودی سے قرض لیا اور اسے گروی دیا' حضور انور نے ابو شحم سے کچھ' جو ادھار لئے تھے' جیساکہ دوسری روایات میں ہے' ۲؎ اس واقعہ سے بہت سے احکام شرعیہ معلوم ہوئے' کفار سے خرید و فروخت اور قرض کا لین دین جائز ہے' اگرچہ ان کی آمدنی خالص حلال نہیں' وہ شراب و سور کی بھی تجارتیں کرتے ہیں سود کا کاروبار بھی کرتے ہیں' ہر مخلوط آمدنی والے کا یہی حکم ہے حضور انور نے دنیا میں زہد و قناعت اختیار کی' جنگی' سامان کفار کے ہاں گروی رکھنا درست ہے' اگرچہ بحالت جنگ ان کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا ممنوع ہے' ذمی کفار اپنے مال و اسباب کے شرعی مالک ہیں رہن گھر میں بھی درست ہے' قرآن کریم میں رہن رکھنے کے لئے جو سفر کی قید ہے کہ وان کنتم علی سفر الخ یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں' خیال رہے کہ کفار کے ہاتھ قرآن شریف یا مسلمان غلام فروخت کرنا ممنوع ہے' دین میں میعاد ادا مقرر ہونی چاہیے تاکہ جھگڑا نہ پڑے (مرقات)

وَعَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ یَهُوْدِیٍّ بِثَلٰثِیْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۷۵۹) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض گروی تھی ۱؎ (بخاری)

(۲۷۵۹) ۱؎ یا تو یہ وہ ہی واقعہ ہے جو ابھی مذکور ہوا یا یہ دوسرا واقعہ ہے' یہ زرہ حضرت ابوبکر صدیق نے چھوڑائی اور حضرت علی

marfat.com

کو مرحمت فرمادی (مرقات) اور حضور انور کے تمام وعدے و قرض حضرت صدیق اکبر نے ادا کئے' وہ جو روایت میں آتا ہے کہ مقروض میت کی روح ادائے قرض سے پہلے پھنسی رہتی ہے' یہ اس صورت میں ہے کہ میت نے بلا ضرورت قرض لیا ہو یا ناجائز کام کے لئے یا اس کی نیت ادا کی نہ ہو' لہٰذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں' ایک صاع ساڑھے چار سیر کا ہوتا ہے' تو کل ۱۳۵ سیر جو ہوئے یعنی تین من پندرہ سیر۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَّلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَعَلَى الَّذِیْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۷۶۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سواری گروی ہو تو اس کے خرچ کے عوض اس پر سوار ہوا جاسکتا ہے اور جب جانور گروی ہو تو اس کا دودھ خرچ کے عوض پیا جاسکتا ہے ۱۔ اور سوار ہونے والے اور دودھ پینے والے کے ذمہ خرچ ہے ۲۔ (بخاری)

(۲۷۶۰) ۱۔ جمہور علماء کے نزدیک اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ مالک یعنی مقروض اپنی گروی چیز کا خرچہ برداشت کرے اور اس سے نفع حاصل کرسکتا ہے' لہٰذا گروی بھینس یا گھوڑے کا خرچ مالک یعنی مقروض دے گا' اور دودھ یا سواری کا حق بھی مقروض ہی کو ہوگا' اس صورت میں حدیث ظاہر ہے' اگر یہ مطلب ہو کہ قرض خواہ گروی پر خرچ کرے' اور اس کے دودھ سواری سے فائدہ اٹھائے تو احادیث ربو سے یہ حدیث منسوخ ہے کہ جو قرض نفع کا ذریعہ ہو وہ حرام ہے' امام احمد و اسحاق اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ قرض خواہ رہن سے نفع بھی اٹھائے اس پر خرچ بھی کرے' وہ بھی صرف سواری و دودھ کی اجازت دیتے ہیں' باقی منافع حاصل کرنا ان کے ہاں بھی حرام ہے مگر ان کا یہ قول ضعیف بھی ہے اور جمہور علماء و احادیث ربو کے مخالف بھی' کیونکہ ان کے ہاں بھی' اگر مرہون غلام قرض خواہ کے قبضہ میں فوت ہوجائے تو اس کا کفن دفن مالک پر ہے نہ کہ قرض خواہ پر۔ اگر مقروض اس گروی کا دودھ وغیرہ استعمال کرے' تو خرچہ اس کے ذمہ اور اگر قرض خواہ اس کی یہ چیزیں نہ دے' تو رہن کی آمدنی سے اس کے یہ خرچ پورے کئے جائیں' اگر آمدنی بچ رہے تو وہ قرض خواہ کے پاس امانت ہے جو اداء قرض کے وقت دی جائے' اور اگر خرچ بڑھ جائے تو قرض میں شمار ہوگا جب مقروض قرض اور یہ خرچ ادا کرے گا تب اپنی چیز واپس لے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَغْلَقُ الرَّهْنُ الرَّهْنَ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِیْ رَهَنَهٗ لَهٗ غُنْمُهٗ وَعَلَيْهِ غُرْمُهٗ. رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ مُرْسَلًا وَرُوِیَ مِثْلُهٗ اَوْ مِثْلُ مَعْنَاهُ لَا يُخَالِفُهٗ عَنْهُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ مُتَّصِلًا.

(۲۷۶۱) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گروی رکھنا مرہون چیز کو اس کے گروی رکھنے والے مالک سے نہیں روکتا ۱۔ اس کے لئے اس مرہون کا نفع ہے اور اس ہی پر مرہون کا تاوان ۲۔ (شافعی مرسلا") اور اس کی یا اس کے معنی کی مثل جو مذکورہ حدیث کے خلاف نہیں سعید ابن مسیب سے متصلا" مروی ہے وہ ابوہریرہ سے ۳۔

marfat.com

(۲۷۶۱) ا۔ لا یغلق باب افعال کا مضارع معروف ہے، پہلا رہن مصدر ہے دوسرا بمعنی مرہون یعنی کسی چیز کا گروی رکھ دینا مرہون چیز کو مالک مقروض سے روکتا نہیں، بلکہ اس راہن کو اس مرہون کے استعمال کا حق ہے ۲۔ یعنی گروی چیز کے منافع مالک کے ہوں گے اور اس کے تمام مصارف مالک ہی پر ہوں گے وہ رہن قرض خواہ کے پاس بطور امانت مقبوض رہے گا، یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے کہ مالک راہن مرہون کے نفعے حاصل کرے گا اور اس پر ہی اس کے خرچے ہوں گے، مرتہن یعنی قرض خواہ کو نفع لینے کا حق ہے نہ اس پر خرچ، یہ ہی جمہور علماء اسلام کا مذہب ہے اور یہ حدیث اس کی مؤید ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رہن پر قرض خواہ کا قبضہ تو ضروری ہے۔ مگر قبضہ کا دوام ضروری نہیں مالک کچھ دیر کے لئے قرض خواہ سے مرہون لے سکتا ہے کہ بغیر ملے اس سے نفع کیسے اٹھائے گا ۳۔ راوی معروف ہے اور اس کے فاعل امام شافعی ہیں ہو سکتا ہے کہ مجہول ہو اور مثلہ نائب فاعل مطلب یہ ہے کہ مصابیح میں تو مرسل مروی ہے، اور امام شافعی نے متصل اسناد سے بھی روایت فرمائی عن سعید ابن مسیب عن ابی ہریرہ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْمِيْزَانُ مِيْزَانُ اَهْلِ مَكَّةَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۷۶۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیانے تو مدینہ والوں کے ہیں اور ترازو مکہ والوں کے ا۔(ابوداؤد، نسائی)

(۲۷۶۲) ا۔ یعنی شرعی احکام میں جہاں وزن ضروری ہے، تو مکہ والوں کا وزن معتبر کہ وہ لوگ عموماً تاجر ہیں، انہیں دن رات وزن سے کام رہتا ہے، اور جہاں ناپ ضروری ہے، تو مدینہ والوں کے ناپ کا اعتبار ہے کہ یہ لوگ عموماً کاشتکار ہیں، انہیں ناپنے کا کام رہتا ہے، دیکھو زکوۃ چاندی سونے کے وزن پر ہے اور وزن سے ہے، تو اس میں مکہ والوں کا وزن لو، اور فطرہ میں ناپ کا اعتبار ہے، تو مدینہ والوں کا ناپ ملحوظ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْكَيْلِ وَالْمِيْزَانِ اِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيْتُمْ اَمْرَيْنِ هَلَكَتْ فِيْهِمَا الْاُمَمُ السَّابِقَةُ قَبْلَكُمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۷۶۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ و تول والوں سے تم ایسی دو چیزوں کے ذمہ دار بنائے گئے ہو ا۔ جن میں تم سے پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں ۲۔(ترمذی)

(۲۷۶۳) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ ان دو چیزوں سے مراد ناپ و تول، جیسا کہ ترجمہ باب سے ظاہر ہے، بعض شارحین نے ان دو سے مراد نماز و جہاد لیا، مگر یہ خلاف ظاہر ہے ورنہ حدیث اس باب میں نہ لائی جاتی (لمعات) ۲۔ ان امتوں سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی امت ہے جو تول و ناپ میں بے ایمانی کرتے تھے کہ لیتے تھے زیادہ، دیتے تھے کم، کیونکہ وہ امت بڑی جماعت تھی، اس لئے انہیں امم جمع فرمایا گیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۲۷۶۴) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں

marfat.com

وَسَلَّمَ مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلَا یَصْرِفْهُ اِلٰی غَیْرِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّقْبِضَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی چیز کو بیع سلم سے خریدے تو اسے قبضہ سے پہلے دوسرے کو نہ دے ا۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۷۶۴) ا۔ یہ حکم اس قاعدہ کی بنا پر ہے کہ کسی چیز کی فروخت قبضہ سے پہلے جائز نہیں' صرف سے مراد پھیرنا' منتقل کرنا ہے یعنی بیع سلم میں خریدار سلم فیہ یعنی خریدی چیز کو قبضہ سے پہلے دوسرے کی طرف منتقل نہیں کر سکتا' نہ بیع سے نہ ہبہ یا صدقہ سے' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ بیع سلم میں خریدار کسی اور چیز سے تبادلہ نہیں کر سکتا مثلاً بائع سے گندم خریدی تھی اور قبضہ سے پہلے جو سے تبادلہ کرے' یہ ناجائز ہے۔

بَابُ الْاِحْتِكَارِ

غلہ روکنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ا۔ احتکار حکر سے بنا' بمعنی ظلم و بد صحبتی' شریعت میں انسان یا جانور کی غذاؤں کا ذخیرہ کر لینا احتکار کہلاتا ہے' تنگی کے زمانہ میں احتکار ناجائز ہے' فراخی میں جائز یعنی اگر انسان یا جانور بھوکے مر رہے ہیں' بازار میں یہ چیزیں ملتی نہیں مگر یہ ظالم اور زیادہ مہنگائی کے انتظار میں اشیاء ضرورت کا ذخیرہ کئے بیٹھا ہے' یہ جرم ہے' ممانعت کی تمام حدیثوں میں احتکار سے یہی مراد ہے' مطلقاً ذخیرہ کرنا حرام نہیں ورنہ مسلمان غلہ بھوسہ وغیرہ کی تجارت نہ کر سکیں گے (اشعہ و مرقات)

وَعَنْ مَعْمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ فِیْ بَابِ الْفَیْءِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

(۲۷۶۵) روایت ہے حضرت معمر سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غلہ روکے وہ خطا کار ہے ۲۔ (مسلم) اور ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ بنی نضیر کے مال کا الخ انشاء اللہ تعالٰی باب الفئی میں ذکر کریں گے۔

(۲۷۶۵) ا۔ آپ معمر ابن عبداللہ صحابی ہیں' قرشی عدوی ہیں' قدیم الاسلام ہیں' پہلے حبشہ کی جانب ہجرت کی' پھر وہاں سے مدینہ طیبہ کی طرف' وہیں عمر گزاری' ان کے علاوہ بہت سے تابعین تبع تابعین کا نام معمر ہے' جن میں معمر ابن راشد بہت مشہور ہیں' ظاہر یہ ہے کہ یہاں معمر صحابی مراد ہیں' اور حدیث متصل ہے' اور ہو سکتا ہے کہ معمر تابعی مراد ہوں اور حدیث مرسل ہو (اشعہ) ۲۔ یعنی گنہگار' امام مالک نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ مطلقاً مال کا ذخیرہ کرنا ناجائز ہے' مال غذا کی قسم کا ہو یا اور باقی جمہور ائمہ کے ہاں صرف غذاؤں کا روکنا منع ہے وہ بھی صرف تنگی کے زمانہ میں' اگر اس کے روکنے سے بازار پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور چیز عموماً مل ہی رہی ہے' تو بلا کراہت جائز ہے۔ (مرقات)

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَّالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۲۷۶۶) روایت ہے حضرت عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں غلہ لانے والا روزی دیا جائے گا روکنے والا لعنتی ہے۱؎ (ابن ماجہ' داری)

(۲۷۶۶) ۱؎ یعنی جو تاجر باہر سے شہر میں غلہ لائے جس کی وجہ سے یہاں کا قحط دور ہو جائے' اللہ اسے روزی دے' اور جو غلہ کو ذخیرہ کرکے قحط پیدا کردے' اس پر خدا کی پھٹکار ہو' اور ہو سکتا ہے کہ یہ خبر ہو یعنی غلہ لانے والے کو برکتیں ملیں گی' اور ذخیرہ والا لعنتی ہی مرے گا'

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ غَلَا السِّعْرُ عَلٰی عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَعِّرْ لَنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ اَلْقٰی رَبِّیْ وَلَیْسَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ یَطْلُبُنِیْ بِمَظْلِمَۃٍ بِدَمٍ وَّلَا مَالٍ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۲۷۶۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھاؤ چڑھتے گئے' تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بھاؤ مقرر فرمادیجئے۱؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھاؤ مقرر فرمانے والا اللہ ہے وہ ہی تنگی و فراخی فرمانے والا روزی رساں ہے۲؎ میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے اس طرح ملوں۳؎ کہ تم میں سے کوئی مجھ سے خونی یا مالی ظلم کا مطالبہ نہ کرسکے ہے۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' داری)

(۲۷۶۷) ۱؎ یعنی دن بدن گرانی بڑھتی جارہی ہے' آپ ہر چیز پر کنٹرول (CONTROL) فرماتے ہوئے بھاؤ مقرر فرمادیں' کہ کوئی شخص اس سے زیادہ بھاؤ پر فروخت نہ کرسکے تاکہ خریداروں کو آسانی ہو' جیسا کہ آج کل حکومتیں کرتی رہتی ہیں ۲؎ یعنی بھاؤ کا اتار چڑھاؤ' گرانی و ارزانی رب کی طرف سے ہے یہ قدرتی چیز ہے جو انسان کی تدبیر سے دفع نہیں ہوسکتی' اس کے لئے رب سے دعائیں مانگو کہ وہ رحم کرے ارزانی بھیجے' سبحان اللہ کیا پیارا فرمان ہے تجربہ شاہد ہے کہ کنٹرول (CONTROL) سے ارزانی نہیں ہوتی گرانی بڑھ جاتی ہے کہ پھر تاجر بلیک (BLACK) سے دوگنی تگنی قیمت پر فروخت کرتے ہیں بلکہ کبھی چیز نایید ہوجاتی ہے بھلا جس چیز کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رد فرمادیا ہو وہ مفید کب ہوسکتی ہے ۳؎ یعنی میری وفات اس حال میں ہو' یا قیامت میں اس طرح اٹھوں کہ کسی بندہ کا مجھ پر کوئی حق نہ ہو' ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو رب سے اتنے قریب ہیں اور رب سے ایسے ملے ہوئے ہیں' کہ جو ان سے مل جائے وہ رب سے مل جاتا ہے' رب فرماتا ہے کہ اگر مجرم آپ کے دروازہ پر آکر استغفار کریں تو رب کو پالیں گے' حضرت حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔ شعر:۔

☆ ضم الالہ اسم النبی باسمہ ☆ اذ قال فی الخمس المؤذن اشھد ☆

یعنی رب نے تو ان کے نام کو اپنے نام کے ساتھ اذان و کلمہ وغیرہ میں ملالیا ہے' ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر:۔

☆ وہ رب کے ہیں رب ان کا ہے جو ان کا ہے وہ رب کا ہے ☆ بے ان کے جو رب سے ملا چاہے دیوانہ ہے سودائی ہے ☆

marfat.com

بہرحال رب سے ملنے سے مراد وفات یا قیامت میں اٹھنا ہے'۴؎ معلوم ہوا کہ چیزوں پر کنٹرول کرنا' ان کے بھاؤ مقرر کر دینا تاجروں پر بھی ظلم ہے اور خریداروں پر بھی' تاجروں پر اس لئے کہ جب انہیں وہ چیز اس بھاؤ پڑتی نہیں تو وہ بیچیں گے کیوں کر اگر حکومت جبراً سستی بکوادے' تو یہ دوسرے کے مال میں ناحق تصرف ہے' اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تاجر بیوپار چھوڑ دیں گے اور لوگ بھوکے مریں گے' جیسا کہ اب بھی مشاہدہ ہو رہا ہے' ہاں اگر حکومت خود تجارت کرے یا تاجروں کو مناسب بھاؤ پر مہیا کر کے دے' پھر فروخت کا بھاؤ مقرر کر دے' جس سے تاجروں کو نقصان نہ ہو اور چیز ناپید نہ ہو تو جائز ہو سکتا ہے' اس کی تفصیل اسی جگہ لمعات شرح مشکوۃ میں ملاحظہ فرمایئے' کچھ مرقات نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے' خریداروں پر اس لئے کہ جب تاجر کنٹرول کی وجہ سے مال باہر سے لانا چھوڑ دیں گے تو خریدار مال کہاں سے حاصل کریں گے' شہر میں قحط پڑ جائے گا یا پھر بلیک (BLACK) ہو کر مال بہت ہی گراں ملے گا' جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ طَعَامَهُمْ ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجُذَامِ وَالْاِفْلَاسِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ ،

(۲۷۶۸) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسلمانوں پر ان کی روزی (غلہ) روکے ۱؎ اللہ اسے کوڑھ اور مفلسی میں مارے ۲؎ (ابن ماجہ' بیہقی شعب الایمان اور رزین نے اپنی کتاب میں)

(۲۷۶۸) ۱؎ ان کی روزی فرمانے میں اشارۃً فرمایا کہ احتکار مطلقاً ممنوع ہے' مگر مسلمانوں پر احتکار زیادہ برا کہ مسلمان کو تکلیف دینا دوسروں کو تکلیف دینے سے بدتر ہے'۲؎ حق یہ ہے کہ یہ جملہ خبر نہیں بلکہ بددعا ہے' گویا محتکر یعنی غلہ ذخیرہ کر کے لوگوں کو بھوکا مارنے والا نبی کی بددعا کا مستحق ہے' اور اس کے برعکس مسلمانوں پر وسعت کرنے والا نبی کی دعا کا حقدار ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يُرِيْدُ بِهِ الْغَلَاءَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۲۷۶۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چالیس دن غلہ روکے ۱؎ کہ اس کے مہنگے ہونے کا انتظار کرے ۲؎ تو وہ اللہ سے دور ہو گیا اور اللہ اس سے بیزار ہو گیا ۳؎ (رزین)

(۲۷۶۹) ۱؎ چالیس دن کا ذکر حد بندی کے لئے نہیں' تاکہ اس سے کم احتکار جائز ہو' بلکہ مقصد یہ ہے کہ جو احتکار کا عادی ہو جائے اس کی یہ سزا ہے' چالیس دن کوئی کام کرنے سے عادت پڑ جاتی ہے' اس لئے چالیس دن نماز باجماعت کی تکبیر اولیٰ پانے کی بڑی فضیلت ہے' کہ اتنی مدت میں وہ جماعت کا عادی ہو جائے گا ۲؎ ہر جگہ احتکار میں یہ ہی قید ہے کہ غلہ کی گرانی کے لئے اس کا ذخیرہ کرنا ممنوع ہے' وہ بھی جبکہ لوگ تنگی میں ہوں' اور یہ بہت زیادہ گرانی کا انتظار کرے کہ خوب نفع سے بیچے ۳؎ یہ فرمان عالی شان انتہائی غضب کا ہے' جو بادشاہ کی حفاظت سے نکل جائے اس کا حال کیا ہوتا ہے' جو چاہے اس کا مال لوٹ لے' جو چاہے اس کا خون کر دے' جو چاہے اس کے زن و فرزند کو ہلاک کر دے' تو جو رب تعالیٰ کی امان و عہد سے نکل گیا اس کی بدحالی کا اندازہ نہیں ہو

marfat.com

سکتا' لہذا یہ ایک جملہ ہزارہا عذابوں کا پتہ دے رہا ہے' رب تعالیٰ محفوظ رکھے' یہ حدیث احمد و حاکم نے کچھ فرق کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے روایت فرمائی۔

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ).

(۲۷۷۰) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا غلہ روکنے والا بندہ بہت برا ہے کہ اگر اللہ بھاؤ سستے کرے تو رنجیدہ ہو اور اگر مہنگے کرے تو خوش ا۔ (بیہقی شعب الایمان اور رزین اپنی کتاب میں)

(۲۷۷۰) ا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تکلیف پر خوش ہونا اور ان کی خوشی پر ناراض ہونا لعنتی آدمیوں کا کام ہے' خوشی و غم میں مسلمانوں کے ساتھ رہنا چاہیے' غلہ کے ناجائز بیوپاریوں کا عام حال یہ ہی ہے کہ ارزانی سن کر ان کا دل بیٹھ جاتا ہے' گرانی کے لیے ناجائز عمل کرتے ہیں' الٹے وظیفے پڑھتے ہیں' لوگوں سے قحط کی دعائیں کراتے ہیں نعوذ باللہ' وقت پر بارش ہو تو ان کے گھر صف ماتم بچھ جاتی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَهٗ كَفَّارَةً. (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۲۷۷۱) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چالیس دن غلہ روکے ا۔ پھر وہ سارا غلہ خیرات بھی کر دے تب بھی اس کا کفارہ نہ ہو گا ۲۔ (رزین)

(۲۷۷۱) ا۔ چالیس دن فرمانے کی حکمتیں ابھی عرض کی جا چکیں' ہو سکتا ہے کہ چالیس دن سے کم احتکار کرنے والے کا یہ حکم نہ ہو کہ ابھی یہ گناہ اس کی طبیعت میں پختہ نہ ہوا' ۲۔ یعنی اگرچہ اس صدقہ کا ثواب پائے گا مگر یہ ثواب اس گناہ کا کفارہ نہ ہو سکے گا جو غلہ روکنے سے ہوا' یہ حدیث ابن عساکر نے حضرت معاذ سے کچھ لفظی فرق کے ساتھ روایت فرمائی۔

بَابُ الْاِفْلَاسِ وَالْاِنْظَارِ

باب دیوالیہ کرنا اور مہلت دینا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

افلاس فلس بمعنی پیسہ کا مصدر ہے ہمزہ سلب کا ہے لہذا اس کے معنے ہوئے پیسہ نہ رہنا' ہو سکتا ہے کہ ہمزہ تصییر کی ہو یعنی اس کے پاس روپیہ اشرفیوں کی بجائے پیسے بن جانا یا پیسے رہ جانا' انظار نظر سے بنا بمعنی ڈھیل یا مہلت دینا یعنی مقروض کا دیوالیہ ہو جانا اور اس کو قرض خواہوں یا حکومت کی طرف سے مہلت دینا کہ مال حاصل ہونے پر ادا کرے' ابھی اس پر تقاضا نہ ہو' یہ حکم قرآن کریم سے حاصل ہوا' فرماتا ہے وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ اس مہلت دینے کا بڑا اجر و ثواب ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ اَفْلَسَ فَاَدْرَكَ رَجُلٌ مَالَهٗ

(۲۷۷۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دیوالیہ ہو جائے ا۔ پھر کوئی

marfat.com

بِعَيْنِهٖ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ غَيْرِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

شخص اپنا مال بعینہ اسی طرح پالے ۲؎ تو دوسروں سے زیادہ حق دار اس کا یہ ہی ہو گا ۳؎ (مسلم بخاری)

(۲۷۷۲) ۱؎ امام شافعی علیہ الرحمتہ کے ہاں من عام ہے جس میں ساری قسم کے دیوالیہ داخل ہیں' مگر احناف کے ہاں من سے مراد وہ خریدار ہے جو تاجر سے لوہار خرید کرلایا' پھر دیوالیہ ہو گیا' اس فرق مطلب کی وجہ سے ان دونوں اماموں میں بڑا اختلاف ہے جیسا کہ آئندہ ذکر ہو گا ۲؎ بعینہ پانے سے مراد یہ ہے کہ نہ توذاتا" وہ مال فنا ہوا ہو نہ صفاتا" کہ نہ تو وہ چیز دیوالیہ نے خرچ کر کے فنا کردی ہو' نہ اسے وقف یا ہبہ یا بیچ کر دیا ہو' اگر ایسا کر چکا ہے تو اس کا یہ حکم نہیں' ۳؎ امام شافعی کے ہاں اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر دیوالیہ کے پاس کسی کو اپنا مال مل جائے تو وہ اپنا مال لے لے' دوسرے قرض خواہ اس میں شریک نہ ہوں گے یہ مال کسی قسم کا بھی ہو' ہمارے احناف کے ہاں اس سے صرف یہ صورت مراد ہے کہ کسی شخص نے کسی سے کوئی چیز بشرط خیار خریدی کہ خیار بائع کو تھا اچانک خریدار دیوالیہ ہو گیا تو اب بائع اپنا خیار استعمال کر کے چیز واپس لے سکتا ہے اور اگر اس مال کی کچھ قیمت بھی لے چکا ہے' تو بقدر قیمت وضع کر کے باقی چیز واپس لے سکتا ہے' اس کے علاوہ اور کسی صورت میں یہ مال نہیں لے سکتا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ ہی فیصلہ فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ ہی منقول ہے۔ (مرقات) یہ اختلاف خیال میں رہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ اُصِيْبَ رَجُلٌ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا عَلَيْهِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَآءَ دَيْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغُرَمَآئِهٖ خُذُوْا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۷۳) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ پھلوں میں جو اس نے خریدے تھے گھاٹے میں پڑ گیا تو اس پر بہت قرض ہو گیا ۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر صدقہ کرو لوگوں نے اسے صدقہ دیا۔ مگر صدقہ اس کے ادائے قرض تک نہ پہنچ سکا ۲؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا جو پاؤ وہ لے لو ۳؎ تو تمہیں اس کے سواء کچھ نہ ملے گا ۴؎ (مسلم)

(۲۷۷۳) ۱؎ یعنی اس نے بہت باغ والوں سے قرض پھل خریدے' پھر یا تو پھل یکدم ارزاں ہو گئے کہ ان کا بھاؤ بہت گر گیا یا پھل خراب ہو گئے' دیوالیہ ہو گیا' ان کا قرض ادا نہ کر سکا نہ اس کے مال کی قیمت سے ہی ان کا قرض ادا ہو سکتا تھا' دیوالیہ اسی کو کہتے ہیں ۲؎ یعنی لوگوں نے اسے صدقات و خیرات بھی حتی الامکان دیئے' مگر قرض اتنا زیادہ تھا کہ اس کا مال اور یہ صدقات مل کر بھی ادا نہ ہو سکتا تھا' صدقہ کا یہ حکم استحبابی تھا' معلوم ہوا کہ دیوالیہ کو صدقہ دینا بہتر ہے' کسی مسلمان کی گردن چھوڑنا بہت ثواب ہے۔ ۳؎ یعنی مقروض کی تمام املاک تجارتی مال' جائیداد' مکانات وغیرہ جو کچھ اس کی ملک و قبضہ میں ہے' تم لوگ آپس میں بقدر حصہ تقسیم کر لو' اگر تمام املاک قرض کا نصف ہے' تو ہر قرض خواہ اپنا آدھا قرض وصول کرے' اگر قرض کا تہائی ہے تو ہر قرض خواہ اپنا تہائی قرض وصول کرے' یہ حضرت امام اعظم کی دلیل ہے کہ کوئی شخص مقروض کے قبضہ سے کسی خاص چیز پر قبضہ نہیں کر سکتا بلکہ قرض خواہوں کے ساتھ بقدر حصہ وصول کرے گا ۴؎ یعنی اس وقت زیادہ نہ ملے گا اور نہ تم مقروض کو قید و بند کر سکتے ہو' اسے

marfat.com

مہلت دو' جب اس کے پاس مال ہو جائے لے لو' یہ مطلب نہیں کہ اب تمہارا بقیہ قرض ملے گا ہی نہیں' مارا گیا یا معاف ہو گیا' خیال رہے کہ اس مقروض کو قید کرایا جا سکتا ہے جس کے متعلق شبہ ہو کہ اس کے پاس مال تو ہے مگر چھپا لیا ہے پھر جب اس کی ناداری معلوم ہو جائے تو اسے قید نہیں کیا جا سکتا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۷۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکر سے اس نے کہہ رکھا تھا۱؎ کہ جب تو کسی تنگ دست کے پاس تقاضا کو جائے تو اسے معاف کر دے۲؎ ہو سکتا ہے کہ اللہ ہم کو معافی دے دے فرمایا کہ وہ اللہ سے ملا تو رب نے اس سے درگزر فرمائی۳؎ (مسلم بخاری)

(۲۷۷۴) ۱؎ نوکر سے وہ نوکر مراد ہے جو مقروضوں سے تقاضا کرنے کو مقرر تھا جیسا کہ عام تجار ساہوکار ایسے لوگ رکھتے ہیں' فتی ساتھی کو بھی کہتے ہیں نوکر و غلام کو بھی اس کے لغوی معنی ہیں جوان' ۲؎ یا سارا قرض معاف کر دے یا کچھ قرض یا مہلت دیدے کہ جلدی اقتضانہ کرے' معافی میں یہ سب کچھ داخل ہے' ۳؎ کہ اس کے سارے گناہ بخش دے' اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ غلام یا نوکر کو قرض وصول کرنے کا وکیل کر سکتے ہیں' دوسرے یہ کہ وکیل کو معافی یا نرمی کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں' تیسرے یہ کہ دعا میں جمع کے صیغے استعمال کرنا بہتر ہے کہ اس نے کہا تھا عنا کہ اگر ایک کے حق میں دعا قبول ہو گئی تو انشاء اللہ سب کے حق میں قبول ہو جائے گی' چوتھے یہ کہ گزشتہ دین کے احکام ہمارے لئے بھی قابل عمل ہیں جبکہ قرآن یا حدیث میں نقل ہوں (نووی' مرقات) پانچویں یہ کہ اپنے مقروض پر مہربانی کرنا اپنی بخشش کا ذریعہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۷۵) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہے کہ اسے اللہ تعالٰی روز قیامت کی تکالیف سے نجات دے۱؎ تو چاہیے کہ وہ تنگدست کو مہلت دے یا معافی۲؎ (مسلم)

(۲۷۷۵) ۱؎ کرب کاف کے پیش ر کے فتح سے کربۃ کی جمع ہے بمعنی تکلیف' محنت' مشقت' اس لفظ میں قیامت کی دھوپ' پیاس' گھبراہٹ' ملائکہ کی سختی وغیرہ سب کچھ داخل ہے' ۲؎ فلینفس تنفیس سے بنا بمعنی تاخیر کرنا' دیر لگانا' مہلت دینا' وضع سے مراد یا قرض بالکل معاف کر دینا' اگر قرضخواہ کی طرف سے وکیل قبض کو اس کی اجازت ہو' تو وہ یہ کام کر سکتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ تم بھی رب تعالٰی کے مقروض ہو' لہذا اپنے مقروضوں کو معافی یا آسانی دو تم پر اللہ آسانی کرے گا۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

(۲۷۷۶) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو تنگدست کو مہلت دے یا معافی۱؎ تو اللہ اسے روز قیامت کی تکلیف سے نجات دے گا۲؎

marfat.com

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) (مسلم)

(۲۷۶۷) ا۔ تنگدست کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ مقروض جو فراخی والا ہو مگر بد ہند ہو' اسے مہلت نہ دی جائے' وہ خبیث النفس ہے' اس سے وصول ہی کیا جائے' ۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کی تکلیف سے بچنا چاہو تو لوگوں کو مصائب سے بچاؤ کما تدین تدان

وَعَنْ اَبِی الْیَسَرِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْہُ اَظَلَّہُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۷۷) روایت ہے حضرت ابوالیسر سے ا۔ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کسی تنگدست کو مہلت یا معافی دے ۲۔ تو اللہ اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا ۳۔ (مسلم)

(۲۷۷۷) ا۔ آپ کا نام کعب ابن عمرو ہے کنیت ابوالیسر انصاری ہے' بیعت عقبہ و غزوہ بدر میں شریک ہوئے' آپ ہی نے بدر کے دن حضرت عباس ابن عبدالمطلب کو قید کر کے بارگاہ رسالت میں پیش فرمایا ۵۵ھ میں مدینہ پاک میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے (اشعہ) ۲۔ مہلت و معافی میں فرق واضح ہے' مگر دونوں کی جزاء و ثواب یکساں ہے' ۳۔ اپنے سایہ سے مراد عرش اعظم کا سایہ ہے کہ قیامت میں صرف اسی کا سایہ ہو گا وہاں ہی دھوپ اور تپش سے امان ہو گی' مقروض پر آسانی کرنے والا تنہائی میں اپنے گناہ یاد کر کے رونے والا گناہ کرنے کے ارادہ پر رب کو یاد کر کے ہٹ جانے والا وغیرہ اس کے سایہ میں ہوں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکْرًا فَجَاءَتْہُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَۃِ قَالَ اَبُوْرَافِعٍ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَکْرَہٗ فَقُلْتُ لَا اَجِدُ اِلَّا جَمَلًا خِیَارًا رَبَاعِیًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطِہٖ اِیَّاہُ فَاِنَّ خَیْرَ النَّاسِ اَحْسَنُہُمْ قَضَاءً۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۷۸) روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوان اونٹ قرض لیا ا۔ پھر آپ کے پاس صدقہ کے اونٹ آئے ابو رافع کہتے ہیں کہ مجھے حضور انور نے حکم دیا کہ اس شخص (قرض خواہ) کا اونٹ ادا کر دوں ۲۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس سے اچھا رباعی دانت والا اونٹ ہی پا رہا ہوں ۳۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے وہ ہی دے دو کہ بہترین شخص وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے ۴۔ (مسلم)

(۲۷۷۸) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ فقراء پر خیرات کرنے کو قرض لیا' ورنہ آپ صدقہ کے اونٹ سے ادا نہ فرماتے' اور ہو سکتا ہے کہ اپنے لئے قرض لیا ہو پھر صدقہ کا اونٹ اپنی حبیب سے خرید کر لوا قرض کر دیا اور وہ قیمت خیرات کر دی ہو' بکر نو عمر جوان اونٹ کو کہتے ہیں' اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق کو ابو بکر کہا جاتا ہے کہ آپ جوان اونٹ پر سواری کرتے تھے (اشعہ) یا اس لئے کہ بکر کے معنی ہیں اول' چونکہ آپ ایمان' صحابیت وغیرہ بہت سے کمالات میں اول رہے' لہذا آپ کو ابو بکر یعنی اولیت والے کہا گیا ابو بمعنی والا' یہ حدیث امام شافعی و جمہور ائمہ کی دلیل ہے کہ حیوان کا قرض لینا جائز ہے' ہمارے امام اعظم کے ہاں منع ہے' وہ اس حدیث کو منسوخ فرماتے ہیں' ۲۔ اگر فقیر کے لئے عرض لیا تھا تب تو اس کے معنی ظاہر ہیں' اور اگر اپنے لئے قرض لیا تھا تو مطلب وہ ہی ہے

marfat.com

جو ابھی قرض کیا گیا کہ صدقہ کے اونٹ کی قیمت فقیر کو دے دی اونٹ قرض خواہ کو عطا فرمادیا' جیسے آج ہم قربانی کی کھال کی قیمت خیرات کردیتے ہیں' اس صدقہ کی فروخت جائز ہے' ۳؎ یعنی چھ برس کی عمر والا اونٹ جس کے رباعی دانت اگ گئے ہوں' رباعی دانت وہ ہیں جو کیلوں کے برابر ہوتے ہیں' ۴؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر مقروض بغیر شرط لگائے قرض سے کچھ زیادہ دیدے خواہ وصف کی زیادتی ہو یا تعداد میں وہ سود نہیں سود وہ ہے جو قولاً "یا عادتاً" مشروط ہو' امام مالک کے یہاں غیر مشروط زیادتی عدد بھی حرام ہے' زیادتی وصف درست ہے' دوسرے یہ کہ قرض خواہ کو خوش دلی سے قرض ادا کرے' خیال رہے کہ یہاں حضور انور نے اعلیٰ درجہ کا اونٹ قرض خواہ کو دیا اور اس کی قیمت اپنی طرف سے فقیر کو دی' لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صدقہ کامال اس طرح رعایتہ "یا مروت کرکے دینا کیسے درست ہے' متولی کو چاہیے کہ صدقہ کی بہتری کی تدبیر کرے' گویا یہ اونٹ حضور انور نے خود قرض لے کر ادا فرمایا پھر اس کی قیمت صدقہ میں دی (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا تَقَاضٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَاشْتَرُوْا لَهٗ بَعِیْرًا فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ قَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ فَاِنَّ خَیْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۷۷۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضائے قرض کیا تو آپ پر سختی کی ۱؎ صحابہ نے کچھ کرنا چاہا ۲؎ تو حضور نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کہ حق والے کو کچھ کہنے کا حق ہے ۳؎ اور اس کے لئے اونٹ خرید لو وہ اسے دے دو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو اس کی عمر سے بہتری پاتے ہیں ۴؎ فرمایا وہ ہی خرید لو اور وہ ہی اسے دے دو کہ تم میں بہترین وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے ۵؎ (مسلم بخاری)

(۲۷۷۹) ۱؎ یہ سختی کرنے والا قرض خواہ یا تو کوئی یہودی وغیرہ کافر ہوگا یا آداب سے ناواقف بدوی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام سے خبردار نہ تھے' وہ تو بغیر قرض بھی گفتگو میں بہت سختی کرتے تھے اور حضور انور تحمل فرماتے تھے' ورنہ صحابہ کرام سے یہ سختی ناممکن ہے (لمعات و مرقات) ۲؎ مار پیٹ یا سخت جواب یا بارگاہ عالی سے نکال دینا چاہا ۳؎ یعنی قرض خواہ کو حق ہے کہ اگر مقروض غنی ہوکر ٹال مٹول کرے تو اس کے خلاف دعویٰ کردے یا اسے ظالم خائن کہے یا کہے کہ تو نادہند بہانہ خور ہے' خیال رہے کہ یہ قانون نادہند مقروضوں کے لئے ہے جو حضور انور نے اس موقعہ پر بیان فرمایا' ورنہ حضور انور ان تمام ٹال مٹول وغیرہ سے معصوم ہیں ۴؎ یعنی جو اونٹ اس نے آپ کو قرض دیا تھا وہ کم عمر اور دبلا تھا' اب بازار سے ایسے دبلے کم عمر اونٹ نہیں ملتے' اس سے اچھے موٹے رباعیہ مل رہے ہیں ۵؎ طبرانی' ابن حبان' حاکم' بیہقی نے حضرت زید ابن سعنہ سے روایت کی کہ میں یہود کے بڑے پادریوں میں سے تھا' میں نے حضور انور میں تمام علامات نبوت تو دیکھ لی تھیں دو کی آزمائش کرنا چاہتا تھا ایک حلم' دوسرے سختی کے جواب میں نرمی' میں نے حضور انور کو کچھ چھوہارے ادھار دیئے اور وقت اداء سے دو دن قبل تقاضا کرنے کے لئے آگیا' آپ کی چادر پکڑ کر نہایت سختی سے بولا کہ میرا قرض دو' بنی عبدالمطلب عموماً نادہند ہوتے ہیں' جناب عمر فاروق نے فرمایا کہ اگر اس آستانہ کا ادب مانع نہ ہوتا تو یہ تلوار تیرے سر پر ہوتی' حضور انور نے فرمایا' اے عمر بہتر ہوتا کہ تم مجھے قرض ادا کرنے کا مشورہ دیتے' تم نے الٹا میرے محسن پر سختی کی' جاؤ ان کا قرض ادا کرو اور بیس صاع زیادہ کھجوریں دے دو اس سختی کے عوض جو تم نے اس

marfat.com

پر کی، میں نے کہا اے عمر میں نبوت کی دو علامتوں کا امتحان کر رہا تھا، میں نے درست پالیں، میں پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ تو قرض خواہ کا معاملہ ہے، آستانہ عالیہ پر بھیک مانگنے والوں نے سختی سے مانگا ہے اور حضور انور نے انہیں عطائیں بھی دی ہیں اور دعائیں بھی، جیسا کہ بخاری ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں ہے (مرقات)

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۸۰) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنی کا ٹال مٹول ظلم ہے ا، اور جب تم میں سے کسی کا قرض غنی پر حوالہ کیا جائے تو حوالہ قبول کر لے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۸۰) ا۔ یعنی جس مقروض کے پاس ادائے قرض کے لئے پیسہ ہو پھر ٹالے تو وہ ظالم ہے اسے قرض خواہ ذلیل بھی کر سکتا ہے اور جیل بھی بھجوا سکتا ہے، یہ شخص مقروض گنہگار بھی ہو گا، کیونکہ ظالم گنہگار ہوتا ہے، ۲۔ حوالہ کے معنی ہیں نقل ذمہ الی ذمہ یعنی اپنا قرض دوسرے کے ذمہ ڈال دینا، اتبع باب افعال کا ماضی مجہول ہے یعنی تابع بنایا جائے ملی بمعنی غنی، جس کی جیب مال سے بھری ہو، یہ امر استحبابی ہے، یعنی اگر تمہارا مقروض تم سے کہے کہ میرا قرض فلاں سے وصول کر لینا اور وہ فلاں بھی قبول کر لے تو بہتر ہے کہ اس مقروض کا پیچھا چھوڑ دو، اور اس غنی سے ہی وصول کر لو، تمہیں تو اپنے قرض سے غرض ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ تَقَاضٰى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا لَهٗ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ وَنَادٰى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۸۱) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے کہ انہوں نے مسجد میں ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا تقاضا کیا ا، زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ان کی آوازیں کچھ اونچی ہو گئیں۔ حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر سے سن لیں ۲۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف لائے حتی کہ اپنے حجرہ شریف کا پردہ اٹھایا اور حضرت کعب ابن مالک کو پکارا فرمایا اے کعب عرض کیا حضور حاضر ہوں آپ نے اپنے ہاتھ شریف سے اشارہ کیا کہ آدھا قرض معاف کر دو، حضرت کعب نے کہا یا رسول اللہ میں نے کر دیا۔ فرمایا اٹھو اب ادا کر دو ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۸۱) ا۔ ان کا نام عبداللہ ابن ابی حدرد ہے، کنیت ابو محمد بیعت حدیبیہ اور غزوہ خیبر میں شریک تھے، مسجد سے مراد خارج مسجد ہے کہ داخل مسجد میں دنیاوی کلام ممنوع ہیں ۲۔ حضرت کعب نے کہا ہو گا کہ ابھی قرض دو، انہوں نے کہا ہو گا کہ میرے پاس ابھی نہیں، اس سے جھگڑا پیدا ہو گیا ہو گا جیسا کہ عموماً تقاضا کے وقت ہوتا ہے ۳۔ سبحان اللہ کیا نفیس فیصلہ ہے کہ منٹوں میں مہینوں کا جھگڑا طے فرمالیا، اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے، ایک یہ کہ قرض کی معافی کی صورت میں بقیہ قرض کی اداء فوراً ضروری ہے، دوسرے یہ کہ حدود مسجد میں قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے، تیسرے یہ کہ معافی و رعایت کی سفارش کرنا جائز ہے، چوتھے یہ کہ صلح کرانے والا فریقین کا لحاظ رکھے، کہ کچھ اسے دبائے کچھ اسے، پانچویں یہ کہ جائز سفارش قبول کر لینا بہتر ہے، چھٹے یہ کہ اشارہ پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ یہ کلام کے قائم مقام ہے دیکھو حضور انور نے آدھے قرض کا اشارہ ہی فرمایا (مرقاۃ)

marfat.com

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا لَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلٰثَةُ دَنَانِيْرَ قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۷۸۲) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا اس پر نماز پڑھیے ا؎ فرمایا کیا اس پر کچھ قرض ہے ۲؎ عرض کیا نہیں آپ نے نماز پڑھ لی پھر دوسرا جنازہ لایا گیا فرمایا کیا اس پر کچھ قرض ہے عرض کیا گیا ہاں' فرمایا کیا کچھ مال چھوڑا بھی ہے' عرض کیا تین اشرفیاں تو حضور نے اس پر نماز پڑھ لی ۳؎ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا فرمایا کیا اس پر کچھ قرض ہے عرض کیا گیا تین اشرفیاں فرمایا کیا اس نے کچھ مال چھوڑا بھی ہے عرض کیا نہیں ۴؎ فرمایا اپنے یار پر تم ہی نماز پڑھو۔ ابو قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس پر نماز پڑھیں اس کا قرضہ میرے ذمہ ہے تب آپ نے نماز پڑھی ۵؎۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۸۲) ا؎ غالبًا عرض کرنے والے اس میت کے ولی وارث تھے یا اس کے دوست احباب' اس زمانہ میں ہر شخص کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہماری میت پر جنازہ حضور پڑھیں' اس لئے دور دور سے جنازے حضور کی بارگاہ میں لائے جاتے تھے' ۲؎ قرض سے مراد بندوں کا حق مالی ہے خواہ بیوی کا مہر ہو یا کسی کا تجارتی دین یا ہاتھ کا لیا ہوا ادھار جسے دست گرداں کہتے ہیں' ۳؎ غالبًا حضور انور کو کشف' الہام یا وحی سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس پر قرض تین دینار یا اس سے بھی کم ہے' اس لئے آپ نے اس جواب پر نماز پڑھ لی' ورنہ اگر قرض اس سے زائد ہوتا تو آپ نماز نہ پڑھتے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے (لمعات' مرقات) ۴؎ شاید یہ تین جنازے ایک ہی دن ایک ہی مجلس میں کچھ وقفہ پر لائے گئے' اور ہو سکتا ہے کہ یہ مختلف دنوں کے واقعات ہوں' مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے ۵؎ اس واقعہ سے چند مسائل معلوم ہوئے' ایک یہ کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کہ بعض کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتی ہے' دوسرے یہ کہ گناہ یا بری رسمیں روکنے کے لئے عالم دین یا شیخ وقت گنہگار پر جنازہ پڑھنے سے انکار کر سکتا ہے تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور یہ رسمیں چھوڑ دیں' انصار مدینہ قرض لینے کے بہت عادی تھے' ان کے مکانات' جائیدادیں' سامان یہود کے ہاں گروی تھے' معمولی باتوں پر قرض لے لیا کرتے تھے' اس بری رسم کو مٹانے کے لئے حضور نے مقروضوں پر یہ سختی فرمائی' پھر جب یہ آیت کریمہ اُتری النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم تو سرکار نے اعلان فرمادیا کہ اب جو فوت ہوا کرے گا تو اس کا مال اس کے وارثوں کے لئے ہو گا' اور اس کا قرض یا اس کے یتیم غریب بچوں کی پرورش میرے ذمہ ہو گی' حق تو یہ ہے کہ اب بھی ہمیں اور ہمارے بچوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی پال رہے ہیں جیسے قرآنی فرمان اولی بالمومنین سارے مسلمانوں کو شامل ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش سب مسلمانوں کو شامل ہے' تیسرے یہ کہ میت کی طرف سے ضامن بننا جائز ہے اکثر علماء کا یہی قول ہے' امام اعظم کے ہاں یہ ضمان جائز نہیں' وہ فرماتے ہیں کہ یہ ضمانت نہ تھی بلکہ وعدہ ادا تھا' ضمانت اور وعدہ ادا میں بڑا فرق ہے' امام صاحب کے ہاں اگر میت مال چھوڑ دے تو اس کی تقسیم میراث یا ادائے قرض کی ذمہ داری جائز ہے (از لمعات'

مرقات) خیال رہے کہ صاحبین کے ہاں میت کی ضمانت اسی حدیث کی بنا پر جائز ہے' فتویٰ قول صاحبین پر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَآءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۷۸۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو لوگوں کے مال قرض لے جس کے ادا کر دینے کا پختہ ارادہ رکھے ا۔ تو اللہ اس سے ادا کرا ہی دیتا ہے اور جو ان کے برباد کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ اس پر بربادی ڈالتا ہے ۲۔ (بخاری)

(۲۷۸۳) ا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا آدمی بغیر ضرورت قرض لے گا ہی نہیں' اور نہ ناجائز کاموں کے لئے قرض لے گا' رب کا خوف رکھنے والا قرض سے حتی الامکان بچتا ہے' ۲۔ یعنی جس کی نیت قرض لیتے وقت ہی ادا کرنے کی نہ ہو' پہلے ہی سے مال مارنے کا ارادہ ہو' ایسا آدمی بے ضرورت بھی قرض لے لیتا ہے اور ناجائز طور پر بھی' غرضیکہ یہ حدیث بہت سی ہدایتوں پر مشتمل ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ نیک آدمی کا قرض ادا ہو ہی جاتا ہے' خواہ زندگی میں خود ادا کرے یا بعد موت اس کے وارث ادا کریں' جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور انور کی وفات کے بعد حضور کا قرض ادا کیا' زرہ چھڑائی' اگر یہ بھی نہ ہو تو بروز قیامت رب تعالیٰ ایسے مقروض کا قرض اس کے قرض خواہ سے معاف کرادے گا یا قرض خواہ کو قرض کے عوض جنت کی نعمتیں بخش دے گا' بہرحال حدیث واضح ہے' اس پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور پر قرض کیوں رہ گیا تھا وہ رب نے کیوں ادا نہ کرایا' کہ حضرت صدیق کا ادا کرنا رب تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا اور نہ یہ اعتراض ہے کہ بعض مقروضوں کے قرض قیامت میں رب تعالیٰ ادا یا معاف کرادے گا جیساکہ احادیث میں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَءَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَیْرَ مُدْبِرٍ یُکَفِّرُ اللّٰهُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَلَمَّا اَدْبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ نَعَمْ اِلَّا الدَّیْنَ کَذٰلِكَ قَالَ جِبْرِیْلُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۸۳) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے اگر میں اللہ کی راہ میں صبر کرتے اور طلب اجر کرتے پیچھے ہٹتے نہیں بلکہ آگے بڑھتا مارا جاؤں تو کیا اللہ میری خطائیں مٹادے گا ا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ۲۔ جب وہ شخص چل دیا تو اسے پکارا اور فرمایا ہاں قرض کے سواء حضرت جبرائیل نے یوں ہی کہا ہے ۳۔ (مسلم)

(۲۷۸۳) ا۔ یعنی میں بحالت جہاد صابر بھی ہوں بہادر بھی غازی بھی اور آخر میں شہید بھی کیا اتنی صفات جمع ہونے پر میرے گناہ معاف ہوں گے یا نہیں ۲۔ یعنی ہاں تیرے سارے اگلے پچھلے صغیرہ کبیرہ گناہ معاف ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ غازی شہید تمام گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے' ۳۔ یعنی اے شخص میرے فرمان کا مطلب غلط نہ سمجھنا ان تمام صفات سے گناہ معاف ہوں گے نہ کہ حقوق خصوصاً حقوق العباد وہ تو ادا کرنے سے ہی معاف ہوں گے مجھے جبریل امین نے ابھی توجہ دلائی کہ تجھے یہ سمجھادوں کہ تو میرا کلام غلط نہ سمجھے فقیر کی اس شرح سے بہت سے سوالات اٹھ گئے نہ یہ اعتراض پڑسکتا ہے کہ قرض گناہوں میں داخل ہی نہ تھا قرض تو حضور نے بھی لیا ہے پھر اس کے استثناء فرمانے کی کیا ضرورت تھی' نہ یہ کہ حضور انور کو تبلیغ کرنا نہ آتا تھا' اس لئے جبریل

امین نے تبلیغ کرنا سکھایا' نہ یہ کہ حضور انور نے پہلے اسے مسئلہ غلط کیوں بتلایا' تبلیغ میں غلطی تو شان نبوت کے خلاف ہے وغیرہ وغیرہ' خیال رہے کہ یہاں نفس قرض کی معافی کا ذکر ہے' جو جہاد و شہادت سے بھی نہیں ہوتی' اور حج کے بیان میں قرض میں ٹال مٹول' جھوٹے وعدے وقت پر ادا نہ کرنا مراد ہے جیسے بخشش کا وعدہ فرمایا گیا کہ حاجی کے قرض بھی معاف ہو جاتے ہیں' یعنی قرض کے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جبریل امین نے قرآن کے علاوہ اور بھی چیزیں نازل فرمائی ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۸۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے ا۔ (مسلم)

(۲۷۸۵) ا۔ یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ قرض لینا گناہ نہیں' ورنہ انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ لیتے' اور ہو سکتا ہے کہ قرض سے مراد ناجائز قرض لینا ہو حرام رسوم میں خرچ کرنے کے لئے یا لوازم قرض مراد ہوں یا بلاعذر ٹال مٹول کرنا' وقت پر ادا نہ کرنا جھوٹے وعدہ کرنا وغیرہ' تب مستثنیٰ منقطع ہے' مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں' کہ یہ گناہ توجہ سے بھی معاف ہو جاتے ہیں تو انشاء اللہ جہاد سے بھی معاف ہوں گے' مرقات نے یہاں فرمایا کہ قرض سے مراد حقوق العباد ہیں' لہٰذا ناحق خون' ناحق کسی کی آبرو ریزی بھی اس میں داخل ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْئَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهٖ قَضَاءً فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ وَفَاءً صَلّٰى وَاِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوْحَ قَامَ فَقَالَ اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّىَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَىَّ قَضَاؤُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۸۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی وفات یافتہ شخص لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ پوچھتے ا۔ کیا اس نے ادائے قرض کے لئے کچھ چھوڑا ہے پھر اگر خبر دی جاتی کہ اس نے ادائے قرض کے لئے چھوڑا ہے تو نماز پڑھ لیتے ۲۔ ورنہ مسلمانوں سے فرمادیتے کہ اپنے یار پر نماز پڑھ لو ۳۔ جب اللہ نے آپ پر کشائشیں فرمائیں ۴۔ تو کھڑے ہو کر فرمایا میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ والی ہوں ۵۔ تو جو مسلمان فوت ہو قرض چھوڑے تو اس کی ادا میرے ذمہ ہے اور جو مال چھوڑے تو اس کے وارثوں کے لئے ہے ۶۔ (مسلم بخاری)

(۲۷۸۶) ا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا اپنے علم کے لئے نہیں' حضور تو ہر شخص کے ہر کھلے چھپے اعمال سے خبردار ہیں' دو قبروں پر کھڑے ہو کر فرمادیا کہ یہ چغل خور تھا اور یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا' بلکہ یہ سوال لوگوں کو بتانے کے لئے ہے کہ ہمارا نماز نہ پڑھنا قرض کی سزا میں ہے' جیسے رب تعالیٰ قیامت میں بندوں سے پوچھ کر حساب و کتاب لیکر سزا و جزا دے گا' وہ بھی لوگوں کی تسلی کے لئے ہے نہ کہ رب کے اپنے علم کے لئے ۲۔ یعنی اگر قرض نہ ہوتا تب بھی نماز پڑھ لیتے' اور اگر قرض تو ہوتا مگر ادائے قرض کیلئے مال چھوڑا ہے' تب بھی جنازہ پڑھ لیتے ۳۔ یعنی ہم نہ پڑھیں گے تم پڑھ لو' معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر جنازہ

marfat.com

پڑھا جائے گا خواہ گنہگار ہو یا حقوق العباد اس کے ذمہ ہوں' نماز تو حق اسلامی ہے' یہ سختی لوگوں کو قرض سے بچانے کے لئے تھی' ۵؎ مال آمدنیاں فتوحات علاقے فتح فرما کر اور نیاز مندوں کے ہدایا عقیدت کے ذریعہ سے (مرقات) ۶؎ اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم الخ ۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے تمام دینی و دنیاوی امور کے مالک ہیں' آپ مالک ہیں ہم سب حضور کے غلام' جیسے غلام مقروض کا قرض مولی چکاتا ہے' ایسے ہی ہمارے دنیا و آخرت کے قرض انشاء اللہ حضور ہی چکائیں گے' چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارے متروکہ مال بھی حضور ہی لیتے کہ غلام کا مال مالک کا ہوتا ہے' مگر یہ کرم کریمانہ ہے کہ وراثت نہیں لیتے قرض ادا کر دیتے ہیں' خیال رہے کہ رب تعالٰی نے اپنے لئے فرمایا نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں' اور اپنے حبیب کے لئے فرمایا النبی اولی المؤمنین من انفسہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ قریب یا مالک ہیں' اپنے لئے فرمائی فی انفسکم حضور کے لئے فرمایا من انفسکم پتہ لگا کہ جس طرح تعلق بندے کا رب سے ہے اسی طرح تعلق حضور سے ہے یعنی دینی' ایمانی' جانی وغیرہ اس کو صاحب ذوق ہی سمجھ سکتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ خَلْدَةَ الزُّرَقِیِّ قَالَ جِئْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ فِیْ صَاحِبٍ لَّنَا قَدْ اَفْلَسَ فَقَالَ هٰذَا الَّذِیْ قَضٰی فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ مَاتَ اَوْ اَفْلَسَ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ اَحَقُّ بِمَتَاعِهٖ اِذَا وَجَدَهٗ بِعَيْنِهٖ۔
(رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۷۸۷) روایت ہے حضرت ابو خلدہ زرقی سے ۱؎ فرماتے ہیں ہم حضرت ابو ہریرہ کے پاس اپنے ایک دیوالیہ ساتھی کے متعلق گئے ۲؎ تو فرمایا کہ یہ ہی وہ واقعہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ جو شخص دیوالیہ ہو کر فوت ہو جائے ۳؎ تو خاص سامان والا اپنے سامان کا زیادہ حق دار ہے جب کہ بعینہ وہ ہی پائے ۴؎ (شافعی' ابن ماجہ)

(۲۷۸۷) ۱؎ آپ کا نام خالد ابن دینار ہے' ابو خلدہ کنیت' قبیلہ عامر ابن زریق سے ہیں جو بنی تمیم کا ایک خاندان ہے درزی گری کرتے تھے' تابعی ہیں' ثقہ ہیں' حضرت انس ابو العالیہ' خواجہ حسن بصری سے روایات کرتے ہیں' ان سے وکیع وغیرہ نے روایات لیں (مرقات' اشعہ' لمعات) ۲؎ جن پر قرض بہت ہو گیا تھا ادا کی کوئی صورت نہ تھی' ان کے پاس کچھ ایسے خریدے ہوئے مال بھی تھے جن کی قیمت ادا نہ ہوئی تھی' ہم نے حضرت ابو ہریرہ سے دیوالیہ کے مسائل پوچھے ۳؎ فوت ہو جانے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اب اس سے قرض وصول ہونے کی کوئی صورت نہیں رہتی زندگی میں تو امید تھی کہ آئندہ کما کر دے گا' ۴؎ اس کی بحث باب الافلاس کے شروع میں گزر گئی کہ اس سے مراد یا تو امانت کی چیزیں ہیں یا وہ چیزیں جو دیوالیہ نے دیوالیہ نکلنے سے پہلے خریدیں' خیار بائع کو تھا' وہ دیوالیہ ہونے پر اپنے خیار کا حق استعمال کر سکتا ہے مگر جو چیز فروخت کر چکا ہے' اس کی قیمت میں دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہو گا کہ اسے بقدر حصہ قرض وصول ہو گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰی

(۲۷۸۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی جان اپنے قرض میں

marfat.com

يُقْضٰى عَنْهُ. (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

معلق رہتی ہے ۱؎ حتی کہ اس کا قرض ادا کردیا جائے ۲؎ (شافعی، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

(۲۷۸۸) ۱؎ یا تو فی الحال جنت میں داخل ہونے یا نیکوں کے ساتھ ملنے یا درجات حاصل کرنے سے روکی جاتی ہے، ادائے قرض کی منتظر رہتی ہے یا قیامت میں قرض کی ادا تک جنت میں جانے سے روکی جائے گی، جب تک کہ قرض کی معافی یا کوئی اور صورت نہ ہو جائے، کتنی ہی صالح نیک ہو جنت میں داخل نہ ہو سکے گی۔ ۲؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس قرض سے وہ قرض مراد ہے جو انسان بغیر ضرورت کے لے لے اور ادا نہ کرنے میں بلاوجہ ٹال مٹول کرے اور مرتے وقت ادا کے لئے مال نہ چھوڑے اگر ان تین شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ ہو تو اللہ تعالٰی کے فضل سے امید ہے کہ اسے محبوس نہ کرے گا، جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے، چنانچہ ابن ماجہ میں ہے کہ قیامت میں قرض خواہ کو مقروض سے قصاص دلوایا جاوے گا سوائے تین مقروضوں کے، ایک وہ جو جہاد وغیرہ دینی ضروریات کے لئے قرض لے، دوسرے وہ جس کے ہاں بے کفن میت پڑی ہو اس کے کفن دفن کے لئے قرض لے، تیسرے وہ جو اپنے دین پر خطرہ محسوس کرے، اور نکاح کے ضروری و جائز خرچ کے لئے قرض لے، ان کے قرض رب تعالٰی قرض خواہوں سے معاف کرادے گا، وہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے (مرقات)

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبُ الدَّيْنِ مَأْسُوْرٌ بِدَيْنِهِ يَشْكُوْا اِلٰى رَبِّهِ الْوَحْدَةَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرُوِيَ اَنَّ مُعَاذًا كَانَ يَدَّانُ فَاَتٰى غُرَمَاؤُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ كُلَّهُ فِيْ دَيْنِهِ حَتّٰى قَامَ مُعَاذٌ بِغَيْرِ شَيْءٍ مُرْسَلٌ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَلَمْ اَجِدْهُ فِي الْاُصُوْلِ اِلَّا فِي الْمُنْتَقٰى وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ شَابًّا سَخِيًّا وَكَانَ لَا يُمْسِكُ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ يَدَّانُ حَتّٰى اَغْرَقَ مَالَهُ كُلَّهُ فِي الدَّيْنِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ لِيُكَلِّمَ غُرَمَاءَهُ فَلَوْ تَرَكُوْا لِاَحَدٍ لَتَرَكُوْا لِمُعَاذٍ لِاَجْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ مَالَهُ حَتّٰى قَامَ مُعَاذٌ بِغَيْرِ شَيْءٍ.

(۲۷۸۹) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن مقروض اپنے قرض میں گرفتار رہے گا ۱؎ حتی کہ اپنے رب سے تنہائی کی شکایت کرے گا ۲؎ (شرح سنہ) اور مروی ہے کہ حضرت معاذ مقروض ہو جاتے تھے ۳؎ ان کے قرض خواہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۴؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرض میں ان کا سارا مال بیچ دیا حتی کہ حضرت معاذ خالی ہاتھ اٹھ گئے ۵؎ یہ مصابیح کے لفظ ہیں اسے میں نے منتقی کے سواء کسی اصول کی کتاب میں نہ پایا ۶؎ وہاں عبدالرحمٰن ابن کعب ابن مالک سے روایت کی فرمایا حضرت معاذ ابن جبل سخی جوان تھے کچھ بچاتے نہ تھے وہ قرض لیتے رہے ۷؎ حتی کہ ان کا سارا مال قرض میں ڈوب گیا ۸؎ تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ حضور ان کے قرض خواہوں سے کچھ کہہ سنا دیں ۹؎ تو اگر وہ لوگ کسی کے لئے چھوڑنے والے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر معاذ کے لئے ضرور چھوڑتے ۱۰؎ چنانچہ

(رَوَاہُ سَعِیْدٌ فِیْ سُنَنِہٖ مُرْسَلًا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وجہ سے معاذ کا سارا مال بیچ دیا حتیٰ کہ حضرت معاذ کسی چیز کے بغیر اٹھ کھڑے ہوئے ۱۱۔(سعید نے ارسالاً اپنی سنن سے روایت کی)

(۲۷۸۹) ا۔ کہ اپنے دوست و احباب سے علیحدہ کھڑا کیا جائے گا اس کے سارے نیک احباب جنت میں پہنچ جائیں گے مگر یہ نہ جا سکے گا اگرچہ کتنا ہی نیک و صالح ہو رب تعالیٰ سے اپنی تنہائی اور جنت میں نہ پہنچ سکنے کی فریاد کرے گا' شور مچائے گا' یہ تنہائی و تاخیر اور میدان محشر کی دھوپ و تپش میں کھڑا رہنا بھی پوری مصیبت ہوگی ۲۔ کسی غمخوار کو نہ پائے گا جو اس کا قرض ادا کرے' صرف یہ ہی صورت ادائے قرض کی ہوگی کہ رب تعالیٰ اس مقروض کی نیکیاں قرض خواہ کو قرض کے عوض دے یا انس سے معاف کرائے' ۳۔ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کے مقروض ہوتے رہنے کی وجہ آگے آ رہی ہے کہ آپ سخی بہت تھے قرض لے کر بھی خیرات و صدقات دیتے رہتے تھے' ۴۔ کہ ہمارا قرض ادا کرایا جائے' معلوم ہوا کہ قرض خواہوں کا کچہری میں مقروض پر دعویٰ کرنا حاکم سے فریاد کرنا درست ہے' اس کی اصل یہ ہی حدیث ہے ۵۔ کہ ہمارا قرض ادا کرایا جائے' معلوم ہوا کہ قرض خواہوں کا کچہری میں مقروض پر دعویٰ کرنا حاکم سے فریاد کرنا درست ہے' اس کی اصل یہ ہی حدیث ہے ۵۔ یہ حدیث مختصر ہے' اولاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو قرض ادا کرنے کا حکم دیا' انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس روپیہ بالکل نہیں' پھر ان کی رضا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال نیلام فرمادیا یا فروخت کردیا' اب بھی اس پر ہی عمل ہے' ہاں اگر مقروض نہ تو ادائے قرض کرے' نہ اپنا مال فروخت کرے تب حاکم اسے قید کردے تا کہ وہ اپنا مال خود فروخت کرے قرض ادا کرے یا حاکم کو فروخت کی اجازت دے' جبراً حاکم اس کا مال فروخت نہیں کرے گا' (مرقات) بعض صورتوں میں قرض خواہوں کے مطالبہ پر حاکم خود بھی فروخت کرسکتا ہے' اور دیوالیہ کو مجبور بھی کرسکتا ہے کہ اعلان کردے کوئی اس سے لین دین نہ کرے یہ دیوالیہ ہے (حاشیہ مشکوۃ) ۶۔ یعنی یہ حدیث صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں نہیں صرف ابن تیمی حنبلی کی کتاب منتقیٰ میں ہے صاحب مشکوۃ کا مقصد یہ ہے کہ میری تلاش میں کمی ہے کہ مجھے کتب اصول میں یہ حدیث نہ ملی' ان میں ہے ضرور' اگر نہ ہوتی تو منتقیٰ میں نہ ہوتی' لہذا یہ مصابیح پر اعتراض نہیں بلکہ دفع اعتراض ہے' خیال رہے کہ ہم احناف کے ہاں مرسل حدیث قبول ہے' جیسا کہ کتب اصول میں مصرح ہے۔ ۷۔ یعنی حضرت معاذ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ اپنی آمدنی میں سے تو کیا بچاتے' ساری آمدنی خیرات' صدقے ہدایا میں خرچ کرکے اور قرض بھی لیتے رہے' دعوتیں' ہدیے' صدقے خیرات کرتے رہے۔ ۸۔ یہاں مال سے مراد روپیہ پیسہ نہیں بلکہ جائیداد اور گھر کا سامان' سواری کے جانور' وغیرہ ہیں کہ اگر روپیہ پیسہ ہوتا تو ان چیزوں کے فروخت کی کیا ضرورت پڑتی' خیال رہے کہ قرض اولاً روپیہ پیسہ سے ادا کیا جاتا ہے' پھر منقولہ سامان فروخت کرکے پھر غیر منقولہ جائیداد پھر رہنے کا سامان فروخت کرکے' ۹۔ یا تو یہ سارا یا کچھ قرض معاف کرادیں یا قرض خواہوں کو صبر کی سفارش فرمادیں کہ ابھی کچھ اور مہلت دے دیں' مطالبہ قرض جلدی نہ کریں لیکلم میں سب چیزیں داخل ہیں۔ ۱۰۔ یعنی قرض خواہوں نے حضور انور کی سفارش بھی نہ مانی' نہ تو قرض ہی معاف کیا' نہ مہلت ہی دی' خیال رہے کہ حضور انور نے قرض خواہوں سے سفارش فرمائی تھی' حکم نہ دیا تھا اور پیغمبر کی سفارش یا مشورہ ماننا بہتر ہے' واجب نہیں' حکم ماننا واجب ہے اس مشورہ کے نہ ماننے سے حضرت معاذ کو بالکل مایوسی ہوگئی کہ جب قرض خواہوں نے حضور انور کی سفارش نہ مانی' تو اب کس کی مانیں گے' تب وہ عمل ہوا جو آگے مذکور ہے ۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاکم

marfat.com

دیوالیہ کا سارا مال منقولہ و غیر منقولہ فروخت کرکے اس کا قرض لوا کر دے گا کوئی چیز حتی کہ رہنے کا مکان بھی نہ چھوڑے گا' آج کل حکام کبھی مقروض کا رہائشی مکان وہ بھی مختصر سا چھوڑ دیتے ہیں' یہ بھی کسی بڑے ساہو کار دیوالیہ کے لئے ورنہ سب ہی نیلام یا فروخت کر دیتے ہیں' خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بیان قانون کے لئے تھا اور حضرت جابر کے والد کا قرض بطور معجزہ تمام ادا کرا دیا تاکہ تھوڑی کھجوروں سے سارا قرض لوا ہو گیا' پھر ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی یہ کرم کریمانہ تھا اگر یہاں قانون پر عمل نہ ہوتا' تو بعد کے لوگوں کو یہ احکام کیسے معلوم ہوتے' لہذا حدیث پاک پر اعتراض نہیں کہ یہاں بھی حضرت جابر کی طرح قرض ادا کیوں نہ کرا دیا گیا' دیکھو بعض سائلوں کا حضور انور نے کمبل و پیالہ نیلام کرکے انہیں کام پر لگا دیا' اور بعض سائلوں کو ملے دے کر غنی کر دیا' جلوے مختلف ہیں۔

وَعَنِ الشَّرِيدِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوبَتَهُ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُحِلُّ عِرْضَهُ يُغَلَّظُ لَهُ وَعُقُوبَتُهُ يُحْبَسُ لَهُ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۷۹۰) روایت ہے حضرت شرید سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال والے کا ٹال مٹول اس کی آبرو کو اس کی سزا کو درست کر دیتا ہے[2] ابن مبارک نے فرمایا آبرو حلال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے سخت کلامی کرے اور سزا یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے[3]۔(ابوداؤد' نسائی)

(۲۷۹۰) [1] آپ صحابی ہیں ثقہ ہیں اولاً "حضر موت میں رہتے تھے' پھر طائف میں قیام کیا' آپ کا نام پہلے مالک تھا حضور انور نے شرید رکھا آپ اپنے کسی ہم قوم کو مار کر مکہ معظمہ بھاگ آئے تھے' شرید کے معنی ہیں بھاگ آنے والا [2] یعنی جو مقروض مال رکھتا ہو مگر قرض ادا نہ کرتا ہو تو قرض خواہ کو حق ہے کہ اسے ذلیل کرے' اس کی بدنیتی کا طعنہ دے یا اسے حاکم سے سزا دلوا دے' سزا خود نہ دے گا حاکم سے دلوائے [3] یعنی ابن مبارک نے حضور کے دونوں کلمات کی تفسیر یوں فرمائی کہ آبرو ریزی کے معنی یہ ہیں کہ اس سے سخت کلامی کرے' مثلاً کہے تو ظالم ہے بدنیت ہے لوگوں کا مال مارنے والا ہے' یہ مطلب نہیں کہ اسے تہمتیں یا ناجائز الزام لگائے' اسی طرح سزا کا مطلب یہ ہے کہ اسے حاکم کے ذریعہ قید کرا دے' یہ مطلب نہیں کہ اسے خود مارے پیٹے یا قتل کرے یا حبس بے جا میں رکھے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَى صَاحِبِكُمْ دَيْنٌ قَالُوا نَعَمْ قَالَ هَلْ تَرَكَ لَهُ مِنْ وَفَاءٍ قَالُوا لَا قَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ مَعْنَاهُ وَقَالَ لِعَلِيٍّ فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَكَ مِنَ النَّارِ كَمَا فَكَكْتَ رِهَانَ أَخِيكَ الْمُسْلِمِ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَقْضِي عَنْ أَخِيهِ دَيْنَهُ إِلَّا فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَهُ

(۲۷۹۱) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا[1] تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں تو فرمایا کیا تمہارے دوست پر کچھ قرض ہے[2] لوگوں نے کہا ہاں فرمایا کیا اس کی ادا چھوڑی ہے عرض کیا نہیں فرمایا اپنے دوست پر نماز پڑھ لو[3] حضرت علی ابن ابی طالب نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا قرض میرے ذمہ ہے حضور آگے بڑھے اس پر نماز پڑھی[4] ایک روایت میں اس کے معنی ہیں اور جناب علی سے فرمایا اللہ تمہارے نفس کو آگ سے آزاد کرے جیسے تم نے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

اپنے مسلمان بھائی کی جان چھوڑائی ۵۔ ایسا کوئی مسلمان بندہ نہیں جو اپنے بھائی کا قرض ادا کرے مگر قیامت کے دن اللہ اس کی جان کو چھوڑدے گا ۶۔ (شرح سنہ)

(۲۷۹۱) ۱۔ جنازہ جیم کے کسرہ سے وہ ڈولی ہے جس میں میت رکھی جائے اور جیم کے فتح سے خود میت' یہاں فتح سے ہے' ۲۔ پہلے کہا جاچکا ہے کہ مالی معاملات کے قرض کو دین کہا جاتا ہے جیسے کسی کے ذمہ کرایہ یا مال کی قیمت رہ گئی ہو' اور دست گردان کو قرض کہتے ہیں' یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں' اور ممکن ہے کہ بطریق عموم مشترک عام معنی مراد ہوں' ۳۔ ہم نہ پڑھیں گے پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ حضور کی یہ سختی لوگوں کو قرض سے ڈرانے کے لئے تھی کہ اہل مدینہ عموماً بلا ضرورت بھی قرض لے لیتے تھے' اتنی سختی کے بغیر یہ عادت چھوٹ نہیں سکتی تھی' حکیم کا نشتر بھی رحمت ہے ۴۔ اس کی بحث پہلے گزر چکی کہ میت کی طرف سے کفالہ اور ضمانت اکثر ائمہ کے ہاں جائز ہے ہمارے ہاں بھی صاحبین جائز فرماتے ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے ۵۔ رہان بمعنی مرہون ہے یعنی گروی رکھی ہوئی چیز چونکہ ہر شخص کا نفس اپنے نیک و بد اعمال میں مثل گروی کے ہے اس لئے رہان سے مراد نفس لیا جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے کل نفس بما کسبت رھینۃ مرقات نے فرمایا رحان رھین کی جمع ہے جیسے کریم کی کرام چونکہ ہر انسان کا عضو گناہ کرتا رہتا ہے اس لئے ہر عضو گروی و گرفتار ہے' تو گویا ہر شخص مرہون چیزوں کا مجموعہ ہے ۶۔ یعنی جیسا برتاؤ تم رب کے بندوں کے ساتھ کرو گے تمہارے ساتھ بھی قیامت میں ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا' اگر پھانسو گے تو پھنسو گے اگر پھنسے ہوؤں کو چھوڑاؤ گے تو چھوڑ دیئے جاؤ گے خیال رہے کہ میت کو قرض سے چھوڑانے کی دو صورتیں ہیں' اپنا قرض ہو تو معاف کر دو' دوسرے کا ہو تو ادا کردو۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِّنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۷۹۲) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اس حال میں مرے کہ وہ غرور خیانت اور قرض سے پاک و صاف ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۱۔ (ترمذی' ابن ماجہ' دارمی)

(۲۷۹۲) ۱۔ کبر یعنی غرور یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اپنے کو اونچا جانے' یہ ممنوع ہے' کفار پر کبر خصوصاً جہاد میں ثواب ہے' انبیاء و اولیاء پر کبر کفر ہے' غلول غل سے بنا بمعنی بندھنا چونکہ خیانت کی وجہ سے قیامت میں انسان کے ہاتھ بندھے ہوں گے' گرفتار ہو گا' اس لئے اسے غلول کہتے ہیں' غل غ کے کسرہ سے عداوت و کینہ اور غ کے فتح سے قید و بند' اگرچہ غلول غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں مطلقاً خیانت مراد ہے خواہ مال کی ہو یا عزت و آبرو کی یا دین و ایمان کی یا کسی کے اسرار و بھید کی (از لمعات) دین کے معنے ہم عرض کر چکے ہیں' ممکن ہے کہ یہاں دین سے مراد بندوں کا قرض' شریعت کا اور رب کا سب ہی ہوں لہذا یہ حدیث بہت جامع ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ يَّلْقَاهُ

(۲۷۹۳) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ان بڑے

marfat.com

بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِيْ نَهَى اللّٰهُ عَنْهَا اَنْ يَّمُوْتَ رَجُلٌ وَّعَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَدَعُ لَهٗ قَضَاءً. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ)

گناہوں کے بعد جن سے اللہ نے منع کیا سب سے بڑا جرم یہ ہے' کہ انسان مقروض ہو کر مرے جس کی ادا نہ چھوڑے ا۔ (احمد' ابوداؤد)

(۲۷۹۳) ا۔ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ قرض لینا گناہ کبیرہ نہیں کیونکہ اسے فرمایا گیا بعد الکبائر اور نہ بذات خود ممنوع ہے۔ اس وقت منع ہے' جبکہ اس کے ذریعہ لوگوں کے حقوق مارے جائیں اور ممکن ہے کہ یہاں قرض سے وہ قرض مراد ہوں' جو انسان بلاضرورت یا حرام رسمیں پوری کرنے کیلئے لے۔ اور ادا کرنے کی نیت نہ ہو' ورنہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو آپ کی زرہ قرض میں گروی تھی۔ اور آپ نے کچھ مال میراث یا ادائے قرض کے واسطے نہ چھوڑا' حجرہ وغیرہ جو کچھ تھا وہ وقف تھا صدیق اکبر نے آپ کا قرض ادا کیا' لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاوُدَ) وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهٗ عِنْدَ قَوْلِهٖ شُرُوْطِهِمْ.

(۲۷۹۴) روایت ہے حضرت عمرو ابن عوف مزنی سے ا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا مسلمانوں میں صلح جائز ہے ۲۔ بجز اس صلح کے جو حلال کو حرام کردے یا حرام کو حلال ۳۔ اور مسلمان اپنی شرطوں پر رہیں بجز اس شرط کے جو حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال ۴۔ (ترمذی و ابن ماجہ' ابوداؤد) اور ابوداؤد کی روایت شروطھم پر ختم ہو گئی ۵۔

(۲۷۹۴) ا۔ آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں آپ کے ہی متعلق یہ آیت کریمہ اتری تولوا واعینهم تفیض من الدمع مدینہ منورہ میں رہے وہیں امیر معاویہ کے آخر زمانہ میں انتقال فرمایا ۲۔ چونکہ اکثر قرض کے موقعہ پر ہی صلح کرائی جاتی ہے کہ کچھ قرض خواہ کو بایا جاتا ہے۔ یعنی مقروض کو کہ قرض خواہ کچھ معاف کردے اور مقروض جلدی ادا کردے اس لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث دیوالیہ مقروض کے باب میں لائے ۳۔ مثلاً زوجین میں اس طرح صلح کرائی جائے کہ خاوند اس عورت کی سوکن (اپنی دوسری بیوی) کے پاس نہ جائے گا یا مسلمان مقروض اس قدر شراب و سود اپنے کافر قرض خواہ کو دے گا۔ پہلی صورت میں حلال کو حرام کیا گیا۔ دوسری صورت میں حرام کو حلال' اس قسم کی صلحیں حرام ہیں' جن کا توڑ دینا واجب ہے۔ ۴۔ یعنی مسلمان نے جس سے جو شرط کی ہو اسے پورا کرے۔ اس میں وعدے' کرائے' قیمتیں سب داخل ہیں۔ ہاں حرام شرطوں کا توڑ دینا واجب ہے کیونکہ حق اللہ اور حق شریعت سب پر مقدم ہے ۵۔ یہ حدیث احمد' ابوداؤد' حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے پہلا جملہ نقل فرمایا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِّنْ هَجَرَ فَاَتَيْنَا بِهٖ مَكَّةَ فَجَاءَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيْلَ

(۲۷۹۵) روایت ہے حضرت سوید ابن قیس سے فرماتے ہیں کہ میں اور مخرفہ عبدی ا۔ مقام ہجر سے کپڑا لائے ہم اسے مکہ معظمہ میں لائے تو ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ چلتے

فَبِعْنَاهُ وَثَمَّ رَجُلٌ يَزِنُ بِالْاَجْرِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زِنْ وَارْجِحْ .

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

ہوئے تشریف لائے تو ہم سے پائجامہ کا بھاؤ چکایا ۲۔ ہم نے وہ آپ کے ہاتھ بیچ دیا وہاں ایک شخص تھا جو مزدوری پر تول رہا تھا ۳۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تول دو اور نیچا تولو ۴۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' دارمی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے' صحیح ہے ۵۔

(۲۷۹۵) ا۔ سوید ابن قیس کی کنیت ابو عمرو ہے صحابی ہیں آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے۔ مخرفہ بھی صحابی ہیں واو معنی مع ہے۔ یا عاطفہ ہر دونوں صاحب شرکت میں مقام ہجر سے کپڑا تجارت کے لئے لائے تھے ہجر کا کپڑا مشہور تھا ہجر تین بستیوں کے نام ہیں یمن کا ایک شہر ہے۔ بحرین کے ایک علاقہ کا نام بھی ہے۔ اور مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی بھی ہے۔ (اشعہ) یہاں تیسری بستی مراد ہے۔ یہ کپڑا اسی بستی سے آیا تھا۔ (مرقاۃ) ۳۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پائجامہ خریدنا تو ثابت ہے۔ مگر پہننا ثابت نہیں ہمیشہ تہبند شریف استعمال فرمایا۔ حضرت عثمان غنی شہادت کے دن پائجامہ پہنے ہوئے تھے۔ پائجامہ ہی میں آپ کی شہادت ہوئی۔ بھاؤ چکانے کا مطلب ہے کہ بھاؤ طے کرکے خرید لیا (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود دوکان پر جانا' اور تاجر کی منہ مانگی قیمت نہ دینا بلکہ اس سے طے کرنا کچھ کم کرانا سنت ہے۔ اگرچہ اپنے خدام سے ہی خرید کی جائے اس بھاؤ تاؤ کرنے میں عار نہیں' حضور انور کے زمانہ شریف میں پائجامہ کا استعمال ہوتا تھا ۳۔ چونکہ اس زمانہ میں نوٹ تو تھے نہیں درہم کا عام رواج تھا۔ جن کے گننے میں بہت وقت لگتا ہے اس لئے تول کر ادا کئے جاتے تھے درہم تولنے والا تاجر کی طرف سے مقرر ہوتا تھا جس کی اجرت (تولائی) خریدار کے ذمہ ہوتی تھی' اب بھی حکم یہ ہی ہے۔ کہ قیمت کی تولائی خریدار کے ذمہ' مال تولائی بائع کے ذمہ ہے۔ کہ قیمت دینا خریدار پر لازم ہے۔ اور مال دینا بائع پر ضروری ہے۔ تولنے والا جس کا کام کرے۔ اس سے دام لے۔ آج کل مال کی تولائی خریدار سے لیتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ ۴۔ یعنی جو قیمت طے ہے اس سے زیادہ دے دو' یہ کرم کریمانہ ہے کہ طے شدہ سے زیادہ قیمت عطا کی' مہنگی خریدنے میں نقصان ہے۔ طے شدہ سے زیادہ دینے میں احسان' نقصان برا' احسان اچھا۔ ۵۔ اسے نسائی' ابن حبان' اور حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل فرمایا (مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ لِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۲۷۹۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا کچھ قرض تھا۔ تو مجھے عطا فرمایا اور زیادہ دیا ا۔ (ابوداؤد)

(۲۷۹۶) ا۔ غالباً یہ وہ ہی واقعہ ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے مدینہ منورہ کے راستے میں ان کا تھکا ہوا اونٹ خریدا۔ اس کی قیمت مدینہ منورہ میں تشریف لاکر مرحمت فرمائی۔ اور اونٹ بھی دے دیا۔ اور قیمت بھی زیادہ عطا کی۔ چونکہ یہ زیادتی عقد میں مشروط نہ تھی اس لئے سود نہیں بلکہ انعام اور کرم خسروانہ ہے۔ اس کی تحقیق شروع باب میں ہو چکی جہاں یہ قصہ مذکور ہوا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ قَالَ اسْتَقْرَضَ

(۲۷۹۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی ربیعہ سے فرماتے

marfat.com

مِنِّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِیْنَ اَلْفًا فَجَآءَہٗ مَالٌ فَدَفَعَہٗ اِلَیَّ وَقَالَ بَارَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ اِنَّمَا جَزَآءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْاَدَآءُ۔ (رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس ہزار قرض لئے ا۔ پھر آپ کے پاس مال آیا ۲۔ تو مجھے ادا فرما دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے گھر بار اور مال میں برکت دے قرض کا عوض شکریہ اور ادا ہے ۳۔ (نسائی)

(۲۷۹۷) ا۔ چالیس ہزار درہم قرض لئے غالباً کسی جہاد میں لشکر پر خرچ کے لئے قرض لئے ہوں گے ورنہ اتنے بڑے قرض کی حضور انور کو ذاتی خرچ کے لئے ضرورت نہ تھی۔ الحمد للہ ابھی مرقات میں نظر پڑا کہ یہ قرض غزوہ حنین کے لئے لیا گیا تھا فقیر کا خیال درست نکلا۔ اور یہ رقم درہم تھی ۲۔ یا کسی جہاد سے مال غنیمت آیا۔ یا خراج وغیرہ تھا مال بہت آیا تھا۔ ۳۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ قرض پورا ادا کرے زیادہ نہ دے کیونکہ انما حصر کے لئے آتا ہے۔ لیکن یہاں وجوب ولزوم کا ذکر ہے۔ کہ مقروض پر ادا اور دعا دونوں لازم ہیں۔ رہی زیادتی وہ مقروض کی مہربانی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث زیادہ دینے کی احادیث کے خلاف نہیں (مرقاۃ) معلوم ہوا کہ مقروض دلی تنگی سے قرض ادا نہ کرے بلکہ خوش دلی سے دے اور دعائیں بھی دے کہ قرض خواہ نے قرض دے کر اس پر مہربانی کی۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَمَنْ اَخَّرَہٗ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ یَوْمٍ صَدَقَۃٌ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۲۷۹۸) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا کسی شخص پر کوئی حق ہو وہ اسے مہلت دے دے تو اسے ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ہوگا ا۔ (احمد)

(۲۷۹۸) حق میں قرض، دین، مکان، دکان کا کرایہ، اپنے کام کی اجرت تمام حقوق داخل ہیں، من فرما کر یہ اشارہ لیا کہ جو بھی مہلت دیدے یا دلوادے یا مہلت کا سبب بن جائے، اسے ہر دن صدقہ کا ثواب ہے۔ مثلاً یکم تاریخ کو کرایہ دار پر کرایہ ادا کرنا لازم ہے۔ کسی نے سفارش کرکے اسے دو چار دن کی مالک مکان سے مہلت دلوادی کہ یہ تو بیچارہ غریب ہے۔ ابھی اس کے پاس نہیں ہے، کچھ مہلت دے دو۔ تو مالک مکان کو بھی اور اس سفارشی کو بھی ان دو چار دنوں میں ہر دن اتنے روپے خیرات کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ صدقہ دینے سے قرض دینا پھر مہلت دینا افضل ہے۔ صدقہ تو غیر حاجت مند بھی لے لیتے ہیں مگر قرض حاجت مند ہی لیتا ہے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ الْاَطْوَلِ قَالَ مَاتَ اَخِیْ وَتَرَکَ ثَلٰثَ مِائَۃِ دِیْنَارٍ وَتَرَکَ وُلْدًا صِغَارًا فَاَرَدْتُّ اَنْ اُنْفِقَ عَلَیْھِمْ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَاکَ مَحْبُوْسٌ بِدَیْنِہٖ فَاقْضِ عَنْہُ قَالَ فَذَھَبْتُ فَقَضَیْتُ عَنْہُ ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ قَضَیْتُ عَنْہُ وَلَمْ تَبْقَ اِلَّا امْرَاَۃٌ

(۲۷۹۹) روایت ہے حضرت سعد ابن اطول سے فرماتے ہیں میرا بھائی وفات پا گیا اور اس نے تین سو اشرفیاں چھوڑیں اور چھوٹے بچے چھوڑے میں نے چاہا کہ ان پر خرچ کروں ا۔ تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا بھائی قرض میں گرفتار ہے ان کا قرض ادا کرو۔ ۲۔ فرماتے ہیں میں چلا اور ان کا قرض ادا کر دیا پھر میں نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ میں نے بھائی کا سارا

marfat.com

تَدَّعِیْ دِیْنَارَیْنِ وَلَیْسَتْ لَهَا بَیِّنَةٌ ۳ قَالَ اَعْطُوْهَا فَاِنَّهَا صَادِقَةٌ ۴۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

قرض ادا کردیا ۳؎ کچھ باقی نہ رہاہاں ایک عورت دو اشرفیوں کا دعویٰ کرتی ہے اور اس کے پاس گواہ ہے نہیں فرمایا اسے دیدو وہ سچی ہے ۴؎ (احمد)

(۲۷۹۹) ۱؎ اسی طرح کہ قرض خواہوں کو کچھ نہ دوں سب اس کے بچوں پر ہی خرچ کروں۔یا پہلے بچوں پر خرچ کروں ان کے جوان ہونے پر اگر کچھ بچے تو قرض خواہوں کو دوں۔عرب میں اس قسم کی بے قاعدگیوں کا عام رواج تھا ۲؎ یعنی پہلے قرض دو۔اس سے جو بچے وہ مرحوم کے بچوں پر خرچ کرو۔اب بھی حکم یہ ہی ہے۔کہ ادائے قرض میراث سے پہلے ہے۔اولاً کفن دفن پھر ادائے قرض پھر تہائی مال سے وصیت کا اجراء پھر تقسیم میراث اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ ۳؎ یعنی جن کے قرضوں کا ثبوت گواہی وغیرہ سے تھا وہ تو ادا کردیا اس میں سے ایک پیسہ باقی نہ بچا ۴؎ غالبًا حضور انور کو اس بی بی کی سچائی وحی سے معلوم ہوئی۔اس لئے جیسے اور وحی کی اتباع مسلمانوں پر لازم ہے۔ایسے ہی اس وحی کی اتباع بھی لازم ہے۔ورنہ حاکم اپنے خصوصی علم پر مقدمہ کا فیصلہ نہیں کرسکتا گواہی وشہادت پر ہی فیصلہ کرے گا(مرقات) یہ حدیثیں باب الافلاس میں اس لئے لائی گئیں۔کہ ان سے دیوالیہ کے احکام میں مدد ملتی ہے۔ورنہ ان میں دیوالیہ کا ذکر نہیں۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا بِفِنَاءِ ۲ الْمَسْجِدِ حَیْثُ یُوْضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ ۳ بَیْنَ ظَهْرَیْنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهٗ قِبَلَ السَّمَاءِ فَنَظَرَ ثُمَّ طَاْطَاَ بَصَرَهٗ وَوَضَعَ یَدَهٗ عَلٰی جَبْهَتِهٖ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا نُزِّلَ مِنَ التَّشْدِیْدِ ۴ قَالَ فَسَکَتْنَا یَوْمَنَا وَلَیْلَتَنَا فَلَمْ نَرَ اِلَّا خَیْرًا حَتّٰی اَصْبَحْنَا ۵ قَالَ مُحَمَّدٌ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا التَّشْدِیْدُ الَّذِیْ نُزِّلَ قَالَ فِی الدَّیْنِ ۶ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ اَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَیْهِ دَیْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یُقْضٰی دَیْنُهٗ ۷۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ) وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ نَحْوَهٗ۔

(۲۸۰۰) روایت ہے حضرت محمد ابن عبداللہ ابن جحش سے ۱؎ فرماتے ہیں ہم مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں ۲؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرماتے ۳؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی پھر کچھ دیکھا پھر اپنی نگاہ شریف جھکالی اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ کیسی سختی نازل ہوئی ۴؎ فرماتے ہیں ہم ایک دن رات خاموش رہے ہم نے بھلائی کے سواء کچھ نہ دیکھا حتی کہ سویرا ہوگیا ۵؎ محمد (راوی) فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون سی سختی تھی جو نازل ہوئی فرمایا قرض کے متعلق ۶؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں مارا جائے پھر زندہ ہو پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے۔پھر زندہ ہو۔پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے۔پھر زندہ ہو حالانکہ اس پر قرض ہو تو جنت میں نہیں جاسکتا۔حتی کہ اس کا قرض ادا کیا جائے ۷؎ (احمد) اور شرح سنہ میں اس کی مثل ہے۔

(۲۸۰۰) آپ قرشی' اسدی' صحابی ہیں۔ہجرت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے اپنے والد عبداللہ ابن جحش کے ساتھ پہلے تو حبشہ کو

ہجرت کر گئے پھر مدینہ منورہ کو حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی حضور انور کے سالے ہیں۔ عظیم المرتبت صحابی ہیں۔ (لمعات، مرقات، اشعہ) ۲؎ یعنی جس جگہ جنازے رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی اس سے معلوم ہوا کہ زمانہ نبوی میں نماز جنازہ داخل مسجد میں نہ ہوتی تھی بلکہ خارج مسجد میں ہوا کرتی تھی، یہ ہی امام اعظم کا قول ہے کہ نماز جنازہ داخل مسجد میں منع ہے۔ لہذا یہ امام صاحب کی دلیل ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ خارج مسجد میں جنازے صرف نماز کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ نہ کہ اور کسی مقصد کے لئے امام شافعی کے ہاں داخل مسجد میں بھی جنازہ کی نماز درست ہے۔ (از مرقات) ۳؎ یہ لفظ اصل میں اصل میں بینا تھا ظھرینا زائد ہے بیان قریب کے لئے یعنی ہم سے اتنے قریب تھے کہ گویا پشت سے پشت ملی ہوئی تھی ہماری پیٹھوں کے بیچ تھے ۴؎ معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہوں سے غیبی حجاب اٹھے ہوئے تھے کہ وہاں ہی تمام صحابہ حاضر ہیں اور اسی جگہ حضور انور تشریف فرما ہیں مگر جو کچھ حضور دیکھ رہے ہیں دوسرے نہیں دیکھتے یہ سبحان اللہ فرمانا اظہار تعجب کے لئے ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سختی کسی خاص شکل میں تھی۔ جو آنکھوں سے نظر آ رہی تھی۔ کوئی خاص وحی نہ تھی۔ کہ وحی کا تعلق کان سے ہے۔ ہم لوگ خواب میں آفتوں مصیبتوں کو کالی عورت، حملہ کرنے والے سانپ کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ شاہ مصر نے قحط کے سات سال سات گائیوں اور سات بالیوں کی شکل میں دیکھے تھے۔ ۵؎ یعنی ہم سمجھتے تھے کہ کوئی آسمانی وبال یا مصیبت فوری آنے والی ہے تو ایک دن و رات بہت فکر و تردد میں گزرا۔ مگر خدا کا شکر ہے کوئی آفت نہ آئی ۶؎ یعنی کوئی وبال یا غیبی آفت نہ تھی بلکہ قرض کی سختی ہے جو مقروض پر ہوگی۔ ۷؎ یقضی کی دو قراتیں ہیں معروف و مجہول یعنی خود مقروض ادا کرے یا اس کے ورثا اس کی طرف سے ادا کریں۔ معلوم ہوا شہادت جیسی عبادت سے بھی قرض معاف نہیں ہوتا۔ وہ جو روایت میں ہے کہ حج سے قرض بھی معاف ہو جاتا ہے۔ وہاں لوائے قرض کی بے اعتدالیاں مراد ہیں یعنی ادائے قرض میں جو مقروض کی طرف سے وعدہ خلافی۔ ٹال مٹول ہو جاتی ہے۔ وہ معاف ہو جائے گی۔ ورنہ قرض ادا کر کے حج کو جانا چاہیے۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

بَابُ الشِّرْكَةِ وَالْوَكَالَةِ
شرکت اور وکالت کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

شرکت کے معنی ساجھی ہونا۔ وکالت کے معنی ہیں دوسرے پر اعتماد کر کے اس سے اپنا کام کرانا۔ شرکت کی بہت قسمیں ہیں۔ شرکت منافع میں۔ شرکت اصل چیز میں۔ شرکت حقوق بدنی میں جیسے قصاص یا حد قذف میں مطالبہ کرنے والوں کی شرکت۔ اور شرکت حق مال میں جیسے کسی کتاب کو حق شفعہ ملے۔ پھر شرکت عنان، شرکت معاوضہ، شرکت وجوہ، شرکت صنائع یہ بھی شرکت ہی کے اقسام ہیں۔ ان کی تفاسیر و احکام کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُوْلَانِ

(۲۸۰۱) روایت ہے حضرت زہرہ ابن معبد سے کہ ان کو ان کے دادا عبداللہ ابن ہشام ۱؎ بازار لے جاتے تھے غلہ خریدتے تھے ۲؎ تو ان سے حضرت ابن عمر اور ابن زبیر ملتے تھے تو کہتے تھے ہمیں شریک

لَهٗ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ وَكَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ هِشَامٍ ذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ رَاْسَهٗ وَدَعَا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کرلو ۳؎ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے برکت کی دعا کی ہے ۴؎ تو وہ انہیں شریک کرلیتے تھے۔ بہت دفعہ پورا اونٹ ویسے کا ویسا ہی نفع میں پالیتے تھے ۵؎ جسے وہ اپنے گھر بھیج دیتے تھے اور حضرت عبداللہ ابن ہشام کو ان کی ماں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئی تھیں حضور انور نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور ان کے لئے دعائے برکت کی تھی۔۶؎

(بخاری)

(۲۸۰۱) ۱؎ حضرت زہرہ تابعین میں سے ہیں۔ تمام محدثین فرماتے ہیں کہ آپ اولیائے کاملین سے تھے۔ امام دارمی فرماتے ہیں۔ کہ آپ اپنے وقت کے ابدال تھے اپنے دادا عبداللہ ابن ہشام سے جو صحابی ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص اور عبداللہ ابن زبیر سے ملاقات رکھتے ہیں ان حضرات سے روایات لیتے ہیں۔ (اشعہ) ۲؎ تاکہ انہیں خرید و فروخت آجائے معلوم ہوا کہ اولاد کو جیسے عبادات سکھائی جائیں۔ ویسے ہی انہیں معاملات کی تعلیم دی جائے۔ تجربہ کرایا جائے کہ معاملات بھی عبادات کی طرح ضروری ہیں ان کے احکام سخت ہیں ۳؎ کہ اپنے مال میں ہمارا مال ملالو۔ اس سے غلہ خریدو۔ پھر فروخت کرو۔ نفع ہمارا تمہارا ہم اگرچہ تجارت جانتے ہیں مگر جو خصوصیت تم کو میسر ہے ہم کو نہیں' وہ خصوصیت یہ ہے۔ ۴؎ تمہیں ضرور ہر کام میں برکت و نفع ہوگا' ہم بھی تمہارے ساتھ نفع میں شریک ہو جائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے دعا کی تھی کہ واشرکہ فی امری خدایا انہیں بھی میرا شریک کار بنادے کہ ہم دونوں نبی ہوں دونوں دینی خدمات کریں' اجر و ثواب میں شریک رہیں ۵؎ اونٹ سے مراد اونٹ کا بوجھ یعنی گندم کی بوریاں ہیں۔ یعنی بسا اوقات ایک اونٹ گندم کا بیوپار کرتے تو پورا اونٹ نفع میں بچ رہتا جیسے ایک صحابی کو حضور انور نے اشرفی دی کہ قربانی کے لئے بکری خرید لاؤ انہوں نے ایک اشرفی کی بکری خریدی اور دو اشرفیوں کے عوض فروخت کردی پھر ایک اشرفی کی دوسری بکری خریدی۔ پھر بکری اور ایک اشرفی لاکر حضور انور کی بارگاہ میں پیش کی۔ حضور انور نے انہیں دعا دی اور اشرفی خیرات کردینے کا حکم دیا۔ یہ ہے پورا مال نفع میں بچ رہنا ۶؎ عبداللہ ابن ہشام کی والدہ کا نام زینب بنت حمید تھا عبداللہ گود میں تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب پیش ہوئے تو پیار میں حضور نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دے دی۔ پھر کیا تھا وارے نیارے ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرنا دعا کرنا سنت ہے' بہار شریف میں ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت مخدوم الملک۔ ایک بار انہیں ان کی چھوٹی بہن نے سلام کیا تو آپ نے جواب سلام دے کر فرمایا ٹھنڈی رہو۔ اللہ نے یہ دعا ایسی قبول فرمائی کہ ان کی قبر بھی ٹھنڈی کردی۔ ہم نے دوپہر کے وقت ان کی قبر پر ہاتھ رکھا دھوپ قبر پر ہے۔ سخت دھوپ تھی تمام قبریں گرم تھیں مگر یہ قبر ٹھنڈی تھی حالانکہ چونا گچ کی قبر تھی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ قَالَ لَا تَكْفُوْنَنَا الْمَؤُنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ

(۲۸۰۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجوروں کے درخت تقسیم فرمادیں

فِی الثَّمَرَۃِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ا۔ فرمایا نہیں بلکہ تم ہماری طرف سے قیمت کرو اور پھلوں میں ہم تمہارے شریک ہیں ۲۔ وہ بولے ہم نے سن لیا اطاعت کریں گے ۳۔ (بخاری)

(۲۸۰۲) ا۔ یہ واقعہ شروع ہجرت کا ہے۔ جب مہاجر مکہ مکرمہ وغیرہ سے مدینہ پاک آئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں عقد مواخات یعنی بھائی چارہ قائم فرمایا۔ کہ فلاں مہاجرین فلاں انصار کا بھائی۔ اور فلاں فلاں کا۔ تب انصار نے عرض کیا کہ ہمارے باغ ہمارے بھائی مہاجرین میں اس طرح تقسیم فرمادیجئے کہ ہر انصار کے باغ میں اس کے مہاجر بھائی کا آدھا حصہ ہو۔ یہ تھی وہ بے مثال مہمان نوازی جس کی مثال آسمان نے نہ دیکھی ہوگی۔ ۲۔ سبحان اللہ کیا پیارا فرمان ہے مقصد تو یہ تھا کہ انصار کے باغ انہیں کے رہیں کہ یہ ان کی روزی کا ذریعہ ہیں مگر ظاہر اسی طرح فرمایا کہ مہاجرین کو باغبانی آتی بھی نہیں اور ان کے پاس اتنا وقت بھی نہیں کہ باغ کو پانی دینے وغیرہ کا کام کیا کریں 'محنت تم کرو' پھل آدھا آدھا کردیا کرو' مقصد اور ہے اظہار کچھ اور' تاکہ انصار کے مال محفوظ رہیں اور ان کی دل شکنی بھی نہ ہو (مرقات) صاحب مشکوۃ کا یہ حدیث یہاں لانے سے مقصد یہ ہے۔ کہ پھلوں میں شرکت جائز ہے کہ درخت ایک شخص کے ہوں پھل مشترکہ۔ اس لئے یہ حدیث یہاں لائے۔ اس سے بہت مسائل مستنبط ہوسکتے ہیں۔ کوئی شخص کسی سے اپنے باغ کی تمام خدمات لے اس طرح کہ باغ اس کا محنت دوسرے کی پیداوار مشترکہ یہ جائز ہے۔ کھیتی وغیرہ کا بھی یہی حال ہے۔ کہ زمین ایک کی 'محنت دوسرے کی۔ پیداوار مشترک یہ بھی جائز ہے۔ ۳۔ انصار کی نیت یہ تھی کہ ہم نے اپنا باغ نصف مہاجر بھائی کو دے ہی دیا' اب باغ بھی مشترکہ ہے پیداوار بھی مشترکہ کام غیر مشترک کام ہم ہی کریں گے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کچھ اور تھی جو ابھی عرض کی گئی۔

وَعَنْ عُرْوَۃَ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ الْبَارِقِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطَاہُ دِیْنَارًا لِیَشْتَرِیَ لَہٗ شَاۃً فَاشْتَرٰی لَہٗ شَاتَیْنِ فَبَاعَ اِحْدٰھُمَا بِدِیْنَارٍ وَاَتَاہُ بِشَاۃٍ وَدِیْنَارٍ فَدَعَا لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْعِہٖ بِالْبَرَکَۃِ فَکَانَ لَوِاشْتَرٰی تُرَابًا لَرَبِحَ فِیْہِ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۸۰۳) روایت ہے حضرت عروہ ابن ابی الجعد بارقی سے ا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک اشرفی دی تاکہ حضور کے لئے وہ بکری خریدیں انہوں نے حضور کے لئے دو بکریاں خرید لیں پھر ایک بکری ایک اشرفی سے بیچ دی ۲۔ اور آپ کی خدمت میں بکری اور اشرفی لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی ۳۔ پھر اگر وہ مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں بھی نفع کمالیتے تھے ۴۔ (بخاری)

(۲۸۰۳) ا۔ آپ صحابی ہیں بارق ابن عوف ابن عدی کی اولاد سے۔ آپ کو حضرت عمر نے کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ آپ وہاں ہی رہے۔ اس لئے آپ کا شمار اہل کوفہ سے ہوتا ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ آپ عروہ ابن جعد ہیں ابی جعد نہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ آپ عروہ ابن ابی الجعد ہیں ۲۔ حق یہ ہے۔ کہ حضرت عروہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وکیل مطلق تھے اور وکیل مطلق کو خرید و فروخت ہر چیز کا حق ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بکری فروخت بھی کردی اگر فقط خریدنے کے لئے وکیل ہوتے۔ تو آپ کو فروخت کرنے کا حق نہ ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وکیل خرید کو سستا

marfat.com

مال خریدنے کا حق ہے کہ اس میں مؤکل کا نفع ہی ہے۔ اگر بارہ آنے سیر دودھ خریدنے کا کسی کو وکیل کیا۔ اس نے اعلیٰ درجہ کا دودھ جو بارہ آنے سیر بکتا ہے دس آنے سیر خرید لیا تو یقیناً جائز ہے کہ مؤکل کا فائدہ ہی کیا ہاں وکیل بیع سستی نہیں بیچ سکتا جب کہ مؤکل نے قیمت مقرر کردی ہو کہ اس میں مؤکل کا نقصان ہے۔ ۳۔ گویا آپ حضرت عروہ کی اس دانائی و فراست سے بہت خوش ہوئے۔ تجارتی سمجھ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ جسے میسر ہو انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے یہ نعمت رب کی طرف سے پائی ۴۔ مٹی کا لفظ یا تو بطور تمثیل فرمایا گیا مراد معمولی چیز ہے۔ یعنی اگر نہایت معمولی چیز کی تجارت بھی کرتے تب بھی نفع کما لیتے تھے یا مٹی ہی مراد ہے کہ مٹی کی تجارت جائز ہے۔ خصوصاً مدینہ پاک کی مٹی کی تجارت تو اب بھی بڑے زور سے ہوتی ہے۔ وہاں کی خاک شفاء حجاج تحفہ کے طور پر لاتے ہیں کمہار جنگلی مٹی مفت اٹھالاتے ہیں اور شہر میں فروخت کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَفَعَهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ فَاِذَا خَانَهٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِهِمَا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ) وَزَادَ رَزِیْنٌ وَجَآءَ الشَّیْطٰنُ۔

(۲۸۰۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ اسے مرفوع فرما کر فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے میں دو شریکوں کا تیسرا ہوتا ہوں جب تک کہ ان میں کا ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے ۱۔ جب خیانت کرتا ہے تو ان کے درمیان سے میں نکل جاتا ہوں ۲۔ (ابوداؤد) رزین نے یہ اور بڑھایا کہ شیطان آجاتا ہے۔ ۳۔

(۲۸۰۴) ۱۔ اللہ تعالیٰ کے تیسرا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ان دونوں صاحبوں کے شریک حال ہو جاتی ہے رب کو ان کا شریک قرار دینا مجازاً" ہے اس سے معلوم ہوا کہ تجارتی کاروبار شرکت میں کرنا اکیلے اکیلے کرنے سے بہتر ہے جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ علیحدگی کی صورت میں ہر ایک دوسرے کی مخالفت کرتا ہے۔ اور شرکت میں ایک دوسرے کا تعاون کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں کی مدد کرنے والے کی مدد کرتا ہے اس سے کاروبار کے بہت مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں ۲۔ یعنی اپنی برکت نکال لیتا ہوں بے برکتی داخل فرمادیتا ہوں' یہ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ جب تک تجارت میں نیک نیتی سے شرکت رہے بڑی برکت ہوتی ہے۔ اور جہاں نیت خراب ہوئی تو برکت گئی اور دکان کا دیوالیہ ہوا بارہا کا تجربہ ہے ۳۔ یعنی بدنیت شریکوں کے ساتھ شیطان شامل رہتا ہے۔ کہ ان سے صدہا گناہ کراتا ہے پھر ہر ایک شریک چوری' جھوٹ' حسد بغض وغیرہ کرنے لگتا ہے آخر کار بہت بدنامی اور لڑائی کے ساتھ ان کی علیحدگی ہوتی ہے۔ جب شیطان شریک ہو گیا تو پھر گناہوں کی کیا کمی۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۲۸۰۵) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ حضور نے فرمایا کہ جو تم سے امانتداری کرے اس کی امانت ادا کرو ۱۔ اور جو تم سے خیانت کرے اس سے تم خیانت نہ کرو ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد' دارمی) ۳۔

marfat.com

(۲۸۰۵) ا۔ یعنی جو شخص تمہیں امین جان کر اپنے مال' اسرار عزت و آبرو وغیرہ کو تمہارے سپرد کرے تو تم امین ہی بن کر اسے دکھا دو کہ اس کے کسی معاملہ میں خیانت نہ کرو ۲۔ علماء فرماتے ہیں کہ حدیث فتویٰ پر شامل ہو سکتی ہے۔ اور تقویٰ پر بھی' فتویٰ یہ ہے کہ خائن سے بقدر خیانت بدلہ لے سکتے ہیں اگر کسی نے تمہارے سو روپے مار لئے تو جب کبھی وہ تمہارے پاس اپنی کچھ رقم امانت یا قرض دے تو اپنا حق وضع کر کے باقی مال اسے دو کہ یہ وضع خیانت نہیں بلکہ اپنا حق وصول کرنا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ ایسے شخص سے بھی بدلہ میں یہ معاملہ نہ کرے۔ اپنا حق علیحدہ مانگے۔ مگر اس کا یہ حق پورا ادا کرے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا اخلاق ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ادفع بالتی ھی احسن حضور فرماتے ہیں واحسن الی من اساء الیک جو تم سے برائی کرے تم اس سے بھلائی کرو۔ خیال رہے کہ کافر حربی کی بھی خیانت جائز نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر ان خون کے پیاسے دشمنوں کی امانتیں ادا کیں جنہوں نے قتل کے ارادے سے حضور کا گھر گھیر لیا تھا حضرت علی کو حضور نے مکہ معظمہ چھوڑا اور آپ صدیق اکبر کے ساتھ روانہ ہو گئے حضرت علی سے فرما گئے کہ ان ہی لوگوں کو میرے پاس امانتیں ہیں تم وہ ادا کر کے مدینہ آجانا ۳۔ یہ حدیث بخاری نے اپنی تاریخ میں' حاکم نے اپنی مستدرک میں' دار قطنی نے حضرت انس سے روایت کی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَرَدْتُ الْخُرُوْجَ اِلٰى خَيْبَرَ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ اِنِّيْ اَرَدْتُ الْخُرُوْجَ اِلٰى خَيْبَرَ فَقَالَ اِذَا اَتَيْتَ وَكِيْلِيْ فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَسْقًا فَاِنِ ابْتَغٰى مِنْكَ اٰيَةً فَضَعْ يَدَكَ عَلٰى تَرْقُوَتِهٖ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۲۸۰۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ میں خیبر جانے کا ارادہ کر رہا ہوں ا۔ فرمایا جب تم ہمارے وکیل کے پاس جاؤ تو ان سے پندرہ وسق لے لینا ۲۔ پھر اگر تم سے کوئی نشانی مانگیں تو ان کے گلے پر ہاتھ رکھ دینا ۳۔ (ابوداؤد)

(۲۸۰۶) ا۔ صحابہ کرام جب کبھی سفر میں جاتے تو حضور انور کو مل کر آپ سے وداع ہو کر آپ کی دعائیں و نصیحتیں لے کر جاتے تھے ان کے لئے یہ دعائیں نصیحتیں سفر کا بہترین توشہ ہوتی تھیں بعض حضرات تو صراحتہً "عرض کرتے تھے کہ سفر کو جا رہا ہوں کچھ توشہ عنایت فرمایا جائے۔ اس کے مطابق حضرت جابر حضور انور سے وداع ہونے حاضر ہوئے آپ اپنے کسی کام کو خیبر جا رہے تھے ۲۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع ساڑھے چار سیر کا' حضور انور نے آپ کو وکیل قبض بنایا کہ ہماری اتنی کھجوریں یا جو' ان وکیل سے وصول کر کے ہمارے پاس لے آنا وہ حضرت خیبر میں وکیل وصولی بنا کر بھیجے گئے تھے کہ اہل خیبر سے حضور کے حصہ کی کھجوریں یہود خیبر سے وصول کر کے اپنے پاس رکھیں جب کوئی شخص مدینہ آئے گا ہم اس کے ہاتھ منگا لیں گے اس حدیث سے دو طرح وکالت ثابت ہوئی' اور قسم کی ثابت ہوئی' وکالت قبض' وکالت وصولی۔ ۳۔ حضور انور نے اس پہلے وکیل وصولی کو اولاً "سمجھا دیا تھا۔ کہ آدمی تمہارے پاس جو آئے گا۔ اس کو ہم یہ علامت سمجھا دیں گے تا کہ کوئی اور شخص ناجائز طور پر ان سے یہ مال نہ لے لے' خیال رہے کہ یہ عمل ہم کو تعلیم کے لئے ہے' ورنہ تمام صحابہ سچے' عادل' قابل اعتماد ہیں' ان پر جھوٹ یا دھوکہ کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ انہیں حضرت جابر نے صدیق اکبر سے عرض کیا تھا۔ کہ حضور انور نے مجھ سے تین لپ بھر کر درہم دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ کہ حضور کی وفات ہو گئی۔ جناب صدیق نے بغیر گواہ و قسم لئے وہ وعدہ پورا کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ صحابہ عادل ثقہ ہیں ان کی بات قبول ہے۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ فِيْهِنَّ الْبَرَكَةُ اَلْبَيْعُ اِلٰى اَجَلٍ وَالْمُقَارَضَةُ وَاِخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيْرِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۸۰۷) روایت ہے حضرت صہیب سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین چیزوں میں برکت ہے ۲؎ ادھار بیچنا' قرض دینا' اور گیہوں جو سے ملانا ۳؎ مگر گھر کے لئے نہ کہ تجارت کے لئے ۴؎۔ (ابن ماجہ)

(۲۸۰۷) ۱؎ آپ صہیب ابن سنان ہیں' کنیت ابو یحیٰ علاقہ موصل میں دجلہ و فرات کے درمیان کے رہنے والے' آپ کے علاقہ پر روم نے حملہ کرکے آپ کے غلام بنالیا اور بنی کلب قبیلہ نے آپ کو رومیوں سے خرید لیا۔ بنی کلب نے عبداللہ ابن جدعان کے ہاتھ فروخت کردیا۔ مکہ معظمہ لاکر انہوں نے ہی آپ کو آزاد کیا۔ آپ اور عمار ابن یاسر ایک ہی دن ایمان لائے' جبکہ حضور انور دار ارقم میں پناہ گزین تھے۔ آپ نے کفار مکہ کے ہاتھوں اسلام لاکر بہت مصیبتیں اٹھائیں آپ کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ومن الناس من یشری نفسه لخ نوے سال عمر ہوئی ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی بقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک رہے ۲؎ برکت و کثرت میں فرق ہے ہر زیادتی کثرت ہے۔ مگر خیر و نفع کی زیادتی برکت ہے۔ کثرت سے برکت اعلیٰ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا وجعلنی مبارکا رب نے مجھے برکت والا بنایا۔ کثرت والا نہ کہا ۳؎ فقراء کو ادھار بیچ دینے میں دعائیں بھی ملتی ہیں۔ لوگوں کی تعریفیں بھی رب کی رحمت بھی۔ قرض دینے سے مراد ہے مضاربۃ پر مال دینا کہ مال ہمارا ہو محنت دوسرے کی نفع میں شرکت گندم میں قدرے جو ملانے سے سنت بھی ادا ہوتی ہے۔ خرچ میں کفایت بھی' روٹی زود ہضم بھی ہوتی ہے قدرے ٹھنڈی بھی' گندم گرم ہے جو ٹھنڈے ۴؎ یعنی گندم دکھا کر جو ملا کر نہ بیچو کہ اس میں خریدار کو دھوکا دہی ہے۔ بلکہ اپنے کھانے کے لئے گندم میں جو ملاؤ فروخت میں جو خریدار کو دکھاؤ وہی دو۔

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِدِيْنَارٍ لِيَشْتَرِيَ لَهُ بِهِ اُضْحِيَّةً فَاشْتَرٰى كَبْشًا بِدِيْنَارٍ وَبَاعَهُ بِدِيْنَارَيْنِ فَرَجَعَ فَاشْتَرٰى اُضْحِيَّةً بِدِيْنَارٍ وَجَاءَ بِهَا وَبِالدِّيْنَارِ الَّذِيْ اسْتَفْضَلَ مِنَ الْاُخْرٰى فَتَصَدَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالدِّيْنَارِ فَدَعَا لَهُ اَنْ يُّبَارَكَ لَهُ فِيْ تِجَارَتِهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

(۲۸۰۸) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ ایک اشرفی بھیجی تاکہ آپ کے لئے قربانی خرید لیں انہوں نے ایک اشرفی سے مینڈھا خریدا اور اسے دو دینار میں بیچ دیا ۲؎ پھر واپس بازار آئے اور ایک اشرفی سے قربانی خرید لی پھر حضور کے پاس قربانی اور دوسری قربانی سے بچی ہوئی اشرفی لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشرفی تو خیرات کر دی ۳؎ اور انہیں دعا دی کہ ان کی تجارت میں ہمیشہ برکت ہو ۴؎۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۲۸۰۸) ۱؎ آپ کی کنیت ابو خالد ہے۔ قرشی ہیں حضرت خدیجہ کے بھتیجے' خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے واقعہ فیل سے تیرہ سال پہلے'

marfat.com

فتح مکہ میں ایمان لائے۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی عمر ایک سو بیس سال ہوئی ۵۴ھ میں وفات ہوئی۔ ۲۔ آپ کو یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس بیچ دینے سے ناراض نہ ہوں گے اس لئے جانور بیچ دیا۔ ورنہ آپ صرف خریدنے کے لئے وکیل تھے نہ کہ فروخت کرنے کے ۳۔ اور آپ نے حکیم کی یہ بیع جائز رکھی اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں قربانی کے لئے خریدا ہوا جانور فروخت کرکے دوسرا جانور خرید سکتے ہیں' خصوصاً جبکہ قربانی کرنے والا غریب نہ ہو' امیر ہو' یہ بھی معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور کی قیمت سے بچا ہوا پیسہ اپنے کام میں نہ لائے بلکہ خیرات کردے تاکہ اپنا صدقہ خود نہ کھائے ۴۔ چنانچہ رب تعالٰی آپ کو ہمیشہ تجارتوں میں برکت دیتا تھا جو لوگ آپ کے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے وہ بھی مالدار ہو جاتے تھے اور بڑے بڑے تاجر آپ کے مشورہ سے بیوپار کرتے تھے (مرقات)

بَابُ الْغَصَبِ وَالْعَارِيَةِ — مال ہتھیا لینے اور مانگ کر لینے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

غصب کے معنی ہیں کسی کے مال پر ناجائز قبضہ کرلینا جیسے کوئی چیز کسی سے مانگ کر لائے پھر نہ دے یا امانت کا انکار کردیا لہٰذا غصب چوری ڈکیتی میں فرق ہے۔ عاریت کے معنے ہیں کسی کی چیز سے اس کی اجازت پر بغیر معاوضہ نفع حاصل کرنا۔ جیسے کسی کا برتن کچھ دن کے لئے مانگ لینا۔ پھر کام نکال کر واپس کردینا' غصب حرام ہے۔ عاریت جائز' عاریت عار بمعنی شرم وغیرت سے بنا۔ چونکہ اہل عرب اس کام میں شرم کرتے تھے اس لئے اسے عاریت کہا گیا ننگے کو بھی عاری اسی لئے کہتے ہیں کہ ننگا رہنے میں شرم و عار ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا عاریت تعاور سے ہے بمعنی تبادلہ کرنا' دست بدست لین' دین۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۰۹) روایت ہے حضرت سعد ابن زید سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بالشت بھر زمین ظلمًا لے لے تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۸۰۹) ۱؎ آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں حضرت عمر فاروق کی بہن فاطمہ آپ ہی کے نکاح میں تھیں۔ آپ ہی کے ذریعہ حضرت عمر ایمان لائے۔ سوا بدر تمام غزوات میں شامل رہے بدر کے دن آپ حضرت طلحہ کے ساتھ کفار قریش کی تلاش میں گئے تھے حضور انور نے آپ کو حصہ غنیمت کے مال سے دیا۔ ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی ۵۱ھ میں مقام عقیق میں انتقال ہوا' آپ کی نعش مدینہ پاک لائی گئی' بقیع میں دفن ہوئے ۲؎۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کے سات طبقے اوپر نیچے ہیں صرف سات ملک نہیں پہلے تو اس غاصب کو زمین کے سات طبق کا طوق پہنایا جائے گا پھر اسے زمین میں دھنسایا جائے گا۔ لہٰذا جن احادیث میں ہے کہ اسے زمین میں دھنسایا جائے گا وہ احادیث اس حدیث کے خلاف نہیں' یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں' اللہ تعالٰی اس

marfat.com

غاصب کی گردن اتنی لمبی کردے گا کہ اتنی بڑی ہنسلی اس میں آجائے گی۔ معلوم ہوا کہ زمین کا غصب دوسرے غصب سے سخت تر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ وَاِنَّمَا يَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۴۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی کسی کا جانور بغیر اس کی اجازت کے نہ دوہے ۱؎ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ کوئی اس کے بالاخانہ پر گھس آئے پھر اس کا خزانہ توڑ کر غلہ لے جائے ۲؎ اور لوگوں کے جانوروں کے تھن ان کی غذاؤں کے خزانہ ہیں ۳؎ (مسلم)

(۲۸۴۰) ۱؎ یعنی کسی کی بکری، گائے، بھینس، اونٹنی وغیرہ کا دودھ بغیر اس کی اجازت نہ نکالے، اہل عرب اس طرح دودھ کی چوری بھی کرتے تھے کہ کسی کا جانور پکڑا دودھ دوہ لیا، یہ بھی حرام ہے ۲؎ بعض نسخوں میں بجائے طعامہ کے متباعہ اہل عرب اکثر اپنا سامان بالاخانوں پر رکھتے تھے، اس لئے بالاخانہ کا ذکر فرمایا ورنہ چوری تہ خانہ سے بھی حرام ہے اور بالاخانہ سے بھی ۳؎ یعنی جیسے کسی کا مال بغیر اجازت اس کے گھر سے لینا حرام ہے ایسے ہی کسی کے جانور کا دودھ مالک کی اجازت کے بغیر دودھ لینا حرام ہے یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ کسی کا جانور بغیر اجازت نہ دوہے ہاں مخمصہ یعنی سخت بھوک، کی حالت میں اجازت ہے کہ اس طرح دودھ کر پی لے اور جان بچالے، ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں اگر مردار بھی پائے اور غیر کا مال بھی تو مردار کھا کر جان بچالے اور غیر کے مال کو ہاتھ نہ لگائے (مرقات) امام محمد و اسحاق کے ہاں دوسرے کا جانور بغیر اجازت دودھ لینا جائز ہے ان کی دلیل حدیث ہجرت ہے کہ صدیق اکبر نے بحالت سفر ایک قریش کے غلام سے اس کی بکری کا دودھ دوہلوایا اور خرید کر حضور کو پلایا، حالانکہ بکری کا مالک وہاں موجود نہ تھا، نیز بعض روایات میں ہے کہ جو کسی کی بکری پائے، وہ تین بار آواز دے کہ کس کی بکری ہے میں دودھ دوہتا ہوں، اگر تین آوازوں میں مالک نہ ملے، تو دودھ دوہ لے اور پی لے، مگر یہ دلیلیں کمزور ہیں، کیونکہ پہلی حدیث کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس غلام کو دودھ بیچنے کی مالک کی طرف سے اجازت تھی، اور یہ دوسری حدیث مخمصہ کی حالت کے لئے ہے جبکہ بھوک سے جان نکل رہی ہو، ورنہ غیر کا مال بغیر اجازت لینا کس طرح درست ہو سکتا ہے یوں ہی کسی کے باغ کے پھل اس کی اجازت کے بغیر نہ توڑے نہ کھائے، نہ اٹھائے نہ لے جائے، جن احادیث میں اجازت ہے کہ کھائے مگر لے نہ جائے وہاں بھی مخمصہ کی حالت مراد ہے کہ بھوک کی جان پر بن گئی ہے وہ یہ کھا کر جان بچائے، ہاں جنگلی پھل کسی کی ملک نہیں جیسے کوکن بیر، وہ شکار کے جانور کی طرح کسی کی ملک نہیں جو چاہے کھائے، (از لمعات و مرقات واشعہ مع زیادۃ) اس کی تحقیق کتب فقہ میں دیکھئے،

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِصَحْفَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتِ الَّتِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهَا يَدَ

(۲۸۴۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کے پاس تھے کہ امہات المومنین میں سے کسی نے ایک پیالہ بھیجا ۱؎ جس میں کچھ کھانا تھا تو جس کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے انہوں نے خادم

الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ الَّذِي كَانَ فِي الصَّحْفَةِ وَيَقُولُ غَارَتْ أُمُّكُمْ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتّٰى أُتِيَ بِصَحْفَةٍ مِّنْ عِنْدِ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَى الَّتِي كُسِرَتْ صَحْفَتُهَا وَأَمْسَكَ الْمَكْسُورَةَ فِي بَيْتِ الَّتِي كَسَرَتْ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کے ہاتھ مارا جس سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا۲۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑے جمع کئے۔ پھر جو کھانا پیالے میں تھا اس میں ڈالا۳۔ اور آپ فرماتے جاتے تھے کہ تمہاری ماں غیرت کر گئیں۴۔ پھر خادم کو روک لیا حتی کہ جن کے گھر میں حضور تھے ان کے پاس سے پیالہ لایا گیا تو جن کا پیالہ ٹوٹ گیا تھا انہیں درست پیالہ دے دیا۵۔ اور ٹوٹا ہوا پیالہ توڑنے والی کے گھر میں رکھ دیا۶۔ (بخاری)

(۲۸۱۱) ۱۔ بعض بیویوں سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ ہیں جیسا کہ دوسری روایتوں میں ہے' یا تو حضرت انس ان کا نام بھول گئے' یا احتراماً" ان کا نام ظاہر نہ فرمایا' کھانا بھیجنے والی بی بی صفیہ ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ حضرت زینب یا ام سلمہ ہوں' حضور کی بارگاہ میں اکثر و بیشتر ہدیے جب ہی آتے تھے جبکہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر پر ہوتے (اشعہ و مرقات) ۲۔ آپ خادم کو مارنا نہ چاہتی تھیں کہ وہ تو بے قصور تھا بلکہ ارادہ پیالہ پھینکنے کا تھا اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارنا اسی نیت پر تھا' چنانچہ خادم کو چوٹ نہ لگی اور پیالہ گر گیا اسی لئے حضور انور نے خادم کو قصاص نہ دلوایا پیالہ کا عوض دلوایا' ۳۔ یہ ہے سرکار کا حلم و اخلاق اور نعمت الٰہی کی قدر دانی کہ آپ ام المومنین پر ناراض نہ ہوئے اور کھانا ضائع نہ جانے دیا۔ اس سے پتہ لگا کہ گرے ہوئے لقمہ کو بھی جھاڑ پونچھ کر کھا لینا چاہیے جیسا کہ دوسری روایتوں میں صراحتہ" آتا ہے' ۴۔ یعنی ام المومنین نے یہ کام ظلماً" نہیں کیا نہ وہ اس میں گنہگار ہیں بلکہ فطرت بشری کی بنا پر کیا کہ قدرتی طور پر ہر بی بی اپنی سوکن کی چیز کو اپنے گھر آنا پسند نہیں کرتی۔ فطری چیز پر پکڑ نہیں ہوا کرتی' سبحان اللہ کیسی برکت والی ماں ہیں کہ یہاں ان کی صفائی حضور انور بیان فرما رہے ہیں' اور دوسرے مقام پر ان کی صفائی اللہ تعالٰی قرآن میں بیان فرما رہا ہے۔ ان خطاؤں پر ہماری لاکھوں عبادتیں قربان' ۵۔ یہ پیالہ کا ضمان نہ تھا اور نہ قیمت دلوائی جاتی' کیونکہ پیالہ شرعاً" مثلی چیز نہیں ہے قیمتی چیز ہے جس کے توڑنے پر بدلہ میں قیمت واجب ہوتی ہے' بلکہ یہ عمل شریف اخلاقاً" تھا' کیونکہ دونوں پیالے حضور ہی کے تھے' وہاں ضمان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' بعض شارحین نے اس کی اور وجہیں بھی بیان کی ہیں' مگر یہ وجہ نہایت اعلٰی ہے' دینے والے بھی حضور ہیں اور لینے والے بھی' گھر کا سامان خاوند کا ہوتا ہے نہ کہ بیوی کی ملک' ۶۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ٹوٹا پیالہ بھی مال ہے' اس کی بیع و معاوضہ جائز ہے' کبھی تو یہ ٹھیکریاں جڑ کر کام دیتی ہیں اور کبھی الگ الگ ہی کچھ کام دے جاتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ کسی کی چیز توڑ دینا بھی غصب کی ایک قسم ہے جبکہ یہ توڑنا زیادتی کی بنا پر ہو' اور اس کا تاوان لازم ہے۔ اسی لئے صاحب مشکوۃ یہ حدیث غصب کے باب میں لائے' جناب عائشہ صدیقہ کا یہ فعل صورۃ" تعدی تھا' لہذا یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ صاحب مشکوۃ یہ حدیث باب الغصب میں کیوں لائے (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهٰى عَنِ النُّهْبَةِ وَالْمُثْلَةِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۸۱۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن یزید سے ۱۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے لوٹ مار کرنے اور ناک کان کاٹنے سے منع فرمایا ۱۔ (بخاری)

marfat.com

(۲۸۱۲) ا۔ آپ محلی انصاری ہیں' صلح حدیبیہ میں آپ ۱۷سال کے تھے' بیعت الرضوان میں شریک تھے حضرت عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں انہی کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے اور انہی کے زمانہ میں وفات پائی' آپ سے آپ کے بیٹے موسیٰ اور آپ کے پوتے ابوبردہ ابن ابی موسیٰ وغیرہم نے روایات لیں' امام شعبی آپ کے کاتب رہے۔ ۲۔ یعنی نہ تو کسی مسلمان کا مال لوٹنا جائز ہے اور نہ کسی انسان یا حیوان کے ناک کان زندگی میں یا بعد موت کاٹنا جائز اس سے معلوم ہوا کہ کٹی ہوئی پتنگ یا اس کی ڈور لوٹنا حرام ہے کہ یہ بھی نہیبہ خیال رہے کہ لٹائی ہوئی چیز کا لوٹ لینا جائز ہے' جیسے نکاح کے چھوہارے اور دلھا دلہن پر بکھیر کے پیسے' کہ اسے عربی میں نثر کہتے ہیں نہ کہ نہبہ' یوں ہی علاجا" و قصاصا" ناک کان کاٹنا جائز' کہ وہ مثلہ نہیں' بلکہ علاج یا قصاص ہے' لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ان النفس بالنفس والعین بالعین الخ اہل عرب جنگوں میں مقتولین کے ناک کان کاٹ ڈالتے تھے اور ایک دو مہمانوں کی آمد پر زندہ بکری کا ہاتھ یا پیر کاٹ کر پکا لیتے تھے' یہاں اس سے منع فرمایا گیا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِاَرْبَعِ سَجَدَاتٍ فَانْصَرَفَ وَقَدْ اٰضَتِ الشَّمْسُ وَقَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ تُوْعَدُوْنَهٗ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهٗ فِيْ صَلٰوتِيْ هٰذِهٖ لَقَدْ جِيْءَ بِالنَّارِ وَذٰلِكَ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَاَخَّرْتُ مَخَافَةَ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ مِنْ لَفْحِهَا وَحَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ وَكَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهٖ فَاِنْ فُطِنَ لَهٗ قَالَ اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِيْ وَاِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهٖ وَحَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَةَ الْهِرَّةِ الَّتِيْ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا ثُمَّ جِيْءَ بِالْجَنَّةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَقَدَّمْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ وَلَقَدْ مَدَدْتُ يَدِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرَتِهَا لِتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ بَدَا لِيْ اَنْ لَّا اَفْعَلَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۱۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہن گیا' جس دن کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ا۔ تو حضور نے لوگوں کو دو رکعتیں چھ رکوعوں اور چار سجدوں سے پڑھائیں ۲۔ پھر فارغ ہوئے حالانکہ سورج اصلی حالت پر لوٹ چکا تھا فرمایا جن چیزوں کی تمہیں خبر دی گئی ہے ان میں سے کوئی چیز نہیں مگر میں نے اپنی اس نماز میں وہ سب دیکھ لیں ۳۔ حتی کہ آگ لائی گئی اور یہ جب تھا جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں پیچھے ہٹا ۴۔ اس خوف سے کہ اس کی لپٹ مجھے پہنچ جائے ۵۔ اور حتی کہ میں نے آگ میں تیرنے والے کو دیکھا جو اپنی آنتیں آگ میں کھینچ رہا ہے ۶۔ وہ اپنے نیزے سے حاجیوں کی چوری کر لیتا تھا اگر اس کی حرکت معلوم ہو جاتی تو کہہ دیتا تھا کہ یہ میرے نیزے سے لگ رہا اور اگر اس سے بے خبری رہی تو لے جاتا ۷۔ اور حتی کہ میں نے اس میں بلی والی کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ رکھا کہ اسے کچھ نہ کھلایا اور نہ اسے چھوڑا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گئی ۸۔ پھر جنت لائی گئی اور یہ جب تھا کہ تم نے مجھے دیکھا کہ میں آگے بڑھا حتی کہ اپنی جگہ کھڑا ہو گیا ۹۔ اور میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں چاہتا تھا کہ اس کے کچھ پھل لے لوں تا کہ تم انہیں دیکھو۔ پھر رائے یہ ہی قائم ہوئی کہ ایسا نہ کروں ۱۰۔ (مسلم)

marfat.com

(۲۸۱۳) ا۔ اس کی تحقیق باب صلوۃ الکسوف میں ہو چکی کہ حضرت ابراہیم کی وفات چاند کی دسویں تاریخ کو ہوئی' ریاضی کے قاعدہ سے اس دن سورج گرہن لگ سکتا ہی نہ تھا' مگر رب تعالٰی نے ان کا قاعدہ توڑ دیا' حضرت ابراہیم کی بقر عید ۸ھ میں بی بی ماریہ قبطیہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے' اور سولہ یا اٹھارہ مہینہ کی عمر پا کر وفات پا گئے اور بقیع میں دفن ہوئے' ۲۔ اس طرح کہ ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے کئے' اس کی تحقیق نماز کسوف میں گزر چکی ہمارے ہاں اس نماز کی ہر رکعت میں بھی اور نمازوں کی طرح ایک رکوع اور دو سجدے ہی ہوں گے' اس کے جوابات اسی باب میں عرض کردیئے گئے' ۳۔ یعنی جنت اور وہاں کی نعمتیں اور دوزخ اور وہاں کے سارے عذاب اپنی ان آنکھوں سے ملاحظہ فرمالئے' حدیث بالکل ظاہری معنے پر ہے۔ اس میں کسی تاویل اور توجیہ کی ضرورت نہیں' اس کی پوری تحقیق نماز کسوف میں ہو چکی ہے' ۴۔ باب الکسوف میں گزر چکا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں دو بار کچھ جنبش فرمائی ایک بار تو آگے بڑھ کر کچھ لینے کے ارادے سے اور ایک بار پیچھے ہٹ کر بچنے کے قصد سے' اسے فرمارہے ہیں کہ جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں عین نماز کی حالت میں کسی خطرناک چیز سے بچتے ہوئے پیچھے ہٹا تو اس وقت دوزخ ہمارے سامنے تھی۔ اس سے بچنا مقصود تھا ۵۔ یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے کہ بادل یا آندھی آنے پر حضور انور کا چہرہ مبارک متغیر ہو جاتا تھا کہ کہیں عذاب یا قیامت نہ آگئی ہو حالانکہ سرکار کو معلوم تھا کہ قیامت ابھی نہیں آسکتی اور آپ کے ہوتے عذاب نازل نہیں ہو سکتا' یوں ہی حضور انور کو معلوم تھا' کہ دوزخ کی آگ ہم پر اثر نہیں کر سکتی حضور انور کی تو بڑی شان ہے مومن دوزخ میں جاکر دوزخی مسلمان کو نکال لائیں گے اور آگ کے اثر سے محفوظ رہیں گے' یہ خوف دراصل خوف الٰہی ہے۔ لہذا یہ حدیث واضح ہے۔ ۶۔ محجن جحن سے بنا' معنی اپنی طرف کھینچنا' اب محجن وہ لاٹھی ہے۔ جس کے کنارے پر خم دار کولا لگا ہو اس کے ذریعہ آسانی سے چیز اپنی طرف کھینچی جائے۔ اس محجن والے کا نام عمرو ابن لحیی ہے۔ لام کے پیش ح کے فتح سے' قصب معنی آنت جمع اقصاب یعنی اس کی آنتیں باہر نکل پڑی تھیں۔ جب وہ چلتا پھرتا ہے۔ تو آنتیں گھسٹتی ہیں' رب کی پناہ۔ ۷۔ غرضیکہ فیشن ایبل (FASHION ABLE) سیاسی چور تھا کہ حجاج کے کپڑے دن دہاڑے اس طرح چوری کرتا تھا کہ پکڑا بھی نہ جائے۔ اور چوری بھی کرے۔ مالک نے دیکھ لیا تو کہہ دیا ارے مجھے خبر نہ ہوئی کہ میرے محجن سے تیرا کپڑا الگ گیا ہے نہ دیکھا تو مال اپنا کرلیا ۸۔ شاید یہ عورت اسرائیلی تھی جس نے بلی پر یہ ظلم کیا تھا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں جنت و دوزخ ملاحظہ فرمائے۔ جو عالم غیب کی چیزیں ہیں دوسرے یہ کہ قیامت کے بعد ہونے والے عذابوں کو حضور کی نگاہ ملاحظہ فرمالیتی ہے۔ یعنی آپ اگلے پچھلے کھلے چھپے حالات کو دیکھ لیتے ہیں تیسرے یہ کہ یہ حرکت نماز فاسد نہیں کرتی۔ چوتھے یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی عذاب کا باعث ہے۔ اس کی مکمل بحث ہم نماز کسوف کے بیان میں کر چکے ہیں۔ ۹۔ ظاہر یہ ہے کہ مقامی (اپنی جگہ) سے مراد آخری وہ جگہ ہے۔ جہاں تک آپ آگے بڑھ کر پہنچے تھے اور ہو سکتا ہے کہ مطلب یہ ہو کہ پہلے ہم آگے بڑھے۔ پھر پیچھے ہٹے حتی کہ مصلے پر وہاں ہی لوٹ آئے جو ہماری جگہ تھی ۱۰۔ یعنی ہم نے ہاتھ بڑھایا اور ہمارا ہاتھ جنت کے خوشہ تک پہنچ گیا۔ چاہا کہ توڑ لیں۔ اور اس غیبی پھل کو شہودی بنا کر تمہیں دکھاویں بلکہ کھلادیں' مگر خیال یہ ہوا کہ پھر جنت و دوزخ پر ایمان بالغیب نہ رہے گا اس لئے چھوڑ دیا' بعض روایات میں ہے کہ اگر ہم وہ پھل توڑ لیتے تو تم تاقیامت کھاتے رہتے کبھی ختم نہ ہوتے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں' دوسرے یہ کہ جنت کے پھل دنیا کی طرح عینی اور حقیقی ہیں فقط خیالی و تمثیلی نہیں۔ تیسرے یہ کہ ہلاکت اور عذاب کی جگہ سے ہٹ جانا سنت ہے چوتھے یہ کہ تھوڑا عمل نماز

marfat.com

کو فاسد نہیں کرتا۔ پانچویں یہ کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے اور دوزخ کا سبب ہو جاتا ہے۔ چھٹے یہ کہ رب نے حضور کے ہاتھ میں وہ قدرت دی ہے کہ اٹھے تو مغرب و مشرق میں پہنچ جائے اور ہر جگہ تصرف کرے دیکھو بظاہر ہاتھ شریف دو تین فٹ کے فاصلہ پر پہنچا لیکن در حقیقت وہ جنت میں پہنچ چکا تھا اور وہاں کے خوشے پکڑ چکا تھا اب بھی حضور کا ہاتھ ہر بیکس کو سہارا دیتا ہے ساتویں یہ کہ حضور جنت اور وہاں کی نعمتوں کے مالک ہیں' جو چاہیں لے لیں اور دے دیں' دیکھو اس موقعہ پر رب نے نہ فرمایا کہ آپ خوشہ کیوں توڑ رہے ہیں حضور انور نے خود ہی چھوڑ دیا۔

وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُولُ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ اَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۱۴) روایت ہے حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس کو فرماتے سنا کہ ایک دفعہ مدینہ میں دہشت پھیل گئی ا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ سے گھوڑا مانگا جسے مندوب کہا جاتا تھا ۲۔ آپ اس پر سوار ہوئے پھر جب واپس ہوئے تو فرمایا ہم نے وہاں کچھ بھی نہ دیکھا اور ہم نے اس گھوڑے کو دریا پایا ۳۔ (مسلم بخاری)

(۲۸۱۴) ا۔ افواہ یہ پھیل گئی کہ دشمن کا لشکر یا ڈاکو حملہ آور ہو گئے اس پر شور مچ گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے پر وہاں پہنچ گئے فرماتے جاتے تھے مت گھبراؤ میں آگیا مت گھبراؤ میں آگیا ۲۔ مندوب یا تو ندب سے بنا بمعنی طلب اور بلاوا۔ مندوب بمعنی مطلوب' مرغوب محبوب اور یا ندبۃ سے بنا بمعنی اثر زخم چونکہ یہ گھوڑا بہترین تھا اور اس کے جسم میں زخم کا اثر بھی تھا اس لئے اسے مندوب کہا جاتا تھا (مرقات) ۳۔ یعنی وہاں حملہ وغیرہ کچھ نہیں ہوا یونہی وہم تھا اور یہ گھوڑا بہت تیز اور سبک رفتار ہے۔ خیال رہے کہ یہ گھوڑا اڑیل تھا آج حضور کی برکت سے ٹھیک ہو گیا پھر ٹھیک ہی رہا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جانور عاریۃً لے سکتے ہیں دوسرے یہ کہ جانور کا نام رکھنا جائز ہے تیسرے یہ کہ خطرناک مقام پر اکیلے پہنچ جانا بھی جائز ہے چوتھے یہ کہ دشمن کی تحقیق کرنا اور اس سے باخبر رہنا ضروری ہے پانچویں یہ کہ خوف دور ہو جانے پر لوگوں کو مطمئن کرنا سنت ہے آج خطرہ کا بھی الارم (ALARM) ہوتا ہے۔ اور اس کے جاتے رہنے کا بھی چھٹے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب نے بہت قوی دل عطا فرمایا تھا اور حضور بے مثل بہادر تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِي — دوسری فصل

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ عُرْوَةَ مُرْسَلًا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ۔

(۲۸۱۵) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضور نے فرمایا جو بنجر زمین کو آباد کرے ا۔ وہ اس کی ہے ۲۔ کسی ظالم رگ کا اس میں کوئی حق نہیں ۳۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد) اور مالک نے ارسالاً حضرت عروہ سے روایت کی ۴۔ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے' غریب ہے ۵۔

(۲۸۱۵) ا۔ زمین میں میتہ وہ زمین ہے' جو نہ تو کسی کی ملکیت ہو نہ اس سے بستی کے فوائد وابستہ ہوں۔ لہٰذا بستی کے قریب کی

marfat.com

چراگاہیں، گھوڑ دوڑ کے میدان فوجی چھاؤنیوں کی زمینیں ارض میتہ نہیں۔ اسے آباد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے قابل کاشت بنائے ہموار کرے اس میں رہے باغ وغیرہ لگائے۔ ۲؎ یعنی ایسی زمین کو آباد کرنے والا اس کا مالک ہو جائے گا۔ صاحبین اور امام شافعی اس حدیث کو مطلق رکھتے ہیں حاکم کی اجازت کی قید نہیں لگاتے مگر امام اعظم سلطان کی اجازت ضروری فرماتے ہیں یعنی اگر حکومت کی اجازت سے آباد ہوئی ہے تو آباد کار اس کا مالک ہے ورنہ نہیں، ان حضرات کے ہاں یہ فرمان عالی مذہبی قانون ہے، امام اعظم کے ہاں سیاسی حکم تھا یعنی حضور انور سلطان تھے آپ نے لوگوں کو اجازت دی تھی کہ بنجر زمینیں آباد کرو تم مالک ہو اگر اب بھی بادشاہ یہ اعلان کردے تو حکم نافذ ہو گا آج کل بعض نواب راجے اپنی ریاستیں آباد کرنے کے لئے مربعے دیتے ہیں لوگ آباد کر لیتے ہیں وہ حکم اسی حدیث سے حاصل ہے دوسری روایت میں ہے۔ للمرا الا ماطابت بہ نفس بہ انسان اس زمین کا مالک ہے۔ جس پر سلطان راضی ہو وہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے (مرقات) ۳؎ یعنی اگر اس زمین میں کوئی شخص کھیت بوئے یا باغ لگائے، تو آباد کرنے والا شخص اس کھیت یا باغ کو اکھڑوا سکتا ہے اپنی زمین خالی کرا سکتا ہے عرق تنوین سے ہے یعنی رگ، مراد خود رگ والا یعنی انسان ہے۔ ۴؎ یعنی عروہ اگرچہ صحابی ہیں مگر انہوں نے خود حضور انور سے یہ حدیث نہ سنی ان سے کسی اور راوی نے بیان کی۔ انہوں نے اس راوی کا نام نہ لیا خیال رہے کہ صحابی کی مرسل حدیث بالاتفاق قبول ہے تابعی کی مرسل حدیث امام شافعی کے ہاں حجت نہیں ہمارے ہاں حجت ہے مرقات نے فرمایا کہ شاید حضرت عروہ نے سعید ابن زید سے ہی روایت کی ہے مگر امام مالک کی روایت میں سعید ابن یزید کا نام شاید مذکور نہیں اس لئے وہ حدیث مرسل ہوئی اور احمد کی اسناد متصل ۵؎ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مختلف اسنادوں سے بہت ائمہ نے روایت کی۔ چنانچہ بیہقی نے باسناد حسن حضرت عائشہ صدیقہ سے مرفوعا روایت کی فرمایا کہ العبد العباد اللہ والبلاد بلاد اللہ من احیا من موات الارض شیئا فھو لہ ولیس لعرق ظالم حق

وَعَنْ اَبِیْ حُرَّۃَ الرَّقَاشِیِّ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْہُ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَالدَّارَ قُطْنِیُّ فِی الْمُجْتَبٰی۔

(۲۸۱۶) روایت ہے حضرت ابوحرہ رقاشی سے وہ اپنے چچا سے راوی ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار ظلم نہ کرنا خبردار کسی شخص کا مال دوسرے کو حلال نہیں مگر اس کی خوش دلی سے ۲؎ (بیہقی، شعب الایمان، دار قطنی، فی مجتبی)

(۲۸۱۶) ۱؎ ابوحرہ تابعی ہیں بصری ہیں حق یہ ہے کہ ثقہ ہیں اگرچہ بعض نے انہیں ضعیف بھی کہا ہے ان کے چچا صحابی ہیں جن کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ مگر صحابی کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔ کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں (اشعہ و مرقات) ۲؎ شخص سے مراد حربی کافر کے علاوہ دیگر لوگ ہیں یہ حدیث بہت سے احکام کا ماخذ ہے مالی جرمانے کسی کی چوری، کسی کا مال لوٹ لینا، کسی کا مال جبرا" نیلام کر دینا۔ یہ سب حرام ہے خیال رہے کہ دیوالیہ کا مال درحقیقت اس کے قرض خواہوں کا مال ہے اس لئے حاکم دیوالیہ کی اجازت کے بغیر نیلام کر دیتا ہے غرضیکہ بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں لا تظلموا کے معنی ہیں کہ غیر پر ظلم نہ کرو یا اپنے پر ظلم نہ کرو۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِی الْاِسْلَامِ وَمَنِ انْتَہَبَ نُہْبَۃً فَلَیْسَ مِنَّا۔

(۲۸۱۷) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا اسلام میں نہ تو دور سے لانا جائز نہ دور لے جانا جائز ۱؎ نہ شغار حلال ۲؎ اور جو لوٹ

marfat.com

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) بچائے وہ ہم میں سے نہیں ۳۔ (ترمذی)

(۲۸۱۷) ا۔ جلب و جنب زکوۃ میں بھی ہوتا ہے۔ اور گھوڑدوڑ میں بھی۔ ہم نے یہ معنے زکوۃ کے جلب و جنب کے کئے ہیں اس کی شرح کتاب الزکوۃ میں گزر چکی گھوڑدوڑ میں گھوڑے کے ساتھ دوسرا گھوڑا لگانا اس پر سے اس گھوڑے کو ڈانٹنا جلب ہے اور دوسرا گھوڑا خالی رکھنا کہ اس کے تھکنے پر اس پر سوار ہو جائے جنب ہے (لمعات) ۲۔ نکاح کے عوض نکاح کرنا کہ ہر ایک نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو شغار کہلاتا ہے امام اعظم کے ہاں یہ نکاح درست ہو گا اور شرط باطل مہر مثل واجب ہو گا بعض اماموں کے ہاں نکاح ہی درست نہیں انشاء اللہ اس کی بحث کتاب النکاح میں ہو گی۔ ۳۔ یعنی ہماری جماعت سے نہیں یا ہمارے طریقہ سے نہیں ہم لوٹنے لٹانے یعنی بکھیر کا فرق پہلے عرض کر چکے ہیں۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَأْخُذْ أَحَدُكُمْ عَصَا أَخِيهِ لَاعِبًا جَادًّا فَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ فَلْيَرُدَّهَا إِلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَرِوَايَتُهُ إِلٰى قَوْلِهِ جَادًّا۔

(۲۸۱۸) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے وہ اپنے والد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ا۔ فرمایا تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کی لاٹھی نہ تو دل لگی سے لے نہ ارادۃً جو اپنے بھائی کی لاٹھی لے لے وہ اسے واپس دے دے ۲۔ (ترمذی، ابوداؤد) اور ابوداؤد کی روایت جادا" تک ہے۔

(۲۸۱۸) ا۔ آپ صغیر السن صحابی ہیں ۲ھ میں پیدا ہوئے حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ سات سال کے تھے آپ کی کنیت ابو یزید کندی ہے حضرت عمر نے آپ کو بازار مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا ۸۰ھ یا ۸۶ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ آپ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں جو وہاں فوت ہوئے۔ ۲۔ عصا وہ معمولی لاٹھی کہلاتی ہے جو بوڑھوں کے ہاتھوں میں رہتی ہے کبھی جانور ہانکنے کی چھڑی کو عصا کہہ دیتے ہیں۔ یہاں دونوں معنے بن سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کسی کی معمولی چیز بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر نہ لو۔ اگر نادانی میں لے چکے ہو تو معلوم ہونے پر فوراً واپس کر دو۔ چیز چھپانے چرانے کا مذاق بھی جائز نہیں (اشعہ)

وَعَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ وَيَتَّبِعُ الْبَيِّعُ مَنْ بَاعَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۸۱۹) روایت ہے حضرت سمرہ سے ا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو کسی شخص کے پاس بعینہٖ اپنا مال پائے وہ ہی اس کا حقدار ہے ۲۔ اور خریدار بیچنے والے کا پیچھا کرے ۳۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی)

(۲۸۱۹) ا۔ آپ سمرہ ابن جندب فزاری ہیں انصار کے حلیف بہت احادیث کے حافظ ہیں ۵۹ھ میں بصرہ میں وفات پائی ۲۔ یہ جملہ پہلے بھی دیوالیہ کے بیان میں گزر گیا ہے۔ وہاں اس کا مطلب اور تھا یہاں غصب چوری یا ڈکیتی کا مال مراد ہے۔ یعنی اگر غاصب یا چور یا ڈاکو چوری کا مال فروخت کر دے۔ پھر مالک خریدار کے پاس وہ مال پائے تو اس سے لے لے گا خریدار یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے خریدا ہے۔ اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ ناجائز قبضہ سے قابض مالک نہیں ہو جاتا چور، رشوت خور، سود خور، چوری، رشوت اور سود کے مال کے مالک نہیں کہ یہ ناجائز قبضے ہیں۔ دوسرے یہ کہ غیر کا مال بغیر اس کی اجازت فروخت نہیں کر

marfat.com

سکتے اگر فروخت کردیا تو بیع درست نہ ہوگی ۳؎ یعنی مالک سے خریدار قیمت نہیں مانگ سکتا بلکہ چیز اس کے حوالے کردے گا اور بیچنے والے کا پیچھا کرے گا اور اس سے قیمت لے گا' لیکن اگر کوئی شخص جانتے ہوئے چور یا غاصب سے چیز سستی خرید لے تو مجرم ہے کہ یہ چور و غاصب کا مددگار معاون ہے حدیث میں اس خریدار کا ذکر ہے جو بے خبری سے غاصب سے خریدے۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْيَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۸۲۰) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی حتی کہ اسے ادا کردے ۱؎ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۸۲۰) ۱؎ ید یعنی ہاتھ سے مراد ہاتھ والا ہے مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی کا مال عاریت' امانت' ودیعت غصب وغیرہ کسی ذریعہ سے لے۔ اس پر اس مال کا لوٹانا واجب ہے جب تک کہ لوٹا نہ دے گا ذمہ دار رہے گا اگر مال ہلاک ہوجائے تو غاصب پر تاوان لازم ہے امانت وغیرہ میں تاوان نہیں اور ہلاک کردینے کی صورت میں سب پر تاوان ہے غاصب پر بہرحال واپس کرنا لازم ہے' مالک مانگے یا نہ مانگے' عاریت میں مدت معینہ پوری ہوجانے پر بغیر مانگے واپس کرنا لازم ہے مگر امانت بغیر مانگے واپس دینا لازم نہیں۔ مانگنے پر لازم ہے (از مرقات مع زیادۃ)

وَعَنْ حَرَامِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مُحَيِّصَةَ اَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطًا فَاَفْسَدَتْ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَلٰى اَهْلِ الْحَوَائِطِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ وَاَنَّ مَا اَفْسَدَتِ الْمَوَاشِيْ بِاللَّيْلِ ضَامِنٌ عَلٰى اَهْلِهَا (رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۸۲۱) روایت ہے حضرت حرام ابن سعد ابن محیصہ سے ۱؎ کہ براء ابن عازب کی اونٹنی کسی باغ میں گھس گئی ۲؎ اسے خراب کردیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ یہ فرمایا کہ دن میں تو باغ والوں پر باغ کی حفاظت لازم ہے ۳؎ اور رات میں جانور جو بربادی کرجائیں ان کے جانور والے ضامن ہیں ۴؎ (مالک' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۸۲۱) ۱؎ حرام تابعی ہیں ان کے والد صحابی' حرام اپنے والد اور براء ابن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۱۳ھ میں وفات پائی ثقہ ہیں (مرقات و اشعہ) ۲؎ عربی میں بستان یا روضہ ہر باغ کو کہتے ہیں۔ مگر حائط وہ باغ کہلاتا ہے جس کے اردگرد دیوار ہو ۳؎ یعنی باغ والے نے دربار رسالت میں فریاد کی۔ تو فیصلہ یہ فرمایا کہ دن میں باغ والے اپنے باغ کی نگرانی کریں۔ کسی جانور کو نہ گھسنے دیں کیونکہ دن میں عموماً جانور کام کاج کو نکلتے ہیں ان کے مالک ان کی پوری نگرانی نہیں کرسکتے۔ اور رات کو جانور والے اپنے جانوروں کی نگرانی کریں۔ کہ رات میں جانور باندھے جاتے ہیں ۴؎ خلاصہ فیصلہ یہ ہے کہ اگر کسی کا جانور کسی دوسرے کا باغ یا کھیت دن میں خراب کردیں تو اس کا تاوان جانور والے پر نہیں کہ قصور باغ والے کا اپنا ہے۔ اور اگر رات میں یہ واقعہ ہوا تو جانور والے پر برباد شدہ باغ کی قیمت باغ کے مالک کو دینا لازم ہے۔ کیا ہی نفیس فیصلہ ہے آج کل حکومتیں ایسے جانور کو پکڑ کر قید کردیتی ہیں اور مالک جانور سے جرمانہ خود وصول کرلیتی ہیں جس کا باغ یا کھیت اجڑا اسے کچھ نہیں ملتا یہ ظلم ہے۔ حضرت امام شافعی و مالک ہاں اگر مالک جانور کے ساتھ ہو اور پھر جانور کھیت برباد کرے منہ سے یا پاؤں سے تو بہرحال جانور والے پر تاوان ہے دن میں برباد کرے یا رات میں' اگر مالک ساتھ نہ ہو تو وہ تفصیل ہے جو یہاں مذکور ہے۔ احناف کے ہاں اگر مالک کے ساتھ نہ ہو تو تاوان واجب

marfat.com

نہیں خواہ دن میں ہلاکت ہو یا رات میں تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے (از مرقات)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّجْلُ جُبَارٌ وَقَالَ النَّارُ جُبَارٌ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

(۲۸۲۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھر باطل ہیں اور فرمایا آگ باطل ہے ا۔ (ابوداؤد)

(۲۸۲۲) ا۔ یعنی جو چیز جانور کے پاؤں تلے آکر برباد و ہلاک ہو جائے اس کا ضمان مالک پر نہیں‘ یونہی اگر کسی کے گھر کی آگ اڑ کر دوسرے کی چیز کو جلا دے تو آگ والے پر ضمان نہیں‘ یہ دونوں حکم اس صورت میں ہیں کہ مالک جانور اور آگ والے کی زیادتی نہ ہو‘ اگر ہو گی تو تاوان لازم ہو گا مثلاً آندھی چلتے ہوئے کوئی بلاوجہ بے احتیاطی سے آگ جلائے جس سے دوسرے کے گھر میں آگ لگ جائے تو یقیناً تاوان واجب ہو گا‘ یونہی بے احتیاطی سے جانور یا موٹر تیز دوڑائے کہ کوئی کچل جائے تو تاوان یقیناً لازم ہے‘ آج کل حکومت بے احتیاط ڈرائیور پر جرمانے وغیرہ کرتی ہے‘ ریل کے حادثہ کی صورت میں کانٹے والے یا دوسرے ذمہ دار لوگ پکڑے جاتے ہیں‘ ان کا ماخذ اس قسم کی احادیث ہیں‘ بہرحال قصوروار کی پکڑ ہے‘ بے قصور معافی میں ہے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَتٰى أَحَدُكُمْ عَلٰى مَاشِيَةٍ فَإِنْ كَانَ فِيْهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلٰثًا فَإِنْ أَجَابَهٗ أَحَدٌ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِنْ لَّمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ . (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

(۲۸۲۳) روایت ہے حضرت حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جانوروں پر آئے تو اگر ان میں ان کا مالک موجود ہو تب تو اس سے اجازت لے لے ا۔ اور اگر وہاں مالک نہ ہو تو تین آوازیں دے اگر کوئی اس کی آواز کا جواب دے تو اس سے اجازت لے لے اور اگر کوئی جواب نہ دے تو دودھ لے اور پی لے مگر لے نہ جائے ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۸۲۳) ا۔ اور اجازت لے کر جانور دوھے‘ دودھ پئے کہ مالک کی اجازت پر اس کی چیز استعمال کر سکتے ہیں۔ ۲۔ یہ حکم اس مجبور و مضطر کے لئے ہے جو بھوک سے مر رہا ہو‘ اور کوئی کھانے کی چیز میسر نہ ہو وہ ایسی مجبوری میں اس جانور کا دودھ بغیر مالک کی اجازت بھی پی لے بلکہ اگر مالک موجود ہو اور اجازت نہ دے تب بھی پی لے کہ جان جا رہی ہے اس کا بچانا ضروری ہے‘ پھر جب خدا دے تو اس کی قیمت مالک کو ادا کر دے‘ اور یہ پینا بھی بقدر ضرورت جائز ہے جس سے جان بچ جائے‘ بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ ہرگز نہ پئے‘ (مرقات‘ لمعات وغیرہ) ایسی مجبوری میں تو مردار بلکہ سور وغیرہ حرام گوشت بھی حلال ہو جاتے ہیں۔ رب فرماتا ہے فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف الاثم اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے نہ جائے کہ یہ ضرورت سے زیادہ ہے لہذا حدیث پر چکڑالویوں کا یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اس میں چوری جائز کر دی گئی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ حَائِطًا فَلْيَأْكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ .

(۲۸۲۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی باغ میں جائے وہ کھا تو لے توذخیرہ نہ کرے ا۔ (ترمذی‘ ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

marfat.com

(۲۸۲۴) ۱؎ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ بھوکا مسافر جب بھوک سے جاں بلب ہو اور کسی باغ پر گزرے جس کا مالک موجود نہیں' یا ہے تو اجازت نہیں دیتا' ایسی حالت میں اس کی بغیر اجازت بقدر بقاء حیات پھل کھالے' لے نہ جائے' پھر آمدنی ہونے پر اس کی قیمت ادا کردے' لہذا حدیث واضح ہے۔ خبنہ خ کے پیش ب کے جزم سے خبن سے بنا بمعنی دامن' دامن میں چھپائی چیز کو خبنہ کہتے ہیں' پھر ہر ذخیرہ کی ہوئی چیز کو خبنہ کہنے لگے (اشعہ' مرقات' لمعات)

وَعَنْ أُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَارَ مِنْهُ أَدْرَاعَهُ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ أَغَصْبًا يَا مُحَمَّدُ قَالَ بَلْ عَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۲۸۲۵) روایت ہے حضرت امیہ ابن صفوان سے وہ اپنے والد سے راوی ۱؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حنین کے دن ان کی زرہ عاریۃً لی وہ بولے یا رسول اللہ کیا غصب سے لیتے ہیں ۲؎ فرمایا نہیں بلکہ عاریت" جس کا ضمان دیا جائے گا ۳؎۔ (ابوداؤد)

(۲۸۲۵) ۱؎ امیہ کے والد کا نام صفوان ابن امیہ ابن خلف جمحی ہے' یہ قرشی ہیں' فتح مکہ کے دن یہ بھاگ گئے تھے' عمیر ابن وھب اور وھب ابن عمیر نے ان کے لئے حضور سے امان لے لی' حضور انور نے ان دونوں کو اپنی چادر عنایت کی' فرمایا صفوان کو دے دو' یہ امان کی چادر ہے' چنانچہ یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے' مگر ایمان نہ لائے' غزوہ حنین و طائف میں موجود رہے مگر بحالت کفر' حضور انور نے انہیں ان دونوں غزووں کی غنیمت سے دیا' تالیف قلب کے لئے' تب حضور کی داد و دہش دیکھ کر آپ ایمان لے آئے مکہ مکرمہ میں رہے' پھر ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے' حضرت عباس کے پاس ٹھہرے' حضرت عباس نے ان کی آمد کی خبر حضور انور کو دی' حضور نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں' ان کی بیوی ایک ماہ پہلے ایمان لا چکی تھیں' آپ کا نکاح قائم رکھا گیا' صفوان مکہ معظمہ میں ۴۲ھ میں فوت ہوئے انکا اسلام قبول ہوا بڑے فصیح و اشراف مکہ میں تھے (اکمال' مرقات) ۲؎ ابھی صفوان ایمان نہ لائے تھے' بحالت کفر ہی مدینہ منورہ میں ٹھہرائے گئے تھے تاکہ قرآن شریف سنیں' شاید ایمان کی توفیق مل جائے' ورنہ مکہ معظمہ واپس جائیں اس وقت کا یہ واقعہ ہے آپ آداب سے واقف نہ تھے' ورنہ مومن ایسی بات کبھی نہیں کہہ سکتا' اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے عاریۃً ہتھیار زرہ وغیرہ لے کر جہاد کرسکتے ہیں ۳؎ یہاں ضمان سے مراد خود اس زرہ کی واپسی ہے نہ کہ گم ہوجانے کی صورت میں اس کی قیمت کیونکہ عاریت والی چیز مستعیر کے پاس امانت ہوتی ہے۔ ہلاک ہوجانے پر اس کا ضمان نہیں' یا مطلب یہ ہے کہ اگر بحالت جہاد یہ زرہ خراب ہوگئی تو ضمان دیا جائے گا کہ تلف کردینے کی صورت میں عاریت کا ضمان ہے' حضرت علی' ابن مسعود' خواجہ حسن بصری' قاضی شریح کا یہ ہی مذہب' امام اعظم بھی یہ ہی فرماتے ہیں' مگر حضرت ابن عباس' ابوہریرہ' عطاء فرماتے ہیں کہ عاریت تلف ہوجانے پر ضمان ہے' یہ ہی امام شافعی و احمد ابن حنبل کا مذہب ہے وہ حضرات اس حدیث کے ظاہری معنی سے دلیل پکڑتے ہیں' امام صاحب کے نزدیک چونکہ عاریت امانت ہے لہذا تلف ہوجانے پر اس کا ضمان نہیں۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ.

(۲۸۲۶) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عاریت" (مانگی ہوئی چیز) ادا کی جائے اور عاریت کا جانور واپس کیا جائے ۲؎ قرض ادا کیا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ) جائے اور کفیل ضامن ہے ۲؎۔(ترمذی' ابوداؤد)

(۲۸۲۶) ا؎ منحہ وہ دودھ کا جانور یا درخت یا زمین ہے جو عاریۃً "کچھ روز کے لئے کسی کو دودھ پینے' پھل کھانے' کھیتی باڑی کرنے کو دیئے جائیں' یہ بھی عاریت کی ہی قسم ہے اور مردودہ کے معنی ہمارے ہاں یہ ہیں کہ اصل شے واپس کی جائے گی' امام شافعی کے ہاں یہ ہیں کہ ہلاک ہو جانے پر قیمت یا مثل بھی دیا جائے گا اس اختلاف کا ذکر ابھی گزر چکا ۲؎۔ یعنی مقروض زندگی میں تو خود قرض ادا کرے اور اگر بغیر ادا کئے مرجائے تو اس کے ورثاء اس کے مال سے ادا کریں' ادائے قرض میراث پر مقدم ہے اور قرض کا ذمہ دار وہ ہے کہ اگر مقروض نہ دے تو یہ دے' خیال رہے کہ کفالہ اور حوالہ میں بڑا فرق ہے یہاں کفیل کا ذکر ہے۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا اَرْمِي نَخْلَ الْاَنْصَارِ فَاُتِيَ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا غُلَامُ لِمَ تَرْمِي النَّخْلَ قُلْتُ اٰكُلُ قَالَ فَلَا تَرْمِ وَكُلْ مِمَّا سَقَطَ فِيْ اَسْفَلِهَا ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ فِيْ بَابِ اللُّقَطَةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۲۸۲۷) روایت ہے حضرت رافع ابن عمرو غفاری سے فرماتے ہیں میں لڑکا تھا انصار کے درخت کھجور پر پتھر مار رہا تھا ا؎ کہ مجھے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا گیا فرمایا اے لڑکے درخت پر پتھر کیوں مارتا ہے میں نے عرض کیا کھاؤں گا ۲؎۔ فرمایا تو پتھر نہ مار اور جو نیچے گرے ان میں سے کھالے ۳؎۔ پھر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا فرمایا خدایا اس کا پیٹ بھر دے ۴؎۔(ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ) اور ہم حضرت عمرو ابن شعیب کی حدیث انشاء اللہ باب اللقطہ میں بیان کریں گے۔

(۲۸۲۷) ا؎ یعنی پتھر کے ذریعہ کھجور کے پھل جھاڑ کر کھا رہا تھا کہ مجھے باغ والے نے پکڑ لیا ۲؎۔ یعنی سخت بھوکا ہوں' مجبوراً جھاڑ کر کھا رہا ہوں' جان بچانا مقصود ہے نہ کہ چوری کرنا' یا گھر لے جانا ۳؎۔ یعنی درخت جھاڑنا ضرورت سے زائد ہے' گرے پھلوں سے بھی پیٹ بھر سکتا ہے' یہ اجازت بھی اس بنا پر دی گئی کہ میں بھوکا تھا' جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے ورنہ مالک کی اجازت کے بغیر گرے پھل بھی نہیں کھا سکتے' فقیر نے عراق میں دیکھا کہ گرے پھل کھانے کی مالک کی طرف سے عام اجازت ہوتی ہے' جیسے ہمارے ہاں کھیت کٹنے پر گری ہوئی بالیاں کھیت والے نہیں اٹھاتے' ان کے سامنے ہی فقراء و مساکین چن لیتے ہیں ۴؎۔ غالباً یہ آخری جملہ کسی اور راوی کا کلام ہے ورنہ رافع ابن عمرو فرماتے کہ میرے سر پر ہاتھ پھیرا' اس جملے سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بھوکے تھے اور مجبوری کی حالت میں کھجوریں کھا رہے تھے اگرچہ ایسی حالت میں درخت سے توڑنے کی بھی اجازت ہے مگر جبکہ نیچے گرے ہوئے پھلوں سے حاجت پوری ہو سکتی ہے تو توڑنے کی کیا ضرورت۔ لہذا حدیث واضح ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ تیسری فصل

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۸۲۸) روایت ہے حضرت سالم سے وہ اپنے باپ سے راوی ا؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمین کا کچھ حصہ ناحق لے لے اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا ۲؎۔(بخاری)

(۲۸۲۸) ا؎ ان کے والد سیدنا عبداللہ ابن عمر ہیں آپ فاروق اعظم کے پوتے ہیں' تابعی ہیں فقہاء مدینہ سے ہیں ۱۰۶ھ میں

marfat.com

مدینہ پاک میں انتقال ہوا، آپ کی کنیت ابو عمرو قرشی ہے۔ ۲؎ یہ عذاب تو قیامت کے دن ہو گا بعد میں دوزخ کا عذاب اس کے علاوہ ہے کیونکہ حقوق العباد میں بڑا فرق ہے کہ اور چیزیں فانی ہیں، زمین پشت ہا پشت تک باقی رہتی ہے اس کی سزا بھی زیادہ، لمعات میں فرمایا گیا کہ بعض غاصبین زمین کو دھنسانے کی سزا دی جائے گی اور بعض کے گلے میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی، لہذا یہ حدیث طوق والی حدیث کے خلاف نہیں (لمعات) اور ہو سکتا ہے کہ ایک ہی غاصب کو دو وقت میں یہ دو عذاب ہوں۔

وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِغَيْرِ حَقِّهَا كُلِّفَ اَنْ يَحْمِلَ تُرَابَهَا الْمَحْشَرَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۸۲۹) روایت ہے حضرت یعلی ابن مرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ناحق کوئی زمین لے لے تو اسے اس کا مکلف کیا جائے گا اس کی ساری مٹی سارے محشر میں اٹھائے پھرے ۱؎ (احمد)

(۲۸۲۹) ۱؎ یہ غاصب زمین کا دوسرا عذاب ہے، اور اس کے سر پر اتنے حصے کی تحت الثریٰ تک کی مٹی رکھی جائے گی اور کہا جائے گا سارے محشر میں اٹھائے پھر، آج دھوپ میں ایک ٹوکرا مٹی لے کر چلنا وبال جان ہوتا ہے تو سوچ لو کہ قیامت کی دھوپ میں اتنا بوجھ لے کر سارے محشر میں پھرنا کیسا ہو گا۔ اللہ کی پناہ، خیال رہے کہ یہ تکلیف شرعی نہ ہو گی۔ تکلیف شرعی کی جگہ دنیا ہے بلکہ عذابی وعقابی تکلیف ہو گی۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يَّحْفِرَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَ سَبْعِ اَرَضِيْنَ ثُمَّ يُطَوَّقَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۸۳۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ظلماً بالشت بھر زمین لے لے اللہ اسے اس کا مکلف کرے گا اسے سات زمینوں کی تہ تک کھودے پھر قیامت کے دن تک اس کا طوق پہنائے گا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے ۱؎ (احمد)

(۲۸۳۰) ۱؎ یہ غاصب زمین کا تیسرا عذاب ہے، یا ایک ہی شخص کو یہ تینوں عذاب تین وقت میں دیئے جائیں گے یا کسی کو وہ گزشتہ عذاب اور کسی کو یہ یعنی یہ شخص خود سات تہ زمین تک بورنگ (BORING) کرے اور خود ہی اپنے گلے میں طوق بنا کر پہنے پھرے، الی یوم القیمۃ سے مراد ہے قیامت کا آخری حصہ جس کی تفسیر حتی یقضی الخ ہے، خیال رہے کہ قیامت میں مومن کے بعض علانیہ گناہوں کی سزا علانیہ ہو گی، لہذا یہ حدیث پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔

بَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

شفعہ شین کے پیش سے ہے شفع سے بنا بمعنی جوڑنا ملانا، اسی لئے جفت عدد کو شفع کہتے ہیں اور طاق کو وتر، رب فرماتا ہے والشفع والوتر سفارش کو شفاعت اور سفارشی کو شفیع کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے کو ملزم کے ساتھ ملا دیتا ہے حق قرب کو شفعہ اس

marfat.com

لئے کہتے ہیں کہ شفیع دوسری زمین خرید کر اپنی زمین سے ملاتا ہے دیگر اماموں کے ہاں صرف شرکت والے کو حق شفعہ پہنچتا ہے مگر ہمارے امام اعظم کے ہاں پڑوسی کو بھی پہنچتا ہے جسے حق جوار کہتے ہیں' اس پر حدیث صحیحہ وارد ہیں۔ ایک روایت میں امام احمد ابن حنبل بھی امام اعظم کے ساتھ ہیں فریقین کے دلائل کتب فقہ میں دیکھئے' ہم بھی انشاء اللہ موقعہ پر عرض کریں گے (از اشعہ)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ مَالَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۸۳۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس زمین پر شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو تقسیم نہ کی گئی ہو ا۔ مگر جب حدیں مقرر ہو گئیں اور راستے پھیر دیئے گئے تو شفعہ نہیں ۲۔ (بخاری)

(۲۸۳۱) ا۔ یعنی جس زمین میں دو شخص شریک ہیں ان میں سے ایک شخص اپنا حصہ فروخت کر رہا ہے تو دوسرا شریک ہی خریدے گا' اگر یہ نہ خریدے تو دوسرا خرید سکتا ہے' اگر اس شریک کی بے خبری میں یہ زمین وغیرہ فروخت ہو گئی تو شریک مطلع ہو کر وہ بیع ختم کرا سکتا ہے' اس حدیث کا عموم بتا رہا ہے کہ زمین قابل تقسیم ہو یا نہ ہو بہرحال حق شفعہ اس میں ہو گا' امام شافعی کے ہاں ناقابل تقسیم میں شفعہ نہیں' یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔ ۲۔ آخری جملہ حضرت جابر کا اپنا قول ہے۔ حضور انور کا فرمان نہیں' حضور کا فرمان عالی مالم یقسم پر ختم ہو گیا (مرقات) اگر حضور انور کا فرمان عالی مانا جائے تو ان احادیث کے خلاف ہو گا جن میں پڑوسی کے حق شفعہ کا ثبوت ہے' اور اگر حضور عالی کا فرمان بھی ہو تب بھی اس کے معنی یہ ہیں کہ شفعہ شرکت نہ رہا کیونکہ شرکت تو ختم ہو چکی رہا شفعہ' جوار یعنی پڑوسی کی وجہ سے حق شفعہ' یہ دوسری احادیث سے ثابت ہے' لہذا یہ جملہ ان احادیث کے خلاف نہیں کہ اس میں مطلقاً شفعہ کی نفی نہیں' شفعہ شرکت کی نفی ہے' لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں' تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ ہو۔

وَعَنْهُ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ شِرْكَةٍ لَمْ تُقْسَمْ رَبْعَةٍ اَوْحَائِطٍ لَايَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّبِيْعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيْكَهٗ فَإِنْ شَآءَ اَخَذَ وَإِنْ شَآءَ تَرَكَ فَإِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۳۲) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مشترکہ زمین میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو شفعہ کا حکم دیا گھر ہو باغ ا۔ کہ اپنے ساجھی کو خبر دیئے بغیر اسے بیچنا جائز نہیں ۲۔ پھر وہ ساجھی اگر چاہے لے لے اگر چاہے چھوڑ دے اور اگر اسے بغیر خبر دیئے بیچ دیا تو وہ ہی اس کا حق دار ہو گا ۳۔ (مسلم)

(۲۸۳۲) ا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شفعہ صرف غیر منقول چیزوں میں ہو گا' جیسے گھر' باغ' کھیت وغیرہ منقولی چیز میں شفعہ نہیں' جیسے جانور' سامان وغیرہ ہاں حمام وغیرہ جو ناقابل تقسیم ہے اس میں ہمارے ہاں شفعہ ہے شوافع کے ہاں نہیں ۲۔ یہ ناجائز بمعنی گناہ نہیں بلکہ بمعنی جاری نہ ہونا ہے' یعنی اگر ایک شخص اپنا زمین کا حصہ بغیر ساجھی کو خبر کئے بیچ دے تو یہ بیع لازم نہ ہو گی' ساجھی دعویٰ کر کے خود لے سکتا ہے' ۳۔ یعنی ساجھی کو اس بیع کی جب بھی خبر لگے تو وہ دعویٰ کر کے یہ بیع اپنے حق میں کرا سکتا ہے' کہ وہی قیمت جو خریدار نے دی ہے خریدار کو ادا کر دے اور زمین پر قبضہ کر لے' اس سے معلوم ہوا کہ شفیع کا بیع کی خبر پا کر خاموش رہنا اس کے حق شفعہ کو باطل کر دیتا ہے ضروری ہے کہ اطلاع پاتے ہی کہہ دے کہ میں اس زمین کا شفیع ہوں اور میں اسے خریدوں گا'

marfat.com

ذرا بھی خاموش رہا کہ حق شفعہ گیا، تفصیل کتب فقہ میں ہے، حق شفعہ کا مقصد یہ ہے کہ اس کے پڑوس میں کوئی ایسا آدمی نہ آ بسے جو اس کے لئے تکلیف کا باعث ہو، اچھا پڑوس اللہ کی رحمت ہے اور برا پڑوس رب کا عذاب، اہل عرب کہتے ہیں الجار قبل الدار گھر سے پہلے پڑوسی کو دیکھو۔

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۸۳۳) روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنا پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے حق دار ہے۔(بخاری)

(۲۸۳۳) ۱۔ سقب س اور ق کے زبر سے بمعنی قرب اور ملنا یعنی پڑوسی اپنے پڑوسی ہونے کی وجہ سے شفعہ کا حقدار ہے غیر پڑوسی کو اس کا حق نہیں پہنچتا، حضرت عمر ابن شرید سے مروی ہے کہ اس فرمان عالی پر حضور سے پوچھا گیا کہ سقب کیا چیز ہے، تو فرمایا سقبه شفعته جب خود حضور سقب کی تفسیر شفعہ سے فرما رہے ہیں تو اس میں کسی اور تاویل کی گنجائش نہیں رہی اس لئے تمام محدثین حتی کہ امام بخاری بھی یہ حدیث باب الشفعہ میں لائے۔ لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ پڑوسی کو حق شفعہ ملتا ہے بعض لوگوں نے اس حدیث کے معنے یہ کئے کہ پڑوسی حسن سلوک کا مستحق ہے نہ کہ شفعہ کا، وہ غلط ہیں، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سقب کی شرح شفعہ سے فرمائی۔ تو اب کسی اور کی شرح کیونکر معتبر ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر ایک زمین یا مکان میں کوئی شریک ہے، اور دوسرا پڑوسی، تو اس کا حق شفعہ شریک کو ملے گا نہ کہ پڑوسی کو، یہی اس پہلی حدیث کا مطلب ہے (لمعات و مرقات، اشعہ وغیرہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِیْ جِدَارِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۳۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔(مسلم بخاری)

(۲۸۳۴) ۱۔ یعنی اگر تمہاری دیوار میں تمہارا پڑوسی کیل، کھونٹی، میخ وغیرہ گاڑنا چاہے اور تمہارا اس میں کوئی نقصان نہ ہو تو بہتر ہے کہ اسے منع نہ کرو، امام اعظم و احمد ابن حنبل کا یہی مذہب ہے کہ یہ حکم استحبابی ہے، امام شافعی وغیرہم نے اسے وجوب پر محمول کیا مگر مذہب حنفی قوی ہے، کیونکہ یہی حدیث حضرت ابو ہریرہ نے صحابہ کرام پر پیش کی، تو وہ حضرات اس پر خاموش ہو گئے، تو جناب ابو ہریرہ ناراض ہو کر بولے ہیں، جانتا ہوں، تم لوگ اس سے منہ پھیر چکے ہو، میں تمہارے سینوں پر ماروں گا، معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ نے اس کو امر وجوبی نہ سمجھا ورنہ اس پر عمل نہ چھوڑتے خیال رہے کہ فی زمانہ پڑوسی دوسرے کی دیوار میں کیل گاڑ کر دیوار کے دعویدار بن جاتے ہیں، اس لئے احتیاط چاہیے کہ یہ بھی ایک قسم کا نقصان ہے اور نقصان کی صورت میں منع کرنا بلا کراہت جائز ہے، صاحب کتاب یہ حدیث اس باب میں اس لئے لائے تاکہ معلوم ہو کہ پڑوسی کو شفعہ کی طرح دیوار میں کیل گاڑنے کا بھی حق ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِی الطَّرِيْقِ جُعِلَ عَرْضُهٗ

(۲۸۳۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم راستہ کے متعلق جھگڑو تو راستہ کی

marfat.com

سَبْعَةَ اَذْرُعٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

چوڑائی سات گز رکھی جائے ا۔(مسلم)

(۲۸۳۵) ا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک جانب عمارتوں کی لائن بنی ہے، سامنے سفیدہ زمین پڑی ہو، اب اس کے مقابل دوسری جانب عمارتیں بننا شروع ہو گئیں، پرانی لائن والے چوڑا راستہ چھوڑنا چاہتے ہیں مگر یہ لوگ کم، تاکہ انہیں زمین زیادہ مل جائے تو سات ہاتھ یعنی پاکستانی ساڑھے تین گز چوڑا راستہ چھوڑا جائے، شریعت میں گز ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے، لیکن اگر پہلے ہی راستہ زیادہ چوڑا چھوٹا ہوا ہو، تو اب کم کرنے کا کسی کو حق نہیں (لمعات و مرقات) خیال رہے کہ ذکر گلی کوچوں کا ہے، بڑی سڑکیں زیادہ چوڑی چھوڑی جائیں گی، اور اگر کسی کی زمین میں دوسروں کی کوٹھری تک جانے کا راستہ ہے، تو اتنی جگہ چھوڑی جائے کہ جنازہ اور بھری ہوئی مشک لے کر لوگ نکل سکیں، حق یہ ہے کہ راستوں کی چوڑائی زمان و مکان اور شہروں کے لحاظ سے مختلف ہے (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ مِنْكُمْ دَارًا اَوْعَقَارًا قَمِنٌ اَنْ لَا يُبَارَكَ لَهٗ اِلَّا اَنْ يَّجْعَلَهٗ فِيْ مِثْلِهٖ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۲۸۳۶) روایت ہے حضرت سعید ابن حریث سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم میں سے جو بھی گھر یا زمین بیچے وہ اس لائق ہے کہ اسے برکت نہ دی جائے مگر یہ کہ وہ پیسہ اس کی مثل میں لگائے ا۔ ابن (ابن ماجہ، داری)

(۲۸۳۶) ا۔ یہ فرمان عالی بالکل برحق ہے، جس کا تجربہ بہت ہی کیا گیا ہے کہ زمین کا پیسہ اگر زمین میں نہ لگایا جائے تو ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے۔ چاہیے کہ زمین فروخت ہی نہ کرے، اور اگر کرے تو زمین ہی میں لگائے، ہم نے بہت لوگ بعد میں روتے دیکھے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ غیر منقولی چیز کی قیمت منقولی چیزوں میں لگانا بہتر نہیں، کہ غیر منقولی چیزیں نفع میں زیادہ ہیں آفات میں کم، کہ انہیں نہ چور چرا سکے نہ ڈاکو لے جاسکے، بلکہ زمین وغیرہ کا بیچنا ہی بہتر نہیں (اشعہ، لمعات و مرقات) قربان اس محبوب کے جسے ہمارے دین کی بھی فکر ہے دنیا کی بھی صلے اللہ علیہ وسلم، طبرانی نے حضرت معقل ابن یسار سے بروایت حسن مرفوعًا روایت فرمائی کہ اگر کوئی بلا سخت ضرورت اپنا مکان بیچے، اللہ اس کا مال برباد کردیتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ يُنْتَظَرُ لَهَا وَاِنْ كَانَ غَائِبًا اِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِدًا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۲۸۳۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑوسی اپنے شفعہ کا حق دار ہے۔ا۔ اس کا انتظار کیا جائے اگرچہ وہ غائب ہو جب کہ دونوں کا راستہ ایک ہو ۲۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، داری) ۳۔

(۲۸۳۷) ا۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث بخاری کی شرح ہے، وہاں سقبہ تھا، اس حدیث نے بتایا کہ وہاں سقب سے مراد شفعہ ہے ۲۔ یعنی جو پڑوسی شفعہ کا حق پاتا ہے، وہ ہے جس کا راستہ اور اس کے گھر کا راستہ ایک ہو، ایسا ہی پڑوسی اگر غائب بھی ہو تو اس کے پیچھے مکان زمین نہ بیچے، اس کے آنے پر خبر دے کر فروخت کرے، ورنہ خریدار کو بھی تکلیف ہوگی اور اس پڑوسی کو بھی وہ مقدمہ کرے گا اور زمین واپس لے گا۔ ۳۔ اس کی اسناد میں عبدالملک ابن ابی سلیمان عن عطاء عن جابر ہے، بعض لوگوں نے

marfat.com

عبدالملک ابن سلیمان میں طعن کیا کہ یہ قوی نہیں، مگر چونکہ حدیث بخاری سے اس کو قوت حاصل ہے' لہٰذا حدیث قابل عمل ہے' ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے جب یہ حدیث لی تو عبدالملک اس کی اسناد میں شامل تھے ہی نہیں' اس وقت حدیث بالکل صحیح تھی، بعض کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں (مرقات مع زیادۃ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّرِيْكُ شَفِيْعٌ وَالشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) قَالَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَهُوَ أَصَحُّ ٢

(۲۸۳۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ساجھی شفیع ہے اور شفعہ ہر چیز میں ہے ا۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث ابن ابی ملیکہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق ارسال مروی ہے یہ ہی زیادہ صحیح ہے۔ ۲۔

(۲۸۳۸) ا۔ یعنی ہر غیر منقولی یا ہر قابل شفیع چیز میں شفعہ ہے' منقولی چیزوں میں شفعہ نہیں' بعض لوگوں نے اس حدیث کی بنا پر حیوانات' سامان وغیرہ میں شفعہ مانا ہے مگر غلط ہے (مرقات) ۲۔ یعنی مرسل حدیث متصل سے اسناداً" صحیح تر ہے حدیث مرسل سوائے امام شافعی کے تمام آئمہ کے ہاں قبول ہے اگر مرسل کو دوسری وجہ سے قوت ہوجائے تو ان کے ہاں بھی قبول ہے' خیال رہے کہ عبید اللہ ابن ابی ملیکہ ثقہ تابعی ہیں آپ عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں قاضی تھے۔ رضی اللہ عنہم

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللّٰهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ) وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مُخْتَصَرٌ يَعْنِي مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً فِي فَلَاةٍ يَسْتَظِلُّ بِهَا ابْنُ السَّبِيْلِ وَالْبَهَائِمُ عَبَثًا وَظُلْمًا بِغَيْرِ حَقٍّ يَكُوْنُ لَهُ فِيْهَا صَوَّبَ اللّٰهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ۔

(۲۸۳۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حبیش سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیری کاٹے ا۔ اللہ اسے اوندھے منہ آگ میں ڈالے (ابوداؤد) اور فرمایا یہ حدیث مختصر ہے کہ جو جنگل کی وہ بیری کاٹے جس سے مسافر سایہ لیتے ہوں۔ اور محض ظلم و ستم سے کاٹے اس میں اس کا کوئی حق نہ ہو تو اللہ اسے اوندھے منہ آگ میں ڈالے ۲۔

(۲۸۳۹) ا۔ اس سے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی بیری مراد ہے' حرم مکہ میں تو ہر خودرو درخت کا کاٹنا ممنوع ہے' مدینہ منورہ میں بیریاں کمیاب ہیں' نیز اس کا سایہ ٹھنڈا و مفید ہوتا ہے اس لئے خصوصیت سے بیری کا ذکر فرمایا' ۲۔ یعنی یہ حدیث معنے" مختصر ہے اگرچہ الفاظ پورے ہیں گویا مجمل ہے قابل شرح ہے' غشم ظلم کو کہتے ہیں تو ظلما" عطف تفسیری ہے' خلاصہ یہ ہے کہ جنگل کی بیری رفاہ عام کی چیز ہے جس سے انسان و حیوان فائدے اٹھاتے ہیں' اسے ظلما" کاٹ دینا سب پر ظلم ہے' اس لئے وہ کاٹنے والا دوزخ کا مستحق ہے' سر سے مراد سارا جسم ہے' اس سے اشارۃ" معلوم ہوا کہ بلا ضرورت مفید درخت کاٹنا ممنوع ہے اور درخت لگانا ثواب' کہ جب تک لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے' اسے ثواب پہنچتا رہے گا' یہ بھی صدقہ جاریہ ہے۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ اِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فِی الْاَرْضِ فَلَا شُفْعَةَ فِیْهَا وَلَا شُفْعَةَ فِیْ بِئْرٍ وَلَا فَحْلِ النَّخْلِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۲۸۴۰) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرماتے ہیں جب زمین میں حدیں مقرر کردی جائیں تو اس میں شفعہ نہیں ا۔ اور نہ کنوئیں میں شفعہ ہے نہ نر کھجور میں ۲۔ (مالک)

(۲۸۴۰) ا۔ یعنی اگر مشترک زمین کو تقسیم کرکے ہر حصہ کی حدود قائم کرلی جائیں، تو شرکت کا شفعہ جاتا رہا، اب اگر ہو گا تو شفعہ جوار ہو گا، اس کی بحث پہلے ہو چکی، لہذا یہ حدیث شفعہ، جوار کی احادیث کے خلاف نہیں ۲۔ اہل عرب مشترک باغ کے حصے فروخت کرتے تھے کبھی زمین کبھی کھجور، تو فرمایا گیا کہ اگر زمین فروخت ہوئی تو شفعہ ہے، لیکن اگر صرف کھجور فروخت کی تو شفعہ نہیں کہ کھجور زمین نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی صرف عمارت فروخت کرے نہ کہ زمین، تو شفعہ نہ ہو گا۔

بَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ — پانی دینے اور کھیت کرانے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

کسی سے اپنے باغ کو پانی دلوانا کچھ حصہ پیداوار کے عوض پر مساقات کہلاتا ہے، اور کسی کو ٹھیکہ پر زمین دینا کہ میری زمین، کاشت تم کرو، پیداوار میں تمہارا اتنا حصہ، مزارعت کہلاتا ہے، مساقات باغ میں ہوتی ہے مزارعت کھیت میں یہ دونوں مساقات مزارعت امام اعظم کے ہاں ممنوع ہیں، صاحبین اور باقی اماموں کے ہاں درست، فتویٰ قول صاحبین پر ہے، امام اعظم فرماتے ہیں اس میں نامعلوم بلکہ معدوم چیز پر کرایہ ہے نیز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا، شاید امام اعظم کو یہ احادیث پہنچی نہیں واللہ اعلم۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلٰى يَهُوْدِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَاَرْضَهَا عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔

(۲۸۴۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر نے کے یہود کو خیبر کے کھجور کے باغ اور وہاں کی زمین اس شرط پر دی کہ اس میں اپنے مالوں سے کام کریں ا۔ اور اس کے آدھے پھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوں ۲۔ (مسلم) اور بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو اس شرط پر دیا کہ کام کاج کریں اسے جوتیں بوئیں اور پیداوار کا آدھا ان کا ہو گا ۳۔

(۲۸۴۱) ا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا اور وہاں سے یہود کو نکالنا چاہا، تو انہوں نے عاجزی سے عرض کیا کہ

ہمیں یہیں رہنے دیں اور جو چاہیں شرط لگالیں' حضورؐ نے فرمایا کہ ہم جب تک چاہیں گے تمہیں رکھیں گے اس شرط پر کہ یہاں کی تمام زمین ہماری ہوگی' باغبانی اور کاشتکاری کی محنت تم کرو گے' اس کا سامان بھی تمہارا ہوگا بیل چرسہ وغیرہ' جو کچھ پیداوار ہوگی وہ آدھی تمہاری آدھی ہماری' چنانچہ زمانہ نبوی و عہد صدیقی میں ایسا ہی رہا' شروع خلافت فاروقی میں تو اس پر عمل رہا' مگر بعد میں آپ نے ان یہود کو اریحہ اور شام کی طرف نکال دیا' خیال رہے۔ کہ یہودی بڑے موذی و غدار تھے' مدینہ منورہ کے نکالے ہوئے بنی نضیر بھی یہیں آبسے تھے' غزوہ خندق انہی کی حرکتوں سے واقع ہوا' اللہ نے بچالیا ورنہ یہ تو ختم کر چکے تھے' یہ تو حضور کی وسعت قلبی تھی جو انہیں اتنی رعایتیں عطا فرمائیں' آج کل کی سی کوئی حکومت ہوتی تو دنیا سے ایسے غداروں کا بیج مٹا دیتی۔ ۲۔ اور آدھے یہود کے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر مزارعت وغیرہ میں ایک فریق کے حصے کا ہی ذکر کیا جائے' دوسرے سے خاموشی رہے تب بھی جائز ہے' کیونکہ دوسرے کا حصہ خود بخود معلوم ہو جاتا ہے' اور یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام وہ مسلمان مراد ہیں جن کا خیبر میں حصہ تھا' ذکر صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے مگر مراد امت بھی ہے ۳۔ دیا سے مراد ہے قبضہ میں دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کا کچھ حصہ صلح سے اور کچھ جنگ سے قبضہ میں آیا اسی لئے وہاں کے یہود غلام نہ بنائے گئے یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو مزارعت و مساقات دونوں کو جائز کہتے ہیں' یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں مخابرہ سے منع کیا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے کہ اجرت کے لئے کسی خاص حصے کی پیداوار مقرر ہو کہ اس حصے کی پیداوار تیری ہوگی باقی میری' لہذا احادیث میں تعارض نہیں' امام اعظم فرماتے ہیں کہ خیبر کا یہ معاملہ مساقات یا مزارعت نہ تھا بلکہ بطور جزیہ تھا' اور آدھا ان کو دنیا بطور عطیہ' اس کی مکمل بحث یہاں مرقات میں دیکھئے۔

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخَابِرُ وَلَا نَرَى بِذٰلِكَ بَأْسًا حَتّٰى زَعَمَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا فَتَرَكْنَاهَا مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۴۲) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں ہم کھیتی باڑی کراتے تھے اور اس میں کچھ حرج نہ جانتے تھے ا۔ حتی کہ رافع ابن خدیج نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا' تب اس وجہ سے ہم نے یہ کام چھوڑ دیا ۲۔ (مسلم)

(۲۸۴۲) ا۔ مخابرہ کے وہی معنی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ زمین ایک کی ہو' محنت دوسرے کی' پیداوار مشترک ۲۔ یہ حدیث ظاہری معنے سے امام اعظم کی دلیل ہے کہ کھیتی باڑی کسی اور سے کرانا مطلقاً ممنوع ہے' صاحبین فرماتے ہیں کہ اس سے خاص صورت مراد ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا اس کی دلیل اگلی حدیث ہے. بہر حال فتویٰ قول صاحبین پر ہی ہے اور آج عمل بھی اس پر ہی ہے (لمعات)

وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمَّايَ اَنَّهُمْ كَانُوا يُكْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْاَرْبِعَاءِ اَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الْاَرْضِ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ

(۲۸۴۳) روایت ہے حضرت حنظلہ ابن قیس سے وہ حضرت رافع ابن خدیج سے ا۔ راوی فرماتے ہیں مجھے میرے چچانے خبر دی کہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زمین کرایہ پر دیتے تھے ۲۔ اس کے عوض جو نالیوں پر اگ جائے یا اس چیز پر جسے زمین والا بیان کر دیتا تھا۔ ۳۔ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ فَقَالَ لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ وَكَانَ الَّذِي نَهَى عَنْ ذٰلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيزُوهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اس سے منع فرمادیا ۴۔ میں نے حضرت رافع سے کہا کہ درہم و دینار کے عوض کیا ہے۔ فرمایا اس میں حرج نہیں ۵۔ اور جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا وہ تو ایسی صاف چیز ہے ۶۔ کہ اگر حلال و حرام کی سمجھ رکھے اس میں غور کرے تو اسے جائز نہ رکھے کیونکہ اس میں جوا سا ہے ۷۔ (مسلم بخاری)

(۲۸۴۳) ا۔ حنظلہ ابن قیس زرقی انصاری ہیں ثقہ تابعین سے ہیں' مدینہ پاک کے رہنے والے اور رافع ابن خدیج صحابی ہیں' آپ کے حالات جلد اول میں بیان ہو چکے۔ ۲۔ انہم کا مرجع یا صحابہ ہیں یا ناس یا حضرت رافع ابن خدیج کے وہ تمام چچا جو زمین کے مالک تھے' ۳۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں یستبینہ ہے بیان سے مشتق اور بعض نسخوں میں یستبینہ ہے استثناء کا مضارع' ہمارا ترجمہ پہلی روایت پر ہے' مطلب یہ ہے کہ زمین والا کرایہ دار کو جگہ دکھایا بتادیتا تھا کہ اس کی پیداوار تیری ہوگی' باقی ساری زمین کی پیداوار میری۔ ۴۔ یہ حدیث پہلی حدیث کی شرح ہے کہ حضور انور نے مطلقاً زمین کرایہ پر دینے سے منع نہ فرمایا بلکہ اس نوعیت کے کرایہ سے منع فرمایا کہ زمین کا کرایہ حصہ کی پیداوار سے ادا کیا جائے۔ ۵۔ کیونکہ اس میں کسی کو کوئی دھوکا نہیں' اس کرایہ کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ زمین والا مزارع کو حق خدمت روپیہ سے ادا کرے' دوسرے یہ کہ مزارع پیداوار ساری خود لے لے اور مالک کو نقد روپیہ دے' دونوں صورتیں جائز ہیں' ان پر آج کل بھی عمل ہے۔ ۶۔ غالباً یہ کلام حضرت رافع ابن خدیج کا ہے یا کسی اور کا' ۷۔ مخاطرہ خطر سے بنا بمعنی دھوکا یا ہلاکت یا اندیشہ جوئے کو مخاطرہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں فریقین کو دھوکا ہوتا ہے کہ ہر ایک اندیشہ و فکر کرتا ہے کہ نہ معلوم میں ہاروں یا جیتوں' ایسے ہی یہاں ہے کہ زمین والے کو بھی اندیشہ ہے کہ شاید میرے حصہ کی زمین میں پیداوار بالکل نہ ہو یا بہت کم ہو' ایسے ہی مزارع کو دھوکا ہے وہ اندیشہ کرتا ہے کہ نہ معلوم کہ میرے حصہ میں پیداوار ہو کہ نہیں' اور ہو تو کتنی ہو' اس لئے اس سے منع فرمادیا گیا اور اگر مطلقاً پیداوار کے مقرر حصے پر زمین دی کہ کل پیداوار کا آدھا یا تہائی تیرا باقی میرا' تو بالکل جائز ہے' کہ اس میں نہ کسی کو اندیشہ ہے' نہ دھوکا' نقصان ہوا تو دونوں کا' نفع ہوا تو دونوں کا۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ حَقْلًا وَكَانَ أَحَدُنَا يُكْرِي أَرْضَهُ فَيَقُولُ هٰذِهِ الْقِطْعَةُ لِي وَهٰذِهِ لَكَ فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ ذِهٖ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهٖ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۴۴) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ والے زیادہ زمیندار تھے ۱۔ اور ہم میں سے بعض اپنی زمین کرایہ پر دیتے تھے وہ کہتا تھا یہ ٹکڑا میرا ہے اور یہ تمہارا ہے ۲۔ تو بہت دفعہ اس ٹکڑا میں پیداوار ہوتی تھی اور اس میں نہ ہوتی تھی ۳۔ اس لئے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ۴۔ (مسلم بخاری)

(۲۸۴۴) ا۔ یعنی زمینوں کے مالک' پنجاب میں کاشتکار کو زمیندار کہتے ہیں' وہ معنے یہاں نہیں' عربی میں حقل زمین کو کہتے ہیں اور محاقلہ بالی میں دانہ کی بیع دوسرے کھلے دانہ کے عوض' ۲۔ یعنی اے مزارع اس میں جو پیداوار ہوگی وہ بحق مالکانہ میری ہے' اور

marfat.com

اس ٹکڑے میں جو پیداوار ہوگی وہ بچی خدمت تیری' دونوں جگہ دکھا کر معین کردیتے تھے۔ ۳۔ اس لئے کبھی زمین کا مالک محروم ہو جاتا تھا اور کبھی مزارع محروم' پھر جھگڑے فساد ہوتے تھے کہ محروم دوسرے کے حصے سے لینا چاہتا تھا وہ دیتا نہ تھا' جیسا کہ ہارا ہوا جواری جیتے ہوئے سے لڑپڑتا ہے جس سے مارپٹائی بلکہ کبھی قتل و خون ہو جاتا ہے' ۴۔ اور جھگڑے فساد کی جڑ کٹ دی۔

وَعَنْ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِطَاوٗسٍ لَوْ تَرَكْتَ
الْمُخَابَرَةَ فَاِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ قَالَ اَىْ عَمْرُو اِنِّىْ اُعْطِيْهِمْ وَ
اُعِيْنُهُمْ وَاِنَّ اَعْلَمَهُمْ اَخْبَرَنِىْ يَعْنِى ابْنَ عَبَّاسٍ اَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلٰكِنْ قَالَ
اَنْ يَّمْنَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّاْخُذَ
عَلَيْهِ خَرْجًا مَّعْلُوْمًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۴۵) روایت ہے حضرت عمرو سے ۱۔ فرماتے ہیں میں نے طاؤس سے کہا ۲۔ کاش آپ کھیتی کرانا چھوڑ دیتے کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ۳۔ وہ بولے اے عمرو میں انہیں زمین دیتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں ۴۔ اور صحابہ کے بڑے عالم نے مجھے خبر دی ہے یعنی حضرت ابن عباس نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کا اپنے بھائی کو عاریۃً زمین دے دینا کچھ مقرر اجرت لینے سے بہتر ہے ۵۔ (مسلم بخاری)

(۲۸۴۵) ۱۔ یہاں عمرو سے مراد عمرو ابن دینار ہیں جن کی کنیت ابو یحییٰ ہے' تابعین میں سے نہایت متقی ثقہ ہیں' عمرو ابن واقد دمشقی یا عمرو ابن میمون اودی یا عمرو ابن تشرید ثقفی مراد نہیں (لمعات و مرقات) ۲۔ طاؤس ابن کیسان ائمہ دین علمائے تابعین بہتر صالحین سے ہیں' چالیس حج کئے' مقبول الدعاء تھے' حضرت عبداللہ ابن عباس کے خاص صحبت یافتہ' عمرو ابن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے طاؤس جیسا عالم' عامل نہ دیکھا' آپ نے مکہ معظمہ میں ۱۰۵ھ میں وفات پائی' آپ سے امام زہری اور کئی ایک خلفاء نے روایات لیں ہیں ۳۔ کھیتی کرانے کے متعلق صحابہ کا اختلاف رہا' بعض حضرات مطلقاً ناجائز سمجھتے تھے' انہیں یا تو مفصل حدیث نہ پہنچی تھی یا وہ حدیث کا مطلب نہ سمجھے تھے اس لئے عمرو ابن دینار نے یزعمون فرمایا ۴۔ یعنی یہ کام ناجائز نہیں اور اس میں غریبوں کی مدد ہو جاتی ہے کہ وہ لوگ اس زمین میں کام کرکے پیٹ پال لیتے ہیں' غرضیکہ یہ کام جائز بھی ہے نافع بھی ۵۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ ممانعت تحریم یا کراہت کی نہیں ہے بلکہ خلاف اولی کے لئے ہے یعنی غریب بھلائی کو عاریۃً زمین دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اس سے کچھ کرایہ لیا جائے کہ کبھی زمین میں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا' اور کرایہ اس پر بلاوجہ پڑ جاتا ہے' خیال رہے کہ رافع ابن خدیج کو یہ احادیث مختلف ذرائع سے پہنچیں۔ بعض احادیث انہوں براہ راست حضور سے سنیں' بعض احادیث اپنے چچاؤں کی معرفت پہنچیں' اس لئے وہ کبھی تو فرماتے ہیں' میں نے حضور انور سے سنا اور کبھی فرماتے ہیں مجھ سے میرے بعض چچاؤں نے کہا انہوں نے حضور سے سنا' لہذا حدیث میں اضطراب نہیں بلکہ روایات میں اختلاف ہے' لہذا یہ حدیث مضطرب اصطلاحی نہیں' اس لئے مسلم بخاری نے ان احادیث کی تخریج فرمائی ورنہ ضا اصطلاحی اضطراب حدیث کو ضعیف کر دیتا ہے' اور کرایہ زمین کی ممانعت کی بہت وجوہ احادیث میں وارد ہیں' بعض میں ہے کہ کرایہ نہ لینا اپنے بھائی مسلمان کو یوں ہی عاریۃً دے دینا افضل ہے' بعض میں ہے کہ کاشت وغیرہ کی وجہ سے جہاد سے باز نہ رہو' بعض میں ہے کہ جب اسی کرایہ کی بناء پر جھگڑے بڑھ گئے تو حضور انور نے اس سے منع فرمادیا' بعض میں ہے کہ زمیندار کاشتکار کے لئے زمین کے حصے مقرر کر دیتا کہ اس کی پیداوار تیری اتنے کی میری اس سے منع فرمایا'

marfat.com

غرضیکہ بعض صورتوں میں مزارعت جائز ہے بعض میں مکروہ بعض صورتوں میں بالکل ممنوع' تمام احادیث درست ہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۴۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے پاس زمین ہو تو وہ اسے خود بوئے یا کسی اپنے بھائی کو عاریۃ" دے دے اگر نہ مانے تو اپنی زمین روک رکھے ا۔(مسلم بخاری)

(۲۸۴۶) ا۔ یہ امر اخلاقی ہے' یعنی تقاضائے اخلاق یہ ہے کہ یا تو اپنے مال سے خود نفع اٹھائے یا دوسروں کو نفع پہنچائے' اگر یہ دونوں کام نہیں کرتا تو وہ جانے' سنبھال رکھے' اپنی زمین یہ زمین غیر نافع ہے' اور ممکن ہے کہ انکار کرنے والا دوسرا شخص ہو' یعنی اگر دوسرا آدمی اس عاریت کو قبول نہ کرے تو اپنی زمین محفوظ رکھے' کچھ روز کاشت نہ کرنے سے زمین کی طاقت بڑھتی ہے' یہ روکنا بھی اسے مفید ہو گا۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّهٗ رَاٰى سِكَّةً وَّشَيْئًا مِّنْ اٰلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ الذُّلَّ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۸۴۷) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ انہوں نے ہل اور کچھ کھیتی باڑی کا سامان دیکھا ا۔ تو فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ چیزیں کسی کے گھر میں داخل نہ ہوں گی مگر اللہ اس گھر میں ذلت ڈال دے گا ۲۔(بخاری)

(۲۸۴۷) ا۔ یا تو کسی گھر میں رکھے ہوئے دیکھے یا کسی کو وہ آلات استعمال کرتے ملاحظہ فرمایا ۲۔ یہ فرمان عالی شان اس زمانہ کا ہے جب اسلام میں جہاد کی سخت ضرورت تھی' ایسے موقعہ پر تمام کاروبار بند کر کے جہاد کئے جاتے ہیں' یعنی جس قوم نے فوجی طاقت گم کردی اور کھیتی باڑی میں مصروف ہو گئے تو ذلیل ہو جائیں گے' دنیا میں وہ ہی قوم زندہ رہتی ہے جس کی زندگی سپاہیانہ ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَرَعَ فِيْ اَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهٗ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَّلَهٗ نَفَقَتُهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۲۸۴۸) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ا۔ کہ جو کسی کی زمین بغیر اس کی اجازت سے کھیتی کرے تو اسے کھیت سے کچھ نہ ملے گا ہاں اسے خرچ مل جائے گا ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۳۔

(۲۸۴۸) ا۔ اس طرح کہ مالک زمین کو یا تو خبر ہی نہ ہو' اور یہ وہاں تخم بو دے یا مالک منع کرتا رہے اور یہ بیج ڈال دے' بغیر اذن ان دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ ۲۔ خرچ سے مراد تخم کی قیمت' پانی اور اس کی اپنی محنت کا کرایہ ہے' حضرت امام احمد کا یہی مذہب ہے کہ ایسی صورت میں پیداوار زمین والے کی ہے اور تخم پانی' حق خدمت کاشتکار کو دلوایا جائے' باقی اماموں کے ہاں پیداوار تخم

marfat.com

والے کی ہے' اور زمین والے کو اتنے عرصہ کا کرایہ زمین دلوایا جائے گا یا اگر اس کاشت سے زمین ناقص ہو گئی تو نقصان دلایا جائے گا کیونکہ پیداوار تخم کا نتیجہ ہے' زمین تو اس کا ظرف ہے' یہ حدیث چونکہ صحیح نہیں' اس لئے ان بزرگوں نے اس پر عمل نہ فرمایا (مرقات مع زیادۃ) ۳۔ اور شرح سنہ میں فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے' احمد نے فرمایا کہ بغیر از نہم حدیث میں نہیں ہے' ابو اسحاق نے یہ زیادت اپنی طرف سے کی ابو اسحاق' رافع ابن خدیج سے راوی ہیں (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِيْنَةِ اَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ اِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَاٰلُ اَبِيْ بَكْرٍ وَاٰلُ عُمَرَ وَاٰلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ كُنْتُ اُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰى اَنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَهُ الشَّطْرُ وَاِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تیسری فصل

(۲۸۴۹) روایت ہے حضرت قیس ابن مسلم سے وہ حضرت ابو جعفر سے راوی ۱۔ فرماتے ہیں مدینہ میں ایسا کوئی گھر والا مہاجر نہیں جو تہائی' یا چوتھائی پر کھیتی نہ کرتا ہو' اور حضرت علی اور سعد ابن مالک' عبداللہ ابن مسعود' عمر ابن عبدالعزیز' قاسم' عروہ اور ابو بکر و عمر و علی کی اولاد نے اور ابن سیرین نے کھیتیاں کرائیں ۲۔ اور عبدالرحمٰن ابن اسود کہتے ہیں کہ میں عبدالرحمٰن ابن یزید کے ساتھ کھیتی میں شرکت کر لیتا تھا ۳۔ اور حضرت عمر نے لوگوں سے اس شرط پر معاملہ کیا تھا کہ اگر عمر اپنے پاس سے بیج دیں تو انہیں آدھی پیداوار اور اگر وہ لوگ بیج دیں تو انہیں اتنی پیداوار ۴۔ (بخاری) ۵۔

(۲۸۴۹) ۱۔ قیس ابن مسلم جدلی کوفی تابعی ہیں' ۱۲۰ھ میں وفات پائی' اشعہ نے فرمایا کہ ان کا مذہب مرجیہ تھا واللہ اعلم' امام ابو جعفر کا نام محمد باقر ہے' ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق ہیں' آپ امام زین العابدین کے فرزند ہیں تابعی ہیں حضرت جابر ابن عبداللہ سے روایات لی ہیں' آپ سے آپ کے فرزند امام جعفر صادق راوی' ۲۔ قاسم محمد ابن ابوبکر صدیق کے فرزند ہیں' جو مدینہ منورہ کے مشہور سات فقہا سے ہیں یوں ہی عروہ ابن زبیر ابن عوام جو اکابر تابعین سے ہیں' ال عمرو غیرہم ثقہ تابعین سے ہیں' یہ سب اپنی زمین میں مزارعت کراتے یا کرتے تھے کہ بعض زمین کے مالک تھے' دوسروں سے کاشت کراتے تھے' بعض دوسروں کی زمین میں خود کاشت کرتے تھے' معلوم ہوا کہ نہ تو کھیتی باڑی کرنا منع نہ کرانا' جن احادیث میں اس کی ممانعت ہے وہاں وجہ کچھ اور ہے جو پہلے عرض کی جا چکی وہاں مطالعہ فرمایئے ۳۔ عبدالرحمٰن ابن اسود قرشی زہری ثقہ تابعین مدینہ سے ہیں' اور عبدالرحمٰن ابن یزید اسلمی مدنی تابعی ہیں' اگرچہ ضعیف ہیں' ان دونوں کا مزارعت کرنا کرانا علامت جواز ہے ۴۔ یعنی زمین تو حضرت فاروق اعظم کی ہے اگر بیج بھی آپ ہی دیں' مزارع صرف محنت کریں تو ان کا اتنا حصہ اور اگر بیج بھی مزارع کا ہو تو اتنا حصہ کچھ زائد' معلوم ہوا کہ مزارعت بہر حال جائز ہے' خواہ بیج زمین والے کا ہو یا مزارع کا' مگر پیداوار کے حصہ پر مزارعت ہو نہ کہ کسی خاص جگہ کی پیداوار ۵۔ بخاری نے یہ تمام احادیث آثار تعلیقاً' یعنی بغیر اسناد روایت فرمائیں' بہتر تھا کہ مصنف یوں فرماتے رواہ البخاری تعلیقا

marfat.com

تاکہ طریقہ روایت واضح ہوجاتا۔

بَابُ الْإِجَارَةِ
کرایہ کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

نفع عوض پر فروخت کرنا شرعاً "اجارہ کہلاتا ہے" قیاس چاہتا ہے کہ اجارہ جائز نہ ہو کہ اس میں معدوم کی فروخت ہے، مگر شریعت نے ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے جائز قرار دیا، نص کے مقابل قیاس قابل عمل نہیں جیسے دائی کو روٹی کپڑے پر نوکر رکھنا جائز ہے اگرچہ اس کا دودھ بھی نامعلوم ہے اور روٹی کپڑا بھی غیر مقرر مگر ضرورۃ "جائز" یا جیسے حمام میں اجرت پر غسل کہ اگرچہ پانی کی مقدار معلوم نہیں مگر ضرورۃ "جائز قرار دیا گیا" اسی طرح یہ بھی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ زَعَمَ ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَاَمَرَ بِالْمُؤَاجَرَةِ وَقَالَ لَا بَأْسَ بِهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۵۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل ۱؎ سے فرماتے کہ ثابت ابن ضحاک نے فرمایا ۲؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتی کرانے سے منع فرمایا ۳؎ اور زمین کرایہ پر دینے کی اجازت دی اور فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ۴؎ (مسلم)

(۲۸۵۰) ۱؎ مغفل بروزن محمد، غین اور ف سے، آپ صحابی ہیں بیعتہ الرضوان میں شریک ہوئے، مدینہ منورہ میں قیام رہا، عہد فاروقی میں آپ کو بصرہ بھیج دیا گیا، وہاں ہی ۶۰ھ میں وفات ہوئی۔ بعض نسخوں میں عبداللہ ابن معقل عین و قاف سے ہے، سکون عین سے قاف کے کسرہ سے وہ تابعین میں سے ہیں (اشعہ و مرقات) ۲؎ آپ کا نام ثابت، کنیت ابو یزید ہے، انصاری خزرجی ہیں، بیعتہ الرضوان میں شریک تھے اس وقت نو عمر تھے، فتنہ عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں وفات پائی، ۳ھ میں پیدائش ہے ۷۰ھ میں وفات۔ ۳؎ اس ممانعت کی وجہ پہلے ہو چکی کہ اگر کسی خاص حصہ زمین کی پیداوار کو اجرت قرار دیا جائے تو مزارعت ممنوع ہے ورنہ جائز، یہاں وہ ہی ممنوع صورت مراد ہے ۴؎ یعنی زمین کو نقد روپیہ میں کرایہ پر دینا بلا کراہت درست۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فَاَعْطَی الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَاسْتَعَطَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۵۱) ۱؎ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو مزدوری دی ۱؎ اور نسوار لی ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۸۵۱) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ آپریشن (OPERATION) پچھنے سینگی لگوانا جائز ہے اس کی اجرت بھی مباح، جن احادیث میں اس کی اجرت سے ممانعت آئی وہ تمام منسوخ ہیں ۲؎ استعطہ باب افتعال کا ماضی ہے، سعوط ہر وہ دوا ہے جو ناک میں چڑھائی جائے پتلی ہو یا خشک، اس سے نسوار کا جواز معلوم ہوا البتہ حرام یا مکروہ چیز کی نسوار سے بچے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَی الْغَنَمَ

(۲۸۵۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ اللہ نے کوئی نبی نہ بھیجا مگر انہوں

marfat.com

فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَرْعٰى عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

نے بکریاں چرائیں ا۔ صحابہ نے عرض کیا حضور آپ نے فرمایا ہاں میں مکہ والوں کی بکریاں کچھ قیراط کے عوض چراتا تھا ۲۔ (بخاری)

(۲۸۵۲) ا۔ بکریاں چرانے سے طبیعت میں حلم و بردباری' محنت کا شوق' ملکی انتظام کی قابلیت اور رعایا پروری پیدا ہوتی ہے کہ بکریاں ہر وقت محافظ کی حاجت مند ہوتی ہیں' اور ان میں انتظام نہیں ہوتا' ہر ایک جدھر منہ اٹھا چل دیتی ہے جو انہیں سنبھال لے گا' وہ انشاء اللہ تعالیٰ رعایا کو بھی سنبھال لے گا' تبلیغ خوب کر سکے گا' عام طور پر رعایا کو بکریاں سے اور بادشاہ کو چرواہے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ۲۔ قراریط قیراط کی جمع ہے' قیراط دینار کا بیسواں حصہ یا چوبیسواں حصہ ہے' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی بکریاں ایک قیراط روز یا ماہوار کے عوض چرائی ہیں' خیال رہے کہ نبی تبلیغ دین پر اجرت نہیں لیتے' دوسرے کاموں پر اجرت لیتے ہیں' لہٰذا یہ حدیث قرآن کریم کی آیت لا اسئلکم علیه اجرا کے خلاف نہیں کہ وہاں علیہ سے مراد دین کی تبلیغ ہے' بعض لوگوں نے کہا کہ قراریط مکہ معظمہ میں ایک جگہ کا نام ہے' جہاں حضور انور بغیر اجرت بکریاں چراتے تھے' مگر یہ درست نہیں' ورنہ یہ حدیث باب الاجارہ میں نہ لائی جاتی' لہٰذا حق یہ ہی ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے (مرقات و لمعات وغیرہ) اشعہ میں شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت بادشاہوں و امیروں میں نہ رکھی بلکہ بکری چرانے اور تواضع کے پیشہ کرنے والوں میں رکھی چنانچہ ایوب علیہ السلام درزی گری کرتے تھے زکریہ علیہ السلام بڑھئی پیشہ۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلٰثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِىْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ - (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۸۵۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں قیامت کے دن تین شخصوں کا مدمقابل ہوں گا ا۔ ایک وہ شخص جو میرے نام پر وعدہ دے پھر عہد شکنی کرے ۲۔ دوسرا وہ شخص جو آزاد کو بیچے پھر اس کی قیمت کھائے ۳۔ تیسرا وہ شخص جو مزدور سے کام پورا لے اور اس کی مزدوری نہ دے ۴۔ (بخاری)

(۲۸۵۳) ا۔ یعنی سخت سزا دوں گا' جیسے کوئی دشمن اپنے دشمن پر قابو پائے تو اس کی کوئی رعایت نہیں کرتا' ایسے ہی میں ان کی رعایت و رحم نہ کروں گا' لہٰذا یہ حدیث واضح ہے۔ ۲۔ اس کی بہت صورتیں ہیں' کسی کو خدا کا نام لے کر امان دی' پھر موقعہ پا کر اسے قتل کر دیا' کسی سے رب کی قسم کھا کر کوئی وعدہ کیا' پھر پورا نہ کیا' عورت سے رب تعالیٰ کا نام لے کر بہت سے وعدوں پر نکاح کیا' پھر وہ ادا نہ کئے' اسی لئے نکاح کے وقت کلمے پڑھاتے ہیں کہ دونوں خاوند بیوی حقوق میں جکڑ جائیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے' الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه غرضیکہ وعدہ خلافی یوں ہی بری ہے' مگر جب وعدہ رب تعالیٰ کا نام لے کر کیا گیا ہو' پھر خلاف کرنا زیادہ برا' کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام شریف کے بے حرمتی بھی ہے ۳۔ کھانے کا ذکر اتفاقی ہے' وہ قیمت کھائے یا نہ کھائے آزاد کو غلام بنا کر فروخت کر دینا ویسے ہی بہت برا ہے' یوسف علیہ السلام کے بھائی اسی جرم پر زیادہ شرمندہ تھے جن کی معافی ہوئی ۴۔ کام پورا لینے میں اسی جانب اشارہ ہے کہ اگر مزدور ہی بیچ میں کام چھوڑ دے شرارۃً تو وہ مزدوری کا حقدار نہیں' نائی آدھی حجامت کر کے انکار کر دے تو بجائے اجرت کے سزا کا مستحق ہو گا' کام پورا کرنے پر اجرت کا مستحق ہو گا۔ روزانہ اجرت دی

marfat.com

جائے یا ماہوار، جو طے ہو گیا ہو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوْا بِمَاءٍ فِيْهِمْ لَدِيْغٌ اَوْ سَلِيْمٌ فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِّنْ رَّاقٍ اِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيْغًا اَوْ سَلِيْمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلٰى شَاءٍ فَبَرَاَ فَجَاءَ بِالشَّاءِ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَكَرِهُوْا ذٰلِكَ وَقَالُوْا اَخَذْتَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ اَجْرًا حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَخَذَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ اَجْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَصَبْتُمْ اقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا۔

(۲۸۵۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کسی گھاٹ پر گزری ا۔ جس میں ایک سانپ یا بچھو کا ڈسا ہوا تھا تو گھاٹ والوں میں سے ایک شخص ان کے ان کے پاس آکر بولا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے گھاٹ میں ایک شخص بچھو یا سانپ کا کاٹا ہوا ہے ۲۔ تو صحابہ میں سے ایک صاحب کچھ بکریوں کی شرط پر چلے گئے ۳۔ سورۃ فاتحہ پڑھ دی وہ اچھا ہو گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس کچھ بکریاں لائے، صحابہ نے ناپسند کیں ۴۔ وہ بولے تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے یہاں تک کہ مدینہ منورہ آئے بولے یا رسول اللہ انہوں نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اجرت لینے کے سب سے زیادہ لائق کتاب اللہ ہے ۵۔ (بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم نے ٹھیک کیا بانٹ لو اور اپنے ساتھ ہمارا حصہ بھی رکھو ۶۔

(۲۸۵۴) ا۔ اس گھاٹ پر کوئی قبیلہ آباد تھا، اب بھی عرب میں کنووں پر بستیاں آباد ہوتی ہیں، جو پانی کی تجارت سے گزارہ کرتی ہیں، عربی میں لدیغ بچھو کاٹے کو کہتے ہیں سلیم سانپ کاٹے کو، نیک فال کے لئے، کہ اللہ اسے سلامت رکھے۔ ۲۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جھاڑ پھونک دم درود کا زمانہ صحابہ میں تھا۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کو پتہ تھا کہ صحابہ کرام دم درود کرتے تھے اور قرآن شریف اور دعاؤں میں تاثیر ہے، یہ گھاٹ والے مسلمان نہ تھے جیسا کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنی ان صحابی نے پہلے طے فرمالیا کہ ہم دم کردیں گے اور انشاء اللہ تمہارا بیمار اچھا ہو جائے گا مگر تمیں بکریاں لیں گے وہ راضی ہو گئے، یہ بھی اجارہ ہوا، اسی لئے یہ حدیث باب الاجارہ میں میں لائی گئی، اگر بغیر طے کئے یہ بکریاں تھیں تو وہ ہدیہ یا نذرانہ ہوتا نہ کہ اجرت ۴۔ یعنی رب تعالیٰ فرماتا ہے ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا میری آیات تھوڑی قیمت کے عوض نہ فروخت کرو، یہ بھی فروخت کی ایک صورت ہے، لہٰذا یہ معاوضہ درست نہ ہوا۔ ۵۔ یعنی ناجائز کام پر اجرت لینا منع ہے، قرآن کریم پڑھنا یا اس سے علاج کرنا منع نہیں، تو اس کی اجرت کیوں منع ہو گی، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے (۱) قرآنی آیات سے علاج جائز ہے خواہ دم کرکے ہو یا تعویذ لکھ کر یا گنڈا کرکے، کہ دھاگے وغیرہ پر دم کردے اور دھاگہ مریض کے باندھے، اس علاج پر اجرت لینا جائز ہے، (۲) قرآن کریم یا احادیث یا فتویٰ لکھنے کی اجرت لینا جائز ہے۔ (۳) قرآن شریف کی تجارت درست ہے یعنی قرآن شریف فروخت کرنا ان مسائل پر سب کا اتفاق ہے۔ (۴) قراۃ قرآن تعلیم قرآن پر اجرت لینا درست ہے، اس میں امام ابو حنیفہ امام زہری و اسحاق کا اختلاف ہے رضی اللہ عنہم ان حضرات کی دلیل اگلی حدیث ہے جو آرہی ہے باقی ائمہ کے ہاں درست ہے (مرقات) مگر اب تعلیم قرآن پر اجرت بھی

marfat.com

بالاتفاق جائز ہے۔ متاخرین احناف کا فتویٰ بھی یہی ہے تا کہ دین ختم نہ ہو جائے (اشعہ) ٦۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب تک ان حضرات نے یہ بکریاں بانٹیں اور کھائیں نہ تھیں اور واپس بھی نہ کی تھیں کہ اب تک انہیں جائز یا ناجائز ہونے کا یقین نہ تھا' یہ ساری بکریاں دم کرنے والے کی تھیں' مگر حضور انور کا ان تمام صحابہ میں تقسیم کرانا' اور اپنا حصہ بھی ان میں رکھنا' یہ بتانے کے لئے ہے کہ یہ بڑی طیب اور بہترین کمائی ہے جسے ہم بھی اور ہمارے صحابہ بھی کھا رہے ہیں' اس میں اشارۃً یہ بتایا گیا کہ مسافر لوگ آپس میں مل بانٹ کر چیزیں کھائیں' اکیلے کھالینا مروت اور اخلاق کے خلاف ہے (از لمعات و مرقات) یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے خدام سے کچھ مانگنا نہ ناجائز نہ اس میں کوئی ذلت' یہ تو ان خدام کے لئے باعث فخر و عزت ہے۔ شعر:-

☆ کلاہ گوشہ دہقان بافتاب رسید ☆ کہ سایہ بر سرش افگند چوں تو سلطانے ☆

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْنَا عَلٰى حَيٍّ مِّنَ الْعَرَبِ فَقَالُوْا اِنَّا اُنْبِئْنَا اَنَّكُمْ قَدْ جِئْتُمْ مِّنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ دَوَاءٍ اَوْ رُقْيَةٍ فَاِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوْهًا فِى الْقُيُوْدِ فَقُلْنَا نَعَمْ فَجَاءُوْا بِمَعْتُوْهٍ فِى الْقُيُوْدِ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً اَجْمَعُ بُزَاقِىْ ثُمَّ اَتْفُلُ قَالَ فَكَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَاَعْطَوْنِىْ جُعْلًا فَقُلْتُ لَا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلْ فَلَعَمْرِىْ لَمَنْ اَكَلَ بِرُقْيَةٍ بَاطِلٍ لَقَدْ اَكَلْتَ بِرُقْيَةٍ حَقٍّ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ)

دوسری فصل

(۲۸۵۵) روایت ہے حضرت خارجہ ابن صلت سے وہ اپنے چچا سے راوی ۲۔ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عرب کے ایک قبیلہ پر گزرے وہ لوگ بولے ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ان محبوب کے پاس سے بڑی خیر لے کر آئے ہو ۲۔ تو کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم درود ہے ہمارے ہاں ایک دیوانہ قید میں بندھا ہوا ہے ۳۔ ہم بولے ہاں چنانچہ وہ لوگ بیڑیاں پہنے ایک دیوانہ لائے میں نے تین دن تک صبح شام اس پر سورۃ فاتحہ پڑھی کہ اپنا تھوک جمع کرتا پھر اس پر تھتکار دیتا تھا ۴۔ وہ تو گویا رسیوں سے کھل گیا انہوں نے مجھے کچھ اجرت پیش کی میں بولا نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں ۵۔ حضور نے فرمایا کھاؤ میری زندگی کی قسم یہ اجرت اسی کے لئے ہے جو جھوٹے دم سے کھائے تم نے تو سچے دم دم سے کھایا ہے ٦۔ (احمد' ابوداؤد)

(۲۸۵۵) ا۔ خارجہ بنی تمیم سے ہیں' تابعی ہیں' ان کے چچا کا نام معلوم نہ ہوا' مگر چونکہ وہ صحابی ہیں' لہٰذا ان کا نام معلوم نہ ہونا' مضر نہیں کہ صحابہ سب عادل اور ثقہ ہیں (مرقات) ۲۔ غالبًا یہ حضرات اپنی قوم کے نمائندہ بن کر وفد کی شکل میں بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے' وہاں سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا اس زمانہ میں جو حضور کے پاس آتا تھا تو لوگ اس کی آنکھوں کی زیارتیں کیا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بڑے دانا کے دربار سے آرہے ہیں۔ بھرے پڑے آئے ہوں گے معلوم کیا کیا لائے ہوں گے' اسی سلسلہ میں یہ لوگ بھی ان سے ملنے آئے اور عرض کیا' اب بھی ہم نے دیکھا کہ مدینہ سے آنے والوں کی آنکھیں لوگ چومتے ہیں' ان کے ہاتھ

marfat.com

پیروں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں' یہ نئی بات نہیں' زمانہ صحابہ سے چلی آرہی ہے' خیر سے مراد دین اور دنیا کی بھلائی ہے' اسی لئے ان لوگوں نے دوا کا ذکر بھی کیا اور دعا کا بھی ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے آستانہ بوسوں سے فریاد کرنا اور ان پر اپنے دکھ درد پیش کر کے دفعیہ کے لئے عرض کرنا سنت صحابہ ہے' وہ ایسا دیوانہ تھا جسے باندھنا پڑ گیا تھا' بالکل ہی مخبوط الحواس ۴۔ اب بھی بعض صوفیاء کچھ پڑھ کر بیمار پر تھتکار دیتے ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے بعض صرف پھونک مار دیتے ہیں' اس کی روایتیں بھی ہیں' منشاء یہ ہوتا ہے کہ جیسے پھولوں سے لگ کر ہوا مہک جاتی ہے اور دور تک لوگوں کے دماغ معطر کر دیتی ہے ایسے ہی قرآن والے منہ میں رہ کر ہوا یا تھوک میں شفا کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے' بھٹی کے پاس ہوا گرم ہوتی ہے پانی کے پاس ٹھنڈی' ایسے ہی قرآن کے پاس کی ہوا شافی ہوتی ہے' خیال رکھئے کہ جانوروں کے نام میں تاثیر ہے' کسی کو شیر کہہ دیا خوش ہو گیا' گدھا کہہ دیا ناراض ہو گیا تو کیا خالق کے ناموں میں تاثیر نہ ہو گی ضرور ہو گی' ۵۔ یعنی میرے دم سے اتنا فائدہ ہوا کہ اسے بالکل ہی آرام ہو گیا گویا مرض نے اسے جکڑ رکھا تھا اس دم سے کھل گیا' معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ چند ساعتوں کی صحبت میں حضور سے علم' عمل وغیرہ سب کچھ ہی لے آتے تھے' خیال رہے کہ اسے اجرت کہنا مجازاً ہے' درحقیقت یہ نذرانہ تھا' اجرت پہلے طے کی جاتی ہے۔ ۶۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ ہدیہ قبول تو کر لیا تھا استعمال نہ کیا تھا' اس لئے یہ عرض کیا اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز اور جھوٹے جنتر منتر پر اجرت یا نذرانہ لینا حرام ہے حق دم درود پر اجرت بھی جائز نذرانہ بھی' لعمری قسم شرعی نہیں' وہ تو صرف خدا کے نام کی ہوتی ہے۔ بلکہ قسم لغوی ہے جیسے رب فرماتا ہے والتین والزیتون انجیر اور زیتون کی قسم' لہذا یہ فرمان عالی اس حدیث کے خلاف نہیں' جس میں ارشاد ہوا کہ غیر خدا کی قسم نہ کھاؤ ولعن اکل کی غیر محذوف ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۸۵۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے دے دو ا۔ (ابن ماجہ)

(۲۸۵۶) ا۔ یعنی مزدوری دینے میں ٹال مٹول نہ کرو' جس وقت دینے کا معاہدہ ہو اسی وقت دے دو بلا تاخیر لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ اگر مزدور کو پسینہ نہ آیا ہو تو اسے مزدوری دو ہی نہیں' نہ یہ سوال ہے کہ ماہوار تنخواہیں دینا منع ہیں' ہر دن کام کرتے ہی دے دی جائیں' حدیث کی فہم کے لئے عقل کامل ضروری ہے۔

وَعَنِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَّاِنْ جَآءَ عَلٰى فَرَسٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَفِي الْمَصَابِيْحِ مُرْسَلٌ

(۲۸۵۷) روایت ہے حضرت حسین ابن علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مانگنے والے کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے ا۔ (احمد' ابوداؤد) ۲۔ اور مصابیح میں مرسل ہے ۳۔

(۲۸۵۷) ا۔ یعنی اگر کسی سائل بھکاری پر آثار غنا ہوں اور وہ اپنے کو فقیر ظاہر کرے تو اس کی بات پر اعتماد کر کے اسے صدقہ دے سکتے ہو' بہت دفعہ انسان کے پاس گھوڑا ہوتا ہے مگر اس کا سامان گرو اور قرض سر پر سوار ہوتا ہے' اس لئے اس کا ظاہری حال نہ دیکھو اس کی بات کا اعتبار کرو' اگر وہ کہے کہ وہ گھوڑا کرایہ کا ہے مجھے بھی کچھ دو' اس گھوڑے کو بھی کچھ دو' تو بھی اس کی بات مان لو'

marfat.com

اسی لئے یہ حدیث کرایہ کے باب میں لائے' ورنہ صدقہ کو کرایہ سے کیا تعلق۔ ۲۔ یہ حدیث ابوداؤد میں حضرت علی سے طبرانی کسر میں حضرت برماس ابن زیاد سے ابن عدی میں کامل میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار چاندی کی لگام لگائے آئے (مرقات) ۳۔ حق یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ مسند ہے' اگرچہ حضرت حسین نے حضور علیہ السلام کو بحالت سمجھ بوجھ نہ پایا' مگر آپ نے یہ روایت حضرت عبداللہ ابن عمر سے کی' شاید صاحب مصابیح کو اس پر اطلاع نہ ہوئی (از مرقات) مصابیح کے بعض نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ النُّدَّرِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ طٰسٓمّٓ حَتّٰى بَلَغَ قِصَّةَ مُوْسٰى قَالَ اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اٰجَرَ نَفْسَهٗ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْ عَشْرًا عَلٰى عِفَّةِ فَرْجِهٖ وَطَعَامِ بَطْنِهٖ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۸۵۸) روایت ہے حضرت عتبہ ابن نذر سے ۱۔ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ نے سورۃ طسم پڑھی حتی کہ حضرت موسیٰ کے قصہ پر پہنچے ۲۔ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس کو اپنی پاکدامنی کی حفاظت اور اپنے پیٹ کی روٹی پر آٹھ یا دس سال اجرت پر دیا ۳۔ (احمد' ابن ماجہ)

(۲۸۵۸) ۱۔ بعض نسخوں میں عقبہ ابن منذر ہے' بعض میں عتبہ ابن مدر' ن کا پیش دال مشدد مفتوح' بعض میں عتبہ ابن عبد سلمٰی ہے' غرضیکہ ان کے نام میں بہت گفتگو ہے۔ ۲۔ یعنی حضور انور نے سورہ قصص تلاوت کی جس میں موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں رہنا آٹھ بلکہ دس سال بکریاں چرانا ان کی صاحبزادی صفورا سے نکاح وغیرہ مذکور ہے ۳۔ مقصد یہ ہے کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے محنت مزدوری کرنا اچھا ہے سوال برا' بڑے سے بڑے شخص کو معمولی محنت سے عار نہ کرنی چاہیے۔ خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب کی بکریاں چرانا بی بی صفورا کا مہر نہ تھا' بلکہ نکاح کی شرط تھی' اس لئے آپ نے فرمایا تھا علی ان تاجرنی ثمنی حجج تم میری مزدوری آٹھ سال کرو' اگر مہر ہوتا تو علی کی بجائے ب آتی' اور آپ اپنے بجائے بی بی صفورا کا ذکر فرماتے' قرآن کریم فرماتا ہے ان تبتغوا باموالکم بیویاں اپنے مالوں سے تلاش کرو' لہٰذا مذہب حنفی بالکل حق ہے کہ مہر میں مال دینا پڑے گا' خدمت زوجہ مہر نہیں بن سکتا' امام شافعی کا فرمان کہ خدمت پر نکاح درست ہے' اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا خیال رہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو آٹھ دس سال بکریوں کے بہانہ سے رکھا مگر مقصود تھا' انہیں اپنے پاس رکھ کر کلیم اللہ بننے کے لائق بنانا' ڈاکٹر اقبال نے ایک شعر میں یہ مضمون حل کر دیا۔ شعر:

☆ اگر کوئی شعیب آئے میسر ☆ شبانی سے کلیمی دو قدم ہے ☆

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ اَهْدٰى اِلَيَّ قَوْسًا مِمَّنْ كُنْتُ اُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْاٰنَ وَلَيْسَتْ بِمَالٍ فَاَرْمِيْ عَنْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كُنْتَ تُحِبُّ اَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا

(۲۸۵۹) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنہیں میں کتاب اللہ یعنی قرآن سکھاتا تھا ان میں سے ایک شخص نے مجھے کمان دی ہے ۱۔ یہ کوئی بڑا قیمتی مال نہیں ہے اس پر میں اللہ کی راہ میں تیر پھینکوں گا فرمایا اگر تم آگ

marfat.com

مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ) کاہار پہنایا جانا پسند کرتے ہو تو اسے قبول کر لو ۲۔(ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۸۵۹) ا۔ یعنی ایک طالب علم نے مجھے بطور ہدیہ کمان دی ہے' معمولی چیز ہے اور میں نے بھی جہاد کے لئے رکھی ہے' اس کی تجارت نہیں کرتا' ارشاد ہو اکہ مجھے اس کا لینا درست ہے یا نہیں' اور کمان آیا تعلیم قرآن کی اجرت ہے یا کچھ اور۔ ۲۔ یعنی یہ کمان بظاہر ہدیہ ہے مگر درحقیقت گزشتہ تعلیم کی اجرت ہے اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا ممنوع ہے' یہ حدیث حضرت امام ابو حنیفہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا ممنوع ہے بلکہ وہ حضرات تو مطلقاً علم دین سکھانے پر اجرت منع فرماتے ہیں' متاخرین احناف نے اسے جائز فرمایا تا کہ دین ضائع نہ ہو جائے' خیال رہے کہ پچھلی احادیث میں قرآن شریف سے علاج دم درود پر اجرت جائز فرمائی گئی تھی' یہاں تعلیم قرآن کی اجرت سے ممانعت ہے' للٰذا احادیث میں تعارض نہیں' شیخ نے فرمایا کہ وہ احادیث بیان جواز کے لئے تھیں' اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے' یعنی تعلیم قرآن پر اجرت جائز تو ہے مگر بہتر نہیں' یا یہ مطلب ہے کہ تم نے قرآن شریف پڑھایا تھا فی سبیل اللہ اس وقت تمہاری نیت اجرت کی قطعاً نہ تھی' جو کام اللہ کے لئے کر چکے ہو' اب اس پر اجرت لے کر اسے بگاڑتے کیوں ہو واللہ اعلم۔ مرقات نے فرمایا کہ الکتاب سے مراد یا تو قرآن شریف ہے یا کتابت یعنی لکھنے کی تعلیم۔

بَابُ اِحْيَاءِ الْمَوَاتِ وَالشِّرْبِ باب بنجر زمین کو آباد کرنا اور پانی دینا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

موات وہ زمین کہلاتی ہے جو نہ تو کسی کی ملک ہو نہ بستی والوں کی ضروریات کے لئے ہو' نہ اس پر کوئی کاشت وغیرہ کرتا ہو' موات کا مقابل عامر ہے یعنی آباد زمین' شرب شین کے کسرہ سے پانی کا حصہ یا پانی کی باری یا پانی دینے کا حق' موات زمین آباد کرنے کا حکم پہلے گزر چکا کہ اگر سلطان اعلان کردے کہ جو یہ زمین آباد کرے وہ اسی کی ہے' تب تو آباد کرنے والا مالک ہو گا ورنہ نہیں' امام شافعی کے ہاں مالک ہو گا۔

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَمَرَ اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ قَالَ عُرْوَةُ قَضٰى بِهٖ عُمَرُ فِيْ خِلَافَتِهٖ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۸۶۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا جو کسی ایسی زمین کو آباد کرے ا۔ جو کسی کی ملک نہ ہو تو وہ ہی اس کا حقدار ہے عروہ فرماتے ہیں کہ جناب عمر نے اپنی خلافت میں اسی پر فیصلہ کیا ۲۔(بخاری)

(۲۸۶۰) ا۔ یعنی بادشاہ کی اجازت سے آباد کرے (احناف)' ۲۔ ہمارے ہاں یہ دونوں فرمان سیاسی تھے یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ پاک میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں قانون نافذ فرمادیا تھا' اب بھی اگر سلطان یہ قانون نافذ کردے' تو یہ ہی حکم ہو گا کہ جو ایسی زمین آباد کرے گا وہ مالک ہو گا' امام شافعی کے ہاں یہ حکم شرعی تھا اب بادشاہ اسلام

marfat.com

یہ قانون بنائے یا نہ بنائے' زمین آباد کرنے والا اس کا مالک ہوگا' لیست لاحد کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو وہ زمین کسی کو ملک ہو نہ شرعی ضروریات کے لئے ہو لہذا حدیث ظاہر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۸۶۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ حضرت صعب بن جثامہ نے فرمایا ا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ چراگاہیں اللہ اور رسول ہی کی ہیں ۲۔ (بخاری)

(۲۸۶۱) ا۔ جثامہ جیم کے فتح' ث کے شد و فتح سے' حضرت صعب ابن جثامہ لیثی ہیں صحابی ہیں' ودان اور ابواء میں رہتے تھے' خلافت صدیقی میں وفات پائی ۲۔ رؤسائے عرب اپنے جانوروں کے لئے خاص چراگاہیں مقرر کر لیتے تھے جن میں ان کے سواء کوئی اپنے جانور نہ چرا سکتا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ چراگاہیں بنانے کا حق صرف اللہ رسول ہی کو ہے دوسرے کو نہیں' تو حضور انور اپنے جانوروں کے لئے چراگاہیں مقرر کر سکتے ہیں' لیکن آپ نے کبھی مقرر فرمائیں نہیں' دوسرے یہ کہ صرف جہاد کے جانوروں ہی کے لئے چراگائیں مقرر ہو سکتی ہیں۔ اپنے نجی جانوروں کے لیے نہیں ہو سکتی' تیسرے یہ کہ کوئی شخص اللہ رسول کی بغیر اجازت چراگاہ نہ بنائے کہ چراگاہ بنانے' اجازت دینے کا حق اللہ رسول ہی کو ہے۔ خیال رہے کہ اللہ کا ذکر برکت کے لئے ہے' چراگاہ کی اجازت صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی جائے گی۔

وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فِیْ شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ الْاَنْصَارِیُّ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَاسْتَوْعَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهٗ فِیْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ اَحْفَظَهُ الْاَنْصَارِیُّ وَكَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا بِاَمْرٍ لَّهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۶۲) روایت ہے حضرت عروہ سے ا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر نے ایک انصاری شخص سے حرہ کی نال کے متعلق جھگڑا کیا ۲۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیر تم پانی دے لو پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو ۳۔ انصاری نے کہا کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد جو ہوئے ۴۔ اس پر حضور کے چہرے کا رنگ بدل گیا ۵۔ پھر فرمایا اے زبیر پانی دو پھر پانی روک لو حتی کہ مینڈھ تک لوٹ جائے پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو ۶۔ یعنی اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو اپنا پورا حق لینے کا صریح حکم دیا جبکہ انصاری نے آپ کو ناراض کر دیا حالانکہ حضور نے ان دونوں کو وہ مشورہ دیا تھا جس میں دونوں کے لئے گنجائش تھی ۷۔ (مسلم بخاری)

(۲۸۶۲) ا۔ آپ عروہ ابن زبیر ابن عوام ہیں تابعی ہیں' مدینہ منورہ کے سات فقہاء سے ہیں' آپ کی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق ہیں' اور زبیر حضرت صفیہ کے فرزند ہیں' حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب حضور انور کی پھوپھی ہیں' حضرت زبیر سولہ برس کی عمر میں اسلام لائے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تلوار آپ نے چلائی' احد کے دن حضور انور کے پاس سے نہ ہٹے' عمرو ابن جرموز

marfat.com

نے آپ کو قتل کیا' ۹۳ سال عمر پائی ۳۶ھ میں جنگ صفین میں شہید ہوئے' "لولا" وادی سباع میں دفن کئے گئے' پھر وہاں سے بصرہ منتقل کر دیئے گئے' آپ کی قبر زیارت گاہ خلق ہے' فقیر نے زیارت کی ہے (از مرقات) ۲۔ پتھریلی زمین کو حرہ کہتے ہیں' قدرتی پہاڑی نالہ شراج کہلاتا ہے' ان دونوں صاحبوں کے کھیت برابر تھے۔ جو اس نالے سے سینچے جاتے تھے' جھگڑا ہوا آگے پانی دینے کا' انصاری کہتے تھے پہلے میں پانی دوں' زبیر فرماتے ہیں پہلے میں دوں ۳۔ کیونکہ آپ کا کھیت اوپر تھا جدھر سے پانی آتا تھا' اور انصاری کا کھیت نیچے بہاؤ کی طرف اور اوپر والا پہلے پانی دیتا ہے۔ ۴۔ یعنی آپ نے اس فیصلہ میں ان کی قرابتداری کا لحاظ فرمایا ہے۔ یعنی شارحین نے فرمایا کہ یہ شخص قوم انصار سے تو تھا مگر مومن نہ تھا' یا یہودی تھا' یا منافق مگر ترجیح اسے ہے کہ تھا تو مسلمان مگر نو مسلم تھا' آداب بارگاہ سے بے خبر تھا' اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم یا دوسرے صحابہ نے اسے کوئی سزا نہ دی (مرقات) اشعہ نے فرمایا یہ منافق ہی تھا جیسے عبداللہ ابن ابی کہ قبیلہ انصار سے تھا مگر منافق تھا قتل اس لئے نہ کرایا کہ منافقوں کو قتل نہ کرایا جاتا تھا واللہ اعلم ۵۔ یعنی حضور انور کو اس کے اس کلام سے بہت ہی تکلیف ہوئی' حتی کہ چہرہ انور سرخ ہو گیا' منافقوں' ناواقفوں سے بسا اوقات حضور انور ایسی باتیں سن لیتے تھے تکلیف ہوتی تھی مگر صبر فرماتے تھے۔ ۶۔ پہلے تو فرمایا تھا کہ اے زبیر اپنی زمین تر کر کے پانی انصاری کو دے دو' اب پورا حق زبیر کو عطا فرمایا کہ پہلے تم اپنے کھیت کو پانی دو' پھر اتنی دیر تک پانی روکے رکھو کہ کھیت آس پس کی مینڈھ (بنا) تک پہنچ جائے اور کھیت لبریز ہو جائے' تب انصاری کو دو' ۷۔ یعنی پہلے انصاری کی رعایت کی گئی تھی' اور حضرت زبیر کو حسن اخلاق کی تعلیم دی گئی تھی' مگر جب انصاری نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا بلکہ الٹا ناراض ہو گیا' تو ہر ایک کو پورا حق دیا گیا' پہلے فضل تھا اب عدل' اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ اپنا حق معاف کر دینا' اور اپنے مجرم کو سزا نہ دینا اخلاق صحابہ اور اخلاق محمدی ہیں۔ دوسرے یہ کہ غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنا حضور کے لئے جائز تھا ہمارے واسطے منع' کیونکہ آپ غصہ میں بھی حق ہی فرماتے تھے' تیسرے یہ کہ جنگل اور سیلاب کا پانی کسی کی ملک نہیں' ہر شخص ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے' چوتھے یہ کہ پانی دینے میں ترتیب یہ ہے کہ اوپر والا پہلے پانی دے نیچے والا بعد میں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَآءِ لِتَمْنَعُوْا بِهٖ[۱] فَضْلَ الْکَلَآءِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۸۶۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بچا ہوا پانی نہ روکو تا کہ اس سے بچی گھاس روکو[۱] (مسلم بخاری)

(۲۸۶۳) ۱۔ اس کی شرح باب ممنوع بیع کی پہلی فصل میں گزر چکی کہ رفاہ عام کی چھوٹی ہوئی زمین کی گھاس جو کاٹی نہ گئی ہو ہر ایک کا حصہ ہے یونہی ایسے جنگلوں کے پانی کسی شخص کو جائز نہیں کہ ان پر قبضہ جمائے اور دوسروں کو اس سے روکے ہاں کاٹی ہوئی گھاس اور اپنے برتنوں میں بھرا ہوا پانی اپنی ملک ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی سِلْعَةٍ لَقَدْ اُعْطِیَ بِهَا اَکْثَرَ مِمَّا اُعْطِیَ وَهُوَ کَاذِبٌ وَرَجُلٌ

(۲۸۶۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخص وہ ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ نہ کلام فرمائے گا اور نہ انہیں نظر رحمت سے دیکھے ۱۔ ایک وہ شخص جو کسی سامان پر قسم کھائے کہ مجھے پہلے اس سے زیادہ قیمت

marfat.com

حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ الْيَوْمَ اَمْنَعُكَ فَضْلِيْ كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ فِيْ بَابِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا مِنَ الْبُيُوْعِ.

ملتی رہی حالانکہ ہو وہ جھوٹا۲ے اور ایک وہ شخص جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائے تاکہ اس قسم سے مسلمان آدمی کا مال مارے۳ے اور ایک وہ شخص جو بچا ہوا پانی روکے اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ آج میں تجھ سے اپنا فضل روکتا ہوں جیسے تو نے بچا ہوا پانی روکا تھا جسے تیرے ہاتھوں نے نہ بنایا تھا۴ے (مسلم بخاری) اور حضرت جابر کی حدیث ممنوع تجارتوں کے باب میں ذکر کردی گئی ہے۔

(۲۸۶۴) اے کلام سے کلام محبت مراد ہے اور نظر سے نظر رحمت ورنہ غضب کا کلام اور قہر کی نظر تو کفار پر بھی ہوگی ۲ے یہ بیماری عام دکانداروں کو ہے کہ جب کوئی خریدار ان کے مال کی قیمت لگاتا ہے تو کہتے ہیں رب کی قسم ابھی تم سے پہلے ایک گاہک اس سے زیادہ پیسے دیتا رہا میں نے نہ دی' اور بچے ایسے ہوتے ہیں کہ جب گاہک چل دیتا ہے تو پکارتے ہیں اچھا اتنے میں ہی لیجا' خیال رہے کہ جھوٹ بولنے سے تقدیر نہیں بدل جاتی بلکہ تجربہ یہ ہے کہ سچا دکاندار خوب کماتا ہے' ۳ے اس کی صورت یہ ہے کہ حاکم کے ہاں ایک دعویٰ دائر ہوا' مدعی کے پاس گواہ نہ تھے مگر تھا وہ سچا' مدعی علیہ سے بعد عصر قسم کھانے کے لئے کہا گیا' یہ جھوٹی قسم کھا گیا اور اس کا حق مار لیا' بعد عصر کی قید اس لئے لگائی کہ وہ وقت دن رات کے فرشتوں کے اجتماع کا ہے' دن کے جانے اور رات کے آنے کی گھڑیاں ہیں' اس وقت کفار عرب بھی جھوٹی قسم نہ کھاتے تھے' یہ بے غیرت مسلمان ہو کر اس گناہ پر دلیری کرلیتا ہے ۳ے یعنی گزرگاہ عام پر غیر مملوک پانی اس کی حاجت سے زائد ہو' پھر وہ مسافروں اور جانوروں کو نہ پینے دے' لہٰذا اس حکم سے وہ لوگ خارج ہیں جو پانی بیچ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں کہ وہ پانی ان کے اپنے کنوئیں کا ہوتا ہے یا دور سے لایا ہوا جیسا کہ عرب کی منزلوں میں دیکھا جاتا ہے ۴ے اس جملہ میں بھی اشارہ اس طرف ہے کہ اپنا کھودا ہوا کنواں یا اپنا جمع کیا ہوا پانی اپنی ملکیت ہے جسے فروخت کرنا بلاکراہت جائز ہے' ید سے مراد کوشش اور محنت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَاطَ حَائِطًا عَلَى الْاَرْضِ فَهُوَ لَهٗ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۸۶۵) روایت ہے حضرت حسن سے وہ حضرت سمرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو کسی زمین پر احاطہ بنائے تو وہ زمین اسی کی ہوگی اے (ابوداؤد)

(۲۸۶۵) اے یہاں ارض سے مراد زمین موات ہے جو نہ کسی کی ملک ہو نہ رفاہ عام کی ہو' احاطہ سے مراد اپنے یا اپنے جانوروں کے رہنے کے مکان کے لئے احاطہ ہے یعنی جو شخص غیر مملوک زمین میں اپنے مکان یا اصطبل کے لئے دیوار کھینچ لے وہ زمین اس کی ہوگی' یہ ہی مذہب امام احمد کا ہے کہ ان کے ہاں صرف دیوار کھینچ لینا ملکیت کے لئے کافی ہے' دیگر اماموں کے ہاں صرف دیوار کھینچ لینا کافی نہیں' احیاء یعنی آباد کرنا ضروری ہے' اس لئے وہ حضرات دیوار سے مکان کی دیوار مراد لیتے ہیں اور لہ سے مراد عارضی ملکیت ہے کہ ایسی زمین میں مکان بنا لینے والا جب تک رہے گا زمین حکومت کی ہوگی (لمعات' اشعہ' مرقات)

marfat.com

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَيْرِ نَخِيْلًا۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۸۶۶) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو کھجور کے درخت بطور جاگیر بخشے ا۔(ابوداؤد)

(۲۸۶۶) ا۔ اقطاع کے معنی ہیں کسی کو قطعہ زمین بخشنا یا تو بالکل مالک کرکے یا وہاں رہنے سہنے کی اجازت دینا یہاں پہلے معنی مراد ہیں اور نخیل سے مراد نخلستان ہے یعنی درخت کھجور وغیرہ زمین بطور جاگیر عطا فرمائے' یہ باغ یا تو اس خمس سے تھا جو حضور انور کی ملک تھا یا زمین موات تھی۔ حضرت زبیر نے اسے آباد کیا(لمعات' مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَيْرِ حُضْرَ فَرَسِهٖ فَاَجْرٰى فَرَسَهٗ حَتّٰى قَامَ ثُمَّ رَمٰى بِسَوْطِهٖ فَقَالَ اَعْطُوْهُ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۸۶۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ان کے گھوڑے کی حد دوڑ تک جاگیر بخشی ا۔ زبیر نے اپنا گھوڑا چھوڑا حتی کہ ٹھہر گیا پھر اپنا کوڑا پھینکا حضور نے فرمایا جہاں کوڑا پہنچا وہاں تک کی زمین انہیں دے دو ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۸۶۷) ا۔ حضر ح کے پیش ضاد کے سکون سے بمعنی دوڑ' یہاں قدر پوشیدہ ہے' یعنی گھوڑا کی دوڑ کی بقدر کہ گھوڑا چھوڑو جہاں رک جائے وہاں تک کی زمین تمہاری ۲۔ یعنی پہلے گھوڑا چھوڑا جہاں وہ رکا وہاں سے کوڑا پھینکوایا' جہاں کوڑا پہنچا وہاں تک کی یہ مجموعہ زمین حضرت زبیر کو بخش دی ظاہر یہ ہے کہ بالکل ہی بخش دی' مالک بنادیا کہ نسلاً بعد نسل ان کی ہی ہو' صرف رہنے کے لئے عارضی طور پر نہ دی' امام شافعی فرماتے ہیں کہ جیسے بادشاہ بیت المال کا روپیہ کسی کو دے سکتا ہے ایسے ہی بیت المال کی زمین بھی کسی کو بخش سکتا ہے' یہ زمین بیت المال کی ملکیت تھی جو حضور انور نے حضرت زبیر کو بخش دی' امام اعظم فرماتے ہیں کہ زمین موات تھی جو حضرت زبیر کو احیاء یعنی آباد کرنے کے لئے عطا ہوئی' اسی لئے صاحب مشکوۃ یہ حدیث احیاء موات کے باب میں لائے' بادشاہ اعلان بھی کرسکتا ہے کہ جو جس زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہے' اور اس طرح بخش بھی سکتا ہے ہر طرح سے اختیار ہے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَهٗ اَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ قَالَ فَاَرْسَلَ مَعِيَ مُعٰوِيَةَ قَالَ اَعْطِهَا اِيَّاهُ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۸۶۸) روایت ہے حضرت علقمہ ابن وائل سے وہ اپنے والد سے راوی ا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرموت میں کچھ زمین جاگیر بخشی فرماتے ہیں میرے ساتھ حضرت معاویہ کو بھیجا فرمایا وہ زمین انہیں دے آؤ ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۲۸۶۸) ا۔ علقمہ تابعی ہیں ان کے والد حضرت وائل ابن حجر حضرمی صحابی ہیں' یہ یمن کے شاہزادے تھے ان کے دوسرے صاحبزادے عبدالجبار ہیں' دونوں تابعی ہیں حضرت وائل ابن حجر کو حضور انور نے یہ عطیہ دیا ۲۔ حضرموت یمن کا مشہور شہر ہے' اہل یمن کے مورث اعلیٰ عامر کا یہ لقب تھا کیونکہ وہ جس جنگ میں پہنچ جاتے وہاں کشتوں کے پشتے لگ جاتے اس لئے انہیں حضر موت کہتے تھے انہوں نے یہ شہر آباد کیا تو شہر کا نام حضرموت ہوا' اور بھی کئی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہیں' اور یہ معاویہ ابن ابوسفیان

marfat.com

نہیں بلکہ معاویہ ابن حکم سلمی ہیں، کیونکہ معاویہ ابن ابوسفیان کا اسلام تو فتح مکہ میں ظاہر ہوا، اور یہ واقعہ فتح مکہ سے بہت پہلے کا ہے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو قبضہ دینے اور لینے کا وکیل کرسکتے ہیں۔

وَعَنْ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ الْمَارِبِيِّ اَنَّهٗ وَفَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ الَّذِيْ بِمَارِبَ فَاَقْطَعَهٗ اِيَّاهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا اَقْطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ قَالَ فَرَجَعَهٗ مِنْهُ قَالَ وَسَاَلَهٗ مَاذَا يُحْمٰى مِنَ الْاَرَاكِ قَالَ مَالَمْ تَنَلْهُ اَخْفَافُ الْاِبِلِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۸۶۹) روایت ہے حضرت ابیض ابن حمال ماربی سے ا؎ کہ وہ بطور نمائندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور سے مارب کے نمک کی کان کی جاگیر مانگی ۲؎ حضور نے انہیں وہ جاگیر عطا فرمادی جب وہ چلے گئے تو کسی شخص نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے تو انہیں پانی کا چشمہ جاگیر دے دیا ۳؎ فرماتے ہیں تب حضور نے وہ ان سے واپس لے لیا ۴؎ راوی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور سے پوچھا کہ کس قدر پیلو چراگاہ بنائے جاسکتے ہیں فرمایا جہاں تک اونٹوں کے سم نہ پہنچیں ۵؎ (ترمذی ابن ماجہ دارمی)

(۲۸۶۹) ا؎ ان کا نام پہلے اسود تھا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابیض رکھا، مارب یمن کے علاقہ صنعا کا مشہور شہر ہے جہاں نمک کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ ۲؎ یعنی عرض کیا کہ مجھے وہاں کا نمک عنایت فرمادیجئے کہ میں اس کی تجارت کرکے گزر اوقات کروں ۳؎ یہ عرض کرنے والے اقرع ابن حابس تمیمی ہیں یا عباس ابن مرداس، آپ نے سمجھا تھا کہ وہاں نمک پہاڑی ہوگا جو بعد دشواری کھود کر نکالا جاتا ہوگا اس لئے وہ بطور جاگیر عنایت فرمادیا۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ وہ تو جھیل ہے جس سے بغیر مشقت نمک بنتا ہے، وہاں پانی کا چشمہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا، عدع کے کسرہ سے بمعنی مہیا یعنی نفع کے لئے تیار کی ہوئی چیز، مطلب یہ تھا کہ یہ نمک کا ذخیرہ رفاہ عام کی چیز ہے، ایک کی ملکیت بن جانے سے سب کو تکلیف ہوجائے گی۔ ۴؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بادشاہ اندرونی کانوں کو بطور جاگیر دے سکتا ہے جیسے پہاڑی نمک کا تیل فیروزہ اور گندھک وغیرہ کی کانیں ظاہری کانیں جیسے پانی کا نمک وغیرہ کسی کو بطور جاگیر نہیں دے سکتا کہ یہ پانی گھاس وغیرہ کی طرح رفاہ عام کی چیزیں ہیں کہ ایک کی ملکیت میں جانے سے سب کو تکلیف ہوجائے گی، دوسرے یہ کہ حاکم اپنے فیصلہ کو رد بھی کرسکتا ہے اور اس میں ترمیم بھی، اور حاکم کے فیصلہ کی اپیل بھی کی جاسکتی ہیں۔ ۵؎ یعنی بستی کے آس پاس کی وہ زمینیں جن کی بستی والوں کو ضرورت رہتی ہے اور جہاں تک ان کے جانور چرنے پھرنے آتے ہیں وہاں تک کی زمین موات نہیں اور نہ اسے کوئی آباد کرکے مالک ہوسکتا ہے کہ اس سے سب کو تکلیف ہوجائے گی، وہ زمینیں جو شہر سے دور ہوں، کسی کی مملوک نہ ہوں، رفاہ عام کی نہ ہوں وہ موات ہیں اور اس کی آباد کاری جائز ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِيْ ثَلٰثٍ فِي الْمَاءِ وَالْكَلَاءِ وَالنَّارِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۸۷۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، گھاس اور آگ میں ا؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

marfat.com

(۲۸۷۰) ۱؎ یہاں پانی سے وہ پانی مراد ہے جو نہ کسی کی محنت سے حاصل ہوا ہو' نہ کسی کے برتن میں بھرا ہو' جیسے جنگل' بارش' سیلاب کا پانی مگر اپنے نہر گھڑے' اپنی نالی کا پانی اس سے خارج ہے' ایسے ہی گھاس سے وہ گھاس مراد ہے جو غیر مملوک زمین میں کھڑی ہو اپنی مملوک زمین کی گھاس' ایسے ہی وہ گھاس جو کاٹ کر اپنے گھر میں رکھ لی مملوک ہے' آگ سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنے چراغ کی روشنی میں بیٹھنے آگ تاپنے سے نہیں روک سکتے' یوں ہی اپنے شمع سے دوسرے کو شمع جلانے سے منع نہیں کر سکتے' بعض نے فرمایا کہ آگ سے مراد چقماق پتھر ہے' لہذا ہر شخص اپنی آگ سے چنگاری لینے سے منع کر سکتا ہے کہ یہ اسی کی ملک ہے اور اس سے آگ کم بھی ہو جاتی ہے (مرقات' اشعہ)

وَعَنْ اَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ فَقَالَ مَنْ سَبَقَ اِلٰى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ اِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهٗ.

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۲۸۷۱) روایت ہے حضرت اسمر ابن مضرس سے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے حضور سے بیعت کی آپ نے فرمایا جو ایسے پانی پر قبضہ کرے جس تک کسی مسلمان کا قبضہ نہ پہنچا ہو تو وہ اسی کا ہے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۲۸۷۱) یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے اس نے بتایا کہ غیر مملوک چیز پر اگر کوئی قبضہ کرے تو وہ قابض اس کا مالک ہو گا' جیسے شکار کا جانور' خود رو جنگلی درختوں کے پھل' جنگل کا پانی غیر مملوک زمین میں اگی ہوئی گھاس' بن کی لکڑی وغیرہ مگر ان میں سے جو کسی کی مملوک بن چکی ہو' اس پر ملکیت نہیں آ سکتی۔

وَعَنْ طَاوٗسٍ مُرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحْيٰى مَوَاتًا مِّنَ الْاَرْضِ فَهُوَ لَهٗ وَعَادِيُّ الْاَرْضِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ مِنِّيْ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ الدُّوْرَ بِالْمَدِيْنَةِ وَهِيَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ عِمَارَةِ الْاَنْصَارِ مِنَ الْمَنَازِلِ وَالنَّخْلِ فَقَالَ بَنُوْ عَبْدِ بْنِ زُهْرَةَ نَكِّبْ عَنَّا ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِمَ ابْتَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِذًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُقَدِّسُ اُمَّةً لَا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيْفِ فِيْهِمْ حَقُّهٗ.

(۲۸۷۲) روایت ہے حضرت طاؤس سے ۱؎ ارسالا" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بنجر غیر آباد زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ہے ۲؎ اور پرانی غیر مملوکہ زمینیں اللہ اور رسول کی ہیں ۳؎ پھر میری طرف سے وہ تمہاری ہیں ۴؎ (شافعی) اور شرح سنہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کو مدینہ منورہ میں مکانات بطور جاگیر بخشیش فرمائے جو انصار کی آبادی مکانات اور باغ کے درمیان تھے ۵؎ تو عبداللہ ابن زہرہ کے خاندان نے کہا ۶؎ حضور ہم سے ام عبد کے بیٹے کو دور فرمائیں ۷؎ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ پھر مجھے اللہ تعالٰی نے بھیجا کیوں ہے ۸؎ اللہ اس جماعت کو پاک نہیں فرماتا جس میں کمزور کا حق نہ لیا جائے ۹؎

(۲۸۷۲) ۱؎ آپ طاؤس ابن کیسان خولانی ہمدانی ہیں' اہل فارس سے ہیں' علم و عمل میں بہت ہی کامل ہیں۔ تابعی ہیں' ثقہ ہیں' ۱۰۵ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی' آپ نے جماعت صحابہ سے احادیث لیں' اور آپ سے امام زہری جیسے بزرگوں نے احادیث قبول کیں' عمرو ابن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے طاؤس جیسا عالم و عامل نہ دیکھا (مرقات) ۲؎ اس کی شرح گزر گئی کہ رفاہ عام اور

marfat.com

مملوک زمین کے علاوہ دوسری زمینیں اگر بادشاہ اسلام کی اجازت سے آباد کرلی جائیں تو وہ آباد کرنے والے کی ہوں گی'۲۔عادی'عاد سے بنا'جو ایک قوم کا نام ہے عاد و ثمود'عادی کے معنی ہیں عاد والی زمین' مراد ہے پرانی زمین جو کسی کے قبضہ میں نہ ہو'عاد بہت پرانی قوم ہے'۳ یہ زمین اللہ رسول کی ملک ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے چاہیں اس میں تصرف فرمائیں'جسے چاہیں بخشیں'اللہ کا ذکر برکت کے لئے ہے'درحقیقت حضور انور کی ملک ہیں (مرقات) ۴۔اس میں اشارۃً مذہب حنفی کی تائید ہے کہ ایسی زمینیں سلطان کی ملک ہوتی ہیں جو کوئی سلطان کی اجازت سے ان کو آباد کرے وہ ان کا مالک ہو گا بغیر اجازت نہیں'یہ ہی امام اعظم کا قول ہے۔۵۔دور سے مراد سفیدہ زمین ہے جس پر مکانات بن سکیں'چونکہ آئندہ اس پر دار یعنی عمارت بننے والی تھی اس لئے اسے دور فرمایا گیا'بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور انور نے یہ زمین حضرت ابن مسعود کو عاریۃً مرحمت فرمائی تھی'مگر یہ غلط ہے'کیونکہ آپ کے بعد آپ کی بیوی یعنی زوجہ ابن مسعود اس مکان کی وارث ہوئیں'عاریت میں وراثت جاری نہیں ہوتی'اس سے معلوم ہوا کہ شہر کی متروکہ اور غیر مملوکہ زمین بھی سلطان بطور جاگیر کسی کو دے سکتا ہے'اس سے بہت مسائل حاصل ہو سکتے ہیں' (مرقات ولمعات)۶۔بنو عبداللہ ابن زہرہ قریش کا ایک خاندان ہے اسی خاندان سے حضرت خاتون والدہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں'یہ لوگ مدینہ میں مہاجر تھے ۷۔نکب تنکیب کا امر ہے جس کی اصل نکوب ہے بمعنی علیحدگی و یکسوئی'ام عبد حضرت ابن مسعود کی والدہ کا نام شریف ہے'یعنی ہم کو حضرت ابن مسعود کا قرب منظور نہیں ہے حضور انور یہ جاگیر ان سے واپس فرمالیں اور کسی دوسری جگہ زمین عطا فرمادیں ۸۔یعنی اگر تم دینے نہ دینے کسی کو پاس بسانے نہ بسانے میں مختار عام ہو تو میری بعثت بیکار ہے۔نہیں'بلکہ جو ہم فرمائیں گے اس پر عمل کرنا ہوگا۔۹۔یعنی جس قوم کمزور کا حق زور آوروں سے نہ لیا جائے وہ قوم بربادی کے لائق ہے'حضرت ابن مسعود مسکین ضعیف ہیں'تمہاری جماعت قوی ہے۔اگر تمہارے جتھا کی رعایت کرکے ایک کمزور کو وہاں سے بیدخل کردیا جائے تو یہ ظلم ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي السَّيْلِ الْمَهْزُوْرِ اَنْ يُّمْسَكَ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُرْسِلُ الْاَعْلٰى عَلَى الْاَسْفَلِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۸۷۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہزور کے پانی کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا۱ کہ یہاں تک پانی آنے دیا جائے کہ ٹخنوں کو پہنچ جائے پھر اوپر والا نیچے پر چھوڑ دے ۲۔ (ابوداؤد'ابن ماجہ)

(۲۸۷۳) ۱۔مہزور مدینہ منورہ کے ایک جنگل کا نام ہے جس کے پانی سے وہاں کی زمین کاشت کی جاتی ہے۔مہزول لام سے وہ بھی ایک وادی ہی کا نام ہے'مگر وہ وادی جبل یثرب کے دامن میں ہے'یہ اور وادی ہے وہ اور وادی مہزور ہے'ز سے' مہزور علم ہے اس لئے اس پر الف لام نہ آنا چاہیے تھا مگر یہاں وصفی معنے میں ہے اسی لئے الف لام آگیا'مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں بغیر الف لام ہے۔۲۔یعنی اس پانی سے تمام کھیت والے اپنی زمین سیراب کریں'ترتیب یہ ہوگی'اوپر والا پہلے پانی سے لے اور نیچے والا بعد میں اور اوپر والا اتنا پانی لے کہ ٹخنوں ٹخنوں پانی کھڑا ہو جائے'پھر نیچے والے کی طرف چھوڑ دے'یہ ترتیب و پیمائش نہایت موزوں ہے جسے کاشتکار لوگ بخوبی سمجھتے ہیں۔

marfat.com

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ عَضُدٌ مِنْ نَخْلٍ فِيْ حَائِطِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَ الرَّجُلِ اَهْلُهٗ فَكَانَ سَمُرَةُ يَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَتَاَذّٰى بِهٖ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَطَلَبَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبِيْعَهٗ فَاَبٰى فَطَلَبَ اَنْ يُّنَاقِلَهٗ فَاَبٰى قَالَ فَهَبْهُ لَهٗ وَلَكَ كَذَا اَمْرًا رَغَّبَهٗ فِيْهِ فَاَبٰى فَقَالَ اَنْتَ مُضَارٌّ فَقَالَ لِلْاَنْصَارِيِّ اذْهَبْ فَاقْطَعْ نَخْلَهٗ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا فِيْ بَابِ الْغَصْبِ بِرِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِيْ صِرْمَةَ مَنْ ضَارَّ اَضَرَّ اللّٰهُ بِهٖ فِيْ بَابِ مَا يُنْهٰى مِنَ التَّهَاجُرِ۔

(۲۸۷۴) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ ایک انصاری کے باغ میں ان کا ایک کھجور کا دستہ تھا۱، مالک باغ کے ساتھ اس کے گھر والے بھی تھے جب حضرت سمرہ باغ میں جاتے تو مالک کو تکلیف ہوتی ۲۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا حضور سے عرض کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمرہ سے مطالبہ فرمایا کہ سمرہ وہ بیچ دیں ۳۔ انہوں نے انکار کیا تو فرمایا تبادلہ کرلیں وہ انکاری ہوئے فرمایا اسے ہبہ کردو تو تمہیں ایسا ثواب ہوگا اس کی انہیں رغبت دی مگر انہوں نے انکار کیا ۴۔ تب فرمایا در پے ایذا ہو انصاری کو حکم دیا جاؤ ان کا درخت کاٹ دو ۵۔ (ابوداؤد) حضرت جابر کی حدیث کی جو زمین آباد کرے باب غصب میں سعید ابن زید کی روایت سے ذکر کردی گئی اور ابو صرمہ کی حدیث کہ جو نقصان دے اللہ اسے نقصان دے گا اس باب میں ذکر ہوگی کہ تعلق ممنوع ہے ۶۔

(۲۸۷۴) ۱۔ عضد ضاد اور دال کے فتح سے یا ضاد کے پیش سے، کھجور کی وہ شاخ یہاں تک ہاتھ پہنچ جائے اور اس کے پھل ہاتھ سے توڑے جاسکیں، یعنی ان کے کھجور کی ایک نچلی شاخ ان کے پڑوسی انصاری کے باغ میں پہنچ گئی تھی جس کے سبب انہیں اس باغ میں جانا ہوتا تھا ۲۔ یعنی حضرت سمرہ اپنے اس شاخ کے پھل لینے اس کے باغ میں جاتے، تو صاحب باغ کو بے پردگی وغیرہ کی وجہ سے اذیت ہوتی ہے۔ ۳۔ طلب کے بعد الی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے حضرت سمرہ کو ان کے گھر سے اپنی بارگاہ عالی میں بلایا، لیبیعہ میں لام بلانے کی علت ہے یعنی اس لئے بلایا کہ حضرت سمرہ وہ درخت کھجور یا اس کی وہ شاخ جو انصاری کے باغ میں تھی، اس انصاری کے ہاتھ فروخت کردیں تاکہ وہ انصاری یہ شاخ کاٹ دیں اور ان کا آنا جانا بند ہوجائے اس لئے نہ فروخت کیں کہ انصاری اس شاخ کے پھل کھایا کریں کہ یہ ممنوع ہے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بغیر مدعی علیہ کا بیان لئے ہوئے فیصلہ نہ کرنا چاہیے، دوسرے یہ کہ مدعی علیہ کے پاس سمن بھیجنا، اس کی تعمیل کرانا سنت سے ثابت ہے اس کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ ۴۔ یعنی اولاً "تو حضور انور نے ان سے فرمایا کہ اپنے پڑوسی انصاری سے قیمت لیکر وہ شاخ اس کے ہاتھ فروخت کردو، اور انکار کرنے پر فرمایا کہ جنت لے لو، اور یہ شاخ اسے ویسے ہی بغیر قیمت دے دو، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضور انور کے مشورہ پر عمل کرنا بہتر ہے، نہ کرنا بھی جائز ہے مگر حکم مصطفوی کی اطاعت بہر حال لازم ہے، یہ حکم نہ تھا مشورہ تھا، دوسرے یہ کہ حضور انور جنت کے مالک ہیں، باذن پروردگار جسے چاہیں بخشیں، دیکھو حضرت سمرہ کو صرف ایک شاخ خرما کے عوض جنت کا باغ عطا فرمارہے ہیں، یہ ہے سلطنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھئے۔ ۵۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حاکم کو رعیت کے مال میں تصرف کرنے کا حق ہے، عدل قائم کرنے کے لئے دیکھو حضرت سمرہ کے

marfat.com

درخت کی شاخ اس انصاری پر زیادتی و ظلم کا باعث تھی' تو حضور انور نے بغیر ان کی رضا کے اس کے کاٹنے کا حکم دے دیا' مگر انصاری کو صرف کاٹ دینے کا حکم دیا' اس شاخ کی لکڑی و پھل حضرت سمرہ کے ہی ہوں گے وہ انصاری نہ لے سکیں گے' دوسرے یہ کہ حضرات صحابہ کرام نے اخلاق و مروت آہستہ آہستہ سیکھے بچہ سکول میں پہنچتے ہی بی۔ اے نہیں پاس کر لیتا' ابھی حضرت سمرہ نئے نئے حاضری بارگاہ سے مشرف ہوئے تھے' آداب سے پورے پورے واقف نہ تھے پھر یہ ہی صحابہ حضور کے اشارہ پر جان نثار کرتے تھے' لہٰذا اس حدیث سے صحابہ کی سرتابی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ۶۔ یعنی مصابیح میں یہ دونوں حدیثیں اس جگہ تھیں' ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک حدیث تو پیچھے بیان کر دی' اور دوسری حدیث آگے بیان کریں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ اَلْمَاءُ وَالْمِلْحُ وَالنَّارُ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْمَاءُ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا بَالُ الْمِلْحِ وَالنَّارِ قَالَ يَا حُمَيْرَاءُ مَنْ اَعْطٰى نَارًا فَكَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا اَنْضَجَتْ تِلْكَ النَّارُ وَمَنْ اَعْطٰى مِلْحًا فَكَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا طَيَّبَتْ تِلْكَ الْمِلْحُ وَمَنْ سَقٰى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِّنْ مَّاءٍ حَيْثُ يُوْجَدُ الْمَاءُ فَكَاَنَّمَا اَعْتَقَ رَقَبَةً وَّمَنْ سَقٰى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِّنْ مَّاءٍ حَيْثُ لَا يُوْجَدُ الْمَاءُ فَكَاَنَّمَا اَحْيَاهَا

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

تیسری فصل

(۲۸۷۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا حلال نہیں ۱؎ فرمایا پانی' نمک اور آگ ۲؎ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ پانی کو تو ہم سمجھ گئے۔ مگر نمک اور آگ کا یہ حکم کیوں ہے ۳؎ فرمایا اے حمیراء ۴؎. جس نے کسی کو آگ دی اس نے گویا اس آگ سے پکا ہوا سارا کھانا خیرات کیا اور جس نے کسی کو نمک دیا اس نے گویا سارا وہ کھانا خیرات کیا جسے اس نمک نے لذیذ بنایا ۵؎ اور جس نے کسی مسلمان کو ایک گھونٹ پانی وہاں پلایا جہاں پانی عام ملتا ہو اس نے گویا غلام آزاد کیا اور جس نے مسلمان کو وہاں ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی نہ ملتا ہو اس نے گویا اسے زندگی بخشی ۶؎۔ (ابن ماجہ)

(۲۸۷۵) ۱؎ شاید ام المومنین اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھ رہی ہیں کہ ویمنعون الماعون اور عرض کر رہی ہیں کہ ماعون کیا چیزیں ہیں' جن کا منع کرنا برا ہے ۲؎ پانی سے مراد دو ایک گلاس پانی ہے۔ جس سے پیاسے کی پیاس بجھ سکے اور اپنی ضرورت سے زائد ہو' نمک سے بھی یہ ہی مراد ہے کہ ایک آدھ ہانڈی کا نمک کسی کو دے دینا جب کہ اپنے پاس ضرورت سے زیادہ ہو' آگ سے مراد بھی وہ آگ ہے جو ایک آدھ چنگاری کسی کو دے دی جائے' جس سے وہ اپنے ہاں آگ روشن کرے' ان چیزوں کے دینے میں اپنا کچھ نقصان نہیں ہوتا' دوسرے کا بھلا ہو جاتا ہے اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے' دینے والے کو اجر بے حساب مل جاتا ہے۔ ۳؎ یعنی پانی ایک بے قیمت چیز ہے مگر اس سے دوسرے کی جان بچ جاتی ہے اس لئے اس کا منع کرنا واقعی برا ہے مگر نمک و آگ کا تو یہ حال نہیں' نمل و آگ کا تو یہ حال نہیں' نمک و آگ پر پیسے خرچ ہوتے ہیں اور اس سے دوسرے کی زندگی وابستہ نہیں۔ ۴؎ حمیرا احمر کا مونث ہے جس کا مادہ حمرۃ ہے' بعض شارحین نے فرمایا کہ جن احادیث میں یا حمیراء ہے وہ اکثر موضوع ہیں ۵؎ یعنی ان مسائل میں اپنی قیاس آرائی نہ کرو کہ نمک و آگ قیمتی چیز ہے اور اس پر دوسرے کی زندگی کا دارومدار نہیں بلکہ اس اجر کو دیکھو جو

رب تعالٰی اس معمولی خیرات پر عطا فرماتا ہے' اس معمولی خیرات سے باز رہ کر اتنے بڑے اجر سے محروم رہ جانا عقلمندی نہیں' رب تعالٰی کی عطائیں ہمارے خیال وہم و سمجھ سے وراء ہیں ٦۔ اس فرمان عالی کا تجربہ اسے ہو گا جس نے کبھی عراق و نجد کے ریگستان کا نظارہ کیا ہو' وہاں ایک گلاس پانی کی قیمت ایک جان ہے' بعض موقعہ فقیر نے ایسے دیکھے جہاں فقیر و سائل کو پانچ روپیہ خیرات دینے کی وہ خوشی نہیں ہوتی جو ایک پیالہ پانی دینے کی خوشی ہوتی ہے' واقعی ایک پیالہ پانی ایک جان بچالیتا ہے' اس کی تفصیل ہماری کتاب سفرنامہ میں ملاحظہ کیجئے۔

بَابُ الْعَطَايَا

بخششوں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

١۔ کسی بڑے کا اپنے چھوٹے کو بغیر عوض کچھ دینا عطیہ کہلاتا ہے اور چھوٹے کا بڑے کو کچھ دینا نذرانہ اور برابر والے کا برابر والے کو دینا ہبہ' چونکہ عطیے بہت قسم کے ہیں' عمریٰ' رقبیٰ' جائزہ' انعام' سلطانی بخششیں' ماں باپ کا اپنی اولاد کو کچھ دینا وغیرہ اس لئے عطایا جمع ارشاد ہوا' علماء فرماتے ہیں کہ سلطانی عطیے قبول کرنا عالم' جاہل' فقیر' غنی ہر ایک کو جائز ہے کہ اگرچہ سلطانی اموال عموماً حرام و حلال سے مخلوط ہوتے ہیں مگر مخلوط مال کا قبول کرنا' دعوت کا کھانا درست ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شاہ اسکندریہ مقوقس وغیرہ کے ہدیے تحفے قبول فرمائے یہود مدینہ سے قرض لیا' حالانکہ ان کے متعلق رب تعالٰی فرماتا ہے اکلون للسحت یہ لوگ حرام خور ہیں (مرقات وغیرہ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ اَصَابَ اَرْضًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ اَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ بِهٖ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ اَنَّهٗ لَا يُبَاعُ اَصْلُهَا وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَآءِ وَفِي الْقُرْبٰى وَفِي الرِّقَابِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالضَّيْفِ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ يُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا۔

(٢٨٧٦) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ جناب عمر نے خیبر میں کچھ زمین پائی ١۔ تو آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خیبر میں ایسی زمین پائی ہے۔ کہ میرے خیال میں میں ایسا نفیس مال میں نے کبھی نہ پایا ٢۔ حضور والا مجھے اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں ٣۔ فرمایا اگر تم چاہو تو اصل زمین محفوظ کر دو اور اسے صدقہ کر دو ٤۔ چنانچہ حضرت عمر نے صدقہ کر دی کہ اصل زمین نہ بیچی جائے اور نہ ہبہ کی جائے نہ موروثی ہو اور فقیروں' قرابتداروں' اللہ کی راہ' مسافروں' مہمانوں میں صدقہ کر دی ٥۔ اس زمین کے متولی پر اس میں مضائقہ نہیں کہ اس میں سے بطریق احسن کچھ کھالے یا کھلائے ٦۔ ہاں اسے مال نہ بنائے ابن سیرین نے فرمایا غیر متاثل مالا ٧۔

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(مسلم بخاری)

(۲۸۷۶) ا۔ جس میں بہترین باغ تھے 'اولا" تو زمین خیبر خود ہی بہت سبزہ زار ہے 'پھر اس میں باغات بھی تھے جن کی آمدنی بہت تھی 'اس لئے آپ کو یہ زمین بہت ہی پسند آئی 'یہ واقعہ غزوہ خیبر کے بعد کا ہے۔ ۲۔ کیونکہ اولا تو مال غیر منقول ویسے بھی اعلیٰ ہوتا ہے 'خصوصا خیبر کی زمین زرخیز اس جو پشتہا پشت تک کام آئے 'ایسا اعلیٰ مال میرے پاس کبھی نہ آیا تھا۔ ۳۔ یعنی اس مال کو راہ خدا میں خیرات کرنا چاہتا ہوں مگر خبر نہیں کہ کبھی شہرت بہتر ہو گی۔ یہ عمل تھا اس آیت پر کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اپنی پیاری چیز خیرات کرنا افضل ہے۔ ۴۔ یعنی بہتر ہو گا کہ یہ باغ فقراء پر وقف کردو کہ مالک کوئی نہ ہوں 'فروخت وغیرہ کا کسی کو حق نہ ہو 'اور اس سے نفع سارے فقراء اٹھائیں 'یہ وقف صدقہ جاریہ ہو گا ۵۔ قرابتداروں سے مراد یا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار مراد ہیں یا اپنے یا دونوں 'فقراء سے مراد عام مدینہ کے فقراء خصوصا اہل صفہ 'رقاب سے مراد مکاتب غلاموں کا بدل کتابت ادا کرکے انہیں آزاد کرنا یا مقروض کے قرض ادا کرنا مہمانوں سے مراد غرباء اہل مدینہ کے گھر آنے والے مہمان جن کی وہ خاطر تواضع مہمان نوازی نہ کرسکیں 'ان مہمانوں کو اس باغ کی آمدنی سے دیا جائے 'اللہ کی راہ سے مراد غازی 'مسافر وغیرہ ہیں۔ ۶۔ یعنی اس باغ کے منتظم و متولی کو بھی اجازت ہو گی کہ اپنی اجرت اس باغ سے لے لے کہ اسی میں سے کھائے 'اپنے بچوں' دوستوں کو کھلائے مگر فساد کی نیت سے نہ ہو بلکہ اجرت وصول کرنے کی نیت سے۔ ۷۔ یعنی دفع ضرورت کے لئے خرچ کرے 'مال جمع نہ کرے 'اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین یا باغ کا وقف درست ہے اور مال وقف کی نہ بیع درست ہے 'نہ ہبہ نہ تملیک 'یہ بھی معلوم ہوا وقف کرنا بہت اعلیٰ عبادت ہے کہ یہ صدقہ جاریہ ہے 'یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کیسے مخلص مومن تھے کہ ہمیشہ اعلیٰ کاموں میں سبقت فرماتے تھے 'یہ بھی معلوم ہوا کہ خیبر صلح سے حاصل نہ ہوا 'بلکہ جنگ سے فتح کیا گیا 'اسی لئے وہاں کی زمین غازیوں میں تقسیم کردی گئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحت وقف کے لئے متولی مقرر کرنا لازم نہیں 'دیکھو حضرت عمر نے کسی کو متولی نہ بنایا بلکہ قاعدہ مقرر فرمادیا کہ متولی کو یہ حقوق ہوں گے یہ بھی معلوم ہوا کہ متولی وقف سے خرچ کرسکتا ہے کھا کھلا سکتا ہے' خیال رہے کہ واقف خود بھی ایسے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے 'حضرت عثمان غنی نے بیر رومہ وقف کیا مگر خود بھی اس کا پانی پیتے تھے۔ لہٰذا وقف کردہ قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔ اپنی مسجد میں نماز 'اپنے کنوئیں سے پانی حاصل کرسکتا ہے 'یہ حدیث بہت سے مسائل وقف کی اصل ہے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے 'وقف علے الاولاد بھی درست ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰی جَائِزَةٌ[۱] (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۲۸۷۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا عمر بھر کو دینا جائز ہے ا۔

(مسلم بخاری)

(۲۸۷۷) ا۔ عمرہ 'حج اور ہے عمریٰ عطاء کچھ اور یہاں عمریٰ عطاء مراد ہے 'اس کی تین صورتیں ہیں 'ایک یہ کہ کوئی شخص کسی کو زمین وغیرہ اس کی عمر بھر کے لئے دے 'اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دے کہ تیرے بعد تیرے وارثوں کی یہ بالاتفاق جائز ہے 'کہ موہوب لہ کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گی 'وارث نہ ہوں تو بیت المال کو واہب کو نہ لوٹے گی 'دوسرے یہ کہ اس کے وارثوں کا ذکر نہ کرے 'یہ عمریٰ ہمارے ہاں جائز ہے اور حق یہ ہے کہ امام شافعی کے ہاں بھی درست ہے 'اس کا حکم پہلے عمریٰ کا سا ہے کہ یہ بھی کسی صورت میں واہب کو نہ لوٹے گی 'تیسرے یہ کہ لوٹنے کی شرط لگادے کہ کہہ دے تیری حین حیات تک تیرے

بعد میں میری' اس میں ہمارے ہاں اختلاف ہے فتوٰی اس پر ہے کہ یہ بھی جائز ہے اور لوٹنے کی شرط باطل' کہ یہ ہبہ بالشرط ہے اور ہبہ بالشرط جائز ہوتا ہے' شرط باطل ہوتی ہے' لہٰذا اس صورت میں بھی یہ شے موہوب کی لہ ہوگی' واہب کو نہ ملے گی' امام احمد کے ہاں مطلق عمروہ درست ہے موقت باطل' امام مالک کے ہاں عمریٰ میں منافع کی ملکیت ہوتی ہے اصل شے کی نہیں یعنی موہوب لہ اس کو برت سکتا ہے اس کا مالک نہیں مگر مذہب حنفی قوی ہے کہ اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعُمْرٰى مِيْرَاثٌ لِاَهْلِهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۷۸) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ عمریٰ عمرے والے کے گھر والوں کی میراث ہے ا۔(مسلم)

(۲۸۷۸) ا۔یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے کہ عمریٰ خواہ کیسا ہی ہو' مطلق یا وقتی' مشروط یا غیر مشروط واہب کو نہ لوٹے گا بلکہ موہوب لہ کی موت کے بعد خود اس کے ورثاء کو ملے گا' خیال رہے کہ عمریٰ عمر سے بنا عمر زندگی کی مدت کو کہتے ہیں' چونکہ اس ہبہ میں موہوب کی زندگی کا ذکر ہوتا ہے' اس لئے اسے عمریٰ کہا جاتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ اُعْمِرَ عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَاِنَّهَا لِلَّذِيْ اُعْطِيَهَا لَا يَرْجِعُ اِلَى الَّذِيْ اَعْطَاهَا لِاَنَّهٗ اَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۷۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو کچھ چیز بطور عمریٰ دی گئی اسے اور اس کے پسماندگان کو ا۔تو وہ عمریٰ اس کا ہوگا جسے دیا گیا دینے والے کو واپس نہ ملے گا ۲۔کیونکہ وہ ایسا عطیہ دے چکا ہے جس میں وارثتیں واقع ہوگئیں ۳۔(مسلم بخاری)

(۲۸۷۹) ا۔اس طرح کہ اس سے کہا گیا یہ چیز تاحین حیات تیری ہے اور تیرے بعد تیرے وارثوں کی' یہ پہلی قسم کا عمریٰ ہے عقب قاف کے کسرہ سے ہے بمعنی پیچھے رہنے والے لوگ یعنی ورثاء خواہ اولاد ہوں یا دوسرے وارث' بعض نے کہا عقب قاف کے سکون سے ہے۔ ۲۔امام مالک کے ہاں تو صرف یہ عمریٰ جس میں وارثوں کا بھی ذکر ہو واپس نہ ہوگا' جمہور علماء جیسے امام ابوحنیفہ و شافعی وغیرہم کے ہاں ہر عمریٰ کا یہ ہی حکم ہے' خواہ یہ شرط لگائے یا نہ لگائے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ۳۔خلاصہ یہ ہے کہ عمریٰ ہبہ کی قسم ہے' اور ہبہ کا حکم یہ ہے کہ موہوب لہ کے بعد واہب کو واپس نہیں ہو سکتا' موت مانع رد ہے مانع رد کل سات چیزیں ہیں جو دمع خزقه میں جمع ہیں' زیادۃ' موت' عوض' خروج عن الملک' زوجیت' قرابت' ہلاکت

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّمَا الْعُمْرٰى الَّتِيْ اَجَازَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقُوْلَ هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ فَاَمَّا اِذَا قَالَ هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ فَاِنَّهَا تَرْجِعُ اِلٰى صَاحِبِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۸۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں وہ عمریٰ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کیا ا۔وہ یہ ہے کہ کہے یہ تیرا اور تیرے پسماندگان کا ہے ۲۔لیکن اگر یوں کہے کہ تیرے جیتے جی تیری ہے تو وہ اپنے مالک کو لوٹ جائے گی ۳۔(مسلم بخاری)

(۲۸۸۰) ا۔جائز کہا سے مراد ہے کہ موہوب لہ کو اس کا مالک بنایا' دوسرا عمریٰ بھی جائز تو ہے' مگر موہوب لہ اس کا مالک نہیں بنتا صرف نفع حاصل کر سکتا ہے' بعد موت واہب کو لوٹ جائے گا ۲۔یعنی عمرے کی پہلی قسم تو بالاتفاق درست ہے۔ ۳۔یہ حدیث

marfat.com

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْسِکُوْا اَمْوَالَکُمْ عَلَیْکُمْ لَا تُفْسِدُوْھَا فَاِنَّہٗ مَنْ اَعْمَرَ عُمْرٰی فَھِیَ لِلَّذِیْ اُعْمِرَ حَیًّا وَّ مَیِّتًا وَّ لِعَقِبِہٖ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مال اپنے پاس محفوظ رکھو انہیں بگاڑو مت ا۔ جسے کچھ عمریٰ کے طور پر دیا گیا تو مرے جئے اس کا ہے اور اس کے پسماندگان کا ۲۔ (مسلم)

(۲۸۸۳) ا۔ مطلب یہ ہے کہ تم جو مال اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو اسے کسی کو بطور عمریٰ یا رقبیٰ نہ دو کہ اس سے تمہارا مال بگڑ جائے گا کہ تمہیں واپس نہ ملے گا اور تمہارا مدعا پورا نہ ہو گا' یہ مطلب نہیں کہ عمریٰ یا رقبیٰ کرنا اپنا مال بگاڑنا ہے کہ یہ تو مخلوق پر مہربانی ہے جس پر ثواب کی امید ہے۔ لہٰذا مطلب واضح ہے۔ ۲۔ للذی کالام ملکیت کا ہے' یعنی عمریٰ معمور لہ کی ملکیت میں تام ہو گا کہ وہ اس کے فروخت کرنے کا بھی مجاز ہو گا' اور اس کے مرنے پر وہ چیز اس کے ورثاء کو ملے گی' یہ حدیث بھی جمہور علماء کی دلیل ہے کہ عمریٰ عاریت نہیں ہوتا بلکہ ملکیت ہوتا ہے۔ حضرت امام مالک وغیرہ اسے عاریت مانتے ہیں' یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

بَابٌ باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

چونکہ یہ باب متفرق احادیث پر مشتمل ہے اس لئے اس کا ترجمہ مقرر نہ کیا' اس باب میں گزشتہ باب کے متمات احادیث مذکور ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عُرِضَ عَلَیْہِ رَیْحَانٌ فَلَا یَرُدَّہٗ فَاِنَّہٗ خَفِیْفُ الْمَحْمَلِ طَیِّبُ الرِّیْحِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۸۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پر خوشبو تحفتہ پیش کیا جائے ا۔ وہ اسے واپس نہ کرے کہ اس کا بوجھ ہلکا ہے خوشبو اچھی ہے ۲۔ (مسلم)

(۲۸۸۴) ا۔ ہم نے تحفہ کی قید اس لئے لگائی کہ تجارت کی نوعیت نکل جائے' بعض عطر فروش کسی کو قیمتاً "عطر پیش کرتے ہیں' اگر اسے خریدنا نہ ہو اور وہ انکار کرے تو حدیث پڑھ کر اسے خریدنے پر مجبور کرتے ہیں' وہ اس حدیث کی منشاء سے یا تو واقف نہیں یا واقف ہیں مگر اس کے ذریعہ اپنا بیوپار چلانا چاہتے ہیں' ریحان ریح سے بنا بمعنی خوشبو اس سے ہر خوشبو مراد ہے' پھول ہوں یا عطر چنبیلی وغیرہ کا تیل ۲۔ یعنی اگرچہ دوسرے ہدیے بھی واپس کرنا خلاف اخلاق ہے' مگر خوشبو واپس کرنا تو بہت ہی خشک مزاجی کی دلیل ہے کہ اس میں وزن ہلکا قیمت معمولی خوشبو اعلیٰ ہے' مرقات نے فرمایا کہ خوشبو جنت سے آئی ہے اور وہاں کا ہی پتہ دیتی ہے۔ مبسوط سرخسی باب اللمس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان سے جنت کی مہک آتی ہے' اسی لئے آپ کو زہراء کہتے ہیں یعنی جنت کی کلی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَرُدُّ الطِّیْبَ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۲۸۸۵) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو واپس نہ کرتے تھے ا۔ (بخاری)

marfat.com

امام مالک و امام زہری کی دلیل ہے کہ اگر عمرے میں وراثت کا ذکر نہ ہو تو دینے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے' ان کی دلیل وہ حدیث جابر ہے' جو مرفوعاً فرمائی العمری میراث لاھلہا عمریٰ' معمرلہ کی میراث ہے' یہاں العمری مطلق ہے جو تینوں قسموں کو شامل ہے' رہی یہ حدیث یہ حضرت جابر کا اپنا اجتہاد ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی' لہٰذا وہ ہی حدیث قابل عمل ہے یہ مرجوح ہے (اشعہ و مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُرْقِبُوْا وَلَا تُعْمِرُوْا فَمَنْ اُرْقِبَ شَيْئًا اَوْ اُعْمِرَ فَهِيَ لِوَرَثَتِهٖ. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

(۲۸۸۱) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ کسی کو کچھ بطور رقبیٰ دو نہ بطور عمریٰ ا۔ جسے کچھ رقبیٰ یا عمریٰ دیا گیا تو وہ اس کا اور اس کے وارثوں کا ہے ۲۔ (ابوداؤد)

(۲۸۸۱) ا۔ رقبیٰ ارقاب سے ہے جو مراقبہ سے بنا' رقب گردن کو کہتے ہیں' سوچنا' انتظار کرنا رقبیٰ کہلاتا ہے کہ وہ بھی گردن ڈال کر ہی ہوتا ہے' رقبیٰ یہ ہے کہ کہے یہ چیز تجھے دیتا ہوں لیکن اگر تو پہلے مرجائے تو میری ہوگی' اور اگر میں پہلے مرجاؤں تو مستقل تیری ہوگی' چونکہ اس صورت میں ہر ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے' اس لئے اسے رقبیٰ کہتے ہیں' عمریٰ کے معنی پہلے عرض ہو چکے۔ لا ترقبوا کی نہی بطور مشورہ ہے نہ کہ حرمت کے لئے یا یہ مطلب ہے کہ واپسی کی نیت سے رقبیٰ عمریٰ نہ کرو' ۲۔ یعنی رقبیٰ ہو یا عمریٰ چونکہ یہ ہبہ بالشرط ہے' لہٰذا ہبہ درست ہے اور شرط باطل' اور وہ شے کبھی بھی واہب کو نہ واپس ہوگی' یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ رقبیٰ اور ہر طرح کا عمریٰ موہوب لہ کو مستقل مالک کر دیتا ہے' چونکہ حدیث مرفوع ہے لہٰذا موقوف کے مقابل یہ ہی راجح ہے۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا وَالرُّقْبٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ)

(۲۸۸۲) روایت ہے انہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا عمریٰ جائز ہے عمریٰ والے کے لئے ہے اور رقبیٰ جائز رقبیٰ والے کے لئے ا۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد)

(۲۸۸۲) ا۔ زمانہ جاہلیت میں عمریٰ' رقبیٰ' موہوب لہ کے مرنے پر واہب کو واپس ہو جاتا تھا' حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ قاعدہ توڑ دیا' اس توڑنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا لاھلہا میں ضمیر رقبیٰ یا عمریٰ کی طرف راجع ہے اور اہل عمریٰ سے عمریٰ لہ مراد ہے جسے ہبہ دی گئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۲۸۸۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

(۲۸۸۵) ا۔ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ اگر کوئی بارگاہ عالی میں ہدیۃ" خوشبو پیش کرتا تو آپ اسے کبھی واپس نہ فرماتے' لہٰذا حدیث واضح ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَآئِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۸۸۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے کر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لے ا۔ اس سے بدتر ہمارے پاس کوئی مثال نہیں ۲۔ (بخاری)

(۲۸۸۶) ا۔ اس حدیث کی بناء پر امام شافعی و مالک و احمد فرماتے ہیں کہ ہبہ دی ہوئی چیز واپس لینا مطلقاً حرام ہے' کیونکہ حضور انور نے اسے قے کھانے سے تشبیہ دی ہے' قے حرام چیز ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ جب تک حات مانع چیزوں میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے تب تک ہبہ کی واپسی درست ہے' اگرچہ بے مروتی اور بدخلقی ہے۔ امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے الواهب احق بهبته مالم يصب منه یعنی ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا حقدار ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ لے لے' اور یہ حدیث تو حرمت مت رجوع پر دلالت نہیں کرتی' کیونکہ قے کتے پر حرام نہیں' یہ تشبیہ صرف نفرت دلانے کے لئے ہے' بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کو باغ ہبہ کیا' حضور نے فرمایا واپس لے لو' جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے کسی کو گھوڑا ہبہ دیا تھا پھر اس سے واپس خریدنا چاہا' حضور نے فرمایا مت خریدو' وہاں بھی یہی کتے والی مثال دی' حالانکہ اپنا ہبہ خریدنا سب کے ہاں جائز ہے' اگر یہ حدیث حرمت کی ہو تو ان احادیث کے مخالف ہو گی' لہٰذا امام اعظم کا فرمان نہایت قوی ہے اور یہ حدیث نہ ان کے خلاف ہے نہ دیگر ائمہ کی موید ۲۔ اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں' ایک تو وہ جو ترجمے سے ظاہر ہوئے' کہ اگر اس سے بدتر کوئی مثال ہمارے پاس ہوتی تو ہم وہ پیش فرماتے' مگر ہے نہیں' کیونکہ کوئی جانور اپنی قے نہیں کھاتا' اس صورت میں لنا سے مراد خود اپنی ذات کریم ہے' دوسرے یہ کہ بدترین مثال ہم لوگوں کے لئے نہیں ہونی چاہیے' یعنی کوشش کرو کہ یہ کہاوت ہم پر چسپاں نہ ہو' اس صورت میں لنا سے مراد عام مسلمان ہیں حضور انور کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ نَحَلْتُ ابْنِيْ هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهٗ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَآءً قَالَ بَلٰى قَالَ فَلَا اِذًا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَعْطَانِيْ اَبِيْ عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَعْطَيْتُ ابْنِيْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ

(۲۸۸۷) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے ا۔ کہ ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے حضور نے فرمایا کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح دیا ہے ۲۔ عرض کیا نہیں فرمایا تو اسے لوٹا لو ۳۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ ساری اولاد تمہاری خدمت میں برابر ہو عرض کیا ہاں فرمایا تو نہیں ۴۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرماتے ہیں مجھے میرے باپ نے کچھ عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ بولیں ۵۔ میں تو راضی نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کر

marfat.com

رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَاَمَرَتْنِيْ اَنْ اُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ لَا اُشْهِدُ عَلٰى جَوْرٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لو۶۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہ سے ہے ۷۔ ایک عطیہ دیا ہے وہ کہتی ہیں میں یا رسول اللہ آپ کو گواہ بنالوں فرمایا کیا تم نے اپنے سارے بچوں کو اسی طرح دیا ہے عرض کیا نہیں فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو ۸۔ فرماتے ہیں میرے والد لوٹ گئے پھر اپنا عطیہ واپس کرلیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا ۹۔ (مسلم بخاری)

(۲۸۸۷) ۱۔ آپ خود بھی صحابی ہیں آپ کے والدین بھی صحابی' آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے انصاری ہیں' اسلام میں سے پہلے بچے ہیں جو انصار میں پیدا ہوئے' ہجرت کے چودھویں مہینے پیدا ہوئے' حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی' کوفہ میں قیام رہا' امیر معاویہ کی طرف سے حمص کے حاکم تھے ۶۴ھ میں قتل کئے گئے (اکمال' اشعہ' مرقات) ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو برابر عطیے دے' بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے کہ کسی کو کچھ نہ دے یا کسی کو زیادہ دے' بعض علماء فرماتے ہیں کہ زندگی میں لڑکی لڑکے کو برابر دے' لڑکے کا دوگنا حصہ میراث میں ہے نہ کہ عطیہ میں' بعض نے فرمایا کہ زندگی میں بھی لڑکے کو دوگنا دے اور لڑکی کو ایک حصہ (درمختار' شامی وغیرہ) بعض بزرگ لڑکیوں کو دوگنا دیتے ہیں' کہتے ہیں کہ لڑکیاں ماں باپ کے گھر مہمان ہیں' لڑکے مقیم۔ ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ باپ اولاد کو دے کر واپس لے سکتا ہے دوسرے اہل قرابت نہیں لے سکتے' قرابت اسے مانع ہے' یعنی تب تم بھی اپنے عطیہ میں فرق نہ کرو' برابر دو ۵۔ عمرہ عین کے فتح سے' نعمان کی والدہ ہیں۔ بشیر کی بیوی' عبداللہ ابن رواحہ کی بہن ہیں ۶۔ تا کہ عطیہ پختہ ہو جائے' تمہارے بعد اولاد کا آپس میں جھگڑا نہ ہو' آج کل جو غیر منقول جائیداد کے بیع نامہ رجسٹری کرائے جاتے ہیں اسی کی اصل یہ حدیث ہے' رجسٹری میں حکومت کو گواہ بنایا جاتا ہے۔ ۷۔ معلوم ہوا کہ نعمان تو عمرہ بنت رواحہ سے تھے باقی اور اولاد دوسری بیویوں سے جن کی مائیں فوت ہو چکی ہوں گی۔ اس لئے یہ واقعہ ہوا۔ ۸۔ اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ باپ اپنی زندگی میں بیٹا بیٹی ساری اولاد میں برابری کرے' بیٹے کے لئے دوگنا حصہ بعد وفات ہے۔ حتی کہ پیار محبت بلکہ چومنے میں بھی برابری کرے (مرقات) اگرچہ قدرتی طور پر چھوٹے بچے سے زیادہ محبت ہوتی ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ زہرا بہت پیاری تھیں کہ سب سے چھوٹی تھیں۔ ۹۔ اس حدیث کی بنا پر امام احمد ثوری واسحاق نے فرمایا کہ اولاد کے عطیوں میں کمی بیشی کرنا حرام ہے' کیونکہ حضور انور نے اسے ظلم فرمایا ہے اور ظلم حرام ہے' ان بزرگوں کے ہاں اس صورت میں ہبہ درست ہی نہ ہوگا' مگر ابو حنیفہ' شافعی و مالک و جمہور علماء رحمہم اللہ کے ہاں یہ زیادتی مکروہ ہے جب کہ بلاوجہ ہو' اس میں ہبہ درست ہی ہوگا' اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ ہبہ درست ہوگیا تھا رجوع کے کیا معنی' نیز دوسری روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عطیہ پر کسی اور کو گواہ بنالو' اگر یہ حرام قطعی ہوتا تو کسی اور کو گواہ بنانے کے کیا معنی' حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ صدیقہ کو اکیس وسق کھجوریں دیں جو اور اولاد کو نہ دیں۔ حضرت عمر نے اپنے بیٹے عاصم کو ایک دفعہ ایک خاص عطیہ دیا جو اور اولاد کو نہ دیا۔ عبدالرحمن ابن عوف نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی اونا کو خاص عطیہ دیا جو اور

marfat.com

اولاد کو نہ دیا۔ تمام صحابہ نے یہ واقعات دیکھے اور کسی نے انکار نہ کیا' لہذا اس کے جواز پر صحابہ کا اجماع ہو گیا (مرقات) خیال رہے کہ متقی بیٹے کو فاسق بیٹے سے زیادہ دینا یا غریب معذور بے وسعت و یا اولاد کو دوسری امیر اولاد سے کچھ زیادہ دینا بلا کراہت درست ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ دوسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْجِعُ اَحَدٌ فِيْ هِبَتِهٖ اِلَّا الْوَالِدُ مِنْ وَّلَدِهٖ (رَوَاهُ النَّسَائِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۸۸۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اپنا دیا ہوا ہبہ واپس نہ لے سوائے باپ کے اپنے بیٹے سے ا۔ (نسائی' ابن ماجہ)

(۲۸۸۸) ا۔ اسی حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ والد اولاد کو عطیہ دے کر واپس لے سکتا ہے' دیگر اہل قرابت سے واپس نہیں لے سکتے' امام اعظم کے ہاں باپ بھی بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس نہیں لے سکتا' اس کی دلیل حضور عالی کا وہ فرمان ہے کہ جب ذی رحم محرم کو ہبہ دیا جائے تو واپس نہ ہو گا اور فاروق اعظم کا یہ فرمان ہے کہ اہل قرابت کا ہبہ جائز ہے اور اجنبی کا ہبہ واپس ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ دیا گیا ہو اس حدیث کا مطلب امام اعظم کے ہاں یہ ہے کہ بوقت ضرورت باپ بیٹے کا عطیہ واپس لے سکتا ہے' کیونکہ یہ مال بیٹے کا تھا اور باپ بیٹے کا مال ضرورۃً "بغیر اجازت خرچ کر سکتا ہے۔ لمعات (مرقات) یا یہ کہ دوسرا عطیہ والا اگر ہدیہ واپس لے۔ تو قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہے۔ لیکن والد بوقت ضرورت بغیر قضاء قاضی واپس لے سکتا ہے (اشعہ و لمعات و مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّعْطِىَ عَطِيَّةً ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدَ فِيْمَا يُعْطِىْ وَلَدَهٗ وَمَثَلُ الَّذِیْ يُعْطِىْ الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ اَكَلَ حَتّٰى اِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِیْ قَيْئِهٖ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالتِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِىُّ)

(۲۸۸۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے و ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ کوئی عطیہ دے پھر واپس لے لے ا۔ سوائے باپ کے جو اپنے بیٹے کو دے ۲۔ اور اس کی مثال جو عطیہ دے پھر واپس لے لے اس کتے کی سی ہے جو کھاتا رہے حتی کہ سیر ہو جائے تو قے کر دے پھر اپنی قے دوبارہ کھائے ۳۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ) اسے ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

(۲۸۸۹) ا۔ یہاں جائز' بمعنی مناسب ہے یعنی عطیہ دے کر واپس لینا مناسب نہیں جیسے کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ مومن کے لئے یہ حلال نہیں کہ خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو' وہاں بھی لا یحل ہے' بمعنی غیر مناسب' لہذا یہ حدیث رجوع ہبہ کی احادیث کے خلاف نہیں ۲۔ ولد میں بیٹا بیٹی ہی سب شامل ہیں اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ ہمارے ہاں باپ بھی بلا ضرورت رجوع نہیں کر سکتا۔ شوافع کے ہاں کر سکتا ہے۔ لہذا بیٹی کو دیا ہوا جہیز واپس لے سکتا نہیں' خیال رہے کہ خاوند بیوی ایک دوسرے کو عطیہ دے کر واپس نہیں کر سکتے' یوں ہی اہل قرابت' عزیز' فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا کانت الهبة لذی رحم محرم لم یرجع فیها حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اہل قرابت کا عطیہ لازم ہے دوسرے کا عطیہ لازم نہیں جب تک کہ وہ عوض نہ

دیں (لمعات) ۳؎ یعنی کتے کا قے کر کے چاٹ لینا ہر طبیعت پر باعث نفرت ہے' یوں ہی عطیہ دے کر واپس لینا ہر شخص کو برا معلوم ہونا چاہیے۔ خیال رہے کہ ہبہ کا حکم اور ہے صدقہ کا حکم کچھ اور' ہبہ تو بعض صورتوں میں واپس ہو سکتا ہے مگر دیا ہو صدقہ و خیرات واپس نہیں لے سکتے کہ وہاں منشاء صدقہ رضاء الٰہی ہے جو بفضلہ تعالیٰ حاصل ہو گئی' جب عوض مل گیا تو رجوع کیسا۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرَةً فَعَوَّضَهٗ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَتَسَخَّطَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ فُلَانًا اَهْدٰى اِلَيَّ نَاقَةً فَعَوَّضْتُهٗ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَظَلَّ سَاخِطًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اَقْبَلَ هَدِيَّةً اِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ اَوْ اَنْصَارِيٍّ اَوْ ثَقَفِيٍّ اَوْ دَوْسِيٍّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۲۸۹۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوان اونٹنی ہدیۃً پیش کی ۱؎ تو حضور نے اس کے عوض چھ اونٹنیاں عطا فرمائیں پھر بھی وہ ناراض ہی رہا ۲؎ یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی ۳؎ پھر فرمایا کہ فلاں شخص نے ہم کو ایک اونٹنی دی تھی ہم نے اسے اس کے بدلے چھ اونٹنیاں دیں پھر بھی وہ ناراض ہی رہا میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ اب سواء قریش یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کا ہدیہ قبول نہ کروں ۴؎ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۲۸۹۰) ۱؎ بکر کے لغوی معنی ہیں پہلی حالت' اسی لئے کنواری لڑکی کو باکرہ' صبح کو بکرہ اور شروع پھل کو باکورہ کہتے ہیں' یہاں بکرہ سے مراد ہے نئی اونٹنی جو ابھی نوجوان ہو' حضرت صدیق اکبر کا نام ہے ابو بکر یعنی اولیت والے' آپ ہر صفت میں اول رہے لہذا ابو بکر ہوئے' ابو کا معنے' والا جیسے ابو ہریرہ بلی والا' ۲؎ وہ حضور انور سے بہت کچھ امید وابستہ کر کے یہ اونٹنی لایا تھا' اس لئے چھ گنا ملنے پر بھی راضی نہ ہوا' یا تو زبان سے ناراضی ظاہر کی یا اس کے چہرے مہرے سے ناراضی کا ظہور ہوا یا اس کے خوش نہ ہونے سے ناراضی ظاہر ہوئی' مومن کو چاہیے کہ چیز لے کر خوش ہو کہ یہ خوشی دینے والے کو بھی خوش کر دیتی ہے' جس سے وہ اور زیادہ دیتا ہے۔ رب کی نعمتوں پر بھی خوب خوش ہوا کرے' رب تعالیٰ فرماتا ہے فبذلک فلیفرحوا ۳؎ یعنی بطور وعظ یہ کلام فرمایا اور وعظ کے اول خطبہ میں رب کی حمد و ثنا سنت ہے۔ ۴؎ کیونکہ یہ چار قبیلہ والے حضرات کریم النفس ہوتے ہیں' وہ اپنے ہدایا و عطیوں کا عوض چاہتے ہی نہیں اور تھوڑے عوض پر راضی ہو جاتے ہیں' خیال رہے کہ عوض یا زیادہ عوض کے لئے ہدیہ دینا ہم لوگوں کو بہتر نہیں' حضور انور کو یہ حرام تھا کہ حضور تو دینے ہی کے لئے دنیا میں تشریف لائے ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے ولا تمنن تستکثر زیادہ وصول کرنے کے لئے کسی کو عطیے نہ دو' اس میں حضور انور سے خطاب ہے اور نہی تحریم کی ہے بڑا آدمی جب چھوٹوں کو کچھ دے وہ عطیہ' انعام' اکرام ہے' اور جو برابر والا اپنے برابر والے کو دے تو وہ ہدیہ' سوغات ہے' اور جب چھوٹا اپنے بڑے کو کچھ دے تو وہ نذرانہ ہے' بڑے کو چاہیے کہ چھوٹوں کو نذرانہ کا عوض ضرور دیا کریں کہ وہ اسی لالچ سے تو لاتے ہیں' دیکھو حضور انور ایک کے چھ عطا فرماتے تھے۔ شادی بیاہ یا عید بقر عید پر نوابوں کے نوکر چاکر نذرانے پیش کرتے ہیں کیوں؟ کچھ لینے کے لئے انہیں ضرور دیا جائے۔ (مرقات) مروجہ نیوتے (نذرانے) جائز ہیں' جبکہ ان سے لڑائی جھگڑے فساد نہ ہوں' نیوتے کا مسئلہ شامی باب البتہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲۸۹۱) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

marfat.com

قَالَ مَنْ اُعْطِیَ عَطَآءً فَوَجَدَ فَلْیَجْزِ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُثْنِ فَاِنَّ مَنْ اَثْنٰی فَقَدْ شَکَرَ وَمَنْ کَتَمَ فَقَدْ کَفَرَ وَمَنْ تَحَلّٰی بِمَا لَمْ یُعْطَ کَانَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

وسلم نے فرمایا جسے کوئی عطیہ دیا جائے اگر ہو سکے تو اس کا بدلہ دے دے اور جو کچھ نہ پائے وہ اس کی تعریف کر دے ۱؎ کہ جس نے تعریف کر دی اس نے شکریہ ادا کیا جس نے چھپایا اس نے ناشکری کی ۲؎ اور جو ایسی چیز سے ٹیپ ٹاپ کرے جو اسے نہ دی گئی وہ فریب کے کپڑے بننے والے کی طرح ہے ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد)

(۲۸۹۱) ۱؎ سبحان اللہ کیسی پیاری و اعلیٰ تعلیم ہے کہ برابر والا برابر والے کو عوض دے، فقیر امیر کو دعائیں دیں۔ ہم لوگ دن رات حضور انور پر درود شریف کیوں پڑھتے ہیں؟ اس لئے کہ ان داتا کریم کی نعمتوں میں پل رہے ہیں کہ کروڑوں حصہ بھی عوض نہیں دے سکتے تو دعائیں دیں کہ اللہ ان کا بھلا کرے، ان کا خانہ آباد۔ ان کے بال بچوں، صحابہ کو شاد رکھے۔ یہ درود بھی اسی حدیث پر عمل ہے، مولانا فرماتے ہیں۔ **شعر:۔**

☆ چونکہ ذاتش ہست محتاج الیہ ☆ زاں سبب فرمود حق صلوا علیہ ☆

۲؎ یعنی حمد و ثنا شکر کی ایک قسم ہے، شکر دلی بھی ہوتا ہے زبانی بھی ارکانی بھی، حمد و ثنا زبانی شکریہ ہے۔ جس سے اور زیادہ نعمتیں ملتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے لئن شکرتم لا زیدنکم اگر شکر کرو گے اور زیادہ دوں گا ۳؎۔ بغیر مانگے اس عورت سے فرمایا گیا تھا جس نے عرض کیا تھا کہ میری سوکن ہے میں چاہتی ہوں کہ اسے جلانے کے لئے اعلیٰ لباس، عمدہ زیور پہنا کروں تا کہ وہ سمجھے کہ مجھے یہ سب کچھ میرے خاوند نے دیا ہے اور وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے، اس پر یہ ارشاد ہوا، فریب کے کپڑوں کی کئی صورتیں ہیں، غریب آدمی غرور و تکبر کے طور پر امیروں کے کپڑے پہنے جاہل شخص ریا کے طور پر علماء و صوفیاء کا لباس پہنے، فاسق آدمی دھوکے دینے کے لئے متقیوں کا سا لباس رکھے تا کہ اس کی جھوٹی گواہی حکام مان لیا کریں، یہ سب کچھ دھوکے فریب کے لئے ہو (مرقات) ایسا آدمی بہروپیا ہے اور اس کی یہ حرکت بری ہے۔ اگر اچھی نیت سے علماء کا لباس پہنے تو اچھا کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے۔

وَعَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صُنِعَ اِلَیْہِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِہٖ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِی الثَّنَآءِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۸۹۲) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے وہ بھلائی کرنے والے سے کہہ دے اللہ تجھے جزائے خیر دے تو اس نے تعریف حد تک پہنچا دی ۱؎ (ترمذی)

(۲۸۹۲) ۱؎ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تو بدلہ سے عاجز ہوں، رب تعالیٰ تجھے دین و دنیا میں اس سلوک کی جزاء خیر دے، اس مختصر سے جملہ میں اس کی نعمت کا اقرار بھی ہو گیا۔ اپنے عجز کا اظہار بھی، اور اس کے حق میں دعائے خیر بھی، شکریہ کا مقصد بھی یہ ہی ہوتا ہے، اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ دینے والے کی جھوٹی تعریف اور خوشامد از گفتگو نہ کرے، فاسق کو ولی نہ کہے، جاہل کو عالم نہ بتائے، فقیر کو شہنشاہ نہ کہے کہ جھوٹ بولنا گناہ بھی ہے اور بے فائدہ بھی، یوں ہی اگر کوئی تم سے بدسلوکی کرے تو اسے گالیاں نہ دو، برا بھلا نہ کہو بلکہ کہو غفر اللہ لک واصلح حالک اللہ تجھے بخشے اور تیری اصلاح کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

(۲۸۹۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکریہ بھی ادا نہ کرے گا۔ (احمد' ترمذی)

(۲۸۹۳) ا۔ سبحان اللہ کتنا اعلیٰ مقام ہے' بندوں کا ناشکرا رب کا بھی ناشکرا یقیناً ہوتا ہے۔ بندہ کا شکریہ ہر طرح کا چاہیے' دلی' زبانی' عملی یوں ہی رب کا شکریہ بھی ہر قسم کا کرے' بندوں میں ماں باپ کا شکریہ اور ہے استاذ کا شکریہ کچھ اور شیخ' بادشاہ کا شکریہ کچھ اور۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَتَاهُ الْمُهَاجِرُوْنَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْنَا قَوْمًا اَبْذَلَ مِنْ كَثِيْرٍ وَلَا اَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِّنْ قَلِيْلٍ مِّنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ لَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَاَشْرَكُوْنَا فِي الْمَهْنَاَ حَتّٰى لَقَدْ خِفْنَا اَنْ يَّذْهَبُوْا بِالْاَجْرِ كُلِّهٖ فَقَالَ لَا مَا دَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ وَاَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

(۲۸۹۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور کی خدمت میں مہاجرین حاضر ہو کر بولے ا۔ یا رسول اللہ ہم جن لوگوں کے مہمان بنے ہیں ان سے بڑھ کر زیادہ مال خرچ کرنے والا اور تھوڑے مال سے مدد کرنے والا کوئی نہ دیکھا ۲۔ ہماری طرف سے محنت مشقت تو خود کرتے ہیں' اور آمدنی میں ہمیں شریک کر لیتے ہیں ۳۔ حتی کہ ہم کو خوف ہے کہ سارا ثواب وہ ہی لے جائیں گے ۴۔ حضور نے فرمایا نہیں جب تک تم ان کے لئے اللہ سے دعائیں کرتے رہو' اور ان کی تعریف کرتے رہو ۵۔ (ترمذی) ترمذی نے اسے صحیح کہا۔

(۲۸۹۴) ا۔ یہ واقعہ جب ہوا جبکہ انصار نے مہاجرین کو اپنے مالوں میں برابر کا حصہ دار کر لیا حتی کہ اپنے مکان کے دو حصے کر کے ایک مہاجر بھائی کو دے دیا' کھیت' باغ کا بھی اسی طرح بٹوارہ کر دیا' اگر کسی انصاری کی دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دی (مرقاۃ) ۲۔ اس جملہ میں انصار کی تعریف اور ان کی مہمان نوازی کی توصیف ہے' قوم سے مراد انصار ہیں' اور من کثیر و من قلیل ابذل کے متعلق ہے اور من قوم ابذل اور احسن کا صلہ یعنی اس قوم انصار سے بڑھ کر ہم نے کوئی ایسی قوم نہ دیکھی جو مہمان پر تھوڑا اور بہت مال اس قدر خرچ کرتی ہو' ان میں مالدار تو اپنے بہت مال سے خرچ کرتے ہیں' اور غریب اپنے تھوڑے مال سے مدد و معاونت کرتے ہیں' مواساۃ کے معنی ہیں مدد بھلائی نکوئی وغیرہ (اشعہ و مرقات) ۳۔ یہ انصار کے دوسرے کمال کا ذکر ہے کہ ہم کو انہوں نے اپنے مالوں میں برابر شریک کر لیا۔ تو چاہیے تھا کہ محنت میں بھی ہم برابر کے ہی شریک ہوتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ محنت وہ کرتے ہیں اور نفع میں ہم کو برابر کا شریک کرتے ہیں' عربی میں مھنا بے مشقت حاصل شدہ مال کو کہتے ہیں ۴۔ یعنی انصار ان مہربانیوں کی وجہ سے ہماری ہجرت اور ہماری ساری عبادتوں کا ثواب لے لیں گے' کیونکہ وہ ہمارے ہر نیکی میں معاون و مددگار ہیں ۵۔ یعنی ایسا نہ ہو گا بلکہ تمہاری دعا و ثنا کی وجہ سے اللہ تعالٰی ان کو ثواب احسان علیحدہ عطا کرے گا اور تم کو ثواب ہجرت و عبادات علیحدہ دے گا' اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے محسن کو دعائے خیر د شکریہ سے یاد نہ کرے تو اندیشہ ہے کہ اس کے اعمال کا ثواب اس کے محسن و مددگار کو مل جائے' اس لئے اپنے محسن کو ضرور دعائیں

marfat.com

دو اور اس کے شکر گزار رہو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ الضَّغَائِنَ رَوَاهُ مُحَمَّدُ الْبَيَاضِ وَمَا اطَّلَعَ الْمُصَنِّفُ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ كَذَا قَالَ الشَّيْخُ

(۲۸۹۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ھدیہ کالین دین کرو ہدیہ عداوتوں کو مٹادیتا ہے ۱۔

(۲۸۹۵) ۱۔ ضغائن ضغینہ کی جمع ہے بمعنی دشمنی، یعنی ایک دوسرے کو ہدیے تحفے دیتے رہو کہ اس کی برکت سے دشمنی دوستی میں تبدیلی ہو جاتی ہے، یہ عمل بہت ہی مجرب ہے ہدیہ کی برکت سے دوستوں کی دوستی میں زیادتی ہو جاتی ہے اور دشمن کی دشمنی ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ صرف دشمنوں کو ہدیہ دے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوستوں کو ہدیہ دو کہ اس سے دشمنی دور رہتی ہے قریب نہیں آتی، دشمنوں کو ہدیہ دو کہ اس سے دشمنی دور ہو جاتی ہے۔ تذھب کے معنی عام کرنے چاہئیں یہاں رواہ کے بعد جگہ چھوٹی ہوئی ہے کہ مصنف کو مخرج حدیث نہ ملا۔ مگر یہ حدیث ترمذی کی ہے۔ جیساکہ مرقات وغیرہ میں ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۹۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا آپس میں ہدیے لو دو کہ ہدیہ سینہ کا کینہ دور کرتا ہے ۱۔ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کی کھری کا ٹکڑا ہی ہو ۲۔ (ترمذی)

(۲۹۹۶) ۱۔ وحر کے معنی گرمی، تیزی، عدوات، کینہ، غصہ وغیرہ ہیں، یہاں سب معنی بن سکتے ہیں کہ ہدیہ ان سب کو دور کرتا ہے، ۲۔ یعنی اگر تم امیر کبیر ہو اور تمہارا پڑوسی غریب و مسکین، اور وہ تمہیں محبت سے کوئی معمولی چیز ہدیہ بھیجے تو اسے نہ حقیر سمجھ کر واپس کردو نہ اسے بیقدری سے رکھو بلکہ شکریہ قبول کرو، اور اپنی شان کے لائق اسے اچھا بدلہ دو تاکہ اس کا دل بڑھے۔ اللہ تو غنی ہے مگر ہم فقیروں کے معمولی صدقات کو بخوشی قبول فرماتا ہے اور انشاء اللہ اپنی شان کے لائق بدلہ دے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ قِيلَ أَرَادَ بِالدُّهْنِ الطِّيبَ۔

(۲۹۹۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں واپس نہ کی جائیں، تکیے، تیل اور دودھ ۱۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے کہا گیا ہے تیل سے مراد خوشبو ہے ۲۔

(۲۹۹۷) ۱۔ یعنی اگر میزبان اپنے مہمانوں کو آرام کے لئے تکیہ پیش کرے اور سر میں ملنے کے لئے تیل، پینے کے لئے دودھ یا لسی، تو مہمان اسے رد نہ کرے بلکہ بخوشی قبول کرے، عرب شریف میں تیل بھی مہمان کی خاطر پیش ہوتا تھا، جیسے بہار میں اب بھی تیل، عطر پان سے ہر آنے والے کی خاطر کی جاتی ہے۔ ۲۔ یعنی خوشبودار تیل، مگر حق یہ ہے کہ ہر تیل مراد ہے، خوشبودار ہو یا نہ ہو، حدیث کے مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا بہتر ہے۔

وَعَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا

(۲۹۹۸) روایت ہے حضرت ابو عثمان مہدی سے ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کو

يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا)

خوشبو دی جائے تو اسے رد نہ کرے کہ خوشبو جنت سے آئی ہے ۲۔
(ترمذی ارسالًا)

(۲۹۹۸) ا۔ آپ بصری ہیں، حضور انور کے زمانہ میں اسلام لائے مگر دیدار نہ کر سکے اس لئے تابعی ہیں، ایک سو تیس سال عمر ہوئی، ساٹھ سال سے زیادہ کفر میں گزاری، باقی اسلام میں ۹۵ھ میں وفات پائی۔ ۲۔ حدیث اپنے ظاہر پر ہے، بہت چیزیں دنیا میں جنت سے آئی ہیں، جن میں سے ایک خوشبو بھی ہے۔ اسے رد کرنا رب تعالٰی کی اعلٰی نعمت کی ناقدری ہے۔ مراد وہ ہی ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ خوشبو کا ہدیہ واپس نہ کرو، یہ مطلب نہیں کہ خوشبو کا سودا رد نہ کرو، ضرور خرید لو، جیسا کہ عام عطر فروش کہتے ہیں

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَتِ امْرَأَةُ بَشِيرٍ انْحَلِ ابْنِي غُلَامَكَ وَأَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَأَلَتْنِي أَنْ أَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامِي وَقَالَتْ أَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَهُ إِخْوَةٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَفَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَهُمْ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ قَالَ لَا قَالَ فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا وَإِنِّي لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلَى حَقٍّ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۹۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ بشیر کی بیوی نے کہا کہ میرے بیٹے کو اپنا غلام دو ا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا گواہ بنالو ۲۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے کہ فلاں کی لڑکی نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں اس کے لڑکے کو اپنا غلام دے دوں اور کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا گواہ بنالو ۳۔ ارشاد ہوا کہ اس کے اور بھی بھائی ہیں بولے ہاں فرمایا کیا تم نے ان سب کو اس جیسا ہی عطیہ کیا ہے جو اسے دے رہے ہو۔ عرض کیا نہیں فرمایا یہ درست نہیں ۴۔ اور میں صرف حق پر گواہ بنتا ہوں ۵۔ (مسلم)

(۲۹۹۹) ا۔ بشیر کی بیوی کا نام عمرہ بنت رواحہ ہے، اور ان کے بیٹے کا نام جو عمرہ کے بطن سے تھا نعمان ہے۔ جیسا کہ ابھی کچھ پہلے گزرا، بشیر کے اور اولاد دوسری بیوی سے تھی۔ ۲۔ تاکہ آئندہ کوئی جھگڑا نہ ہو، پہلے عرض کیا گیا کہ یہ حدیث آج کل کی مروجہ رجسٹری کی اصل ہے۔ کہ اہم چیزوں کی بیع کی رجسٹری کرائی جاتی ہے۔ ۳۔ معلوم ہوا کہ ہر جگہ دو گواہوں کی ضرورت نہیں، کبھی ایک گواہ بھی کافی ہوتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وشهد شاهد من اهلها زلیخا والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔ ۴۔ یعنی ان بیوی صاحبہ کا یہ کہنا یا تمہارا صرف ایک بیٹے کو عطیہ دینا یا میرا اس عطیہ پر گواہ بننا بہتر نہیں۔ غرضیکہ ھذا میں چند احتمال ہیں اور یصلح بمعنی بہتر و مناسب ہے، نہ کہ بمعنی جائز و درست، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا کہ والدین اپنی زندگی میں جس بچہ کو جو چاہیں دیں، مگر برابری کرنا بہتر ہے۔ ۵۔ یہ حق باطل کا مقابل نہیں بلکہ غیر مناسب کا مقابل ہے یعنی ہم اس پر گواہ بنتے ہیں جو غیر مناسب یا مکروہ بھی نہ ہو۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِبَاكُورَةِ الْفَاكِهَةِ وَضَعَهَا

(۲۹۰۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کے پاس نیا پھل

marfat.com

عَلٰی عَیْنَیْہِ وَعَلٰی شَفَتَیْہِ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ کَمَا اَرَیْتَنَا اَوَّلَہٗ فَاَرِنَا اٰخِرَہٗ ثُمَّ یُعْطِیْھَا مَنْ یَکُوْنُ عِنْدَہٗ مِنَ الصِّبْیَانِ۔ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ)

لایا جاتا تو اسے آپ اپنی آنکھوں اور لبوں پر رکھتے ۱؎ اور عرض کرتے الٰہی جیسے تو نے ہم کو اس کی ابتداء دکھائی ہم کو اس کی انتہا بھی دکھا ۲؎ پھر وہ پھل کسی اس بچے کو عطا فرمادیتے جو آپ کے پاس ہوتا ۳؎ (بیہقی دعوات کبیر) ۴؎

(۲۹۰۰) ۱؎ یعنی چوم کر آنکھوں سے لگاتے نعمت الٰہیہ کا احترام فرماتے ہوئے، جیسے کہ پہلی بارش کے قطرے اپنے منہ و سینہ شریف پر لیتے تھے، اس میں رب تعالٰی کی نعمت کی قدردانی ہے اور اس کا شکریہ ۲؎ پھل کی انتہا سے مراد یا تو آخری موسم کے پھل ہیں، یعنی ہماری زندگی اتنی دراز فرما کہ ہم بہار کا آخر بھی دیکھ لیں یا جنت کے پھل ہیں کہ دنیا کے پھل وہاں کا نمونہ ہیں، یعنی ہم کو ایمان و تقویٰ نصیب فرما کر ہم آخرت میں جنت میں جائیں اور وہاں کے پھل دیکھیں اور کھائیں (مرقات) ۳؎ چونکہ بچوں کو پھل وغیرہ سے بہت رغبت ہوتی ہے، نیز وہ بھی انسان کا پہلا پھل ہے اس مناسب سے پہلا پھل پہلے پھلوں کو عطا فرماتے تھے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ اللہ تعالٰی کی نعمت کو چومنا، آنکھوں سے لگانا سنت ہے، لہذا قرآن شریف، حدیث شریف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تبرکات چومنا سنت سے ثابت ہے، بعض روٹی چومتے ہیں، ان کی دلیل یہ حدیث ہے، دوسرے یہ کہ کھانا ہاتھ میں لے کر یا سامنے رکھ کر اللہ کا ذکر یا دعا کرنا سنت ہے، لہذا مروجہ ختم فاتحہ بھی جائز، سنت سے ثابت ہے، اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے سرکار عالی قربانی فرما کر جانور سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے، تیسرے یہ کہ ختم شریف کا پھل وغیرہ کھانا، بچوں میں تقسیم کرنا سنت سے ثابت ہے، جس کی اصل یہ حدیث ہے، چوتھے یہ کہ نئے پھل پر فاتحہ پڑھ کر بچوں میں بانٹ دینا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے ثابت ہے، جیسا کہ آج بزرگوں کا طریقہ ہے۔ ۴؎ علامہ جزری نے حصن حصین شریف میں یوں روایت فرمائی کہ جب حضور انور پہلا پھل ملاحظہ فرماتے تو فرماتے اللھم بارک لنا فی ثمرنا وبارک لنا فی مدینتنا وبارک لنا فی صاعنا وبارک لنا فی مدنا اور جب آپ کی خدمت میں وہ پھل لایا جاتا تو کسی بچہ کو عطا فرمادیتے (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ، از مرقات)

بَابُ اللُّقَطَةِ — پائی ہوئی چیز کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

لقط اور التقاط پڑی چیز کا اٹھالینا، اور لقطہ لام کے پیش قاف کے سکون سے پڑی ہوئی چیز اٹھائی جائے، بعض نے فرمایا لقطہ لام کے پیش قاف کے فتح سے، اٹھانے والے لوگ، جیسے حمزہ اور لمزہ، جمع ھامز اور لامز کی ایسے ہی لقطہ جمع لاقط کی۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اَعْرِفْ عِفَاصَھَا وَوِکَاءَھَا ثُمَّ عَرِّفْھَا سَنَةً فَاِنْ جَاءَ

(۲۹۰۱) روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے ۱؎ فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا فرمایا اس کے برتن اس کے

marfat.com

صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ مَالَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ.

بندھن کا اعلان کرو ۲۔ پھر ایک سال تک مشہور کرتے رہو ۳۔ پھر اگر اس کا مالک آجائے فبہا ورنہ تم اس سے نفع لو عرض کیا ۴۔ گمی ہوئی بکری فرمایا وہ یا تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیے کی ۵۔ عرض کیا گیا ہوا اونٹ فرمایا تمہیں اس سے کیا اس کے ساتھ اس کی مشک اس کا بچاؤ ہے۔ پانی پر جائے گا۔ درخت کھائے گا حتی کہ اسے مالک پالے گا ۶۔ (بخاری) مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا اسے مشہور کرو ایک سال پھر اس کا بندھن اس کا برتن مشہور کرو پھر اس کو خود خرچ کر لو ۷۔ پھر اگر اس کا مالک آئے تو اسے ادا کر دو ۸۔

(۲۹۰۱) ۱۔ آپ مشہور صحابی ہیں، پچھتر سال عمر پائی، ۷۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی، امیر معاویہ یا عبدالملک کے زمانہ میں، آخری بات صحیح ہے کیونکہ امیر معاویہ ۶۰ھ میں وفات پا چکے تھے (از اشعہ)۔ ۲۔ یعنی یہ کہو کہ جس کی یہ چیز ہو وہ اس کا تھیلہ برتن اور بندھن مال کی تعداد وغیرہ بیان کرے اور ہم سے لے لے، یہ مطلب نہیں کہ تم خود ہی بتادو کہ اس مال کی مقدار یہ ہے برتن وغیرہ ایسا کہ اس صورت میں تو جھوٹے لوگ دعویٰ کریں گے کہ ہمارا مال ہے (مرقات و اشعہ) ۳۔ یہ اعلان مساجد اور بازاروں مجمعوں میں وقتاً "فوقتاً" کیا جائے روزانہ مسلسل کرنا واجب نہیں، امام محمد و شافعی و احمد کے نزدیک ہر قسم کے لقطہ کا اعلان ایک سال کرے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے، امام اعظم و مالک" کے ہاں معمولی لقطہ کا اعلان کچھ روز کرے، درمیانی کا ایک سال اعلیٰ قیمتی چیز کا تین سال، یہ فرمان عالی درمیان کیلئے ہے۔ ورنہ حضرت ابی ابن کعب کو تین سال اعلان کا حکم دیا گیا، کہ وہاں لقطہ بہت قیمتی تھا لہٰذا مذہب احناف قوی ہے۔ ۴۔ ہر شخص لقطہ کا برتن بندھن مال کی مقدار دیگر علامات درست بیان کر دے تو امام مالک و احمد کے ہاں اسے دے دینا واجب ہے مگر امام اعظم و شافعی کے ہاں اگر پانے والے کا دل گواہی دے کہ یہ سچا ہے تو دیدے، ورنہ اس مدعی سے گواہ طلب کرے گواہی لے کر دے کہ ہو سکتا ہے اس شخص نے مالک مال سے یہ اوصاف سنے ہوں اور سن کر بیان کر رہا ہو اگر لقطہ پانے والا فقیر ہو تو بعد مایوسی خود استعمال کرے ورنہ خیرات کر دے، لیکن اگر بعد میں مالک مل گیا تو اسے چیز کی قیمت دینا ہو گی، بعض کے نزدیک غنی بھی استعمال کر سکتا ہے، ۵۔ یعنی گمی بکری ضرور پکڑ لو۔ ورنہ بھیڑیا کھائے گا نہ تمہیں ملے گی نہ مالک کو۔ ۶۔ خلاصہ یہ ہے۔ گم شدہ اونٹ نہ پکڑو کہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں، پانی کا تھیلہ اس کے پیٹ میں ہے۔ پاؤں اس کے مضبوط ہیں۔ درندے سے بھاگ کر جان بچا سکتا ہے۔ لمبا سفر طے کر سکتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جنگل میں گمے ہوئے اونٹ کو نہ پکڑے، لیکن بستی میں گمے ہوئے کو پکڑے کہ وہاں اسے لوگ چرالیں گے، اور اب تو جنگل و بستی میں جہاں بھی چوری کا خطرہ ہو پکڑے، یہ حکم عرب کے لئے تھا۔ جہاں چوری بالکل ختم ہو چکی تھی (از مرقات) ۷۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں ثم محض عطف کیلئے ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے ثم اتینا موسے الکتاب لہٰذا دو سال تک مشہور کرنا ضروری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ثم اعرف الخ پہلے جملہ عرفھا سنة کا بیان ہے اور بعض شارحین فرماتے ہیں کہ ثم ترتیب کیلئے ہے لقطہ پانے والے کو مناسب یہ ہے کہ پہلے ایک سال

marfat.com

تک مشہور کرے، پھر جب اپنے استعمال میں لانے لگے پھر اعلان کرے، یہاں بیان استحباب کے لئے ہے۔ ۸۔ خرچ کرنے کا حکم اباحت کے لئے ہے اور فادھا وجوب کے لئے۔ یعنی ایک سال گزرنے پر تمہیں لقطہ خود خرچ کرلینا جائز ہے، پھر اگر خرچ کرلینے کے بعد مالک لے تو اس کی مثل یا قیمت مالک کو ادا کرنا ضروری ہے، اور اگر خیرات کردیا، پھر بعد کو مالک آیا، تو اسے اختیار ہے، جو لقطہ پانے والے سے قیمت لے یا فقیر سے جسے خیرات دی گئی (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ مَا لَمْ يُعَرِّفْهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۰۲) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گمی چیز کو اپنے پاس جگہ دے ۱؎ وہ گمراہ ہے جب تک کہ اس کا اعلان نہ کرے ۲؎ (مسلم)

(۲۹۰۲) ۱؎ غالب یہ ہے کہ گمی چیز سے مراد گما ہوا جانور ہے کیونکہ ضال اکثر جاندار گمے ہوئے کو کہا جاتا ہے اور لقطہ عام ہے، جاندار بیجان گمشدہ سب کو لقطہ کہتے ہیں مگر اکثر بے جان چیز پر بولا جاتا ہے (مرقات) ۲؎ یعنی جو گمشدہ چیز اٹھا کر اعلان نہ کرے وہ بدنیت اور خائن ہے بہتر ہے کہ اٹھاتے وقت ہی اعلان کردے کہ میں یہ چیز مالک تک پہنچانے کے لئے اٹھا رہا ہوں، پھر چیز کا اعلان شروع کرے کہ اس میں اپنے کو تہمت سے بچانا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۹۰۳) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عثمان تیمی سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کے لقطہ سے منع فرمایا ۲؎ (مسلم)

(۲۹۰۳) ۱؎ آپ حضرت طلحہ ابن عبید اللہ کے بھتیجے ہیں صحابی ہیں اور عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ ایمان لائے۔ مگر آپ نے براہ راست حضور انور سے کوئی روایت نہ کی، لہذا یہ حدیث مرسل صحابی ہے کہ کسی سننے والے صحابی کا نام رہ گیا ہے خیال رہے کہ مرسل صحابی تمام کے نزدیک حجت ہے، غیر صحابی کے مرسل میں اختلاف ہے، ہمارے احناف کے ہاں مقبول ہے امام شافعی کے ہاں غیر مقبول (مرقات) ۲؎ اس جملہ کے دو ہی معنی کرسکتے ہیں ایک یہ کہ حاجی کی گمی چیز کے مالک کبھی نہ بنو بلکہ اس تک پہنچا ہی دو، دوسرے یہ کہ زمانہ حج میں حجاج کی گری چیز نہ اٹھاؤ بلکہ جہاں چیز پڑی ہو وہاں ہی اعلان کرو، کیونکہ بعد میں اعلان کرنا مفید نہیں کہ حجاج بہت جلد متفرق ہوجاتے ہیں تیسرے یہ کہ حرم شریف میں حجاج کے لقطے کے مالک کبھی نہ بنو، اسے ہمیشہ امانت رہنے دو، جب کبھی حاجی آئے دے دو، ورنہ پڑی رہے، یہ تیسرا قول امام شافعی کا ہے، ہمارے ہاں حرم وغیرہ کے لقطہ میں کوئی فرق نہیں اب امام شافعی کے ہاں بھی حرم کا لقطہ ضرور اٹھایا جائے اور مالک نہ ملنے پر خیرات کردیا جائے کہ اب حرم شریف میں بھی چوریاں ہونے لگیں، اگر نہ اٹھایا گیا تو چوری ہوجائے گا (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

(۲۹۰۴) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے ۱؎ وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی

marfat.com

سَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ مَنْ اَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِیْ حَاجَةٍ غَیْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ وَمَنْ خَرَجَ بِشَیْءٍ مِنْهُ فَعَلَیْهِ غَرَامَةُ مِثْلَیْهِ وَالْعُقُوْبَةُ وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَیْئًا بَعْدَ اَنْ یُّؤْوِیَهُ الْجَرِیْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَیْهِ الْقَطْعُ وَذَکَرَ فِیْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ کَمَا ذَکَرَ غَیْرُهٗ قَالَ وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ مَا کَانَ مِنْهَا فِی الطَّرِیْقِ الْمِیْتَاءِ وَالْقَرْیَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا اِلَیْهِ وَاِنْ لَّمْ یَاْتِ فَهُوَ لَکَ وَمَا کَانَ فِی الْخَرَابِ الْعَادِیِّ فَفِیْهِ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَرَوٰی اَبُوْدَاوٗدَ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ اِلٰی اٰخِرِہٖ ؎

کہ آپ سے لٹکے ہوئے پھل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جو ضرورت مند ان میں سے کچھ لے لے کہ اسے ذخیرہ نہ کرے تو اس پر حرج نہیں ۲؎ اور جو ان میں سے کچھ لے کر نکل جائے اس پر ڈبل تاوان بھی ہے اور سزا بھی ۳؎ اور جو ان میں سے خرمن میں پہنچنے کے بعد چرالے پھر وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر ہاتھ کٹنا ہے ۴؎ اور گمے ہوئے اونٹ اور بکری کے بارے میں وہ ہی ذکر کیا جو دوسروں نے بیان کیا ۵؎ اور آپ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا جو آباد راستہ اور بڑی بستی میں ملے تو ایک سال تک اس کا اعلان کرو ۶؎ اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دو اور اگر نہ آئے تو وہ تمہاری ہے ۷؎ اور جو پرانے ویرانے میں ہو تو اس میں اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے ۸؎ (نسائی) اور ابوداؤد نے انہی عمرو ابن شعیب سے روایت یہاں سے آخر تک کی وسئل عن اللقطه

(۲۹۰۴) ا؎ عمرو ابن شعیب کے دادا کا نام عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہے، یہ پہلے عرض کیا جاچکا کہ عمرو ابن شعیب کی تمام روایات میں تدلیس ہے خبر نہیں کہ جدہ کی ضمیر کدھر لوٹتی ہے عمرو کی طرف یا ابیہ کی طرف، اس لئے ان کی احادیث سے مسائل شرعیہ بغیر تائید دوسری حدیث ثابت نہیں ہوتے ۲؎ اس کی شرح باب الغصب میں گزر گئی کہ بھوکا آدمی جو بھوک سے مررہا ہو، مالک باغ سے بغیر پوچھے پھل توڑ کر بقدر ضرورت کھاسکتا ہے اور پیسہ ملنے پر اس کی قیمت ادا کردے، لہٰذا یہاں لا شئی سے مراد لا اثم ہے یعنی اس پر گناہ نہیں کہ ایسی مجبوری کی حالت میں مردار کھانا بھی درست ہوتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے فمن اضطر فی مخمصة یعنی جو شخص یہ پھل لیکر باغ سے نکلے وہ خائن غاصب ہے اس پر دو سزائیں ہیں ڈبل قیمت قاضی جو چاہے سزا دے امام احمد کے ہاں اسی پر عمل ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے زمانہ خلافت میں یہی حکم دیتے تھے ہمارے ہاں یہ حدیث منسوخ ہے اول اسلام میں تھی کیونکہ مال جرمانہ اب حرام ہوگیا رب تعالٰی فرماتا ہے لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ اور جرمانہ بھی ناجائز طریقہ ہی ہے کہ ناحق کسی کا مال لینا حرام ہے۔ ۴؎ چونکہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے باغات دیواروں سے گھرے ہوئے نہ تھے ویسے ہی کھلے تھے، اس لئے درخت سے پھل توڑنے کو چوری قرار نہ دیا، کیونکہ غیر محفوظ مال کا لینا چوری نہیں، بلکہ جب پھل خرمن میں پہنچ کر محفوظ ہوجائیں انہیں لینے کا نام چوری ہوا، اگر باغ کے آس پاس چار دیواری ہو تو پھل توڑنا بھی چوری ہوگا۔ ڈھال کی قیمت احناف کے ہاں دس درہم یعنی پونے تین روپے ہے اس سے کم قیمت مال کی چوری پر ہاتھ نہ کٹے گا دوسرے اماموں کے ہاں اس سے کم پر بھی کٹے گا، اس کی تحقیق انشاء اللہ کتاب الحدود میں ہوگی۔ ۵؎ یعنی عمرو ابن شعیب کے دادا نے بھی اونٹ و بکری کے لقطہ کے متعلق وہ ہی حدیث بیان کی جو دوسرے راویوں نے کی ہے یعنی گمی بکری کو پکڑ

marfat.com

لو' گما اونٹ نہ پکڑو۔ ۶۔ میتاء اتوہا اتیان سے ہے' اصل میں بنتا ہمزہ سے تھا' ہمزہ ی ہوگیا یعنی کثرت آنے جانے کا راستہ' چوراہے کو بھی میتاء کہتے ہیں اور جادہ یعنی شاہ راہ کو بھی۔ ۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ عام آبادی اور عام راستہ کی پڑی چیز لقطہ ہے کہ غالباً کسی مسلمان کی ہے اس پر لقطے کے احکام جاری ہوں گے' ۳۔ یعنی پرانا غیر آباد راستہ یا پرانی غیر آباد بستی جو کسی مسلمان کی ملک نہ ہو اور وہاں اسلامی آبادی نہ رہی ہو وہاں کی پڑی چیز' غالب یہ ہے کہ پرانے زمانہ کے کفار کی ہے تو یہ دفینہ کے حکم میں ہے' اور اس پر دفینہ کے احکام جاری ہوں گے کہ پانچواں حصہ حکومت اسلامیہ کا' باقی پانے والے کا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَجَدَ دِیْنَارًا فَاَتٰی بِہٖ فَاطِمَۃَ فَسَاَلَ عَنْہُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا رِزْقُ اللّٰہِ فَاَکَلَ مِنْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَکَلَ عَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ اَتَتِ امْرَاَۃٌ تَنْشُدُ الدِّیْنَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَدِّ الدِّیْنَارَ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۹۰۵) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ جناب علی ابن ابی طالب نے ایک اشرفی پڑی پائی تو اسے حضرت فاطمہ کے پاس لائے پھر اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا دیا رزق ہے ا۔ چنانچہ اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا اور حضرت علی و فاطمہ زہرا نے بھی کھایا ۲۔ پھر جب کچھ عرصہ گزرا تو ایک عورت اشرفی ڈھونڈتی آئی تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اشرفی ادا کردو ۳۔ (ابوداؤد)

(۲۹۰۵) ا۔ لہٰذا تم اپنے خرچ میں لاؤ' اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ تھوڑے لقطہ کا اعلان کرنا واجب نہیں' کیونکہ حضرت علی کو حضور انور نے فوراً خرچ کرلینے کی اجازت دے دی' اعلان کا حکم نہ دیا' فاتی اور فسال سے معلوم ہوا کہ لقطہ پاتے ہی بغیر تاخیر خرچ کرلینے کی اجازت دے دی۔ مگر اس استدلال میں دو طرح گفتگو ہے' ایک یہ کہ دینار تھوڑا مال نہیں' بلکہ مال کثیر ہے دوسرے یہ کہ ف کبھی تراخی پر بھی استعمال ہوتی ہے لہٰذا کہا جاتا ہے نکحت فولد میں نے نکاح کیا تو اللہ نے مجھے بچہ دیا دیکھو بچہ نکاح سے نو ماہ بعد ہوتا ہے مگر یہاں ف' بولا گیا رب تعالٰی فرماتا ہے انزل من السماء ماء فتصبح الارض مخضرۃ اللہ تعالٰی آسمان سے پانی اتارتا ہے تو زمین ہری بھری ہوجاتی ہے دیکھو بارش کے کچھ عرصہ بعد زمین ہری بھری ہوتی ہے نہ کہ فوراً مگر یہاں ف ارشاد ہوا' معلوم ہوا کہ ف کبھی تراخی کے لئے بھی آجاتی ہے' ایسے ہی یہاں حضرت علی کو اعلان وغیرہ کے بعد لقطہ استعمال کرنے کی اجازت دی گئی' لہٰذا حق یہی ہے کہ لقطہ کا اعلان ضروری ہے۔ ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ لقطہ وہ بھی کھا سکتا ہے جو صدقہ نہیں کھا سکتا یعنی بنی ہاشم بعض حضرات نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ لقطہ غنی بھی کھا سکتا ہے' دیکھو حضرت علی بھی غنی تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو غنی گر تھے مگر ان دونوں بزرگوں نے لقطہ کھایا لیکن یہ استدلال ضعیف ہے' کیونکہ لقطے کے بارے میں غنی سے مراد وہ ہے جو چاندی سونے وغیرہ کا صاحب نصاب ہو' یہ غنا یعنی چاندی سونے کا اجتماع ان دونوں گھروں میں اس وقت تو کیا کبھی بھی نہ ہوا' حضرت علی مرتضٰی نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنی تلوار گروی رکھی اور فرمایا کہ اگر میرے گھر میں ایک وقت کا بھی کھانا ہوتا تو میں تلوار کبھی گروی نہ رکھتا' یہ حضرات انسانی لباس میں فرشتے تھے۔ شعر:

☆ شیر نر در پوستین برہ ☆ آفتا بے در لباس ذرہ ☆

marfat.com

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ کی زرہ گروی تھی۔ شعر:
☆سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا ☆ سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جن کا بچھونا تھا☆
لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں' حق یہی ہے کہ غنی لقطہ نہیں کھا سکتا (از مرقات) ۳؎ غالبًا اس عورت کی صداقت وحی یا دیگر دلائل سے معلوم ہو گئی ہو گی' ورنہ بغیر تحقیقات کسی کو لقطہ کا مالک نہیں مانا جاتا جیسا کہ گزشتہ احادیث سے معلوم ہوا لہٰذا یہ حدیث نہ گزشتہ احادیث کے خلاف ہے نہ حکم فقہی کے مخالف۔

وَعَنِ الْجَارُوْدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَالَّةُ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۹۰۶) روایت ہے حضرت جارود سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی گم شدہ چیز آگ کی چنگاری ہے ۲؎ (دارمی) ۳؎

(۲۹۰۶) ۱؎ آپ کا نام جارود ابن معلی ہے' ۹ھ میں وفد عبدالقیس کے ساتھ آپ حاضر بارگاہ ہوئے' پھر اولاً بصرہ میں بعد میں فارس میں مقیم رہے۔ بزمانہ فاروق ۲۱ھ میں وفات پائی (اشعہ) ۲؎ یعنی جو مسلمان کی گمی چیز بدنیتی سے اٹھائے کہ مالک کو پہنچانے ارادہ نہ ہو' خیانت کی نیت ہو وہ دوزخی ہے۔ اگرچہ ذمی کافر کا لقطہ بھی کھانا جائز نہیں' مگر مسلمان کے لقطہ میں ڈبل عذاب ہے' اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر ہوا۔ ۳؎ یہ حدیث' احمد' ترمذی' نسائی' ابن حبان نے انہی جارود سے بروایت عبداللہ ابن شخیر نقل کی' اور طبرانی نے عصمہ ابن مالک سے۔

وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ اَوْ ذَوَىْ عَدْلٍ وَلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ فَاِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ وَاِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۹۰۷) روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پڑی چیز پائے تو ایک یا دو عادلوں کو گواہ بنائے ۲؎ نہ اسے چھپائے نہ غائب کرے ۳؎ پھر اگر اس کا مالک ملے تو اسے لوٹا دے وہ اللہ کا مال ہے جسے چاہے دے ۴؎ (احمد) (ابوداؤد' دارمی)

(۲۹۰۷) ۱؎ آپ عیاض ابن حمار ابن ناجیہ ابن عقال ہیں تمیمی مجاشی ہیں بصرہ کے رہنے والے' نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بڑے پرانے محبوب ساتھی تھے جو ہمیشہ حضور کو خوش کیا کرتے تھے آپ سے خواجہ حسن بصری وغیرہ سے روایات لیں۔ ۲؎ یعنی اٹھاتے وقت ہی کہہ دے کہ گواہ رہنا میں یہ چیز اس لئے اٹھا رہا ہوں کہ مالک کو پہنچادوں یہ حکم استحبابی ہے' بعض کے نزدیک وجوبی' اس میں بڑی حکمتیں ہیں' اس اعلان کے بعد نفس میں خیانت کا خیال نہ پیدا ہو گا' اگر یہ اچانک فوت ہو جائے' تو اس کے ورثاء اسے میراث نہ بنا سکیں گے مالک کچھ زیادتی کی کا دعویٰ نہ کر سکے گا کہ میری چیز زیادہ تھی یا اچھی تھی تم نے کم یا خراب کر دی (لمعات) ۳؎ یعنی نہ تو اٹھاتے وقت ہی جیب میں ڈالنے کی کوشش کرے اور نہ اس کے بعد اسے لاپتہ کر دے' بعض نے فرمایا کہ یکتم سے مراد لقطہ کا چھپانا اور غائب کرنے سے مراد ہے ملے ہوئے جانور کو بدنیتی سے اور جگہ بھیج دینا ۴؎ یعنی اگر تلاش کرنے پر بھی مالک نہ ملے تو سمجھ لے کہ یہ روزی مجھے رب نے دی ہے۔ غریب ہو تو استعمال کرے امیر ہو تو خیرات کر دے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۲۹۰۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ وَأَشْبَاهِهٖ يَلْتَقِطُهُ الرَّجُلُ يَنْتَفِعُ بِهٖ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ أَلَا لَا يَحِلُّ فِيْ بَابِ الْاِعْتِصَامِ۔

علیہ وسلم نے ہم کو لاٹھی‘ کوڑا‘ رسی اور ان جیسی چیزوں میں اجازت دی کہ کوئی پڑی ہوئی اٹھالے اس سے نفع اٹھائے ا۔(ابوداؤد) اور حضرت مقدام ابن معدیکرب کی حدیث کہ الا لا یحل باب الاعتصام میں ذکر کردی گئی ہے۔

(۲۹۰۸) ا۔اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ معمولی حقیر چیزیں جو پڑی ہوئی مل جائیں اور مالک ان کی پرواہ بھی نہ کرتے ہوں اسے بغیر اعلان بھی استعمال کرنا جائز ہے‘ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھی تو فرمایا کہ اگر اس کے صدقہ ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم کھالیتے‘کھیت اٹھاتے وقت بالیاں رہ جاتی ہیں‘یا گر جاتی ہیں‘ایسے ہی ترکاریاں‘ایک آدھ گرا ہوا پھل وغیرہ جس کو مالک تلاش بھی نہیں کرتا‘یہ سب اسی میں داخل ہیں‘لیکن اگر بعد میں ان چیزوں کا مالک آکر مطالبہ کرے تو اسے قیمت یا مثل دینا پڑے گا‘حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ لقطہ کو پانے کا خوب استعمال کرتا رہے۔اور جب مالک مل جائے تو خراب کیا ہوا لقطہ اسے دے دے کہ یہ تو سخت ممنوع ہے۔لقطہ امانت ہوتا ہے اور امانت کا استعمال جائز نہیں۔

بَابُ الْفَرَائِضِ

باب میراث کے حصے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

فرائض فریضہ کی جمع ہے جو فرض سے بنا بمعنی قطع و کاٹنا‘اصطلاح میں میت کے متروکہ مال کے معین حصہ کو فریضہ کہتے ہیں کہ وہ بھی مال سے کاٹ کردیا جاتا ہے‘مسائل میراث کے علم کو علم الفرائض کہتے ہیں‘اور میراث جاننے والے کو بھی فرضی یا فارض کہتے ہیں حدیث شریف میں ہے افرضکم زید تم میں زیادہ علم میراث جاننے والے حضرت زید ابن ثابت ہیں (مرقات)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً فَعَلَيَّ قَضَاؤُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِيْ فَأَنَا مَوْلَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۹۰۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ والی ہوں ا۔جو مرجائے اور اس پر قرض ہو جس کی ادا کا ذریعہ نہ چھوڑے اس کی ادائیگی مجھ پر ہے ۲۔اور جو مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے ۳۔اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جو قرض یا بال بچے چھوڑے تو میرے پاس آئے ۴۔تو میں اس کا والی ہوں ایک روایت میں یوں ہے کہ جو مال چھوڑے تو اس کے وارثوں کا ہے اور جو بوجھ چھوڑ دے وہ ہمارے ذمہ ہے ۵۔(مسلم بخاری)

(۲۹۰۹) ا۔اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم اور اولی کے معنی ہیں

marfat.com

زیادہ قریب' زیادہ والی وارث زیادہ خیر خواہ' زیادہ مالک' یہاں شیخ نے اولٰی کے معنی زیادہ خیر خواہ کئے' یعنی جس قدر مسلمان اپنے خیر خواہ ہیں اس سے زیادہ میں ان کا خیر خواہ ہوں' میں نہیں چاہتا کہ میرا کوئی امتی بعد موت قرض میں گرفتار رہے۔ ۲۔ یعنی سارے مقروض نادار مسلمانوں کا قرض ان کی موت کے بعد ہم ادا کریں گے' خواہ مدینہ کے مسلمان ہوں یا کسی اور جگہ کے' تاکہ میری امت بارگاہ الٰہی میں گرفتار نہ رہے۔ ۳۔ یعنی اگر مال چھوڑے اور اس پر قرض نہ ہو' تو مال وارثوں کا اور اگر قرض بھی ہو تو ادائے قرض کے بعد سب مال وارثوں کا' لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قرض کا ذکر کیوں نہ فرمایا' میراث بعد ادائے قرض تقسیم ہوتی ہے کیونکہ قرض کا ذکر تو پہلے ہو چکا۔ ۴۔ میت کا وصی یا اس کا وکیل میت کے بال بچوں کی ہم کو خبر دے' ہم قرض ادا فرمائیں گے اس کے بال بچوں کو بلالیں گے' ضیاع جمع ضائع کی ہے جیسے جائع کی جمع جیاع ضائع کے معنی ہیں' برباد ہو جانے والی چیز جس کے برباد ہونے کا خطرہ ہو' جیسے چھوٹے بچے یا بیوہ عورت جو دوسرا نکاح نہ کرسکے ان سب کو حضور پالتے ہیں' بیوگان اور یتیموں کے والی وارث حضور ہی تھے اور ہیں ۵۔ کل یعنی بوجھ سے مراد قرض اور چھوٹے بچے بیوہ بیوی ہے اس کی شرح پہلی حدیث میں گزری۔ رب تعالٰی فرماتا ہے۔ وبالمومنین رءوف رحیم حضور انور مسلمانوں پر بڑے مہربان رحمت والے ہیں۔ یہ اس ہی کی رحمت کا ظہور ہے' خیال رہے کہ حضور انور کی رحمت عامہ تمام جہان پر ہے' اس لحاظ سے فرمایا گیا رحمۃ للعالمین اور رحمت خاصہ صرف مسلمانوں پر ہے اس لحاظ سے ارشاد ہوا بالمومنین رءوف رحیم۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحِقُوا الْفَرَآئِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۹۱۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقرر شدہ میراثیں ان کے حق داروں کو دو پھر جو بچ رہے وہ قریب ترین مرد کو دو۔ (مسلم بخاری)

(۲۹۱۰) ۱۔ یعنی تقسیم میراث میں پہلے تو ذی فرض وارثوں کو ان کے مقرر کردہ حصے دو' یہ حضرات کل بارہ ہیں چار مرد آٹھ عورتیں' ان کے حصوں سے جو باقی بچے وہ عصبہ بنفسہ کو دو خواہ بالغ ہوں یا نابالغ' عصبہ بنفسہ وہ مرد ہے جس کا رشتہ میت سے بغیر عورت کے واسطے کے ہو' جیسے بیٹا' باپ' بھائی وغیرہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ میراث اولاً ذی فرض کو دی جائے ان سے بچے تو عصبات میں تقسیم ہو۔ اولٰی یعنی اقرب ہے اس سے معلوم ہوا کہ قریبی وارث کے ہوتے ہوئے دور والے وارث کو میراث نہ ملے گی لہذا باپ کے ہوتے دادا محروم ہے' بیٹے کے ہوتے پوتا محروم' بھائی کے ہوتے بھتیجہ محروم' چچا کے ہوتے چچازاد اولاد محروم یہ شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے رب تعالٰی فرماتا ہے مما ترک الوالدان والاقربون اس کے مال سے حصے بانٹو جو ماں باپ یا قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔ اقربون اسم تفضیل ہے معلوم ہوا کہ قریبی کے ہوتے بعید کا رشتہ دار محروم ہے' آج بعض جہلا نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ بیٹے کے ہوتے پوتے کو بھی میراث دو مگر وہ یہ نہیں کہتے کہ باپ کے ہوتے دادا وارث ہو' بیٹی کے ہوتے یتیم نواسہ وارث ہو' اور بھائی چچا کے ہوتے ان کی یتیم اولاد بھی وارث ہو' یہ حضرات کہتے ہیں کہ مما ترک الوالدان میں ماں باپ دادا دادی سب شامل ہیں' مگر تعجب ہے کہ نانا' نانی کو اس میں شامل نہیں کرتے' غرضیکہ یہ مسئلہ آج تک کسی زمانہ میں کسی مسلمان نے نہ کہا' اب چودہ سو برس کے بعد ان کو سوجھا۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۲۹۱۱) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ مسلمان کافر کا وارث نہ کافر مسلمان کا۔(مسلم بخاری)

(۲۹۱۱) ا۔ یعنی کفر و اسلام کا فرق میراث سے مانع ہے' لہٰذا مومن باپ کی میراث کافر بیٹا نہ پائے گا اور کافر بیٹے کی میراث سے مومن باپ کو کچھ نہ ملے گا' مگر کفر ایک ہی ملت ہے۔ لہٰذا یہودی باپ کی میراث عیسائی بیٹے کو مل جائے گی' سعید ابن مسیب' امیر معاویہ' معاذ بن جبل وغیرہم فرماتے ہیں کہ مومن وارث تو کافر کی میراث حاصل کرے گا مگر کافر وارث مومن کی میراث نہ پائے گا۔ الاسلام یعلو اولا یعلی مگر جمہور صحابہ و فقہاء کا قول ہے جو ہم نے عرض کیا کہ دو طرفہ میراث نہ ملے گی' مرتد کسی کا وارث نہیں' ہمارے ہاں زمانہ ارتداد کی کمائی بیت المال کی ہے اور زمانہ اسلام کی کمائی وارثوں کی' امام شافعی کے ہاں مرتد کسی کا وارث نہیں۔

وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۹۱۲) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روای فرمایا قوم کا آزاد کردہ غلام ان ہی سے ہے ا۔ (بخاری)

(۲۹۱۲) ا۔ یعنی آزاد کردہ غلام بھی عصبہ سلیمی ہونے کی وجہ سے وارث ہے کہ اگر اوپر کے وارث نہ ہوں تو اسے میراث ملے گی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ عَائِشَةَ إِنَّمَا الْوَلَاءُ فِيْ بَابٍ قَبْلَ بَابِ السَّلَمِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ الْبَرَاءِ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ فِيْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَحِضَانَتِهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

(۲۹۱۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قوم کا بھانجہ ان ہی سے ہے ا۔(مسلم بخاری) اور حضرت عائشہ کی حدیث انما الولاء باب السلم سے پہلے والے باب میں ذکر کر دی گئی اور حضرت براء کی حدیث کہ خالہ ماں کے درجے میں ہے انشاء اللہ بچے کے بلوغ اور اس کی پرورش کے باب میں ذکر کی جائے گی۔۲۔

(۲۹۱۳) ا۔ یعنی بھانجہ بھی ذی رحم ہونے کی وجہ سے وارث ہے' کہ اگر ذی فرض و عصبہ وارث نہ ہو' تو اسے میراث مل سکتی ہے یہ ہی قول امام اعظم و احمد کا ہے دوسرا اماموں کے ہاں ذی رحم وارث نہیں' یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے' خیال رہے کہ ذی رحم دس قسم کے ہیں' نواسے' بھانجے' بھتیجی' چچا کی بیٹی' پھوپھی کی بیٹی' ماموں' خالہ' نانا' ماں کا چچا' پھوپھی' اخیافی بھائی کی لولاد (مرقات) پوری تفصیل ہماری کتاب علم المیراث میں ملاحظہ فرمایئے ۲۔ یعنی یہ دو حدیثیں مصابیح میں یہاں تھیں ہم نے مناسبت کی وجہ سے ان مقامات میں درج کیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۲۹۱۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا

marfat.com

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَوَارَثُ اَھْلُ مِلَّتَیْنِ شَتّٰی رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ جَابِرٍ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو مختلف دین والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، اور ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی۔

(۲۹۱۴) ا۔ شتّٰے شتیت سے بنا بمعنی متفرق، حق یہ ہے کہ شتّٰے ملتین کی صفت ہے نہ کہ اہل کی، مختلف دین سے مراد کفرو اسلام ہے، اس کی شرح ابھی گزری ہوئی پہلی حدیث ہے، جس میں ارشاد ہوا کہ کافر مومن کا وارث نہیں، یہ امام اعظم کا قول ہے مگر امام شافعی کے ہاں یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے، وہ اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ یہودی عیسائی کا وارث نہیں اور عیسائی یہودی کا وارث نہیں یوں ہی مشرک مجوسی اور مجوسی مشرک کا وارث نہیں، بعض علماء نے فرمایا کہ اہل کتاب تو ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ مگر مشرک مجوسی اور اہل کتاب ایک دوسرے کے وارث نہیں، لہٰذا عیسائی، یہودی، کی میراث مجوسی یا بت پرست نہیں پائے گا، وہ حضرات ملتین کے معنی آسمانی اور غیر آسمانی دین کرتے ہیں، مگر مذہب احناف قوی ہے، اولاً تو اس لئے کہ اس حدیث کی شرح خود حضور انور نے فرمادی کہ کافر مومن کا اور مومن کافر کا وارث نہیں، خود صاحب حدیث کی شرح دوسری شرحوں سے اعلیٰ ہے دوسرے یہ کہ حضور نے فرمادیا الکفر ملۃ واحدۃ کفر ایک ہی دین ہے، تو دنیا میں دو ہی دین ہوئے، کفر یا اسلام، انہیں ملتین فرمانا بالکل درست ہوا، خیال رہے کہ مانع میراث چار چیزیں ہیں، اختلاف دین، اختلاف ملک (مگر کفار کے لئے)، قتل، عبدیت۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْقَاتِلُ لَا یَرِثُ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۲۹۱۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قاتل وارث نہیں ہوتا ا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۲۹۱۵) ا۔ یعنی اگر کوئی رشتہ دار اپنے عزیز کو قتل کردے تو قاتل اس عزیز کی میراث نہ پائے گا، مگر اس قتل میں کچھ شرطیں ہیں، ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو، بچہ یا مجنون دیوانگی میں قتل کردے تو وارث ہے، دوسرے یہ کہ قتل ظلماً ہو اپنی جان بچانے کے لئے یا قصاصاً یا حداً قتل کیا تو میراث سے محروم نہیں، تیسرے یہ کہ قتل موجب قصاص یا کفارہ ہو، اگر ایسا قتل ہے جس میں نہ قصاص ہے نہ کفارہ، تو وہ میراث سے محروم نہ کرے گا، اس کی تفصیل ہماری کتاب علم المیراث میں ملاحظہ فرمایئے۔ (از مرقات)

وَعَنْ بُرَیْدَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّۃِ السُّدُسَ اِذَا لَمْ تَکُنْ دُوْنَھَا اُمٌّ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۲۹۱۶) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا جب کہ اس کے اوپر ماں موجود نہ ہو ا۔ (ابوداؤد)

(۲۹۱۶) ا۔ آپ بریدہ ابن حصیب اسلمی ہیں، غزوہ بدر سے پہلے اسلام لائے، مگر بدر میں شریک نہ ہوسکے، بیعۃ الرضوان میں شریک تھے، مدینہ منورہ میں رہے، آخر میں بصرہ میں قیام رہا، پھر جہاد کرتے ہوئے، خراسان پہنچے، وہاں ہی یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں ۶۲ھ مقام مرو میں وفات پائی، آپ سے بہت صحابہ نے روایات لی ہیں (مرقات) ۲۔ یعنی دادی، نانی کی میراث چھٹا حصہ ہے، لیکن اگر میت کی ماں موجود ہے تو دادی بھی محروم اور نانی بھی، کیونکہ ان دونوں کے لئے حاجب ہے، حجب اور منع میں فرق یہ ہے

marfat.com

کہ کسی عزیز کا دوسرے عزیز کو محروم کر دینا حجب حرمان کہلاتا ہے اور اس کا حصہ کم کر دینا حجب نقصان ہے، مگر خود وارث کی اپنی حالت کا اسے میراث سے محروم کر دینا منع ہے۔ جیسے کفر و غلام ہونا، قتل مال دونوں قسم کی دادی نانی کے لئے حاجب ماں ہے، خیال رہے دادی کا کل حصہ سدس یعنی چھٹا ہے، لہٰذا اگر میت کی دادی بھی ہے نانی بھی، تو ان دونوں کو چھٹا حصہ ملے گا جسے وہ آپس میں تقسیم کر لیں گی، چنانچہ حاکم نے حضرت عبادہ ابن صامت سے روایت ہے "فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چھٹا حصہ دادی نانی میں تقسیم فرمایا" اور دادی باپ سے بھی محروم ہو جاتی ہے مگر نانی صرف ماں سے محروم ہو گی، اس کی تفصیل ہماری کتاب علم المیراث اور سراجی و شریفی میں ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوُرِّثَ . (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۹۱۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بچہ چیخے تو اس پر نماز پڑھی جائے اور اسے وارث بنایا جائے گا۔ (ابن ماجہ، دارمی)

(۲۹۱۷) ا۔ یعنی اگر بچہ زندہ پیدا ہو اور اس کی زندگی اس کے رونے یا چھینکنے یا حرکت کرنے سے معلوم ہو جائے پھر مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین بھی ہو گی، جنازہ بھی اور وہ وارث بھی ہو گا مورث بھی، اگر مرا ہوا پیدا ہو تو ان میں سے کوئی کام نہ ہو گا، اگر میت کی بیوی حاملہ ہے تو تقسیم میراث کے وقت حمل کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔ اگر بچہ زندہ پیدا ہوا تو یہ حصہ اس ہی کا ہو گا اور اگر مردہ پیدا ہوا تو یہ موقوف رکھا ہوا حصہ انہیں وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا جن کے حصے سے کاٹ لی گئی تھی، میراث حمل کی تفصیل بحث علم المیراث میں ملاحظہ فرمایئے، بعض ائمہ صرف بچہ کے چیخنے پر تو اسے میراث دیتے ہیں، دوسری علامات حیات پر نہیں دیتے وہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں مگر امام اعظم، شافعی، اوزاعی، سفیان ثوری وغیرہم کا وہ ہی فرمان ہے جو ہم نے عرض کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہاں چیخنے سے مراد علامت حیات ہے چونکہ اکثر بچے چیختے ہوئے پیدا ہوتے ہیں اس لئے چیخنے کا ذکر ہوا۔

وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَحَلِيْفُ الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ . (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۹۱۸) روایت ہے حضرت کثیر ابن عبداللہ سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کا آزاد کردہ غلام ان ہی میں سے ہے اور قوم کا حلیف ان ہی میں سے ہے ۲۔ اور قوم کا بھانجہ ان ہی میں سے ہے ۳۔ (دارمی)

(۲۹۱۸) ا۔ آپ کثیر ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عوف مزنی مدنی ہیں، تبع تابعین میں سے ہیں مگر کثیر کو اشعہ میں ضعیف متروک الحدیث فرمایا، کثیر کے والد عبداللہ تابعی ہیں، اور دادا عمرو ابن عوف صحابی۔ ۲۔ غلام کی وراثت کا ذکر تو پہلے ہو چکا، حلیف سے مراد مولی موالات ہے، جس سے میت نے زندگی میں معاہدہ کیا ہو کہ تو میرا وارث اور میں تیرا وارث جو پہلے مرے اس کا مال دوسرا لے، اسے بھی بعض صورتوں میں میراث مل جاتی ہے جبکہ اس کے اوپر وارثین موجود نہ ہوں، اس کی مکمل بحث علم المیراث میں ملاحظہ فرمایئے ۳۔ بھانجہ ذی رحم وارث ہے اور ذی رحم کو بھی میراث مل جاتی ہے جبکہ ذی فرض عصبہ وغیرہ اوپر کے وارث نہ ہوں، ہم ذی رحم کی تعداد پہلے بیان کر چکے ہیں۔

marfat.com

وَعَنِ الْمِقْدَامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضَيْعَةً فَاِلَيْنَا وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ وَاَنَا مَوْلٰى مَنْ لَا مَوْلٰى لَهٗ اَرِثُ مَالَهٗ وَاَفُكُّ عَانَهٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ يَرِثُ مَالَهٗ وَيَفُكُّ عَانَهٗ وَفِیْ رِوَايَةٍ وَ اَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ اَعْقِلُ عَنْهُ وَاَرِثُهٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ يَعْقِلُ عَنْهُ وَيَرِثُهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۹۱۹) روایت ہے حضرت مقدام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں ہر مسلمان کا اس کی جان سے زیادہ والی ہوں جو قرض یا بال بچے چھوڑے وہ ہماری سپرد ہے ۱۔ اور جو مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے ۲۔ میں اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہیں میں اس کے مال کا وارث ہوں گا ۳۔ اور اس کے قیدی کو چھوڑاؤں گا اور ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں کہ اس کے مال کا وارث ہو گا ۴۔ اور اس کا قیدی چھوڑائے گا ۵۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں وارث ہوں اس کا جس کا کوئی وارث نہیں کہ اس کی دیت بھی دوں گا اور اس کا وارث بھی ہوں گا ۶۔ اور ماموں وارث ہے اس کا جس کا کوئی وارث نہ ہو کہ اس کی دیت دے گا اور میراث لے گا (ابوداؤد)

(۲۹۱۹) ۱۔ کہ اس کا قرض بھی ہم ادا کریں گے اور اس کے یتیم بچوں کو بھی ہم پالیں گے اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر گئی۔ ۲۔ ہم اس مال سے کچھ نہ لیں گے بلکہ تجہیز و تکفین' ادائے قرض' اجرائے وصیت کے بعد اس کے وارثوں کا ہو گا' ۳۔ یعنی اگر میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا کہ بیت المال اللہ رسول کا ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرات انبیاء کرام نہ کسی کے وارث ہوں نہ مورث۔ ۴۔ یعنی جس میت کا روی ذی فرض و عصبہ نہ ہو اس کے وارث ماموں خالہ وغیرہ تمام ذی رحم بالترتیب ہیں' اور اگر غیر روی ذی فرض ہے جیسے بیوی یا خاوند تو بھی ذی رحم وارثوں کو میراث ملے گی۔ خیال رہے کہ ذی رحم کی وراثت کے امام شافعی و امام مالک منکر ہیں' ان کے ہاں ذی فرض و عصبہ کے نہ ہونے پر مال بیت المال میں جائے گا' مگر ہمارے ہاں ذی رحم بھی وارث ہیں' رب تعالٰی فرماتا ہے۔ **واولو الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ** اس آیت نے عقدہ مواخات کی میراث کو منسوخ فرما کر رشتہ داروں کو وارث بنایا اور ان میں ذی رحم وارثوں کو لے لیا' نیز سہل ابن حنیف جب قتل کئے گئے' تو ان کا ایک ماموں ہی تھا اور کوئی عزیز نہ تھا' حضرت ابو عبیدہ ابن جراح کا انتقال ہوا تو حضور انور نے حضرت قیس ابن عاصم سے فرمایا کیا تم میں کوئی ان کا عزیز قریبی بھی ہے' انہوں نے عرض کیا وہ مسافر تھے' ان کا عزیز سوائے ابولبابہ ابن عبدالمنذر کے جوان کے بھانجے ہیں' اور کوئی نہیں' حضور انور نے انہیں کو وارث بنایا' جن روایات میں ہے کہ پوپھی خالہ وارث نہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ ذی فرض یا عصبہ کے ہوتے ہوئے یہ لوگ وارث نہیں' لہٰذا مذہب حنفی بہت قوی ہے (مرقات) ۵۔ یعنی بھانجہ کی دیت ماموں دے گا اور اگر بھانجہ قید ہو جائے تو ماموں فدیہ دے کر چھڑائے گا۔ ۶۔ یعنی لاوارث کی دیت بیت المال سے دی جائے گی اور اس کا متروکہ مال بیت المال میں داخل ہو گا' جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا' دیت اور فدیہ کے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے اور ہم انشاء اللہ باب الدیت میں عرض کریں گے۔

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۲۹۲۰) روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے فرماتے ہیں

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوْزُ الْمَرْاَةُ ثَلٰثَ مَوَارِيْثَ عَتِيْقَهَا وَلَقِيْطَهَا وَوَلَدَهَا الَّذِيْ لَاعَنَتْ عَنْهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت تین میراثیں سمیٹتی ہے ا۔ اپنے آزاد کردہ غلام کی اپنے پڑے پائے بچہ کی اور اپنے اس بچہ کی جس پر اس نے لعان کیا ۲۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۲۹۲۰) ا۔ اس طرح کہ یہ میراثیں مرد کو نہیں ملتیں صرف عورت کو ملتی ہیں۔ ۲۔ عورت کے آزاد کردہ غلام کی دیت یا وارثت صرف عورت ہی کو ملے گی نہ کہ اس کے خاوند کو، پڑے ہوئے بچہ کی میراث عورت کو ملنا منسوخ ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر اس بچہ کا اور کوئی وارث نہ ہو تو اجنبی لوگوں کے مقابل اس عورت کو اس کا مال دے دینا بہتر ہے۔ حرام کا بچہ یوں ہی وہ بچہ جس کا باپ نے انکار کر کے اس پر لعان کر لیا، ان دونوں کی میراث صرف ماں کو ملے گی کہ ان کا باپ تو کوئی ہے ہی نہیں، خیال رہے کہ اسحاق ابن راہویہ فرماتے ہیں کہ لقیط یعنی پڑے ہوئے بچہ کا مال پانے والے کو ملے گا اس حدیث کی بنا پر، مگر باقی تمام آئمہ اس کے انکاری ہیں، ان کے ہاں یہ جزء منسوخ ہے یا اس کا وہ مطلب ہے جو ابھی عرض کیا گیا (لمعات و مرقات) یہ حدیث قوی نہیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ اَوْ اَمَةٍ فَالْوَلَدُ وَلَدُ زِنًا لَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۹۲۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آزاد یا لونڈی سے زنا کرے تو بچہ حرام کا ہے کہ نہ وہ اس کا وارث ہو اور نہ یہ اس کا وارث ا۔ (ترمذی)

(۲۹۲۱) ا۔ یعنی حرامی بچے کی وارث صرف ماں اور ماں کے قرابت دار ہوں گے، نانی، خالہ، ماموں وغیرہ اور وہ بچہ ان لوگوں کا وارث ہو گا مگر یہ زانی باپ اور اس کے عزیز نہ تو حرامی بچے کے وارث نہ وہ بچہ ان کا وارث کہ یہ بچہ نسبتًا اس باپ سے ہے ہی نہیں، صرف ماں سے ہے، یہاں باپ اور باپ کے عزیزوں کی میراث کی نفی ہے اور ماں کی میراث کا ثبوت پچھلی حدیث میں گزر گیا کہ لعان والے بچہ کی وارث ماں ہے، لعان اور زنا کے بچوں کا ایک ہی حکم ہے کہ ان کا نسب صرف ماں سے ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ مَوْلًى لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَتَرَكَ شَيْئًا وَّلَمْ يَدَعْ حَمِيْمًا وَّلَا وَلَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْا مِيْرَاثَهٗ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ قَرْيَتِهٖ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۲۹۲۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام فوت ہو گیا اس نے کچھ مال چھوڑا ا۔ اور نہ کوئی قرابت دار چھوڑا نہ اولاد تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی میراث اس کے کسی بستی والے کو دے دو ۲۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(۲۹۲۲) ا۔ اس غلام کا نام معلوم نہ ہو سکا کہ کون صاحب تھے ۲۔ حضور انور نے اس مرحوم غلام کا مال خود نہ لیا، حالانکہ ایسے موقعہ پر آزاد کرنے والا مولٰی میراث پاتا ہے کیونکہ حضور انور نبی ہیں، اور حضرات انبیاء نہ کسی کے وارث ہوں نہ ان کا کوئی وارث ہو جیسا کہ دوسری احادیث میں صراحتًہ ارشاد ہے۔ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ اس کا مال بیت المال کا ہے۔ اور بیت المال تمام مسلمانوں کا سلطان اسلام کا حق ہوتا ہے کہ بیت المال کا مال جس مسلمان پر چاہے خرچ کرے، اس حیثیت سے حکم دیتے ہیں کہ اس کے کسی بستی والے کو دے دو کہ وہ بھی تو مسلمان ہی ہو گا جس کا بیت المال میں حق ہے لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا

marfat.com

کہ ایسے لاوارث کا متروکہ مال اس کے کسی بستی والے کو دے دیا جائے بلکہ مطلب وہ ہی ہے جو عرض کیا گیا(از لمعات و مرقات)

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ مَاتَ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيرَاثِهِ فَقَالَ الْتَمِسُوا لَهُ وَارِثًا أَوْ ذَا رَحِمٍ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ وَارِثًا وَلَا ذَا رَحِمٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطُوهُ الْكُبْرَ مِنْ خُزَاعَةَ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ انْظُرُوا أَكْبَرَ رَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ.

(۲۹۲۳) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ بنی خزاعہ ا۔ کا ایک شخص فوت ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی میراث لائی گئی تو فرمایا اس کا کوئی وارث یا ذی رحم ڈھونڈو تو نہ اس کا کوئی وارث پایا اور نہ ذی رحم ۲۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میراث خزاعہ کے کسی قریبی کو دیدو ۳۔ (ابوداؤد) اور اس کی ایک روایت میں یوں ہے فرمایا خزاعہ کے کسی بڑے آدمی کو دیکھو ۴۔

(۲۹۲۳) ا۔ خزاعہ ازد کا بڑا مشہور قبیلہ ہے۔ ۲۔ یہاں وارث سے مراد ذی فرض یا عصبہ وارث ہے جیسا کہ ذی رحم کے مقابلہ سے معلوم ہو رہا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ذی رحم کو میراث مل سکتی ہے۔ ۳۔ شیخ نے فرمایا کہ کبرا کاف کے پیش ب کے جزم سے' وہ شخص جو قوم کے مورث میں میت سے ملتا ہو' ایسے شخص کو میراث سے کچھ نہیں ملتا' حضور انور کا یہ دلوانا بطور میراث نہ تھا بلکہ بیت المال کے مصرف ہونے کی حیثیت سے تھا کہ یہ مال ہے تو بیت المال کا' اور چونکہ بیت المال کا مال مسلمانوں پر خرچ ہوتا ہے اور یہ شخص بھی مسلمان ہے لہذا ہم سلطان اسلام کی حیثیت سے حکم دیتے ہیں کہ اسے دے دو' علامہ شامی نے فرمایا کہ دادا کے چچا اور اس چچا کی اولاد تک توراث ہوتا ہے جو اس سے اوپر میت سے ملے' وہ وارث نہیں ورنہ سارے ہی انسان آدم علیہ السلام میں مل جاتے ہیں' سب ایک دوسرے کے وارث ہونا چاہئیں' انہی شامی نے یہ بھی فرمایا کہ اب فی زمانہ حتی الامکان بیت المال میں کسی کا ترکہ نہ بھیجو کہ وہ عموماً ظالموں کے قبضہ میں ہوتا ہے' بلکہ اب جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کے بستی والے کو دے دو' مسلمانوں میں تقسیم کر دو' حتی کہ غیر روی وارثوں پر رد کر دو مگر بیت المال سے مسلمانوں کا متروکہ مال بچاؤ۔ ۴۔ یہاں بھی اکبر رجل میں دو احتمل ہیں' یا اکبر سے مراد بڑے قرب والا یا گاؤں کا بڑا آدمی' چودھری نمبردار یعنی اس بستی میں جو اس مرنے والے سے بڑی قرب کی قرابت رکھتا ہو اسے دو یا جو بڑا ہو اسے میراث دو کہ وہ اپنے انتظام سے لوگوں میں تقسیم کرے خود بھی لے دوسروں کو بھی دے کھائے بھی کھلائے بھی۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هٰذِهِ الْآيَةَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ وَأَنَّ أَعْيَانَ بَنِي الْأُمِّ يَتَوَارَثُونَ دُونَ بَنِي الْعَلَّاتِ الرَّجُلُ يَرِثُ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ دُونَ أَخِيهِ لِأَبِيهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَةِ الدَّارِمِيِّ قَالَ الْإِخْوَةُ مِنَ الْأُمِّ يَتَوَارَثُونَ دُونَ بَنِي الْعَلَّاتِ إِلٰى آخِرِهِ.

(۲۹۲۴) روایت ہے حضرت علی سے فرمایا تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ تمہاری کی ہوئی وصیت کے یا قرض کے بعد' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کا وصیت سے پہلے حکم دیا ہے ا۔ اور حکم دیا ہے کہ ماں والی اولاد وارث ہو گی نہ کہ علاتی اولاد ۲۔ آدمی اپنے حقیقی بھائی کا وارث ہوگا نہ کہ علاتی بھائی کا ۳۔ (ترمذی' ابن ماجہ) اور دارمی کی روایت میں یوں ہے کہ ماں جائے بھائی بہن آپس میں وارث ہوں گے نہ کہ علاتی بھائی الخ ۴۔

marfat.com

(۲۹۲۴) ا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں وصیتہ کا ذکر قرض سے پہلے فرمایا گیا کہ ارشاد باری میں پہلے وصیت ہے پھر قرض مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے قرض کو وصیت پر مقدم فرمایا کہ تجہیز و تکفین کے بعد میت کا قرض ادا کرو پھر بعد ادائے قرض تہائی مال سے وصیت جاری کرو' پھر میراث تقسیم کرو۔ حضور انور کا یہ عمل قرآن کریم کے مخالف نہیں' بلکہ اس کی تفسیر ہے جس سے بتا دیا گیا کہ قرض ذکر میں پیچھے ہے مگر عمل میں پہلے چونکہ وارثوں پر وصیت پوری کرنا شاق گزرتا ہے' قرض شوق سے ادا کر دیتے ہیں اس لئے اہتماماً پہلے وصیت کا ذکر فرمایا ۲۔ اعیان جمع عین کی ہے بمعنی ذات اور بنی ام سے مراد اخیافی اولاد نہیں بلکہ حقیقی بھائی مراد ہیں یعنی جو ماں میں بھی شریک ہوں مطلب یہ ہے کہ جس میت سے سگے بھائی بھی ہوں اور باپ شریکے بھی' تو سگے بھائی میراث پائیں گے۔ باپ شریکے نہ پائیں گے کہ سگوں کو قوت قرابت حاصل ہے' اسی لئے آپ نے انیانی نہ فرمایا بلکہ اعیان بنی ام فرمایا اتنی دراز عبارت (مرقات و لمعات و اشعہ وغیرہ) لہذا قرآن شریف میں جو لفظ اخوۃ ارشاد ہوا اس سے دھوکا نہ کھایئے اور اس سے سارے بھائی نہ سمجھ لیجئے سگے ہوں یا سوتیلے۔ ۳۔ یہ جملہ گزشتہ کلام کی شرح ہے لابیہ وامہ فرما کر بتا دیا کہ وہاں بنی الام سے مراد ماں میں بھی شریک تھے نہ کہ ماں میں ہی شریک' دیکھو حضرت ہارون نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ابن ام اے میرے ماں جائے۔ حالانکہ آپ حضرت ہارون کے سگے بھائی تھے۔ ۴۔ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے کہ سگے بھائی بہن سوتیلوں پر مقدم ہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَتِ امْرَاَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قُتِلَ اَبُوْهُمَا مَعَكَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا وَاِنَّ عَمَّهُمَا اَخَذَ مَالَهُمَا وَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَلَا تُنْكَحَانِ اِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ قَالَ يَقْضِى اللّٰهُ فِىْ ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَمِّهِمَا فَقَالَ اَعْطِ لِابْنَتَىْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَاَعْطِ اُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِىَ فَهُوَ لَكَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

وَقَالَ التِّرْمِذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۲۹۲۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ سعد ابن ربیع کی بیوی اپنی دو لڑکیاں جو سعد ابن ربیع سے تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں ا۔ بولیں یا رسول اللہ سعد ابن ربیع کی لڑکیاں ہیں جن کے باپ آپ کے ساتھ احد کے دن شہید ہو کر قتل کر دیئے گئے اور ان کے چچا نے ان کا مال لے لیا ۲۔ کہ ان کے لئے کچھ مال نہ چھوڑا اور بغیر مال ان کا نکاح نہیں کیا جا سکتا ہے ۳۔ حضور نے فرمایا اللہ اس بارے میں فیصلہ فرمائے گا ۴۔ تب میراث کی آیت نازل ہوئی ۵۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کے چچا کو بلا بھیجا فرمایا سعد کی بیٹیوں کو دو تہائی دے دو اور ان بچیوں کی ماں کو آٹھواں حصہ جو باقی بچے وہ تمہارا ۶۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

(۲۹۲۵) ا۔ سعد ابن ربیع بروزن فعیل' ر کے فتح کے ب کسرہ سے' یہ سعد ابن ربیع انصاری ہیں خزرجی ہیں بدری ہیں' عقبہ اولی کی بیعت میں شریک رہے' حضرت عبدالرحمن بن عوف سے آپ کا عقد مواخات کرایا گیا' جنگ احد میں شہید ہوئے' اور حضرت خارجہ ابن زید کے ساتھ ایک قبر میں داخل کئے گئے (اشعہ' مرقات) ۲۔ جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ کسی کے فوت ہونے کے بعد اس کا بھائی ساری میراث پر قبضہ کر لیتا تھا' اور اس کی یتیم بچیوں کو محروم کر دیتا تھا' غرضیکہ مرحوم کی لڑکیاں میراث نہ پاتی

marfat.com

تھیں یا بھائی میراث سمیٹتا تھا یا چچا' بچیاں محروم ہی رہتی تھیں ۳۔ کیونکہ بچیوں کی شادی میں جہیز وغیرہ دینا ہوتا ہے اور جہیز بغیر مال تیار نہیں ہوتا' غریب یتیم بچیوں سے کوئی نکاح کرنا پسند نہیں کرتا' مالدار لڑکیاں جلد ٹھکانے لگ جاتی ہیں جیسا کہ آج بھی دیکھا جا رہا ہے' یہ قدرتی چیز ہے حسن اور مال پر رحجان ہے۔ ۴۔ ابھی تک میراث کی آیات نہ اتری تھیں' اس لئے حضور انور نے خود کچھ فیصلہ نہ فرمایا' خیال رہے کہ میراث کے احکام اکثر قرآن کریم میں وارد ہیں رب تعالٰی نے خود براہ راست میراث کے احکام جاری کئے' تاکہ لوگ میراث میں خوف خدا سے کام لیں ۵۔ یعنی یہ آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین جس میں بیٹے بیٹیوں کے حصے مقرر فرمادیئے گئے۔ ۶۔ خلاصہ یہ ہے کہ سعد کے مال کے کل چوبیس حصے کرو جن میں سے تین تو ان کی بیوی کے ہیں' سولہ ان کی لڑکیوں کے اور پانچ بقیہ تمہارے' کہ اولاد کے ہوتے بیوی کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے' بیوی اور لڑکیاں ذی فرض ہیں اور چچا عصبہ' مابقے سے معلوم ہوتا ہے کہ بھائی عصبہ ہے کہ اس کا حصہ مقرر نہیں' مرقات نے فرمایا کہ اسلام میں یہ پہلی میراث تقسیم ہوئی' خیال رہے کہ رب تعالٰی نے لڑکیوں کے بارے میں فرمایا فان کن نساء فوق اثنتین اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی کی وارث ہیں اس آیت کی بنا پر حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ دو لڑکیاں بھی ایک لڑکے کی طرح آدھا مال ہی پائیں گی دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی' مگر باقی تمام صحابہ کرام اور علمائے اسلام کا فرمان ہے کہ دو لڑکیاں بھی دو تہائی پائیں گی' یعنی میراث میں دو کی تعداد جمع ہے اور یہ حدیث اس آیت کریمہ کی شرح ہے' قرآن کریم نے اتنی بڑی عبارت فرمائی' یہ نہ فرمادیا کہ اگر لڑکیاں دو ہوں تاکہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ دو لڑکیوں کو تہائی اور زیادہ کو تہائی اور زیادہ کو اس سے زیادہ' غالبًا ابن عباس کو یہ حدیث پہنچی نہیں' جب ایک بیٹی میت کے بیٹے کے ساتھ تہائی پاتی ہے تو بیٹی کے ساتھ بدرجہ اولٰی تہائی پائے گی (مرقات)

وَعَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنْ اِبْنَةٍ وَّبِنْتِ ابْنٍ وَّاُخْتٍ فَقَالَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِلْاُخْتِ النِّصْفُ وَائْتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَيُتَابِعُنِيْ فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَّاُخْبِرَ بِقَوْلِ اَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اَقْضِيْ فِيْهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الِابْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْاُخْتِ فَاَتَيْنَا اَبَا مُوْسٰى فَاَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَا تَسْاَلُوْنِيْ مَا دَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيْكُمْ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۹۳۶) روایت ہے حضرت ہزیل ابن شرحبیل سے فرماتے ہیں کہ جناب ابو موسیٰ سے ایک بیٹی' پوتی اور بہن کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا بیٹی کا آدھا اور بہن کا آدھا ہے ۱۔ اور تم حضرت ابن مسعود کے پاس جاؤ وہ بھی ہماری ہی مطابقت کریں گے ۲۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود سے مسئلہ پوچھا گیا اور حضرت موسیٰ کی بات کی خبر دی گئی وہ بولے تب تو بہک جاؤں گا اور راہ پانے والوں سے نہ ہوں گا ۳۔ میں تو اس میں وہ فیصلہ کروں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' بیٹی کا آدھا ہے اور پوتی کا چھٹا حصہ دو تہائی پوری کرنے والے کو اور جو باقی بچے وہ بہن کا ۴۔ پھر ہم ابو موسیٰ کے پاس آئے تو ہم نے انہیں حضرت ابن مسعود کے فیصلہ کی خبر دی تو آپ بولے جب تک یہ علامہ تم میں رہے۔ مجھ سے نہ پوچھو ۵۔

(بخاری)

(۲۹۳۶) ۱۔ سوال یہ تھا کہ ایک شخص فوت ہوا' اس نے ایک بیٹی' ایک پوتی' ایک بہن چھوڑی' تو کسے کتنا ملے گا؟ آپ نے فرمایا

marfat.com

بیٹی کو آدھا، بہن کو آدھا، اور پوتی محروم ہے آپ نے ان دو آیتوں پر نظر فرمائی کہ بیٹی کے متعلق ارشاد ہوا وان کانت واحدة فلها النصف اگر بیٹی اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے اور بہن کے متعلق ارشاد ہوا ہے ان امرء هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك کہ اگر کوئی مرگیا اور اس کے اولاد نہیں ہے، بہن ہے تو بہن کو آدھا ملے گا" آپ نے ولد سے مراد صلبی اولاد لی، حالانکہ ولد میں پوتی بھی داخل ہے اگر بیٹا بیٹی، پوتا پوتی نہ ہو تو بہن کو آدھا ملتا ہے، یہ ہوئی اجتہادی غلطی یا انہوں نے خیال کیا کہ وہاں آیت میں ولد سے مراد مذکر اولاد ہے۔ ۲۔ یعنی میرے بتائے ہوئے مسئلہ کی تصدیق حضرت ابن مسعود سے بھی کرالو، انشاء اللہ وہ بھی یہ ہی فتویٰ دیں گے، یہ حدیث فتویٰ کی تصدیق کرانے کی اصل ہے ۳۔ یعنی ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ غلط بتایا۔ وہ تو اجتہادی غلطی کی وجہ سے معاف کردیئے جائیں گے، مجھے اصل مسئلہ معلوم ہے اگر میں جانتے ہوئے غلط مسئلہ میں ان کی تائید کردوں تو گمراہ ہوجاؤں گا، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو حضرت ابو موسیٰ اشعری گمراہ ہوگئے ہوں گے کہ انہوں نے مسئلہ غلط بتایا کیونکہ وہ خطاء اجتہادی کی بنا پر مسئلہ غلط بتا گئے، خطاء اجتہادی پر پکڑ نہیں جیسا کہ قرآن کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک غلطی اجتہادی کا ذکر تو فرمایا مگر عتاب نہ فرمایا ۴۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ از روئے قرآن کریم بیٹیوں کا حصہ دو تہائی ہے۔ یہاں لڑکی نے آدھا لے لیا کہ اس کی قرابت میت سے بمقابلہ پوتی کے قوی ہے، اب چھٹا حصہ بچا کیونکہ آدھا چھٹے سے مل کر دو تہائی ہوجاتا ہے وہ پوتی کو دے دیا، یہ دونوں ذی فرض تھیں بہن عصبہ ہے اس کیلئے تہائی بچا ہے۔ وہ اسے دے دو۔ مال کے چھ حصے کرکے تین بیٹی کو دو، ایک پوتی کو، باقی دو بچے، وہ عصبہ بہن کو دے دو، حضور فرماتے ہیں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کو عصبہ بناؤ، یہ ہی جمہور علماء کا قول ہے، مگر حضرت ابن عباس بیٹی کی موجودگی میں بہن کو محروم کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ مذکورہ آیت میں بہن کی میراث کے لئے ولد نہ ہونے کی قید لگائی، ولد سے مراد مطلقاً اولاد ہے بیٹا ہو یا بیٹی، حالانکہ وہاں ولد سے مراد صرف بیٹا ہے، اس لئے حضرت عمر سے آپ کا مشہور مناظرہ ہوا، اور حضرت عمر نے یہ ہی جواب دیا (مرقات) ۵۔ یعنی آئندہ جب تک حضرت عبداللہ ابن مسعود زندہ ہیں مجھ سے مسئلہ نہ پوچھو، اور مجھ سے بڑے عالم ہیں، ان سے ہی پوچھا کرو، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عالم کو چاہیے کہ اپنی غلطی معلوم ہونے پر ضد نہ کرے فوراً رجوع کرلے، رجوع میں اپنی توہین نہ جانے، دوسرے یہ کہ بڑے عالم کے ہوتے ماتحتوں کی تقلید نہ کرے، یہ حدیث تقلید شخصی کی اصل ہے کہ ایک عالم مجتہد کا ہو کر رہے ہر جگہ نہ بھٹکے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنِيْ مَاتَ فَمَا لِيْ مِنْ مِيْرَاثِهٖ قَالَ لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ لَكَ سُدُسٌ اٰخَرُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ قَالَ اِنَّ السُّدُسَ الْاٰخَرَ طُعْمَةٌ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۲۹۲۷) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میرا بیٹا مرگیا ہے تو اس کی میراث میں میرا کتنا ہے ۱۔ فرمایا تیرا چھٹا حصہ ہے جب اس نے پیٹھ پھیری تو اسے بلایا فرمایا تیرے لئے دوسرا چھٹا بھی ہے ۲۔ پھر جب پیٹھ پھیری تو اسے بلایا فرمایا دوسرا چھٹا عطیہ ہے ۳۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

marfat.com

(۲۹۲۷) ا۔ اس مرحوم کی دو بیٹیاں تھیں ایک باپ' دونوں بیٹیوں کا دو تہائی جو سائل کو معلوم تھا باپ کے حصے کی خبر نہ تھی' اس لئے اس نے صرف باپ کا حصہ پوچھا' ۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ تیرے بیٹے کے متروکہ مال کے چھ حصے ہوں گے' چار تو دو بیٹیوں کے یعنی دو تہائی' اور ایک تیرا یعنی چھٹا حصہ تو ذی فرض ہے' تیرا حق چھٹا حصہ ہے' باقی بچا ایک' وہ بھی تجھے ہی ملے گا مگر عصبتہ معلوم ہوا کہ بیٹیوں کے ہوتے باپ ذی فرض بھی ہے اور عصبہ بھی' یہ ہی تمام علماء کا مذہب ہے۔ ۳۔ یعنی ذی فرض ہونے کی حیثیت سے ہے تیرا حصہ چھٹا حصہ ہی تھا' اب جو دوبارہ تجھے چھٹا حصہ اور دیا گیا وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے ہے کہ تو عصبہ بھی ہے کہ بچا ہوا بھی تو ہی پائے گا۔

وَعَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ جَآءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا فَقَالَ لَهَا مَالَكِ فِي كِتٰبِ اللّٰهِ شَيْءٌ وَمَالَكِ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ فَارْجِعِي حَتّٰى أَسْأَلَ النَّاسَ فَسَأَلَ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جَآءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرٰى إِلَى عُمَرَ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا فَقَالَ هُوَ ذٰلِكَ السُّدُسُ فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فَهُوَ بَيْنَكُمَا وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهٖ فَهُوَ لَهَا۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۹۲۸) روایت ہے حضرت قبیصہ ابن ذویب سے ا۔ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر کی خدمت میں نانی حاضر ہوئی آپ سے اپنی میراث مانگتی تھی ۲۔ تو فرمایا نہ اللہ کی کتاب میں تیرے لئے کچھ ہے اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تجھے کچھ ملے گا ۳۔ ابھی تو لوٹ جا حتی کہ میں لوگوں سے پوچھ گچھ کرلوں ۴۔ چنانچہ آپ نے پوچھا تو حضرت مغیرہ ابن شعبہ نے عرض کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا آپ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا ابوبکر صدیق نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے ۵۔ تب محمد ابن مسلمہ نے ویسا ہی کہا جو مغیرہ نے کہا تھا چنانچہ جناب صدیق نے دادی کے لئے چھٹا حصہ جاری کردیا ۶۔ پھر دوسری جانب کی دادی حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئیں ۷۔ اپنی میراث آپ سے مانگتی تھیں تو فرمایا دادی کی میراث یہ ہی چھٹا حصہ ہے ۸۔ اگر تم دونوں (دادی' نانی) جمع ہو جاؤ تو وہ تم دونوں میں ہوگا اور تم میں سے جو اکیلی ہو تو وہ اس کا ہوگا ۹۔ (مالک' احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۹۲۸) ا۔ قبیصہ بروزن کریمہ ہے اور ذویب ذال کے پیش واو کے کسرہ سے' آپ کو ابن عبدالبر نے تو صحابی مانا ہے اور ایک ھ میں پیدائش ثابت کی ہے' دوسرے محدثین انہیں تابعی مانتے ہیں' آپ فقہاء مدینہ سے ہیں چنانچہ سعید ابن مسیب' عروہ ابن زبیر' عبدالملک ابن مروان' قبیصہ ابن ذویب یہ چار حضرات فقہاء مدینہ سے مانے جاتے تھے ۸۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی (اشعہ' مرقات' اکمال) ۲۔ اس نے عرض کیا کہ میرا ولد بنت یعنی نواسا فوت ہوگیا ہے میرا حصہ میراث کا مجھے دلوایا جائے' یہاں جدۃ بمعنی نانی ہے جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے (مرقات) ۳۔ یعنی جہاں تک میرا علم ہے' حدیث شریف میں بھی دادی نانی کا حصہ کچھ نہیں' یہاں نفی اپنے علم کے اعتبار سے ہے ۴۔ اس زمانہ میں کسی کو مسئلہ بتانا آسان نہ تھا' ایک مسئلہ کے لئے مہینوں حدیث تلاش کرنا پڑتی' اللہ تعالٰی فقہاء کرام کا بھلا کرے کہ وہ حضرات ہمارے لئے علم فقہ کو پانی بنا گئے کہ کوئی مسئلہ ہو کتاب باب فصل

marfat.com

نکالو اور بتادو' اسی لئے حضور نے فرمایا تھا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے' جتنی خدمت علماء اسلام نے کی' اتنی خدمت کسی دین کے عالموں نے اپنے دین کی نہ کی۔ ۵۔ گواہ مانگنا احتیاطاً" تھا تا کہ لوگ حدیث بیان کرنے پر دلیر نہ ہو جائیں نیز اس حدیث سے حقوق العباد متعلق تھے' اس وجہ سے یہ احتیاط برتی ورنہ صحابہ سارے عادل ہیں' ہر ایک کی روایت معتبر ہے ۶۔ یعنی ورثاء کو حکم دے دیا کہ دادی کو چھٹا حصہ دیں' چونکہ حکم فرمانے والے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس پر عمل کرانے والے ابوبکر صدیق' اس لئے یہ عبارت استعمال ہوئی' یوں ہی بادشاہ اسلام حضور انور کے احکام جاری کرنے والا ہے حاکم اللہ رسول ہیں۔ ۷۔ یا تو پہلے نانی آئی تھی' اب دادی آئی یا اس کے برعکس اول معنی زیادہ قوی ہیں' جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ پھر میت کے باپ کی ماں آئی اور اس نے حضرت عمر کی خدمت میں عرض کیا کہ بمقابلہ نانی کے میرا حق میراث میں زیادہ ہے کہ اگر میں مرجاتی تو میرا یہ پوتا وارث ہوتا' اگر نانی مرتی تو اس کا یہ نواسہ وارث نہ ہوتا' جب وہ مرحوم میرا وارث ہوتا ہے نہ کہ نانی کا' تو چاہیے کہ میں ہی اس کی وارث ہوں نہ کہ نانی لہٰذا مجھے میراث واپس دلوائی جائے (مرقات) ۸۔ یعنی اس چھٹے حصے میں تو بھی شریک ہے کہ آدھا تیرا آدھا نانی کا' ۹۔ یہ جملہ گزشتہ مضمون کا بیان ہے' جمہور صحابہ اور قریباً تمام فقہاء و علماء کا یہ ہی مذہب ہے کہ اگر نانی یا دادی اکیلی ہو تو پورا چھٹا حصہ اسے ملے گا' اور اگر دونوں ہوں' تو یہ ہی چھٹا حصہ دونوں میں آدھا آدھا مگر حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ماں کے نہ ہونے پر نانی ماں کی جگہ ہوگی کہ اگر میت کے اولاد بھائی' بہن نہ ہوں تو نانی کو تہائی' اور اگر ہوں تو پورا چھٹا حصہ شاید یہ حدیث انہیں پہنچی نہیں۔

(۲۹۲۹) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ دادی کے متعلق جو اپنے بیٹے کے ساتھ ہو فرماتے ہیں کہ یہ پہلی وہ دادی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کے ساتھ جبکہ بیٹا زندہ ہو چھٹا حصہ دیا ۱۔ (ترمذی' دارمی) ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف بتایا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ فِي الْجَدَّةِ مَعَ ابْنِهَا اِنَّهَا اَوَّلُ جَدَّةٍ اَطْعَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُسًا مَعَ ابْنِهَا وَابْنُهَا حَيٌّ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ ضَعَّفَهُ)

(۲۹۲۹) ۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ دادی باپ کے ہوتے بھی میراث پائے گی' باپ کی وجہ سے محروم نہ ہوگی' یہ ہی چند صحابہ اور بعض فقہاء کا مذہب ہے' عام صحابہ علماء فرماتے ہیں کہ باپ کو ہوتے دادی محروم ہے' یہ حدیث اولاً تو ضعیف ہے' اگر صحیح بھی ہو تو حضور انور کا یہ فرمان وعطیہ بطور میراث نہ تھا بلکہ بغیر توارث ویسے ہی عطا فرمایا' جیسا کہ حکم قرآن ہے کہ اگر تقسیم میراث کے وقت بعض محروم قرابت دار موجود ہوں تو انہیں کو دے دو۔ فرمایا **واذا حضر القسمة اولو القربى واليتامى فارزقوهم** یا میت کا باپ کافر تھا یا غلام کہ میراث کا مستحق نہ تھا اور محروم وارث دوسرے کو محروم نہیں کرتا (مرقات ولمعات واشعہ)

(۲۹۳۰) روایت ہے حضرت ضحاک ابن سفیان سے ۱۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر نہیں فرمایا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو ان کے خاوند کی دیت سے ورثہ دو ۱۔ (ترمذی' ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلَيْهِ اَنْ وَرِّثِ امْرَاَةَ اَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

marfat.com

(۲۹۳۰) ۱۔ آپ ضحاک ابن سفیان عامری کلابی ہیں' بڑے بہادر شجاع تھے' آپ اکیلے کو سو پہلوانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آپ سے قریب تلوار لئے کھڑے رہتے تھے' آپ کو حضور انور نے اپنی قوم بنی کلاب کا والی بنایا تھا۔ ۲۔ اشیم ضبابی صحابی تھے' ضباب ایک قلعہ کا نام ہے اوھر آپ کی نسبت ہے یہ خطاء قتل کئے گئے تھے' قاتل پر دیت یعنی خون بہا واجب ہوا تھا' حضور انور نے حضرت ضحاک کو جو وہاں کے والی تھے یہ لکھا کہ ان کی دیت وارثوں میں تقسیم کرو' چونکہ زوجہ بھی وارث ہے اس لئے اسے بھی بقدر میراث دیت سے حصہ دو' اس حدیث کی بناء پر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ دیت کا مال پہلے تو مقتول کی ملک بنتا ہے' پھر مقتول کے دیگر مالوں کی طرح اس کے وارثوں کو بقدر حصہ ملتا ہے' مگر حضرت علی کا قول یہ ہے کہ دیت سے اخیافی بھائی' بہن' خاوند اور کسی عورت کو حصہ نہیں مل سکتا' غالبًا آپ کو یہ حدیث پہنچی نہیں۔

وَعَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا السُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَيْ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۲۹۳۱) روایت ہے حضرت تمیم داری سے ۱۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس مشرک آدمی کے متعلق شرعی طریقہ کیا ہے جو مسلمانوں میں سے کسی کے ہاتھ پر ایمان لائے ۲۔ فرمایا وہ مسلمان اس مشرک کا زندگی اور موت میں والی ہے۔ ۳۔ (ترمذی' ابن ماجہ' داری)

(۲۹۳۱) ۱۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ پہلے عیسائی تھے' ۹ھ میں اسلام لائے بڑے عابد و زاہد تھے' رات کو ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتے تھے کبھی تہجد کی نماز میں ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہتے حتی کہ سویرا ہو جاتا' محمد ابن منکدر فرماتے ہیں کہ ایک رات تمیم داری کی آنکھ نہ کھلی اور تہجد قضاء ہو گئی' تو اس کے کفارہ میں سال بھر رات کو سوئے ہی نہیں' آپ نے نماز میں پہننے کے لئے ایک ہزار درہم کا جوڑا خریدا تھا' آپ نے ہی سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ جلایا آپ ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور جساسہ کی روایت اپنے خطبہ میں بیان فرمائی' آپ مدینہ منورہ میں رہے' شہادت حضرت عثمان کے بعد شام چلے گئے' وہاں ہی وفات پائی' دار ابن ہانی کی اولاد میں ہیں' اسی لئے آپ کو داری کہا جاتا ہے (اکمال' اشعہ' مرقات) ۲۔ آیا وہ مسلمان کرنے والا اس نو مسلم کا مولیٰ ہو گا یا نہیں اور اس کے مال کی میراث پائے گا یا نہیں ۳۔ یعنی وارث ہے کہ اگر اس نو مسلم کا کوئی عزیز رشتہ دار نہ ہو تو اس کی میراث اسے ملے گی اس حدیث کی بنا پر حضرت عمر ابن عبد العزیز' سعید ابن مسیب وغیرہم مسلمان کرنے والے کو نو مسلم کا آخری وارث مانتے ہیں' جیسے غلام کا وارث آزاد کرنے والا مولیٰ' مگر باقی تمام علماء اسے وارث نہیں مانتے' وہ فرماتے ہیں کہ حدیث اس وقت کی ہے جب اسلام اور نصرت و مدد کی بناء پر میراث ملتی تھی کہ مہاجر کا وارث انصاری ہوتا تھا اور انصاری کا مہاجر پھر آیات میراث سے یہ وراثت منسوخ ہو گئی۔ یا یہاں اولیٰ کے معنی وارث نہیں بلکہ مددگار ہیں کہ مسلمان کرنے والا اس نو مسلم کی زندگی میں ہر طرح مدد کرے اور بعد موت اس کی نماز اور دفن وغیرہ کا انتظام کرے۔ اس صورت میں یہ حدیث محکم ہے۔ (لمعات و مرقات و اشعہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا إِلَّا غُلَامًا كَانَ أَعْتَقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

(۲۹۳۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے سوا اس غلام کے جسے آزاد کیا تھا اور کوئی وارث نہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَلْ لَهٗ اَحَدٌ قَالُوْا لَا اِلَّا غُلَامٌ لَّهٗ كَانَ اَعْتَقَهٗ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيْرَاثَهٗ لَهٗ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

چھوڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کوئی ہے لوگوں نے کہا نہیں سوا ایک غلام کے جسے اس نے آزاد کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی میراث اس کے غلام کے لئے مخصوص کر دی ا۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۲۹۴۲) ا۔ اس حدیث کی بنا پر حضرت شریح' طاؤس وغیرہم نے فرمایا کہ جیسے آزاد کردہ غلام کا وارث مولیٰ ہوتا ہے اگر اس کا اوپر کا وارث نہ ہو ایسے ہی مولیٰ کا وارث یہ غلام ہوگا' مگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ غلام مولیٰ کا وارث نہیں' اور یہ حدیث ایسی ہی ہے۔ جیسے حضور انور نے گاؤں کے آدمیوں کو لاوارث کی میراث عطا فرمائی تھی' کیونکہ یہ مال بیت المال کا تھا اور اس کا بھی بیت المال میں حق ہے۔ اس بناء پر اسے یہ مال دیا گیا (مرقاۃ لمعات)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَرِثُ الْوَلَاءَ مَنْ يَرِثُ الْمَالَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔

(۲۹۴۳) روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولاء کا وارث وہ ہی عصبہ ہوگا جو مال کا وارث ہوگا ا۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد قوی نہیں۔

(۲۹۴۳) ا۔ ولا واؤ کے فتح سے بمعنی قرب' یہاں قرب عبدیت مراد ہے۔ جس سے مولیٰ کو غلام کے متروکہ مال کے وارث ہونے کا حق حاصل ہوتا ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس غلام کو مولیٰ نے آزاد کیا تو غلام کے فوت ہونے پر اگر مولیٰ زندہ ہو تو وہ میراث لے گا' ورنہ اس کے عصبہ بنفسہ وارثین میراث لیں گے' مولیٰ کی زوجہ کو ولاء نہیں ملتی' عورت صرف اپنے آزاد کردہ غلام یا اس غلام کے آزاد کردہ غلام ہی کی میراث پائے گی' عصبتہ ولاء نہ پائے گی کہ زوجہ عصبہ ہوتی ہی نہیں' ولاء بیت المال کو نہیں ملا کرتی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَ مِنْ مِيْرَاثٍ قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلٰى قِسْمَةِ الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا كَانَ مِنْ مِيْرَاثٍ اَدْرَكَهُ الْاِسْلَامُ فَهُوَ عَلٰى قِسْمَةِ الْاِسْلَامِ

(۲۹۴۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میراث زمانہ جاہلیت میں بانٹی جا چکی تو وہ جاہلیت ہی کے بٹوارے پر رہے گی اور جس میراث کو اسلام نے پالیا تو وہ اسلام کی بانٹ پر ہو گی ا۔ (ابن ماجہ)

(۲۹۴۴) ا۔ اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جن کفار نے اپنے دین کے مطابق میراثیں تقسیم کر لی تھیں پھر وہ مسلمان ہو گئے یا ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا' تو اب اسے تقسیم شدہ مال دوبارہ تقسیم کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا بلکہ اس تقسیم کو باقی رکھا جائے گا' یا یہ مطلب ہے کہ وراثت کے اسلامی احکام آنے سے پہلے جو تقسیم میراث ہو چکی ہیں' اگرچہ مسلمانوں ہی نے کی ہوں' وہ اسلامی قانون وراثت آنے پر توڑی نہ جائیں گی بلکہ باقی رکھی جائیں گی' ہاں اب اس کے بعد جو تقسیم ہو گی وہ اسلامی قانون کے مطابق ہو گی دیکھو آج اگر کافر جوڑ اسلام لائے تو انہیں دوبارہ نکاح کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا کہ چونکہ تمہارا کفر کا نکاح اسلامی قانون

کے مطابق نہ ہوا تھا لہٰذا اب پھر دوبارہ ایجاب و قبول کرو بلکہ وہی باقی رکھا جاتا ہے' ایسے ہی یہ حکم ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ حَزْمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ كَثِيْرًا يَقُوْلُ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ عَجَبًا لِلْعَمَّةِ تُوْرَثُ وَلَا تَرِثُ.

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۲۹۳۵) روایت ہے حضرت محمد ابن ابوبکر ابن حزم سے ا۔ کہ انہوں نے اپنے والد کو بہت بار یہ کہتے سنا کہ حضرت عمر ابن خطاب فرماتے تھے تعجب ہے پھوپھی پر کہ وارث تو کر دیتی ہے مگر خود وارث نہیں ہوتی ۲۔ (مالک)

(۲۹۳۵) ا۔ محمد تبع تابعین سے ہیں' ان کے والد ابوبکر ابن حزم تابعین سے ہیں (اشعۃ اللمعات) ۲۔ یعنی از روئے قیاس یا تو پھوپھی بھی بھتیجہ کی وراثت عصبۃ پاتی یا بھتیجہ بھی پھوپھی کا وارث نہ ہوتا بلکہ ذی رحم ہوتا' مگر حکم شرعی کے آگے سر خم ہے۔ بھتیجہ کا عصبہ ہے مگر پھوپھی خیال رہے بھتیجہ تو عصبہ ہے مگر بھتیجی ذی رحم ہے اور یہاں وراثت سے مراد عصبتہ" ہے ورنہ پھوپھی بھی پھوپھی بھتیجے کی ذی رحم وارث تو ہے' اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو ذی رحم کو وارث نہیں مانتے وہ حضرات اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ پھوپھی بالکل وارث نہیں ہوتی کیونکہ وہ ذی رحم ہے مگروہ ہی مطلب قوی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعَلَّمُوا الْفَرَآئِضَ وَزَادَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالطَّلَاقَ وَالْحَجَّ قَالَا فَاِنَّهٗ مِنْ دِيْنِكُمْ.

(رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

(۲۹۳۶) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں علم فرائض سیکھو حضرت ابن مسعود نے یہ زیادتی کہ طلاق و حج بھی سیکھو ان دونوں نے فرمایا یہ تمہارے دین سے ہے ا۔ (دارمی)

(۲۹۳۶) ا۔ یعنی علم میراث' حج و طلاق کے مسائل' اہم دینی مسائل ہیں انہیں سیکھو' اور سکھاؤ' آج علم فرائض جاننے کے علماء کم رہ گئے ہیں' اور اب تو مسلمانوں کو فرائض میں ترمیم کی سوجھی ہے کوشش کر رہے ہیں کہ چچا کی موجودگی میں دادا کی میراث سے پوتہ کو دلوایا جائے اور نہ معلوم کیا کیا ہونے والا ہے مگر انشاء اللہ دین بدلنے والے خود مٹ جائیں گے دین نہ بدلا جائے گا' مروان ابن حکم نے خطبہ عید نماز سے پہلے پڑھا مگر وہ مٹ گیا' خطبہ نماز کے بعد ہی رہا' اللہ اپنے دین کا حافظ ہے۔

بَابُ الْوَصَايَا
وصیتوں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

وصایا وصیت کی جمع ہے جیسے خطایا خطئیت کی' لغت میں وصیت کے معنی ہیں' عہد' مگر اصطلاح میں اس وعدہ اور عہد کو وصیت کہا جاتا ہے جس کا تعلق موت کے بعد سے ہو' شروع اسلام میں مالدار پر وصیت کرنا فرض تھا کہ اس زمانہ میں وصیت سے ہی متروکہ مال تقسیم ہوتا تھا' لیکن میراث کے احکام آنے پر یہ حکم منسوخ ہو گیا' استحباب اب بھی باقی ہے یہ خیال رہے کہ وارث کو وصیت جائز نہیں' جسے میراث سے ایک پائی ملے گی' اس کے لئے وصیت نہیں ہو سکتی' اگر کی گئی ہے تو معتبر نہیں' قرآن شریف میں تاکیدی حکموں کو بھی وصیت فرمایا گیا ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے ولقد وصینا الذین اوتوا الکتب اور فرماتا ہے ووصی بھا

marfat.com

ابراهيم بنيه

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاحَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصٰى فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۹۳۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس مسلمان کے پاس کوئی چیز لائق وصیت ہو ا۔ اسے یہ مناسب نہیں کہ دو راتیں بھی اس کے بغیر گزارے کہ اس کے پاس اس کی وصیت لکھی ہو ۲۔ (مسلم بخاری)

(۲۹۳۷) ا۔ یوصی معروف بھی ہو سکتا ہے مجہول بھی' شیخ نے مجہول پڑھا ہے اور مرقات نے دونوں طرح' لائق وصیت کی قید اس لئے لگائی کہ جس مال کی وصیت ہی نہیں ہو سکتی اس کا حکم یہ نہیں' قابل میراث مال کی وصیت ہو سکتی ہے دوسرے کی نہیں' قرض' امانت' وقف مالوں میں میراث جاری نہیں ہوتی' لہذا ان کی وصیت بھی نہیں ہوتی' نبی کا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں' جو لوگ حضرت علی کو وصی رسول مانتے ہیں بایں معنی کہ حضور انور نے آپ کو اپنے مال یا خلافت کی وصیت فرمائی وہ بہت ہی نادان ہیں' ہر مسلمان وصی رسول ہے' سرکار نے ہر شخص کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی وصیت فرمائی ہے کہ فرمایا اوصیکم بتقوی الله ۲۔ اگر یہ حکم وجوبی ہے' تو منسوخ ہے کہ اب میراث کے احکام آچکے' اور اگر استحبابی ہے تو اب بھی باقی ہے' واقعی جو وصیت کرنا چاہے وہ بغیر وصیت کئے ایک رات بھی نہ گزارے' کیا خبر موت کہاں اور کب آئے' نیز وصیت لکھ کر کرے بلکہ آج کل رجسٹری کرادے کہ زبانی وصیتیں بدل جاتی ہیں۔ ہاں ادائے قرض اور ادائے امانات کی وصیت اب بھی واجب ہے۔ جبکہ ان قرضوں اور امانتوں کی کسی کو خبر نہ ہو۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ مَرَضًا اَشْفَيْتُ عَلَى الْمَوْتِ فَاَتَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِیْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ مَالًا كَثِيْرًا وَّلَيْسَ يَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَتِیْ اَفَاُوْصِیْ بِمَالِیْ كُلِّهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَثُلُثَیْ مَالِیْ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا اِلٰى فِیْ امْرَاَتِكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۹۳۸) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں میں فتح کے سال ایسا بیمار ہوا کہ موت کے قریب ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پرسی کرنے تشریف لائے ا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس مال بہت ہے اور سوا میری بیٹی کے میرا وارث کوئی نہیں ۲۔ تو کیا میں اپنے کل مال کی وصیت کر جاؤں ۳۔ فرمایا نہیں میں نے عرض کیا دو تہائی مال کی فرمایا نہیں میں نے عرض کیا تو آدھے کی فرمایا نہیں میں نے عرض کیا تہائی کی فرمایا تہائی کی کرو اور تہائی بھی زیادہ ہے ۴۔ اگر تم اپنے وارثوں کو غنی بنا کر چھوڑ دو تو اس سے اچھا ہے کہ تم انہیں فقیر کر کے جاؤ ۵۔ کہ لوگوں سے مانگے پھریں ۶۔ اور تم کوئی خرچہ ایسا نہ کرو گے جس سے اللہ کی رضا چاہو مگر تمہیں اس پر ثواب دیا جائے گا حتی کہ وہ نوالہ جسے تم اپنی بیوی کے منہ میں دو ۷۔ (مسلم بخاری)

marfat.com

(۲۹۳۸) ا۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہر بیمار کی مزاج پرسی فرماتے تھے' اس سلسلہ میں آپ کے پاس بھی تشریف لے گئے'۔ اشفیت: شفا سے بنا بمعنی کنارہ' رب تعالٰی فرماتا ہے وکنتم علی شفا حفرۃ من النار اس کا استعمال اکثر مصیبت و تکلیف کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ اشفیت کے معنی ہوئے میں کنارہ موت پر پہنچ گیا۔ ۲۔ یہاں وارث سے مراد ذی فرض وارث ہے یعنی سوائے میری بیٹی کے اور کوئی ذی فرض وارث نہیں عصبہ وارث بہت ہیں' بعض شارحین نے فرمایا کہ وارث سے مراد کمزور وارث ہیں جن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو کیونکہ آپ کے ذی فرض وارث بھی کئی تھے (مرقات و اشعہ) ۳۔ کہ سارا مال فقراء و مساکین میں تقسیم کردیا جائے یا کسی کار خیر میں لگادیا جائے بیٹی وغیرہ کسی وارث کو کچھ نہ ملے' کیونکہ یہ سب اللہ کے حکم سے غنی ہیں۔ ۴۔ پہلا الثلث یا منصوب ہے یا مرفوع کہ وہ یا فاعل ہے یا مبتداء جس کا فعل یا خبر محذوف ہے یا مفعول ہے' اور دوسرا الثلث مرفوع ہی ہے کہ وہ مبتداء ہے جس کی خبر کثیر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے والا مرتے وقت صرف تہائی کی وصیت کرسکتا ہے' زیادہ کی نہیں اور اگر زیادہ کی کر بھی گیا تو جاری نہ ہوگی' یہ بھی معلوم ہوا کہ تہائی سے بھی کم کی وصیت کرنا بہتر ہے کہ حضور انور نے تہائی کو بھی زیادہ فرمایا۔ ۵۔ اس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت سعد کے بہت وارث تھے ذی فرض صرف بیٹی تھی' اور بعض وارث فقراء بھی تھے مالدار نہ تھے' یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اپنے عزیزوں سے سلوک کرنا غیروں سے سلوک کرنے سے افضل ہے کہ وصیت میں غیروں سے سلوک ہے میراث میں اپنوں سے سلوک' خیال رہے کہ ان تذر میں ان شرطیہ ہے اور خبر سے پہلے فھو پوشیدہ ہے خیر اس فھو کی خبر ہے ۶۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اپنی موت کے بعد وارثین کا بھیک مانگتے پھرنا اپنی ذلت کا باعث ہے' اور قبر میں روحانی تکلیف کا بھی ذریعہ ۷۔ یعنی تم وصیت کیوں کرتے ہو حصول ثواب کے لئے' اور میراث جو وارثوں کو پہنچے گی' اگر اس میں تم رضائے الٰہی کی نیت کرلو کہ اپنے عزیزوں کو اپنا مال پہنچانا رب تعالٰی کی رضا کا ذریعہ' تب بھی تم کو ثواب ملے گا' بلکہ زیادہ ملے گا' لہذا وصیت تہائی سے بھی کم کی کرو' اس حدیث سے بہت مسائل معلوم ہوئے مال جمع کرنا درست ہے اور مرتے وقت تک اسے پاس رکھنا مباح' تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نافذ نہیں ہوتی' اللہ کی راہ میں خرچ کرنا باعث ثواب ہے' جب مباح میں نیت خیر کرلی جائے تو مستحب بن جاتا ہے مومن کی نیت عمل سے افضل ہے' دیکھو بیوی کے منہ میں لقمہ دینا خوشی و محبت کے وقت ہوتا ہے جس میں عبادت کا احتمال بھی نہیں' مگر اس پر بھی رب کا وعدہ ہے اپنے وارثوں سے عدل و انصاف کرنا' ضروری ہے (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَرِیْضٌ فَقَالَ اَوْصَیْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِکَمْ قُلْتُ بِمَالِیْ کُلِّہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ فَمَا تَرَکْتَ لِوَلَدِکَ قُلْتُ ھُمْ اَغْنِیَاءُ بِخَیْرٍ فَقَالَ اَوْصِ بِالْعُشْرِ فَمَا زِلْتُ اُنَاقِصُہٗ حَتّٰی قَالَ اَوْصِ

(۲۹۳۹) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیمار پرسی فرمائی جب کہ میں بیمار تھا' فرمایا تم نے کچھ وصیت کردی ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا کتنے کی ا۔ میں نے عرض کیا اپنے سارے مال کی اللہ کی راہ میں ۲۔ فرمایا تو نے اپنے اولاد کے لئے کیا چھوڑا میں نے عرض کیا وہ

بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

بہت مال سے غنی ہیں ۳۔ تب فرمایا دسویں حصہ کی وصیت کرو۴۔ میں کم کراتا رہا۵۔ حتی کہ فرمایا تہائی کی وصیت کرو اور تہائی بھی بہت ہے۶۔ (ترمذی)

(۲۹۳۹) ا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرض سخت تھا' اس لئے ان سے وصیت کا سوال کیا گیا' خیال رہے کہ حضور انور کو خبر تھی کہ حضرت سعد کی وفات اس مرض میں نہیں ہے جیساکہ دیگر روایات میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا تم ابھی جیو گے اور تم سے کچھ نفع پائیں گے کچھ نقصان ۲۔ اللہ کی راہ سے مراد سارے کار خیر ہیں' فقراء مساکین پر خرچ' مسجد مسافر خانہ کی تعمیر وغیرہ وغیرہ۔ ۳۔ ولد سے مراد بیٹی ہے کہ آپ کے صرف ایک بیٹی ہی تھی' ولد مطلقًا اولاد پر بولا جاتا ہے بیٹا ہو یا بیٹی مگر ابن صرف بیٹے کو کہتے ہیں' آپ کا ھم اغنیاء فرمانا عصبہ وارثوں کو شامل کرکے ہے اور اغنیاء فرمانا تغلیبا ہے کہ بعض ان میں غنی تھے اور بعض فقراء جیساکہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔ ۴۔ اس سے پتہ لگا کہ تہائی سے زیادہ کی وصیت جاری نہ ہو گی' دیکھو حضرت سعد نے کل مال کی وصیت کردی مگر جاری نہ ہوئی' امام اعظم و اسحاق و احمد فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی وارث نہ ہو وہ کل مال کی وصیت کر سکتا ہے اور اس کی وصیت جاری بھی ہو گی' کیونکہ اس کل وصیت کا جاری نہ ہونا وارثوں کے حق کی وجہ سے ہے جب وہ موجود ہی نہیں تو اب مانع کیا چیز ہے۔ ۵۔ مشکوۃ شریف کے بعد نسخوں میں انا قصہ نقطہ والی ضاد سے ہے بمعنی جوابًا "عرض کرتا رہا" مگر عام نسخوں میں انا قصہ صاد مہملہ سے ہے' معنی یہ ہیں کہ میں اس وصیت کو کم سمجھتا رہا اور زیادہ وصیت کی اجازت چاہتا رہا (مرقات) یا یہ معنی ہیں کہ میراث کو کم کراتا رہا' میراث کم ہو گی تو وصیت زیادہ ہو گی۔ ۶۔ یعنی تمہاری پہلی وصیت تو بالکل باطل ہو چکی' اب نئے سرے سے وصیت کرو جو تہائی سے زیادہ نہ ہو' یا یہ مطلب ہے کہ اپنی پہلی وصیت کو خود باطل کردو' اور اب نئی وصیت کرو' خیال رہے کہ وصیت کرنے والا اپنی وصیت باطل بھی کر سکتا ہے اس میں ترمیم بھی کر سکتا ہے' کیونکہ وصیت ایک قسم کا ہبہ ہے اور ہبہ میں تبدیلی یا نسخ قبل از قبضہ جائز ہے۔

وَعَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي خُطْبَتِهٖ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ مُنْقَطِعٌ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَفِيْ رِوَايَةِ الدَّارَقُطْنِيِّ قَالَ لَا تَجُوْزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ۔

(۲۹۴۰) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خطبہ میں حجۃ الوداع کے سال فرماتے سنا۱۔ کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے لہذا وارث کے لئے وصیت نہیں ۲۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ) اور ترمذی نے یہ بڑھایا کہ بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں ۳۔ ان کا حساب اللہ کا ذمہ ہے ۴۔ اور حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں راوی کہ فرمایا وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ وارث راضی ہوں یہ منقطع ہے ۵۔ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ فرمایا وارث کے لئے وصیت جائز نہیں مگر جب کہ وارث راضی ہوں ۶۔

marfat.com

(۲۹۴۰) ا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس خطبہ سے مراد حج کا خطبہ ہے جو آپ نے عرفات میں دیا' اور ہو سکتا ہے کہ کوئی اور خطبہ مراد ہو۔ ۲۔ آیات میراث آنے سے پہلے اہل قرابت کے لئے وصیت کرنا از روئے قرآن فرض تھی' کہ رب نے فرمایا کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین آیات میراث سے یہ فرضیت منسوخ ہو گئی' مگر جواز وصیت کا نسخ اس حدیث سے ہوا کہ اب جسے ایک پائی میراث ملے اس کے لئے وصیت نہیں ہو سکتی' معلوم ہوا کہ قرآن کا نسخ حدیث سے جائز بلکہ واقع ہے۔ ۳۔ بیوی اور لونڈی کو فراش کہا جاتا ہے کیونکہ اسے اپنے خاوند اور مولیٰ کے بستر پر لیٹنے کا حق ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی لونڈی یا بیوی کے بچے کے متعلق کوئی اجنبی شخص کہے کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس کی بات نہ مانی جائے گی بچہ اس عورت کے خاوند یا مالک کا ہو گا' ہاں اس کہنے والے کو زنا کی سزا دی جائے گی کہ اس نے زنا کا اقرار کرلیا' حجر سے مراد رجم ہے' اور اگر یہ شخص اس قول سے توبہ کرلے تب بھی اسے حد قذف لگے گی یعنی پاکدامن عورت کو تہمت لگانے کی سزا ۴۔ اس جملہ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ اگر اس نے زنا کا جھوٹا اقرار کیا ہے اور ہم نے سزا دے دی تو ہم مجرم نہیں' دوسرے یہ کہ زنا کی سزا دینے کے بعد بھی زانی کی بخشش یقینی نہیں' رب چاہے تو معاف کرے' تیسرے یہ کہ جن گناہوں کی شریعت میں سزا نہیں ہے ان کا حساب اللہ کے ہاں ہے۔ (مرقات لمعات) ۵۔ منقطع وہ روایت ہے جس میں تابعی سے پہلے کوئی راوی رہ گیا ہو یا راوی کا نام نہ مذکور ہو بلکہ رجل یا شیخ کہہ دیا گیا ہو کیونکہ مجہول مثل معدوم کے ہے (مرقات) ۶۔ یعنی وارث کے لئے وصیت جائز نہ ہونا دوسرے وارثوں کے حق کی وجہ سے تھا اگر وہی اس کو جائز کردیں تو جائز ہے' یہی مسئلہ تمام ائمہ کے ہاں ہے اگرچہ اس کی ایک اسناد منقطع ہے' مگر چونکہ دوسری اسنادیں متصل بھی ہیں اس لئے یہ حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْاَةُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ ثُمَّ قَرَاَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۹۴۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی حضور انور نے فرمایا کہ ایک مرد و عورت ساٹھ سال اللہ کی اطاعت کے کام کرتے رہتے ہیں پھر انہیں موت آتی ہے ا۔ تو وصیت میں کسی کو نقصان پہنچا جاتے ہیں ۲۔ ان کے لئے آگ واجب ہو جاتی ہے ۳۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے یہ آیت تلاوت کی 'بعد ادائے قرض وصیت کے جو وہ کر گیا ہے جب کہ کسی کو نہ نقصان دیا ہو باری تعالیٰ کے فرمان تک' یہ بڑی کامیابی ہے ۴۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۹۴۱) ا۔ یہاں ساٹھ سال سے مراد بڑی مدت ہے خواہ اس سے زیادہ ہو یا کم ساٹھ تحدید کے لئے بلکہ تکثیر کے لئے ہے' اور موت آنے سے مراد موت کے علامات نمودار ہونا ہیں ورنہ خاص موت آجانے پر بولنا مشکل ہو جاتا ہے' وصیت کرنا یا وصیت میں نقصان پہنچانا کیسا۔ ۲۔ وصیت میں نقصان پہنچانے کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے وصیت کر جائے کہ تہائی مال وصیت میں نکل جائے تو وارثوں کے حصے کم ہو جائیں' دوسرے یہ کہ نالائق اور برے لوگوں کو وصیت کر جائے' اپنا تہائی مال کسی بدمعاش کو دے جائے تاکہ وہ وارثوں کے ساتھ رہ کر انہیں تنگ کرے تیسرے یہ کہ پہلے وصیت کی

marfat.com

تھی پھر مرتے وقت وصیت سے رجوع کرے یا اس میں کچھ ترمیم کرے تا کہ وصیت والے کو نقصان ہو‘ غرضیکہ فی الوصیۃ کی فی یا بمعنی ب ہے یا اپنے ہی معنی میں ہے۔ ۳۔ یعنی دوزخ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ رہا دوزخ میں جانا‘ یہ رب تعالیٰ کی مرضی پر ہے یہاں وجوب استحقاق کا ہے نہ کہ دخول کا (مرقات) ۴۔ حضرت ابو ہریرہ نے اس میں جو لفظ غیر مضار ہے اس سے دلیل پکڑی‘ یہاں آیت میں مضار اسم فاعل ہے یعنی مرنے والے نے وصیت میں کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ عَلٰى وَصِيَّةٍ مَّاتَ عَلٰى سَبِيْلٍ وَّسُنَّةٍ وَّمَاتَ عَلٰى تُقًى وَّشَهَادَةٍ وَّمَاتَ مَغْفُوْرًا لَّهٗ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۹۴۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اچھی وصیت پر مرا وہ دین کے راستے اور سنت پر مرا اور تقویٰ و شہادت کی موت مرا اور بخشا ہوا مرا ۱۔ (ابن ماجہ)

(۲۹۴۲) ۱۔ اس طرح کہ مرتے وقت اپنے مال کا کچھ حصہ فقراء پر یا کسی کار خیر میں لگانے کی وصیت کر گیا‘ کسی دینی ادارہ میں لگانے کی وصیت کر گیا ۲۔ سبیل سے مراد رضائے الٰہی کا راستہ ہے‘ اور سنت سے مراد اچھا طریقہ ہے یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضور انور کا مال بعد وفات راہ خدا میں خرچ ہوا اور حضور انور نے اپنے مال کی وصیت نہ فرمائی‘ پہلے فرما دیا تھا کہ ہمارا مال بعد وفات صدقہ ہے‘ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض نیک عمل بظاہر معمولی تر ہیں۔ مگر ان کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے‘ دیکھو بعد موت مال راہ خدا میں خرچ کرنا معمولی کام ہے کہ وہ انسان اب مال سے بے نیاز ہو چکا‘ مگر اس پر بھی اتنا بڑا ثواب ملا۔ اور ایسے درجے کا مستحق ہوا‘ اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ معمولی نیکی کو بھی ہلکا نہ جانو‘ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے۔ اور معمولی گناہ کرنہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر جلا دیتی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں شہادت سے مراد حکمی شہادت ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ ابْنَ وَائِلٍ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَاَعْتَقَ ابْنُهٗ هِشَامٌ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً فَاَرَادَ ابْنُهٗ عَمْرٌو اَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ وَّاِنَّ هِشَامًا اَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ رَقَبَةً اَفَاُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَوْ كَانَ

(۲۹۴۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ عاص ابن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کر دیئے جائیں ۱۔ تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے ۲۔ پھر اس کے بیٹے عمرو نے چاہا کہ باقی پچاس اس کی طرف سے وہ آزاد کر دیں ۳۔ بولے میں تو آزاد نہ کروں گا تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں ۴۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کر دیئے جائیں اور ہشام نے اس کی طرف

مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذٰلِكَ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

سے پچاس آزاد کردیئے ہیں اور اس پر پچاس غلام باقی ہیں تو کیا اس کی طرف سے میں آزاد کردوں ۵ ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا پھر تم اس کی طرف سے آزاد کرتے اس کی طرف سے خیرات یا حج کرتے یہ سب کچھ اسے پہنچ جاتا ۶ ۔
(ابوداؤد)

(۲۹۴۳) ۱۔ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ عمرو ابن شعیب کے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں' وہ خود اپنا واقعہ بیان کررہے ہیں۔ کہ میرے باپ عاص ابن وائل نے مرتے وقت سو غلام لونڈیاں آزاد کرنے کی وصیت تھی' عاص ابن وائل قرشی سہمی ہے' حضور انور کا زمانہ پایا مگر اسلام نہ لایا اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ان شانئک ھوالابتر آپ کا بدگو ابتر یعنی بے اولاد ہے کہ اللہ نے اس کی اولاد کو اسلام کی توفیق دے کر اسے حکماً" لاولد کردیا' اس کی ساری اولاد ایمان لے آئی ۲۔ ہشام قدیم الاسلام صحابی ہیں' پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرگئے تھے۔ پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر مکہ معظمہ یہ پتہ کرنے آئے کہ حضور نے ہجرت کہاں کی ہے باپ نے پکڑ لیا' پھر غزوہ خندق کے بعد مدینہ منورہ پہنچے' بڑے فقیہ عالم تھے' ۱۳ھ میں غزوہ یرموک میں شہید ہوئے (مرقات) انہوں نے حضور انور سے بغیر پوچھے پچاس غلام آزاد کردیئے یہ سمجھ کر کہ اسلام والدین کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا۔ ۳۔ حضرت عمرو ابن عاص اپنے بھائی ہشام سے عمر میں بڑے ہیں۔ آپ ۵ یا ۸ھ میں حضرت خالد ابن ولید اور عثمان ابن طلحہ کے ساتھ ایمان لائے حضور انور نے آپ کو عمان کا حاکم بنایا' پھر حضرت عمر کے زمانہ میں آپ نے ہی مصر فتح کیا' حضرت عمر عثمان' معاویہ کے زمانہ میں عامل رہے امیر معاویہ نے آپ کو اپنے زمانہ میں مصر میں جاگیر بخشی' آپ وہاں ہی رہے' ۴۳ھ میں ننانوے سال کی عمر میں مصر ہی میں وفات پائی' پھر ان کے بیٹے عبداللہ ابن عمرو مصر کے حاکم رہے جنہیں بعد میں امیر معاویہ نے معزول کردیا۔ ۴۔ یعنی اگرچہ عاص میرا باپ تھا مگر کافر بھی تھا اس لئے اس کی وصیت حضور انور سے پوچھ کر پوری کروں گا یہ بھی اجتہاد سے تھا مگر پہلے اجتہاد سے اعلیٰ' یا تو آپ نے اپنے بھائی ہشام سے یہ فرمایا' یا دل میں سوچا ۵۔ اس سوال سے معلوم ہوا کہ نیکی بھی بزرگوں کے مشورہ اور ان کی اجازت سے کرنا چاہیے دیکھو غلام آزاد کرنا بہرحال ثواب تھا اگر عاص کو اس کا ثواب نہ بھی ملے تب بھی خود حضرت عمرو ابن عاص کو تو ثواب ملنا ہی تھا مگر پھر بھی حضور انور سے اجازت مانگ کر آزاد کرنا چاہتے ہیں' صوفیاء کے نزدیک ورد' وظیفے شیخ کی اجازت سے کئے جاتے ہیں کہ اجازت کی برکت سے ان میں الفاظ کی تاثیر کے ساتھ زبان کی تاثیر بھی جمع ہوجاتی ہے گولی بارود کی مدد سے مار کرتی ہے تلوار کی دھار بغیر درست وار کے نہیں کاٹتی۔ ۶۔ مگر چونکہ عاص کافر ہو کر مرا اس لئے اسے تمہاری کسی نیکی کا ثواب نہیں پہنچ سکتا' نہ وہ عذاب الٰہی سے بچ سکتا ہے اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کافر کو ثواب بخشنا منع ہے کہ حضور انور نے اس کی اجازت نہ دی' دوسرے یہ کہ اگر اسے ایصال ثواب کیا بھی جائے تو ثواب پہنچتا نہیں جب اسے اپنی نیکیوں کا ثواب نہیں ملتا تو دوسرے کی نیکیوں کا بخشا ہوا ثواب کیسے ملے گا' مردہ کو کوئی دوا فائدہ نہیں پہنچاتی' کافر کو کوئی دعا عذاب سے نہیں بچاتی' تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو ہر قسم کی عبادات کا ثواب بخشنا جائز ہے اور انہیں پہنچتا بھی ہے' دیکھو غلام آزاد کرنا' صدقہ و خیرات' حج مختلف قسم کی عبادتیں ہیں' مگر سب کے متعلق حضور نے فیصلہ فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ثواب

marfat.com

پہنچ جاتا' خیال رہے کہ کافر کو بعض نیکیوں کی بدولت عذاب ہلکا ہو جاتا ہے۔ مگر عذاب سے رہائی نہیں ہوتی 'نہ وہ جنت کی کسی نعمت کا مستحق ہوتا ہے۔ دیکھو حضور انور کی خدمت کے باعث ابو طالب کا عذاب ہلکا ہے ولادت پاک کی خوشی منانے کے سبب ابولہب کو سوموار کے دن عذاب میں تخفیف ہوتی ہے (بخاری شریف) لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ آج بعض لوگ ایصال ثواب کے انکاری ہیں' وہ ان احادیث میں غور کریں۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ.

(۲۹۴۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے وارث کو اس کی میراث سے محروم کرے ا۔ تو اللہ اس کو قیامت کے دن جنت کی میراث سے محروم کردے گا ۲۔ (ابن ماجہ) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

(۲۹۴۳) ا۔ اپنے وارث کو میراث سے محروم کرنے کی بہت صورتیں ہیں کسی کو وصیت کرنا تاکہ ورثہ کا حصہ کم ہو جائے' کسی کے لئے قرض کا جھوٹا اقرار کرلینا تاکہ وارث کے حصے کم ہوں بیوی کو طلاق دے دینا تاکہ وہ وارث نہ ہو سکے' اپنا کل مال کسی کو دے جانا تاکہ وارثوں کو کچھ نہ ملے کسی وارث کو قتل کرا دینا' تاکہ میراث نہ پا سکے یا اپنے بچہ کا انکار کردینا کہ یہ بچہ میرا ہے ہی نہیں تاکہ میراث نہ پاسکے' اپنی زندگی میں سارا مال برباد کردینا تاکہ وارثوں کے لئے کچھ نہ بچے وغیرہ' بعض کسی بیٹے کو عاق کر دیتے ہیں یا کہہ دیتے ہیں کہ ہماری میراث سے اسے کچھ نہ دیا جائے' یہ محض بیکار ہے اس وہ وارث محروم نہ ہو گا' میراث سے محروم کرنے والی چیزیں مسلمان کے لئے صرف تین ہیں' غلام ہونا' قتل' اختلاف دین' ان کے سوا کسی اور وجہ سے محرومی نہیں ہو سکتی۔ ۲۔ جو چیز بغیر عقد اور بغیر مشقت کے ملے اسے میراث کہہ دیتے ہیں۔ یہاں یہ ہی مراد ہے' نیز ہر جنتی جنت میں اپنا حصہ بھی لے گا اور کافر کے جنتی حصہ پر قبضہ کرلے گا' اس لحاظ سے بھی اسے میراث کہہ دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ ایسے ظالم کو جنت سے محروم کردے گا' محرومی سے مراد ہے اولاً" داخلہ سے محروم کردے گا ورنہ ہر مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار ہو گا' آخر کار جنت میں داخل ہو گا جیسے اس شخص نے اپنے منتظر وارث کو محروم کردیا ایسے ہی اسے جنت کا انتظار کرنے کے بعد جب قیامت میں اسے جنت کا سخت انتظار ہو گا اسے محروم کردیا جائے گا بہرحال یہ جرم بدترین ہے رب تعالیٰ ظلم سے بچنے کی توفیق دے۔

وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ وصحبہ وسلم

الحمد للہ کہ جلد چہارم مرآت شرح مشکوۃ یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو شروع ہو کر آج ۳ جولائی ۱۹۶۱ء مطابق ۲۰ محرم الحرام ۸۱ ۱۳ھ یوم دوشنبہ کل ۹ ماہ تین دن میں ختم ہوئی' رب تعالیٰ اسے قبول فرمائے ور صدقہ جاریہ بنائے۔

احمد یار خاں نعیمی غفرلہ ولوالدیہ

marfat.com

مکتبہ اسلامیہ

لاہور